www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين

ضیاء القرآن

جلد پنجم

پیر محمد کرم شاہ ایم اے (الازہر) سجادہ نشین بھیرہ

ضیاء القرآن پبلیکیشنز
گنج بخش روڈ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز محفوظ ہیں۔

مطبع ________ تخلیق مرکز پرنٹرز لاہور

کتابت ________ اقبال احمد، عبدالرحمن ناصر، خوشی محمد ناصر

متن ________ بشیریہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی

فوٹو گرافی ________ حاجی رحیم بخش (ایف۔ آر۔ پروسیسنگ)

تعداد ________ تین ہزار

تاریخ طباعت ________ ربیع الثانی ١٤٠٠ھ

ناشر ________ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	سورۃ النجم	۵	۲۰	سورۃ الجن	۳۸۳
۲	سورۃ القمر	۴۹	۲۱	سورۃ المزمل	۳۹۹
۳	سورۃ الرحمٰن	۶۳	۲۲	سورۃ المدثر	۴۱۳
۴	سورۃ الواقعہ	۸۳	۲۳	سورۃ القیامہ	۴۲۸
۵	سورۃ الحدید	۱۰۳	۲۴	سورۃ الدھر	۴۴۰
۶	سورۃ المجادلہ	۱۲۳	۲۵	سورۃ المرسلٰت	۴۵۱
۷	سورۃ الحشر	۱۵۵	۲۶	سورۃ النبأ	۴۶۳
۸	سورۃ الممتحنہ	۱۸۹	۲۷	سورۃ النزعٰت	۴۷۷
۹	سورۃ الصف	۲۰۸	۲۸	سورۃ عبس	۴۸۹
۱۰	سورۃ الجمعہ	۲۲۷	۲۹	سورۃ التکویر	۴۹۸
۱۱	سورۃ المنافقون	۲۴۳	۳۰	سورۃ الانفطار	۵۰۷
۱۲	سورۃ التغابن	۲۵۸	۳۱	سورۃ المطففین	۵۱۳
۱۳	سورۃ الطلاق	۲۷۱	۳۲	سورۃ الانشقاق	۵۲۲
۱۴	سورۃ التحریم	۲۹۱	۳۳	سورۃ البروج	۵۲۷
۱۵	سورۃ الملک	۳۰۸	۳۴	سورۃ الطارق	۵۳۳
۱۶	سورۃ القلم	۳۲۷	۳۵	سورۃ الاعلیٰ	۵۳۹
۱۷	سورۃ الحاقہ	۳۴۵	۳۶	سورۃ الغاشیہ	۵۴۶
۱۸	سورۃ المعارج	۳۵۷	۳۷	سورۃ الفجر	۵۵۳
۱۹	سورۃ نوح	۳۷۱	۳۸	سورۃ البلد	۵۶۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۹	سورۃ الشمس	۵۷۰
۴۰	سورۃ الیل	۵۷۹
۴۱	سورۃ والضحیٰ	۵۸۳
۴۲	سورۃ الانشراح	۵۹۵
۴۳	سورۃ التین	۶۰۳
۴۴	سورۃ العلق	۶۰۹
۴۵	سورۃ القدر	۶۱۷
۴۶	سورۃ البینہ	۶۲۳
۴۷	سورۃ الزلزال	۶۳۱
۴۸	سورۃ العٰدیات	۶۳۶
۴۹	سورۃ القارعہ	۶۴۱
۵۰	سورۃ التکاثر	۶۴۶
۵۱	سورۃ والعصر	۶۵۱
۵۲	سورۃ الھمزہ	۶۵۶
۵۳	سورۃ الفیل	۶۶۰
۵۴	سورۃ قریش	۶۷۱
۵۵	سورۃ الماعون	۶۷۷
۵۶	سورۃ الکوثر	۶۸۳
۵۷	سورۃ الکافرون	۶۹۱
۵۸	سورۃ النصر	۶۹۷
۵۹	سورۃ لہب	۷۰۱
۶۰	سورۃ اخلاص	۷۰۹
۶۱	سورۃ الفلق والناس	۷۱۹
۶۲	تحقیقاتِ لغویہ	۷۲۹
۶۳	تحقیقات نحویہ	۷۳۹
۶۴	فہرست مطالب	۷۵۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف سُورۃ النجم

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام النجم ہے جو اس کا پہلا کلمہ ہے۔ اس میں تین رکوع، باسٹھ آیتیں، ۳۶۰ کلمے اور ۱۴۰۵ حروف ہیں۔

زمانہ نزول: حضرت حسن بصری، عکرمہ، عطاء، جابر اور دیگر علماء کے نزدیک یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے مدنی ہونے کا قول محض غلط ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے: ھی اول سورۃ اعلنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ۔ یعنی یہ پہلی سورۃ ہے جس کو حضورؐ نے مکہ مکرمہ میں علانیہ مجمع عام میں پڑھ کر سنایا۔ جب آخری آیت کی تلاوت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ ریز ہوئے تو سامعین پر عبودیت کا ایسا عالم طاری تھا کہ مومن اور مشرک جتنے تھے سب کے سب سجدہ میں گر گئے۔ ان لوگوں میں وہ کافر بھی تھے جو قرآن سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے لیکن جب حضورؐ نے حرم شریف میں اس کی تلاوت شروع کی تو اس کے اسلوب بلیغ نے ان کے دلوں کو وارفتہ کر دیا کہ مخالفت کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اور وہ اس کی کشش میں کھو گئے۔

سورۃ والنجم کے سال نزول کے بارے میں بعض مصنفین نے یہ لکھا ہے کہ یہ بعثت نبوت کے پانچویں سال ماہ رمضان میں نازل ہوئی۔ اس کی دلیل انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ یہ سورۃ جب نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم شریف میں مجمع عام میں اس کی تلاوت فرمائی اور جب اس کی آخری آیت تلاوت کی فاسجدوا للہ واعبدوا تو حضورؐ نے بھی سجدہ کیا اور اس محفل میں جتنے مسلمان اور کافر بھی حاضر تھے سب سربسجود ہو گئے۔ اس سے یہ بات مشہور ہو گئی کہ تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ افواہ حبشہ میں ہجرت کر کے جانے والے مسلمانوں تک بھی جا پہنچی جو ماہ رجب میں ہجرت کر کے وہاں پہنچے تھے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو حبشہ میں ہی سکونت پذیر رہے لیکن بعض نے فیصلہ کیا کہ جب اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو ظلم و ستم کا دور ختم ہو گیا ہوگا۔ اس لیے جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بجائے ان کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ چنانچہ وہ ماہ شوال میں مکہ پہنچے لیکن یہاں وہی کفر و شرک کی ظلمت چھائی ہوئی تھی اور مسلمانوں پر حسب سابق ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ اب ان لوگوں کے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ مشرکین میں سے کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوں یا اس طرح چوری چھپے اپنے شہر میں داخل ہوں کہ کسی کافر کو ان کی واپسی کی خبر تک نہ ہو۔ اس واقعہ سے ان مصنفین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ نبوت کے پانچویں سال ماہ شوال سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ماہ رمضان کو اس کے نزول کا مہینہ متعین کیا ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ استدلال کئی وجوہ سے ناقابل تسلیم ہے۔

اس سورت کے مضامین اس قول کی تردید کرتے ہیں کہ اس کا نزول بعثت کے پانچویں سال میں ہوا کیونکہ اس کی ابتدائی آیات میں معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے خصوصاً عند سدرة المنتهى عندها جنة المأوى یہ دو آیتیں اس امر پر قطعی دلالت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

گزرا ہیں کہ اس سورت کے ابتدائی حصہ میں ان احوال کا بیان ہے جو سفر معراج میں پیش آئے کیونکہ علیٰ اختلاف الروایات وہاں جبرئیل امین کا دیدار ہوا یا رویت باری کا شرف حاصل ہوا بہرحال یہ رویت سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر ہوئی اور سدرۃ المنتہیٰ پر حضور کی حاضری کی رات میں تشریف آوری ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں ہوئی اور معراج کے بارے میں مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال یا ڈیڑھ سال قبل وقوع پذیر ہوا۔ اس لیے وہ سورت جس میں ایسا واقعہ مذکور ہے جو نبوت کے دسویں یا گیارھویں سال رونما ہوا۔ اس سورت کا نزول نبوت کے پانچویں سال میں کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ دوسری وجہ جو اس قول کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہشام نے اپنی سیرت کی شہرہ آفاق کتاب میں مہاجرین حبشہ کے حالات کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے حتیٰ کہ تمام مہاجرین کے اسماء اور ان کے قبائل کے نام بھی بالترتیب درج کیے ہیں۔ وہ آخر میں لکھتے ہیں: و بلغ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذین خرجوا الی ارض الحبشۃ اسلام اھل مکۃ فاقبلوا لما بلغھم من ذلک حتی اذا دنوا من مکۃ بلغھم ان ما کانوا تحدثوا بہ من اسلام اھل مکۃ کان باطلا۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۸۸ ج ۱)

یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ اصحاب جو سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے انہیں یہ اطلاع ملی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ واپس لوٹے لیکن جب وہ مکہ کے نزدیک پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ اہل مکہ کے مسلمان ہونے کی اطلاع جھوٹی تھی۔ اس روایت میں نہ تو علامہ موصوف نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضور نے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اسے سن کر تمام کفار نے سجدہ کیا اس وجہ سے یہ افواہ مہاجرین حبشہ کو ملی تھی اور نہ انہوں نے مہاجرین کی واپسی کے لیے نبوت کے پانچویں سال کے ماہ شوال کو متعین کیا ہے۔ اگر یہ روایت قابل اعتنا ہوتی تو علامہ موصوف جیسے مورخ جو تمام تفصیلات کا احاطہ کیا کرتا ہے ان دونوں چیزوں کا ذکر بھی ضرور کرتے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے ہجرت حبشہ کا مفصل حال نقل کیا ہے اس میں بھی واپسی کے بارے میں سورۃ النجم کے نزول کا کوئی ذکر نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سورۃ النجم نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم شریف کے صحن میں ایک مجمع عام کے سامنے اس کی تلاوت کی اور آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد حضور نے خود بھی سجدہ کیا اور تمام حاضرین نے جن میں مسلمان کافر، جن، انس سب شامل تھے۔ اس روایت میں نہ حبشہ کے مہاجرین کی واپسی کا ذکر ہے اور نہ پانچویں سال کا ذکر ہے۔

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور دیگر مستند محدثین نے اسی طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ وہ روایت جس میں سورۃ النجم کی تلاوت اور تمام حاضرین کے سربسجود ہونے کے ساتھ ساتھ مہاجرین حبشہ کی واپسی کا بھی تذکرہ ہے اس میں تلک الغرانیق العلیٰ والی من گھڑت داستان کا بیان بھی ہے جس کی علماء محققین نے شدت سے تکذیب بھی کی ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے اس کی تردید بھی کی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے سورۂ حج کی آیت ۵۲ کا حاشیہ ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۶۔

اس لیے وہ روایت قطعاً اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے سورۃ النجم کے نزول کے لیے نبوت کا پانچواں سال متعین کیا جائے۔

چونکہ حبشہ میں یہ افواہ پھیلی تھی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی جو اس روایت میں بیان کی گئی ہے بلکہ اس کا باعث یہ امر تھا کہ انہی دنوں تھوڑے عرصہ کے بعد دو ایسی ہستیاں مشرف باسلام ہو گئی تھیں جن کی قوت، شجاعت اور ہیبت سے سارا مکہ خائف اور ترساں رہتا تھا یعنی

حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام قبول کر لیا تھا! ان کے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کی بے بسی و بیکسی کا خاتمہ ہو گیا تھا اب وہ کھلے بندوں حرم کعبہ میں عبادت کیا کرتے تھے اور باجماعت نماز ادا کرتے تھے اس خوش کن تبدیلی کے باعث یہ افواہ مکہ کے قبائل میں پھیل گئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اور یہ افواہ حبشہ کے مہاجرین نے بھی سنی نیز حبشہ میں بھی نجاشی کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے تھے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے خلاف آئے روز بغاوتیں شروع ہو گئی تھیں ان وجوہات کے باعث مسلمانوں نے مکہ واپس آنے کا عزم کیا لیکن جب وہ مکہ پہنچے، تو یہاں حالات ان کی توقعات کے بالکل برعکس تھے اسلئے ان میں سے جو وہاں کسی کی پناہ میں آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے وہ وہیں رک گئے اور اکثر حبشہ واپس چلے گئے۔ شیخ محمد ابو زہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب خاتم النبیین میں اس افواہ کی ایک اور وجہ بھی تحریر کی ہے جو قرین قیاس ہے کہ عمرو بن عاص جب نجاشی کو اس بات پر برانگیختہ کرنے میں ناکام رہا کہ وہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکل جانے کا حکم دیدے تو انہیں اپنی یہ ناکامی بہت گراں گزری انہوں نے یہ چال چلی کہ اس نے حبشہ میں اپنے کارندوں کے ذریعے مشہور کر دیا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسلمان خود بخود اپنے وطن واپس چلے آئیں گے اور ہم ان کو دبوچ لیں گے اور ظلم و ستم سے جس طرح چاہیں گے ان کا بھرکس نکال دیں گے۔ بہرحال اس افواہ کے مشہور ہونے کی کوئی اور وجہ تو ہو سکتی ہے لیکن یہ وجہ ہرگز نہیں ہو سکتی جو اس روایت پر اعتماد کرنے والے مصنفین نے ذکر کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مضامین: اس سورت میں سب سے پہلے ان الزامات کی تردید کی گئی ہے جو کفار حضور علیہ السلام پر عائد کیا کرتے تھے کبھی کہتے یہ راہ راست سے بھٹک گئے ہیں یعنی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اپنی ساری قوم کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کلام پڑھ کر سناتے ہیں اسے خود گھڑ لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ پہلی آیتوں میں قسم اٹھا کر ان الزامات کی تردید فرمائی۔ ما ضل صاحبکم وما غوی...الخ۔ ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ نہ خود ان آیتوں کو گھڑتے ہیں اور نہ من گھڑت باتیں کرتے ہیں بلکہ یہ وحی ہے انہیں یہ کلام بلاغت نظام سکھاتی ہے اسکا انہوں نے دیدار بھی کیا ہے۔ بات شنید تک محدود نہیں بلکہ دید تک جا پہنچی ہے اسلئے کفار کا اس کلام کے بارے میں بحث و مجادلہ کرنا سراسر لغو ہے۔ اس کے بعد کفار کو خطاب فرمایا کہ جن بتوں لات و منات اور عزیٰ سے تم چمٹے ہوئے ہو ان کی بنیاد وہم و گمان پر ہے ان کی الوہیت کی حقیقت ثابت کرنے کیلئے نہ تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی دلیل ہے۔ تم اپنے نفس کی خواہشات کے اس قدر مغلوب ہو کہ تمہارا نفس جو کہتا ہے اسی کو تم حق تسلیم کر لیتے ہو۔ تم نے کبھی ان باتوں پر بھی اپنے دین کی صحت محسوس ہی نہیں کی کہ تم خود سوچو کہ کیا یہ فضول باتیں اتنی اہمیت رکھتی ہیں کہ ان کی وجہ سے تم حق کو ٹھکرا دو؟ تمہارے کہنے سے حق باطل نہیں بن جائیگا اور تمہارے انکار سے حق مٹ جائیگا۔ تمہاری ساری مشکل اسی میں ہے کہ تم نفس کی اندھی پیروی کرتے ہو۔ کبھی چشم حقیقت شناس سے حق کے رخ زیبا کو دیکھو تو پہچانو۔ اسکے باوجود کفار اپنے آپ کو ہدایت یافتہ یقین کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جو لوگ ان کے راستے سے ہٹ گئے ہیں وہ گمراہ ہیں۔ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو بہتر جانتا ہے کہ کون کس حال میں ہے؟ کون گمراہ ہے؟ اور کس کے دل کو نور ہدایت سے منور کر دیا گیا ہے؟

بعد ازاں چند ایسے احکام کا ذکر کیا جو قرآن کریم کے نزول سے ہزاروں سال پہلے نازل ہونے والے صحیفوں میں مندرج تھے جو حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئے تاکہ اہل مکہ جنہیں ابراہیمی نسبت پر بڑا ناز ہے انہیں معلوم ہو جائے کہ نبی کریم کوئی نیا دین اور زندگی کے لئے کوئی نیا نظام لے کر نہیں آئے بلکہ یہ انہی سچائیوں کی دعوت دے رہے ہیں جن کی دعوت پہلے انبیاء دیتے رہے ہیں خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل جن کی تم اولاد ہو جن کے تعمیر کردہ کعبہ کی مجاوری کے باعث تم جہاں جاتے ہو لوگ فرط عقیدت سے تمہاری راہوں میں آنکھیں بچھاتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

آخر میں تنبیہ فرمائی کہ ان سچائیوں کا انکار کرنے والے تم پہلے لوگ نہیں ہو۔ تم سے پہلے بھی کئی بدنصیب قوموں نے ان کو ماننے سے انکار کیا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تباہ کر دی گئیں۔ اگر تمہارا بھی یہی وتیرہ رہا تو سن لو اس کا نتیجہ بھی مختلف نہ ہوگا۔ اس نصیحت پر اس سورت کا اختتام ہوا۔ آپ کہا کہ اب سنبھل جاؤ! کلام الٰہی سن کر تم غور و فکر کرنے کے بجائے بڑی بے پروائی سے گزر جاتے ہو۔ یہ مہلت کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں۔ پھر واویلا کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ تم اپنی جہالت سے باز آ کر اپنے حقیقی خالق کے آگے جھکو اور اس کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ هِيَ اثْنَتَانِ وَ سِتُّوْنَ اٰيَةً

سورۃ النجم مکی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ ۶۲ آیات اور تین رکوع ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

قسم ہے اس روشن ستارے کی جب وہ نیچے اترے۔[1] نہیں بھٹکا تمہارا (رفیق) اور نہ بہکا۔[2] اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی

[1] آیت کے الفاظ کا مفہوم پہلے ذہن نشین کر لیجیے۔ نجم: مطلق ستارہ کو بھی کہتے ہیں اور النجم ذکر کر کے اس سے ثریا بھی مراد لیتے ہیں۔ اہل عرب میں عام مروج ہے۔ یہاں دونوں معنی لیے جا سکتے ہیں۔ ھَوٰی: یہ مادہ دو ابواب میں مستعمل ہوتا ہے۔ باب علم یعلم: ھَوِیَ یَھْوٰی۔ اس وقت اس کا معنی محبت کرنا ہوتا ہے۔ ھَوِیَ: اَحَبَّہٗ۔ دوسرا باب ضرب یضرب: ھَوٰی یَھْوِیْ جیسے یہاں مذکور ہے۔ اس صورت میں یہ دو متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے نیچے گرنا اور اوپر چڑھنا۔ چنانچہ ھوی الشیئ: سقط من علو الی اسفل، ارتفع وصعد۔ جب کوئی چیز اوپر سے نیچے گرے تب بھی کہتے ہیں ھوی الشیئ اور جب کوئی چیز نیچے سے بلندی کی طرف جائے اس وقت بھی کہتے ہیں ھوی الشیئ۔ البتہ مصدر دونوں حالتوں میں الگ الگ ہوگا۔ نیچے گرنے کے معنی میں ہو تو کہیں گے ھوی یھوی ھُوِیًّا اور چڑھنے کے معنی میں ہو تو کہیں گے ھوی یھوی ھَوِیًّا۔

ستارہ رات کے اندھیرے میں روشنی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ نیز فضا کو اپنی تابانیوں سے حسن و زینت بخشتا ہے۔ لق و دق صحراؤں کا سفر ستاروں ہی سے اپنی منزل کی سمت کا تعین کرتے ہیں۔ لیکن جب آسمان کے وسط میں ہو تو اس وقت وہ راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اس لیے صرف النجم کی قسم نہیں اٹھائی بلکہ اس کی خاص حالت کی جب وہ طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہو رہا ہو کیونکہ رہنمائی کا فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ھو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھُوِیُّہٗ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج ویجوز علی ھذا ان یراد بھویہ صعودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی منقطع الاین۔ (روح المعانی)

یعنی النجم سے مراد ذات پاک مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء ہے۔ اِذَا ھَوٰی سے مراد حضور کا شب معراج آسمان سے واپس زمین پر نزول فرمانا ہے۔ اس کے بعد آلوسی فرماتے ہیں کہ اذا ھوی سے یہ مراد لیا جا سکتا ہے کہ حضور کا شب معراج وہاں تک عروج کرنا جہاں مکان کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم کی وہ مقدار جو یکبارگی نازل ہوا اس کو بھی نجم کہتے ہیں۔ بعض علماء نے یہاں النجم سے بھی قرآن کریم کا نازل شدہ حصہ مراد لیا ہے۔ قیل اراد بہ ذلک القرآن النجم المنزل قدرًا فقدرًا۔

یہاں النجم مقسم بہ ہے۔ اس کا جو معنی لیا جائے وہاں خاص مناسبت پائی جاتی ہے جو اہل نظر پر عیاں ہے۔

[2] یہ جواب قسم ہے۔ آیت کے کلمات کی تحقیق پہلے ملاحظہ فرمائیے۔ آیت میں صاحبکم سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْهَوٰى ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝٤ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝٥ ذُوْ مِرَّةٍ

خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے۔ بڑے دانا نے۔

کی ذات بابرکات ہے۔ صاحب کا معنی تیمار دار ہے۔ مالک بھی ہے جیسے کہتے ہیں صاحب البیت گھر کا مالک۔ اور اس کا معنی ساتھی اور رفیق بھی ہے لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور سنگت کثرت سے ہو۔ لا یقال الا لمن کثرت ملازمتہ۔ (مفردات) علامہ راغب ضلال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں الضلال العدول عن الطریق المستقیم ویضادہ الھدایۃ ویقال الضلال لکل عدول عن المنہج عمداً کان او سہواً یسیراً کان او کثیراً (مفردات) سیدھے راستے سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ اس کی ضد ہدایت ہے۔ بعض نے مزید تشریح کی ہے کہ راستہ سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر، تھوڑی ہو یا زیادہ اس کو ضلال کہتے ہیں اور غَوٰی مصدر غَیّ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں الغی جہل من اعتقاد فاسد۔ (مفردات) یعنی وہ جہالت جو باطل عقیدہ کی وجہ سے ہو۔ علامہ اسمٰعیل حقی لکھتے ہیں الغوایۃ ھی الخطاء فی الاعتقاد خاصۃ والضلال اعم منھا یتناول الخطاء فی الاقوال والافعال والاخلاق والعقائد۔ (روح البیان) یعنی عقیدہ کی غلطی کو غوایت کہتے ہیں اور ضلال عام ہے یہ اقوال، افعال، اخلاق اور عقائد کی غلطی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

حضور رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب توحید کی دعوت کا آغاز کیا اور اہل مکہ کو شرک سے باز آنے کی تبلیغ شروع کی تو اہل مکہ نے کہنا شروع کیا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں۔ اپنی قوم کی روایات چھوڑ بیٹھے ہیں اور ان کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ خالق ارض و سما نے ستاروں کی قسم کھا کر ان کے الزامات کی تردید کی۔ فرمایا ان کے قول و عمل اور کردار کی پاکیزگی کا نظارہ تم کرتے رہے ہو۔ ان کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی کتاب حیات کھول کر ان کے سامنے رکھ دی کہ تمہیں کوئی اجنبی شخص دھوکہ دے رہا ہے۔ چالیس برس ہو گئے ہیں اور نبوت کا دعویٰ شروع کیا ہے تم ان کے بچپن سے، ان کے خاندانی پس منظر سے، ان کے اطوار و احوال سے اور سیرت و کردار سے بخوبی واقف ہو۔ ان کا بچپن تمہارے سامنے گزرا۔ ان کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اسی شہر میں بسر ہوا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ہے۔ سماجی، قومی اور ملکی مسائل میں ان کی فراست کے تم خود شاہد ہو۔ ان کی کتاب زیست کا ہر ورق صاف ہے۔ جو تم سے پوشیدہ ہے کسی سارق ہے تو کسی غنی ہے۔ جب ان کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھولوں کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح درخشاں ہے تو تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ ان پر ایسے الزام لگاتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی کتنا دلنشیں اور مدلل انداز بیان ہے۔

نیز اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اس آیت میں ضلال کا معنی گمراہی نہیں بلکہ کسی کی محبت میں وارفتہ اور حیران ہونا ہے جو اس لفظ کا دوسرا معنی ہے۔ تحقیق سورۃ الضحیٰ میں ملاحظہ فرمائیے۔

۳ پہلی آیت کی مزید تائید کی جا رہی ہے یعنی کوئی غلط عقیدہ اپنانا تو بڑی دور کی بات ہے ان کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں۔ ان کی زبان پر کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں جس کا محرک ان کی ذاتی خواہشات ہوں۔

۴ ھُوَ کا مرجع قرآن کریم ہے۔ یہ آیت ایک سوال کا جواب ہے۔ جب وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں تو یہ جو کلام لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ کیا ہے؟ اس کا جواب دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے اور جیسے وحی نازل ہوتی ہے بعینہ وہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

طرح اُن کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں اس میں سرِ مو رد و بدل نہیں ہوتا ہے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ وحی کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں بلکہ قرآن کریم اور جملہ احادیث جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہیں وہ سب وحی ہیں۔ وحی کی دو قسمیں ہیں: جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں تو اسے وحی متلو کہتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اور جب معانی کا نزول تو من جانب اللہ ہو لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور نے خود پہنایا ہو تو اسے وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جیسے احادیث شریفہ۔ بعض علماء نے اس آیت کے پیش نظر حضور کے اجتہاد کا انکار کیا ہے یعنی حضور کوئی بات اپنے اجتہاد سے نہیں کہتے بلکہ جو ارشاد ہوتا ہے وہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے لیکن جمہور فقہاء نے حضور کے اجتہاد کو تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی تصریح فرمائی ہے کہ یہ اجتہاد بھی باذن الٰہی ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس اجتہاد کی پاسبانی کی ہے۔ حضور جو بات بطور اجتہاد فرماتے ہیں وہ بھی مبنی بر منشاءِ خداوندی ہوا کرتی ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ان الله اذا سوغ له عليه الصلوة والسلام الاجتهاد كان الاجتهاد وما يستند اليه وحيا لا نطقا عن الهوىٰ (روح المعانی)

کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جو بات بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتا وہ لکھ لیا کرتا تھا۔ بعض صحابہ نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم حضور کا ہر قول لکھ لیتے ہو حالانکہ حضور انسان ہیں کبھی غصہ میں بھی کوئی بات فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنا بند کر دیا۔ بعد میں اس کا ذکر بارگاہ رسالت میں ہوا اور میں نے سلسلہ کتابت بند کرنے کی وجہ بیان کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا الْحَقُّ۔ اے عبداللہ تم میری ہر بات کو لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی۔ اس مسئلہ پر مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیے فقیر کی تصنیف "سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام"

ثم اس آیت سے لے کر لقد رأى من آيات ربه الكبرىٰ تک کی تفسیر میں علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ ایسی روایات موجود ہیں جن سے صراحۃً پتا چلتا ہے کہ عہد صحابہ میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلاف موجود تھا۔ جہاں تک آیات کی نصوص کا تعلق ہے ان سے دونوں مفہوم اخذ کیے جا سکتے ہیں اور کوئی ایسی حدیث مرفوع بھی موجود نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کر دے اور ایسے ارشاد نبوی کی موجودگی میں ایسا اختلاف سرے سے رونما ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح بعد میں آنے والے علمائے کرام ان آیات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ اپنی اپنی دیانتدارانہ تحقیق کی روشنی میں ہر ایک کو حق پہنچتا ہے کہ ان دونوں اقوال میں سے کوئی ایک قول اختیار کر لے لیکن یہ چیز ہرگز نہیں کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔

پہلے ہم پہلے عام مفسرین کی رائے کے مطابق ان آیات کی تشریح پیش کریں گے اس کے بعد دوسرے مکتب فکر کی تحقیق پیش کی جائے گی۔ قارئین کرام اس کے بعد خود فیصلہ کر لیں کہ کس فریق کا قول زیادہ قرین صواب ہے۔

عام مفسرین کے نزدیک شدید القوی سے مراد حضرت جبرائیل امین ہیں۔ جبرائیل امین نے حضور کو قرآن کریم سکھایا۔ جبرائیل کے شدید القوی ہونے میں کس کو کیسے شک ہو سکتا ہے جو چشم زدن میں سدرۃ المنتہیٰ سے فرش زمین پر پہنچ جاتے، جو وحی کے بار گراں کا تحمل ہو، جس نے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھیڑا پھر انہیں آسمان کی بلندیوں تک اٹھایا پھر انہیں اوندھا کر کے پھینک دیا، ایسی ہستی کی قوت و طاقت کا کیا کہنا

فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ

پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا ۶ اور وہ سب سے اونچے کنارہ پر تھا ۷ پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا ۸ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر

۵ مِرَّةٍ: اصل میں رسی کو بٹنے اور بل دینے کو کہتے ہیں تاکہ پختہ اور مضبوط ہو جائے۔ اصلہ من شدۃ فتل الحبل (قرطبی) اسی لیے ذو مرۃ کا معنی ذو قوۃ یعنی طاقتور اور زور آور کیا گیا ہے۔ یہ لفظ جسمانی اور ذہنی دونوں قوتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے حکیم اور دانا کو بھی ذو مرۃ کہتے ہیں۔ وقال قطرب تقول العرب لکل جزل الرای حصیف العقل ذو مرۃ (قرطبی)

شدید القویٰ سے حضرت جبرئیل کی جسمانی قوت کا بیان ہے اور ذو مرۃ سے ان کی دانشمندی اور عقلمندی کا ذکر ہے۔ جو ہستی تمام انبیائے کرام کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر نازل ہوتی رہی اور بڑی دیانت داری سے اس امانت کو ادا کرتی رہی اس کی دانشمندی اور فرزانگی کے بارے میں کیسے شک ہو سکتا ہے۔

۶ فاستوی کا فاعل بھی جبرئیل امین ہیں۔ مطلب یہ ہے فاستقام علی صورتہ الحقیقیۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیہا۔ یعنی جبرئیل امین اپنی حقیقی شکل میں نمودار ہوئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوں چنانچہ یہ ابتدائے نبوت کا واقعہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا کے باہر تشریف فرما ہیں مشرقی افق پر جبرئیل اپنے چھ سو پروں سمیت نمودار ہوئے۔ آپ کے وجود سے آسمان کے مشرقی و غربی کنارے بھر گئے۔ حالانکہ ابھی آپ نے اپنے چھ سو پروں سے صرف دو پر ہی پھیلائے تھے۔ انبیائے کرام میں سے صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔

فاستوی کا ایک اور مطلب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ای فاستوی القرآن فی صدرہ۔ یعنی جو قرآن جبرئیل نے آپ کو سکھایا وہ آپ کے سینہ مبارک میں قرار پکڑ گیا۔ اب اس کے بھول جانے کا کوئی امکان نہیں۔

۷ ھُوَ کا مرجع بھی جبرئیل امین ہیں۔ افق اس کنارے کو کہتے ہیں جہاں آسمان و زمین آپس میں ملتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اَعْلٰی: بلند ترین۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جبرئیل آسمان کے مشرقی کنارے پر جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے۔

۸ دَنٰی اور تَدَلّٰی دونوں فعلوں کا فاعل بھی جبرئیل امین ہیں۔ دَنٰی کا معنی ہے قریب ہونا اور تَدَلّٰی کا معنی کسی بلند چیز کا نیچے کی طرف اس طرح لٹکنا کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم رہے۔ جب ڈول کو کنویں میں لٹکایا جائے اور اس کی رسی لٹکانے والے کے ہاتھ میں ہو تو کہتے ہیں اَدْلٰی دَلْوَہٗ۔ اسی طرح پھلوں کے وہ گچھے جو شاخوں سے لٹک رہے ہوتے ہیں ان کو بھی دوالی کہتے ہیں۔ الدوالی: الثمر المعلق کعناقید العنب۔ جو شخص پلنگ پر بیٹھا ہو اور اپنی ٹانگیں لٹکائے ہو اس کے بارے میں بھی کہتے ہیں: دَلّٰی رِجْلَیْہِ مِنَ السَّرِیْرِ۔ (روح المعانی)

علامہ قرطبی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اصل التدلی النزول الی الشیء حتی یقرب منہ۔ اسی صورت میں آیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝١٠ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ

اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا ١٠ پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی کی ١١ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا

مَا رَاٰى ۝١١ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝١٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝١٣

چشم مصطفیٰ نے ١٢ کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا ١٣ اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا ١٤

کا مفہوم یہ ہوگا کہ جبرئیل جو اپنی اصلی شکل میں اپنے پورے جاہ و جلال سمیت افق اعلیٰ پر نمودار ہوئے تھے وہ حضور کے نزدیک آئے اور افق کی بلندیوں سے نزول کرکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالکل قریب ہو گئے۔

١٠ جبرئیل امین رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کس قدر قریب ہوئے تھے اس کو اس آیت میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ قاب کا معنی مقدار یا اندازہ ہے۔ قوسین، قوس (کمان) کا تثنیہ ہے۔ نہایت قرب کو بیان کرنے کے لیے اہل عرب یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ دو قبیلوں کے سردار جب اپنی باہمی دوستی کا اعلان کرنا چاہتے تو وہ اپنی اپنی کمانوں کو ملا دیتے۔ کمانوں کو ملا کر ان میں ایک تیر رکھ کر دونوں سردار اس کو چھوڑتے۔ یہ گویا اس بات کا اعلان ہوتا کہ یہ دونوں سردار متحد و متفق ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی کسی نے حملہ کیا یا زیادتی کی تو دونوں مل کر اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں گے۔

بعد میں یہ الفاظ کامل یگانگت اور اتحاد کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جانے لگے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جبرئیل رسول کریم کے بالکل نزدیک آگئے جس طرح دو دلی دوستوں کی کمانیں ایک دوسرے کے نزدیک ہوتی ہیں۔ او ادنیٰ کہہ کر مزید قرب کی طرف اشارہ کر دیا کہ دو کمانوں میں تو پھر بھی کچھ نہ کچھ فاصلہ ضرور باقی رہتا ہے یہاں تو اس سے بھی زیادہ قرب تھا۔ آیت میں اَوْ تشکیک کے لیے نہیں بلکہ بَلْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح وارسلنٰہ الیٰ مائۃ الف او یزیدون یعنی بل یزیدون (مظہری)

١١ اَوْحٰی کا فاعل بھی جبرئیل ہے۔ عبدہٖ کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق اللہ تعالیٰ ہے یعنی جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ بعض نے پہلے اَوْحٰی کا فاعل تو جبرئیل اور دوسرے اَوْحٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے۔ اس وقت آیت کا ترجمہ ہوگا جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کے بندے کو وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل پر وحی کی تھی۔

١٢ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جبرئیل امین کو ان کی اصلی شکل میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں وہ ایک حقیقت ہے۔ واقعی یہ جبرئیل ہے جو اپنی اصلی صورت میں نظر آرہا ہے۔ یہ نظر کا فریب نہیں، نگاہوں نے دھوکا نہیں کھایا کہ حقیقت کچھ اور ہو اور نظر کچھ اور آرہا ہو۔ ہر شخص کو کبھی نہ کبھی اس صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا ہوگا کہ آنکھوں کو تو کچھ نظر آرہا ہے لیکن دل اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ یہاں ایسی صورت حال نہیں ہے۔ آنکھیں جبرئیل کو دیکھ رہی ہیں اور دل تصدیق کر رہا ہے کہ واقعی یہ جبرئیل ہے۔ دل کو یہ عرفان اور ایقان کیونکر حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ﴿۱۵﴾ إِذْ يَغْشَى

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس [۱۸] اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے [۱۹] جب سدرہ پر

السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ

چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا [۲۰] نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی [۲۱] یقیناً انہوں نے اپنے

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کی وسوسہ اندازیوں اور نفس کی تشکیک و شبہات سے بالکل محفوظ رکھا ہے۔ جس طرح ان کو جناب الٰہی سے نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے، اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہوتا، اسی طرح ان پر جو وحی نازل کی جاتی ہے، جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں، جن انوار و تجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے، ان کے بارے میں انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا۔ یہ علم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کا یقین حسب مراتب انسانوں بلکہ حیوانات کو بھی مرحمت ہوتا ہے۔ جیسے اپنے انسان ہونے کے بارے میں قطعاً کوئی تردد نہیں، بطخ کے بچے کو انڈے سے نکلتے ہی یہ عرفان بخشا جاتا ہے کہ وہ پانی میں تیر سکتا ہے، چنانچہ وہ بلا تامل پانی میں کود جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

[۱۶] افتمارونہ: المراء سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے جھگڑنا، بحث و تکرار کرنا۔ من المراء وھو الملاحظۃ۔ یعنی اے کفار! تم میرے رسول سے اس بات پر جھگڑتے ہو جس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ یہ تمہاری سراسر زیادتی ہے۔

[۱۷] تم تو اس بات پر جھگڑ رہے ہو کہ میرے رسول نے جبرئیل کو ایک بار بھی دیکھا ہے یا نہیں، حالانکہ انہوں نے جبرئیل کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا ہے۔

[۱۸] دوسری بار دیکھنے کی جگہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ دوسری دید سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہوئی۔ سدرۃ: عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ منتہیٰ: آخری کنارہ، آخری سرحد۔ اس کا لفظی ترجمہ ہو گا کہ بیری کا وہ درخت جو ادنیٰ جہان کی آخری سرحد ہے۔ اس کے بارے میں کتاب و سنت میں جو کچھ ہے ہم اس کو بلا تاویل تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ وہ درخت کیسا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کی نوعیت کیا ہے؟ ہمیں ان کی ماہیت معلوم نہیں اور نہ ان کی ماہیت جاننے میں ہمارا کوئی دینی یا دنیوی مفاد ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو خود بیان فرما دیتا۔ یہ ان اسرار میں سے ہے جنہیں یا اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

[۱۹] ماویٰ: اسم ظرف ہے۔ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان قرار پکڑتا ہے، آرام کرتا ہے۔ اس جنت کو جنت الماویٰ کیوں کہا گیا ہے؟ علمائے کرام نے اس کی متعدد توجیہیں ذکر کی ہیں۔ شہداء کی روحیں یہاں تشریف فرما ہیں۔ جبرئیل اور دیگر ملائکہ کی یہ رہائش گاہ ہے۔ یہ مستقر ہو گا اہل ایمان کی روحیں یہاں ٹھہرتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

[۲۰] یعنی جن انوار و تجلیات کے ہجوم نے سدرہ کو ڈھانپ لیا، ان کو بیان کرنے کے لیے نہ کسی لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی میں طاقت ہے۔ یہ جس طرح ذکر و بیان سے بالا ہے، اسی طرح فہم و ادراک کی رسائی سے بھی بالاتر

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس دلآویز منظر کی تصویر کشی اس سے بہتر شکل میں نہیں کی جاسکتی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی۔

۱۵ علامہ جوہری نے زاغ کے دو معنی لکھے ہیں۔ الزیغ: المیل وقد زاغ یزیغ وزاغ البصر ای کلّ (صحاح) یعنی کسی چیز کا دائیں بائیں مڑ جانا، ادھر اُدھر ہو جانا اس کو زیغ کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ سرور عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ اپنے مقصود کی دید میں محو رہی۔ ادھر اُدھر دائیں بائیں کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ دوسرا معنی ہے نگاہ کا درماندہ ہو جانا۔ جیسے دوپہر کے وقت انسان سورج کو دیکھنے کی کوشش کرے تو آنکھ سورج کی روشنی کی تاب نہیں لا سکتی اور خیرہ ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ محبوب کی آنکھیں ان انوار کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر جھپک نہیں گئیں نہ درماندہ ہو کر بند نہیں ہو گئیں بلکہ جی بھر کر جلوؤں کا دیدار کیا۔

وما طغٰی سے اپنے حبیب کی چشم پاک کی دوسری شان بیان کی گئی ہے۔ طغی کہتے ہیں حد سے تجاوز کر جانا۔ طغی یطغی ویطغو ای جاوز الحد (صحاح)

یہاں تک ہم نے ایک مکتب فکر کے مطابق ان آیات کی تشریح کی ہے۔ اس ضمن میں الفاظ کی لغوی تحقیق بھی کافی حد تک کر دی گئی ہے۔ اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں پڑے گی۔

دوسرے مکتب فکر کے علمائے اسلام کے سرخیل امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان حضرات نے ان آیات کی جو تفسیر بیان کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

علّمہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ شدید القوٰی اور ذو مرّۃ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو زبردست قوتوں والا مالک ہے اس نے اپنے نبی کریم کو قرآن کریم کی تعلیم دی۔ جیسے کہ ارشاد الرحمٰن علّم القرآن میں صراحۃً مذکور ہے۔

فاستوٰی کا فاعل نبی کریم ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصد فرمایا جب کہ آپ سفر معراج میں افق اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے لامکاں میں رب العزت کے قریب ہوئے اور وہاں نیاز مند ہو کر فتدلّٰی (سجدہ ریز) ہو گئے۔ پس اتنے قریب ہوئے جتنا دو کمانیں قریب ہوتی ہیں جب انہیں ملایا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر وحی نازل فرمائی۔ اس حریم ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا جو مشاہدہ آپ کی نگاہوں نے کیا دل نے اس کی تصدیق کی اور شبہ تک بھی نہ گزرا کہ جو دیکھا وہ نہیں دیکھا۔ مقصد یہ ہے کہ دکھانے والے نے جو دکھانا تھا دکھا دیا۔ دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہ جی بھر کے دیکھ لیا۔ اب تم بے مقصد بحثوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ یہ نعمت دیدار فقط ایک بار نصیب نہیں ہوئی بلکہ اترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوئی۔ یہ دیدار شریف سدرۃ المنتہٰی کے پاس ہوا۔

اس ناچیز کے نزدیک یہی قول راجح ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ عبد کی معبود سے ملاقات کا اس اہتمام، اس تفصیل اور اس کیف انگیز اسلوب سے بیان نہیں کیا جاتا۔ اگر یہاں حضور کی جبرئیل امین سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو ایک آیت ہی کافی تھی۔ کیف آفریں انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے معبود برحق کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے۔ جہاں ایک طرف عشق ہے نیاز ہے عجز و انکسار ہے اور دوسری طرف حسن ہے، شان محبوبیت ہے اور شان بندہ نوازی اپنے جوبن پر ہے۔ حضور کی ملاقات جبرئیل سے بھی بے شک بڑے فخر کی بات ہے لیکن حضور کے لیے باعث صد فخر سعادت و وجہ فضیلت فقط اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات ہے۔ ان آیات کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک مرتبہ پھر پڑھیے۔ آپ کا وجدانی اسلوب بیان کی رعنائیوں پر جھوم جھوم اٹھے گا۔
نیز کفار کا اعتراض یہ تھا کہ جو کلام آپ پڑھ کر انہیں سناتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں یا یہ خود گھڑ کر لاتے ہیں یا انہیں کوئی اگر سکھا پڑھا جاتا ہے۔ اس کی تردید اسی طرح ہونی چاہیے کہ بتایا جائے یہ کلام نہ انہوں نے خود گھڑا ہے نہ کسی نے انہیں سکھایا ہے بلکہ اس خالق کائنات نے انہیں اس کی تعلیم دی ہے جو بڑی قوتوں والا ہے اور حکیم و دانا ہے۔ اس کے علاوہ انتشار ضمائر کی وجہ سے ذہن میں جو پریشانی پیدا ہوتی ہے اور جو قرآن کے معیار فصاحت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی اس سے رستگاری کا صرف یہی راستہ ہے کہ حضرت حسن بصری کے قول کو تسلیم کیا جائے۔

ان تمام وجوہ ترجیح کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بعد والی آیات جن میں واقعہ معراج کا بیان ہے وہ اس مفہوم کی تائید کے لیے کافی ہیں۔ میں یہاں متعدد احادیث نقل کر کے مضمون کو طول نہیں دوں گا اور ان کا بھی وہ حصہ جس سے ان آیات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔
امام مسلم اپنی صحیح میں ایک مفصل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا وہ حصہ درج ذیل ہے جس کا ہمارے مدعا سے تعلق ہے۔

. . . . ثم عرج بنا الی السماء السابعة فاستفتح جبریل فقیل من هذا قال جبریل قیل ومن معك قال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قیل وقد بعث الیه قال قد بعث الیه ففتح لنا فاذا انا بابراهیم علیه الصلوٰۃ والسلام مسندا ظهره الی البیت المعمور واذا هو یدخله کل یوم سبعون الف ملك لا یعودون الیه ثم ذهب بی الی السدرة المنتهیٰ فاذا ورقها کآذان الفیلة واذا ثمرها کالقلال قال فلما غشیها من امر اللہ ما غشی تغیرت فما احد من خلق اللہ یستطیع ان ینعتها من حسنها فاوحی الیّ ما اوحی ففرض علیّ خمسین صلوٰۃ فی کل یوم ولیلة فنزلت الی موسیٰ علیه السلام فقال ما فرض ربك علی امتك قلت خمسین صلوٰۃ قال ارجع الی ربك فاسئله التخفیف فان امتك لا یطیقون ذلك فانی قد بلوت بنی اسرائیل وخبرتهم قال فرجعت الی ربی فقلت یا رب خفف علی امتی فحط عنی خمسا فرجعت الی موسیٰ فقلت حط عنی خمسا قال ان امتك لا یطیقون ذلك فارجع الی ربك فاسئله التخفیف قال فلم ازل ارجع بین ربی وبین موسیٰ علیه السلام حتی قال یا محمد انهن خمس صلوٰت کل یوم ولیلة لکل صلوٰۃ عشر فذلك خمسون صلوٰۃ ومن هم بحسنة فلم یعملها کتبت له حسنة فان عملها کتبت له عشرا ومن هم بسیئة فلم یعملها لم تکتب شیئا فان عملها کتبت سیئة واحدة قال فنزلت حتی انتهیت الی موسیٰ علیه السلام فاخبرته فقال ارجع الی ربك فاسئله التخفیف فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقلت قد رجعت الی ربی حتی استحییت منه

(مسلم شریف جلد اول ص ۹۱)

. . . . پھر مجھے اور جبرئیل کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پھر پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ پس دروازہ کھولا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ بیت المعمور

www.KitaboSunnat.com

مقدس مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا (اقتصرا لے جایا گیا)؟ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کے برابر ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر جب ڈھانپ لیا اس سدرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا تو وہ اتنا خوبصورت ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اتر کر موسیٰ کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا فرمائیے آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ نے کہا اپنے رب کی طرف واپس جائیے اور تخفیف کی التجا کیجیے آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزما کر دیکھا ہے۔ چنانچہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور عرض کی اے میرے پروردگار میری امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ کم کر دیں . . . . . .

چنانچہ میں بار بار اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب! یہ تعداد میں اگرچہ پانچ ہیں لیکن حقیقت میں پچاس ہیں۔ اپنے حبیب کی امت پر مزید کرم کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کے امتیوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس ارادہ پر عمل نہ کیا تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دوں گا اور اگر اس پر عمل بھی کیا تو دس نیکیاں لکھوں گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اس نے اس برائی کو کیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں نیچے اتر کر موسیٰ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف کے لیے عرض کیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کئی بار اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوا ہوں اب مجھے شرم آتی ہے۔"

اس حدیث کے خط کشیدہ جملوں کو دوبارہ غور سے پڑھیے۔ حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ساتویں آسمان تک تو جبریل گئے۔ یہاں تک کے لیے عرج بنا کی ضمیر استعمال کی جاتی رہی۔ اس سے آگے جبریل کی ہمراہی ختم ہو گئی اور حضور کو اکیلے لے جایا گیا۔ اس لیے ذہب بی میں واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی۔ پھر فاوحی الی ما اوحی اور فاوحی الی عبدہ ما اوحی میں جو کیفیت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ وحی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس مقام پر وحی کی جا رہی ہے جہاں جبریل امین کی مجال نہیں۔ پھر فرض کا قائل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب ملاقات ہوتی ہے تو وہ بارگاہ الٰہی میں واپس لوٹنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جبریل کے پاس نہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ عزت و جلال میں شرف باریابی حاصل کرتا رہا۔ دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رایٰ . . . ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ

ان کلمات طیبات میں آپ جتنا غور کریں گے حقیقت آشکارا ہوتی چلی جائے گی۔

نیز ہر مرتبہ جب بارگاہ رب العزت میں حاضری ہوئی تو صرف پانچ نمازیں ہی معاف نہیں کیں بلکہ مزید کرم یہ فرمایا کہ اے حبیب! تیری امت کا کوئی فرد اگر نیکی کا ارادہ کرے گا تو اسے ایک ثواب دوں گا اور اگر عمل کرے گا تو دس نیکیاں اس کے نامہ عمل میں لکھوں گا لیکن اگر برائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے نامہ عمل میں کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جب گناہ کر بیٹھے گا تو فقط ایک گناہ لکھا جائے گا۔

قربان جائیے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب کی بندہ نوازیوں پر اور قربان جائے انسان اس کے رب کریم کی بندہ نوازی پر۔

یہاں یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر میں پانچ نمازیں ہی فرض کی جائیں گی تو پہلے پچاس فرض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں کونسی حکمت ہے۔ اس میں بھی اپنے بندوں کو اپنے محبوب کے احسان کی یہ جتانا مقصود ہے کہ یہ سارا لطف وکرم اس محبوب کریم کے صدقے تم پر ہو رہا ہے۔ اگر اس کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو تمہارے کندھوں پر یہ بار گراں لاد دیا جاتا۔ اس کے بعد یہ چیز بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب نے تخفیف کے لیے التجا کی تو ایک بار ہی پچاس نمازیں کیوں نہ معاف کر دی گئیں؟ اس راز کو صرف اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت ہی پسند ہے کہ میرا حبیب مانگتا جائے، میں دیتا جاؤں، وہ بار بار دامن طلب پھیلاتا جائے اور میں اس کو بھرتا جاؤں۔ اس بار بار کے مانگنے اور بار بار کے دینے میں جو لذت و سرور ہے اس سے بجز کرم لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر حاضر ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میری امت اس قابل ہے اور اتنی ناشکر گزار ہے کہ وہ جو پانچ بھی نہیں پڑھتی، میں پانچ بھی معاف کرا لوں۔ بارگاہ الٰہی کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہیں ہو گی۔ ہم غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا فرض ہے کہ حضور کے ان آخری پانچ کو بھی فراموش نہ کریں۔

اب آئیے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ثم مررت بابراھیم علیہ السلام فقال مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح قال قلت من ھذا قال ھذا ابراھیم قال ابن شھاب واخبرنی ابن حزم ان ابن عباس وابا حبۃ الانصاری یقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم عرج بی حتی ظھرت لمستوی اسمع فیہ صریف الاقلام قال ابن حزم وانس بن مالک قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ففرض اللہ علی امتی خمسین صلوۃ قال فرجعت بذلک حتی امر بموسی علیہ السلام فقال موسی ماذا فرض ربک علی امتک قال قلت فرض علیھم خمسین صلوۃ قال لی موسی فراجع ربک فان امتک لا تطیق ذلک قال فراجعت ربی فوضع شطرھا الخ

(مسلم شریف ص ۹۳ مشکوٰۃ شریف متفق علیہ)

ترجمہ: "۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضور فرماتے ہیں پھر میں ابراہیم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے نبی صالح مرحبا! اے فرزند ارجمند خوش آمدید! میرے پوچھنے پر جبریل نے بتایا یہ ابراہیم ہیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابا حبہ انصاری کہا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے مجھے اقلام تقدیر کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ابن حزم اور انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں لوٹا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ چنانچہ میں اپنے رب کے حضور میں لوٹ گیا اور کچھ حصہ معاف ہوا ۔ ۔ ۔ الخ"

اس خط کشیدہ جملوں کو ذرا غور سے پڑھیے کیا جس مقام کا یہاں ذکر ہے وہاں جبریل موجود تھے؟ کیا یہاں ان کی رسائی وہاں ممکن تھی؟ کیا نمازوں کی فرضیت میں جبریل واسطے تھے یا بار بار کی تخفیف میں کوئی اور واسطہ تھا؟ اب یہ آپ کے ذوق پر منحصر ہے کہ آپ علمہ شدید القویٰ سے لے کر ما زاغ البصر و ما طغیٰ تک کی آیات کو جبریل پر منطبق کرتے ہیں یا ان احوال و واقعات پر جو زبان رسالت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ان احادیث صحیحہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

اس مقام پر ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے علماء مفسرین نے اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج دیدار الٰہی نصیب ہوا یا نہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمنوا اس طرف گئے ہیں کہ شب معراج دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوا، لیکن حضرت ابن عباس، دیگر صحابہ، تابعین اور ان کے ہمنواؤں کی یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دولت دیدار سے مشرف فرمایا۔ آئیے فریقین کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین!

جہاں تک امکان رویت کا تعلق ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے۔ اگر محال ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے کیونکہ انبیاء کو اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں چیز محال اور ممتنع۔ محال اور ممتنع کے بارے میں سوال کرنا درست ہی نہیں ہوتا۔

پہلے ہم وہ دلائل پیش کریں گے جن سے رویت باری کا انکار کرنے والے استدلال کرتے ہیں:

۱۔ عن ابن مسعود فی قولہ تعالیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ وفی قولہ ما کذب الفؤاد ما رأی وفی قولہ لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ۔ رأی جبرئیل علیہ السلام لہ ستمائۃ جناح۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔

۲۔ ما کذب الفؤاد ما رأی، قال ابن مسعود رأی رسول اللہ جبرئیل فی حلۃ من رفرف قد ملأ ما بین السماء والارض۔ (رواہ الترمذی)

ابن مسعود نے اس آیت کی یوں تشریح کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو ایک ریشمی سبز پوشاک میں دیکھا کہ آپ نے آسمان وزمین کے مابین خلا کو پر کر دیا۔

۳۔ وللترمذی والبخاری فی قولہ تعالیٰ لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ قال ابن مسعود رأی رفرفا اخضر سد افق السماء۔

ترمذی اور بخاری نے اس آیت کے ضمن میں لقد رأی الآیۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضور نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے آسمان کے افق کو ڈھانپ دیا تھا۔

۴۔ عن الشعبی قال لقی ابن عباس کعبا بعرفۃ فسالہ عن شیء فکبر حتی جاوبتہ الجبال فقال ابن عباس انا بنو ہاشم فقال کعب ان اللہ قسم رؤیتہ وکلامہ بین محمد وموسیٰ فکلم موسیٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرتين ورآه محمد مرتين. قال مسروق فدخلت على عائشة فقلت هل رأى محمد ربه فقالت لقد تكلمت بشيء قف له شعري قلت رويدا ثم قرأت لقد رأى من آيات ربه الكبرى فقالت اين تذهب بك انما هو جبريل من اخبرك ان محمدا رأى ربه ...... فقد اعظم الفرية ولكنه رأى جبريل ولم يره في صورته الا مرتين. مرة عند سدرة المنتهى ومرة في اجياد قد سد الافق (رواه الترمذي)

ترجمہ: شعبی کہتے ہیں عرفہ کے میدان میں ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت کعب نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی گونج پہاڑوں میں سنائی دی۔ ان کی حیرت کو دیکھ کر ابن عباس نے کہا کہ ہم بنو ہاشم ہیں۔ ہمارا تعلق خاندان نبوت سے ہے۔ یعنی کوئی معمولی آدمی نہیں کہ آپ میرے سوال کو ٹال دیں۔ تو کعب نے کہا کہ یہ حضرت ابن عباس کے سوال کا جواب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو محمد اور موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا۔ موسیٰ سے دو مرتبہ کلام فرمایا اور محمد مصطفیٰ نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا علیہم السلام۔ مسروق کہتے ہیں پس میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہی سوال پوچھا کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ بولیں تُو نے ایسی بات کی ہے جسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کی ذرا ٹھہریے۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی لقد رای الخ تو آپ نے فرمایا تم کدھر جا رہے ہو۔ اس سے مراد تو جبرئیل ہے۔ جو شخص تمہیں یہ خبر دے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے اس نے بہت بڑا بہتان باندھا ہے۔ بلکہ حضور نے جبرئیل کو دیکھا اس کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک بار اجیاد کے پاس کہ اس نے سارے افق کو ڈھانپ لیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: عن مسروق قال كنت متكئا عند عائشة فقالت يا ابا عائشة ثلاث من تكلم بواحدة منهن فقد اعظم على الله الفرية قلت ما هن قالت من زعم ان محمدا رأى ربه فقد اعظم على الله الفرية قال وكنت متكئا فجلست فقلت يا ام المؤمنين انظريني ولا تعجليني الم يقل الله تعالى ولقد رآه بالافق المبين ولقد رآه نزلة اخرى فقالت انا اول هذه الامة سأل عن ذلك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال انما هو جبريل عليه السلام لم اره على صورته التي خلق عليها غير هاتين المرتين رأيته منهبطا من السماء سادا عظم خلقه ما بين السماء والارض فقالت اولم تسمع ان الله عزوجل يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير. او لم تسمع ان الله يقول وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا. الآية (مسلم)

ترجمہ: مسروق سے مروی ہے انہوں نے کہا میں ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے فرمایا اے مسروق! (ابو عائشہ ان کی کنیت ہے) تین چیزیں ہیں جس نے ان میں سے کسی کے ساتھ تکلم کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ آپ نے کہا جو شخص یہ خیال کرے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا۔ میں ٹیک لگائے ہوئے تھا، اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرض کی اے ام المؤمنین! میری طرف دیکھیے جلدی نہ کیجیے کیا اللہ تعالیٰ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عرض نہیں کیا؟ ولقد رآہ بالافق المبین کہ آپ نے اسے افق مبین میں دیکھا اور دوبارہ دیکھا۔ آپ نے جواب دیا اس امت سے میں پہلی ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان کو ان کی اصل شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے مسروق! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر کہ آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں، وہ آنکھوں کو پالیتا ہے۔ وہ لطیف و خبیر ہے۔

اور کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وما کان لبشر الآیۃ کسی انسان کو یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پس پردہ یا کوئی فرشتہ بھیجے۔ (مسلم)

۵۔ روی الشیخان قال مسروق قلت لعائشۃ این قولہ ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی قالت ذاک جبرئیل کان یاتیہ فی صورۃ رجل وانہ اتاہ فی ھذہ المرۃ فی صورتہ التی ھی صورتہ فسد الافق۔ (مشکوۃ شریف)

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی یہ رائے تھی کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ حضرت عائشہ بھی اس بارے میں بڑی متشدد تھیں۔ انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دو آیتوں سے استدلال بھی کیا ہے۔

اب ان لوگوں کے دلائل ملاحظہ فرمائیے جو دیدار الٰہی کے قائل ہیں:

۱۔ عن ابن عباس ما کذب الفؤاد ما رأی ولقد رآہ نزلۃ اخری قال رآہ بفؤادہ مرتین (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار اپنے دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ کیا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں قال ابن عباس رأی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ قال عکرمۃ قلت الیس اللہ یقول لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار قال ویحک ذاک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ وقد رأی ربہ مرتین۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ عکرمہ جو آپ کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ آپ نے فرمایا افسوس تم پر یہ نہیں سمجھتے یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے۔ حضور نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن عمر دریں مسئلہ مراجعت بابن عباس کرد و پرسید کہ ھل رأی محمد ربہ پس جواب گفت رآہ پس ابن عمر تسلیم نمود و قطعاً برادو تردد را ساقط نمود۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۲۴۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ترجمہ: حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے اسی مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا اور پوچھا کیا حضورؐ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ پس ابن عباس نے جواب دیا کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمر نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردد و انکار کا رستہ اختیار نہیں کیا۔

۲۔ علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں مندرجہ ذیل روایات نقل کرتے ہیں:

روی ابن خزیمۃ باسناد قوی عن انس قال رای محمد ربہ وبہ قال سائر اصحاب ابن عباس وکعب الاحبار والزھری وصاحبہ معمر۔

ترجمہ: ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح ابن عباس کے شاگرد کعب احبار، زہری اور معمر کہا کرتے تھے۔

۳۔ اخرج النسائی باسناد صحیح وصححہ الحاکم ایضا من طریق عکرمۃ عن ابن عباس اتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

یہ روایت نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور حاکم نے بھی صحیح سند کے ساتھ عکرمہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کیا تم لوگ اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت کا مقام ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور کلام کا شرف موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور دیدار کی سعادت محمد رسول اللہ کے لیے ہے۔

۴۔ امام مسلم حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں: قال سالت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ھل رایت ربک قال نور انی اراہ۔ اس لفظ کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ دوسرا نُوْرَانِیٌّ اَرَاہُ۔ پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا: ابوذر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پوچھا کیا حضورؐ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نور ہے میں اسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ سراپا نور ہے میں نے اسے دیکھا۔

۵۔ مسلم کے اسی صفحہ پر ایک روایت ہے: عن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لابی ذر لو رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لسالتہ فقال عن ای شیء کنت تسالہ قال کنت اسالہ ھل رایت ربک قال ابوذر قد سالتہ فقال رایت نورا۔ کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ یہ روایت بھی دوسری توجیہ کی تائید کرتی ہے۔

۶۔ حکی عبد الرزاق عن معمر عن الحسن انہ حلف ان محمدا رای ربہ (عمدۃ القاری بحث ۱۹۹ جلد ۱۹)
کہ حسن بصری اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

۷۔ واخرج ابن خزیمۃ عن عروۃ بن زبیر اثباتھا۔ عروہ بن زبیر سے ابن خزیمہ نے نقل کیا ہے کہ وہ بھی رؤیت کے قائل تھے۔

۸۔ علامہ ابن حجر نے امام احمد کے بارے میں لکھا: وروی الخلال فی کتاب السنۃ عن المروزی قلت لاحمد انھم یقولون ان عائشۃ قالت من زعم ان محمدا رای ربہ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ فبای شیء یدفع قولھا۔ قال

www.KitaboSunnat.com

بقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت ربی فقولنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکبر من قولہا۔ (فتح الباری صفحہ ۴۹۴ جلد ۸)

ترجمہ: مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں ام المومنین یہ کہا کرتی تھیں کہ جس نے یہ کہا کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ تو حضرت عائشہ کے اس قول کا کیا جواب دیا جائے؟ آپ نے فرمایا حضور کے اس ارشاد کے ساتھ رأیت ربی کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا، حضرت عائشہ کے قول کا جواب دیں گے اور حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے بہت بڑا ہے۔

یہ مختلف اقوال ہیں جو قائلین رویت کی طرف سے بطور استدلال پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں محول صحابہ مثلاً ابن عباس، کعب احبار، انس، ابی ذر کے علاوہ کبار تابعین عروہ بن زبیر، حسن بصری، عکرمہ جیسے اکابر تابعین بھی موجود ہیں اور حضرت امام احمد کا قول بھی آپ سن چکے ہیں۔ ان اقوال کے علاوہ متعدد احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔

ان تمام دلائل کو بالتفصیل پیش کرنے کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں:

اذا صحت الروایات عن ابن عباس فی اثبات الرویۃ وجب المصیر الی اثباتہا فانہا لیست مما یدرک بالعقل ویؤخذ بالظن فانما یتلقی بالسماع ولا یستجیز احد ان یظن بابن عباس انہ تکلم فی ھذہ المسئلۃ بالظن والاجتہاد فقول ابن عباس اثبت شیئًا نفاہ غیرہ والمثبت مقدم علی النافی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے جب یہ صحیح روایات ثبوت کو پہنچ گئیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے۔ تو اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپ نے اتنی بڑی بات محض اپنے قیاس اور ظن کی بنا پر کہی ہو۔ یقیناً انہوں نے کسی مرفوع حدیث کی بنا پر ایسا کہا ہوگا۔ نیز ابن عباس ایک چیز کو ثابت کر رہے ہیں۔ دوسرے حضرات نفی کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام کو علامہ نووی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

الحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی ربہ بعینی رأسہ لیلۃ الاسراء ۔ ۔ ۔ ۔ وھذا مما لا ینبغی ان یتشکک فیہ کہ ماحصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ علامہ نووی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت صدیقہ نے اپنے موقف کی تائید میں کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں کی بلکہ محض اپنے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا ہے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح مسلم جس کی شرح علامہ نووی کر رہے ہیں اسی کے اگلے صفحہ پر حدیث مرفوع موجود ہے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے ولقد راٰہ بالافق المبین اور ولقد راٰہ نزلۃ اخری کے بارے میں حضور سے پوچھا تو حضور نے فرمایا وہ جبرئیل امین تھے۔ جب مسلم میں یہ حدیث موجود ہے تو حیرت ہے کہ شارح مسلم علامہ نووی نے کیسے انکار کیا۔

علامہ ابن حجر کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ نے ولقد راٰہ بالافق المبین کے بارے میں حضور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سے استفسار کیا اور حضور نے فرمایا کہ وہ جبرئیل ہیں اور یہ بلاشبہ درست ہے کیونکہ یہ آیت سورۃ تکویر کی ہے اور وہاں حضرت جبرئیل کا ہی ذکر ہے۔ ارشاد ہے وانہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین۔ یہ سارا ذکر جبرئیل امین کا ہے۔ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش کی تو آپ آسمان کے افق پر نمودار ہوئے۔ وہ افق جہاں جبرئیل نمودار ہوئے تھے اسے افق مبین کہا گیا ہے لیکن یہاں جس افق کا ذکر ہو رہا ہے وہ وھو بالافق الاعلیٰ ہے۔ آسمان اور زمین کے افق کو افق مبین تو کہہ سکتے ہیں لیکن افق اعلیٰ وہ ہوگا جو تمام آفاق سے بلند تر ہو یعنی فلک الافلاک کا کنارہ۔ اس لیے امام نووی کا قول ہی درست ہے کہ شب معراج نفی رویت کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر و تشریح سے فارغ ہونے کے بعد دیدار الٰہی کے بارے میں اپنی ذاتی رائے کو یوں بیان کرتے ہیں:

وانا اقول برؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم ربہ سبحانہ وبدنوہ سبحانہ علی الوجہ اللائق (روح المعانی)

اور میں یہ کہتا ہوں کہ حضور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کریم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور کو قرب الٰہی نصیب ہوا لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب دریافت کیا جاتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ تو آپ جواب یوں فرماتے:

راٰہ راٰہ حتی ینقطع نفسہ (روح المعانی)

ہاں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ ہاں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ یہ جملہ اتنی بار دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔

مولانا سید انور شاہ صاحب اس مسئلہ پر مفصل بحث کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

ولکنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشرف برؤیتہ تعالیٰ ومن علیہ بمجلوۃ بہ وتفضل علیہ بنوالہ و افاض علیہ من افضالہ فرأی ربہ کما شاء ما عبد عبد اللہ مرتین الا انہ راٰہ کما یری الحبیب الی الحبیب والعبد الی مولاہ لا حیث ان یکف عنہ نظرہ ولا ہو یستطیع ان یشخص الیہ بصرہ وھو قولہ تعالیٰ ما زاغ البصر وما طغیٰ (فیض الباری شرح البخاری)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دولت سرمدی سے آپ کو نوازا اور اپنے فضل و احسان سے عزت افزائی فرمائی۔ پس حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا جس طرح امام احمد نے فرمایا ہے مگر یہ دیدار ایسا تھا جیسے اپنے حبیب کا دیدار کرتا ہے۔ نہ تو آنکھیں بند کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ اس میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ نگاہ بھر کر اپنے دلدار کو دیکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے ما زاغ البصر وما طغیٰ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کی جلد چہارم میں اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے اسی قول کو پسند فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔ واللہ اعلم بذلک۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آيَٰتِ رَبِّهِ ٱلْكُبْرَىٰٓ ﴿١٨﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ

رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ ۱۸ بھلا کفار! کبھی تم نے غور کیا لات و عزیٰ کے بارے میں ۱۹ اور منات کے بارے میں جو

۱۸ آیات کبریٰ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والمراد بالآیات العجائب الملکوتیۃ التی رآھا فی لیلۃ المعراج فی مسیرہ وعودہ من البراق والسموات والانبیاء والملائکۃ والسدرۃ المنتھی وجنۃ الماوی. (تفسیر مظہری)

یعنی آیات کبریٰ سے مراد عالم ملکوت کی وہ عجیب و غریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا جیسے براق، سماوات، انبیاء، فرشتے، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ وغیرہ۔

بعض علماء ذکر فرماتے ہیں اگرچہ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی بہت بڑی نشانی ہے ان اشیاء کو آیات کبریٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان آیات کے ساتھ جن مخصوص تجلیات کا تعلق ہے اور اللہ کی رحمتوں اور برکات کا نزول جس کثرت سے ان پر ہوتا ہے وہ کسی دوسری آیت کو نصیب نہیں۔

۱۹ خداوند ذوالجلال کی صفات کمال کے بیان کے بعد اب مشرکین کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ یہ افسوس کی بات ہے کہ اس حی و قیوم، قادر و حکیم خدا کو چھوڑ کر تم بے جان مجسموں کی پوجا پاٹ میں اپنی عمریں برباد کر رہے ہو۔ اگرچہ کفار عرب بے شمار بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے تین سو ساٹھ بت تو صرف کعبہ میں رکھے ہوئے تھے لیکن یہاں ان تین دیویوں کا نام لے کر ان کا ذکر کیا جن کی جزیرہ عرب میں بڑی کثرت سے پرستش ہوتی تھی۔ قربانی کے جانور لا کر ان کے لیے ذبح کیے جاتے تھے اور نذرانے ان کے نذر کیے جاتے تھے۔

پہلے ہم ان بتوں کی وجہ تسمیہ، ان کے مخصوص مقامات، اور جو قبائل خاص طور پر معتقد تھے ان کا ذکر کریں گے بعد میں آیات کی تشریح کی جائے گی۔

لات: قتادہ کہتے ہیں کہ لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا جس کا استھان طائف میں تھا۔ اس شعر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وفرت ثقیف الی لاتھا ۔۔۔ بمنقلب الخائب الخاسر

یعنی بنو ثقیف خائب اور خاسر ہو کر بھاگتے ہوئے اپنے لات کے پاس لوٹ آئے۔

بنو ثقیف اس کے بڑے معتقد تھے۔ جب ابرہہ کا لشکر کعبہ کو گرانے کے قصد سے مکہ جاتے ہوئے طائف سے گزرا تو انہوں نے اسے رہبر مہیا کیے اور دیگر سہولتیں بہم پہنچائیں تاکہ وہ ان کے معبود لات کے استھان کو منہدم نہ کر دے۔

لات کے ماخذ کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک "ت" اس کا حرف اصلی ہے۔ اس کے اصل حروف ل۔ی۔ت یا ل۔و۔ت ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس کا اصل لوی یلوی ہے جس کا معنی جھکنا اور مڑنا ہے کیونکہ اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پرستار اس کے ارد گرد چکر لگایا کرتے اور جھک جھک کر اس کو سجدے کیا کرتے، آداب بجا لایا کرتے۔ اسی لیے اس کو لات کہا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لت یلت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ستو میں گھی وغیرہ ڈال کر گھیڑنا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص حجاج کے لیے ستو اسی طرح تیار کیا کرتا تھا۔ اس کے مرجانے کے بعد جس چٹان پر بیٹھ کر وہ یہ کام کیا کرتا تھا اس کی پرستش شروع ہوگئی۔ کہتے ہیں یہ شخص طائف کا رہنے والا تھا۔

لیکن مجھے ان تمام توجیہات سے علامہ راغب کی تحقیق زیادہ پسند ہے وہ لکھتے ہیں:

واصل اللات الله فحذفوا منه الهاء وادخلوا التاء فيه وانثوه تنبيها على قصوره عن الله وجعلوه مختصا لما يتقرب به الى الله تعالى في زعمهم (مفردات)

ترجمہ: اس کا اصل اللہ ہے۔ ہ کو حذف کر دیا اور اس کے آخر میں تا داخل کر دی گئی تاکہ یہ مونث بن جائے اور اس چیز پر دلالت کرے کہ اس کا درجہ اللہ سے کم ہے۔ وہ اپنے گمان میں اسے تقرب الی اللہ کا ذریعہ خیال کیا کرتے تھے۔

عُزّیٰ: اس کا مادہ عزت ہے یہ اعزّ کی تانیث ہے۔ سوق عکاظ کے قریب وادی نخلہ میں حراض نامی ایک بستی تھی عزیٰ کا مندر اس جگہ تھا۔ بنو غطفان اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ بنو شیبان کی دیوی تھی جو بنو ہاشم کے حلیف تھے۔ قریش اور دوسرے قبائل اس کی زیارت کے لیے آیا کرتے، قربانی کے جانور یہاں لا کر ذبح کرتے اور نذرانے چڑھاتے۔ تمام دوسرے بتوں سے زیادہ اس کی عزت و تکریم کی جاتی۔

منات: اس کا مندر قُدَید کے مقام پر تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے ایک آبادی ہے۔ یثرب کے اوس و خزرج کے علاوہ بنو خزاعہ بھی اس کے بہت معتقد تھے۔ کعبہ کی طرح اس کا حج بھی کیا جاتا۔ قربانی کے جانور بھی اس کے لیے ذبح کیے جاتے۔ حج کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ اس کا حج کرنا چاہتے وہ وہیں سے لبیک لبیک کے نعرے لگاتے ہوئے قدید کی طرف چل پڑتے۔

اگرچہ ان بتوں کے مخصوص مندر مختلف مقامات پر تھے جس طرح آپ پڑھ آئے ہیں لیکن ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ انہی ناموں کے بت کعبہ میں بھی رکھے ہوئے تھے اور دوسرے بتوں کے ساتھ ان کی وہاں بھی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔ علامہ ابو حیان اندلسی نے "بحر محیط" میں اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ اُحد کے میدان میں ابوسفیان نے جو نعرے لگائے تھے ان میں "لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" کہ ہمارے لیے تو عزیٰ دیوی ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں نیز افرأیتم میں خطاب کی ضمیر کا مرجع قریش کرتے ہیں۔

قال ابو عبيدة كانت بالكعبة ايضا واستظهر ابو حيان انها ثلاثتها كانت فيها. قال: لان المخاطب في قوله افرأيتم قريش. (روح المعاني)

ان بتوں کی پوجا کرنے والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہ بت جنات کا مسکن ہیں اور یہ جنات بھی اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ بت فرشتوں کے ہیکل ہیں اور یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ (نعوذ باللہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾

تیسری ہے۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بڑی بیٹیاں۔ یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ

نہیں ہیں یہ مگر محض نام جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں نازل کی اللہ نے

بمعنی ہذا الکلمہ۔

ان باتوں کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آیت کا معنی سمجھنے کی کوشش کیجیے:

پہلا کلمہ افرأیتم ہے۔ اس پر غور کیجیے ہمزہ استفہام انکار کے لیے ہے فا تعقیب کے لیے ہے۔

فالمعنی اعقیب ما سمعتم من آثار کمال عظمۃ اللہ فی ملکہ وملکوتہ وجلالہ وجبروتہ واحکام قدرتہ ونفاذ امرہ فی الملأ الاعلیٰ وتحت الثریٰ وما بینہما رأیتم ہذہ الاصنام مع غایۃ حقارتہا بنات لہ تعالیٰ (روح المعانی وغیرہ)

یعنی ملک وملکوت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے جلال وجبروت، اس کی کمال قدرت اور آسمان وزمین میں اس کے احکام کی تنفیذ کے آثار دیکھنے سننے کے بعد کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ حقیر و ذلیل بت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تم خود سوچو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور نادانی ہو سکتی ہے۔

بعض کتب تفسیر میں یہاں ایک روایت ذکر کی گئی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم شریف کے صحن میں کفار کے مجمع کے سامنے یہ سورت تلاوت فرمائی تو اس آیت کے بعد حضور کی زبان سے یہ جملہ نکلا (العیاذ باللہ)

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی۔

یہ جملہ سن کر مشرکین کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی وغیرہ وغیرہ۔

یہ روایت سراسر لغو، باطل، موضوع اور بے سروپا ہے۔ اس پر مفصل بحث ضیاء القرآن سورۃ الحج کی آیت ۵۲ کے ضمن میں آپ ملاحظہ فرمائیں۔

الکم الذکر ولہ الانثیٰ۔ مشرکین کو کہا جا رہا ہے کہ تمہاری حماقت کی بھی کوئی حد ہے اپنے لیے تو تم لڑکے پسند کرتے ہو، اگر کسی کے گھر بیٹی پیدا ہو جائے تو اس کے اہل خانہ پر غم چھا جاتا ہے اور جو خالق کائنات ہے جسے نہ بیٹے نہ بیٹیوں کی ضرورت ہے نہ خواہش ہے جو بے نیاز اور برتر ہے اس کے لیے بیٹیاں ہی تجویز کرتے ہو۔

تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ: نحو ولغت کے امام الکسائی لفظ ضیزیٰ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یقال ضاز یضیز ضیزا وضاز یضوز ضوزا وضأز یضأز ضأزا اذا ظلم وتعدی وبخس انتقص قال امرؤ القیس:

ضازت بنو اسد بحکمہم — اذ یجعلون الراس کالذنب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ

ان کے بارے میں کوئی سند [۲۲] نہیں پیروی کر رہے یہ لوگ مگر گمان کی اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں [۲۳]

وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝۲۳ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝۲۴

حالانکہ آگئی ہے ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت [۲۴] کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔

یہ مادہ تین باب پر آتا ہے ضَزَبَ یَضْزِبُ، نَصَرَ یَنْصُرُ اور سَمِعَ یَسْمَعُ۔ اس کا معنی ہے ظلم کرنا، زیادتی کرنا، کسی کے حصہ میں کمی کرنا۔ امرؤالقیس کہتا ہے: جو اسے اپنا فیصلہ کرتے ہوئے بہت زیادتی کی جیسے انھوں نے سر کو دم کی مانند بنا دیا ہے۔ (قرطبی)

ضیزیٰ کا اصل وزن فُعلیٰ ہے مثل حبلیٰ اور حبلیٰ۔ لیکن یاء کی وجہ سے اس کے ماقبل کو کسرہ دے دیا۔

یعنی تمہاری یہ تقسیم عدل و انصاف سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتی۔ عقل و خرد بھی اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ تم بڑے دانا اور زیرک ہو، بڑے عادل اور منصف ہو لیکن تمہاری زبان سے بہکی بہکی باتیں نکلتی ہیں جن کو سن کر طبع سلیم سر پیٹ لیتی ہے اور عقل سر دھن لیتی ہے۔

[۲۲] یہ دیویاں یہ دیوتا جن کو تم اپنا معبود اور مسجود تسلیم کیے ہو، ان میں الوہیت کا نام و نشان تک نہیں۔ یہ تمہارے من گھڑت نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بغیر کسی معقول دلیل کے تجویز کیے ہیں۔ اگر تمہارے پاس کوئی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی سند موجود ہے تو ہمیں بھی دکھاؤ۔

[۲۳] نہ ان کے پاس کوئی آسمانی نوشتہ ہے جس سے معلوم ہو کہ ان پتھروں کے اصنام میں الوہیت کی ادنیٰ سی کوئی جھلک بھی پائی جاتی ہے نہ عقل سلیم اس کو ماننے کے لیے تیار ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے ان بتوں کو اپنا خدا بنائے جو ان کے کسی کام نہیں آسکتے، جو کسی وجہ سے ان کی آنکھوں کے سامنے گرتے ہیں یا کسی ماہر سنگتراش نے کسی پتھر سے تراشے ہیں، جو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ چل پھر سکتے ہیں۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر یہ کفار جو دنیا کے معاملات میں بڑے زیرک ہیں، کیوں ایسا کرتے ہیں۔ بتایا کہ یہ سب کچھ ان کے ظنی و تخمینی کی گل کاریاں ہیں اور ان کے نفوس کی خواہشات ہیں جن کی وہ پیروی کر رہے ہیں۔ ایسی چیزوں کو معبود ماننے پر انہیں کوئی اعتراض نہیں جو کچھ نذر و نیاز لے کر ان کے خیال کے مطابق ان کی مصیبتوں کو ٹال دیں اور اگر بفرض محال قیامت قائم ہو جائے تو ان کی شفاعت کی ذمہ داری قبول کر لیں۔ ایسے خداؤں کو وہ ماننے کے لیے تیار ہیں اور ان کے لیے قربانی کے جانور ذبح کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ایسے خدا کو ماننا جو احکام صادر کرے، ایسے احکام جو ان کے ذاتی مفاد کو نقصان پہنچانے کا سبب بن سکتے ہیں، ایسے احکام جو ان کی بساط عیش و طرب کو الٹنے کا موجب بن سکتے ہیں، جو ان کی آزادی پر قدغن لگا دیتے ہیں۔ ایسے خدا کی خدائی کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

حقیقت میں وہ ان بتوں کے پجاری نہیں بلکہ خواہشات نفس کے پرستار ہیں۔ ایسے لوگوں سے یہ توقع عبث ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ع فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِىْ

پس اللہ کے دست قدرت میں ہے آخرت اور دنیا ۲۵ اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی شفاعت

شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾

کچھ کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اذن دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے ۲۶

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾

بے شک جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں۔

کہ وہ عقل و خرد سے صحیح کام لیں گے اور اللہ کے رسولوں کی دعوت کو غور سے سنیں گے۔

۲۴ یتبعون کی ضمیر سے حال ہے یعنی اللہ کی طرف سے ان کی رہنمائی کے لیے ایسا رسول کامل تشریف لے آیا ہے جو اپنے نورانی ارشادات سے ان کے دلوں کی تاریک دنیا کو منور کر رہا ہے۔ ان کے پاس قرآن جیسی کامل کتاب بھی ہے، لیکن یہ بدنصیب اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے اور رذیل خواہشات کی دلدل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ آیت میں الھدیٰ سے مراد یا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے یا اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

۲۵ آیت میں الانسان سے مراد کافر ہے۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان کفار نے اپنے بتوں سے جو طرح طرح کی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں کہ یہ بت ان کو رزق دیں گے اور اولاد نرینہ دیں گے اور اگر بالفرض قیامت برپا ہوئی تو وہ ان کو خدا کے عذاب سے چھڑا لیں گے یہ محض فریب اور دھوکہ ہے ان کی یہ توقعات کبھی پوری نہیں ہوں گی۔ یا الانسان سے مراد عام انسان بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ بات نہیں ہے کہ انسان جو چاہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے۔ کئی امیدیں بر آتی ہیں اور کئی پوری نہیں ہوتیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کے اذن سے ہو رہا ہے اور عالم آخرت میں جو کچھ ہوگا اس کے حکم سے ہوگا۔ دونوں جہانوں کی بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے۔

۲۶ کفار کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے جس میں وہ بری طرح مبتلا تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی یہ دیویاں اور دیوتا قیامت کے روز ان کی شفاعت کریں گے اور عذاب جہنم سے انہیں بچا لیں گے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ان بے جان بتوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے کہ وہ ہماری جناب میں ان مشرکوں کی شفاعت کے لیے لب کشائی کی جرأت کر سکیں۔ فرشتے جو نورانی مخلوق ہیں اور ہر وقت ہماری عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتے ہیں ان کی بھی یہ مجال نہیں کہ جس کی چاہیں خود بخود شفاعت کریں اور اس کو بخشوا کر جنت میں پہنچا دیں بلکہ فرشتے بھی اس وقت شفاعت کریں گے جب ہم انہیں اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ

حالانکہ نہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں ۲۷؎ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ظن حق کے مقابلہ میں کسی کام

مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ﴿٢٨﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا

نہیں آسکتا ۲۸؎ پس آپ رخ انور پھیر لیجیے اس بدنصیب سے جس نے منہ پھیر لیا ہے ہمارے ذکر سے اور نہیں ارادہ کیا اس نے بجز

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ

دنیوی زندگی کی لذتوں کے ۲۹؎ یہ ہے ان کا مبلغ علم ۳۰؎ بیشک آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے جو

کی اجازت دیں گے اور فقط ان کے لیے شفاعت کریں گے جو شفاعت کے اہل ہوں۔ جن بدبختوں کی موت کفر پر ہوئی وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ ان کی شفاعت کی جائے۔ شفاعت تو گنہگار اہل ایمان کے لیے ہے۔ جب فرشتے بھی کفر و شرک پر مرنے والوں کی شفاعت نہیں کر سکتے تو یہ بت تمہاری نجات کا سبب کیونکر بن سکتے ہیں!

۲۷؎ جو لوگ فرشتوں کو مونث خیال کرتے ہیں اور انہیں خدا کی بیٹیاں بنائے ہوئے ہیں اور اس لیے ان کی پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہیں اور ان سے طرح طرح کی توقعات وابستہ کیے ہوئے ہیں ان کی ان لغزشوں اور غلطیوں کا ایک ہی سبب ہے کہ وہ قیامت کے وقوع پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس لیے ان میں ذمہ داری کا احساس بالکل ختم ہو گیا ہے۔ کسی چیز کو مانتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ان کے پاس اسے ماننے کی کوئی ٹھوس دلیل ہے یا اگر کسی چیز کا انکار کرتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ کسی اللہ کے نبی نے انہیں انکار کا حکم دیا ہے یا ان کی عقل سلیم نے اس کے انکار کا فیصلہ کیا ہے بلکہ جب جو جی میں آئے کسی چیز کو مان لیا اور جب چاہا کسی چیز کا انکار کر دیا۔ احساس ذمہ داری کا فقدان عجیب سے عجیب بے اصولی اور بے عقلی سے کام لینا سکھا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی دلیل اور تحقیق کے انہوں نے فرشتوں کو مونث بنا ڈالا ہے اور پھر ان پر خدا کی بیٹیاں ہونے کی تہمت لگا دی ہے۔

۲۸؎ حقیقی علم کا سرچشمہ تو نبی کی ذات ہوتی ہے جسے بارگاہ الٰہی سے براہ راست علم و عرفان کی دولت عطا فرمائی جاتی ہے۔ نبی کی ذات سے تو انہیں بغض ہے۔ وحی کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے کی تو انہیں توفیق ہی نہیں۔ ان کے پاس لے دے کے ظن و تخمین کے گھوڑے ہیں جن پر سوار ہو کر وہ وہم و گمان کے ریگزاروں میں خاک اڑاتے پھرتے ہیں۔ اس لیے زندگی کی بنیادی سچائیوں تک یہ رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور جو بات وہ ذہن میں گھڑ لیتے ہیں اور انہیں حقیقت کا سراغ نہیں ملتا۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے طائر فکر کی پرواز بڑی اونچی ہے۔ ان کی جھولی گھٹیا موتیوں سے بھری ہوئی ہے حالانکہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

بھٹک گیا اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانتا ہے جس نے ہدایت پائی ۳۱ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ

اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ دے بدکاروں کو ان کے اعمال کا اور بدلہ دے نیکوکاروں کو

أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿٣١﴾ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا

ان کی نیکیوں کا ۳۲ جو لوگ بچتے رہتے ہیں بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر

۲۹ آیت میں ذکر سے مراد قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے، حضور کے مواعظ حسنہ اور نصائح جلیلہ بھی اور مطلق ذکر الٰہی بھی۔
مطلب یہ ہے کہ جن کے سامنے ہماری کتاب کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں لیکن وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتے۔ میرا رسول انہیں وعظ و نصیحت کرتا ہے تو اس کے سننے کے لیے بھی وہ تیار نہیں ہوتے۔ جہاں میرے بندے میرے ذکر کی شمع روشن کیے ہوتے ہیں، وہاں سے بھی وہ دور بھاگتے ہیں۔ بیہودہ دنیوی زندگی کی لذتوں اور زیب و آرائش میں وہ یوں کھوئے ہوئے ہیں کہ عاقبت کے بارے میں اصولی طور پر غور و فکر کرنے کی زحمت کبھی گوارا نہیں کی۔ رات دن دولت سمیٹنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اے حبیب! اس قماش کے لوگ ہرگز اس لائق نہیں کہ آپ ان کے لیے متفکر ہوں۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیجیے، انہیں بادیۂ ضلالت میں دھکے کھانے دیجیے۔ اگر غفلت میں پڑے رہنے کا یہ لوگ قصد کر چکے ہیں تو انہیں مت روکیے۔ جب اپنے کرتوتوں کا نتیجہ دیکھیں گے تو خود بخود ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

۳۰ ان کے علم کی رسائی یہیں تک ہے۔ ان کی عقل کی آنکھ دنیوی لذتوں سے ماورا کچھ دیکھ ہی نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور سوچ ہی نہیں سکتے۔ ان دوں ہمتوں اور تنگ نظروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔

۳۱ جو لوگ کفر و شرک کے مرتکب ہیں اور اس کے باوجود دعویٰ کرتے ہیں کہ وہی راہِ حق پر گامزن ہیں، جو کچھ وہ کر رہے ہیں یہی درست ہے، جس منزل پر وہ پہنچنے کے لیے کوشاں ہیں، انسانی زندگی کی صحیح منزل وہی ہے اور جنہوں نے اسلام کی دعوت قبول کر لی ہے انہیں بہکا دیا گیا ہے۔ طرح طرح کے ڈھکوسلے چلاتے ہیں۔ لیکن اے حبیب! وہ تیرا دامن چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ ان اہلِ حق کو یہ لوگ نادان اور گمراہ سمجھتے ہیں۔ یہ سراسر ان کی نادانی ہے اور ان کی بھول ہے۔ کون گمراہ ہے، کون ہدایت یافتہ ہے، اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرے گا جو سب سے زیادہ علم والا ہے اور اسی کا فیصلہ صحیح اور آخری ہوگا۔

۳۲ وہ ذات پاک جو گمراہ اور ہدایت یافتہ کو جانتی ہے، جس کی بادشاہی کا پرچم آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں میں لہرا رہا ہے، اسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بدکاروں کو ان کی بدکاریوں کی سزا دے اور نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ

شاذو نادر۔ بلاشبہ آپ کا رب وسیع بخشش والا ہے ۳۲؎ وہ خوب جانتا ہے تمہیں جب اس نے تمہیں پیدا کیا

کی جزا دے۔

۳۲؎ یہ آیت الذین احسنوا کا بدل ہے یا عطف بیان ہے یا صفت ہے۔ یہاں مضارع کا صیغہ اس لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ اجتناب کے تجدد اور استمرار پر دلالت کرے۔ وہ ہمیشہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہتے ہیں۔

گناہ کبیرہ اور فواحش کے مفہوم کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند پیش کیے جاتے ہیں:

کبائر الاثم سے مراد شرک ہے کیونکہ یہ تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا اور گھناؤنا گناہ ہے اور فواحش سے مراد زنا ہے جو بے حیائی کی انتہا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں ہر وہ گناہ جس کی سزا آتش جہنم ہے وہ کبیرہ ہے اور جس کی سزا کوئی شرعی حد ہے وہ فاحشہ ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد ہے کہ کبیرہ گناہ سات ہیں۔ صحیحین کی اس حدیث سے بھی آپ کے ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے:

اجتنبوا السبع الموبقات الاشراک باللہ تعالیٰ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ تعالیٰ الا بالحق واکل مال الیتیم واکل الربو والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المومنات۔

ترجمہ: سات برباد کرنے والی چیزوں سے اجتناب کیا کرو۔ شرک باللہ، جادو، قتل بے گناہ، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔

گناہ کبیرہ کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ کسی میں ان کی تعداد پانچ، کسی میں سات، کسی میں نو اور کسی میں پچیس مذکور ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جسے کتاب و سنت کی صریح نص سے منع کیا گیا ہو یا اس کے لیے کوئی حد شرعی مقرر ہو یا جس کی سزا جہنم بتائی گئی ہو یا جس کے مرتکب کو لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہو یا جس پر غضب کے نزول کی خبر دی گئی ہو۔ ایسی تمام باتیں کبیرہ گناہ ہیں۔ ان کے علاوہ جو دوسرے گناہ ہیں انہیں گناہ صغیرہ کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار اور شریعت کے کسی فرمان کا استخفاف اور تحقیر کا شمار بھی کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔

اللمم کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں: اللمم مقاربة المعصية ويعبر به عن الصغيرة ويقال فلان يفعل كذا لمما اى حينا بعد حين (مفردات)

یعنی معصیت کے قریب ہونے کو لمم کہتے ہیں۔ گناہ صغیرہ کو بھی لمم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نیز جو کام گاہے گاہے کیا جائے اس کو بھی لمم کہتے ہیں۔

قال ابو اسحق الزجاج: اصل اللمم والالمام ما يعمله الانسان المرة بعد المرة ولا يتعمق فيه ولا يقيم عليه يقال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ

پیدا کیا اور جب کہ تم حمل تھے اپنی ماؤں کے شکموں میں پس اپنی خودستائی نہ کیا کرو۔

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿٣٢﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ

وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے ۳۲ کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا جس نے روگردانی کی ۳۳ اور تھوڑا سا مال دیا پھر

الممت به اذا زرته وانصرفت عنه (قرطبی)

یعنی زجاج کہتے ہیں کہ لمم اور المام اس کلام کو کہتے ہیں جو کبھی کبھی کیا جائے اور اس میں تعمق نہ کیا جائے اور اس پر ہمیشگی نہ کی جائے۔ جب تو کسی آدمی کی ملاقات کے لیے جائے اور مل کر فوراً واپس چلا جائے تو کہتے ہیں الممت بہ۔

عرب شاعر کا ایک شعر بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے:

الممت نحیی ثم قامت فودعت — فلما تولت کادت النفس تزہق

ترجمہ: وہ تھوڑی دیر کے لیے آئی اس نے سلام کیا پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے الوداع کہا۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے۔

آیت کے ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے گریزاں رہتے ہیں، بے حیائی کے کاموں سے دور بھاگتے ہیں، الا یہ کہ کبھی کبھی ان سے کوئی فعل صادر ہو جاتا ہے تو فوراً اس سے دامن کش ہو جاتے ہیں۔ اے محبوب! آپ کا رب انہیں اپنی مغفرت کے وسیع دامن میں پناہ دے گا۔ بے شک آپ کے رب کی مغفرت کا دامن بڑا وسیع ہے۔

۳۲ بعض کم ظرف لوگ اپنی نیکیوں پر اترانے لگتے ہیں۔ اپنی پارسائی اور پرہیزگاری کے قصے جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ یہ خودنمائی اور خودستائی ان کے سارے اعمال حسنہ کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔ اس لیے منع فرمایا جا رہا ہے کہ لوگو! اپنے تقویٰ اور نیکی کا رعب جمانے کی عادت ترک کر دو کیونکہ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے جو تمہارے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔ صرف آج سے ہی نہیں بلکہ اس وقت سے جب تمہارا نطفہ رحم مادر میں قرار پانے کے بعد اپنی تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا بلکہ اس سے بھی ہزارہا سال پہلے جب تمہارے باپ آدم کا خمیر مٹی سے تیار کیا جا رہا تھا اور تمہارا ہیولیٰ اس کی پشت میں ودیعت کیا جا رہا تھا۔ جو خدا تمہیں ابتدائے آفرینش سے جانتا ہے اس کے سامنے شیخی بگھارنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی اور پرہیزگار کون ہے اور فسق و فجور کی آلائشوں سے کون آلودہ ہے۔ تمہارے بتانے کی حاجت نہیں۔ اگر وہ تمہاری لغزشوں پر فوری گرفت نہیں کرتا یا تمہارے جرائم کا پردہ فاش نہیں کرتا تو یہ محض اس کا لطف و کرم ہے۔ اس میں تمہاری پاکبازی کا کوئی دخل نہیں۔

۳۳ بعض علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ولید حضور علیہ الصلوٰۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَأَكْدَىٰ ۝ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ۝ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي

کنجوسی برتنے لگا ۳۴ کیا اس کے پاس علم غیب ہے اور وہ دیکھ رہا ہے ۳۵ کیا وہ آگاہ نہیں کیا گیا ان (باتوں) سے جو

والسلام کی خدمت عالیہ میں اکثر حاضر ہوتا اور آیات قرآنی سنا کرتا جنہیں سن کر وہ بے اختیار کہہ اٹھتا کہ بخدا یہ کلام بڑا سرسبز ہے اس کی شاخیں پھلوں سے لدی ہیں۔ اس کی رونق و شگفتگی دل موہ لینے والی ہے۔ نہ یہ جادو ہے اور نہ شعر۔

اس کے احباب اور رشتہ داروں کو جب ان باتوں کا پتہ چلا تو انہیں یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کہیں وہ اسلام قبول کرنے کا برملا اعلان نہ کر دے۔ چنانچہ اس کا ایک بے تکلف دوست اس کے پاس آیا اور اسے بڑی لعنت ملامت کی کہ تو نے اپنا دھرم اور اپنے بڑوں کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے اور ایک نیا دین اختیار کر رہا ہے یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے عذاب قیامت سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ اس دوست نے کہا کہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم اتنا مال مجھے دے دو تو قیامت کے روز میں تمہارے حصے کا عذاب بھی اپنے سر پر اٹھا لوں گا۔ چنانچہ ولید نے اسلام لانے کا ارادہ ترک کر دیا اور جس مال کا وعدہ اس ضامن سے کیا تھا اس میں سے کچھ تو اسے دے دیا باقی دینے سے مکر گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم کو فرماتے ہیں کہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے حق قبول کرنے سے منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے ضامن کو پورا معاوضہ بھی نہ دیا۔ یہ شخص کتنا احمق ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ روز حساب کوئی شخص اس کے حصے کا عذاب برداشت کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتنا بڑا بخیل ہے کہ جتنا مال دے کر اپنی جان بخشی کروانے کا اس نے سودا کیا تھا وہ بھی اس نے پورا ادا نہیں کیا۔ حماقت اور بخل دونوں عیب اس میں پائے جاتے ہیں۔

۳۴؎ اَکۡدٰی۔ علامہ راغب لکھتے ہیں الکُدْیَۃ صلابۃ فی الارض یقال حفر فاکدی اذا وصل الی کدیۃ و استعیر ذٰلک للطالب المخفق والمعطی المقل (مفردات)

ترجمہ: زمین کھودتے ہوئے اگر پتھریلی تہہ آجائے تو عرب کہتے ہیں حَفَرَ فَاَکْدٰی یعنی اس نے زمین کھودی اور نیچے سے چٹان نکل آئی۔ بطور استعارہ ناکام طلبگار اور تھوڑا دینے والے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ فیروزآبادی قاموس میں لکھتے ہیں، اَکْدٰی: بَخِلَ او قَلَّ خیرہ او قلل عطاءہ۔ بخل کرنا یا کسی کی بھلائی کا کم ہونا یا کسی کی عطا کا قلیل ہونا۔ المنجد میں ہے اکدی اکداءً: بخل فی العطاء۔ اس نے دینے میں بخل سے کام لیا۔

۳۵؎ یعنی اس نے جو یہ خیال کر لیا کہ فلاں شخص قیامت کے روز اس رقم کے بدلے میں اس کا عذاب اپنے سر لے لے گا کیا اس کے پاس غیب کا ایسا علم ہے جس کے باعث اس کو اپنی اس سودابازی کے درست ہونے کا یقین ہو گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صُحُفِ مُوسٰی ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ

موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں جنہوں نے احکام پورا کیا ہے ۳۷ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں

اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ

اٹھائے گا ۳۸ اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش کرتا ہے ۳۹ اور اس کی کوشش کا نتیجہ جلد

۳۷ اگر اس نے ان مقدس آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو اسے اپنی اس غلط اندیشی کا علم ہو جاتا۔ صحف، صحیفہ کی جمع ہے صحف موسیٰ سے مراد تورات ہے جو متعدد اسفار پر مشتمل ہے جو محرف شکل میں آج بھی موجود ہے۔ صحف ابراہیم سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی تھی۔ اس وقت اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اس کے اہم مضامین کے بارے میں قرآن کریم نے ہی کچھ بتایا ہے۔ صحف ابراہیم کا ذکر قرآن کریم میں دو مقامات پر آیا ہے۔ ایک اس مقام پر، دوسری مرتبہ سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیت میں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ان دو مقامات پر ان تعلیمات کا اشارۃً ذکر کر دیا جو ان میں مندرج تھیں۔

۳۸ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے یہ قانون رائج تھا کہ اگر ایک شخص کسی کو قتل کرتا تو قاتل کی سزا اس کے باپ، اس کے بیٹے، اس کے بھائی اور اس کی بیوی یا اس کے غلام کو بھی دی جاتی۔ ان میں سے کسی کو پکڑ کر قتل کر دیا جاتا۔

قال البغوی عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کانوا قبل ابراھیم علیہ السلام یاخذون الرجل بذنب غیرہ وکان الرجل یقتل بقتل ابیہ وابنہ واخیہ وامرأتہ وعبدہ۔

جب آپ مبعوث ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا۔

الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کہ کسی کا گناہ کسی دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ یہاں اس ظالمانہ قانون کا قلع قمع ہو گیا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ کسی سابق رسول کی شریعت کا یہ مسئلہ تھا بلکہ یہ ان کے دور جاہلیت کا ایک رواج تھا جو صدیوں سے ان میں چلا آ رہا تھا اور کبھی کسی نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کی تھی۔ بعینہ اس طرح جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی غریب قبیلے کا غلام یا عورت طاقت ور قبیلے کے کسی فرد کو قتل کر دیتی تو طاقت ور قبیلہ بطور قصاص اس قاتل غلام یا عورت کو قتل کر کے مطمئن نہ ہوتا بلکہ عورت کے بدلے ان کے کسی مرد اور غلام کے بجائے ان کے کسی آزاد مرد کو قتل کیا جاتا۔ الحر بالحر والعبد بالعبد الخ نازل ہوئی تو جاہلیت کے اس ظالمانہ دستور کا خاتمہ ہوا۔

بظاہر بعض آیتیں اور حدیثیں اس آیت سے متعارض معلوم ہوتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ۔ اخرجہ احمد ومسلم من حدیث جریر ابن عبد اللہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی امام احمد اور مسلم نے جریر بن عبد اللہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص برا طریقہ رائج کرتا ہے اس پر اس کا بوجھ بھی لادا جائے گا اور قیامت تک جو لوگ اس طریقے کو اختیار کریں گے، ان کا بوجھ بھی اس پر لادا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کے گناہ کا بوجھ بھی کسی پر لاد دیا جاتا ہے، حالانکہ آیت اس کی نفی کرتی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ چونکہ یہ شخص قیامت تک آنے والے بدکاروں کی بدکاری کا سبب بنا ہے، اس لیے وہ ان بدکاریوں میں شریک ہے اسی کی سزا اسے ملے گی۔ یہ نہیں کہ ان بدکاروں کو کوئی سزا نہ دی جائے گی اور ان سب کی سزا اس شخص کو دی جائے گی۔

دوسری حدیث ہے جس کے راوی ابن عمر ہیں: اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من كان فيهم ثم بعثوا على اعمالهم (متفق علیہ)

یعنی جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرتا ہے تو اس قوم کے تمام افراد (نیک و بد) اس عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں پھر قیامت کے دن وہ اپنے اعمال کے مطابق قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ عذاب ان لوگوں پر بھی نازل ہوتا ہے جو مجرم نہیں ہوتے، حالانکہ آیت اس کی تردید کرتی ہے، تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے جو لوگ ان جرائم کا ارتکاب نہیں کیا کرتے تھے، لیکن مجرموں کو منع بھی نہیں کرتے تھے بلکہ خاموشی سے ان گناہوں کو دیکھتے رہتے تھے، ان کی یہ خاموشی ان کا گناہ تھا جس کی وجہ سے وہ اس عذاب میں مبتلا کیے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث جو سنن اربعہ میں مروی ہے اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھتے ہیں اور ظلم سے اس کا ہاتھ نہیں پکڑ لیتے تو ان پر بھی عذاب نازل ہوگا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب انسان فوت ہوتا ہے اور اس کے رشتہ دار ماتم کرتے ہیں تو ان کے ماتم کرنے کے گناہ کا عذاب اس میت کو دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث بھی اس آیت کے منافی ہے۔ اس کے بارے میں علما فرماتے ہیں کہ میت کو اس وقت عذاب ہوگا جب یا تو وہ وصیت کر جائے کہ مجھ پر ماتم کرنا یا اسے معلوم تھا کہ اس کے گھر والے اس کے مرنے پر ماتم کریں گے اور اس نے ان کو منع نہیں کیا، اب یہ عذاب اس کے اپنے گناہ کا ہوگا۔

بہر حال اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں جو یہ حکم نازل ہوا تھا شریعت محمدیہ میں بھی باقی ہے۔ کسی کے گناہ کے بدلے میں کسی دوسرے کو سزا نہیں دی جائے گی ہر شخص اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے۔ بے شک یہ حکم صحف موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام میں بھی موجود تھا اور شریعت اسلامیہ میں بھی یہ قانون باقی ہے، لیکن بعض کج فہموں نے اس آیت کو ایسے معانی پہنائے ہیں جس سے متعدد دوسری آیات کی تردید یا تکذیب ہوتی ہے، اس لیے ہمیں پہلے ان باطل معانی کا جائزہ لینا چاہیے اور اس کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ طریقہ کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہ ایک آیت کی ایسی من مانی تشریح کی جائے جس سے متعدد آیات کی تغلیط ہوتی ہو۔

اشتراکی ذہنیت رکھنے والے جو محنت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ اس آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کہ انسان صرف اسی چیز کا حقدار ہے جو اس نے اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کی ہو اور لیتے اس نظریہ کو قرآن کریم کی اس آیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہمیں ان سے کسی بحث کی ضرورت نہ تھی۔ ہر شخص اپنی پسند کے مطابق جس نظریہ کو چاہے اپنائے، ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اپنے من گھڑت نظریات کو قرآن کی طرف منسوب کرنا ایک ایسی زیادتی ہے جس پر خاموش رہنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ ہم ان صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کریم کی متعدد آیات میں میراث کے احکام مذکور نہیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اولاد کو جو جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ورثہ میں ملتی ہے کیا اس میں ان کی محنت اور کوشش کا کوئی دخل تھا۔ ایسی جائیداد کا قرآن نے انہیں کامل مالک ٹھہرایا ہے۔ معصوم بچیاں یا شیر خوار بچے جنہوں نے کسی طرح بھی اس جائیداد کے بنانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، وہ بھی وارث ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ و صدقات جب کوئی شخص کسی مستحق کو دیتا ہے تو مستحق اس کا مال کا مالک بن جاتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے، حالانکہ اس نے اس مال کے کمانے میں ایک قدم تک نہیں اٹھایا۔ کیا اس آیت کا یہ خود ساختہ مفہوم اختیار کر کے کیا یہ لوگ ان صدہا آیات پر قلم تنسیخ پھیر دیں گے جن میں میراث، وصیت، زکوٰۃ، صدقات اور ہبہ کے احکام مذکور ہیں۔

ان اشتراکی اقوام کے علاوہ ایک اور فرقہ گزرا ہے جو تاریخ اسلام میں معتزلہ کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ کسی کے عمل کا ثواب کسی دوسرے انسان کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہر شخص کو انہی اعمال کا اجر ملے گا جو اس نے خود کیے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ لیس للانسان الا ما سعی۔

ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی کا عمل کسی کے لیے نفع بخش نہیں ہے تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں مسلمانوں کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور متعدد آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ کئی ایسی آیتیں ہیں جن میں انبیائے کرام نے اپنے والدین، اپنی اولاد اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش کی دعائیں مانگی ہیں۔ اگر استغفار اور دعا کا میت کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تو پھر ان لاحاصل کاموں میں انبیاء اور ملائکہ کیوں وقت ضائع کرتے رہے اور ہمیں مسلمان بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ ساری امت مسلمہ نماز جنازہ ادا کرتی ہے۔ اس میں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں۔ یہ نماز جنازہ بھی دعائے مغفرت ہے۔ اگر یہ بے سود اور لاحاصل ہے تو اس تکلف کو بجا لانے کا اسلام نے کیوں حکم دیا۔ معتزلہ کے اس مفہوم کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کریم کی کثیر التعداد آیتیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس لیے امت کا اجماع اس بات پر ہے کہ ہم اپنے اعمال کا ثواب اپنے والدین یا دوسرے مومنین کو پہنچا سکتے ہیں اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اصولی طور پر تو تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے، تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے جس کا خلاصہ پیش نظر ہے:

عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ خالص بدنی عبادات مثلاً نماز، روزہ، تلاوت قرآن۔ خالص مالی عبادات جیسے صدقات وغیرہ۔ مالی اور بدنی عبادات کا مرکب جیسے حج وغیرہ۔

امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ عبادات کی دوسری دو قسموں کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔ لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا

www.KitaboSunnat.com

ہے خواہ اس نیک عمل کا تعلق عبادت کی کسی قسم سے ہو نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر، صدقہ، حج، عمرہ جو نیک عمل بھی وہ کرے اس کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر سکتا ہے الٰہی اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا۔ اس بارے میں اتنی کثرت سے صحیح احادیث موجود ہیں کہ کوئی مسلمان ان کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

یہاں ہم ان میں سے چند احادیث ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

۱۔ عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية وعلم ينتفع به او ولد صالح يدعو له۔ (رواه مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے بجز تین اعمال کے کہ ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں اس شخص کا بھی کچھ عمل دخل ہے لیکن لڑکے کی دعا لڑکے کا اپنا فعل ہے۔ اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۲۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله ليرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فيقول يا رب انّی لی هذه فيقول باستغفار ولدك لك۔ (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں کسی عبد صالح کے درجے کو بلند فرماتا ہے۔ وہ بندہ پوچھتا ہے یا رب! میرا درجہ کیسے بلند ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تیرے لڑکے نے تیرے لیے استغفار کیا اس کی برکت سے تیرا درجہ بلند ہوا۔

۳۔ عن ابن عباس قال قال النبی صلی الله علیه وسلم ما الميت فی قبره الا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من اب او ام او ولد او صديق ثقة واذا الحقته كانت احب اليه من الدنيا وما فيها وان الله ليدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحياء الی الاموات الاستغفار لهم۔ (رواه البيهقی والديلمی)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے جو فریاد کر رہا ہوتا ہے اور اس چیز کا منتظر ہوتا ہے کہ اس کے باپ، اس کی ماں یا لڑکے یا با اعتماد دوست کی دعا اسے پہنچے اور جب وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کی قدر و منزلت اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاؤں کی برکت سے قبر والوں پر رحمت کے پہاڑ بھیجتا ہے اور مرے ہوؤں کے لیے دوستوں کا تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کے لیے دعائے مغفرت کیا کریں۔

۴۔ عن عائشة ان رجلا قال يا رسول الله ان امی افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تكلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت عنها قال نعم۔ (متفق عليه)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور کوئی وصیت نہ کر سکی میرا خیال ہے اگر اسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بانے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتیں۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اسے اس کا اجر ملے گا؟ حضور نے فرمایا بے شک :

۵۔ عن ابن عباس ان سعد بن عبادة توفیت امه وهو غائب عنها فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله صلی الله علیک وسلم ان امی ماتت وانا غائب فهل ینفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال انی اشهدک ان حائطی صدقة عنها۔ (رواه البخاری)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سعد ابن عبادہ کی والدہ نے وفات پائی تو آپ موجود نہ تھے۔ جب واپس آئے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی یا رسول اللہ! میری والدہ نے میری غیر حاضری میں وفات پائی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اسے کوئی نفع پہنچے گا؟ تو حضور نے فرمایا ہاں پہنچے گا۔ انہوں نے عرض کی حضور آپ گواہ رہیں میں نے اپنا باغ اس کی طرف سے صدقہ کیا۔

۶۔ عن انس سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من اهل بیت یموت منهم میت فیتصدقون عنه بعد موته الا اهداها له جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق هذه هدیة اهداها الیک اهلک فاقبلها فیدخل علیه فیفرح بها ویستبشر ویحزن جیرانه الذین لا یهدی الیهم شیء۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط)

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص کسی گھر سے فوت ہوتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبرئیل امین نور کے تھال پر اسے رکھتے ہیں پھر اس کی قبر کے دہانے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں اے گہری قبر کے رہنے والے! یہ ہدیہ ہے جو تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے۔ اسے قبول کر۔ اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی حد نہیں رہتی اور اس کے پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں بھیجا گیا وہ بڑے غمناک ہوتے ہیں۔

۷۔ عن انس قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم قال ان ابی مات ولم یحج حجة الاسلام فقال ارأیت لو کان علی ابیک دین کنت تقضیه عنه قال نعم قال فانه دین علیه فاقضه۔ (رواه البزار والطبرانی بسند حسن)

حضرت انس فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے حج نہیں کیا۔ حضور نے فرمایا بتاؤ اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہاں ادا کرتا۔ حضور نے فرمایا یہ حج بھی اس پر قرض ہے۔ اس کو ادا کرو۔

۸۔ عن علی رضی الله تعالی عنه من مر علی المقابر وقرأ قل هو الله احد احدی عشرة مرة ووهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ (رواه ابو محمد السمرقندی)

ابو محمد سمرقندی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ جو شخص قبرستان میں سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اہل قبرستان کو بخشے تو جتنے لوگ وہاں دفن ہوں گے ان کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهاكم التكاثر ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لاهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له الی الله (رواه ابوالقاسم سعد بن علی)

ابوالقاسم سعد ابن علی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ فاتحہ، قل شریف اور الہاکم التکاثر پڑھے پھر کہے کہ الٰہی میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا ہے اس کا ثواب اس مقبرے کے مؤمن مردوں اور عورتوں کو بخشتا ہوں، تو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے۔

۱۰۔ عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس خفف الله عنهم وكان له بعدد من فيها حسنات (رواه عبدالعزيز صاحب الخلال بسنده)

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوتا ہے اور سورۃ یٰس پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل قبور پر تخفیف کر دیتا ہے۔

کثیر التعداد احادیث میں سے یہ چند مرفوع احادیث ہیں جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ صحابۂ کرام کا بھی اسی پر تعامل تھا۔

حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد آپ کو ایصال ثواب کرنے کے لیے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن وفات پا گئے تو حضرت عائشہ نے ان کے لیے غلام آزاد کیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وفات کے بعد یہ چیز انہیں نفع پہنچائے گی۔

مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے وفات پانے والوں کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ علامہ بلال لکھتے ہیں قال الحافظ شمس الدین ابن عبد الواحد ما زالوا فی كل مصر يجتمعون ويقرءون لموتاهم من غير نكير فكان ذلك اجماعا۔

ترجمہ: حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد کہتے ہیں ہر شہر میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے فوت شدگان کے لیے قرآن کریم کی قرأت کرتے ہیں اور کبھی کسی عالم نے اس پر اعتراض نہیں کیا گویا اس بات کا اجماع ہے۔

۱۱۔ اخرج الخلال عن الشعبی كانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الی قبره يقرءون القرآن۔

امام شعبی سے مروی ہے کہ انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہوتا تو وہ اس کی قبر پر جایا کرتے اور وہاں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے۔

۱۲۔ وفی الاحیاء عن احمد ابن حنبل قال اذا دخلتم من مقابر فاقرءوا بفاتحة الكتاب والمعوذتين وقل هو الله احد واجعلوا ذلك لاهل المقابر فانه يصل اليهم۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ اور تینوں آخری قل پڑھو پھر اس کا ثواب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ وَ

نظر آجائے گا ؀ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ؀ اور یہ کہ سب کو آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے ؀ اور

قبرستان والوں کو پہنچاؤ۔ وہ انہیں پہنچے گا۔

جب اس کثرت سے ایصال ثواب کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پھر اس کا انکار کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ لیکن آیت کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔

حضرت ابن عباس کا ارشاد ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے:

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم:

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتی رہی تو ہم درجات اور مراتب میں ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آباء و اجداد کی نیکیاں اولاد کے مراتب کو بلند کر دیتی ہیں۔ بعض نے اس آیت کی توجیہ کی ہے کہ یہاں الانسان سے مراد کافر ہے کہ کفار کو کسی کی نیکیاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو الجھن خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب سے صرف اس شخص کو نفع پہنچتا ہے جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو جس کی موت کفر پر ہوئی ہو اسے قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سارے اعمال صالحہ جن کا ثواب ایک مومن کو پہنچایا جاتا ہے درحقیقت اس کے ایمان کے درخت کا پھل ہیں اور ایمان کا درخت اس شخص کی اپنی سعی کا نتیجہ ہے تو گویا یہ ساری چیزیں اس کی ذاتی کوشش میں شمار ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کے درخت کی اعمال صالحہ سے آبیاری کرتے رہتے ہیں اور گناہوں کی ژالہ باری سے اس کو بچائے رکھتے ہیں ان کا وہ پھل بہت زیادہ لگتا ہے اور لوگ کثرت سے ان کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اولیائے کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے والوں کا ہجوم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان مقبول ترین بندوں نے ایمان کا جو درخت لگایا اور عمر بھر اپنے گریہ سحری سے اسے سینچتے رہے اس کی بہار اور اس کا ثمر قابل دید ہے۔

ارشاد باری ہے: مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا۔

کہ کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں پاتال تک چلی گئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ درخت ہر لحظہ پھل دے رہا ہے۔

اس مسئلہ کے دیگر مباحث ضیاء القرآن سورۃ النحل کی آیت ۱۰۵ کے ضمن میں ملاحظہ فرمایئے۔

(نوٹ: اس آیت کی تشریح میں ایصال ثواب کے بارے میں جو احادیث درج کی گئی ہیں اور جو آثار نقل کیے گئے ہیں وہ تفسیر مظہری سے ماخوذ ہیں)

۴۱ ہر انسان اپنی زندگی کے لمحات کو کن مقاصد کے لیے صرف کر رہا ہے اور اپنی ساری کوششیں اور توانائیاں ان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ۝ وَأَنَّهُ خَلَقَ

یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے ۝ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے ۝ اور یہ کہ اسی نے پیدا فرمائے

حصول کے لیے وقف کیے ہوتے ہیں۔ قیامت کے روز ان کی پوری طرح جانچ پڑتال کی جائے گی اور اس کے مقاصد اور اس کی حیثیت کے مطابق اس کی جدوجہد کے نتائج برآمد ہوں گے۔ اس لیے تم اپنے اعمال کا خود احتساب کیا کرو تاکہ قیامت کے روز تمہیں ندامت اور شرمسار نہ ہونا پڑے۔

۴۱ ہر شخص کو اس کے اعمال اور اس کی مساعی کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ اگر وہ زندگی بھر نفس کی خواہشات کی تکمیل میں لگا رہا، کبھی اپنے رب کی یاد اور عبادت کا اسے خیال نہ آیا تو اس کا بدلہ ملے گا اور جو شخص اپنے رب کریم پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مصروف رہا، مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر تسلیم و رضا کی راہ پر قدم بڑھاتا رہا تو اس کی جو پذیرائی ہوگی اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

۴۲ ہر چیز کو روز حشر اپنے رب کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ کوئی شخص کہیں چھپ نہیں سکے گا اور کوئی شخص کہیں بھاگ کر روپوش نہیں ہو جائے گا۔

بعض حضرات نے اس کا دوسرا مفہوم بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ منتہیٰ مصدر میمی ہے۔ اس کا معنی انتہاء ہے یعنی عقل انسانی حقائق اشیاء کے میدان میں گرم سیر رہتی ہے لیکن جب عرفان ذات کی سرحد تک پہنچتی ہے تو وہیں رک جاتی ہے۔ اس سے آگے قدم رکھنے کی اسے مجال نہیں ہوتی۔

وقيل المعنى انه عز وجل منتهى الافكار فلا تزال الافكار تسير في بيداء حقائق الاشياء وماهياتها والاحاطة بما فيها حتى اذا وصلت الى حريم ذات الله عز وجل وحقائق صفاته وقفت وحرنت وانتهى سيرها.

حضرت ابن عباس کی روایت اس قول کی تصدیق کرتی ہے:

قال مر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على قوم يتفكرون في الله فقال تفكروا في الخلق ولا تفكروا في الخالق فانكم لن تقدروه۔ (ابن ماجه)

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو ذات الٰہی میں غور و فکر کر رہے تھے تو حضور نے انہیں ارشاد فرمایا: مخلوق میں تم بے شک غور و فکر کیا کرو لیکن ذات خالق کو اپنی سوچ کا موضوع مت بناؤ کیونکہ یہ چیز تمہاری طاقت اور قدرت سے بالاتر ہے۔

حضرت ابو ذر سے بھی اسی سے ملتی جلتی حدیث منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم تفكروا في خلق الله ولا تفكروا في الله فتهلكوا۔ (روح المعاني)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کی مخلوق میں تو غور و فکر کیا کرو لیکن اس کی ذات میں تفکر نہ کیا کرو ورنہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ﴿٤٥﴾ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ

دونوں قسمیں نر اور مادہ (وہ بھی) ایک بوند سے جب ٹپکائی جاتی ہے۔ اور یہ کہ اسی (اللہ تعالیٰ) کے ذمہ

النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ

ہے دوسری بار پیدا فرمانا ۴۴ اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے ۴۵ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا

الشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ

رب ہے ۴۶ اور یہ کہ اسی نے ہلاک کیا عاد اول کو ۴۷ اور ثمود کو بھی پھر کسی کو نہ چھوڑا۔ اور ہلاک کیا قوم

ہلاک ہو جاؤ گے۔

۴۳ چاہے تو کسی کو خوش کر کے ہنسا دے اور چاہے تو کسی کو غم و اندوہ میں مبتلا کر کے اسے رلا دے۔ مسرتیں اور غم اسی کے دستِ قدرت میں ہیں۔ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کی بندگی کا قلادہ گلے میں ڈال کر اس کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ اسی سے خوشی کی بھیک مانگو اور حزن و ملال سے اسی کی پناہ طلب کرو۔ اس کے در کو چھوڑ کر ادھر ادھر خوشیوں کی تلاش میں بھٹکتے پھرنا محض جہالت اور نادانی ہے۔

۴۴ موت و حیات بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ منی کی بوند ایک حقیر سی چیز ہے۔ وہ اپنی حکمت سے کسی سے نر پیدا کرتا ہے اور کسی سے مادہ۔ جو خالق اتنی طاقت اور قوت کا مالک ہے اس کے لیے قطعاً یہ امر مشکل نہیں کہ وہ قیامت کے روز تمام بکھرے ہوئے ذرّوں کو جمع کر کے ان میں نئی زندگی پھونک دے۔

۴۵ اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری شان بیان فرمائی جا رہی ہے۔ مال و دولت کے خزانے بھی اسی کے قبضہ میں ہیں۔ چاہے تو کسی کو مالا مال کر دے اور لمبے چوڑے رزق عطا فرما دے اور چاہے تو کسی کو مفلس اور کنگال کر دے دو وقت کی روٹی کے لیے ترستا ہے اور اسے وہ بھی نصیب نہ ہو۔ یہ اس کی حکمت کے کرشمے ہیں۔ ان میں جو اسرار پنہاں ہیں ان کی حقیقت سے وہی خوب واقف ہے۔ اقنیٰ کے کئی اور معانی بھی بتلائے گئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا وہی معنی سیاق و سباق کے زیادہ مناسب ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔

۴۶ ایک نہایت روشن ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ اس کو شعریٰ کہتے ہیں۔ شعریٰ نام کے دو ستارے ہیں ایک کو شعریٰ عبور اور دوسرے کو شعریٰ غمیصاء کہتے ہیں۔ اساطیر عرب میں ہے کہ یہ دونوں سہیل ستارہ کی بہنیں ہیں۔ بعض عربی خرافات میں یوں مذکور ہے کہ سہیل اور شعریٰ دونوں میاں بیوی تھے۔ سہیل جنوب کی طرف ڈھل گیا اور یمانی ہو گیا۔ شعریٰ اس کی بیوی کہکشاں کو عبور کر کے اس کے پیچھے پیچھے گئی اس لیے اسے الشعریٰ العبور کہتے ہیں اور دوسری روتی رہ گئی اس لیے اس کو الشعریٰ الغمیصاء کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام کلب الجبار بھی ہے کیونکہ یہ جوزاء جسے جبار کہا جاتا ہے اس کے پیچھے پیچھے کتے کی طرح چلتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۝ وَالْمُؤْتَفِكَةَ

نوح کو ان سب سے پہلے۔ وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔ اور (لوط کی) الٹی ہوئی بستی کو بھی

أَهْوَىٰ ۝ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ۝ هَٰذَا

پٹخ دیا ۴۹ پس ان پر چھا گیا جو چھا گیا ۵۰ پس اے سننے والے! تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا ۵۱ یہ

اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام ستاروں کا رب ہے لیکن اسے خصوصیت سے رب الشعریٰ کہا گیا ہے کیونکہ بقول سدی حمیر اور خزاعہ کے قبیلے اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جس نے اس کی عبادت شروع کی اس کا نام ابو کبشہ ہے۔ عرب کے دوسرے قبائل اگرچہ اس کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے لیکن اس کی عزت و تکریم کرنے میں سب شریک تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ شعریٰ کائنات میں بہت موثر کردار ادا کرتا ہے۔

شعریٰ ستارے کے انگریزی میں کئی نام ہیں۔ اسے SIRIUS، DOG STAR اور CANIS MAJORIS بھی کہا جاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں SIRIUS کے عنوان کے ضمن میں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ یہ ستارہ مجموعہ نجوم میں روشن ترین ستارہ ہے۔ سورج سے بھی اس کی روشنی اکیس گنا زیادہ ہے اور حجم میں بھی یہ سورج سے بڑا ہے۔ اس کی سطح کا درجہ حرارت بھی کافی زیادہ ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ آٹھ اشاریہ چھ روشنی سال ہے۔ قدیم مصری اس کا بہت احترام کرتے تھے کیونکہ جس موسم میں یہ طلوع ہوتا اس وقت دریائے نیل میں سیلاب کی آمد ہوتی۔ تمام علاقہ سیراب ہو کر سرسبز و شاداب ہو جاتا۔ مصریوں کا عرصہ دراز تک یہی عقیدہ رہا کہ شعریٰ ستارے کے طلوع کے باعث مصر میں خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے اس لیے وہ اسے ہر قسم کی سرسبزیوں اور شادابیوں کا خالق یقین کرتے تھے اور اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ (انسائیکلوپیڈیا۔ جلد ۲۰)

ہو سکتا ہے کہ اہل عرب میں بھی اس کی عبادت کا تصور مصریوں سے آیا ہو۔

۴۷ عاداً الاولیٰ سے مراد عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد ہے۔ اسے اولیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کے بعد سب سے پہلے اس قبیلے پر عذاب نازل ہوا۔ ان کی طرف ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا لیکن جب ان کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز جھکڑ بھیجا جس نے ان کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ ان میں سے فقط وہی لوگ بچے جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے۔ انہیں کی اولاد کو عاد الاخریٰ کہا جاتا ہے۔

ثمود جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی اور قوم نوح جب ان کی نافرمانیاں اور عصیاں شعاریاں انتہا کو پہنچ گئیں تو ان کو بھی تباہ و برباد کر دیا گیا۔

۴۹ اس سے مراد قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جنہیں جڑوں سے اکھیڑ کر اوپر اٹھایا گیا اور اوندھا کر کے ان کو زمین پر پھینکا گیا۔ اس کا مادہ اِفْک ہے۔ عرب کہتے ہیں اَفَكَه ای قلبہ و صرفہ یعنی اس نے کسی چیز کو الٹ پلٹ کر پھینک دیا۔ ائتفکت

هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ
ڈرانے والا اور رسول بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہے ۵۲ قریب آنے والی قریب آگئی ۵۳ نہیں ہے اللہ کے سوا اسے کوئی

اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَ
ظاہر کرنے والا ۵۴ بھلا کیا تم اس بات سے تعجب کر رہے ہو ۵۵ اور بے فکروں کی طرح ہنس رہے ہو اور

بھم ای انقلبت وصار عالیھا سافلھا۔

اھوی: ای خسف بھم مصدر فلھا۔ یعنی پہلے اٹھایا اور پھر زور سے اوندھا پھینک دیا گویا زمین میں دھنس جائے۔

۵۱ قوم لوط کی بستیاں زمین میں دھنس گئیں اور بحیرہ مردار کا پانی ان پر چھا گیا اور ان کو موجوں سے ڈھانپ لیا۔ ابھی تک بحیرہ مردار کے پانی میں یہ بستیاں ڈوبی ہوئی ہیں۔ سمندر کا پانی ان پر چھایا ہوا ہے۔

۵۲ تتماری، تشکک وتجادل (قرطبی) تتماری کے دو معنی ہیں۔ کسی چیز میں شک کرنا اور جھگڑا کرنا۔ سامعین کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ عاد و ثمود و قوم نوح کیوں ہلاکت کی چکی میں پیس کر رکھ دی گئیں۔ ان کا یہی تو جرم تھا کہ وہ اللہ کی نعمتوں میں شک کرتے تھے۔ انہیں یہ یقین نہ تھا کہ ان انعامات سے انہیں اللہ نے سرفراز کیا ہے بلکہ وہ بتوں کو بھی اس میں شریک سمجھتے تھے اور جب ان کے انبیاء انہیں اس غلط فہمی سے نجات کا راستہ بتاتے تو یہ ان سے جھگڑتے، ان کو جھٹلاتے اور طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے، ان کا مذاق اڑاتے۔ دیکھ لیجئے کیسی سزا پا گئے۔ اے سننے والے! کیا تو بھی یہی روش اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے ہی دردناک عذاب اور عبرتناک انجام کے لیے تمہیں بھی تیار ہو جانا چاہیے۔

جن انبیاء اور اقوام کا یہاں ذکر ہوا ہے ان سب کا تعلق ابراہیم علیہ السلام کے ماقبل زمانے سے ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہاں تک جو مضامین بیان ہوئے ہیں وہ صحف ابراہیم میں ہوں اور انہیں ہی یہاں ذکر کر دیا گیا ہو کیونکہ ان میں ہدایت کا جو درس ہے وہ امت قرآن کے لیے بھی اسی طرح مفید ہے جس طرح امت ابراہیمی کے لیے مفید تھا۔

۵۳ ھٰذا کے مشار الیہ کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ پیغمبر اسلام بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہیں۔ (۲) قرآن کریم یعنی یہ قرآن بھی پہلی آسمانی کتابوں کی طرح ڈرانے والا ہے۔ (۳) یہ واقعات جو تمہیں سنائے گئے ہیں گزشتہ برباد ہونے والی قوموں کے حالات ہیں۔

۵۴ علامہ جوہری صحاح میں ازف کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اَزِفَ الترحل یَأزَفُ اَزَفًا: دنا وأفد۔ کسی کے وقت کا قریب ہونا۔ بتایا جا رہا ہے کہ قیامت لمحہ بلمحہ قریب سے قریب تر ہو رہی ہے۔ تمہاری موت کی گھڑی بھی نزدیک آتی جا رہی ہے اور تمہیں معلوم بھی نہیں کہ کس لمحے تمہاری زندگی کا چراغ بجھ جائے گا۔ اس لیے لیت و لعل میں قیمتی وقت ضائع نہ کرو، اسی لمحے توبہ کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ مہلت کی گھڑیاں اچانک ختم ہو جائیں اور پھر تمہیں کف افسوس ملنا پڑے۔

www.KitaboSunnat.com

لَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾

روتے نہیں ہو اور تم نے کھیل مذاق بنا رکھا ہے پس سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کی عبادت کیا کرو

کشف کا معنی ظاہر کرنا کسی چھپی ہوئی چیز سے پردہ ہٹا دینا یعنی قیامت کو ظاہر کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جب وہ چاہے گا اس کو آشکارا کر دے گا اور برپا ہو جائے گی۔ علامہ قرطبی نے اس کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں ای لیس لها من دون الله من یؤخرها او یقدمها یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی مؤخر کر سکتا ہے اور نہ مقدم کر سکتا ہے۔

یہاں تعجب سے مراد وہ تعجب ہے جو کسی چیز کو ناقابل تسلیم خیال کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ کفار کو سرزنش کی جا رہی ہے کہ میرا رسول ایسی کتاب لے کر تمہارے پاس تشریف لایا ہے جس کی ہر آیت سے ہدایت کے انوار پھوٹ رہے ہیں تمہیں تو اس کی قدر کرنی چاہیے تھی اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس پر ایمان لے آنا چاہیے تھا لیکن تم اس کی ہدایات پر اظہار حیرت و تعجب کر رہے ہو۔ گویا یہ کوئی ایسی باتیں ہیں جو تمہارے لیے تسلیم کرنے کے قابل ہی نہیں۔

تمہیں تو چاہیے تھا کہ گزشتہ برباد ہونے والی قوموں کے حالات پڑھ کر تم خوف الٰہی سے رو پڑتے اور اپنی گزشتہ غلط روش پر آنسوؤں کے دریا بہا دیتے۔ لیکن تم بے حیاؤں کی طرح ہنس رہے ہو۔

علامہ راغب سمد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ السامد اللاهی الرافع رأسه، جو شخص غفلت سے اپنا سر اونچا کر کے چلا جا رہا ہو اسے سامد کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے اس کے کئی اور معانی بیان کیے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے اس کا معنی لاهون معرضون کیا ہے یعنی غفلت سے منہ موڑنے والے۔ عکرمہ نے آپ سے یہ معنی بھی نقل کیا ہے۔ هو الغناء بلغة حمیر۔ گانے بجانے کو سمود کہتے ہیں۔ حضور جب انہیں قرآن کریم پڑھ کر سناتے تو وہ گانے بجانے میں مشغول ہو جاتے تاکہ یہ پاک کلام انہیں سنائی نہ دے مبادا اس کی تاثیر سے وہ اپنے باطل عقائد کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔

قال الضحاک سامدون ای شامخون متکبرون۔ وفی الصحاح سمد سمودا رفع رأسه تکبرا۔

یہ سورۃ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرم کعبہ میں مشرکین کے مجمع عام میں پڑھ کر سنائی۔ سارے حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھی تو سجدہ میں گر گئے۔ سامعین جن میں کفار اور مشرکین کی بھی بہت بڑی تعداد تھی سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے۔ امیہ بن خلف بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے نیچے سے مٹی اٹھا لی اسے پیشانی پر رکھا اور اسی پر اکتفا کر دیا۔ کہنے لگا میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

کفار کی خر مستیوں اور غفلت شعاریوں کو بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کو حکم دیا کہ تم عجز و نیاز سے اپنے پروردگار کی جناب میں سجدہ ریز ہو جاؤ۔ تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو جو عبادت کے لائق ہے۔ یہی معراج انسانیت ہے ——— یہی وہ سب سے اونچی چوٹی ہے جس پر رسائی حاصل کرنے سے انسان اپنی منزل مراد پر پہنچ جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت سجدہ ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس آیت کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہاں سجدہ واجب نہیں۔ اگر اپنی مرضی سے کرلے تو ٹھیک ہے۔ امام مالک جب یہ آیت تلاوت کرتے تو خود سجدہ کیا کرتے۔

احناف کے پاس اس سجدے کے وجوب کی کئی دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہی روایت جو ابھی مذکور ہوئی کہ حرم شریف میں حضور نے اس سورۃ کی تلاوت فرمائی اور خود بھی سجدہ کیا اور سامعین بھی سجدہ ریز ہوگئے۔

اس کے علاوہ موطا میں امام مالک نے حضرت عمر کا یہ فعل نقل کیا ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں سورہ النجم پڑھی پھر سجدۂ تلاوت کیا پھر اٹھے اور سورۂ زلزال پڑھی پھر رکوع کیا۔

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رحمة للعلمين وعلى آله واصحابه اجمعين.

قد فرغت من تسويد هذه السطور بعد الساعة الثامنة صباح يوم الجمعة المبارك.

وانا مستجيش في بعض مدن [illegible] ٦ مايو سنة ١٩٧٧م

ونحن الى احب من احياء قلبي ان تكون كلمة الله هي العليا وكلمة الذين كفروا السفلى.

ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

القمر

نام: پہلی آیت میں القمر کا ذکر ہے یہی اس کا نام ہے۔ اس میں تین رکوع، پچپن آیتیں، تین سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو تئیس حروف ہیں۔

نزول: اس کے نزول کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب انشقاق قمر کا معجزہ رونما ہوا اور یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پانچ سال پہلے منیٰ کے میدان میں ظہور پذیر ہوا۔

مضامین: آئے روز وہ ایسے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے جن کو دیکھنے کے بعد کوئی سلیم الطبع انسان حضور کی رسالت کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن عقل کے اندھے ان کو جادوگری کہہ کر ٹال دیا کرتے۔ آخر کار ایک شب ان کی فرمائش پر شق قمر کا معجزہ دکھایا گیا۔ مکہ کے سارے باشندے منیٰ کے کھلے میدان میں حاضر تھے۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے انگلی کا اشارہ کیا۔ اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ چاند کا کرہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا کہ اس کا ایک حصہ پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا دوسری طرف چلا گیا ہے۔ پھر وہ آناً فاناً جڑ گیا۔ کفار یہ دیکھ کر تصویر حیرت بن گئے۔ اُن کے پاس حضور کی رسالت کے انکار کا اب کوئی عذر باقی نہ رہا۔ اتنے میں ابوجہل بول اٹھا کہ یہ بڑا جادوگر ہے۔ اس کا جادو آسمان پر بھی اثر کرتا ہے۔

اُن کے اس طرح انکار سے حقیقت تو مسخ نہیں کی جا سکتی۔ آخر انہوں نے اس چیز کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا کہ اتنا بڑا کرہ جو ان کی زمین سے کئی گنا بڑا ہے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اگر یہ کرہ پھٹ سکتا ہے تو دوسرے کیوں پھٹ نہیں سکتے۔ یہی تو قیامت ہے جس کا وہ انکار کیا کرتے ہیں۔ بتا دیا کہ اُن کے انکار کی وجہ کوئی عقلی استدلال نہیں بلکہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا عشرت پسند نفس یہ چاہتا ہے کہ قیامت کبھی نہ آئے اس لیے یہ قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ ان بدنصیبوں کو اس وقت ہوش آئے گا جب قیامت کے دن فرشتے ان کو ہانک کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جا رہے ہوں گے۔ اس کے بعد ان کے سامنے چند گزشتہ قوموں کے احوال بیان کیے گئے کہ کس طرح انہوں نے اللہ کے نبیوں کو جھٹلایا۔ اُن کی دعوت کا مذاق اُڑایا۔ اپنی ظاہری قوت کے باعث ظلم و تشدد اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن جب مہلت کی مقررہ مدت ختم ہو گئی تو عذاب خداوندی آیا اور ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہر قوم کے حالات ذکر کرنے کے بعد ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کی آیت کو دہرایا گیا جس سے قارئین کو تنبیہ کی گئی کہ قرآن کوئی معموں کی کتاب نہیں جس کو سمجھنا ان کے بس سے باہر ہو۔ یہ تو ایک مکمل اور واضح کتاب ہے جو شخص بھی خلوص نیت سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے لیے اس کو سمجھنا آسان ہوگا۔

گزشتہ قوموں کی بربادی کے قصے بیان کرنے کے بعد کفار مکہ کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ کیا تمہیں کوئی سرخاب کے پر لگے ہیں کہ تم جو کچھ کرتے رہو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا؟ کیا تمہارے پاس اللہ کا لکھا ہوا کوئی وعدہ ہے کہ تم حرم خلیل میں اگر تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کرتے رہو گے تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اگر تمہیں اپنی جمعیت اور اپنے جنگجو بہادروں کی قوت پہ ناز ہے تو کان کھول کر سن لو کہ تم اور تمہارے بڑے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

ہم نے تمہارے تمام اعمال کو لکھ رکھا ہے۔ روز محشر تم اپنی غلط کاریوں اور کرتوتوں کا انکار نہیں کر سکو گے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا
۳۰۔۴۔۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آيَاتُهَا ٥٥ رُكُوْعَاتُهَا ٣

سورہ قمر مکی ہے اس کی ٥٥ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ آیات اور ٣ رکوع ہیں۔

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا

قیامت قریب آگئی ہے [1] اور چاند شق ہو گیا [2] اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں

[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو رحمت عالم نے فرمایا ما بقی من دنیاکم فیما مضی الا مثل ما بقی من هذا الیوم فیما مضی یعنی دنیا کی مقررہ مدت میں سے اب اسی قدر وقت باقی ہے جتنا اس دن سے سورج غروب ہونے میں باقی ہے یعنی کافی زمانہ گزر گیا اب وقوع قیامت میں تھوڑی مدت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا بعثت انا والساعة هكذا واشار باصبعيه السبابة والوسطى حضور نے اپنی دو انگلیوں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا اور فرمایا میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی بتایا کہ قیامت برپا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے جو وقت متعین کیا ہے وہ اب قریب آلگا ہے۔ زیادہ عرصہ گزر چکا اب تھوڑا وقت باقی ہے۔

[2] تم لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہو تمہیں بڑا تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا اتنا پہاڑ، ستارے اتنی بڑی بڑی قوی ہیکل چیزیں کہاں جائیں گی۔ دیکھو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اگر چاند ٹکڑے ہو سکتا ہے تو باقی تمام چیزیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بھی ٹوٹ پھوٹ سکتی ہیں۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک روز مشرک اکٹھے ہو کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیے۔ حضور نے فرمایا ان فعلت تؤمنون، اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور۔ اس رات کو چودھویں تاریخ تھی۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے یا فلان یا فلان اشهدوا اے فلاں اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا۔ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا هذا سحر ابن ابی کبشة۔ یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا کرشمہ ہے اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے۔ اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کے ٹکڑے ہوتے تم نے دیکھا ہے۔ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

www.KitaboSunnat.com

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ، انس، ابن مسعود، حذیفہ، جبیر ابن مطعم، ابن عمر، ابن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: والاحادیث الصحیحۃ فی الانشقاق کثیرۃ۔ یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔ شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔

امام تاج الدین سبکی ابن حاجب کی المختصر کی شرح میں لکھتے ہیں: الصحیح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص علیہ فی القرآن مروی فی الصحیحین وغیرھما من طرق شتی بحیث لا یمتری فی تواترہ (روح المعانی) علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

بعض قصہ گویوں نے اس واقعہ پر مضحکہ خیز اضافے کیے ہیں کہ چاند حضور کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ سراسر باطل ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس معجزہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔ انشق اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن یہاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لغت عرب میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ان کے انکار کی کئی وجوہات ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم مچ جاتی۔ اس زمانہ کے مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار درج کرتے۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ رات کو ہوا تھا اس لیے جزیرہ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں اس وقت دن تھا لہٰذا وہاں کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز یہ واقعہ بات کی بات میں پیش آیا اور اچانک پیش آیا۔ لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رونما ہونے والا ہے تاکہ وہ پہلے سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہوتی ہے کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا واقعہ رونما ہوگیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو یا توجہ کی ہو اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن ان تک بھی بات پہنچی ہو لیکن اس کا ریکارڈ محفوظ نہ رہا ہو اور پھر ضائع ہوگیا ہو۔ غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خطبات مدارس میں لکھتے ہیں کہ انہیں سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور وہ دونوں ٹکڑے پھر جڑ جائیں یہ ناممکن ہے۔ لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ پیدا ہو اور اس طرح سے پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت اتنی طاقتور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کردے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی جب خود بخود چاند کے پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ مختار کل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

یہ بڑا زبردست جادو ہے ؎ اور انہوں نے جھٹلایا (رسول خدا کو) اور پیروی کرتے رہے اپنی خواہشات کی ؎ اور ہر کام کے لیے ایک انجام ہے ؎

نے اپنے محبوب کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا اب کسی کو شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس قادر حکیم نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انشقاق قمر وقوع پذیر قیامت کے وقت ہوگا قرآن کا سیاق و سباق ان کی اس توجیہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ان یروا آیۃ ولا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے انشقاق قمر دیکھا ـــــ اتنے عظیم الشان اور محیر العقول معجزہ کا مشاہدہ کیا ـــــ لیکن پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا یہ کلام اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ انشقاق قمر ہو چکا ہو۔ واللہ علی کل شیء قدیر۔

؎ انہوں نے اس معجزہ کا خود مطالبہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ معجزہ انہیں دکھا دیا جائے تو وہ ضرور ایمان لائیں گے، لیکن جب یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا تو ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوئی۔ الٹا کہنے لگے یہ ایک بڑا زبردست جادو ہے۔

مستمر کے دو معنی بتائے گئے ہیں۔ قال ابو العالیہ والضحاک: محکم قوی شدید وھو من المرۃ وھی القوۃ۔ ابو العالیہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ یہ مِرّۃ جس کا معنی قوت ہے، سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے مضبوط، طاقتور۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کا جادو بڑا زوردار ہے زمین پر ہی نہیں آسمانی چیزوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن قتادہ، مجاہد اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے ذاھب من قولھم مر الشیء واستمر اذا ذھب (قرطبی) اس کا معنی ہے گزر جانے والا۔ جب کوئی چیز آئے اور گزر جائے تو عرب کہتے ہیں مر الشیء واستمر۔

دوسری صورت میں اس جملہ کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ اپنے دوستوں کو تسلی دینے لگے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یک بیک چاند ٹوٹ گیا اور پھر ٹھیک ہو گیا۔ یہ آنی فانی چیز تھی لوگ اس کو جلدی ہی بھول جائیں گے۔ چلتے پھرتوں کی تماشا گری ایسے جادو سے کوئی خطرہ نہیں۔

؎ اس سے پتہ چلتا ہے جب تک انسان ہٹ دھرمی کی روش کو ترک نہ کرے آشکارا معجزہ بھی اس کی ہدایت کا سبب نہیں بن سکتا۔ ہدایت ایسی چیز نہیں جو بلا طلب کسی پر ٹھونس دی جائے یہ تو ایک گوہر عزیز ہے، صرف اسی کو بخشی جاتی ہے جو اس کے حصول کے لیے بیتاب ہو۔

جب کفار ایمان لانے کے لیے تیار ہی نہ ہوتے تو انہیں نعمت ایمان سے آخر کیوں سرفراز کیا جاتا۔ انہوں نے تو دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ وہ کسی قیمت پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ عقل کا چراغ انہوں نے گل کر دیا تھا اور غور و تدبر کا دروازہ انہوں نے سختی سے بند کر دیا تھا۔ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جاتے یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے۔ اسی لیے انہوں نے اس کے باوجود اس کے رسول کی تکذیب کی اور روشن دلائل و معجزات کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل میں لگ گئے۔

؎ یعنی ہر کام کا کوئی نہ کوئی انجام ہے۔ جو ایمان لائے گا اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرے گا اس کا انجام یہ ہوگا کہ اولٰئک ھم المفلحون کا تاج اس کے سر پر سجایا جائے گا اور جس شخص نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا، نفس و شیطان کا غلام بنا رہا اس کا

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴿۴﴾ حِكْمَةٌ ۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾

اور بیشک آچکی ہیں ان کے پاس ایسی (اقوام گزشتہ کی) خبریں جن میں بڑی عبرت ہے ؎ (یہ قرآن) حکمت بالغہ ہے پس نہیں فائدہ دیا ڈرانے والوں نے

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾

نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا ؎ پس آپ منہ پھیر لیجئے ان سے ؎ جس روز بلائے گا پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف ؎

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

(خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی ؎ قبروں سے یوں نکل پڑیں گے جیسے وہ پراگندہ ٹڈیاں

انجام یہ ہوگا اولٰئک هم الخاسرون کہ جہنم میں اسے داخل کر دیا جائے گا۔ علامہ قرطبی نے اس کا معنی کیا ہے ای لیستقر کل عامل علی عمله الخیر مستقرا باهله فی الجنة والشر مستقرا باهله فی النار۔ یعنی ہر عمل اپنے عامل کو کسی خاص ٹھکانے پر پہنچائے گا عمل خیر اپنوں کو جنت میں لے جائے گا اور عمل شر دوزخ میں۔

؎ ان کو راہ راست پر لانے کی یہ پہلی کوشش نہیں۔ گزشتہ نافرمان قوموں کے عبرتناک انجام سے انہیں بار بار خبردار کیا گیا ہے۔ یہ واقعات اتنے اثر انگیز تھے کہ اگر ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی حق کی طلب ہوتی تو انہیں کسی مزید تنبیہ کی ضرورت نہ رہتی۔

مزدجر: ازدجر سے ہے۔ اس کا معنی ہے طرد، منع اور اغلظ یعنی بلند آواز سے کسی کو کسی کام سے باز رکھنا اور جھڑکنا۔ یعنی یہ واقعات انہیں سختی سے منع کر رہے تھے کہ تم گمراہی کی یہ روش چھوڑ دو۔

؎ پہلی آیت میں جو ما ہے اس کا یہ بدل ہے۔ یعنی وہ خبریں ان کو باز رکھنے والی ہی نہ تھیں بلکہ سراپا حکمت بھی تھیں۔ بدل من ما فاعل جاء او خبر لمبتدا محذوف ای ھو، یا ھو مبتدا محذوف کی یہ خبر ہے۔

؎ النذر: نذیر کی جمع ہے۔ یعنی آپ سے پہلے بھی کئی انبیاء تشریف لائے تھے۔ نیز یہ مصدر بھی ہے اور اس کا معنی انذار بھی ہے۔

؎ اے حبیب! آپ ان کے ایمان نہ لانے سے غمزدہ نہ ہوں بلکہ ان سے اپنا رخ انور پھیر لیں۔ انہیں خوب لطف اندوز ہو لینے دیں۔ وہ دن آنے والا ہے جب انہیں ایک بلانے والا ایسی چیز کی طرف بلائے گا جو انہیں انتہائی ناگوار ہوگی۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں: الداعی اسرافیل علیه السلام یقف علی صخرة بیت المقدس یقول ایتها العظام النخرة والجلود المتمزقة والاشعار المتقطعة ان الله یأمرکن ان تجتمعن لفصل الخطاب۔ (مظہری) یعنی اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے بوسیدہ ہڈیو، اے پھٹے ہوئے چمڑو، اے ٹوٹے ہوئے بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اکٹھے ہو جاؤ تاکہ فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤ۔ نکر، فظیع خوفناک یعنی قیامت کا دن۔

؎ لفظ خشع کی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور لکھتے ہیں خشع واختشع وتخشع رمی ببصره نحو الارض

www.KitaboSunnat.com

مُّنۡتَشِرٌ ۝٧ مُّهۡطِعِينَ إِلَى ٱلدَّاعِ ۖ يَقُولُ ٱلۡكَٰفِرُونَ هَٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ۝٨

پھیلی ہوئی ۔ ڈرتے ڈرتے بھاگے جا رہے ہوں گے بلانے والے کی طرف ۔[سلہ] کافر کہتے ہوں گے یہ بڑا سخت دن ہے ۔[سلہ]

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا۟ عَبۡدَنَا وَقَالُوا۟ مَجۡنُونٌ وَٱزۡدُجِرَ ۝٩

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے یعنی انہوں نے جھٹلایا ہمارے بندے کو اور کہا یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑکا بھی گیا ۔[سلہ]

فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَغۡلُوبٌ فَٱنتَصِرۡ ۝١٠ فَفَتَحۡنَآ أَبۡوَٰبَ ٱلسَّمَآءِ بِمَآءٍ

آخر کار اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں بے بس ہو گیا ہوں، اب تو ہی (ان سے) بدلہ لے ۔[سلہ] پھر ہم نے کھول دیے آسمان کے دروازے موسلادھار بارش

وبعضهم خفض صوته ۔ یعنی نظریں نیچی کر لینا، آنکھیں بند کر لینا اور آواز کا آہستہ ہو جانا ۔ خشعًا جمع ہے اس کا واحد خاشع ہے ۔ یخرجون میں ہم ضمیر کا حال ہے اس لیے منصوب ہے ۔

سلہ ابن منظور لکھتے ہیں: هطع و اهطع: اقبل مسرعا خائفا لا یکون الا مع خوف (لسان العرب) یعنی ڈرتے ہوئے تیزی سے کسی کی طرف جانا ۔ هطع اس تیزی کو کہتے ہیں جس میں خوف بھی پایا جاتا ہو ۔ مقصد یہ ہے کہ جب بلانے والا انہیں بلائے گا تو ان کی حالت یہ ہو گی [illegible] ان آیات میں ان کے قبروں سے نکلنے اور وہاں سے بھاگنے کی منظر کشی کی جا رہی ہے ۔ یعنی جب وہ قبروں سے باہر نکلیں گے تو شرم سے آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی [illegible] بلانے والے کی طرف جا رہے ہوں گے ۔ یوں معلوم ہو گا جیسے ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ایک ہی سمت میں اڑتا چلا جا رہا ہے ۔

سلہ اس وقت کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا ہی خوفناک اور ہولناک ہے ۔ عسر: ای یوم شدید الهول عبوس قمطریر ۔ لیکن اس روز قیامت کے دن کے بارے میں ان کا کہنا بے سود ہو گا [illegible] وہ سخت دن آنے کا اور ضرور آ کر رہے گا ۔ [illegible]

سلہ یہاں سے چند گزشتہ قوموں کے عبرتناک انجام کا ذکر شروع ہو رہا ہے ۔ ان کے مفصل حالات مختلف مقامات پر پہلے گزر چکے ہیں ۔ تفصیلات کے لیے ادھر رجوع کیا جائے ۔ یہاں فقط مشکل کلمات کی تشریح یا کوئی نئی چیز مذکور ہوتی ہے تو اس کی وضاحت پر اکتفا کیا جائے گا ۔ نوح علیہ الصلوۃ والسلام نے جب اپنی قوم کو کفر و شرک اور بدکاریوں سے روکا تو ان کم بختوں نے صرف ان کو جھٹلایا ہی نہیں، صرف یہی نہیں کہا بلکہ ان کو ہر طرح جھڑکتے اور دھمکیاں بھی دیتے تھے کہ اگر تم نے اپنے وعظ کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے ۔ ارشاد ہے: [illegible] لئن لم تنته یا نوح لتکونن من المرجومین ۔ انہوں نے انہیں سختی سے جھڑکا اور دھمکی دی کہ اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں رجم کر دیا جائے گا ۔

سلہ نو سو سال سے زیادہ عرصہ آپ ان کو وعظ و نصیحت کرتے رہے لیکن ان کی حالت اور بگڑتی گئی اور ان کی شرارتیں [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُّنْهَمِرٍ ۝١١ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ

کے ساتھ ۱۱ اور جاری کر دیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لیے جو پہلے مقرر ہو چکا

قُدِرَ ۝١٢ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً

تھا ۱۲ اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر ۱۳ جو چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ۱۴

لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝١٤ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝١٥ فَكَيْفَ

یہ بدلہ تھا اس کا جس کا انکار کیا گیا تھا ۱۵ اور ہم نے باقی رہنے دیا اس قصہ کو بطور نشانی تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ۱۶ سو کیسا خوفناک

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝١٦ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

تھا میرا عذاب اور کیسے سچے تھے میرے ڈراوے ۔ اور بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول

اور زیادہ مجبور ہو گئی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی میں مغلوب اور بے بس ہوں تو میری مدد فرما یا اُس کا انتقام لے۔

۱۱ منهمر: المنصب المتدفق۔ موسلا دھار اور بڑی قوت سے برسنے لگا۔ زمین کی تہہ میں جو پانی کے سمندر تھے انہیں حکم ملا وہ جگہ جگہ سے چشموں کی طرح بہہ نکلے۔

۱۲ ادھر زمین اپنے پانی کے ذخائر کو انڈیل رہی تھی ادھر آسمان سے پانی کا سیلاب اُمڈا آ رہا تھا۔ دونوں پانی مل جانے سے تو سارا علاقہ زیر آب آ گیا اور اونچے اونچے مکانات بلند ٹیلے بلکہ پہاڑ بھی زیر آب ہو گئے اور اس مجرم قوم کو تباہ کرنے کا جو فیصلہ کیا گیا تھا وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

۱۳ نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق لکڑی کے لمبے لمبے تختے چیرے اور انہیں بڑے بڑے کیلوں اور میخوں سے جوڑ کر کشتی تیار کی تھی اس میں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو گئے۔

اَلْواح جمع ہے لوح کی لکڑی کے تختے۔ دُسُر: اس کا واحد دسار ہے۔ اس کا معنی المسمار یعنی میخ یا کیل ہے۔

۱۴ بے شک کشتی بڑی مضبوط تھی لیکن طوفان بڑا شدید تھا اور اس میں اٹھنے والی لہریں بڑی خطرناک تھیں۔ کشتی کا ان کی زد سے بچ نکلنا آسان نہ تھا۔ فرمایا کشتی ہماری حفاظت میں چل رہی تھی۔ ہم خود اس کی نگہبانی فرما رہے تھے۔ اس لیے اسے کوئی خطرہ نہ تھا وہ سلامتی سے ان طوفانی موجوں میں خراماں خراماں تیرتی چلی جا رہی تھی۔

۱۵ ہم نے اس طوفان کی یاد کو تازہ رکھا۔ نسلاً بعد نسل ایک دوسرے کو بتاتے گئے۔ اقوام عالم نے اسے اپنی کتابوں میں تحریر کیا تاکہ آنے والے لوگ اس کو پڑھ کر نصیحت قبول کریں۔ ترکنٰہا کی ضمیر واقعہ کی طرف ہے۔ یدل علیہ الفعلة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا

کرنے والا؟ قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا پس کیسا (خوفناک) تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے۔ ہم نے ان

عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ

پر شدید (و تیز) آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن میں۔ وہ اکھاڑ کر پھینکتی تھی لوگوں

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَ

کو گویا وہ تنے ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے۔ پس کیسا (سخت) تھا میرا عذاب اور (کتنے سچے تھے) میرے ڈراوے۔

عبرۃ۔ (قرطبی) بعض علماء نے اس تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں ابقاھا اللہ بباقردی من ارض الجزیرۃ عبرۃ وآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رکھا اور وہ سرزمین جزیرہ کے [illegible] میں ہزاروں سال پڑی رہی یہاں تک کہ جب مسلمانوں نے اس علاقہ کو فتح کیا اس وقت بھی اس کے آثار باقی تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ف اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن ایک آسان سی کتاب ہے ہر کوئی اس کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ قرآن آسان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نصیحت قبول کرنے اور ہدایت پانے کے لیے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہے ہم اس کے لیے اس کتاب مقدس کو آسان کر دیتے ہیں۔ اس کے فہم کو اور فراست سے روشن کر دیتے ہیں۔ اس کے ذہن کو [illegible] بات [illegible] ہیں۔ [illegible] ہدایت پذیری کے لیے اس کی طرف [illegible] اس [illegible] سے گفتگو ہی نہیں کرتے۔ [illegible] بیان کیا گیا ہے [illegible] سزا دی جائے [illegible] اس وقت وہ [illegible] جاتا ہے اور خوب سمجھ جاتا ہے لیکن [illegible] سمجھنے اور سمجھانے کا [illegible] طریقہ ہے جو قرآن نے اختیار کیا ہے۔ وہ لوگ جو گمراہی اور نافرمانیوں میں اپنی عمر برباد کر رہے ہیں ان کے سامنے [illegible] جن سے عبرت حاصل کی جا سکے تاکہ [illegible] آگاہ کر دیا جائے اور ان کے سامنے ایسے واقعات [illegible] جن سے ان کو یقین ہو جائے کہ [illegible] ہر شخص خود فیصلہ کرے کہ قرآن کا انداز تفہیم آسان ہے یا [illegible] میں [illegible] بات کھل جاتے تو بڑا آسان ہے۔

ے قوم عاد نے اپنے نبی کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ آخرکار ان پر تیز ہوا کا عذاب بھیجا گیا۔ [illegible] اور [illegible] زمین پر پٹخ دیتے۔ ان کے [illegible] دیکھ کر یوں لگتا [illegible] کے تنے ہیں جن کی [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ

پھر وہ کہنے لگے کیا ایک انسان جو ہم میں سے ہے اور اکیلا ہے ہم اس کی پیروی کریں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑیں گے۔ کیا اتاری گئی

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ

ہے وحی اس پر ہم سب میں سے؟ نہیں بلکہ وہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے۔ کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے

الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

جھوٹا شیخی باز۔ ہم بھیجنے والے ہیں ایک اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے پس اے صالح! تو ان کے انجام کا انتظار کر

وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾

اور صبر کر۔ اور انہیں آگاہ کر دیجیے کہ پانی تقسیم کر دیا گیا ہے ان کے درمیان، سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوں۔

[illegible]

فی یوم نحس مستمر ۔ علامہ سید محمود آلوسی نے یہاں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے بہت سی ایسی روایات اور اقوال نقل کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں دن مبارک ہے اور فلاں دن منحوس۔ فلاں دن یہ کام کرنا چاہیے اور فلاں دن یہ کام۔ آخر میں فرماتے ہیں اس قسم کی تمام روایات صحیح سند سے ثابت نہیں بلکہ بعض تو بالکل ساقط الاعتبار اور موضوع ہیں۔ ان کا آخری جملہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ وقصاری ما اقول ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن لا دخل لیوم فی ذلک لوقت دون وقت ولو لشیء۔ یعنی مختصر حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ وقت کو یا کسی اور چیز کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں نعم لبعض الاوقات شرف لا ینکر کیوم الجمعۃ وشھر رمضان وغیر ذلک (روح المعانی) ہاں بعض اوقات بڑی برکت اور شرف والے ہوتے ہیں جیسے جمعہ کا دن یا رمضان کا مہینہ۔

۱۲؎ یہاں سے قوم ثمود کی بربادی کا ذکر ہو رہا ہے۔ جب صالح علیہ السلام نے انہیں اللہ کی توحید کی دعوت دی تو وہ آپ سے الجھ پڑے اور کہنے لگے اگر ہم اس کی بات کو مان لیں پھر تو ہم راہ راست سے بھٹک جائیں گے اور اندھے ہو کر تباہی میں جا گریں گے اور دیوانے ہو جائیں گے۔ کہنے لگے یہ آدمی ہماری طرح بشر ہے پھر ہماری قوم کا ایک فرد ہے اور اس کے ساتھ کوئی جتھہ بھی نہیں۔ ایسے شخص کو نبی مان لینا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾

پس انہوں نے بلایا اپنے ایک ساتھی کو تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر (دیکھو) کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾

ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پس وہ اس طرح چورا ہو کر رہ گئے جیسے روندی ہوئی خشک خاردار باڑھ۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ

بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ قوم لوط نے بھی جھٹلایا تھا

بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾

ڈرانے والوں کو۔ ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی ہوا سوائے لوط کے گھرانے کے۔ ہم نے ان کو بچا لیا سحری کے وقت۔

نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم

یہ خاص مہربانی تھی ہماری طرف سے۔ اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں جو شکر کرتا ہے۔ اور بے شک ڈرایا تھا انہیں لوط علیہ السلام نے ہماری گرفت

بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا

سے پس انہوں نے شک کیا ان تنبیہات کے بارے میں۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا لوط سے کہ مہمانوں کو ان کے حوالے کر دیں تو ہم نے میٹ دیا ان کی آنکھوں کو

[illegible]

[illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ

اب چکھو میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ۔ پس صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب

مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

نازل ہوا۔ اب چکھو میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ۔ اور بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا ع ۹

پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ اور آئے آلِ فرعون کے پاس ڈرانے والے ۲۳؎ انہوں نے جھٹلایا ہماری ساری آیتوں کو

فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم

پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا جیسے کہ زبردست قوت والا پکڑتا ہے۔ کیا تمہاری قوم کے کفار بہتر ہیں ان سے یا تمہارے لیے

بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ

معافی لکھ دی گئی ہے آسمانی (صحیفوں) میں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہی رہے گی۔ عنقریب پسپا ہو گی

الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ

یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ۲۴؎ بلکہ ان کے وعدہ کا وقت روزِ قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک

نام و نشان مٹا دیا۔ جب ان کی قوم کو پتہ چلا کہ چند خوش شکل نوجوان لوط علیہ السلام کے پاس آئے ہیں تو دندناتے ہوئے آدھمکے۔ پہلے بہت پیار سے ان کو ورغلانا چاہا کہ وہ ان نوجوانوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ بعد میں ہاتھا پائی پر اتر آئے۔ تو ان کی آنکھوں کو سلب کر لیا گیا یا جبریل نے پر مارا اور ان کی آنکھوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ سارا چہرہ سپاٹ ہو گیا گویا یہاں کبھی کوئی آنکھ تھی ہی نہیں۔

لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تفصیلی تذکرہ ضیاء القرآن جلد اول اور دوم میں ہو چکا ہے۔

۲۳؎ یہی حال فرعون اور اس کی قوم کا بھی ہوا۔

۲۴؎ اے اہل عرب! تم سے پہلے جن قوموں نے انبیاء کی تکذیب کی ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا گیا ان قوموں کو جس انجام سے دوچار ہونا پڑا وہ تم سن چکے ہو۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا آثار نظر نہیں آ رہا کہ تم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو رہے ہو۔ کیا تم اس گھمنڈ میں ہو کہ تم کبھی پکڑے نہ جاؤ گے۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تمہارے پاس اس غلط خیال کی آخر کیا وجہ ہے۔ کیا تمہارے کافر پہلے کافروں سے بہتر ہیں؟ ان کا لشکر

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم

وَ أَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي

اور تلخ ہے۔ بے شک مجرم گمراہی اور پاگل پن کا شکار ہیں۔ اس روز انہیں گھسیٹا جائے گا

النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ

آگ میں منہ کے بل (انہیں کہا جائے گا) چکھو اب آگ میں جلنے کا مزہ۔ ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک

بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

اندازے سے۔ اور نہیں ہوتا ہمارا حکم مگر ایک بار جو آنکھ جھپکنے میں واقع ہو جاتا ہے ۵۰ اور بے شک ہم نے ہلاک کر دیا

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَ

جو تمہاری طرح تھے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے ان کے نامۂ اعمال میں درج ہے۔ اور

کیا تمہیں اس کا یقین ہے؟ یا تم نے کسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عرب کے کفار کچھ بھی کرتے رہیں ہم انہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے یا تم اس زعم میں ہو کہ تم بڑے جتھے اور پیادوں والے ہو۔ تمہاری جمعیت اور نفری بہت زیادہ ہے۔ پہلی قومیں تو قلیل اور کمزور تھیں اس لیے خدا کے غضب نے انہیں آ کر دبوچ لیا اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب کچھ گزند نہیں پہنچا سکتا۔ یہ تینوں باتیں سراسر غلط ہیں۔ عنقریب جب اسلام کے شیروں سے تمہارا مقابلہ ہوگا تمہارے لشکر کو بڑی عبرتناک شکست ہوگی اور تم وہاں سے دُم دبا کر بھاگ نکلو گے۔ چنانچہ بدر کے میدان میں یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں سمجھ نہ سکا کہ وہ کونسا لشکر ہے جو پسپا ہو کر بھاگے گا لیکن جب روز بدر میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زرہ پہنے ہوئے دیکھا اور آپ یہ فرما رہے تھے اللھم ان قریشا جاءتک تحادک وتحاد رسولک بفخرھا وخیلائھا فاحنھم الغداۃ ثم قال سیھزم الجمع ویولون الدبر فعرفت تاویلھا۔ یا اللہ! یہ قریش ہیں جو تجھ سے اور تیرے رسول سے عداوت کا اظہار کرنے کے لیے بڑے فخر و غرور سے آئے ہیں۔ الٰہی! ان کو ہلاک کر دے۔ پھر حضور نے یہ آیت پڑھی سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ اس وقت مجھے اس آیت کا مصداق معلوم ہوا۔ (قرطبی)

۵۰ ہم ایک بار ہی حکم دیں گے اور چشم زدن میں اس کی تعمیل ہو جائے گی۔ لمح کہتے ہیں تیزی سے دیکھنا النظر بالعجلۃ

اشیاعکم، قرطبی کہتے ہیں اشباھکم فی الکفر من الامم الخالیۃ یعنی گزری ہوئی امتوں میں سے جو عقیدہ اور عمل میں تمہاری مثل تھے۔ مستطر: مکتوب۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝

ہر چھوٹی اور بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔ بےشک پرہیزگار باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ۵۱

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

بڑی پسندیدہ جگہ میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس (بیٹھے) ہوں گے ۵۲

۵۱ آخر میں اپنے مقبول بندوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے ہوں گے جہاں پانی، شراب، دودھ، شہد صاف ستھرا اور تازہ بتازہ ... نہریں بہہ رہی ہوں گی اور آیات کی رعایت کرتے ہوئے نہر لفظ واحد ذکر کیا ہے لیکن مراد جمع ہے۔

۵۲ مقعد: بیٹھنے کی جگہ۔ صدق: عمدہ، بہترین، پسندیدہ۔ یہاں موصوف صفت کی طرف مضاف ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مدح المکان بالصدق فلا یقعد فیہ الا اہل الصدق یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو صفت صدق سے موصوف فرمایا ہے اس لیے وہاں اہل صدق ہی کو بیٹھنے کی جگہ ملے گی۔ اس نشست گاہ کو مقعد صدق اسی لیے فرمایا گیا ہے۔ وھو المقعد الذی یصدق اللہ تعالیٰ مواعید اولیاءہ فیہ بانہ یبیح عز وجل لہم النظر الی وجہہ الکریم (روح المعانی) یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے ساتھ جو وعدے فرمائے ہیں وہ پورے فرمائے گا۔ اس وقت ان عاشقان دلفگار کو اذن عام ہوگا کہ اے آتش عشق میں جلنے والو! شوق دیدار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے والو! محبوب ازل اپنے رخ زیبا سے پردہ اٹھا رہا ہے۔ آنکھیں اٹھاؤ اور سیر ہو کر شاہد رعنا کا دیدار کرو۔

علامہ قرطبی عطاء بن یسار سے نقل کرتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی کہ قیامت کے روز فرشتے مومنین کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے یا اولیاء اللہ انطلقوا اے اللہ کے دوستو! تشریف لے چلیے۔ وہ پوچھیں گے کدھر؟ فرشتے کہیں گے جنت کی طرف۔ اہل ایمان جواب دیں گے: انکم تذھبون بنا الی غیر بغیتنا آپ ہمیں ادھر تو نہیں لے جا رہے جو ہماری آرزو و تمنا ہے۔ فرشتے پوچھیں گے تمہاری آرزو کیا ہے؟ فیقولون مقعد صدق عند ملیک مقتدر وہ کہیں گے ہم قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا۔ کچھ وقت گزرا تو مجھے خیال آیا کہ صبح ہو گئی ہے لیکن ابھی کافی رات ہے۔ وہاں میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا چنانچہ میں وہیں سو گیا۔ میں نے اپنے پیچھے کوئی حرکت سنی۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے: ایھا الممتلی قلبہ فرقا لا تفرق وقل اللھم انک ملیک مقتدر ما تشاء من امر یکون ثم سل ما بدالک۔ قال فما سألت اللہ شیئا الا استجاب لی یعنی اے شخص جس کا دل خوف سے بھرا ہوا ہے مت گھبرا بلکہ یہ کہہ اللھم انک ملیک مقتدر ما تشاء من امر یکون اے اللہ! تو بادشاہ ہے بڑی قدرت والا ہے جو کام تو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ یہ کہنے کے بعد جو تیرے جی میں آئے وہ مانگ۔ سعید کہتے ہیں جو چیز بھی میں نے اپنے رب سے مانگی ہے وہ مجھے عطا فرما دی ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: انا اقول ذلک (میں بھی کہتا ہوں) اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ناچیز بندہ بھی عرض کرتا ہے:

اللھم انک ملیک مقتدر ما تشاء من امر یکون فاسعدنی فی الدارین وکن لی ولا تکن علی وانصرنی علی من بغی علی واعذنی من ھم الدین وقہر الرجال وشماتۃ الاعداء وصل اللھم وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ والحمد للہ رب العالمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الرحمٰن

نام : اس مبارک سورۃ کا پہلا کلمہ الرحمٰن ہے یہی اس کا نام ہے۔ نیز اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمانیت کی تجلیاں ہر سو جلوہ فرما ہیں۔ اس لیے اس صورت کے مضامین سے یہ نام بڑی مناسبت رکھتا ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے اس کا نام عروس القرآن بھی مروی ہے۔

اس میں تین رکوع، چھتر یا اٹھتر آیتیں، تین سو اکیاون کلمے، ایک ہزار چھ سو چھتیس حروف ہیں۔

نزول : اگرچہ چند حضرات نے اسے مدنی سورتوں میں شمار کیا ہے لیکن اکثر علماء تفسیر کی یہی رائے ہے کہ اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اس کے مضامین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ روایاتِ صحیحہ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ علامہ قرطبی اس سورت کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں :

"حضرت عروہ ابن زبیر سے مروی ہے کہ ایک روز صحابہ کہنے لگے کہ قریش نے آج تک قرآن کو سنا نہیں یقیناً اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب جرأت کرے اور بلند آواز سے ان کو قرآن حکیم سنائے تو کتنا اچھا ہو۔ حضرت ابن مسعود نے کہا یہ سعادت میں حاصل کروں گا۔ صحابہ نے کہا تمہارا ستانا مناسب نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں کمزور اور ضعیف سمجھ کر زدوکوب کریں۔ کسی ایسے آدمی کو یہ فریضہ انجام دینا چاہیے جس کا قبیلہ زبردست ہو تاکہ اس کے خوف سے کوئی کافر اس پر دست درازی نہ کر سکے لیکن ابن مسعود نے ان کی ایک نہ سنی۔ اٹھے مقامِ ابراہیم کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی سریلی آواز سے بلند آواز میں سورۃ الرحمٰن کی تلاوت شروع کر دی۔ قریش جو اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے پہلے تو انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ بعد میں جب انہیں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے قریب آ کر انہیں مارنا شروع کیا۔ بڑی بیدردی سے انہیں پیٹا یہاں تک کہ ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں اس واقعہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

نخلہ کے مقام پر جب جنات کا ایک گروہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گزرا تو اس وقت حضورؐ نماز صبح میں اسی سورت کی تلاوت کر رہے تھے اور یہ واقعہ بھی ہجرت سے پہلے کی زندگی کا ہے۔ ان روایاتِ صحیحہ کے بعد اس کے نزول کے بارے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضامین : اسمائے حسنیٰ میں سے الرحمٰن کے ساتھ اس سورۃ کا آغاز ہو رہا ہے۔ الرحمٰن رحمت و لطف کی اُن وسعتوں اور بلندیوں کو شامل ہے جن کا تصور کرنا بھی ہمارے حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ انسان کو اس نے پیدا فرمایا اس میں ایسی صلاحیتیں ودیعت کیں اور ایسی استعدادوں کی تخم ریزی کی جن میں سے بعض کا تعلق اس کی روحانی بالیدگی اور ارتقاء سے ہے اور بعض کا تعلق اس کی مادی زندگی کی نشوونما سے ہے۔

پہلے اُس نعمت کو بیان کیا جس کا تعلق اُس کے قلب و ذہن سے ہے یعنی قرآن کریم کا علم اور اسکے اظہار بیان کی قوت۔ اس کے بعد آسمانی اور زمینی اُن نعمتوں کا ذکر کیا جو انسان کی غذا اور اس کی صحت کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس کے ضمن میں چند احکامات بھی ارشاد فرمائے ساتھ ساتھ اپنی شانِ کبریائی کا بھی تذکرہ کر دیا۔

نوعِ انسانی کے ساتھ ایک دوسری نوع کا ذکر بھی یہاں خصوصیت سے کیا گیا ہے جسے جن کہا جاتا ہے ان دونوں کے مادہ تخلیق میں جو فرق ہے وہ بھی بتا دیا اور فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کے بار بار تکرار سے اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا کہ قرآن کے مخاطب صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات بھی ہیں اور جب وہ قرآن کے احکام پر عمل کرنے کے مکلف ہیں تو واضح ہو گیا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں اور حضور جن و انس دونوں کے نبی ہیں۔

دوسرے رکوع میں جن و انس میں سے جو سرکش افراد ہیں اُن کے انجام کے بارے میں بڑی وضاحت سے بتا دیا اور آخری رکوع میں بڑے پرزور انداز سے اُن انعامات اور احسانات کا تذکرہ کر دیا جو مولائے کریم جن و انس میں سے اپنے نیک اور فرماں بردار بندوں پر فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی سے بچائے اور اپنے ہر قسم کے عذاب سے پناہ دے۔ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کی توفیق مرحمت فرمائے اور محبت کی دولت سے مالا مال کرے۔ اور اپنے اُن سعادت مند بندوں میں شامل کرے جن پر وہ راضی ہے۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ وَ اَنْتَ اَکْرَمُ الْمَسْئُوْلِیْنَ بِجَاہِ حَبِیْبِکَ رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۷۷-۴-۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً

سورۃ رحمٰن مدنی ہے اس میں — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — ۷۸ آیات اور ۳ رکوع ہیں

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴

رحمٰن نے ۱ (اپنے حبیب کو) سکھایا ہے قرآن ۲ (اسی نے) پیدا فرمایا انسان (کامل) کو ۳ (نیز) اسے قرآن کا بیان سکھایا۔

۱۔ اس سورۂ مبارکہ میں ان تمام مادی اور روحانی، دنیوی اور اخروی نعمتوں کا ذکر تفصیل سے ہو رہا ہے جن سے جن و انس کو ابتدائے آفرینش سے سرفراز فرمایا گیا، سرفراز فرمایا جا رہا ہے یا عالم آخرت میں سرفراز فرمایا جائے گا۔ اس لیے اس کی ابتدا الرحمٰن سے ہوئی جو اللہ کا صفاتی نام ہے۔ از حد مہربان، بہت ہی رحمت فرمانے والا، جس کا دسترخوانِ جود و کرم اتنا کشادہ ہے کہ مومن و کافر، مطیع و عاصی، اپنے اور بیگانے سب یکساں صورت میں مستفید ہو رہے ہیں اور جس کا دامنِ رحمت اتنا وسیع ہے کہ خطا پوشی کرنے والوں کا ہی نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس کے سایۂ عاطفت میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔

حضرت امام غزالی الرحمٰن کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الرحمٰن: العطوف علی العباد بالایجاد اولا وبالهدایة الی الایمان واسباب السعادة ثانیا والاسعاد بالآخرة ثالثا والانعام بالنظر الی وجهه الکریم رابعا.

یعنی الرحمٰن اپنے بندوں پر از حد لطف و عنایت فرمانے والا۔ اس کا پہلا احسان تو یہ ہے کہ پیدا فرمایا۔ دوسرا لطف یہ ہے کہ پیدا کرنے کے بعد وادیٔ ضلالت میں آوارہ بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑ دیا بلکہ حق کی طرف رہنمائی فرمائی اور اسبابِ سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ تیسری بندہ نوازی یہ کرے گا کہ روزِ حشر ان کی مغفرت فرمائے گا اور نہایت رحمت کا ظہور اس وقت ہو گا جب عاشقانِ زار کو محبانِ دلفگار کو مشتاقانِ دیدار کو شرفِ دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

نیز کفار کے ایک سوال کا جواب بھی ہے۔ انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں الرحمٰن سنا تو کہنے لگے۔ الرحمٰن کون ہے، ہم تو اس کو نہیں جانتے۔ بتایا کہ الرحمٰن وہ ہے جس کی شانِ رفیع تم اس سورۂ مبارکہ میں سنو گے۔

۲۔ اپنے بے شمار انعامات میں سے سب سے پہلے تعلیمِ قرآن کا ذکر کیا کیونکہ یہی وہ آفتاب ہے کہ جب مطلعِ حیات پر طلوع ہوتا ہے تو زندگی کی شبِ دیجور صبحِ سعادت سے آشنا ہوتی ہے۔ انسان جب اس کی ہدایات کو حرزِ جان بنا لیتا ہے تو شرفِ انسانی کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی وہ صحیفۂ رشد و ہدایت ہے کہ بھٹکے ہوئے انسان کا رشتہ اپنے خالقِ کریم سے جوڑ دیتا ہے۔

عَلَّمَ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے یعنی کس کو سکھایا اور کیا سکھایا۔ یہاں دوسرا مفعول تو ذکر کر دیا کہ قرآن کی تعلیم دی لیکن پہلا مفعول کہ کس کو تعلیم دی مذکور نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مفعول اتنا عیاں ہے کہ عدمِ ذکر کے باوجود کسی کو اس کے بارے میں تردد نہیں ہو سکتا اور وہ ہے ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ، حبیبِ کبریا علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء حضور کے سوا علومِ قرآنیہ

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے جتنا کچھ حصہ کسی کو ملتا ہے وہ سب حضور کے واسطے اور حضور کے طفیل ملتا ہے۔

ذرا غور فرمائیے۔ معلم محمد ابن عبداللہ روحی و قلبی فداہ ہے اور معلم خود خالق ارض و سماء ہے۔ شاگرد کس کا! نبی ہے اور استاد عالم الغیب والشہادۃ ہے اور پڑھایا کیا جا رہا ہے؟ قرآن . . . کون سا قرآن؟ جو سراپا رحمت ہے، جو مجسم ہدایت ہے، جو نور علی نور ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھٰذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین۔ جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جس کا ذکر اس کتاب مبین میں موجود نہ ہو) اس تعلیم سے جو کچھ بہرہ یاب ہوا اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

خلیفۃ اللہ فی الارض آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا علم آدم الاسماء کلھا اور خلیفۃ اللہ فی العالم کے بارے میں فرمایا علم القرآن . . .

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

؎ اس سے قبل جس نعمت کا ذکر ہو رہا ہے یہاں انسان سے مراد نوع انسانی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بھی منقول ہے کہ الانسان سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قال ابن عباس ایضا وابن کیسان الانسان ھٰھنا یراد بہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (قرطبی)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں جاز ان یقال خلق الانسان یعنی محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علمہ البیان یعنی القرآن فیہ بیان ما کان وما یکون من الازل الی الابد یعنی یہ درست ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور علمہ البیان سے قرآن مراد ہو جس میں ما کان وما یکون جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے ازل سے ابد تک کا بیان ہے۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں فعلی ھٰذا الجملتان الاخیرتان بیان وتفصیل للاولی لان المراد بالعلم القرآن (وکلھا الفعل) متعلقۃ بالرحمٰن۔ یعنی جب الانسان سے حضور کی ذات والا صفات مراد ہو اور علمہ البیان سے بھی حضور کو بیان کی تعلیم ہو تو یہ دونوں آیتیں پہلی آیت کی تفصیل ہوں گی یعنی جس کو قرآن کا علم دیا ہے اسی انسان کی پیدائش اور اس کو بیان سکھانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ الرحمٰن مبتدا ہے اور یہ تینوں جملے بعد دیگرے اس کی خبریں۔ علامہ خازن، علامہ بغوی اور دیگر مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی قول نقل کیا ہے۔

خلق الانسان میں الانسان سے مراد اگر نوع انسانی ہو اور علمہ البیان میں بھی اسی کو بیان کی تعلیم کا ذکر ہو تو یہ بھی الرحمٰن کی شان رحمانیت کا روشن ظہور ہے۔ لیکن جب خود بنائیں الانسان سے مراد وہ ہستی ہے جو باعث تخلیق کائنات، فخر آدم و بنی آدم ہیں جسے خداوند کریم نے رحمۃ للعالمین کے دلنواز لقب سے مشرف فرمایا ہے اور علمہ البیان سے مراد بیان حقیقت اور اظہار اسرار کی وہ بے مثال قوت ہو جو شان نبوت کا خاصہ ہے تو شان رحمانیت کی ضیا پاشیوں کا کیا عالم ہو گا۔

یہ بھی بتا دیا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول اور برگزیدہ بندے کو قرآن سکھایا اور خود ہی اسے بیان قرآن کی تعلیم دی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءَ

سورج اور چاند حساب کے پابند ہیں ؎ اور آسمان کے تارے اور زمین کے درخت اسی کو سجدہ کناں ہیں ؎ اور آسمان اسی

رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا

نے بلند کیا ؎ اور میزان (عدل) قائم کی ؎ تاکہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو۔ اور وزن کو

قرآن جس نے خود سکھایا ہے اور اسی کا بیان خود بخود ہے قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور اس کا بیان بھی اسی نے سکھایا ہے جو شخص آیات قرآنی کو وہ معانی پہناتا ہے جو سنت نبویہ کے خلاف ہیں تو وہ صرف سنت کا انکار نہیں کر رہا بلکہ قرآن کے بیان خداوندی سے روگردانی کر رہا ہے۔

؎ اس سورۃ کے آغاز کے بعد جس سے عالم روحانیت کے در و بام جگمگا رہے ہیں اب اس شمس و قمر کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے ہماری یہ مادی دنیا آفتاب و نور ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ یہ سورج اور چاند مقررہ حساب کے مطابق حرکت کر رہے ہیں۔ یہ منزلیں اور بروج ان کے لیے مقرر ہیں جن سے یہ تجاوز نہیں کرتے ہیں اور نہ بگڑ رہی ہے اپنے مدار میں معروف سیر ہیں۔ کیا مجال کہ سر مو ادھر ادھر ہو جائیں یا سر مو ان کی رفتار میں تقدیم و تاخیر ہو۔ قال ابن عباس وقتادة وابو مالک یجریان بحساب فی منازل لا یعدوانها ولا یحیدان عنها۔ اسی نظام کی پابندی کے باعث وقت پر سورج طلوع ہوتا ہے اور وقت پر دن طلوع ہوتا ہے اور رات آتی ہے۔ چاند مقررہ وقت پر اپنا طلوع و غروب ہوتا ہے اسی لیے ہم ماہ و سال کا حساب کر سکتے ہیں۔ اگر اس نظام میں ذرا سا خلل بھی آ جائے تو ساری کائنات چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔ نظام شمسی میں جو باقاعدگی اور نظم و ضبط ہے کیا یہ اللہ کی شانِ ربوبیت کا ظہور نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔

؎ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جس کا تنا ہو اور نجم ان جڑی بوٹیوں کو کہتے ہیں جن کا تنا نہ ہو جیسے ترکاریاں، بیلیں وغیرہ
النجم ما لا ساق له والشجر ما له ساق

سجود سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر جھکا دینا ہے۔ اصل السجود للتذلل والاستسلام والانقیاد لله عز وجل یعنی قضا کے حکم کے سامنے جس طرح ایک ضابطہ پر سختی سے کاربند ہیں اسی طرح ہماری زمین کے درخت اور ننھی ننھی جڑی بوٹیاں بھی قانون الٰہی کی پابند ہیں۔ اگر النجم سے مراد ستارے لیے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

؎ آسمان کو اللہ تعالیٰ نے ہی بلند کیا ہے۔ نہ یہ خود بخود ہیجان کے باعث معرض وجود میں آیا ہے اور نہ کسی اور دیوی دیوتا نے اس کی تخلیق کی ہے۔ اس کی موجودہ ساخت میں بھی اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت جلوہ نما ہے۔

؎ علامہ آلوسی اس جملہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ای شرع العدل وامر به یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی عدل کا قانون بنایا اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اسی عدل کے باعث نظام کائنات میں حسن و خوبی قائم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے بالعدل قامت السموات والارض۔ اور یہاں عدل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں پائی جانے والی ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا

الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝٩ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝١٠

ٹھیک رکھو انصاف کے ساتھ [۸] اور تول کو کم نہ کرو [۹] اور اس نے زمین کو پیدا کیا ہے مخلوق کے لیے [۱۰]

ہے جو اس کے مناسب تھی۔ اس کی بقا اور نشوونما کے لیے ایسے وسائل مہیا کر دیے ہیں جن کی اسے ضرورت تھی۔ مجاہد، ابن جریر طبری اور اکثر علماء سے وضع المیزان کا یہی مفہوم منقول ہے۔ کئی علماء نے یہاں المیزان سے ترازو مراد لیا ہے یعنی جس نے آسمان کو بلند بنایا اسی نے ترازو بھی بنایا ہے تاکہ لین دین میں عدل و انصاف ملحوظ رہے۔

[۸] جب تم ایک ایسی کائنات میں رہتے ہو جہاں عدل و انصاف کی فرمانروائی ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز قانون اور ضابطہ کی پابند ہے تو اے اولاد آدم! تم پر بھی ضروری ہے کہ اپنے قول و عمل میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو۔

علامہ راغب اصفہانی نے وزن کے لفظ کے تحت اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ ھذا اشارۃ الی مراعاۃ المعدلۃ فی جمیع ما یتحراہ من الافعال والاقوال۔ مجاہد اور دیگر علمائے تفسیر نے اس آیت کا یہ معنی بتایا ہے کہ وزن کرو تو انصاف کے ساتھ، نہ دیتے وقت کم تولو اور نہ لیتے وقت زیادہ تولو۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے ہمیں کاروبار میں دیانت کا سبق دیا ہے اور ان ہدایات پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ بھی اس کی شان ربانیت کا ایک مظہر ہے۔ جس معاشرہ میں لین دین میں دیانت داری ختم ہو جاتی ہے۔ بددیانتی اور لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہو جاتا ہے وہ معاشرہ زیادہ دیر تک پھل پھول نہیں سکتا۔ وہ ایسے اخلاقی اور معاشی بحرانوں میں پھنس جاتا ہے جن سے اس کا بچ نکلنا ممکن نہیں رہتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس راہ پر قدم اٹھانے سے روک دیا جو بربادی کی راہ ہے۔

[۱۰] علامہ راغب وضعھا کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں الوضع ھنا الایجاد والخلق یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ اس میں ہر جاندار آرام اور سکون سے اپنی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ ہوا، روشنی، پانی، آگ، اشیائے خورونی، آسائش و آرام کے دیگر لوازمات یہاں فراہم کر دیے گئے ہیں تاکہ ہر چیز اپنی ضروریات زندگی حاصل کر کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔ الانام: قال ابن عباس وغیرہ الحیوان کلہ۔ وقال الحسن الانس والجن۔ ابن عباس فرماتے ہیں ہر جاندار کو انام کہتے ہیں۔

بعض لوگ اشتراکیت کی عینک سے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں اور بے جا اس کی آیات سے اشتراکی تعلیمات ثابت کرتے ہیں۔ یہاں بھی انہوں نے ٹھوکر کھائی۔ انہوں نے لغت عرب کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے انام کو انسان کا مترادف قرار دیا اور کہا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین سب انسانوں کے لیے مشترک ہے اور چونکہ ہر ملک کی حکومت وہاں کے باشندوں کی نمائندہ ہوتی ہے اس لیے زمین کی ملکیت کے حقوق صرف حکومت کو حاصل ہیں۔ اس طرح یہ لوگ قرآن کی آیت پر زیادتی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بھی نہیں شرماتے۔ انام سے مراد انسان، حیوان، چرند، پرند، درند وغیرہ سب جاندار چیزیں ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

فِيهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

اس میں گوناگوں پھل ہیں اور کھجوریں غلافوں والی ۱۱ اور اناج بھی بھوسہ والا

وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ

اور خوشبودار پھول ۱۲ پس (اے جن و انس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۱۳ پیدا فرمایا انسان کو بجنے والی

۱۱ ۔ الاکمام: جمع ہے کِمّ کی۔ اس سے مراد وہ غلاف ہے جو شروع میں پھلوں پر چڑھا ہوتا ہے تاکہ ان کا رس اور ان کا نرم گودا ضائع نہ ہو جائے۔ موسمی تغیرات اس کو خراب نہ کر دیں۔ کھیاں اور کیڑے اس کو کھا نہ جائیں۔ جس مولائے کریم نے تمہاری خوراک کے تدریجی اسباب کو اتنی خوبصورتی سے مہیا کر دیا ہے اور ان کو ہر طرح کے بیرونی مضر اثرات سے بچا رکھا ہے تاکہ جب تیرے منہ میں کھجور کا دانہ یا گندم کا کوئی دانہ پہنچے تو وہ بالکل پاک صاف اور تازہ ہو۔ کیا اس کی شانِ ربوبیت کا تم انکار کر سکتے ہو۔

۱۲ ۔ الحبّ: اناج کے دانے۔ العصف: گندم اور جو کے پودے کے پتے جو بھوسہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ الریحان: طرح طرح کے خوشبودار پھول یعنی جو اناج پیدا کیے ہیں ان کا کچھ حصہ تمہارے کھانے کے کام آتا ہے۔ ان کا کچھ حصہ تمہارے جانوروں کی خوراک بنتا ہے اور کہیں رنگ برنگے پھول کھلے ہیں جو تمہاری افسردہ طبیعت کو تازگی اور شگفتگی بخشتے ہیں۔ الغرض جدھر بھی تم دیکھو اور جو چیز بھی دیکھو اس کی رحمت کے جلوے تمہیں نظر آئیں گے۔

۱۳ ۔ آلاء: جمع ہے۔ اس کا واحد اَلیٰ اور اِلْیٌ و اِلیٰ ہے۔ اس کا معنی ہے النعمۃ یعنی نعمت۔ (لسان العرب)

سورۃ کے آغاز سے لے کر یہاں تک بڑی بڑی عظیم الشان نعمتوں کو شمار کیا۔ ان میں ایسی نعمتیں بھی ہیں جن پر ہماری روحانی اور اخروی زندگی کی کامیابی کا انحصار ہے۔ بعض وہ ہیں جن سے ہماری دنیوی زندگی طرح طرح کی راحتوں اور آسائشوں سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ بعض وہ ہیں جن میں ہماری مرضی اور سعی کو دخل نہیں۔ نیز عدل و انصاف کے بارے میں ایسے احکام بھی ہیں جن سے امن و سکون میسر آسکتا ہے۔ ان نعمتوں کے ذکر کرنے کے بعد اب جنوں اور انسانوں کو کہا جا رہا ہے کہ تم ہماری ان بے شمار نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے پوری سورۃ الرحمٰن کی تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم بالکل گم سم ہو کر بیٹھے رہے۔ تم سے تو جنوں نے بہتر جواب دیا۔ جب بھی میں یہ آیت پڑھتا (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ) تو وہ جواب میں کہتے وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے اور سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

ہم پر ضروری ہے کہ جب ہم یہ سورۃ سنیں اور جب بھی یہ آیت پڑھی جائے تو اس کے جواب میں ہم بھی یہی کہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِأَيِّ

مٹی سے ٹھیکری کی مانند ۱۲ اور پیدا کیا جان کو آگ کے خالص شعلے سے ۱۳ پس (اے جن و انس)

۱۲ یہاں انسان سے مراد بالاتفاق آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ ہی کی تخلیق بلا واسطہ صلصال سے ہوئی۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر قرآن کریم میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔

پہلے مٹی (تراب) لی گئی۔ پھر اس میں پانی ملا کر گارا تیار کیا گیا جسے طین کہا گیا۔ پھر وہ گارا کچھ عرصہ یونہی پڑا رہا یہاں تک کہ اس میں چکناہٹ اور لیس پیدا ہو گئی۔ اسے طین لازب فرمایا گیا۔ اسی طرح کچھ عرصہ وہ گارا خمیر پڑا رہا تو اس میں بو پیدا ہو گئی اور اس کی رنگت سیاہی مائل ہو گئی۔ اسے حمأ مسنون کہا گیا۔ پھر وہ لیس دار اور بدبودار گارا خشک ہو گیا اور وہ یوں بجنے لگا جس طرح پکا ہوا ٹھیکرا بجتا ہے۔ اس کے پیکر کو بشریت کا جامہ پہنایا گیا۔ پھر اس میں اپنی خاص روح پھونکی گئی۔ اب ملائکہ اس کی عظمت و شان کے آگے فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔

قرآن کریم میں ان تدریجات کا یوں ذکر کیا گیا ہے:

كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ (آل عمران: ۵۹) بَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ (السجدة: ۷) إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ (الصافات: ۱۱) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (الحجر: ۲۶) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ

چونکہ ان آیات میں تخلیق آدم کے مختلف مدارج کو بیان کیا گیا ہے اس لیے ان میں کوئی تضاد نہیں۔ پھر تخلیق آدم کے بعد نسل انسانی کی تخلیق ایک قطرہ آب سے ہوئی جو رحم مادر میں قرار پکڑ کر مختلف مرحلے طے کرتا ہوا انسانی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔

۱۳ جان جنوں کے جد امجد (پہلے باپ) کا نام ہے۔ جس طرح آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی اسی طرح جان کی تخلیق خالص آگ سے ہوئی۔ پھر جنوں کی نسل کو چلانے کے لیے توالد و تناسل کا وہی نظام یہاں بھی جاری ہے جو انسانوں میں ہے۔ مارج کہتے ہیں خالص آگ کو جس میں دھوئیں کا نام و نشان نہ ہو۔ قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں صراحۃً بتا دیا کہ انسان اور جن دو مختلف نوع ہیں۔ ایک کا اصل مٹی ہے اور دوسرے کا اصل آگ ہے۔ اب جو لوگ جنات کو الگ نوع تسلیم نہیں کرتے بلکہ نوع انسانی کے بعض افراد کو جن کہتے ہیں وہ قرآن کریم کی ان آیتوں کو بار بار پڑھیں۔

اس سے کئی اور مسائل بھی معلوم ہو جاتے ہیں کہ جس طرح انسان باشعور اور بااختیار ہونے کے باعث احکام شرعی کی بجا آوری کا مکلف ہے اسی طرح جنات بھی باشعور اور بااختیار ہیں اور احکام شرعیہ کی بجا آوری ان پر بھی ضروری ہے۔

نیز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح بنی نوع انسان کی طرف نبی بن کر تشریف لائے ہیں اسی طرح جنات کے لیے بھی نبی ہیں۔ نیز فبای الاء ربکما تکذبن میں ضمیر تثنیہ کا مرجع جن و انس دونوں ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات مادہ سے مجرد نہیں بلکہ انسان کے خاکی پیکر کی طرح ان کا آتشی پیکر ہے۔ وفی الآية رد على من يزعم ان الجن نفوس مجردة۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۱۶ وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے ۱۷ پس (اے گروہ) جن وانس

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے رواں کیا ہے دونوں دریاؤں کو جو آپس میں مل رہے ہیں۔ ان کے درمیان آڑ ہے آپس میں

لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ

گڈمڈ نہیں ہوتے ۱۸ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ نکلتے ہیں ان سے موتی

۱۶ اے انسان! تیری اپنی ذات ہے۔ دیکھ تیرے رب نے اس مشت خاک کو کتنا حسین پیکر بخشا ہے اور اس میں بے شمار خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتے ہیں، زبان کلام کرتی ہے، دل تمام جسم میں خون پہنچاتا ہے۔ تیرے کارخانہ جسم میں کیسے کیسے نادر کل پرزے نصب کر دیئے ہیں۔ تیرے شکم میں نظام ہضم کیسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا ہے جس سے حیات ملتی ہے۔ ان کی خصوصیات اور بے پایاں مہربانیاں ہیں۔ اے جن وانس! اب تم بتاؤ کہ تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت پر ناشکری کرو گے۔

۱۷ موسم گرما کا مشرق اور ہے اور موسم سرما کا مشرق اور۔ اسی طرح دونوں کے مغرب بھی الگ الگ ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر دن کا مشرق و مغرب الگ ہے۔ وہ مشرقین و مغربین کا ہی رب نہیں بلکہ وہ تو رب المشارق والمغارب ہے۔

خود ہی بتاؤ مشرقین

و مغربین میں کس کی خدائی کا پرچم لہرا رہا ہے اور کس کے حکم کے آگے ہر چیز سرافگندہ ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ اگر سال بھر ایک ہی مشرق اور ایک ہی مغرب ہوتا تو نہ موسم بدلتے اور نہ ہر موسم کے ساتھ مخصوص پھل، اناج اور دیگر چیزیں پیدا ہوتیں۔ تمہاری زراعت، تمہاری باغبانی بلکہ صنعت و حرفت کی ترقی کے امکانات بالکل محدود ہو کر رہ جاتے اور تمہاری راتیں بے کیف اور تمہارے دن اتنے بوجھل ہوتے کہ تم شاید زندگی کا بوجھ زیادہ دیر تک نہ اٹھا سکتے۔ بتاؤ تم اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرتے ہو۔

۱۸ جب آپ کسی جانور کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیں تو کہا جاتا ہے مرجت الدابة۔ اسی لیے چراگاہ کو عربی زبان میں مرج و مروج کہتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں پانی میٹھے اور کھاری کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اپنی اپنی گزرگاہوں میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ لگتا ہے کہ آپس میں مل بھی جاتے ہیں لیکن ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ قدرت نے ان دونوں کے درمیان ایک ایسی رکاوٹ قائم کر دی ہے جو دکھائی نہیں دیتی لیکن مضبوط اتنی ہے کہ انہیں آپس میں گڈمڈ نہیں ہونے دیتی۔ میٹھا پانی الگ اور کڑوا الگ میلوں ایک ساتھ بہتا چلا جاتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مراد آباد سے بمبئی مالابار کے لیے روانہ ہوئے۔ ریلوے کا آخری سٹیشن شاید کالی کٹ تھا۔ ہم تقریباً رات وہاں بسر کی اور شوقِ سیاحت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ

اور مرجان۔ شلہ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور اسی کے زیر فرمان ہیں وہ جہاز جو سمندر میں

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ ع ۱۱

پہاڑوں کی مانند بلند نظر آتے ہیں۔ شلہ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ شلہ جو کچھ زمین پر ہے

فیصلہ کیا کہ یہاں سے پیدل سیر و سیاحت کرتے ہوئے خشکی تک جا پہنچیں گے۔ ... دو مختلف وادیوں سے دو نالے آتے ہوئے دیکھے۔ ایک کا رنگ نیلا تھا اور دوسرے کا رنگ سفید۔ وہ ایک جگہ آکر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور کئی فرلانگ تک ہم اس کے کنارے کنارے چلتے گئے۔ دونوں پانی یکجا بہتے کے باوجود آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ یہ ایک قابل دید منظر ہے۔ سمندر میں سفر کرنے والے لوگوں نے عجیب عجیب انکشافات کیے ہیں کہ سمندر میں جہاں کھاری پانی ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے اس کے عین وسط میں میٹھے پانی کے قطعات ہوتے ہیں۔ بحری سفر کرنے والے ان سے اپنے ذخائر بھر لیتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ضیاء القرآن جلد سوم سورۃ فرقان) تو اے جن و انس! تم کہاں تک اپنے رب کریم کی نعمتوں کا انکار کرتے رہو گے اور اس کے کس کس انعام کی ناشکری کرو گے۔

شلہ میٹھا اور کھاری پانی جہاں ملتا ہے وہاں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں جن کو تم زینت و آرائش کے لیے کام میں لاتے ہو۔ مختلف بیماریوں میں دوا کا کام بھی دیتے ہیں اور بیشمار ان سے طرح طرح کے تم فائدے اٹھاتے ہو۔ لؤلؤ: بڑا موتی۔ مرجان: مونگا اور چھوٹے موتی کو بھی مرجان کہتے ہیں۔

شلہ جوار: السفن الکبار جمع جاریۃ۔ یعنی بڑی کشتیاں۔ اس کا واحد جاریۃ ہے۔ المنشآت: السفن المرفوعۃ الشرع۔ وہ کشتیاں جن کے بادبان بلند کیے جاتے ہیں۔ اعلام جمع ہے علم کی۔ اس کا معنی ہے پہاڑ یعنی سمندروں میں پہاڑوں کی مانند بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دیکھو کس شان سے سطح آب پر یہ اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ سب اسی خالق حقیقی کے تابع فرمان ہیں۔ اسی خالق حکیم نے پانی میں یہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ وہ لاکھوں ٹن بوجھ اٹھائے رہتا ہے۔ اسی نے ایسی چیزیں پیدا فرمائی ہیں جن سے کشتیاں اور جہاز بنتے ہیں۔ بھاری بھرکم ہونے کے باوجود ڈوبتے نہیں بلکہ تیرتے چلے جاتے ہیں اور اسی نے انسان کو وہ سمجھ عطا فرمائی جس سے اس نے جہاز سازی کی صنعت میں کمال حاصل کیا۔

شلہ اللہ تعالیٰ اگر ایسی چیزیں پیدا نہ فرماتا جو پانی پر تیر سکتی ہیں یا پانی میں یہ صلاحیت نہ ہوتی کہ اس میں آسانی سے جہاز رانی ہو سکے بلکہ بادل کی طرح ہر چیز اس میں دھنستی چلی جاتی تو کیا ور دراز ملکوں میں جو کہ دریاؤں، بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل جیسے سمندر حائل ہیں تمہاری آمد و رفت ممکن ہو سکتی؟ یا تم ایک ملک کی مصنوعات اور غذائی اجناس دوسرے ملک میں لے جا سکتے؟ کیا یہ سب اسی کی رحمت کے کرشمے نہیں۔ اے جن و انس! چشم ہوش کھولو۔ اپنے خالق و مالک کو پہچانو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ انکار اور ناشکری کی راہ پر کب تک چلتے رہو گے۔

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ فَبِأَيِّ

فنا ہونے والا ہے۔ اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے ۲۷ پس (اے جن وانس)

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۲۸ مانگتے ہیں اس سے (اپنی حاجتیں) سب آسمان والے اور زمین والے ۲۹ ہر روز وہ ایک نئی

هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ

شان سے تجلی فرماتا ہے ۳۰ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۳۱ ہم عنقریب فارغ ہو جائیں گے تمہاری طرف

۲۷۔ اگر کسی کو عزت و جاہ حاصل ہو، اگر کسی کے پاس دولت و ثروت کی فراوانی ہو، اگر اسے کسی وسیع علاقہ میں اقتدار و اختیار
مل جائے تو اکڑنا نہیں، اترانا نہیں چاہیے بلکہ اسے رب کریم کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اسے یہ حقیقت ہمیشہ ذہن نشین کر لینی
چاہیے کہ وہ خود اور اس کا جاہ و حشم بلکہ اس زمین پر جو کچھ ہے سب فانی ہے۔ سب نے فنا ہو جانا ہے۔ بقا اور دوام صرف ذات
ذوالجلال والاکرام کا حصہ ہے۔ وجہ: وجود الباری تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال: الظوا بیا ذالجلال والاکرام۔ یعنی ہر دعا مانگتے وقت یا ذالجلال والاکرام ضرور کہا کرو۔

۲۸۔ زندگی نعمت ہے تو فنا اور موت بھی نعمت ہے۔ ان سے پوچھیے جو کسی اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہیں، رات کو
قرار ہے نہ دن کو چین، ہر وقت درد سے تڑپتے رہتے ہیں۔ ان بدنصیبوں سے پوچھیے جن کی لمبی عمر ان کے لیے وبال جان بن گئی۔ آنکھیں دیکھنے
سے، زبان بولنے سے محروم ہیں۔ ٹانگیں چلتی نہیں، معدہ کمزور، جگر بیکار اور دل بیمار ہے۔ ذرا سا کام کرنا دوبھر ہو گیا ہے۔ انسان اپنے
اہل و عیال کے لیے بھی ایک ناپسندیدہ اور ناقابل برداشت بوجھ بن کر رہ گیا ہے۔ کیا ان کے لیے موت کی آغوش امید افزا اور راحت بخش
نہیں۔ نیز موت تو وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان مصائب و آلام کی اس دنیا سے چھٹکارا حاصل کر کے عالم آخرت کی ابدی نعمتوں سے
بہرہ ور ہوتا ہے اور اہل محبت تو کہتے ہیں الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کہ موت ایک پل ہے جو یار کو یار سے ملاتا ہے۔

۲۹۔ زمین و آسمان میں جو چیز ہے نوری ہو یا خاکی، آبی ہو یا ناری، بڑی ہو یا چھوٹی، معزز ہو یا حقیر، بلا استثناء سب کے سب
اس کے دربار میں اپنے سوال کا دامن پھیلائے ہوئے ہیں اور اسی کے جود و کرم پر آس لگائے بیٹھے ہیں۔ بیمار صحت مانگ رہا ہے، بھوکا
رزق مانگ رہا ہے۔ طالب علم گوہر علم کے لیے جھولی پھیلاتا ہے۔ دولت کے طالب زر و سیم مانگ رہے ہیں اور ارباب معرفت و اہل
اس کی رضا مانگ رہے ہیں۔ کون ہے جو وہاں سائل نہیں، اور کون ہے جو اس کے در کا گدا نہیں۔

۳۰۔ مخلوق کا تو یہ حال ہے اور حق تعالیٰ اپنی مخلوق کی احتیاجوں کو رفع فرما رہا ہے، ان کی دعاؤں کو قبول فرما رہا ہے۔ کسی کو تاج سلطانی
بخش رہا ہے۔ کسی کو نعمت علم سے مالا مال کر رہا ہے۔ کسی کے سینے میں چراغ معرفت فروزاں کیا جا رہا ہے اور کسی کو اپنے دید کی نعمت بخشی جا رہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ

اے جن و انس! (۳۱) پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے گروہ جن و انس!

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا

اگر تم میں طاقت ہے کہ تم نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے تو نکل کر بھاگ جاؤ۔

کوئی پیدا ہو رہا ہے کوئی مر رہا ہے کوئی بن رہا ہے کوئی بگڑ رہا ہے کہیں قحط کی چیرہ دستیاں ہیں اور کہیں ابر رحمت برس رہا ہے۔ کسی کو نوازا جا رہا ہے اور کسی کو اس کی پیہم ناشکرگزاریوں کے باعث اپنی نعمتوں سے محروم کیا جا رہا ہے۔ یہ ہر روز اس کی شان کا ظہور ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کسی بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کا مفہوم پوچھا۔ وہ نہ بتا سکا اور کل تک کی مہلت طلب کی اور بڑا افسردہ اور پژمردہ گھر آیا۔ اس کا ایک سیاہ فام غلام تھا۔ اس نے پوچھا میرے آقا آپ پریشان کیوں ہیں؟ اس نے پریشانی کی وجہ بتائی۔ غلام نے کہا آپ مجھے سلطان کے پاس لے چلیں میں اسے اس آیت کا مفہوم بتاؤں گا۔

وہ غلام جب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ گویا ہوا۔ ایہا الامیر! شانہ ان یولج اللیل فی النہار ویولج النہار فی اللیل ویخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویشفی سقیما ویسقم سلیما ویبتلی معافا ویعافی مبتلا ویعز ذلیلا و یذل عزیزا ویفقر غنیا ویغنی فقیرا۔

یعنی اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ وہ بیمار کو صحت یاب اور صحت یاب کو بیمار کرتا ہے۔ آرام و عافیت والے کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اور جو مصیبت میں مبتلا ہے اس کو آرام و سکون عطا فرماتا ہے۔ وہ ذلیل کو عزت بخشتا ہے اور عزت والے کو ذلیل کرتا ہے۔ وہ غنی کو فقیر اور فقیر کو غنی بناتا ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر اسے قلمدان وزارت سونپ دیا۔ غلام نے کہا یا مولائی ہذا من شان اللہ تعالیٰ میرے آقا یہ بھی میرے اللہ تعالیٰ کی ایک شان ہے۔

عبداللہ بن طاہر نے حسین بن فضل کو بلایا اور کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ ان القلم جف بما ھو کائن الی یوم القیامۃ کہ قیامت تک جو کچھ وقوع پذیر ہونے والا ہے وہ لکھا جا چکا ہے اور قلم اب خشک ہو چکا ہے یعنی اب مزید کچھ نہیں لکھا جائے گا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے کل یوم ھو فی شان۔ حسین نے برجستہ جواب دیا فانہا شئون یبدیہا لا شئون یبتدیہا۔ یعنی شان سے مراد ازل میں طے شدہ فیصلوں کا اظہار اور نفاذ ہے نہ کہ نئے فیصلوں کا آغاز۔

۳۲ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بہت مصروف ہے بڑی کٹھن مہمات درپیش ہیں بڑے اہم معاملات تصفیہ طلب ہیں، تم سے نمٹنے کے لیے اس کے پاس وقت نہیں۔ جب ان مہمات سے فراغت ہو گی تو پھر تم سے باز پرس فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات اس سے برتر ہے کہ کوئی کام اسے یوں مشغول کر دے کہ وہ دوسرے کام کرنے سے معذور

www.KitaboSunnat.com

لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ﴿٣٣﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ

نہیں نکل سکتے بغیر سلطان کے (اور وہ تمہارے پاس نہیں)۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ بھیجا جائے گا

ہو جائے یہاں فرغ بمعنی قصد مستعمل ہوا ہے چنانچہ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ سنفرغ لکم ایها الثقلان قال ابن الاعرابی ای سنعمد لکم واحتج بقول جریر فرغت الی العبد المقید فی الحجل قال معنی فرغت قصدت وفی حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افرغ الی اضیافک ای اعمد واقصد (لسان العرب) کہ سنفرغ کا معنی توجہ کرنا، قصد کرنا ہے۔ جریر کے مصرع میں فرغت بمعنی قصدت ہے اور حضرت صدیق کے اس قول افرغ الی اضیافک کا معنی ہے اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہو۔ نیز عرب جب کسی کو دھمکی دیتے ہیں تو کہتے ہیں اذا افرغ الیک ای اقصدک یعنی اب میں تیری طرف متوجہ ہوں گا اور تیری خبر لوں گا۔ اور ثقلان سے مراد جن و انس ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ان کو گناہوں سے بوجھل ہونے کی وجہ سے ثقلین کہا گیا ہے۔ لانهما مثقلان بالذنوب۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ابھی تو ہم نے تمہیں غور و فکر کرنے سوچنے اور اپنی اصلاح کر لینے کی مہلت دی ہوئی ہے۔ تم گناہ کرتے ہو، نافرمانی کرتے ہو، ہم درگزر کر دیتے ہیں۔ لیکن جب مہلت کی گھڑیاں ختم ہو جائیں گی اور اجل سے تم دوچار ہو جاؤ گے اس وقت ہم تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ پھر دیکھیں گے کون پنجۂ قدرت سے سرتابی کی جرأت کرتا ہے۔

۳۳۔ جنات کو اپنی قوت وطاقت پر بڑا گھمنڈ تھا اس لیے یہاں ان کا ذکر صراحت سے کیا اور انسانوں سے پہلے کیا۔ یعنی اگر تم غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ تمہیں کوئی نہیں پکڑ سکتا یا اگر تمہیں پکڑنے کے لیے کوئی فرشتہ آیا تو تم کنی کترا کر دوسری طرف نکل جاؤ گے اور ہماری دسترس سے باہر چلے جاؤ گے تو اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو۔ تم زمین و آسمان سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے۔ جب حشر کے میدان میں تمہیں کھڑا کیا جائے گا تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے تمہارے ارد گرد گھیرا ڈالے ہوں گے۔ کیا ان سات گھیروں کو توڑ کر تم نکل کر کہیں جا سکو گے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اس گھیرے کو توڑنے کے لیے تو سلطان (قوت وطاقت) چاہیے۔ تم ضعیف و ناتواں کب یہ حلقہ توڑ سکتے ہو۔

عارف باللہ مولانا پانی پتی فرماتے ہیں سلطان سے مراد (سلطانی) بڑی قوت ہے یعنی ویسے تو زمین و آسمان کے دائرہ کو توڑ کر نکلنا ممکن نہیں البتہ بڑی قوت کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ ان حد بندیوں سے باہر نکل سکتا ہے۔ کما نفذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہ لیلۃ المعراج من السموات السبع الی سدرۃ المنتہی والصوفی ینفذ من دائرۃ الامکان الی مدارج القرب بحول اللہ وقوتہ (مظہری)

یعنی جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اپنے جسم اطہر کے ساتھ ساتوں آسمانوں سے پار تشریف لے گئے اور صوفی دائرۂ امکان سے مدارج قرب تک نفوذ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قوت سے کرتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں ۳۸ پھر تم اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکو گے ۳۹ پس (بتاؤ) جن و انس! تم اپنے رب

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝

کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۴۰ پھر جب پھٹ جائے گا آسمان تو سرخ ہو جائے گا جیسے رنگا ہوا سرخ چمڑا ۴۱

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ

پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تو اس روز کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں

وَّلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ

نہ پوچھا جائے گا ۴۲ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پہچان لیے جائیں گے مجرم

۳۸ اگر اس روز تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو تم پر آگ کا خالص شعلہ اور کالا دھواں چھوڑا جائے گا۔ وہ اسی قدم پر تمہیں بے بس کر دے گا۔ شواظ: اللھب الذی لا دخان فیہ۔ وہ شعلہ جس میں دھوئیں کا نام و نشان نہ ہو۔

نحاس: الدخان الذی لا لھب فیہ۔ وہ دھواں جس میں شعلہ نہ ہو۔ نحاس کا دوسرا معنی پگھلا ہوا تانبا بھی ہے۔

۳۹ پھر تم اپنی مدد بھی نہ کر سکو گے یا تم ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے۔ نہ جن انسانوں کی نہ انسان جنوں کی۔

۴۰ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے بدکاروں کو بر وقت ان کے انجام بد سے خبردار کر دیا تاکہ اگر وہ بچنا چاہیں تو بر وقت توبہ کر لیں۔

۴۱ وقوع قیامت کے وقت آسمان کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ وردۃ: گلاب کا پھول جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ الدھان: رنگا ہوا سرخ چمڑا۔

۴۲ یعنی جس شخص نے گناہ کیا ہے اسی سے باز پرس ہو گی کسی اور انسان یا جن کو اس کا جواب دہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ قال ابو العالیہ لا یسئل غیر المجرم عن ذنب المجرم۔

اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ضرورت نہیں ہو گی کہ وہ مجرم سے پوچھے کہ اس نے یہ جرم کیا ہے کیونکہ وہ تو پہلے ہی جانتا ہے بلکہ اس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔

بِسِيمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

اپنے چہروں سے تو انہیں پکڑ لیا جائے گا پیشانی کے بالوں سے اور ٹانگوں سے ۶۱ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾ يَطُوفُونَ

کو جھٹلاؤ گے۔ یہی وہ جہنم ہے جسے جھٹلایا کرتے تھے مجرم۔ وہ گردش کرتے رہیں گے جہنم

بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾ وَلِمَنْ خَافَ

اور گرم کھولتے پانی کے درمیان جو انتہا کو پہنچا ہوگا ۶۲ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور جو شخص ڈرتا ہے

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾

روبرو کھڑا ہونے سے اپنے رب کے اس کے لیے دو باغ ہیں ۶۳ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں باغ پھیلی ہوئی شاخوں والے ہوں گے

۶۱ فرشتے دور سے دیکھ کر ہی مجرم کو پہچان لیں گے۔ ان کے چہرے سیاہ اور ان کی آنکھیں خوف سے نیلی ہوں گی۔ انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا اور جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

۶۲ جحیم اور حمیم کے درمیان سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ جب دہکتے انگاروں اور لپکتے ہوئے شعلوں سے تنگ آ جائیں گے اور پیاس کی شدت کے باعث پانی پانی کہیں گے تو انہیں کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ شدید پیاس کے باعث اسے ہونٹوں کے قریب لے جائیں گے تو اس کی حدت ہونٹوں کو جلا کر رکھ دے گی۔ آنٍ : ماء بالغ من الحرارة اقصاها۔ وہ پانی جو انتہا درجہ گرم ہو۔

۶۳ یہاں مقام اگر اسم ظرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اس جگہ سے ہر وقت خائف و لرزاں رہتے ہیں جہاں کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا اور اگر اسے مصدر کے معنی میں لیا جائے تو پھر اس کے دو مفہوم ہوں گے۔ ایک یہ کہ جو لوگ ہر وقت اس بات سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ ان کا رب ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ وہ ان کے افعال و اقوال سے پوری طرح باخبر ہے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسی بھول نہ ہو جائے جس کے باعث ان کا رب ان سے ناراض ہو جائے۔ دوسرا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اپنے رب کی جناب میں کھڑا ہونے سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

علامہ سے منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز قیامت کے بارے میں سوچنے لگے، میزان، جنت و دوزخ وغیرہ واقعات پر غور کرتے کرتے لرز اٹھے اور کہنے لگے اے کاش میں چارہ ہوتا کوئی جانور آ کر مجھے چر لیتا اور میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ ہولِ قیامت اور اللہ تعالیٰ کے جلال کا خیال کر کے بے قرار ہو گئے۔ اس وقت یہ آیتیں اتریں کہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کو

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٩﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ﴿٥٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥١﴾ فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴿٥٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں ہوں گی۔ پس اے جن و انس! تم اپنے

اللہ تعالیٰ ایک نہیں کئی کئی جنتیں عطا فرمائے گا۔

جنت سے یہاں اس کا لغوی معنی باغ ہی مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ڈرتے زندگی بسر کرتے ہیں انہیں جنات عدن میں دو دو باغ عطا فرمائے جائیں گے۔ ایک وہ جس میں ان کا رہائشی محل ہو گا جہاں وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہیں گے۔ دوسرا وہ جہاں ان کی بزم نشست ہو گی۔ دوست احباب سے ملاقاتیں ہوں گی۔ نشاط و طرب کی محفلیں منعقد ہوں گی اور یتنازعون فیہا کأسا لا لغو فیہا ولا تأثیم کا دلکش سماں ہو گا۔

علامہ بغوی نے ایک بڑی پیاری حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل الا ان سلعة الله غالية الا ان سلعة الله الجنة۔

جس مسافر کو راہزنوں کا ڈر ہوتا ہے وہ سوتا نہیں رات بھر چلتا رہتا ہے اور جو رات بھر چلتا رہتا ہے وہ اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کا سامان بہت گراں ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

۴۸؎ یہاں سے ان دو باغوں کی توصیف شروع ہے۔ ان دونوں باغوں کے درخت بڑے شاندار ہوں گے ان شاخوں پر سبز سبز پتے۔ ان پر خوبصورت پھول اور لذیذ پھل بڑی بہار دکھا رہے ہوں گے۔

مذکر کے لیے ذُوْا استعمال ہوتا ہے جو اصل میں ذَوَوٌ تھا۔ مؤنث کے لیے ذات جو اصل میں ذوات ہے۔ تخفیف کے لیے واؤ گرا دی اور ذوا اور ذات رہ گیا۔ تو اسے تثنیہ لفظ کو اپنے اصل کی طرف لوٹاتے ہیں۔ ذات کا جب تثنیہ بنایا گیا تو ذواتا ہو گیا۔

افنان جمع ہے اس کا واحد فَنَنٌ ہے جس کا معنی ہے شاخ۔ الفنن: الغصن۔ بعض نے افنان کو فن کی جمع کہا ہے اس وقت افنان کا معنی ہو گا الوان الفاكهة وانواع الاشجار والثمار۔ یعنی وہ جنت ایسے ہوں گے جن میں رنگ برنگے پھل اور قسم قسم کے درخت ہوں گے۔ ہر باغ میں چشمے جاری ہوں گے پانی کی فراوانی ہو گی۔

۵۲؎ ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی۔ ایک وہ جسے تم جانتے ہو اسے دیکھا بھی ہو گا چکھا بھی ہو گا لیکن اسی پھل کی ایک قسم جو جنت میں ہی پائی جاتی ہے تمہارے لیے بالکل نئی ہو گی۔

www.KitaboSunnat.com

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بستروں پر جن کے استر تافتہ کے ہوں گے ۵۴

وَ جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ

اور دونوں باغوں کا پھل نیچے جھکا ہوگا ۵۵ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ

نیچی نگاہوں والی (حوریں) ہوں گی جن کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے ۵۶ پس تم

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ

اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ گویا یاقوت اور مرجان ہیں ۵۷ پس تم

۵۴ وہ لوگ جنہوں نے ڈرتے ڈرتے اپنی ساری عمر گزار دی تھی یہاں بڑے مطمئن اور پرسکون ہوں گے۔ بستر بچھے ہوں گے جن کا استر تافتہ کا ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک پر گاؤ تکیہ ہوگا۔ یہ لوگ ان پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ہر قسم کے فکر و اندیشہ سے بے نیاز۔ بطائن بطانۃ کی جمع ہے۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اندر کی طرف لگا ہو۔ استبرق: ریشم کا موٹا کپڑا، دیباج، تافتہ۔

۵۵ جنا اسم ہے بمعنی وہ پھل جو چنا جاتا ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ وہاں پھلدار درختوں کے خوشے یوں جھکے ہوں گے کہ ان کو توڑنا بالکل آسان ہوگا۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے جس حالت میں بھی آپ ان سے لطف اندوز ہونا چاہیں گے وہ بالکل آپ کے منہ کے قریب جھک آئیں گے۔

۵۶ ان باغات میں جو محلات اور مکانات ان جنتیوں کے لیے بنائے گئے ان میں ایسی عورتیں ہوں گی جو شرم و حیا کا پیکر ہوں گی۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی۔ وہ اپنے شوہروں کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گی۔ باشرم و باحیا ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اتنی پاکدامن اور عفت مآب ہوں گی کہ آج تک انہیں کسی جن یا انسان نے چھوا تک نہ ہوگا۔

۵۷ ان کے چہرے یاقوت کی طرح سرخ ہوں گے اور ان کے بدن مرجان کی طرح سفید اور شفاف ہوں گے۔

آپ ذرا غور فرمائیں ان کے ظاہری حسن و جمال کے ذکر سے پہلے قرآن کریم نے ان کی شان عفت و حیا کا ذکر فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کا حقیقی جمال اور اس کی سچی دلربائی اس کی پاکدامنی اور اس کی آنکھوں کا شرمیلا پن ہے۔

گہر میں آب گہر کے سوا کچھ اور نہیں

یہ نہ ہو تو وہ خضرۃ الدمن ہے یعنی کوڑے کے ڈھیر پر اگا ہوا سبزہ۔ اس کی طرف کیسے آنکھ کر جا سکتے ہیں اللہ اس کو اپنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَيِّ

اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ کیا احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ اور بھی ہو سکتا ہے ۶۲ پس اے جن و انس

تو زوال بنا کر زور سے ہنگ سکتے ہیں، لیکن ایک شریف النفس اور باذوق آدمی کو تو اس سے بدبو آئے گی۔ اس کی سڑاند سے اس کا دماغ پھٹنے لگے گا۔

دنیا میں بھی امت مصطفویہ کی بہو بیٹیوں کو عفت و حیا کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیے۔

یہ قاصرات الطرف کون ہوں گی؟ وہ نیک بیبیاں جو دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کے نکاح میں تھیں وہی جنت میں ان کے محلات کی زینت بنیں گی۔ ان کے علاوہ انہیں حوریں بھی عطا کی جائیں گی۔ نیز وہ مسلمان عورتیں جو کسی کے نکاح میں نہ تھیں یا جن کے خاوند جہنم رسید ہو گئے ان کو بھی جنتی مردوں کے ساتھ بیاہ دیا جائے گا۔ یہی حال مومن جنوں اور باایمان جنیوں کے ساتھ بھی ہوگا۔

علامہ آلوسی تحقیق کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ والذی یغلب علی الظن ان الانسی یعطی من الانسیات والحور والجنی یعطی من الجنیات والحور (روح المعانی)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ دنیا کی بیبیاں افضل ہوں گی یا جنت کی حوریں۔ حضور نے فرمایا نساء الدنیا افضل من الحور العین کفضل الظہارۃ علی البطانۃ۔ یعنی دنیا کی عورتیں جنتی حوروں سے افضل ہوں گی جس طرح ابرہ استر سے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ حضور نے فرمایا بصلاتھن وصیامھن وعبادتھن اپنی نمازوں اپنے روزوں اور اپنی عبادات کے باعث وہ افضل ہوں گی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو نورانی بنائے گا۔ ان کے جسم ریشم سے نرم، ان کے چہرے سفید، ان کے لباس سبز اور ان کے زیورات سونے کی طرح زرد۔ ان کی انگیٹھیاں موتیوں کی اور ان کی کنگھیاں سونے کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نہال ہو کر کہیں گی۔ الا نحن الخالدات فلا نموت ابدا۔ الا ونحن الناعمات فلا نباس ابدا۔ طوبیٰ لمن کنا لہ وکان لنا۔ کان کھول کر سنو! ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں۔ ہمیں موت نہیں آئے گی۔ سن لو ہم نازک اندام ہیں اور خوبصورت ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ جس کے حصہ میں ہم آئیں گی اور وہ ہمارے حصہ میں آئے گا۔

۶۲ یعنی جس نے بندہ ہوتے ہوئے اپنے بندگی کے حقوق کو حسن و خوبی سے انجام دیا کیا خالق عالم اپنی شان بندہ نوازی میں کوئی کمی باقی رہنے دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہ کرے گا اور اس کا اجر دینے میں بخل سے کام نہ لے گا۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور پوچھا ھل تدرون ما قال ربکم۔ تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ قالوا اللہ ورسولہ اعلم صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا یقول ھل جزاء من انعمت علیہ بالتوحید الا الجنۃ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو میں نے نعمت توحید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور ان دو کے علاوہ دو اور باغ بھی ہیں ۶۲۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا

جھٹلاؤ گے۔ دونوں نہایت سرسبز و شاداب ۶۴۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں

عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

دو چشمے جوش سے ابل رہے ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں میوے ہوں گے

وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ

اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں اچھی سیرت والیاں اچھی صورت

حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾

والیاں ہوں گی ۷۰۔ پس اے جن و انس! تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ حوریں پردہ دار خیموں میں ۷۲

سرفراز فرمایا گیا جنت کے بغیر بھلا اس کی کوئی جزا ہو سکتی ہے۔

۶۲ جن دو باغوں کا ذکر پہلے ہوا ان سے کم درجے کے دو باغ اور ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ انہیں خوش نصیبوں کو یہ دو باغ بھی مرحمت فرمائے جائیں گے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ پہلے جن دو باغوں کا ذکر ہوا وہ سابقین و مقربین کے لیے ہیں اور یہ دو باغ جو ان سے کم درجے کے ہیں اہل الیمین کے لیے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم۔

۶۴ یعنی یہ دو باغ بھی بڑے سرسبز و شاداب ہوں گے۔ مُدْهَآمَّتٰنِ اس سبزہ کو کہتے ہیں جو سیاہی مائل ہو۔ ان باغوں میں چشمے ہوں گے جن سے پانی پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہا ہوگا۔ النضخ: فوران الماء۔ پانی کا زور سے ابلنا۔

۷۰ ان میں بھی عورتیں ہوں گی۔ اخلاق کے اعتبار سے بھی بے مثال اور حسن و جمال میں بھی بے نظیر۔ خیرات: خیرات الاخلاق حسان الوجوہ۔ یعنی جن کے اخلاق بہترین اور چہرے خوبصورت ہوں گے۔

۷۲ حُوْرٌ جمع ہے اس کا واحد حوراء ہے۔ ہی الشدیدۃ بیاض العین والشدیدۃ سواد سوادھا۔ یعنی جس کی آنکھ کا سیاہ حصہ بہت زیادہ سیاہ ہو اور سفید حصہ بہت ہی زیادہ سفید ہو۔ مقصورات فی الخیام فرما کر ان کے باحیا اور باشرم ہونے کا ذکر فرمایا کہ وہ آوارہ پھرنے والیاں نہیں ہیں بلکہ اپنے اپنے خیموں میں جلوہ افروز رہتی ہیں۔ ان کے ظاہری اور باطنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ

پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان کو بھی اب تک نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور

لَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ

نہ کسی جن نے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز مسند پر

خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

جو ازحد نفیس، بہت خوبصورت ہوں گی ۸۳ پس (اے انس و جن) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

حسن و جمال سے ان کے خیموں کا گوشہ گوشہ معطر اور منور ہے۔ ان کے گھر کی فضا خوشی اور مسرت سے معمور رہتی ہے۔

۸۳ رفرف کے کئی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ سبز رنگ کی ریشمی چادر جو بستر پر بچھائی جاتی ہے اور تکیے جن پر ٹیک لگائی جاتی ہے۔ الرفرف ضرب من البسط وقیل الوسائد۔ (کشاف) اور علامہ قرطبی نے رفرف کے بہت سے معانی بیان کیے ہیں ایک معنی یہ بھی لکھا ہے وقد قیل ان الرفرف شیئ اذا استوی علیہ صاحبہ رفرف بہ واھوی بہ کالمرجاح یمینا وشمالا و رفعا وخفضا یتلذذ مع انیسہ۔ رفرف ایک ایسی چیز کو کہتے ہیں جس پر جب انسان بیٹھتا ہے تو کبھی وہ اوپر اٹھتا ہے کبھی نیچے کبھی دائیں کبھی بائیں۔ وہ جنتی اپنی مونس و ہمدم کے ساتھ بیٹھا لطف اندوز ہو رہا ہوگا۔ لطف و مسرت کے لحاظ سے یہ معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عبقری، ثیاب منقوشۃ تبسط۔ چمکدار نقش و نگار والے قالین۔ ایسا قالین خود ہی بڑا خوبصورت ہوتا ہے لیکن اس کی خوبصورتی اور نفاست کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسے حسان: بہت خوبصورت فرما رہا ہے۔

علامہ جوہری اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں العبقر موضع تزعم العرب انہ من ارض الجن ثم نسبوا الیہ کل شیئ تعجبوا من حذقہ او جودۃ صنعتہ وقوتہ (صحاح) یعنی عبقر ایک موضع کا نام ہے جس کے بارے میں عرب کا گمان ہے کہ وہ جنات کی سرزمین ہے۔ پھر ہر چیز جس کی ذہانت و مہارت یا اس کی بناوٹ کی عمدگی اور نفاست یا اس کی قوت سے وہ متعجب ہوتے ہیں تو اس کو عبقر کی طرف منسوب کر کے عبقری کہہ دیتے ہیں۔

سوچیے اگر یہ چند روزہ زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری میں انسان گزار دے اور اس کے صلے میں اسے ان عدیم النظیر اور لازوال روحانی اور جسمانی لذتوں اور مسرتوں سے نوازا جائے تو یہ کتنا نفع والا سودا ہے۔ کتنا خوش بخت ہے وہ جس نے زندگی کو اس کاروبار میں صرف کیا۔ اس سورۂ پاک میں الرحمٰن کی شان رحمانیت کے آپ نے کتنے دل موہ لینے والے مظاہر دیکھے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین کے طفیل اس روسیاہ کو اس کے ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

اے حبیب! بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام، بڑی عظمت والا، احسان فرمانے والا ۵۳

کہ اس کی رفیقۂ حیات کو اور اہل و عیال اور دوست احباب کو اپنی ان تجلیات اور سرمدی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین!
صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم

۵۳۔ اس سورت کا آغاز کتنا دلربا تھا اور اس کا اختتام کتنا مسرت آفریں اور نشاط انگیز ہے۔ فرمایا جا رہا ہے اے محبوب! تیرے رب کا نام پاک کتنا برکت والا ہے۔ تیرے اس پروردگار کا نام جو بڑی عظمت والا اور بڑے احسان فرمانے والا ہے۔

اللھم تبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صالحًا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔

اللھم صل وسلم وبارک علیٰ حبیبک ونجیبک وصفیک ونبیک قائد الانبیاء وسید الرسل وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الکرام وعلینا وعلیٰ سائر امتہ معہم یا رب العالمین یا ذا الجلال والاکرام۔ آمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الواقعہ

نام: اس کی پہلی آیت میں "الواقعہ" کا کلمہ ہے یہی اس کا نام ہے۔ اس سورۃ میں تین رکوع، چھیانوے آیتیں، تین سو اٹھتر کلمے اور ایک ہزار سات سو تین حروف ہیں۔

نزول: حضرت حسن بصری، عکرمہ، جابر اور عطاء کے نزدیک یہ تمام کی تمام مکہ میں نازل ہوئی۔ البتہ حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ اس کی چند آیات مدنی ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ یہ تمام کی تمام مکہ میں نازل ہوئی۔

علامہ سیوطی نے "الاتقان" میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے ترتیب نزول یہ نقل کی ہے پہلے سورۃ طٰہٰ پھر الواقعہ اور اس کے بعد الشعراء۔

حضرت فاروق اعظم سنہ ۵ نبوی میں ایمان لائے۔ یہ سورۃ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی کیونکہ جب آپ نے اپنے بہنوئی اور بہن کو زدوکوب کیا اور آپ کی بہن کا سر پھٹ گیا اور اس کا خون بہنے لگا۔ اس سے آپ کا دل بہت متاثر ہوا۔ آپ نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ فرمانے لگیں، "اے عمر! تم مشرک ہو اور مشرک ناپاک ہوتا ہے۔ فانہ لا یمسھا الا الطاھر۔ اور اس صحیفہ کو صرف پاک ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔ یہ جملہ اسی سورت کی ایک آیت لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۷۹) میں مذکور ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت حضرت عمر کے ایمان لانے سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

مضامین: جس زمانہ کے ساتھ اس سورت کے نزول کا تعلق ہے اس وقت صرف تین باتیں زیر بحث تھیں توحید، قرآن اور قیامت۔

وقوع قیامت کے بارے میں ان کا انکار از بس شدید تھا، وہ اسے محال اور خلاف عقل یقین کرتے تھے اس لیے وہ سورتیں جو اس زمانہ میں نازل ہوئیں ان میں قیامت کے بارے میں ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی گئی ہے۔

اس سورۃ کا آغاز وقوع قیامت کے ذکر سے ہو رہا ہے بتایا گیا اس روز نوع انسانی تین گروہوں میں بانٹ دی جائے گی۔ دائیں طرف والے، بائیں طرف والے اور سبقت لے جانے والے۔

پہلے رکوع میں بڑی تفصیل سے السابقون اور اصحاب الیمین کے حالات ذکر کیے گئے ہیں۔ دوسرے رکوع میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(اصحاب الشمال (بائیں طرف والے) کی خستہ حالی کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ جسے پڑھ کر دل پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۵۷ سے دوسرے رکوع کے اختتام تک اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے دلائل ایسے رنگ میں پیش کیے گئے ہیں جن کو تسلیم کرنے سے وہ بھی گریز نہیں کر سکتے۔

آخری رکوع میں قرآن کریم کی حقانیت اور کلام الٰہی ہونے پر دلائل پیش کیے گئے ہیں: مواقع النجوم کی قسم اٹھا کر سامعین کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ جس طرح نظام بے مثال پیا فلکی اور ہم رنگی کا مشاہدہ تم کو اس کی دنیا میں کر رہے ہو اسی طرح کا بے مثل نظم و نسق اور ہر آیت کی دوسری آیت سے وابستگی تمہیں قرآن حکیم میں بھی نظر آنے لگی۔ لیکن اس کے معانی اور حقائق تک رسائی ہر شخص کا نصیب نہیں۔ وہ لوگ جن کا دل پاک، نگاہ پاک اور نیت پاک ہوتی ہے وہی اس چشمہ فیضان کے لیے اپنے رخ زیبا سے نقاب سرکاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اس چشمہ شیریں سے سیراب ہوتے اپنی پیاس بجھاتے اپنے گلستان حیات کی آبیاری کرتے تم نے اسے جھٹلانا شروع کر دیا ہے اور روز و شب جھٹلاتے ہی رہتے ہو کیا تمہارا مقدر صرف انکار اور تکذیب ہی ہے۔ صد حیف! تمہاری اس نادانی پر۔

آیات: ۸۲ تا ۸۶ میں انہیں موت کی یاد دلا کر جھنجھوڑ دیا کہ کب تک بدمست و مخمور رہو گے؟ کیا اس وقت تک بے شعور پڑے رہو گے جب فرشتہ اجل آ کر تمہاری شہ رگ پر اپنا آہنی ہاتھ رکھ دے؟

سورت کے اختتام سے پہلے پھر گزشتہ تین جماعتوں کے حالات کو بالاختصار دہرا دیا۔

خصوصیت: اس سورۃ کی ایک خصوصیت کے بیان میں چند احادیث مذکور ہیں۔ قارئین کے لیے ان کا مطالعہ خیر و برکت کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لیے انہیں یہاں درج کر رہا ہوں۔

۱۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدا (البیہقی وغیرہ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھتا ہے اسے فاقہ ہرگز نہیں آئے گا۔

۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدا (ابن عساکر)

ترجمہ: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتا ہے، اسے کبھی فاقہ نہ ہو گا۔

۳۔ عن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سورۃ الواقعۃ سورۃ الغنی فاقرؤھا و علموھا اولادکم (ابن مردویہ)

ترجمہ: حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سورۃ الواقعہ دولت و ثروت کی

www.KitaboSunnat.com

سورۃ ہے۔ اسے خود بھی پڑھا کرو اور اسے اپنی اولاد کو بھی تعلیم دو۔

عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علموا نساءکم سورۃ الواقعۃ فانہا سورۃ الغنی و الدیلمی۔ ھکذا من الدر المنثور۔

ترجمہ: حضرت انسؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا اپنے گھر کی مستورات کو یہ سکھا دو (یعنی یاد کرادو) کیونکہ یہ دولت و ثروت کی سورۃ ہے۔

علامہ قرطبی نے یہاں ایک بڑا دلچسپ مکالمہ نقل کیا ہے جو حضرت عثمان اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان ہوا۔ حضرت ابن مسعود جب آخری مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان ان کی بیمار پرسی کے لیے ان کے ہاں تشریف لے آئے اور پوچھا:

"ما تشتکی؟" آپ کو کیا بیماری ہے؟

آپ نے کہا: "ذنوبی" مجھے اپنے گناہوں کی بیماری ہے۔

پھر حضرت عثمان نے پوچھا: "فما تشتھی؟" آپ کیا چاہتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: "رحمۃ ربی" میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔

پھر آپ نے کہا: "افلا ندعو لک طبیباً" کیا ہم آپ کے لیے کوئی حکیم نہ بلائیں؟

انھوں نے کہا: "الطبیب امرضنی" حکیم نے ہی مجھے بیمار کیا ہے۔

پھر حضرت عثمان نے پوچھا: "افلا نامر لک بعطائک؟" کیا ہم آپ کو آپ کا ماہانہ عطیہ ادا کرنے کا حکم نہ دیں؟

آپ نے کہا: "مجھے اس کی ضرورت نہیں"

آپ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا: "آپ کی وفات کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا"۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے جواب میں کہا: "کیا آپ کو یہ فکر ہے کہ میری وفات کے بعد میری بچیاں بھوک اور افلاس کا شکار ہوں گی، ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھا کریں اور میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ کی تلاوت کرتا ہے اسے کبھی بھی بھوک اور افلاس سے واسطہ نہیں پڑے گا۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَتِسْعُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورۃ الواقعہ مکی ہے اور اس میں ۹۶ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾

جب قیامت برپا ہو جائے گی ۱؎ نہیں ہوگا جب یہ برپا ہوگی اسے کوئی جھٹلانے والا ۲؎ کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلند کرنے والی ۳؎

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً

جب زمین تھر تھر کانپنے لگے گی ۴؎ اور ٹوٹ پھوٹ کر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے

۱؎ قرآن کریم میں قیامت کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ الصاخۃ، الطامۃ، الآزفۃ۔ اسی طرح اس کا ایک نام الواقعۃ بھی ہے کیونکہ یہ ضرور وقوع پذیر ہوگی کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے روک سکے اس لیے اسے الواقعۃ کہا گیا ہے۔

۲؎ زبان عرب کاذبۃ کا یہ معنی بتایا ہے ای لا یردھا شیء یعنی کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی کسی میں ایسی طاقت نہیں ہے جو اسے وقوع پذیر ہونے سے روک سکے۔

فراء نے اس کا یہ مفہوم ذکر کیا ہے۔ لیس لوقعتہا المکذب بہا یعنی جب یہ وقوع پذیر ہو جائے گی تو کوئی شخص انکار نہیں کر سکے گا۔ کسی میں یہ جرأت نہ ہوگی کہ اس کے واقع ہونے کو جھٹلا سکے۔ اس کا ایک اور معنی بھی بتایا گیا ہے۔ ان قیامہا جد لا ہزل لہ۔ یعنی قیامت کا واقع ہونا کوئی مذاق نہیں بلکہ بڑی پکی بات ہے۔

کفار قیامت کا انکار کیا کرتے تھے اور یہ سمجھتے کہ مرنے کے بعد جی اٹھنا ناممکن ہے۔ وہ ہرگز اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے کہ یہ زمین، یہ فلک، یہ پہاڑ، یہ آسمان سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے قرآن کریم نے حتمی انداز میں یہ بتا دیا کہ تم لاکھ انکار کرو قیامت ضرور برپا ہوگی۔ تم سب مل کر بھی اسے روکنا چاہو تو اسے روک نہیں سکو گے۔ تم آج انکار کر رہے ہو کل جب اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے تو تم اس کو جھٹلا نہیں سکو گے۔

۳؎ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خفضت اعداء اللہ فی النار ورفعت اولیاء اللہ فی الجنۃ۔ یعنی قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آتش جہنم میں گرا کر ذلیل کر دے گی اور اولیاء اللہ کو جنت میں مرتبہ بلند سے سرفراز کرے گی۔

۴؎ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں الرجۃ: الحرکۃ الشدیدۃ۔ شدید حرکت۔ مفسرین لکھتے ہیں۔ ترج کما یرتج

www.KitaboSunnat.com

مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ

جائیں گے شہ اور تم لوگ تین گروہوں میں بانٹ دیے جاؤ گے شہ پس ایک گروہ دائیں ہاتھ والوں کا ہوگا، کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ

الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ

والوں کی۔ اور دوسرا گروہ بائیں ہاتھ والوں کا ہوگا، کیا خستہ حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا۔ اور تیسرا گروہ جو خیر میں آگے بڑھنے

السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ

والوں کا ہے وہ اس روز بھی آگے آگے ہوں گے۔ یہی مقرب بارگاہ ہیں۔ عیش و سرور کے باغوں میں ہیں۔ ایک بڑی جماعت

النسیف للهدم حتی یتهدم کل ما علیها یعنی جس طرح بھوسے میں ہلایا جاتا ہے کچھ اوپر اچھلتا ہے کچھ نیچے جھکتا ہے۔ اسی طرح زمین بھی اضطراراً بھوسے کی طرح ہلے گی یہاں تک کہ اس کے اوپر جو کچھ ہے مکانات، درخت، پہاڑ سب گر پڑیں گے اور ریزے اکھڑ جائیں گے۔

شہ کسی چیز کا ٹوٹ پھوٹ جانا، ریزہ ریزہ ہو جانا۔ بث الشیء اذا فتته قال الفراء صارت دقیقا۔ فراء کہتے ہیں کسی چیز کا پس پس کر آٹے کی طرح باریک ہو جانا۔

روشن دان سے جب دھوپ اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں غبار کے جو ذرے اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں ان کو ھباء کہتے ہیں۔ منبث، منتشر، پراگندہ۔

شہ ازواج کا معنی یہاں اصناف ہے۔ جب کسی چیز کے مقابلے میں دوسری چیز ذکر کی جائے تو اسے زوج کہتے ہیں۔ ای اصنافا کل صنف یکون او یذکر مع صنف آخر زوج (مظہری)

اس روز لوگوں کو تین گروہوں میں بانٹ دیا جائے گا پہلا گروہ اصحاب المیمنة، دوسرا اصحاب المشئمة اور تیسرا السابقون۔

میمنة، یا تو یمین سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دایاں ہاتھ کیونکہ ان نیک بختوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے یا ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا یا اس لیے کہ ان کی روحیں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب تھیں اس لیے انہیں اصحاب المیمنہ کہا گیا ہے۔ یا یہ یمن سے ماخوذ ہے جس کا معنی یمن و برکت ہے۔ کیونکہ ان کی ساری زندگی اپنے رب کریم کی بندگی میں بسر ہوئی۔ اس کی یاد میں ان کے رات دن کٹتے تھے اس کو راضی کرنے کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ ایسے لوگوں سے بڑھ کر یمن و برکت والا کون ہو سکتا ہے۔ اس لیے اصحاب المیمنہ کہا گیا۔

اصحاب المشئمة، اس کی وجہ تسمیہ میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ یا تو یہ شؤم سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بایاں ہاتھ کیونکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِئِينَ

پہلوں سے ؎ اور قلیل تعداد پچھلوں سے ؎ ان تختوں پر جو سونے کی تاروں سے بنے ہوں گے ؎ ٹیک لگائے

عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿١٦﴾ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ

ہوں گے ان پر آمنے سامنے ۔ گردش کرتے ہوں گے ان کے اردگرد نوخیز لڑکے جو ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے ساغر اور صراحیاں لیے

ان بدبختوں کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر جہنم رسید کیا جائے گا یا ان کے عریضے گناہوں کا پلندہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا اس لیے کہ ان کی روحیں آدم علیہ السلام کے بائیں ہاتھ تھیں اس لیے اصحاب المشئمۃ کہا گیا یا یہ شؤم سے ماخوذ ہے جس کا معنی نحوست اور بدبختی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنی ساری عمر نافرمانی اور غفلت میں بسر کی ان سے بڑا منحوس اور بدبخت کون ہو سکتا ہے۔

اب ذرا اصحاب المیمنۃ کی ترکیب پر غور فرمائیے۔ اصحاب المیمنۃ مبتدا ہے۔ ما مبتداء ثانی اصحاب المیمنۃ خبر۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر خبر ہوا مبتداء اول کی۔ ما استفہامیہ برائے تعجب ہے یعنی دائیں ہاتھ والوں کی عظمت شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہی کیفیت اصحاب المشئمۃ کی بھی ہے۔

السابقون: آخر میں تیسری قسم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مدارج عالیہ اور ان پر جو فضل و کرم کیا جانے والا ہے اس کو بھی بیان کر دیا۔ السابقون کا معنی ہے سبقت لے جانے والے۔ اس سے مراد وہ اہل سعادت مند ہیں جنہیں جب دعوت حق دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا، جب بھی انہیں کسی کار خیر کی طرف بلایا گیا یہ اپنے ساتھیوں سے چار قدم آگے ہی رہے۔ دین کی سربلندی کے لیے اگر ان کے مال کی ضرورت پڑی تو سب کچھ لا کر قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ اگر جان کی ضرورت ہوئی تو بصد مسرت سربکف میدان میں حاضر ہو گئے۔ غرضیکہ نیکی اور بھلائی کے ہر کام میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان کی تعریف رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان کلمات سے فرمائی ہے۔

انه قال السابقون الذين اذا اعطوا الحق قبلوه واذا سئلوه بذلوه وحكموا للناس كحكمهم لانفسهم

یعنی جب ان کے سامنے حق پیش کیا گیا تو انہوں نے بلا تامل قبول کر لیا۔ جب مال اور جان کی قربانی دینے کو کہا گیا تو انہوں نے ہر چیز پیش کر دی اور جب وہ حکومت کی مسند پر بیٹھے تو لوگوں کے ساتھ انہوں نے وہی سلوک کیا جو وہ اپنے لیے پسند کرتے تھے۔

السابقون مبتدا ہے اور دوسرا السابقون اس کی تاکید اور اولئک المقربون اس کی خبر ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ پہلا السابقون مبتدا اور الف لام جنسی اور دوسرا خبر ہے اور الف لام عہدی ہے۔ اولئک المقربون جملہ مستانفہ ہے اور ما شانهم کا جواب ہے۔

؎ یعنی امت کے اولین دور میں ایسے جانبازوں اور سرفروشوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والے ادوار میں ان کی تعداد گھٹتی جائے گی۔

وَأَبَارِيقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾

آفتابے اور شراب طہور سے چھلکتے جام لیے ہوئے۔ نہ سر درد محسوس کریں گے اس سے اور نہ مدہوش ہوں گے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَ

اور میوے بھی پیش کریں گے جو وہ جنتی پسند کریں گے۔ اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ رغبت کریں گے۔ اور

حُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

حوریں خوبصورت آنکھوں والیاں۔ ایسے موتیوں کی مانند جو چھپا کے رکھے ہوں۔ یہ اجر ہوگا ان نیکیوں کا جو وہ

معلوم ہوا کہ عہد نبوت میں جن لوگوں نے اس منبع فیض سے کسب فیض کیا اور اس آفتاب ہدایت سے اپنے دل کی دنیا کو منور کیا۔ جنہوں نے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کی جبکہ اسلام قبول کرنا مصائب و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ جنہوں نے اللہ کے رسول کے لیے اپنے گھر بار اور وطن اور عیال کو چھوڑ دیا اور جب کبھی جہاد کے نقارہ پر چوٹ لگی وہ کفن بردوش حاضر ہوگئے۔ یہی اس طائفہ سعیدہ کے متعلق بڑی صراحت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا یہ مژدہ نازل ہوتا ہے۔
افسوس ہے ان کم فہم لوگوں پر جن پر تعصب کے باعث یہ نورانی چہرے دھندلے نظر آتے ہیں جن کی توصیف و ثنا سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں: لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه۔ اے لوگو! میرے صحابہ کو سب و شتم مت کرو۔ اگر تم کوہ احد کے برابر سونا بھی خرچ کرو تو ان کے ایک مد یا نصف مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

ثُلّہ بعد کے زمانہ میں ایسے سعادت مندوں کی تعداد گھٹتی جائے گی۔ انہیں اپنی دنیوی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اپنی ذہنی صلاحیتوں کی کوشش اور اپنا علم و ہنر لگانے کی فکر زیادہ ہوگی۔

ثُلّہ آیات نمبر ۱۵ تا ۲۴ کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ صرف مشکل الفاظ کی تشریح پر اکتفا کیا جائے گا۔

موضونۃ: منسوجۃ بالذهب والجواهر۔ یعنی ایسے پلنگ جو سونے کی کڑیوں سے بنے ہوئے ہوں گے اور جگہ جگہ موتی اور جواہرات سے انہیں مرصع کیا گیا ہوگا۔ متقابلین: ایک دوسرے کی طرف رخ کیے ہوئے ہوں گے۔ ولدان مخلدون: ایک ہی کیفیت پر ہمیشہ رہیں گے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں کوئی تبدیلی اور بڑھاپے کے آثار ظاہر نہیں ہوں گے۔ یہ وہ بچے ہوں گے جن کے ماں باپ مشرف با اسلام ہونے سے پہلے بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔ ان کو اہل جنت کا خادم بنا دیا جائے گا۔ اہل ایمان کے کمسن بچے تو انہیں ان کے ماں باپ کے ساتھ مقامات رفیعہ میں رکھا جائے گا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اکواب: جمع کوب کی، بغیر دستہ کے گلاس یا پیالہ۔ اباریق: جمع ابریق کی۔ آفتابہ۔
کأس: شراب سے بھرا ہوا پیالہ۔ صداع: سر درد۔ نزف: مدہوشی۔

www.KitaboSunnat.com

يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا

کرتے رہے تھے۔ نہ سنیں گے وہاں لغو باتیں اور نہ گناہ والی باتیں سلہ بجز ہر طرف سے سلام ہی سلام کی

سَلَامًا ۝ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ فِي سِدْرٍ

آواز کے سلہ اور دائیں ہاتھ والے، کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی سلہ بے خار

مَخْضُودٍ ۝ وَطَلْحٍ مَنْضُودٍ ۝ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ ۝

بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں اور لمبے لمبے سایوں میں اور پانی کے آبشاروں میں

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ ۝

اور پھلوں کی بہتات میں نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا اور بستر بچھے ہوں گے اونچے اونچے تختوں پر۔

سلہ اہل جنت کو یہ شرف بھی بخشا جائے گا کہ وہاں کوئی ایسی گفتگو ان کے لیے باعث خلش نہ ہوگی جو لغو اور بیہودہ ہو اور نہ ہی وہاں کذب بیانی، غیبت، گالی گلوچ، سب و شتم پر مشتمل کوئی گفتگو ہوگی جو سراسر گناہ ہے۔

سلہ ان کی گفتگو خیر ہی خیر ہوگی۔ وہ اس طرح کی بات چیت کریں گے جس سے باہمی محبت و پیار میں اضافہ ہو، فضا کیف و سرور سے معمور ہو جائے۔ دلوں کے غنچے کھل اٹھیں، بیگانگی اور وحشت کا نام تک نہ ہو۔

قیلاً: یسمعون کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور سلاماً: یقولون محذوف کا مقولہ ہے۔ سلام سے مراد خیر ہے یعنی اچھی باتیں۔ قیلا منصوب بیسمعون، و سلاما سلاما منصوبان بالقول ای انھم یقولون الخیر۔

سلہ یہاں سے ان نوازشات و انعامات کا ذکر شروع ہو رہا ہے جن سے اصحاب الیمین کو نوازا جائے گا۔ آیات نمبر ۲۷ تا ۴۰ کا مضمون واضح ہے صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی جائے گی۔

سدر: بیری کا درخت۔ مخضود: جس پر کانٹے نہ ہوں۔ بیری کی ایسی قسمیں بھی ہیں جن کا پھل بڑا شیریں اور خوشبودار ہوتا ہے۔ پھر جو بیری جنت میں ہوگی اس کی نفاست اور عمدگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ طلح: کیلا۔ منضود: تہ بہ تہ یعنی اس پر پھلوں کے گچھے تہ بہ تہ لٹک رہے ہوں گے۔ ظل ممدود: وہ سایہ جو دور تک پھیلا ہوا ہو۔ جنت میں ایسے درخت بھی ہوں گے کہ اگر ایک درخت کے سایہ میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے تو وہ ختم نہ ہوگا۔

ماء مسکوب: ایسا پانی جو ہمیشہ بہتا رہے۔ مقطوعة: جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح نہیں ہوں گے کہ سال میں ایک مرتبہ وہ درخت پر نظر آئیں اور سال کے باقی مہینے وہ پھلوں سے خالی رہیں، بلکہ وہ درخت ہمیشہ پھلوں سے لدے رہیں گے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۝٣٥ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝٣٧

ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقے سے ۳۱ پس ہم نے بنایا انہیں کنواریاں، دل و جان سے پیار کرنے والیاں ہم عمر

لِّأَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ۝٣٨ ثُلَّةٌ مِّنَ ٱلْأَوَّلِينَ ۝٣٩ وَثُلَّةٌ مِّنَ ٱلْءَاخِرِينَ ۝٤٠

یہ سب نعمتیں اصحاب یمین کے لیے مخصوص ہوں گی۔ ایک بڑی جماعت اگلوں سے اور ایک بڑی جماعت پچھلوں سے ہوگی ۳۲

جونہی آپ ایک پھل توڑیں گے اس کی جگہ دوسرا فوراً موجود ہوگا۔

دوسری خوبی ان میں یہ ہوگی کہ ان کو توڑنے میں کوئی دقت یا رکاوٹ نہ ہوگی۔ جب آپ کا جی چاہے گا اونچی ٹہنیوں پر لگے ہوئے خوشے آپ کے ہونٹوں کے قریب ہو جائیں گے۔

۳۱ یہاں اہل جنت کی نیک بیویوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ان کی خلقت بالکل نئی ہوگی۔ اگرچہ دنیا میں وہ خوش شکل نہ تھیں، مرتے وقت وہ بالکل بوڑھی ہو گئی تھیں لیکن جب جنت میں داخل ہوں گی تو بھرپور جوانی ہوگی، جسم حسن و رعنائی ہوں گی اور کنواری بنا کر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرض کرنے پر حضور نے فرمایا یا ام سلمہ۔ هن اللواتي قبضن في الدنيا عجائز شمطا رمصا جعلهن الله بعد الكبر اترابا على ميلاد واحد في الاستواء۔ اے ام سلمہ ان سے مراد وہی بیویاں ہیں جو مرتے وقت وہ بالکل بوڑھی تھیں۔ ان کے بال سفید تھے، ان کی بینائی کمزور تھی، آنکھیں چندھیائی ہوئی تھیں لیکن جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ساری ہم عمر ہوں گی۔

عُرُبًا: ان کی دو خوبیاں بیان کی ہیں۔

عرب: اس کا واحد عروب ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں فالعروب تبين محبتها لزوجها بشكل وغنج وحسن كلام۔ یعنی وہ عورت جو ناز و ادا اور خوش گفتاری سے اپنی محبت کا اظہار اپنے خاوند سے کرے۔ یہ عورت کی ایسی صفت ہے جس میں اس کی نسوانیت کی ساری خوبیاں سمٹ آتی ہیں۔ حسین و جمیل ہو، ناز و ادا والی ہو، شیریں گفتار ہو اور دل و جان سے اپنے خاوند کو دل سے چاہنے والی ہو اور اپنی چاہت کو چھپانے والی نہ ہو بلکہ اس کا اظہار کرنے والی ہو۔

صاحب لسان العرب اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں المرأة الضحاكة وقيل هي المتحببة الى زوجها والمظهرة له وقيل هي العاشقة له۔ اتراب: ہم عمر۔

۳۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هما جميعا من امتي یعنی اس امت کا اول و آخر مراد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور ان میں سے اسی صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔ علی صاحبها الف الف صلوٰۃ وسلام

امام بخاری حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم باہر تشریف لائے اور

www.KitaboSunnat.com

وَأَصْحَٰبُ ٱلشِّمَالِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِى سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾

اور بائیں ہاتھ والے ۔ کیسی خستہ حالت ہوگی بائیں ہاتھ والوں کی ۔ [41] جھلسا دینے والی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں

وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَبْلَ

اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے ۔ نہ یہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ ۔ بے شک یہ لوگ پہلے

ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا۟ يُصِرُّونَ عَلَى ٱلْحِنثِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾

بڑے خوش حال تھے ۔ [45] اور وہ اصرار کیا کرتے تھے بڑے بھاری گناہ پر ۔

فرمایا آج میرے سامنے ساری امتیں پیش کی گئیں۔ ایسے نبی بھی میرے سامنے سے گزرے جن کے ساتھ صرف ایک امتی تھا کسی کے ساتھ دو اور بعض کے ساتھ ایک گروہ اور بعض ایسے نبی بھی تھے جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک جم غفیر دیکھا جس نے آسمان کے کنارے کو گھیر لیا تھا۔ کہا گیا یا رسول اللہ یہ آپ کی امت ہے۔ مع هؤلاء سبعون الفا یدخلون الجنة بغیر حساب۔ ان میں ستر ہزار آپ کے وہ غلام ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کے ایک صحابی جن کا نام عکاشہ ابن محصن تھا آگے بڑھے اور عرض کیا امنهم انا یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول کیا میں ان میں سے ہوں؟ فقال نعم فرمایا ہاں تو ان میں سے ہے۔ ثم قام آخر فقال امنهم انا؟ فقال سبقک بها عکاشة۔ پھر ایک اور صحابی اٹھا اور عرض کیا کیا میں ان میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر بھی اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں کرے اور ہم گنہگاروں کو شفیع المذنبین کی شفاعت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

[41] یہاں سے اب اصحاب الشمال کا بیان کیا جا رہا ہے جن کو قیامت کے روز ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

ان الفاظ کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سموم: جلا دینے والی گرم ہوا۔ حمیم: کھولتا ہوا پانی۔ یحموم: الدخان جہنم کا سیاہ دھواں۔ جہنم کا سخت سیاہ دھواں۔ لا کریم: ما لا خیر فیہ۔ جس میں ان کے لیے کوئی آرام اور سکون نہ ہوگا۔

تو سمجھ کہ جب انسان کو گرمی لگتی ہے، لو چلتی ہے اور پیاس محسوس کرتا ہے تو ٹھنڈے پانی کی تلاش کرتا ہے اور گھنے سائے کی طرف بھاگتا ہے لیکن یہ بدبخت جب آتش جہنم میں جھونکے جائیں گے اور پیاس کی شدت سے تلملانے لگیں گے تو انہیں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے بجائے کھولتا ہوا پانی ملے گا اور جب کسی گھنے سائے میں پناہ لینا چاہیں گے تو آتش جہنم سے اٹھنے والے سیاہ دھوئیں کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ انہیں نصیب نہ ہوگا۔ اب خود ہی ان کی حالت زار کا اندازہ لگا لیجیے۔

[45] وہ اس المناک انجام سے کیوں دوچار ہوئے اس کی وجوہات بیان کی جا رہی ہیں۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ مترف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَئِنَّا

اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہی رہ جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ

لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾

زندہ کیے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی۔ آپ فرمائیے بے شک اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی۔

لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا

سب کو جمع کیا جائے گا ایک مقررہ وقت پر ایک جانے ہوئے دن میں۔ پھر تمہیں اے گمراہ ہونے

الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ

والو! اے جھٹلانے والو! کھانا پڑے گا زقوم کے درخت سے۔ پس تم بھرو گے

مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ

اس سے اپنے پیٹوں کو۔ پھر پینا پڑے گا اس پر کھولتا پانی۔ اس طرح پیو گے جیسے

تھے۔ المترف: المتنعم المتوسع في ملاذ الدنيا وشهواتها (لسان العرب) یعنی ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ دنیا کی لذتوں اور نفس کی خواہشوں میں وہ اپنا سارا وقت ضائع کرتے تھے۔ انہیں نہ کبھی خدا یاد آیا اور نہ ان کے دلوں میں کبھی حاجت مند لوگوں کی امداد کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ ساری طاقتیں نفس پرستی و عشرت کیشی پر صرف کر دیں۔ ان کی تباہی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ شرک پر مصر تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے روشن دلائل سمجھائے گئے لیکن وہ اپنے عقیدہ شرک پر اڑے رہے۔ حنث عظیم (گناہ عظیم) یہاں اس سے مراد شرک ہے۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ ان وجوہات کے باعث انہیں یہ دردناک سزا بھگتنی پڑے گی۔

الهیم: اس کا واحد اهیم ہے اور اس کی مونث هیماء۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو پیاس کی ایک بیماری میں مبتلا ہو کہ جتنا پانی پی جائے اس کی پیاس نہ بجھے۔ الابل العطاش التي لا تروى بداء يصيبها۔ شک اور اخفش نے اس کا ایک اور معنی بتایا ہے۔ هیم الارض السهلة ذات الرمل۔ ریتلی زمین جسے جتنا سیراب کیا جائے وہ خشک ہی رہتی ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کو بھوک اتنا ستائے گی کہ یہ زقوم کا بدبودار اور کڑوا درخت کھانے پر مجبور ہو جائیں گے اور پیاس کی شدت کا یہ عالم ہو گا کہ پینے کے لیے انہیں کھولتا ہوا پانی ملے گا جس سے ہونٹ اور منہ جل جائے گا۔ آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی لیکن وہ اس کھولتے ہوئے پانی کو پیاسے اونٹ کی طرح پیتے چلے جائیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ

جیسے پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے۔ یہ ان کی ضیافت ہوگی قیامت کے دن ٥٥ ہم نے ہی تم کو پیدا کیا ہے پس تم

فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ

قیامت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ٥٦ بھلا دیکھو تو جو منی تم ٹپکاتے ہو ٥٧ (بتاؤ) کیا تم اس کو (انسان) بنا کر پیدا کرتے

٥٥ یہ لوگ آج تو خوش ہو رہے ہیں کہ لذیذ کھانے کھاتے ہیں۔ بھرپور دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چنے جاتے ہیں۔ کبھی انہوں نے یہ بھی سوچا ہے کہ قیامت کے دن ان پر کیا بیتے گی۔ انہیں کھانے کے لیے کیا ملے گا اور پینے کے لیے کیا دیا جائے گا۔

٥٦ مشرکین اور منکرین قیامت کو طرح طرح کے دلائل پیش کر کے سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ شرک سے باز آجائیں، توحید باری پر ایمان لے آئیں اور یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو ضرور بالضرور برپا کرے گا۔

یہاں سے پہلی دلیل شروع ہوتی ہے کہ تم خوب جانتے ہو کہ تم معدوم محض تھے ہم نے تم کو نیست سے ہست کیا۔ اگر ہم تم کو عدم سے موجود کر سکتے ہیں تو تمہارے مرنے کے بعد تم کو از سر نو پیدا کر دینا ہمارے لیے کیا مشکل ہے جبکہ مشکل ابتدا ہوا کرتی ہے۔ اعادہ مشکل نہیں ہوا کرتا۔

٥٧ بچے کی پیدائش میں انسان کا اتنا ہی دخل ہے کہ وہ منی کا قطرہ شکم مادر میں ٹپکا دے۔ انسان کا مادۂ تولید بے انتہا نہایت باریک جرثوموں پر مشتمل ہوتا ہے جن میں مادہ کے بیضے سے مل کر عمل تخلیق سرانجام پانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ بارہا کروڑوں جرثومے ضائع ہو جاتے ہیں اور عمل تخلیق رونما نہیں ہوتا۔ کس کا دست قدرت ان بے شمار جرثوموں میں سے ایک جرثومہ کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اس کو عورت کے بیضے سے جا کر ملا دیتا ہے۔ پھر رحم کے ایک تنگ و تاریک گوشہ میں اس کو قرار بخشتا ہے۔ پھر اس میں آہستہ آہستہ شکل کو دنگ کر دینے والے تغیرات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں زندگی کی بجلی دوڑنے لگ جاتی ہے۔ پھر اس میں مختلف اعضا نمودار ہونے لگتے ہیں۔ اس کے دل و دماغ میں صلاحیتوں اور قابلیتوں کا ایک سمندر موجزن کر دیا جاتا ہے۔ وہی نقطہ بے جان جرثومہ نو ماہ کے بعد جب باہر قدم رکھتا ہے تو اس کا کوئی شکل پیارا سا چہرہ اور اس کے خدوخال دلوں کو موہ لیتے ہیں۔ اے کفار! سچ سچ بتاؤ، اس قطرۂ آب کو یہ روپ، یہ رنگ کس نے مرحمت فرمایا۔ یہ چمکتی ہوئی آنکھیں، یہ ہونٹ، یہ زبان، یہ ناک، یہ کان اور دیگر مخفی خوبیاں کس کا انعام ہیں۔ کیا اس میں بچے کے باپ کا یا اس کی ماں کا کوئی عمل دخل ہے۔ کیا تمہارے بے بس اور بے خبر خداؤں نے ان میں کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔ کیا اندھی فطرت کے حیطۂ امکان میں یہ بات ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس سے بڑی حماقت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس خدائے ذوالجلال کا انکار کیا جائے یا اس کے ساتھ کسی دیوتا کو شریک کیا جائے۔ پھر ذرا اس پر بھی غور کرو کہ جس خدا کی قدرت و حکمت کا یہ عالم ہے، کیا مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے مشکل ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ

ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم ہی نے مقرر کی ہے تمہارے درمیان موت ۲۱ اور ہم (اس سے)

بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا

عاجز نہیں ہیں ۲۲ کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جن کو

لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝

تم نہیں جانتے ۲۳ اور تمہیں اچھی طرح علم ہے اپنی پہلی پیدائش کا پس تم اس میں کیوں غور و خوض نہیں کرتے ۲۴

۲۱ ہم نے ہی تم کو قیمت سے ہست کیا ہے۔ ہم نے ہی تمہارے لیے موت کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ تمہاری پیدائش اور موت دونوں ہمارے قبضہ میں ہیں۔ اگر تم میرے احکام کی خلاف ورزی کر دیا میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ تو اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہو سکتی ہے۔

۲۲ جب ہم چاہیں گے قیامت کے روز تمہیں پھر زندہ کر دیں گے کوئی ایسی طاقت نہیں جو ہمیں ایسا کرنے سے روک دے۔ مسبوقین: مغلوبین۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے اگر ہم تم کو فنا کر دیں اور تمہاری جگہ تمہاری مثل اور لوگ لے آئیں تو ہم ایسا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں۔

۲۳ اور ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ تمہاری خلقت کو بالکل بدل دیں۔ تمہاری قد و قامت، تمہاری رنگت، تمہارے خد و خال یکسر مختلف ہوں۔ جو صلاحیتیں اب تمہارے اندر موجود ہیں ان کے برعکس اور صلاحیتیں تمہیں ودیعت کر دیں۔ اب بھی ہم نے اپنی مرضی سے جیسا چاہا تمہیں پیدا فرما دیا اور اگر ہم تمہاری موجودہ حالت میں رد و بدل کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی روک نہیں سکتا۔

نیک لوگ اگر اس دنیوی زندگی میں خوبصورت نہ تھے لیکن قیامت کے دن ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ ان کے حسن کا نکھار دلوں کو لبھا رہا ہوگا اور گناہگاروں کے چہروں پر نحوست برس رہی ہوگی۔ انہیں دیکھ کر طبیعت میں وحشت پیدا ہوگی۔

۲۴ تم اپنی پہلی پیدائش کے بارے میں تو جانتے ہو کہ کس طرح ایک جرثومہ سے تمہارا آغاز ہوا اور کس طرح تمہیں مرتبہ کمال تک پہنچایا گیا۔ اگر تم ذرا غور و تدبر کرو گے تو تمہیں یہ باور کرنے میں ذرا تردد نہ رہے گا کہ تمہارا خالق تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾

کیا تم نے غور سے دیکھا ہے جو تم بوتے ہو ۵۲ ذرا مجھے بتاؤ کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم ہی اس کو اگانے والے ہیں ۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾

اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا بنا دیں پھر تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ ۵۳ (کہ) ہم تو قرض کے بوجھ تلے دب کر رہ گئے

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ

بلکہ ہم تو ہیں ہی بڑے بدنصیب ۔ کیا تم نے غور سے دیکھا ہے پانی کو جو تم پیتے ہو ۵۴ ذرا مجھے بتاؤ کیا تم

أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ

نے اس کو بادل سے اتارا ہے یا ہم ہی اتارنے والے ہیں ۔ اگر ہم چاہتے تو اس کو کھاری

۵۲ توحید باری اور وقوع قیامت پر ایک دوسری دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ کھیتی باڑی کے متعلق تمہیں تفصیلی علم ہے تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ زمین میں ہل چلاؤ اس میں بیج ڈالو۔ اس کے بعد اس کے پک کر تیار ہونے تک جو مراحل ہیں ان میں جو تغیرات وقوع پذیر ہوتے ہیں کیا اس میں تمہارا بھی کوئی دخل ہے۔ پھر ان کے لیے جتنی حرارت، خنکی، روشنی، ہوا، رطوبت وغیرہ عوامل کی ضرورت ہوتی ہے، ان کو مناسب مقداروں اور بروقت کون مہیا کرتا ہے کیا تمہارے بتوں، دیویوں دیوتاؤں میں یہ قدرت ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیوں کرتے ہو۔ نیز جو ذات اس دانے کو جو زمین میں گل جاتا ہے، اس کو پھر ایک نئی آب و تاب سے بنا دیتی ہے کیا اس کے لیے مشکل ہے کہ وہ انسان کو خاک میں ملنے کے بعد نئی زندگی عطا فرمائے۔

۵۳ اگر ہم چاہیں تو لہلہاتے کھیتوں کو بھس بھس کر کے رکھ دیں۔ نہ وہ انسانوں کی خوراک بن سکیں اور نہ حیوانات کے لیے چارہ کا کام دے سکیں۔ تم نے زراعت کی نشو و نما کے لیے کافی روپیہ خرچ کیا تھا۔ ادھار لے کر بیج خریدا تھا۔ کھاد فراہم کی تھی۔ آبپاشی کے لیے بڑی مشقت برداشت کیے تھے۔ تمہیں یہ توقع تھی کہ بڑی آمدنی ہوگی لیکن خرچہ بھی پلے نہ پڑا۔ اس وقت تم حسرت و یاس سے کف افسوس ملتے رہ جاؤ گے اور کہو گے ہائے افسوس ہماری لاگت بھی ضائع ہو گئی۔ افسوس! ہم بڑے بدنصیب ثابت ہوئے۔

تفکھون: تتندمون (لسان العرب) یعنی نادم ہوگے

۵۴ انسان صرف بھوک ہی محسوس نہیں کرتا اسے پیاس بھی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح ہم نے تمہاری خوراک کا انتظام فرمایا ہے اسی طرح تمہاری پیاس بجھانے کے لیے پانی کی فراہمی بھی ہم نے اپنے ذمہ کرم پر لی ہوئی ہے۔ ذرا غور کرو جو پانی تم کنوئیں، چشموں، دریاؤں سے پیتے ہو یہ کہاں سے آتا ہے۔ یہی بادل جھوم جھوم کر آتے ہیں، بارش برستی ہے۔ کچھ پانی دریاؤں میں بہنے لگتا ہے کچھ تالاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ

بنا دیتے ۷۶ پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے ۷۷ کیا تم نے (غور سے) دیکھا ہے آگ کو جو تم سلگاتے ہو ۷۸ کیا تم نے پیدا کیا ہے

أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَ

اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے ہی بنایا ہے اسے نصیحت اور

تالابوں میں بھر جاتا ہے اور اس کا اکثر حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور تہ زمین پانی کے ذخائر جمع ہو جاتے ہیں جن کو مختلف طریقوں سے تم کشید کرتے ہو۔ الغرض ہر قسم کے پانی کا اصلی سرچشمہ بارش ہے۔ بھلا بتاؤ اس میں کسی غیر کی کوئی مداخلت ہے۔ لبالب بھرے ہوئے سمندر کس کے ہیں۔ سورج کی حرارت جو ان پانیوں کو بخارات میں تبدیل کر دیتی ہیں وہ کس کی ہیں۔ پھر ہوائیں کس کے حکم سے ان بخارات کو اٹھا کر مناسب بلندی پر پہنچا دیتی ہیں۔ وہ برودت جو ان بخارات کو پانی میں تبدیل کر دیتی ہے وہ کس نے پیدا کی ہے۔ پھر کس کے حکم سے وہاں ایک مقررہ مقدار میں بارش برساتے ہیں۔ جب یہ سارا کاروبار اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے تو پھر اس کا انکار یا کسی کو اس کی خدائی میں شریک کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

۷۶ اجاج سخت کڑوے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی ایک اور حکمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ بارش ان بخارات سے بنتی ہے جو سمندروں کے پانی سے اٹھتے ہیں۔ سمندروں کا پانی کھاری نمکین ہوتا ہے۔ نیز اس میں ایک خاص قسم کی بدبو بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب بارش برستی ہے تو اس کے پانی میں نہ سمندر کا کھارا پن پایا جاتا ہے اور نہ اس بدبو کا کہیں نام و نشان ہوتا ہے۔ میٹھا اور شفاف آب زلال ان بادلوں سے ٹپکتا ہے۔ ذرا سوچو سورج کی کرنوں کو کس نے یہ سلیقہ سکھایا کہ جب پانی کشید کریں تو اس کی نمکینی اور بدبو کو مت کشید کریں صرف خالص پانی کے اجزاء کو بخارات میں تبدیل کریں۔ اگر یہ اہتمام نہ کیا جاتا تو جہاں بارش کا کھاری پانی برستا وہاں ساری زمین شور اور ناقابل کاشت ہو جاتی۔ میٹھے پانی کے جو ذخیرے پہلے سے موجود تھے وہ بھی استعمال کے قابل نہ رہتے۔ انسانی زندگی تو کجا حیوانی اور نباتاتی زندگی کے آثار بھی مٹ جاتے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

۷۷ کفران نعمت تمہیں زیب نہیں دیتا۔ اپنے رب کا شکر ادا کرو تاکہ وہ اپنے احسانات سے تمہیں مزید مالا مال کرے۔

۷۸ انسانی تمدن کی ترقی اور معاشرہ کی بہبود میں آگ کو جتنا دخل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس سے گرمی حاصل کی جاتی ہے۔ اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اس سے طرح طرح کے کھانے پکائے جاتے ہیں۔ صنعت و حرفت میں اس سے کام لیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آگ کا وجود نہ ہوتا تو زندگی کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توجہ اپنی اس گرانقدر نعمت کی طرف مبذول کرا رہا ہے۔

عرب میں دو درخت تھے ایک کا نام مرخ تھا اور دوسرے کا نام عفار۔ مرخ کو اوپر اور عفار کو نیچے رکھ کر جب رگڑا جاتا تو اس سے پانی کے قطرے ٹپکتے جن سے آگ نکلنے لگتی۔ اوپر والی لکڑی مرخ کو زند کہا جاتا اور نیچے والی لکڑی عفار کو زندہ کہا جاتا۔ اس درخت سے مراد وہ سارے درخت بھی ہو سکتے ہیں جو ایندھن کا کام دیتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ

فائدہ مند مسافروں کے لیے ۲۹ تو اے حبیب! تسبیح کیجیے اپنے رب عظیم کے نام کی ۳۰ پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں

النُّجُومِ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾

ستارے ڈوبتے ہیں ۳۱ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک یہ قرآن ہے بڑی عزت والا

۲۹ مقوی اس زمین کو کہتے ہیں جو بنجر اور ویران ہو۔ علامہ آلوسی نے بہت خوب لکھا ہے: المقوی هو الارض القفر الخالية البعيدة من العمران۔ اقوی کا معنی ہے اس بنجر اور ویران زمین میں فروکش ہونا۔ اسی لیے مسافر کو مقوی کہتے ہیں کیونکہ بسا اوقات سفر میں انہیں ایسے مقامات پر فروکش ہونا پڑتا ہے جہاں پانی وغیرہ دستیاب نہیں ہوتا۔

اگرچہ آگ مقیم اور مسافر سب کے لیے مفید ہے لیکن ایک مسافر کے لیے اس کی افادیت بہت زیادہ ہے۔ نیز دور دراز ریگزاروں میں جب آگ جلتی ہے تو اس کی روشنی میلوں تک دکھائی دیتی ہے۔ کئی راہگیر جن کی کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی آبادی کے اس نشان کو دیکھ کر وہاں آجاتے ہیں۔ عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ رات کے وقت اپنے ڈیروں پر اونچی جگہ الاؤ روشن کر دیتے تھے تاکہ بھولے بھٹکے مسافر وہاں آجائیں اور وہ ان کی خاطر مدارات کریں۔ عرب کا ایک شاعر اپنی سخاوت کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

وما انخمدت نار لنا دون طارق

وما ذمنا في النازلين نزيل

یعنی آدھی رات کو آنے والا مسافر ہماری آگ کو بجھا ہوا نہیں پاتا اور جو مہمان ہمارے ہاں آیا وہ ہماری مذمت نہیں کیا کرتے۔

۳۰ اے حبیب! اپنے عظمت والے رب کی پاکی بیان کرو جس کی قدرت، حکمت، رحمت اور علم کے گوناگوں شواہد پیش کیے گئے ہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ہر قسم کے نقص، ضعف اور عیب سے پاک ہے۔

۳۱ یہاں "لا" نفی کے لیے نہیں بلکہ تاکید کے لیے زائد کیا گیا ہے جس طرح لئلا یعلم اهل الکتاب میں لا زائدہ تاکید ہے۔ اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ لام قسم کے لیے ہے۔ اس میں اشباع کی وجہ سے الف بڑھ گیا جیسے اعوذ باللہ من العقراب —
مواقع، موقع کی جمع ہے۔ قتادہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ستاروں کے غروب ہونے کے مقامات ہیں کیونکہ ان کے غروب سے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور ان اجرام سماوی کے فانی ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور قتادہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ مواقع النجوم سے مراد ان کی منزلیں اور ان کی مداریں ہیں۔ انها منازلها ومجاريها۔

بعض علماء نے مواقع النجوم کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ نجوم سے مراد صحابہ کرام اور مواقع سے مراد ان کی سجدہ گاہیں ہیں جہاں وہ اپنے رب کے حضور میں سربسجود رہا کرتے تھے۔ بعض کے نزدیک مواقع سے مراد ان کی قرارگاہیں ہیں جہاں وہ جہاد اکبر یا جہاد اصغر میں جام شہادت نوش کرنے کے بعد استراحت فرما ہیں۔ علامہ جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں او النجوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ

ایک کتاب میں جو محفوظ ہے ۸۳ اس کو نہیں چھوتے مگر وہی جو پاک ہیں ۸۴ یہ اتارا گیا ہے رب العالمین کی طرف سے۔ کیا تم اس قرآن کے بارے میں کوتاہی کرتے ہو ۸۵ اور (اس کی) بے پایاں برکتوں سے تم نے اپنا

نجوم الصحابة ومواقعها مساجدهم او مقابرهم۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں وقیل النجوم الصحابة والعلماء الهادون ومواقعهم القبور۔ (روح البیان)

۸۲ قسم اس بات پر اٹھائی جا رہی ہے کہ یہ کتاب جادو، شعر اور اساطیر کا مجموعہ نہیں جیسے کفار گمان کرتے ہیں بلکہ یہ کتاب کریم ہے۔ اسے کریم کہنے کی متعدد وجوہات ہیں: کریم عند اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ بڑی مکرم و معظم ہے۔ قیل کریم لانه یدل علی مکارم الاخلاق ومعالی الامور وشرافت الافعال۔ یہ کریم ہے کیونکہ یہ مکارم اخلاق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ امور عامہ کی رہنمائی کرتی ہے اور پسندیدہ افعال پر اکساتی ہے۔ وقیل کریم لانه نزل من عند کریم بواسطة الکرام الی اکرم الخلق۔ یہ کریم ہے کیونکہ یہ رب کریم کی طرف سے آتی ہے، کراماً ملائکہ فرشتے اسے لے کر نازل ہوئے ہیں اور اکرم الخلق پر نازل ہوئی ہے۔ کتاب مکنون: لوح محفوظ۔

۸۳ یہاں لا اگرچہ نافیہ ہے لیکن نہی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اس عزت والی کتاب کو طہارت کی حالت میں ہی چھونا چاہیے۔ فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت نہ اسے چھو سکتی ہے اور نہ اسے پڑھ سکتی ہے اور کوئی شخص بے وضو ہو تو پڑھ سکتا ہے لیکن مصحف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اگر اس کے اوپر کوئی غلاف ہے تو پھر ہاتھ لگا سکتا ہے۔ بچے جو تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ اس کے لطائف و معارف، اسرار و رموز اور نشانیوں تک رسائی کی سعادت ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں۔ یہ نعمت صرف ان خوش نصیبوں کا حصہ ہے جن کا ظاہر و باطن، جن کا دل اور ذہن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہے۔ اس صورت میں لا نفی کا ہوگا۔

۸۴ قرآن کریم کی صفات جلیلہ ذکر کرنے کے بعد کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اے کفار! تمہاری طرف ایسی جلیل القدر کتاب نازل کی گئی ہے اور تم اسے اہمیت ہی کوئی نہیں دیتے۔ اس کے روشن دلائل سنتے ہو اور آیات بینات دیکھتے ہو لیکن اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں مدھنون ای متھاونون۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۝ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝ وَأَنْتُمْ

یہی نصیب لیا ہے کہ تم اس کو جھٹلاتے رہو گے ۳۲ پس تم کیوں لوٹا نہیں دیتے جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت

حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ ۝ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۝

(پاس بیٹھے) دیکھ رہے ہوتے ہو ۳۳ اور ہم اس وقت تم سے زیادہ مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں البتہ تم دیکھ نہیں سکتے ۳۴

فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۝ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ

پس اگر تم کسی کے پابند حکم نہیں ہو تو پھر کیوں نہیں لوٹا دیتے مرنے والے کی (روح)

صَادِقِينَ ۝ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ

اگر تم سچے ہو ۳۵ پس وہ مرنے والا اگر اللہ کے مقرب بندوں سے ہوگا تو اس کے لیے راحت، خوشبودار غذائیں اور

۳۲ چاہیے تو یہ تھا کہ اس نعمت عظمیٰ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے۔ اپنے دلوں کو نور معرفت سے منور کرتے۔ زندگی کا ہر لمحہ اس کے ارشادات کے مطابق بسر کرتے لیکن تمہاری بدبختی کی کوئی حد نہیں کہ اس احسان عظیم سے کیسا بہرہ ور ہونا تھا کہ تم نے اس کا انکار کر دیا۔ خوش نصیب لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں سے جھولیاں بھر بھر کر لے گئے اور تم کفر و انکار کی دلدل میں پھنسے رہے۔

۳۳ انہیں اپنی قوت اور جوانی، اپنی سلطنت اور سلطانی، اپنی دولت کی فراوانی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس لیے تو میرے رسول کی باتوں کو توجہ سے نہیں سنتے اور میرے اس کلام پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ ان کا یہ گھمنڈ سراسر بے جا ہے۔ ذرا وہ بتائیں کہ ان کا کوئی پیارا دم توڑ رہا ہو، وہ خود اس کے پاس بیٹھے ہوں کیا ان میں یہ سکت ہے کہ وہ آنکھ بند کر گئے ہیں؟ اگر ہو تو اس نکلتی روح کو بدن میں واپس کر دیں۔ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

انسان کی بے بسی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہے کہ وہ اپنے لخت جگر کو بھی موت کے پنجہ سے چھڑا نہیں سکتا۔

۳۴ اگرچہ تم سرہانے بیٹھے ہو، اگرچہ تم نے اسے اپنی گود میں اٹھا رکھا ہے لیکن جو قرب ہمیں اس سے حاصل ہے وہ تمہیں میسر نہیں۔ ہم اپنی قدرت، علم اور ربوبیت کے اعتبار سے اس سے بہت زیادہ قریب ہیں لیکن تم اس قرب کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

۳۵ آیت میں غیر مدینین کا لفظ غور طلب ہے۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں۔ الدین، الذل والمدین العبد، والمدینة: الامة المملوکة کانهما اذلهما العمل۔

یعنی دین کا معنی سرافگندگی اور تابعداری ہے۔ غلام کو مدین اور کنیز کو مدینہ کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں اپنے مالک کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأَمَّآ إِن كَانَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ﴿٩٠﴾ فَسَلَٰمٌ

سرور والی جنت ہوگی (لگ) اور اگر وہ اصحاب یمین (کے گروہ) سے ہوگا تو (اسے) کہا جائے گا

لَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُكَذِّبِينَ

تمہیں سلام ہو اصحاب یمین کی طرف سے۔ اور اگر (وہ مرنے والا) جھٹلانے والے گمراہوں

ٱلضَّآلِّينَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٩٣﴾ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿٩٤﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ

سے ہوگا۔ تو اس کی مہمانی کھولتے پانی سے ہوگی۔ اور داخل ہونا ہے بھڑکتی آگ میں۔ بے شک (جو بیان ہوا) یہ

حَقُّ ٱلْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾ ع ۱۶

یقیناً حق ہے۔ پس (اے حبیب!) پاکی بیان کیجئے اپنے رب کے نام کی جو بڑی عظمت والا ہے۔ لگ

حکم کے سامنے سرافگندہ ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے انہیں سرتابی کی مجال نہیں ہوتی۔ اس کے بعد علامہ ابن منظور لکھتے ہیں یقول تعالیٰ فلولا ان کنتم غیر مدینین، قال الفراء غیر مدینین ای غیر مملوکین۔ اس آیت میں فراء کہتے ہیں کہ غیر مدینین کا معنی ہے غیر مملوکین یعنی اگر تم کسی کے زیر فرمان اور تابع حکم نہیں بلکہ اپنی مرضی کے مالک ہو، جو جی میں آئے وہ کر گزرتے ہو تو پھر جب کسی کی روح نکلنے لگے تو اپنے اختیار اور قدرت سے واپس کیوں نہیں لوٹا دیتے۔ تمہاری انتہائی آرزو ہے کہ تمہارا پیارا زندہ رہے۔ تم نے اس کی صحت کے لیے بڑے جتن کیے ہیں۔ قابل ترین طبیبوں سے علاج کرایا ہے۔ اس کے باوجود تم اپنے بیٹے کو بچا نہیں سکے۔ تم سے زیادہ بے کس و بے بس اور کون ہو سکتا ہے۔ قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔

لگ اس کے بعد ان حضرات کا ذکر ہو رہا ہے کہ اگر وہ مقربین کے زمرہ میں سے ہے تو اس کا اعزاز و اکرام اس طرح کیا جائے گا۔ اگر وہ اصحاب الیمین میں سے ہے تو اس کی پذیرائی یوں ہوگی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہے تو اس کی درگت یوں بنے گی۔ یہ جو کچھ تمہیں بتایا جا رہا ہے یہ حق ہے، یہ سچ ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

لگ اے حبیب! اپنے عظمت والے رب کی پاکی بیان کر۔ کیونکہ اس کی صفت ربوبیت کا شایان شان ہے۔ جس طرح اس کی عظمت و کبریائی کا بیان تو کر سکتا ہے اس طرح اور کوئی نہیں کر سکتا۔ حضرت داؤد کی تسبیح سن کر تو صرف پرندے اور وحشی جانور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہنے لگے تھے۔ اے حبیب! جب آپ اپنے رب جلیل کی تسبیح بیان کریں گے تو آسمانوں کی بلندیاں اور زمین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی پہنائیاں، سمندروں کی وسعتیں اور فضاؤں کی بے کرانیاں اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی حمد و تمجید، اس کی تسبیح و تہلیل سے گونج اٹھیں گی۔

سُبحان ربی العظیم سُبحان ربی الاعلٰی.

لا الٰہ الا انت سُبحانک انی کنت من الظالمین.

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک

ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر.

اللّٰھم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک ناصیتی بیدک ماضٍ فی حکمک عدلٌ فی قضاؤک

اسئلک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدًا من خلقک او استاثرت

بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب

ھمی وغمی بجاہ حبیبک المصطفٰی ورسولک المرتضٰی ونبیک المجتبٰی الذی علمنا ھذا الدعاء اللّٰھم

صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ من الصلوات ازکاھا ومن التسلیمات اسناھا ومن البرکات

اوفاھا الی یوم الدین یا ذا الجلال والاکرام.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سورۃ الحدید

نام: اس سورت کی پچیسویں آیت میں "وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ" کا جملہ ہے۔ اسی سے اس کا نام الحدید رکھا گیا ہے۔ اس میں چار رکوع، انتیس آیتیں، پانچ سو چوالیس کلمے، دو ہزار چار سو چھہتر حروف ہیں۔

نزول: باتفاق علماء یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: اس کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول غزوۂ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہوا جب کہ اسلام اور کفر کی جنگ بڑے نازک اور فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔ بدر اور احد کی جنگیں مسلمانوں اور صرف کفار مکہ کے درمیان ہوئی تھیں۔ دیگر عرب قبائل جو مکہ کے دور و نزدیک آباد تھے وہ ان دو جنگوں میں شریک نہیں تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ کشمکش مکہ کے باشندوں کے دو گروہوں تک محدود ہے۔ اس میں انہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اہل مکہ بھی یہ خیال کیے ہوئے تھے کہ ہم بہادر اور جنگجو ہیں اور غریب اور نادار مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے ان کے اپنے نبرد آزما جوان کافی ہیں۔ انہیں کسی دوسرے قبیلے سے امداد و اعانت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن بدر کی غیر متوقع شکست فاش نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ اس کا انتقام لینے کے لیے کفار مکہ نے جس اہتمام کا پروگرام بنایا تھا اس میں انہوں نے اپنے تمام مادی وسائل اور افرادی قوت کو جھونک دیا۔ ابوسفیان جو اس بہت بڑے لشکر کا سالار تھا جس کی تعداد تین ہزار تھی، اسے یقین تھا کہ اس کا لشکر مسلمانوں کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔ جب احد پہاڑ کی ترائی میں اس کا مقابلہ مٹھی بھر مسلمانوں سے ہوا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ مسلمانوں نے پہلے حملہ میں ہی ان کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اگر مسلمانوں کے تیر انداز دستے سے غلطی سرزد نہ ہوتی تو جنگ احد کا نتیجہ ان کے لیے بدر سے بھی زیادہ حوصلہ شکن اور تباہ کن ہوتا۔ ابوسفیان اگرچہ اپنے لشکر کو بچا لانے میں کامیاب ہو گیا، لیکن اپنی مکمل فتح اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا جو ارادہ لے کر وہ گیا تھا اس میں اسے بری طرح ناکامی ہوئی۔ اب اہل مکہ کو پتہ چل گیا کہ وہ جلاوطن مسلمانوں سے تنہا نمٹ نہیں سکتے۔ اس لیے انہوں نے مختلف قبائل کے پاس اپنے وفد بھیجے اور اپنے حلیفوں کی دہائی دے کر انہیں مسلمانوں کے خلاف امداد کی دعوت دی۔

مسلمانوں کے لیے صورت حال اب مزید خطرناک اور پریشان کن ہو گئی۔ اب انہیں اپنے بچاؤ اور اپنی جان سے عزیز تر اسلام کی حفاظت کے لیے پہلے سے بھی کہیں زیادہ جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ اب ان کے مد مقابل صرف اہل مکہ نہ تھے بلکہ ان کی جنگ جزیرہ عرب کے سارے مشرک قبیلوں سے چھڑ گئی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی۔ اس میں انہیں کوئی حکم دینے سے پہلے خداوند قدوس کی صفاتِ کمال اور شانِ کبریائی سے متعارف کرایا پھر انہیں اسلام کی سربلندی کے لیے بڑی فیاضی سے اپنے مال خرچ کرنے کا حکم دیا ساتھ ہی انہیں یہ بات بھی سمجھا دی کہ یہ مال و متاع جو آج تمہارے پاس ہے کل کسی اور کی ملکیت تھا کیا معلوم وہ چند دنوں بعد یہ تم سے لے کر کسی اور کو دے دیا جائے۔ تم اس کے حقیقی مالک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو حقیقی مالک ہے تم اس کے نائب ہو۔ اس کے نام کو بلند کرنے کے لیے اگر اس مال کو خرچ کرنے کا موقع آئے تو اسے غنیمت جانو۔ تمہیں اس کا بڑا اجر ملے گا۔

آیت نمبر ۱۰ میں بتا دیا کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہیں گے۔ اسلام کے دشمن ہمیشہ اسی طرح گرجتے اور غراتے نہیں رہیں گے مسلمانوں کی کمزوری کی کیفیت بھی عارضی ہے۔ اللہ کے فضل سے حالات بدل جائیں گے۔ باطل کی قوت کو کچل کر رکھ دیا جائے گا۔ کفر کے سرغنے مسلمانوں کا نام جپ کر رہنے لگیں گے۔ اس وقت اسلام کو تمہاری مالی اعانت کی اتنی ضرورت نہیں رہے گی جتنی آج ہے۔ اس وقت جو تم خرچ کرو گے اس کا تمہیں اجر ملے گا لیکن بعد کے حالات میں تمہیں اتنا اجر نہیں ملے گا۔ اس لیے بجلی کی تیزی سے بدلنے والے حالات سے فائدہ اٹھاؤ جو بن آتا ہے خرچ کر ڈالو ایسی قیمتی گھڑیاں شاید تمہیں پھر ہاتھ نہ آئیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا کہ جو تم خرچ کر رہے ہو یہ ضائع نہیں ہو رہا بلکہ یوں سمجھو کہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو وہ کئی گنا بڑھا کر تمہیں واپس کرے گا۔ اس کے علاوہ تم بہت بڑے اجر کے مستحق قرار پاؤ گے قیامت کے روز ایسے ہی فدا کار اہلِ ایمان کے آگے آگے اور دائیں طرف نور ہی نور ہوگا اور انہیں فردوسِ بریں میں داخل ہونے کی خوشخبریاں دی جائیں گی۔

اس کے بعد منافقوں کے بارے میں بتایا کہ یہ بظاہر مسلمان بننے کے دعویدار تھے لیکن اللہ کی راہ میں نہ جان لٹانے کا جذبہ ان کے دل میں تھا اور نہ دولت خرچ کرنے کا شوق۔ قیامت کے روز وہ اپنے گناہوں کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہوں گے۔ اہلِ ایمان سے نور کی ایک کرن کی بھیک مانگیں گے لیکن ان کی یہ التجا مسترد کر دی جائے گی۔

آیت نمبر ۱۶ سے اہلِ ایمان کو ذکرِ الٰہی کی ترغیب دلائی جا رہی ہے اور ان کی غفلت کیشی پر انہیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ تم بھی اہلِ کتاب کی طرح نہ ہو جانا جن پر کتاب نازل ہوئی پہلے تو وہ بڑی سرگرمی سے اس پر عمل پیرا ہوئے لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہوتے گئے۔

اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا کہ ہر شخص صدیقین اور شہداء کے زمرہ میں داخل نہیں ہو جاتا بلکہ پہلے ایمان کے تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں۔ جانی و مالی قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں تب یہ شرف نصیب ہوتا ہے۔

اہلِ نفاق اور اہلِ ایمان کے درمیان زندگی کے بارے میں جو بنیادی تفاوت ہے اس کو بڑے موثر انداز میں بتایا۔ اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کر دی کہ تمہاری جدوجہد کا مقصد مغفرت اور جنت کا حصول ہونا چاہیے۔

ایک اور حقیقت سے بھی اپنے بندوں کو خبردار کر دیا کہ سب کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے جو تمہیں ملنا ہے اور جو تمہیں ملنا اس کے بارے میں ازلی فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر کوئی نعمت ملے تو خوشی سے بے قابو نہ ہو جایا کرو اور اگر کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تکلیف پہنچے تو افسردہ اور مایوس نہ ہو جایا کرو۔ لوگوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو رسول مبعوث فرمائے ہیں اُن کے بارے میں بتا دیا کہ انھیں روشن دلیلیں مرحمت فرمائیں۔ اپنی آسمانی کتاب سے نوازا۔ عدل کا ترازو بھی عطا کیا تاکہ وہ حقدار کو اس کا جائز حصہ پورا پورا ادا کریں۔ ان عنایات کے علاوہ لوہا نازل کیا تاکہ اس سے سرکشوں کی سرکوبی کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی امداد کے لیے سرکف میدانِ جہاد میں قدم رکھتا ہے۔

آخری رکوع میں مسلمانوں کو ہوشیار کیا کہ تم سے پہلے انبیا تشریف لائے اور لوگوں کو دعوتِ حق پہنچائی۔ اُن کے بعض اُمتیوں نے اطاعت کا حق ادا کیا اور بعض اس سعادت سے محروم رہے۔ اب تمہاری باری ہے، دیکھنا تم اس میں بازی ہار نہ جانا۔ ایمان کی شمع کو ہر طوفان میں روشن رکھنا۔ تقویٰ کو اپنا شعار بنانا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نور مرحمت فرمائے گا جس کی روشنی میں تم شاہراہِ حیات پر بے خوف و خطر بڑھتے چلے جاؤ گے۔ تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اہلِ کتاب کا یہ خیال سراسر بے حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے وہ اجارہ دار ہیں۔ نہیں، اس کے فضل و کرم کے خزانے اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ تم بھی اس ذو الفضل العظیم کے سامنے دامن پھیلاؤ پھر دیکھو اس کی نوازشات کی بارش کیسے برستی ہے؟

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

١-٥-٧٧

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آيَاتُهَا ٢٩ رُكُوْعَاتُهَا ٤

سورۃ الحدید مدنی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — آیات ۲۹ اور رکوع ۴ ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ لَهٗ مُلْكُ

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے ۱ اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے ۲ اسی کے لیے ہے بادشاہی

۱ ۔ تسبیح کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تمام ایسی چیزوں سے منزہ اور پاک سمجھنا جو اس کی شایانِ شان نہیں۔ انسان کا اعتقاد بھی ہو وہ اپنے قول سے بھی اس کا اقرار کرے اور اس کا عمل بھی اس کی شہادت دے رہا ہو۔ التسبیح علی ما قیل تنزیہ اللہ تعالیٰ اعتقادا وقولا وعملا عما لا یلیق بجنابہ سبحانہ (روح المعانی)

آسمانوں اور زمین کی ہر چیز گواہی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مالکِ حقیقی ہر عیب سے پاک ہے۔ ان میں سے ذوی العقول کی شہادت تو قول سے ہے۔ فرشتے، انسان اور جنات کہہ رہے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ . . البتہ غیر ذوی العقول اپنی زبانِ حال سے اپنے پیدا کرنے والے کی عظمت و کبریائی بیان کر رہے ہیں۔ لیکن زجاج کا قول یہ ہے کہ ہر چیز اپنی زبان سے قولاً اس کی تسبیح بیان کر رہی ہے ورنہ اس آیت کا کیا معنی ہوگا وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ یعنی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے لیکن تم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اگر زبانِ حال سے تسبیح مراد ہو تو پھر اس کے ادراک نہ کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں زمزمہ سنج ہوا کرتے تھے تو پہاڑوں کے پتھر اور سنگریزے بھی ان کے ساتھ مل کر اپنے رب کی پاکی بیان کیا کرتے تھے۔ یہ خصوصیت تب ہی پائی جا سکتی ہے جب وہ زبانِ قال سے تسبیح کریں۔

علامہ آلوسی اسی رائے کو پسند کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

نفسِ ناطقہ اور ادراک انسان کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ جمادات اور نباتات کو بھی ان کے حسبِ حال یہ نعمتیں بخشی گئی ہیں۔

وھو مبنی علی ثبوت النفوس الناطقۃ والادراک لسائر الحیوانات والجمادات علی ما یلیق بکل۔ (روح المعانی)

صوفیائے کرام کا مسلک بھی یہی ہے۔

یہاں سورۃ حدید نیز سورۃ الحشر اور الصف کی ابتداء سَبَّحَ صیغہ ماضی سے کی گئی ہے لیکن سورۂ جمعہ اور تغابن کا افتتاح یُسَبِّحُ مضارع سے کیا گیا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ پہلے بھی ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی رہی ہے، اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا یہ سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

۲ ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آشنا اس کی پاکی کیوں بیان نہ کرے اس کی حمد کے گیت کیوں نہ گائے۔ ایک وہی تو ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ عزیز اور حکیم دونوں کو معرفہ ذکر کر کے حصر کی طرف اشارہ کر دیا۔ عزیز: اس کا معنی ہے غالب اور زبردست کہتے ہیں جس کا کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ

آسمانوں اور زمین کی۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ؎ وہی

الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ

اوّل ، وہی آخر ، وہی ظاہر ، وہی باطن۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ؎ وہی

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا تخت

الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

حکومت پر۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے

مقابلہ کر سکے جس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے۔ العزیز القادر الغالب الذی لا ینازعہ ولا یمانعہ شیء۔ اس کی قدرت مطلقہ کا یہ عالم ہے کہ ہر چیز کو جس شکل و صورت، جس قد و قامت اور جن مقاصد کی انجام دہی کے لیے پیدا فرما دیا اس میں آج تک کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہو سکا۔ انا کل شیء خلقنٰہ بقدر۔ کے جلوے ہر چھوٹی بڑی چیز میں نظر آ رہے ہیں۔ لیکن یہ قوت، یہ بے پایاں قدرت اندھی نہیں ہے کہ ترنگ آئی تو جس چیز کو چاہا نیست و نابود کر دیا۔ جس کو چاہا مٹا کر رکھ دیا۔ جو جی میں آئے کر ڈالا۔ مستحق عزت و سرفرازی بخش دی۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم بھی ہے۔ اس کا کوئی کام، اس کا کوئی حکم، اس کا کوئی فیصلہ حکمت کے بغیر نہیں اور اسی میں اس گلشن کائنات کی بقا اور پربہار ہونے کا راز مضمر ہے۔ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ قادر و توانا ہونے کے باوجود رحمت و رافت کا برتاؤ کرتا ہے۔ وہ خطاکاروں کو فوراً انتقام کی چکی میں پیس نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ بڑے تحمل اور کرم کا سلوک کرتا ہے۔ تمام عمر سرکشی اختیار کرنے والا جب بھی اس کے در رحمت پر آکر گڑگڑانے لگتا ہے تو وہ اس کو اپنے دامن رحمت میں ضرور جگہ دے دیتا ہے۔

؎ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ان میں حکومت و فرمانروائی بھی اسی کی ہے۔ فنا اور بقا اسی کے اختیار میں ہے۔ ہر چیز اس کے فرمان کے سامنے بے چون و چرا سر افگندہ ہے۔

؎ اس آیت کی تشریح خود حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔ یہ وہ دعا ہے جو حضور بستر استراحت پر لیٹے ہوئے اکثر مانگا کرتے تھے۔ قرض کی ادائیگی اور بھوک سے نجات کے لیے یہ دعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ آپ بھی اس دعا کو یاد کر لیں۔ رات کو سوتے ہوئے آنکھ کھل جائے تو یہ دعا مانگ لیں۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول وھو مضطجع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

اترتا ہے اور جو اس کی طرف عروج کرتا ہے ؎ اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں تم ہو ؎ اور اللہ تعالیٰ جو تم

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ

کرتے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ اسی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ اور اللہ کی طرف ہی سارے کام لوٹائے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى وَمُنْزِلَ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔

اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے رب! اے عرش عظیم کے رب! اے ہمارے رب! اے ہر چیز کے رب! اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے! اے تورات، انجیل اور فرقان کو اتارنے والے! میں تجھ سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو اول ہے پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ تو آخر ہے پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ تو ظاہر ہے پس تجھ سے برتر اور کوئی نہیں۔ تو باطن ہے پس تجھ سے مخفی اور کوئی نہیں۔ ہمارا قرض ادا فرما دے اور ہمیں فقر و فاقہ سے غنی کر دے۔

انت الباطن فلیس دونک شیء کا مطلب ہے کہ تیری کنہ اور حقیقت پر کوئی آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔

؎ وھو الذی خلق السموات الخ کی تشریح متعدد مقامات پر پہلے گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

؎ یعلم ما یلج: یہاں سے خالق ارض و سما کے علم محیط کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ صرف کلیات کا جاننے والا نہیں بلکہ جزئیات کا بھی عالم ہے۔ صرف بڑی بڑی چیزوں سے باخبر نہیں بلکہ حقیر سے حقیر اور باریک سے باریک چیز سے بھی آگاہ ہے۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے بیج ہو، بارش کا کوئی قطرہ ہو، ویسے کوئی چیز اس میں چھپا دی جائے، کسی مردہ کو اس میں دفن کیا جائے، ویسے کوئی چیز گل سڑ کر اس میں تحلیل ہو جائے۔ وہ ان تمام چیزوں سے باخبر ہے۔ اسی طرح زمین سے جو چیز نکلتی ہے پانی کا چشمہ ہو، زمین سے اگنے والے درخت ہوں، کھیت ہوں، معدنیات ہوں، قدرتی گیس ہو، پٹرول ہو، وہ بخارات ہوں، الغرض جو چیز زمین سے نکلتی ہے اس پر بھی وہ مطلع ہے۔ اسی طرح آسمان سے جو چیز اترتی ہے فرشتے ہوں، وحی ہو، احکام الٰہی ہوں، رزق ہو، بارش ہو، غرضیکہ جو چیز اوپر سے نیچے نازل ہوتی ہے وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اسی طرح جو چیزیں نیچے سے عالم بالا کی طرف صعود کرتی ہیں ملائکہ ہوں، اعمال حسنہ ہوں، اہل ایمان کی روحیں ہوں، کچھ بھی ہو ان کا علم اسے کما حقہ ہے۔

؎ وہ ذات جو عرش پر جلوہ فرما ہے اور تم سے بہت الگ اور بے تعلق نہیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ اپنے علم اور قدرت سے تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ صوفیائے معیت سے ایسی معیت مراد لی ہے جس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی معیۃ غیر متکیفۃ۔

www.KitaboSunnat.com

الْأُمُورُ ﴿٥﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ

جائیں گے۔ داخل فرماتا ہے رات (کا کچھ حصہ) دن میں اور داخل کرتا ہے دن (کا کچھ حصہ) رات میں اور وہ

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٦﴾ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ

خوب جانتا ہے جو سینوں میں پوشیدہ ہے۔ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو (اس کی راہ میں) ان مالوں سے

علامہ اسماعیل حقی نے یہاں بڑی پیاری بات لکھی ہے۔ اہل شوق کی تسکین قلب کے لیے لکھ رہا ہوں۔ فی التاویلات النجمیۃ وھو معکم لا بالمعیۃ المفھومۃ للعوام والخواص ایضاً۔

ایں معیت می نگنجد در بیاں — نے زماں را ہیچ پوید نے مکاں

بل بالمعیۃ الذوقیۃ بالذوق الکشفی الشھودی ای انا معکم بحسب مراتب شھودکم ان کنتم فی مشھد الفعل فانا معکم بالفعل الذاتی بلا تقدم ولا تاخر عنکم۔ (اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ اہل دل خود سمجھ لیں)

؎ کبھی ایمان لانے کی دعوت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو نعمت ایمان سے محروم ہیں اور کبھی یہ دعوت ان لوگوں کو بھی دی جاتی ہے جو ایمان تو لے آئے ہوتے ہیں لیکن ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے میں غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسلام کو سربلند کرنے کے لیے اگر کسی مالی اور جانی قربانی کی انہیں دعوت دی جاتی ہے تو وہ شوق اور آمادگی ان میں نظر نہیں آتی جو ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ آیات غزوہ تبوک کے موقع پر ایسے ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ یہ غزوہ عرب کے کسی قبیلے کے خلاف نہ تھا نہ کسی قریش کے خلاف تھا بلکہ رومی سلطنت کے خلاف تھا جو مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دینے کے منصوبے بنا رہی تھی۔ تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر حضور نبی کریم پیش قدمی کرتے ہوئے سرحدی علاقہ میں تبوک کے مقام پر آکر خیمہ زن ہوئے تھے۔ ایسی مہم کو سرانجام دینے کے لیے جتنے سرمایہ کی ضرورت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر صحابہ نے ایثار و فدائیت کے ایسے ایسے مظاہرے کیے کہ انہیں پڑھ کر آج بھی ایمان تازہ ہو جاتا ہے لیکن بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مسلمان تو تھے مگر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ان کے لیے بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ ان کو برانگیختہ کرنے کے لیے انہیں پھر دعوت ایمان دی جا رہی ہے اور جو عہد وہ پہلے کر چکے ہیں وہ یاد دلایا جا رہا ہے تاکہ آزمائش کے اس وقت میں وہ ناکام نہ ہو جائیں۔

علامہ ابو حیان الاندلسی لکھتے ہیں، امر تعالیٰ عبادہ المؤمنین بالثبات علی الایمان ودوام النفقۃ فی سبیل اللہ۔ قال الضحاک نزلت فی غزوۃ تبوک۔ (البحر المحیط)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کریں۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

جن میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔ پس جو لوگ ایمان لائے تم میں سے اور راہ خدا میں خرچ کرتے رہے ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے ۵

۵ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ انداز بیان ایسا ہے کہ انسان میں ذرا شعور بھی ہو تو وہ تن من دھن سب کچھ لٹانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہے وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو مال آج تمہارے قبضہ میں ہے تم ان کے حقیقی مالک نہیں ہو۔ اس کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اس نے تم پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور ان تمام چیزوں میں تمہیں اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کر دیا۔ حقیقی مالک وہ ہے۔ تم اس کے خلیفہ ہو۔ اب یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ مالک حکم دے اور نائب اس کی بجا آوری میں لیت و لعل کرے۔

یہاں یاد رہے کہ جن اموال میں اس نے تمہیں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے جب وہ ارشاد فرمائے تو ان کو اس مال کو خرچ کرو۔ تمہیں جنت میں اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی۔ ای جعلکم سبحانہ خلفاء عنہ عزوجل فی التصرف فیہ من غیر ان تملکوہ حقیقۃ۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے یہ مکان، یہ زمین، یہ جائیدادیں کسی اور کے تصرف میں تھے۔ وہ انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اب یہ چیزیں تمہارے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ تم نے بھی ایک دن یہاں سے رخت سفر باندھنا ہے۔ اس وقت یہ چیزیں کسی اور کے تصرف میں چلی جائیں گی۔ جتنے عرصہ کے لیے تمہیں ان چیزوں کا مالک بنایا گیا ہے تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ انہیں اس طرح خرچ کرو کہ تمہارا رب تم پر راضی ہو جائے۔ جب یہ چیزیں تمہارے قبضہ سے نکل جائیں گی تو پھر پچھتاؤ گے۔ ای جعلکم خلفاء عمن کان قبلکم فیما کان بایدیہم فانتقل لکم۔ (روح المعانی)

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حکیمانہ انداز میں یہی سبق اپنے صحابہ کرام کو ذہن نشین کرایا تھا۔ مطرف اپنے باپ عبداللہ سے ذکر کرتے ہیں رضی اللہ عنہما۔ قال اتیت الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یقول الھکم التکاثر یقول ابن آدم مالی مالی وھل لک من مالک الا ما اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت وما سوی ذلک فذاھب وتارکہ للناس (مسلم) عبداللہ کہتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور فرما رہے تھے الھکم التکاثر تمہیں مال کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ اے انسان! تیرے مال میں سے تیرا حصہ کچھ نہیں بجز اس کے جو تو نے کھا لیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور اسے پرانا کر دیا یا صدقہ کیا اور راہ آخرت کے لیے بطور زاد آگے بھیج دیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ جانے والا ہے اور تو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

ایک روز ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دنبہ ذبح کیا۔ اس کا ایک بازو رکھ لیا اور باقی سب مسکینوں میں بانٹ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانہ اقدس میں تشریف لائے تو پوچھا کوئی چیز اس سے بچی ہے۔ ام المومنین نے عرض کی ما بقی منھا الا کتفھا۔ باقی سب ختم ہو گیا ہے صرف ایک بازو بچا ہے۔ اس پر مرشد کامل نے ارشاد فرمایا بقی کلھا غیر کتفھا

www.KitaboSunnat.com

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَ

آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کا رسول دعوت دے رہا ہے تمہیں کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر ستہ

قَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰى

اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ بھی لے چکا ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو ستہ وہی ہے جو نازل فرماتا ہے اپنے (حبیب)

عَبْدِهِ آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ

بندہ پر روشن آیتیں تاکہ تمہیں نکال لے (کفر کے) اندھیروں سے (ایمان کے) نور کی طرف۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے

بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ

ساتھ بڑی شفقت فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خرچ نہیں کرتے راہِ خدا میں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی

اے عاشق! جو تم نے راہِ خدا میں دیا وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ فقط وہ باقی رہے گا جو تم نے اپنے لیے رکھا ہے۔ یہ تمام وہ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تھا۔

ستہ علامہ ابو حیان لکھتے ہیں یہ استفہام زجر و توبیخ کے لیے ہے۔ ای کیف لا تثبتون علی الایمان۔ تم کیوں ایمان پر ثابت قدم نہیں رہتے حالانکہ اللہ کا رسول تمہیں اس کی طرف بار بار بلا رہا ہے اور تمہیں دلائل اور براہین سے سمجھا رہا ہے۔ انسان زبان سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اگر اس شخص کے بعد وقت و صدق و یقین کا مظاہرہ کرنے سے قاصر رہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا ایمان ناقص ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے ایمان کو مستحکم بنانے کا جو زریں موقع اسے نصیب ہوا اس سے پورا فائدہ اٹھائے اور اس سے بہتر اور کون سا موقع ہوگا جب اللہ کا پیارا حبیب دعوت دے رہا ہو۔ اس کے نورانی بیانات سے شکوک و شبہات کی تاریکیاں چھٹ رہی ہیں یعنی انہیں پوری طرح آگاہی ان سے مل رہی ہے۔ جس نے اس زریں موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اس سے بڑھ کر بدنصیب کون ہوگا۔

ستہ جب تم نے اسلام قبول کیا تھا اس وقت میرے رسول نے تم سے پختہ وعدہ لیا تھا۔ کیا وہ تمہیں یاد نہیں رہا۔ ایسے پختہ وعدہ کے بعد یہ تم قدم قدم پر تذبذب کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ کچھ تو ہوش کرو۔ اس میثاق کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم بہ اذ قلتم سمعنا واطعنا۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت تم پر کی ہے اور اس پختہ عہد کو یاد کرو جو تم نے اس کے ساتھ کیا جب تم نے کہا تھا ہم نے تیرا حکم سنا اور ہم نے تیری اطاعت کی۔ حضرت عبادہ ابن صامت نے اس میثاق کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو بیعت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں بایعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی النشاط والکسل وعلی النفقۃ فی العسر والیسر وعلی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ

آسمانوں اور زمین کا وارث ہے۔ تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا ان کی جنہوں نے فتح سے پہلے راہِ خدا میں

الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ

مال خرچ کیا اور جنگ کی ۱۲ ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح کے بعد مال صرف کیا

وعلی ان نقول فی اللہ تعالیٰ ولا نخاف لومۃ لائم ۔ (مسند امام احمد)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم حضور کے ہر فرمان کی تعمیل کریں گے نشاط کی کیفیت ہو یا کسل مندی کی حالت۔ ہم اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کریں گے خواہ ہم تنگ دست ہوں یا خوش حال۔ ہم نیکی کا حکم دیں گے برائی سے روکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے۔

۱۱ اس آیت میں پھر اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لیے مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کرو کہ تمہاری اولاد کا کیا بنے گا۔ تمہاری زندگی کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ تمہارا معاملہ اپنے رب کریم کے ساتھ ہے۔ زمین و آسمان کے سارے خزانے اس کے دستِ قدرت میں ہیں۔ ہر چیز کا مالک وہ ہے وہ بڑا غنی ہے۔ اس کی غیرت ہرگز یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کی راہ میں گھربار لٹانے والا کسی غیر کا دست نگر ہو۔ وہ خزانۂ غیب سے اسے اس طرح فراواں رزق دیتا ہے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔

۱۲ یہاں ایک فقرہ محذوف ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی۔ لا یستوی من انفق قبل الفتح وقاتل ومن انفق بعد الفتح وقاتل۔ یعنی برابر نہیں ہو سکتا وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی اور جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی لیکن مضمون چونکہ بالکل واضح تھا اس لیے اس فقرہ کو حذف کر دیا۔ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ بعض نے صلح حدیبیہ مراد لیا ہے۔ فتح سے پہلے حالات بڑے نازک اور مخدوش تھے۔ ہر لحظہ یہ خطرہ تھا کہ کفر کا سیلاب آئے گا اور گلشنِ اسلام کو بہا کر لے جائے گا۔ ان تشویشناک اور غیر یقینی حالات میں جن لوگوں نے دل کھول کر اپنے مال خرچ کیے اور ذوق و شوق سے اپنی جانیں قربان کیں ان کے پیش نظر فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا تھی کسی قسم کی مالی یا سیاسی منفعت کا کوئی امکان نہ تھا نیز اس وقت قربانیوں کی ضرورت شدید تھی اور قربانی دینے والے چند لوگ تھے۔ فتح کے بعد حالات یکسر پلٹ گئے۔ اب اسلام ایک سیاسی قوت کی حیثیت سے ابھر رہا تھا اس کے جاں نثاروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کے دشمنوں کی قوت گھٹتی جا رہی تھی۔ مالی وسائل میں بھی قابل قدر اضافہ ہو رہا تھا۔ اس لیے جن لوگوں نے بے بسی کے عالم میں اپنے مالک کو راضی کرنے کے لیے اور دینِ حق کو سربلند کرنے کے لیے اپنے مال بھی خرچ کیے اور جانیں بھی پیش کیں بعد میں آنے والے ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیت میں ان مہاجرین و انصار کے متعلق زبانِ قدرت یہ اعلان فرما رہی ہے۔ اولئک اعظم درجۃ ۔ ان کا درجہ

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٠﴾ ١ ع ١٧

اور جنگ کی بعد میں تو سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے ۱۳

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ

کون ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کو دے بطور قرض حسنہ کے ۱۴ اور اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا دے اس کے مال کو اس کے لیے اور اس کے علاوہ

بڑا درجہ ہے۔ ان کا مقام بڑا بلند ہے۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قربانیاں اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی توصیف فرما رہا ہے۔ قرآن ان کی عظمت کی گواہی دے رہا ہے۔ اب جو لوگ ان پاکبازوں کی عظمت شان کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ الٹا ان پر زبان طعن دراز کرتے ہیں، وہ خدا سوچیں اور خود ہی بتائیں کہ ان صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حق ہے یا ان کا فیصلہ۔ ہم خدا کی بات مانیں، قرآن کی شہادت کو سچ سمجھیں یا ان کی بات کو۔ یہاں پر علمائے تفسیر نے ایک بڑا ایمان افروز واقعہ لکھا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق بھی وہاں بیٹھے تھے۔ آپ نے عبا پہنی ہوئی تھی اور اس کو آگے سے باندھا ہوا تھا۔ جبریل امین آئے اور عرض کیا یا نبی اللہ مالی اری ابابکر علیہ عباءة قد خللها فی صدرہ بخلال یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں ابو بکر نے ایسی عبا پہنی ہوئی ہے جسے سامنے سے کانٹوں سے جوڑا ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا اس نے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کا سلام ابو بکر کو پہنچائیں اور ان سے پوچھیں کیا وہ اس فقر و تنگدستی پر خوش ہیں یا ناراض۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کو سلام پہنچایا اور یہ سوال پوچھا۔ اس پیکر تسلیم و رضا نے کتنا پیارا جواب دیا۔ عرض کیا اأسخط علی ربی۔ انی عن ربی لراض۔ انی عن ربی لراض۔ یعنی میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں تجھ پر راضی ہوں جس طرح تو مجھ پر راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رو پڑے۔ حضرت جبریل نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تمام حاملین عرش اس قسم کی عبائیں پہنے ہوئے ہیں اور اسی طرح سے خلال کیے ہوئے ہیں جس طرح کہ آپ کے اس یار نے کیا ہے۔ (قرطبی و دیگر کتب تفسیر)

۱۳۔ یہ فرما کر اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ فتح کے بعد جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں مالی اور جانی قربانیاں دیں، وہ رائیگاں ہو گئیں۔ ہرگز نہیں بلکہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ ان کو بھی ان کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرے گا۔ صحیح نیت کے مطابق ان کے اعمال کا انہیں ثواب ملے گا۔ کسی کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہو گی۔ واللہ بما تعملون خبیر فرما کر قیامت تک آنے والے مخلصین کی دل جوئی فرما دی۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ایک نئے انداز سے دی جا رہی ہے۔ فرمایا اللہ کی راہ میں جو مال تم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ

اسے شاندار اجر بھی ملے گا۔ جس روز آپ دیکھیں گے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو کہ تیزی سے چل رہا ہوگا ان کا نور ان کے

أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

آگے بھی اور ان کی دائیں جانب بھی۔ (انہیں کہا جائے گا) مژدہ ہو! آج ان باغوں کا بہ رہی ہیں جن کے نیچے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُولُ

نہریں، تم ہمیشہ وہاں رہو گے۔ یہی وہ عظیم الشان کامیابی ہے۔ اس روز کہیں گے

خرچ کرو گے اس کی حیثیت قرض کی ہوگی۔ جسے قرض دیا جاتا ہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اسکو واپس ادا کرے۔ اسی طرح راہ خدا میں جو تم خرچ کرو گے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ قرض ہوگا۔ وہ اسے ضرور لوٹائے گا۔ یہاں ایک نکتہ قابل غور طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مطلق قرض دینے کی ترغیب نہیں دلائی گئی بلکہ قرض حسنہ دینے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور قرض حسنہ تب ہوگا جب اس میں بقول علامہ آلوسی دس صفتیں پائی جائیں۔ حلال مال ہو۔ اعلیٰ درجہ کی چیز ہو۔ خود بھی اس کی اشد ضرورت ہو۔ پوشیدہ طور پر دے۔ احسان نہ جتائے۔ اذیت نہ پہنچائے۔ بقصد رضائے الٰہی ہو۔ جتنا بھی خرچ کرے اسے تھوڑا خیال کرے۔ ان آیات کو سن کر صحابہ کرام پر کیا اثر ہوتا تھا اس کا اندازہ آپ اس ایک واقعہ سے لگا سکتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو الدحداح حاضر خدمت ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں۔ وہ بولے اپنا دست مبارک مجھے دکھائیے۔ انہوں نے حضور کا ہاتھ پکڑا اور گزارش کی میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا۔ اس باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے۔ ان کی بیوی اور بچے اسی میں رہائش پذیر تھے۔ حضرت ابو الدحداح یہ کرنے کے بعد اپنے باغ کی طرف آئے اور باہر کھڑے ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی اے دحداح کی ماں! اس نے جواب دیا لبیک۔۔ فرمایا اخرجی فقد اقرضته ربی عز وجل۔ اس باغ سے باہر نکل آؤ۔ میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔ اس نیک بخت بیوی نے جب یہ سنا تو کہا: ربح بیعک یا ابا الدحداح۔ اے دحداح کے باپ تم نے بڑا نفع والا سودا کیا ہے۔ خود بھی باہر نکل آئیں۔ اپنے بال بچے اور ساز و سامان کو بھی وہاں سے نکال دیا۔ یہ تھے حقیقی دانشمند یہی وہ طلبہ تھے جن پر ان کے استاد کو بھی ناز تھا اور ان کے خالق کو بھی ناز تھا۔ ان کے کارناموں کے باعث انسانیت کا سر آج بھی اونچا ہے۔

۲۱ جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک ملے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کے علاوہ اجر عظیم بھی۔

۲۲ اہل ایمان قبروں سے نکل کر جب حشر کے میدان میں تشریف لائیں گے تو ان کی عجیب شان ہوگی۔ ان کے آگے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ

منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے ذرا ہمارا بھی انتظار کرو ہم بھی روشنی حاصل کریں تمہارے نور سے۔

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ

انہیں کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور وہاں (نور) تلاش کرو۔ پس کھڑی کر دی جائے گی ان کے اور اہلِ ایمان کے درمیان

بھی نور ہوگا۔ ان کے دائیں جانب بھی نور ہوگا۔ یہ نور ہر شخص کی قوتِ ایمان اور اعمالِ حسنہ کے مطابق ہوگا۔ اس دنیا میں جس قدر کسی نے ایمان کی پختگی کا مظاہرہ کیا ہوگا، جس قدر اس نے نیکیاں کی ہوں گی اسی نسبت سے اس کا نور ضوفشاں ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے کہ بعض مومن ایسے ہوں گے جن کے نور سے مدینہ اور عدن کی طویل مسافت جگمگا رہی ہوگی۔ بعض کے نور سے مدینہ اور صنعاء کا درمیانی علاقہ روشن ہو رہا ہوگا۔ بعض کا نور اس سے کم ہوگا اور بعض کے نور سے صرف ان کے قدم رکھنے کی جگہ روشن ہوگی۔

ان من المومنين من يضئ نوره كما بين المدينة وعدن ابين المدينة وصنعاء ودون ذلك حتى يكون منهم من لا يضئ نوره الا موضع قدميه۔ (قرطبی)

آیت کا مطلب یہ نہیں کہ صرف آگے اور دائیں طرف نور ہوگا اور بائیں طرف اور پیچھے اندھیرا ہوگا بلکہ مقصد یہ ہے کہ نور آگے اور دائیں طرف ہوگا لیکن اس کی روشنی چاروں طرف ہوگی۔

حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزِ قیامت سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے مجھے ہی سجدہ سے سر اٹھانے کا اذن ملے گا۔ میں آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھوں گا اور ساری امتوں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! امتوں کے اس ہجوم میں حضور اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا اعرفهم محجلون من اثر الوضوء ولا يكون احد من الامم غيرهم واعرفهم يعطون كتبهم بايمانهم واعرفهم بسيماهم في وجوههم واعرفهم بنورهم يسعى بين ايديهم۔ یعنی میں ان کو پہچان لوں گا کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں وضو کے اثر سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ چیز کسی دوسری امت میں نہ پائی جائے گی نیز انہیں پہچان لوں گا کیونکہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ نیز ان کو اس نشانی سے پہچان لوں گا جو ان کے چہروں میں ہوگی۔ نیز انہیں اس نور سے پہچان لوں گا جو ان کے سامنے ضوفشانی کر رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم گنہگاروں پر بھی یہ کرم فرمائے۔ آمین۔

بشریٰکم: فرشتے آگے بڑھ کر انہیں جنت کا مژدہ سنائیں گے۔

---

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾

ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے باطن میں رحمت اور اس کے ظاہر کی جانب عذاب ہوگا ۲۲

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

منافق پکاریں گے اہل ایمان کو کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ۲۳ وہ کہیں گے بیشک لیکن تم نے اپنے آپ کو خود فتنوں میں ڈال دیا اور

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ

(ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور شک میں مبتلا رہے اور دھوکہ میں ڈال دیا تمہیں جھوٹی امیدوں نے یہاں تک کہ آ گیا فرمان الٰہی اور

غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ

دھوکہ دیا تمہیں اللہ کے بارے میں شیطان دغاباز نے ۲۴ پس آج نہ تم سے فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ

۲۲ منافق مرد اور منافق عورتیں جو اس دنیا میں اپنے آپ کو بہت زیرک اور چالاک سمجھتے ہیں قیامت کے روز ان کی حالت دیدنی ہوگی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا، نجات کے سارے راستے بند۔ اس بے بسی اور بیچارگی کے عالم میں وہ اہل ایمان کو کہیں گے ذرا اپنی روشنی میں ہمیں بھی آ لینے دو۔ ذرا اپنا نورانی چہرہ ہماری طرف بھی کرو شاید اس تاریکی سے ہم روشنی حاصل کر سکیں۔ انہیں کہا جائے گا پیچھے لوٹ جاؤ اور وہاں سے نور تلاش کرو۔ جب وہ پیچھے مڑیں گے تو ان کے درمیان اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی اس کے دروازوں کی اندرونی جانب جو جنت کی طرف ہوگی وہ رحمت والی ہوگی اور بیرونی جانب جو دوزخ کی طرف ہوگی وہ عذاب والی ہوگی۔

۲۳ جب دیوار کھڑی کر دی جائے گی تو اہل جنت منافقوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے تو وہ زور زور سے انہیں پکاریں گے اے بندگان خدا اے غلامان مصطفیٰ! کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہیں رہتے تھے۔ ہم تو آپس میں بڑے گہرے دوست بھی تھے باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں۔ آج ہم سے تم نے یوں منہ موڑ لیا جیسے کبھی شناسائی ہی نہ تھی۔

۲۴ اہل ایمان انہیں جواب دیں گے بیشک تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے لیکن تمہیں خوب علم ہے کہ تمہارے باطن میں کیا پنہاں تھا۔ یہاں منافقین کی ان خصلتوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کی تباہی کا باعث بنیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ان کلمات میں تدبر سے غور کریں اور پھر اپنا جائزہ لیں کہ کہیں منافقین کی کوئی خصلت ہم میں تو نہیں پائی جاتی۔

پہلی بات جو منافقین کو کہی جائے گی وہ یہ ہے فتنتم انفسکم۔ علامہ راغب اس کا معنی کرتے ہیں اوقعتموها في بلية وعذاب یعنی تم نے اپنے نفسوں کو ابتلا اور عذاب میں پھینک دیا۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں استعملتموها في الفتنة۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

کفار سے۔ تم (سب) کا ٹھکانا آتش (جہنم) ہے۔ وہ تمہاری رفیق ہے اور بہت بری جگہ ہے لوٹنے کی

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لیے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لیے اور اس سچے کلام

تم نے اپنے آپ کو فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے میں بیباکانہ استعمال کیا۔ منافقین ہمیشہ اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ اسلام پر جب بھی کوئی کٹھن گھڑی آئی تو انہوں نے اسلام کی مشکلات میں اضافہ کرنے میں اپنے سارے وسائل صرف کر دیے۔ . . . دوسری بات جو انہیں کہی جائے گی وہ یہ ہے وتربصتم یعنی کفر و اسلام کی کشمکش جب عروج پر تھی تمہارا فرض تھا کہ تم نتائج سے بے پروا ہو کر اپنی قسمت اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیتے۔ توحید و رسالت کی جو شہادت تم نے زبان سے دی تھی تم پر لازم تھا کہ اپنے عمل سے اس کو سچا کر دکھاتے لیکن تم انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ پانسہ کس کے حق میں پلٹتا ہے۔ عشق اور مصلحت بینی، ایمان اور موقع پرستی دو متضاد چیزیں ہیں۔ تربص کا ایک معنی ذخیرہ اندوزی بھی کیا گیا ہے۔ لسان العرب میں ہے المتربص: المحتکر۔ علامہ جوہری بھی لکھتے ہیں المتربص: المحتکر (صحاح) ذخیرہ اندوزی کرنے والا اس انتظار میں رہتا ہے کہ جب جنس بازار میں نایاب ہو جائے اور اس کا نرخ بڑھ جائے اس وقت وہ اسے فروخت کرے۔

تیسرا نقص جس میں وہ ملوث تھے وہ ارتیاب تھا۔ یعنی ساری عمر تم شک میں مبتلا رہے۔ اسلام قبول کرنے سے جو یقین اور اذعان دل میں پیدا ہو جاتا ہے اس سے تم محروم رہے۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے رسول ہیں، کیا قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے، کیا قرآن کی یہ بات سچی ہے کہ اللہ کی راہ میں جو لوگ جان دے دیتے ہیں وہ مردہ ہونے کے باوجود مردہ نہیں بلکہ زندہ جاوید ہیں۔ اسلام کی سربلندی کے لیے مال خرچ کرنے سے انسان مفلس ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا بلکہ تونگر و غنی بن جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں تھیں جنہیں تم شک کی نظر سے دیکھتے رہے اور اسی شک کے باعث تم اس عزیمت سے محروم رہے جو بندہ مومن کی خصوصیت ہے۔ آخر میں انہیں بتایا کہ جھوٹی امیدوں اور کھوکھلی توقعات نے تمہیں ہمیشہ دھوکا میں رکھا۔ شیطان بھی تمہیں گمراہ کرنے پر آمادہ رہا۔ اس کی طفل تسلیوں سے تم یوں مگن رہے کہ اپنی اصلاح کا تمہیں کبھی خیال ہی نہ آیا۔ یہاں تک کہ موت نے تمہارا رشتہ حیات کاٹ کر رکھ دیا۔ غرور سے مراد شیطان ہے۔

لے کفار اور منافقین دونوں ایمان سے محروم ہوتے ہیں۔ اس لیے دونوں کی سزا کی نوعیت یکساں ہے۔ نہ اس کے لیے بخشش ہے نہ اس کے لیے مغفرت۔ ھی مولکم ای ھی اولیٰ بکم یعنی تمہارے لیے آگ ہی مناسب مقام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ

کے لیے جو اترا ہے سللے اور نہ ہو جائیں ان لوگوں کی طرح جنہیں کتاب دی گئی اس سے پہلے پس لمبی

سللے یأن : اس کے دو مادے ہیں اور معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ انی یانی اور آن یئین۔ دونوں کا معنی قریب ہونا ہے۔ قریب ہونا، نزدیک ہونا۔

جب تک دل میں کمال عجز و نیاز پیدا نہ ہو نہ ایمان کا لطف آتا ہے نہ عبادات میں مزہ آتا ہے۔ جب تک دل اس احساس سے لبریز نہ ہو کہ کہاں خالق ارض و سما اور کہاں یہ مشت حقیر و بے نوا۔ اس کی شان کبریائی اور اس کے عظمت و جلال پر جب نگاہیں جم کر رہ جاتی ہیں اس وقت دل اپنی ذات نظر آتی ہے نہ اپنی حسنات۔ اس وقت دل میں درد محبت اٹھتا ہے۔ اسی وقت آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ یہی وہ گھڑی ہوتی ہے جب اس کے احسان کے دیوانے کھوئے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام کی نمازیں، ان کی عبادتیں، ان کی تلاوتیں ہمیشہ اس رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی تھیں۔ اس ارشاد سے اسی نعمت کے حصول کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ اس آیت کی تاثیر سے کئی گم کردہ راہ راہ ہدایت پر گامزن ہو گئے کئی غفلت میں ڈوبے ہوئے ذکر و فکر کی لذتوں سے آشنا ہو گئے اور کئی ہجر و فراق کے ستم رسیدہ وصال سے مسرور ہو گئے۔ حضرت فضیل ابن عیاض علیہ الرحمۃ جیسے دونوں گروہوں کے سرخیل ہیں۔ ان کی تقدیر کو اسی آیت نے بدل دیا۔ جوانی کے ایام میں ایک عورت کے دام عشق میں اسیر ہو گئے۔ بڑی مشکل سے اس نے ایک رات ملاقات کی اجازت دی۔ وقت مقررہ پر وہ شوق سے وارفتہ قدم اٹھائے ادھر جا رہے تھے کہ کہیں سے یہ صدا فرحت افزا گوش ہوئی۔ کوئی پڑھ رہا تھا۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ یہ سنتے ہی ان کے قدم رک گئے۔ ہوا و ہوس کا جو طوفان امڈ آیا تھا وہ سمٹ گیا۔ اسی وقت واپس مڑ گئے اور سچے دل سے توبہ کی اور مقام ولایت پر فائز ہوئے۔

اصمعی ابن الحواری کہتے ہیں میں بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا کہ میں نے ایک خوفناک چیخ سنی۔ مڑ کر دیکھا تو ایک شخص کو بے ہوش گرا ہوا پایا۔ میں نے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا الم یأن الخ۔ اس آدمی نے جب یہ آیت سنی تو غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ ہم آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ وہ آدمی ہوش میں آ گیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

اما اٰن للہجران ان یتصرما ‎ ‎ ‎ ‎ و للغصن غصن البان ان یتبسما

و للعاشق الصب الذی ذاب و انحنی ‎ ‎ ‎ ‎ الم یأن ان یبکی علیہ و یرحما

یعنی کیا ابھی ہجر کے خاتمہ کا وقت نہیں آیا۔ کیا ابھی وہ گھڑی نہیں آئی جب بان کی ٹہنی مسکرانے لگے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ عاشق صب جو گھل گیا ہے اور جھک گیا ہے اس پر رحم کیا جائے۔ یہ اشعار پڑھے پھر غش کھا کر گرا اور محبوب حقیقی کے وصال سے مشرف ہو گیا۔

اسی لیے مرشد اپنے مرید کو ایسا وظیفہ تلقین کرتا ہے جس سے دل میں گداز پیدا ہو۔ دل کی سختی دور ہو جائے۔ انسان اپنی

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾ اعْلَمُوا أَنَّ

مدت گزر گئی ان پر تو سخت ہو گئے ان کے دل اور ایک کثیر تعداد ان میں سے نافرمان بن گئی ۲۲ خوب جان لو!

اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

اللہ تعالیٰ زندہ کر دیتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔ ہم نے کھول کر بیان کر دی ہیں تمہارے لیے (اپنی) نشانیاں تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا

سمجھو ۲۳ بے شک صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرضہ

حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ

حسنہ دیا کئی گنا بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے اور ان کا مال ہے اور ان کے لیے بڑا عمدہ اجر ہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے

عاجزی اور اپنے محبوب حقیقی کی عظمت اور جلالت شان سے پوری طرح آگاہ ہو جائے تاکہ اس کا ہر لمحہ محبت سے حبیب الٰہی و تجلیات الطاف و احسانات کی بارش ہے تو اسے وہ اپنا کمال یا استحقاق نہ سمجھے بلکہ اسے محض اپنے مولائے کریم کا لطف و احسان یقین کرے یہی کمال بندگی ہے۔ یہی معراج عبدیت ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین میں سالک راہ کو اسی کی تلقین کی گئی ہے۔

۲۲ے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے جن لوگوں نے بلاواسطہ فیضان حاصل کیا تھا، ان کے دلوں میں عجز و نیاز پیدا ہو گیا تھا لیکن جب عرصہ دراز گزر گیا، عہد رسالت کے برکات اور اثرات آہستہ آہستہ ماند پڑتے گئے تو بعد میں آنے والے لوگوں کے دل سخت ہو گئے۔ فسق و فجور کی طرف طبیعت راغب ہو گئی۔ اپنے آباء و اجداد کی انابت و انقیاد کی راہ کو غرور اور پندار خیال کے گھمنڈ میں ترک کر دیا اور گناہوں کی رنگین دنیا میں کھو کر رہ گئے۔

۲۳ے خوب جان لو اللہ تعالیٰ مردہ زمینوں پر ابر رحمت برساتا ہے اور انہیں زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح دلوں کی بنجر زمینوں پر جب کسی اللہ کے مقبول بندے کی نظر رحمت پڑتی ہے تو وہاں بھی ذکر و عبادت کے گلستان آباد ہو جاتے ہیں، یاد الٰہی کے پھول کھلنے لگتے ہیں اور انوار کی تجلیاں مسکرانے لگتی ہیں۔ ؎

دم عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

رسولوں پر۔ وہی خوش نصیب، اللہ کی جناب میں صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے خصوصی

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

اجر اور ان کا خصوصی نور ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ تو

الْجَحِيْمِ ۧ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّ

۱۸ دوزخی ہیں۔ خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض کھیل، تماشا اور سامان آرائش ہے اور

تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ

آپس میں رعب و دبدبہ، اِترانا اور ایک دوسرے سے زیادہ مال اور اولاد حاصل کرنا ہے ۲۲ اس کی مثال ایسی ہے جیسے

۲۲ لوگ دنیوی زندگی پر اس قدر فریفتہ ہیں کہ انہیں اپنی عاقبت سنوارنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ وہ اس کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں بخوشی برداشت کرتے ہیں۔ اس کے لیے تو ان گنت لذت خوشی دلی سے بدکاری کے ارتکاب سے بھی باز نہیں آتے۔ اس آیت میں ان کی اس کم ظرفی اور کم عقلی پر انہیں متنبہ فرمایا جا رہا ہے۔ دنیوی زندگی کے دامن میں جو نگینے کھلونے ہیں ان میں سے ایک ایک کا ذکر کر دیا اور پھر انسان کو جھنجھوڑا اور اس سے دریافت کیا کہ ان کھلونوں میں سے کوئی کھلونا اتنا قیمتی ہے کہ اسے اس کی زندگی کا ماحصل قرار دیا جا سکے۔ اگر نہیں تو پھر تیری دانشمندی یہ ہے کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرے۔ فرمایا دنیوی زندگی عبارت ہے لہو و لعب سے جو بچوں کا کام ہے۔ زینت و آرائش سے جو عورتوں کا شیوہ ہے۔ تفاخر و تکاثر سے جس میں احمق اور نادان ہی اپنے آپ کو مشغول رکھ سکتا ہے۔

اے بندۂ مومن تیری زندگی بڑی قیمتی ہے اسے بچوں کی طرح لہو و لعب میں برباد مت کر۔ تیری ذات خود بڑی ہی حسین و جمیل ہے تجھے ان عارضی آرائشوں کی کیا ضرورت ہے۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

تجھے اپنے آباء و اجداد کے اپنے حسب و نسب پر فخر کرنا زیب نہیں دیتا۔ تجھے ہر وقت اپنے اعمال حسنہ میں اضافہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے تاکہ تیرے حسن عمل سے تیری ذات ہی نہیں، تیری بستی ہی نہیں بلکہ تیرا سارا ملک اور بنی نوع انسان اس سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ دولت کے انبار اور اولاد کی کثرت انسان کی عزت میں اضافہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں وہی معزز و مکرم ہوتا ہے جس کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہو۔ اس کے علاوہ یہ ساری چیزیں فانی ہیں، چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔

www.KitaboSunnat.com

أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا

بھلی لگتی ہے اور شادابی ہونے کسانوں کو اس کی شادابی پھر جوبن پر آتی ہے پھر تو دیکھتا ہے اسے کہ زرد ہو گئی ہے پھر ہو جاتی ہے ریزہ ریزہ ۲۵

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَ

اور ان منکروں کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہوگا اور (اہل ایمان) کے لیے اللہ کی بخشش اور اس کی خوشنودی ہوگی ۲۶

مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن

اور نہیں ہے دنیوی زندگی مگر نرا دھوکہ ۲۷ تیزی سے آگے بڑھو اپنے رب کی مغفرت

انسان کو چاہیے کہ اپنے عمل سے ایسے چراغ روشن کرے جن سے وہ اندھیری رات منور ہو جائے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی پیاری حدیث ہے۔ ارشاد ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ کہ مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر غیر ضروری چیز کو نظر انداز کرتا چلا جائے۔

۲۵ دنیوی زندگی کی حقیقت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا جا رہا ہے۔ بارش برستی ہے تو کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ ان کی سرسبزی اور شادابی کو دیکھ کر ان کا مالک خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ تھوڑے ہی دن گزرتے ہیں کہ ان کی تازگی ماند پڑنے لگتی ہے۔ وہ خشک ہونے لگتی ہے۔ پھر اس کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔ پھر وہ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑتی ہے۔ یہی حال انسان کی دنیوی زندگی کا ہے۔ جب عہد شباب کا آغاز ہوتا ہے تو انسان کا چہرہ دلکش، جسم قوت و توانائی سے بھرپور، انگ انگ سے زندگی پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہی ہوتی ہے۔ جب جوانی ڈھلنے کی طرف بڑھتی ہے تو رنگت بدل جاتی ہے، چہرے پر جھریاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ اور شگفتگی کی قوت باقی نہیں رہتی۔ دل میں شیر افگنی کے ولولے سرد پڑ جاتے ہیں۔ آخر کار ضعف کی وجہ سے بستر پر پڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ موت کا جھونکا اس کے چراغ زیست کو ہمیشہ کے لیے بجھا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سارے ٹھاٹ باٹ، عزت و احتشام اور کر و فر کا جنازہ اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح دنیوی زندگی میں اگر وہ نخوت و غرور میں بیکار رہا تو اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔

۲۶ لیکن آخرت کی خوشیاں بھی ابدی ہیں اور رنج و غم بھی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دنیوی زندگی کی فانی لذتوں اور مسرتوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی اخروی زندگی کو ہمیشہ باقی رہنے والی خوشیوں اور مسرتوں سے مالا مال کر لیتے ہیں اور کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی عارضی خوشیوں کے بدلے اپنے لیے جہنم میں ابدی ٹھکانا بنا لیا۔

۲۷ جو لوگ دنیا کی نعمتوں سے اپنی آخرت کو نہیں سنوارتے ان کے لیے دنیا کے ساز و سامان میں دھوکا اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۙ أُعِدَّتْ

کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے۔ جو تیار کر دی گئی ہے

لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ

ان کے لیے جو ایمان لے آئے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾ مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي

اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے ۲۸ نہیں آتی کوئی مصیبت زمین

الْأَرْضِ وَلَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ

پر اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں

إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا

بے شک یہ بات اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔ (ہم نے یہ تمہیں) اس لیے بتا دیا ہے کہ تم غم نہ کرو اس چیز پر جو تمہیں نہ ملے اور نہ اتراؤ

بِمَآ آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

اس چیز پر جو تمہیں اللہ نے عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کسی مغرور، شیخی باز کو ۲۹ جو لوگ خود بھی بخل کرتے ہیں

۲۸ دنیا کے طلب گاروں کے درمیان مقابلہ کی دوڑ جاری ہے۔ ہر ایک دوسرے سے اس میدان میں آگے نکل جانا چاہتا ہے۔ دوسروں سے زیادہ مال جمع کرنے، اپنے گھر کو زیادہ سے زیادہ عالیشان اور آراستہ کرنے میں محو ہے۔ اے آخرت کے طلب گارو! تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے کے لیے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ وسیع و عریض جنت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے آراستہ کر رکھا ہے اس کی بہاریں تمہارے لیے چشم براہ ہیں۔ وہاں کی حوریں پھولوں کے گجرے پہنے تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں۔ کوشش کرنا تمہارا کام ہے منزل پر پہنچا دینا اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر موقوف ہے۔ جو سچے دل سے اس کی رضا طلبی میں لگے رہتے ہیں خلوص سے اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں مایوس نہیں کرتی۔ اس کا فضل عظیم ہے اس کی نعمتیں بے کراں ہیں۔

۲۹ عام انسانوں کا یہ وتیرہ ہے کہ جب مصیبتیں انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں تو وہ دل شکستہ اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اپنی قسمت کو کوستے ہیں، گردش روزگار کی کہانیاں سناتے ہیں اور حوصلہ ہار بیٹھتے ہیں، لیکن جب حالات سازگار ہوتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ

اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔ اور جو (اللہ کے حکم سے) روگردانی کرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز، ہر تعریف

الْحَمِيدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

کا مستحق ہے ۞ یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ

اور میزان (عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے پیدا کیا لوہے کو اس میں بڑی قوت

کاروباری نفع ہو، کبھی کھیتی باڑی اور باغات سے خوب آمدنی ہوتی ہے تو پھر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یہ سب ان کے طالع ارجمند کی برکت ہے۔ وہ خود بڑے زیرک اور معاملہ فہم ہیں۔ کاروبار اور زراعت کے اسرار و رموز پر انہیں کامل دسترس حاصل ہے۔ یہ ساری کامیابیاں ان کی اپنی ذہانت اور دانش مندی کا نتیجہ ہیں۔

یہ دونوں حالتیں انسان کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ جو مصیبت تم پر آتی ہے اس سے کوئی مفر نہ تھا کیونکہ تمہارے پیدا ہونے سے پہلے یہ تقدیر میں لکھا جا چکا تھا۔ اس لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھو اور جو نعمتیں تمہیں بخشی گئی ہیں وہ بھی تمہارے پیدا ہونے سے پہلے تمہاری تقدیر میں رقم ہو گئی تھیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تاکہ وہ اپنے احسانات سے تمہیں ہمیشہ بہرہ ور رکھے۔ مختال: اس متکبر کو کہتے ہیں جو اپنی ذاتی خوبی اور کمال پر فخر و ناز کرے اور فخور اس متکبر کو کہتے ہیں جو اپنے جاہ و منصب یا مال و دولت پر گھمنڈ کرے۔

۳۵ اس سورت کی ابتدا سے اہل ایمان کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں کھوٹ تھا۔ وہ اسلام کے لیے اپنا مال خرچ کرنا گھاٹے کا سودا خیال کرتے تھے۔ صرف خود ہی بخل سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی کہتے تھے کہ تم کیوں ایک ایسے مقصد کے لیے اپنے خون پسینے کا کمایا ہوا مال پانی کی طرح خرچ کرتے ہو جس کا مستقبل خطرات سے لبریز ہے۔ تمہیں اپنے بال بچوں کا بھی خیال کرنا چاہیے۔ تمہاری اپنی بھی بیسیوں ضرورتیں ہیں۔ یہ تو کہاں کی عقل مندی ہے کہ جب بھی تمہیں مال خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو خود بھی بخیل ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا سبق دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی قطعاً پروا نہیں۔ یہ اپنی دولت اپنے پاس رکھیں۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور حمید ہے۔ وہ اپنے بھرے ہوئے خزانوں سے اپنے حبیب کی امداد فرمائے گا اور اسلام کی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ

ہے اور طرح طرح کے فائدے ہیں لوگوں کے لیے اور اس لیے (اتارا) تاکہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے

ؔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے انبیاء کی بعثت کے مقاصد کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلے فرمایا کہ ہم جن رسولوں کو دعوتِ حق پہنچانے کے لیے مبعوث فرماتے ہیں انہیں ایسے روشن معجزات عطا کیے جاتے ہیں جن سے ہر کس و ناکس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خود بخود نامعلوم کہیں سے نہیں آ گئے بلکہ انہیں بھیجنے والے نے بھیجا ہے۔ عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے جو یہ کوششیں کر رہے ہیں یہ ان کا خود ساختہ پروگرام نہیں بلکہ یہ پروگرام اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تجویز فرمایا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں اس دعوت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اور اس انقلاب کو پوری طرح برپا کرنے کے لیے چند خصوصی چیزیں عطا فرماتے ہیں۔ کتاب، میزان اور حدید۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کتاب سے مراد وہ وحی ہے جو ہر پیغمبر پر نازل ہوتی ہے جس میں عقائد صحیحہ اور اعمالِ حسنہ کی پوری تفصیل موجود ہوتی ہے۔ الکتاب هو النقل الصحیح۔ اور میزان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس سے مراد عدل ہے۔ قتادہ اور مجاہد نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔ وھو الحق الذی تشھد بہ العقول الصحیحۃ المستقیمۃ المخالفۃ للآراء السقیمۃ۔ یعنی اس سے وہ حق مراد ہے جس پر عقلِ صحیح اور فہمِ سلیم گواہی دیتی ہے۔ جو بیمار افکار کے مخالف ہوا کرتا ہے اور حدید سے مراد وہ قوت ہے جو منکرینِ حق اور معاندین کو حق کی دعوت سے باز رکھنے کے کام آتی ہے۔ ای وجعلنا الحدید رادعا لمن ابی الحق وعاندہ بعد قیام الحجۃ علیہ (ابن کثیر)

اور ان چیزوں کی غرض و غایت یہ بیان کر دی لیقوم الناس بالقسط کہ لوگ عدل اور انصاف پر قائم ہو جائیں۔

کسی معاشرہ میں عدل کے قیام کی یہی صورت ہے کہ حقوق اللہ بھی پوری طرح ادا کیے جائیں۔ یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا جائے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اس کی عبادت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ زندگی گزارنے کے لیے جو اصول اس نے مقرر فرمائے ہیں ان کی بجاآوری میں غفلت نہ برتی جائے۔ اسی طرح حقوق العباد کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ کسی کا حق تلف نہ کیا جائے۔ کسی پر زیادتی نہ کی جائے۔ کسی کے جان، مال اور آبرو پر دست درازی نہ کی جائے۔ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر عدل و انصاف کو برتنے کا رواج دیا جائے اور اگر باہمی تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس کا تصفیہ اس میزان یعنی عقلِ سلیم کے مطابق کیا جائے جسے حق و باطل میں امتیاز کی صلاحیت بخشی گئی ہو اور اگر حق و انصاف کے سامنے کوئی شخص سرِ تسلیم خم نہیں کرتا، روشن اور واضح دلائل و براہین کے بعد بھی باطل سے چمٹا رہتا ہے اور حق کو نیچا دکھانے کے لیے کوشاں رہتا ہے تو اس وقت اس کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل کو لوہے کا ڈنڈا بھی عطا فرمایا ہے جس کی ایک ضرب اچھے اچھے بدباطنوں کا دماغ درست کر سکتی ہے۔ اللہ کا رسول صرف حق سنانے کے لیے نہیں آتا بلکہ حق کو پھیلانا اور اس کی بالادستی کو قائم کرنا بھی اس کے فرائض میں داخل ہوتا ہے لیظھرہ علی الدین کلہ کی شان کا وہ مظہر بن کر آتا ہے۔ ابتداء میں وہ مخالفین کی سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔ جب وہ دور آتا ہے اس کے پیشِ نظر ایک ہی مقصد رہ جاتا ہے کہ حق واضح ہو جائے حق کی حقانیت میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ اس کے لیے اسے بجائے قلم کے شمشیر اٹھانی پڑتی ہے جب اللہ کا

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زور آور (سب پر) غالب ہے ۲۳ اور ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے رکھ دی

ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾

ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب پس ان میں سے چند تو ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں بہت سے نافرمان ہیں۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ

پھر ہم نے ان کے پیچھے انہیں کی راہ پر اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو اور انہیں انجیل

الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً

عطا فرمائی۔ اور ہم نے رکھ دی ان لوگوں کے دلوں میں جو عیسیٰ کے تابعدار تھے شفقت اور رحمت ۲۴

میں بھی کئی سال بسر کرنے پڑتے ہیں۔ طاقت کی سرکوبی پر بھی لوگوں کی گنہگاری کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جب وہ حق کو الم نشرح کرنے کا فریضہ انجام دے چکتا ہے اور اتمام حجت کر چکتا ہے تو پھر وہ خندق، خیبر کے معرکوں میں وہ اپنی تلوار کو بے نیام کرتا ہے تاکہ ان بدبخت لوگوں کا سرِ غرور خاک میں مل جائے اور حق کا بول بالا ہو جائے۔

لوہے کے متعلق فرمایا اس میں جنگی قوت بھی ہے اور اس کے علاوہ انسانی معاشرہ کو باہم مربوط رکھنے اور پیداوار بڑھانے میں بھی اس کا بڑا دخل ہے۔

۲۳۔ اس جگہ لیعلم کا معنی یہ نہیں ہے یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے اور یا اس علم سے مراد وہ علم ہے جس پر جزا و سزا کا دارومدار ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کو کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی کائنات کا تفصیلی علم ہے۔ اسے اپنے تمام بندوں کے بارے میں یہ علم ہے کہ جب وہ پیدا ہوگا تو کیا اچھا یا برا عمل کرے گا۔ لیکن اس علم ازلی پر انسان کو جزا یا سزا نہیں دی جاتی بلکہ جب وہ پیدا ہوتا ہے اور عقل و بلوغ کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو جو نیک یا بد کام وہ کرتا ہے اس کے مطابق وہ جزا یا سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جب وہ ایسے کام کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فلاں شخص یہ کام کر رہا ہے۔ لیعلم اللہ میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے۔ مختلف مقامات پہلے بھی اس لفظ کی تشریح گزر چکی ہے۔

۲۴۔ قفّینا: ہم ان کے پیچھے پیچھے گزرتے گئے ہیں۔ اسی سے فعل تقفیہ ہے جس کا معنی ہے پیچھے پیچھے چلانا۔ آثار اس راستہ کو کہتے ہیں جس سے آگے جانے والوں کا سراغ لگتا ہے۔ یقال للطریق المستدل به علی من تقدم آثار (مفردات)

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ

اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا تھا ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا البتہ انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اسے اختیار کیا تھا

اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ

پھر اسے وہ نباہ نہ سکے جیسے اس کے نباہنے کا حق تھا پس ہم نے عطا فرمایا جو ان میں سے ایمان لائے تھے ان کے حسن عمل کا اجر

ارشاد ہے ان انبیاء کے بعد ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انہیں انجیل جیسی کتاب مرحمت فرمائی۔ آپ چونکہ سراپا رافت و شفقت تھے اس لیے ان کے سچے ماننے والوں میں یہی صفات نمایاں طور پر موجود تھیں۔

یہاں سے ایک نہایت اہم مضمون شروع ہوتا ہے جس میں کلیسا کی ساری تاریخ سمو دی گئی ہے اس لیے اس کو سمجھنے کے لیے خصوصی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ پہلے تو ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ اس آیت کا اصل مفہوم کیا ہے۔ پھر لفظ رہبانیت کی لغوی اور اصطلاحی تشریح کریں گے۔ اس کے بعد یہ بتائیں گے کہ رہبانیت کی ابتداء کس نے کی اور کن حالات میں ہوئی۔ بعد ازاں اس میں جو طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوئیں اور جس طرح رہبانیت سے سارا عیسائی معاشرہ اور کلیسائی نظام متاثر ہوا اس کا ذکر کیا جائے گا۔

اس جملہ کی ترکیب میں علماء کے دو قول ہیں ① "اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا تھا۔ ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ البتہ انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اسے اختیار کیا تھا" اس صورت میں ابتغاء کا تعلق ابتدعوها کے ساتھ ہو رہا ہے۔

② "اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر یہ کہ وہ ہماری رضا کے طلبگار تھے" اس صورت میں مستثنیٰ متصل ہو گی اور پہلی صورت میں مستثنیٰ منقطع ہو گی۔

رہبانیت میں دو لغتیں ہیں: رَهْبَانِيَّة (رے پر زبر) اور رُهْبَانِيَّة (رے پر پیش)۔ پہلی صورت میں یہ رَهْب سے ماخوذ ہو گا جس کا معنی خوف اور ڈر ہے اور دوسری صورت میں یہ رُهْبَان جو راہب کی جمع ہے، کی طرف منسوب ہو گا۔ پہلی صورت میں اس کا معنی ہے وہ مسلک اور وہ طرز حیات جس کی بنیاد خوف اور ڈر پر ہے۔ دوسری صورت میں اس کا معنی ہو گا ان لوگوں کا مسلک اور طرز زندگی جو ہر وقت ڈرنے والے اور خوفزدہ رہنے والے ہیں۔ علامہ راغب لکھتے ہیں۔ والرهبانية غلو في تحمل التعبد من فرط الرهبة (مفردات) یعنی فرط خوف سے عبادات و ریاضات میں حد درجہ غلو کرنا۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں وهي المبالغة في العبادة والرياضة والانقطاع عن الناس وترك الشهوات حتى المباحة منها (مظہری) یعنی عبادت و ریاضت میں مبالغہ، لوگوں سے قطع تعلق، جائز اور مباح خواہشات کو بھی ترک کر دینا۔ علامہ ابن منظور نے ان الفاظ میں اس کی وضاحت کی ہے۔ التخلي من اشغال الدنيا وترك ملاذها والزهد فيها والعزلة عن اهلها وتعمد مشاقها حتى ان منهم من كان يخصي نفسه ويضع السلسلة في عنقه وغير ذلك من انواع التعذيب (لسان العرب) یعنی دنیا کے مشاغل

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کو ترک کر دیا۔ اس کی لذتوں کو نظر انداز کر دیا۔ اہل دنیا سے عزلت گزین ہو گئے۔ اپنے آپ کو طرح طرح کی مشقتوں میں مبتلا کر دیا۔ ان میں سے بعض لوگ اپنے آپ کو خصی کر لیا کرتے تھے اور بعض اپنے گلے میں زنجیریں ڈال لیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتے تھے۔ اب یہ عرض کرنا ہے کہ رہبانیت کی ابتدا کن حالات میں ہوئی اور کن لوگوں نے کی۔ ہمارے پاس صحیح حدیث موجود ہے جس سے حقیقت حال کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنت ردیف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی حمار فقال لی یا ابن ام عبد هل تدری من این اتخذت بنو اسرائیل الرهبانیة فقلت اللہ ورسولہ اعلم قال ظهرت علیهم الجبابرة بعد عیسیٰ علیہ السلام یعملون بالمعاصی فغضب اهل الایمان فقاتلوهم فهزم اهل الایمان ثلاث مرات فلم یبق منهم الا القلیل فقالوا ان ظهرنا لهؤلاء افنونا ولم یبق للدین احد یدعو الیه فقالوا تعالوا نتفرق فی الارض الی ان یبعث اللہ النبی الذی وعدنا به عیسیٰ علیہ السلام یعنون محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فتفرقوا فی غیران الجبال واحدثوا رهبانیة فمنهم من تمسك بدینه ومنهم من کفر ثم تلا هذه الآیة۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں گدھے پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پیچھے سوار تھا۔ حضور نے فرمایا اے ام عبد کے فرزند! کیا تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت کو کہاں سے اختیار کیا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر جابر لوگ غالب آ گئے اور انہوں نے فسق و فجور کا بازار گرم کر دیا۔ اہل ایمان نے غیرت ایمانی سے ان کے خلاف جہاد کیا۔ ان کے ساتھ جنگ کی لیکن تین مرتبہ انہیں شکست ہوئی اور صرف چند لوگ زندہ بچے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم نے جباروں کے ساتھ لڑائی کی تو وہ ہم سب کو تہ تیغ کر دیں گے اور ایک شخص بھی ایسا نہیں بچے گا جو دین حق کی طرف لوگوں کو بلائے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم زمین میں منتشر ہو جائیں یہاں تک کہ وہ نبی کریم تشریف لائیں جن کی آمد کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ پس وہ پہاڑوں کی غاروں میں منتشر ہو گئے اور انہوں نے رہبانیت کا آغاز کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے اور بعض نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پاک تلاوت فرمائی۔

اس طرح انہوں نے اپنے دین اور ایمان کو بچانے کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر گوشہ نشین ہو گئے اور اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت میں بسر کر دی۔ اس عزلت گزینی سے ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھا۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جبر و تشدد کے ان اوقات میں ان کا یہ ایک اضطراری فعل تھا۔ ان کے ذہن میں قطعاً یہ بات نہ تھی کہ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کشی دین عیسوی کی روح رواں ہے۔ اس کے بغیر انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے اور نہ اسے قرب الٰہی کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بیابانوں کے ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم سے اپنے آپ کو اور اپنے ایمان کو بچانے کے لیے مجبوراً یہ قدم اٹھایا تھا لیکن بعد میں آنے والوں نے اس کو دین بنا لیا اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس میں اختراعات کا اضافہ ہوتا گیا۔ لوگوں نے اپنے اوپر تشدد اور پابندیوں کا اتنا بوجھ لاد دیا کہ زندگی وبال جان ہو گئی۔ کلیسا کے منافقانہ نظام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنی جائز خواہشات کا گلا گھونٹا۔ ازدواجی زندگی کو خیرباد کہی۔ یہاں تک کہ جو شخص کسی سے محبت

www.KitaboSunnat.com

کرانجام دینے پر مقرر ہوتا اس کے لیے شادی شدہ ہونا بڑا عیب شمار ہوتا۔ غیر شادی شدہ آدمی اگر کلیسا کا عہدیدار بنتا تو اس کا شادی کرنا شرعی از بحث تھا۔ لیکن جو لوگ پہلے سے شادی شدہ تھے ان پر لازمی تھا کہ وہ اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات منقطع کر دیں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی شادی نہ کرنے پر طرح طرح سے ترغیب دی جاتی۔ سینٹ جیروم جیسا اونچا ذہنی عالم کہتا ہے کہ جو عورت مسیح کی خاطر راہبہ بن کر ساری عمر کنواری رہے وہ مسیح کی دلہن ہے اور اس عورت کی ماں کو خدا یعنی مسیح کی ساس ہونے کا شرف حاصل ہے۔

ماں باپ، بھائی بہن اور اولاد سے بھی قطع تعلق زہد و تقویٰ کے منازل طے کرنے کے لیے شرط اول تھی۔ جو لوگ رہبانیت اختیار کرتے وہ عمر بھر اپنے اہل و عیال اور ماں باپ سے الگ تھلگ رہتے۔ ایسے واقعات بھی تاریخ میں درج ہیں جنہیں پڑھ کر دل کڑھتا ہے اور رہبانیت کے اس سنگ دلانہ طرز حیات پر رونے کو جی چاہتا ہے۔ ایک دردناک واقعہ آپ بھی سن لیجیے:

سینٹ سیمون ۳۹۰ء ۔ ۴۵۹ء Sts. اپنے ماں باپ کو تڑپتا چھوڑ کر کسی دیر میں راہب بن گیا۔ ماں باپ کو اپنے بیٹے کا کچھ پتہ نہ چلا۔ باپ تو بیٹے کی جدائی میں راہی ملک عدم ہوا۔ ماں تڑپنے اور رونے کے لیے باقی رہ گئی۔ اس پر ستائیس سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ جب اس سینٹ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو ماں کو اپنے بیٹے کی قیام گاہ کا پتہ چلا۔ وہ بڑی ضعیف تھی، راہ کی سختیاں برداشت کرتی ہوئی وہاں پہنچی۔ اس کی خانقاہ میں عورتوں کو داخلے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے اسے کسی نے اندر نہ جانے دیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو کہلا بھیجا کہ میں تیری فرقت کی ماری ماں ہوں۔ صرف تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔ یا مجھے اندر آنے کی اجازت دے یا خود باہر آ کر مجھے اپنے مکھڑے کی ایک جھلک دکھا۔ لیکن اس سنگ دل بیٹے نے اپنی تڑپتی بلکتی ماں پر ذرا ترس نہ کھایا اور ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ تین دن اور تین رات وہ بیچاری دروازے پر پڑی منتیں کرتی رہی۔ آخر اس نے وہیں دم توڑ دیا۔ اس وقت سینٹ صاحب تشریف لائے اور اپنی ماں کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ اسے یہ خیال نہ آیا کہ جو بیٹا اپنی ماں کے بارے میں اس قدر سنگ دل اور بے رحم ہے اس کی دعا بھی رحمت کی مستحق نہیں۔

اس کے علاوہ اپنے نفس کو اذیت پہنچانے کا ذوق بڑھتا گیا۔ انہوں نے عجیب عجیب اختراعیں کیں۔ کسی نے اپنے آپ کو زنجیروں و سلاسل میں جکڑ دیا۔ کسی نے بھاری بوجھ اپنے اوپر لاد لیا۔ کسی نے اپنے اوپر نیند حرام کر لی۔ چنانچہ اسکندریہ کا سینٹ مکاریس ہر وقت اپنے جسم پر اسی پونڈ کا بوجھ اٹھائے رکھتا۔ چھ مہینے تک وہ ایک دلدل میں سوتا رہا اور زہریلی مکھیاں اس کے برہنہ جسم کو کاٹتی رہیں۔ پھر یہ تحریک اس زور سے چلی کہ عیسائی دنیا میں ایسی خانقاہوں کی بھرمار ہو گئی جہاں راہب مرد یا راہبہ خواتین اکٹھی ہو گئیں۔

انسانی فطرت کے تقاضوں سے جنگ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ عارضی فتوحات تو حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن کلیۃً ان کی بیخ کنی ناممکن ہے۔ بلکہ جب دبے ہوئے جذبات سیلاب کی طرح امڈ آتے ہیں تو سارے بند ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہی حال کلیسا کے خانقاہی نظام کا ہوا۔ جب بڑے بڑے پوپ اور سینٹ دولت و ثروت میں اپنے وقت کے قارونوں کو بھی مات کر گئے۔ جن محلات میں دور عشرت پنپ رہے تھے ان کے سامنے شاہی ایوانوں کی بھی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ خانقاہیں جو کنواری راہبات کے لیے مختص تھیں حرام کاری کے اڈوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ان کی فصیلوں کے پیچھے نوزائیدہ بچوں کی لاشیں اکثر پڑی ہوئی دکھائی دیتیں۔ کلیسا کی تاریخ کا یہ بڑا المناک اور شرمناک باب ہے جو ان کے اپنے مورخین نے لکھا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انہی بدعنوانیوں اور بدکاریوں کو قرآن حکیم میں فما رعوھا حق رعایتھا کے ایک جملہ میں بیان کر دیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ترہب کو طلب ریاست کے لیے بطور ذریعہ استعمال کیا اور اس طرح لوگوں کے مال ہڑپ کرنے لگے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دی تو خواہشات نفس کی پیروی سے روکا۔ دولت کی محبت اور دنیوی آسائشوں میں غرق ہونے سے منع کیا لیکن اس کے ساتھ ترک دنیا اور نفس کشی کا وہ طریقہ اپنے ماننے والوں کو نہیں سکھایا جو عیسائیت کے نظام رہبانیت کا خاصہ ہے۔ اسلام نے شادی کی اجازت دی ہے۔ اس نے کھیتی باڑی، تجارت اور صنعت کا شوق دلایا ہے۔ پاک صاف رہنے کی تلقین کی ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی اور بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی لازم قرار دی ہے۔ بلکہ اس نے ہر شخص پر یہ بھی لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنے نفس کا حق بھی ادا کرے اور راہبانہ مشقتوں میں مبتلا کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے:

لا تشددوا على انفسكم فيشدد الله عليكم فان قوما شددوا فشدد الله عليهم فتلك بقاياهم في الصوامع والديار۔ (ابو داؤد)

یعنی اپنے نفسوں پر سختی نہ کیا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر سختی کرے گا۔ ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی۔

راہب خانوں اور خانقاہوں میں ان کے باقیات اب تک موجود ہیں۔ انہیں دیکھ لو۔

ایک دفعہ چند صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں شادی نہیں کروں گا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا:

اما والله انی لاخشاکم لله واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ (بخاری و مسلم)

"خدا کی قسم! تم سب سے زیادہ میں اللہ سے ڈرنے والا ہوں، سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہوں۔ میرا عمل یہ ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری اس سنت سے روگردانی کی اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضورؐ کے ہمراہ سفر پہ گئے۔ ہمارا ایک ساتھی ایک غار کے قریب سے گزرا جس میں پانی کا چشمہ تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ اس غار میں گوشہ نشینی اختیار کر لے گا، پینے کے لیے پانی موجود ہے کھانے کے لیے سبزیاں کافی ہیں۔ دنیا سے بے تعلق ہو کر اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرے گا۔ کہنے لگا میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ عرض کرتا ہوں۔ اگر حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی تو ایسا کروں گا اور اگر اجازت نہ ملی تو نہیں۔ چنانچہ وہ حاضر خدمت ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انی لم ابعث بالیھودیة ولا بالنصرانیة ولکنی بعثت بالحنیفیة السمحة والذی نفس محمد بیده لغدوة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا

اور ان میں سے اکثر نافرمان تھے ؎۴۸ اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور سچے دل سے ایمان لے آؤ

بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ

اس کے رسول (مقبول) پر اللہ تمہیں عطا فرمائے گا دو حصے اپنی رحمت سے اور بنا دے گا تمہارے لیے ایک نور جس کی روشنی میں تم

بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ

چلو گے اور بخش دے گا تمہیں۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ؎۴۹ (یہ تم پر خصوصی کرم اس لیے کیا) تاکہ جان لیں اہل کتاب

او روحۃ فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیہا ولمقام احدکم فی الصف الاول خیر من صلاتہ ستین سنۃ (مسند احمد، بحرمحیط)

ترجمہ: مجھے یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا، بلکہ ملت حنیفیہ سمحہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جس میں آسانی اور فراخی ہے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ایک صبح یا ایک شام راہ خدا میں جہاد دنیا اور مافیہا سے افضل ہے اور تمہارا مجاہدین کی صف اول میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی نفلی نمازوں سے بہتر ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لکل امۃ رھبانیۃ ورھبانیۃ ھذہ الامۃ الجھاد فی سبیل اللہ (قرطبی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر امت کے لیے رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت راہ خدا میں جہاد ہے۔ نصاریٰ نے تو ظالموں اور جابروں سے اپنی جان اور اپنا ایمان بچانے کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں کی راہ لی لیکن غلامان مصطفیٰ علیہ اطیب الصلوٰۃ وازکی الثناء کے لیے یہ طریقہ کار روا نہیں۔ باطل کے مقابلے میں سینہ سپر ہونا، سیف و سنان، قلم و زبان سے معرکہ جہد گرم رکھنا اور اس حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دینا اسلامی رہبانیت کا کمال ہے۔

؎۴۸ جن لوگوں نے خلوص نیت سے رہبانیت کو اختیار کیا۔ پھر اس کے تقاضوں کو پورا کیا اللہ تعالیٰ انہیں ان کے خلوص نیت اور حسن عمل کے مطابق اجر عطا فرمائے گا۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایسے تھے جنہوں نے ترک دنیا کو حصول مال و جاہ کا ذریعہ بنایا، راہ اعتدال سے بھٹک گئے اور فسق و فجور کی غلاظتوں میں ڈوب گئے۔

؎۴۹ علمائے تفسیر نے اس آیت کے دو مفہوم بیان کیے ہیں: (۱) اہل کتاب میں سے جو لوگ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے سچے دین پر ثابت تھے انہیں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تمہیں پہلے انبیاء پر ایمان لانے کی سعادت حاصل ہے اب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایمان لے آؤ جن پر ایمان لانے کی تاکید تمہارے انبیاء نے کی ہے اور جن کی آمد کی بشارتوں سے تمہاری آسمانی کتب بھری پڑی ہیں۔ اور پورے سچے دل سے ایمان لاؤ تو تمہیں اس کی رحمت سے دوہرا حصہ ملے گا۔ قرآن کریم جو سراپا نور ہے اس کے انوار سے تمہاری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ

کہ ان کا کوئی دسترس نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ف۳۸ اور یہ کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت

اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

میں ہے وہ عطا کرتا ہے اسی سے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے ف۳۹

دنیا اور آخرت جگمگانے لگے گی۔ تمہارے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

آیت کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہی تقویٰ کا حکم دیا جا رہا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

ف۳۸ اہل کتاب اس وہم میں مبتلا تھے کہ وہ حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر رسول اور کلیم کے امتی ہیں۔ انہیں اس نبی عربی کی اطاعت اور اس پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری رحمتیں اور انعامات انہی کے لیے مخصوص ہیں ان عرب کے بدوؤں کا رحمت الٰہی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تقویٰ کو اپنا شعار بنالو۔ میرے پیارے رسول پر ایمان لانے کا حق ادا کر دو اور اس کی غلامی پر فخر و ناز کرو۔ دیکھو ہم تم پر اپنی عنایات اور انعامات کی بارش کر دیں جنہیں دیکھ کر اہل کتاب کو پتہ چل جائے کہ میرے دریائے رحمت کے خزانے پر ان کا کوئی قابو نہیں۔ میں جس کو چاہوں جتنا چاہوں عطا فرماؤں۔ لئلا یعلم میں لا زائدہ ہے۔ معنی ہے لیعلم۔ قال ابن جریر لان العرب تجعل لا صلۃ فی کل کلام دخل فی اوله او آخره جحد غیر مصرح۔ یعنی وہ کلام جس کے اول یا آخر میں غیر مصرح انکار ہو وہاں لا بطور صلہ استعمال ہوتا ہے۔

ف۳۹ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور جود و عطا کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ اس کے خزانے ختم ہوتے ہیں نہ معاذ اللہ اس کے ہاتھ تنگ ہیں۔ لینے والے کا حوصلہ بلند، ظرف وسیع اور دامن کشادہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی سخاوت کے کیا انداز دیدنی ہوتے ہیں۔

○

اللھم یا ذا الفضل العظیم والجود العمیم ھذا الفقیر المسکین حاضر علی باب رحمتك ماد لیدیه الی جنابك مستوھبا مستغفرا ملتجیا عائذا بك من عقوبتك فاغفر ذنوبه وخطیئاته وھب له التقوی وتقبل منه اللھم اغفرلی بجاہ حبیبك اللھم ارحمنی واسترنی فی الدنیا والآخرۃ وایدنی بروح القدس ووفقنی لما تحب وترضی یا حی یا قیوم برحمتك استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کله۔ اللھم یا رب صل وسلم وبارك علی نبیك المکرم وحبیبك المعظم وصفیك الاکرم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین وعلی آله واصحابه من الصلوات ازکاھا ومن التسلیمات اسناھا ومن البرکات اوفاھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا اله الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔

تعارف

سُورۃ المجادلہ

نام: اس کے دو نام ہیں اَلْمُجَادَلَۃ یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے بحث و تکرار۔ دوسرا نام اَلْمُجَادِلَۃ ہے اسی باب کا اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے بحث و تکرار کرنے والی۔ اس میں تین رکوع، بائیس آیتیں، چار سو تہتر کلمے اور سترہ سو بانوے حروف ہیں۔

زمانۂ نزول: یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور اغلب خیال یہ ہے کہ اس کا نزول غزوۂ احزاب (شوال ۵ھ) کے بعد ہوا۔ سورۂ احزاب میں جو اس غزوہ کے بعد نازل ہوئی ظہار کے مسئلہ کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے اور اس سورۃ میں اسی مسئلہ کو وضاحت اور پوری تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت سورۂ احزاب کے بعد نازل ہوئی۔

شان نزول: حضرت خولہ بنت ثعلبہ اپنے چچا زاد اوس بن صامت کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ حضرت اوس جب بوڑھے ہوگئے تو ان کے مزاج میں چڑچڑا پن آگیا۔ بات بات پر وہ الجھنا جھگڑنا شروع کر دیتے۔ ایک روز جھگڑتے ہوئے انہوں نے اپنی بیوی کو کہہ دیا "انتِ علی کظہر امی" (تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ) زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق کے الفاظ تھے۔ خولہ یہ سن کر از حد پریشان ہوئیں۔ بڑھاپے میں اپنے گھر کے اجڑنے کا غم اور اپنے ننھے بچے بچیوں کے بکھرنے نے انہیں بے چین کر دیا۔ بارگاہ رسالت میں آکر اپنے بارے میں دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے بارے میں ابھی مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ وہ بار بار عرض کرتیں کہ میں اس پیرانہ سالی میں کہاں جاؤں گی۔ میرے بچوں کا کیا بنے گا۔ میرا بنا بنایا گھر اجڑ جائے گا۔ حضور یہی جواب فرماتے رہے یہاں تک کہ حضور پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس مسئلہ کے بارے میں تفصیلی احکام نازل ہوگئے۔

قرآن کریم میں ان کا تذکرہ آنے کے باعث صحابہ کی نگاہوں میں ان کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ سب ان کا احترام کیا کرتے۔ ایک روز حضرت فاروق اعظم اپنے دور خلافت میں کہیں جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگ بھی تھے۔ ایک بوڑھی عورت سامنے آئی اور آپ کو رکنے کے لیے کہا۔ آپ فوراً رک گئے اور اس کے قریب تشریف لے گئے۔ اس کی باتیں سننے کے لیے اس کی طرف اپنا سر جھکا دیا اور اپنے ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیے یہاں تک کہ وہ اپنی پوری داستان ختم کرکے واپس چلی گئیں۔ ایک شخص نے عرض کیا:

"امیر المومنین! آپ نے ایک بڑھیا کے لیے اتنے قریش کو منتظر رکھا۔" آپ نے فرمایا "اے کم فہم! تم جانتے

ہو یہ کون ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ وہ عورت ہے جس کے شکوہ کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سن لیا، یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں۔ اگر یہ رات تک کھڑی رہتیں تو میں یونہی کھڑا رہتا۔

مضامین: ابتدائی چار آیتوں میں ظہار کے مسئلہ کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ پانچویں اور چھٹی آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں آیت میں منافقین جو خفیہ منصوبے بناتے اور چھپ چھپ کر مشورے کرتے اور اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے انہیں خبردار کر دیا گیا کہ جہاں بھی سر جوڑ کر تم بیٹھتے ہو اور سرگوشیاں کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوتا ہے، تمہاری باتوں کو سن رہا ہوتا ہے اور تمہاری حرکتوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔ وہ یقین رکھیں کہ اپنی ان ناپاک کوششوں سے وہ اسلام کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے، البتہ اس کی پاداش میں انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو نصیحت فرمائی جا رہی ہے کہ تمہاری سرگوشیاں اور مشورے اپنے خدا کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کے لیے نہیں ہونے چاہئیں بلکہ تمہیں اپنی مجلسوں میں ایسی تدابیر پر غور و فکر کرنا چاہیے جن سے نیکی کو فروغ حاصل ہو اور خدا کے دین کا بول بالا ہو۔

آیات ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں مجلسی آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب تم کسی محفل میں بیٹھے ہو اور باہر سے کوئی آدمی آ جائے تو سکڑ جاؤ اور اس کو اپنے پہلو میں جگہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ اسے دہلیز پر بیٹھنا پڑے یا وہ کھڑا رہنے پر مجبور ہو یا وہ محروم واپس چلا جائے۔ نیز تمہیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جس شخص کی ملاقات کے لیے تم آئے ہو اس کی اپنی مصروفیتیں بھی ہیں۔ اس لیے ضرورت کے مطابق بیٹھو اور اس کے بعد خود بخود اجازت لے کر چلے جاؤ۔ اگر اس نے تمہیں اپنی محفل سے اٹھنے کے لیے کہا تو تمہاری دل شکنی نہ ہو گی۔ اسی طرح کی کئی اور رسمیں جو عہدِ جاہلیت میں اُن کی زندگی کا حصہ بن چکی تھیں ان کو ترک کرنے کا حکم دیا۔

آخری رکوع میں بتا دیا کہ انسانوں کے دو گروہ ہیں ایک حزب الشیطان ہے اور دوسرے گروہ کا نام حزب اللہ ہے۔ دونوں گروہوں کے حالات اور ان کی خصوصیات بھی بیان کر دیں تاکہ ہر شخص اپنے بارے میں فیصلہ کر سکے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۲-۴-۷۷

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ المجادلہ مدنی ہے اور اس کی ۲۲ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ

بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور ساتھ ہی شکوہ کیے جا رہی تھی اللہ سے

اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

(اپنے رنج و غم کا) اور اللہ تعالیٰ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو۔ بے شک اللہ (سب کی باتیں) سننے والا (سب کچھ) دیکھنے والا ہے۔

۱؎ اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دیتا کہ انت علیّ کظہر امی۔ تو میرے لیے اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت تو اس قول سے وہ نکاح ٹوٹ جاتا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی۔ رجوع کا دروازہ بھی بند ہو جاتا۔ اس کو وہ اپنی اصطلاح میں ظہار کہا کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا اس کے بارے میں اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ظہار کے متعلق قرآنی احکام کو وضاحت سے بیان کر دیا گیا۔

ہوا یوں کہ ایک روز حضرت عبادہؓ کے بھائی اوس بن صامتؓ اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے بڑھاپے کی وجہ سے ان کا مزاج چڑچڑا ہو گیا تھا۔ غصہ میں کہہ دیا انت علی کظہر امی۔ زبان سے تو کہہ بیٹھے لیکن لگے پچھتانے۔ خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی۔ اس نیک بندی نے جواب دیا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خولہ کی جان ہے جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے میں فیصلہ نہ فرمائیں تم میرے نزدیک نہیں آ سکتے۔ خولہ اٹھیں اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے پیارے رسول! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میں جوان تھی۔ صاحب مال تھی۔ میرے گھر والے بھی موجود تھے۔ اب میرا شباب رخصت ہو چکا۔ میں بوڑھی ہو گئی۔ میرے گھر والے بھی فوت ہو گئے۔ مال بھی خرچ ہو گیا۔ اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں۔ حضور کیا ہمارے لیے کوئی گنجائش ہے کہ ہم ایک ساتھ رہ سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تیرے بارے میں ابھی مجھے کوئی حکم نہیں ملا۔ اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا۔ وہ بار بار یہی گزارش کرتی اور حضور یہی جواب دیتے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں یوں فریاد کرنے لگی کہ الٰہی میں اپنی تنہائی اور اپنے خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں۔ ایک روایت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ

جو لوگ تم میں سے ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا

نہیں ہیں ان کی مائیں بجز ان کے جنہوں نے انہیں جنا ہے۔ بےشک یہ لوگ کہتے ہیں بہت بری

ہیں ان کے یہ الفاظ درج ہیں: "اپنے فاقہ اور خستہ حالی کا شکوہ میں اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں انہیں ان کے باپ کے سپرد کر دیتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر ان کو اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکے مر جائیں گے۔" بار بار وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتیں اور فریاد کرتیں۔ بحث و تکرار کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس غم زدہ اور پریشان حال بندی کی فریاد سن لی اور جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یا خولۃ ابشری اے خولہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرمایا۔ جاؤ اپنے خاوند کو بلا لاؤ۔ اوس حاضر ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کرو۔ عرض کیا میرے پاس کوئی غلام نہیں۔ فرمایا پھر دو ماہ متواتر روزے رکھو۔ عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے۔ میں اتنی مدت کیسے روزے رکھ سکتا ہوں۔ ارشاد ہوا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کرنے لگے آقا میں بہت غریب و نادار ہوں۔ حضور میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اس غریب پرور آقا نے انہیں پندرہ صاع اپنے پاس سے عطا فرمائے انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر میں آباد ہو گئیں۔ قد سمع اللہ کی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس خصوصیت کی وجہ سے صحابہ کرام ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت خولہ کے پاس سے گزرے۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا۔ حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرنے لگیں۔ کہا: اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عمیر کہا جاتا تھا۔ پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں۔ پس اے عمر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی فرصت ضائع نہ ہو جائے۔ جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ آپ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت سنتے رہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین اس بڑھیا کے لیے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا بخدا اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا۔ صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے یہ بڑھیا کون ہے۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے؟

۱؎ اس آیت میں اس طریقہ کار کی مذمت کی جا رہی ہے کہ یہ کتنی بے ہودہ اور بری حرکت ہے کہ انسان اپنی بیوی کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿۲﴾ وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ

بات اور جھوٹ۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت درگزر فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے ۳ جو لوگ ظہار کر بیٹھیں

مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن

اپنی عورتوں سے ۴ پھر وہ پلٹنا چاہیں اس بات سے جو انہوں نے کی تو (ان کے ذمہ) غلام آزاد کرنا ہے اس سے

اپنی ماں کہنا شروع کر دے۔ کیا اس کے اس طرح کہنے سے وہ اس کی ماں بن سکتی ہے۔ ماں تو وہ ہوتی ہے جس نے اس کو جنا۔ ایک عورت جس نے اس کو جنا نہیں بلکہ وہ تو اس کی بیوی ہے اس کی شریک حیات ہے اور اس کے بطن سے اس کے کئی بچے اور بچیاں جنم لے چکے ہیں اب اگر اس عورت کو اپنی ماں کہنے لگے تو اس سے بے ہودہ اور لغو بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ فرمایا ایسی بات ایک تو نفس بات کے لحاظ ناشائستہ اور غیر پسندیدہ ہے دوسرا سراسر جھوٹ ہے۔ جو اس کی ماں نہیں اس کو وہ اپنی ماں کہہ رہا ہے۔

۳ چاہیے تو یہ تھا کہ اس بیہودہ گوئی پر سخت سزا دی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بہت درگزر فرمانے والا اور اپنے بندوں کے قصوروں کو بخشنے والا ہے۔ اسی لیے اس کریم نے عفو و درگزر سے کام لیا اور یہ جرم جتنا سنگین تھا اس کے مطابق سزا اتنی سخت مقرر نہیں کی۔

۴ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ظہار اصطلاح میں اس کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت علیّ کظہر امی ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ بیوی سے قربت سے پہلے کفارہ ادا کرے۔ اس ضمن میں ظہار کے چند ضروری فقہی احکام لکھے جاتے ہیں تفصیلات کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیے۔

① اگر کسی شخص نے ماں کی پشت کے علاوہ کسی ایسے عضو کا ذکر کیا جس کو دیکھنا اس کے لیے حلال نہیں تو بھی ظہار پایا جائے گا اور اس پر کفارہ ظہار لازم ہوگا۔

② اگر اس نے اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کی پیٹھ یا اس کے اعضا سے جن کو دیکھنا حرام ہے تشبیہ دی جو اس پر ہمیشہ کے لیے ابداً حرام ہیں مثلاً بیٹی، نانی، پھوپھی، خالہ، بہن، بھتیجی تو بھی ظہار ہوگا۔

③ اسی طرح ایسی عورتوں سے تشبیہ دینا جو ابتداءً تو حرام نہیں لیکن بعد میں کسی وجہ سے ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی ہیں ان سے بھی ظہار ہوگا۔ مثلاً رضاعی ماں، باپ کی دوسری بیوی وغیرہ۔

④ مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں بیویوں سے ظہار درست ہے۔

⑤ اگر ایک سے زائد بیویاں تھیں اور سب سے ظہار کیا تو جتنی بیویاں ہوں گی اتنے کفارے دینے ہوں گے۔

⑥ عورت کو ظہار کرنے کا حق نہیں ہے یعنی اگر عورت اپنے خاوند کو کہے کہ تو مجھ پر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پشت یا میں تجھ پر ایسی ہوں جیسے تیری ماں کی پشت تو یہ ظہار نہیں ہوگا کیونکہ ظہار کا حق اسے ہی ہے جسے طلاق کا حق حاصل ہے البتہ عورت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے

خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ

آگاہ ہے۔ پس جو شخص غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے اس سے

کا یہ قول قسم ہوگی گویا اس نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ مخالفت نہیں کرے گی اس لیے اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

(۶) اگر کسی عورت نے نکاح سے پہلے کسی مرد کے بارے میں ظہار کے الفاظ استعمال کیے تو اس وقت یہ ظہار ہوگا اور نکاح کے بعد اس پر لازم ہوگا کہ وہ کفارۂ ظہار ادا کرے۔ اس کی تائید کے لیے ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت طلحہ کی صاحبزادی عائشہ کے متعلق حضرت مصعب بن زبیر نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے اس پیغام کو رد کر دیا اور کہا کہ اگر میں مصعب سے نکاح کر لوں تو ھو علی کظھر ابی۔ وہ مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میرے باپ کی پشت۔ لیکن بعد میں وہ اسی شادی پر رضامند ہوگئیں۔ مدینہ طیبہ کے فقہاء سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ پر کفارۂ ظہار لازم آتا ہے کیونکہ اس نے یہ بات اس وقت کی تھی جب اسے نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا۔ اگر نکاح کے بعد وہ ایسا کہتیں تو کفارہ نہ ہوتا بلکہ یمین ہوتی اس لیے انہیں کفارۂ یمین ادا کرنا پڑا۔

(۷) جن الفاظ سے ظہار ثابت ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: صریح اور کنایہ۔ صریح تو یہ ہیں کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت یا کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا اس کے لیے حلال نہیں تو یہ صراحتاً ظہار ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی کو ان عورتوں کی پشت یا ان کے ایسے اعضاء سے تشبیہ دے جن کا دیکھنا حلال نہیں جو ابداً یا ہمیشہ کسی وجہ سے حرام ہیں تو یہ بھی صراحتاً ظہار ہے۔ اس میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔ وہ جواب دے کہ میرا مقصد ظہار نہ تھا تو قابل تسلیم نہ ہوگا۔

اور اگر اپنی بیوی کے متعلق یہ کہے کہ تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں ... اور ان کے کسی عضو کا نام نہ لے تو اس صورت میں یہ کنایہ ہوگا۔ اس کا معنی متعین کرنے میں اس کی نیت کو دخل ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ میں نے عزت و تکریم کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے تو مان لیا جائے گا اور اگر ظہار کی نیت سے کہا ہوگا تو ظہار ہوگا اور اگر اس نے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو جائے گی۔

؎ یعنی ایک شخص نے اگر نادانی سے ایسی بات زبان سے نکالی ہے جس سے اپنی بیوی سے مقاربت اس کے لیے جائز نہیں رہی لیکن اگر وہ اس کہی ہوئی بات سے واپس لوٹنا چاہے یعنی اپنی بیوی کو پہلے کی طرح اپنے لیے حلال کرنا چاہے تو اس وقت اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا اور اگر وہ کفارہ ادا نہ کرے تو عورت عدالت سے رجوع کر سکتی ہے اور عدالت اس خاوند کو حکم دے گی کہ وہ کفارہ ادا کرے اور اس طرح عورت کی اس دیوار کو درمیان میں سے ہٹا دے جو اس نے اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان قائم کر دی تھی۔ اگر وہ شخص اس کے باوجود کفارہ ادا نہ کرے تو عدالت اسے دُرّے لگانے یا قید کرنے یا دونوں سزائیں دے سکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ

قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ اور جو اس پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ کھانا کھلائے ساٹھ مسکینوں کو

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ

یہ اس لیے کہ تم تصدیق کرو اللہ اور اس کے رسول (مکرم) کی۔ اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اور

اگر کوئی شخص کفارہ ادا کیے بغیر عورت کے ساتھ مقاربت کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اسے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے لیکن کفارہ ایک ہی اسے ادا کرنا پڑے گا۔ ثم یعودون لما قالوا کا ایک معنی بعض علماء نے ظاہریہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایک مرتبہ اس نے ایسے الفاظ کہے تو اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا لیکن اگر وہ دوبارہ ان الفاظ کو دہرائے تب اس پر کفارہ لازم آئے گا۔ یہ قول بالاتفاق مردود ہے۔

فتحریر رقبۃ یہاں سے کفارہ ظہار کی تفصیل بیان شروع ہو رہی ہے۔ اس پر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ رقبہ آزاد کرے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت بڑا ہو یا چھوٹا۔ قبل ان یتماسا سے یہ بات بیان کر دی کہ غلام آزاد کرنے سے پہلے وہ اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ گویا مقاربت اور اس کے دواعی سب حرام ہیں۔ آیت میں توعظون بہ کا معنی علامہ قرطبی نے تؤمرون بہ کیا ہے یعنی تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے۔ اور علامہ آلوسی نے اس کا معنی تزجرون بہ کیا ہے یعنی اس کفارہ کے ذریعے تمہیں زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ تم پھر ایسی حرکت نہ کرو۔

لیکن اگر غلام دستیاب نہیں یا اس کے پاس کوئی غلام نہیں اور اس میں غلام خریدنے کی طاقت بھی نہیں تو وہ لگاتار دو ماہ روزے رکھے۔ اس کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ اسے چھونے سے پہلے یہ روزے مکمل کرے۔ اگر اس نے درمیان میں مقاربت کی تو اس کو نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے۔ روزہ رکھنے والے کو چاہیے کہ وہ ایسے وقت میں روزے شروع کرے کہ اس مدت میں ماہ رمضان، عید الفطر اور ایام تشریق نہ آئیں تاکہ وہ مسلسل روزے رکھ سکے۔

اگر کسی شخص نے روزے رکھنے شروع کیے اور وہ بیمار ہو گیا یا اسے سفر پیش آ گیا اور وہ روزے نہ رکھ سکا تو احناف کے نزدیک از سر نو روزے شروع کرے۔

لیکن اگر وہ روزہ رکھنے پر بھی قادر نہ ہو تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ قادر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جسمانی صحت اس کی متحمل نہ ہو یا وہ بوڑھا ہو اور اتنا عرصہ لگاتار روزے رکھنا اس کے لیے دشوار ہو یا اسے اندیشہ ہو کہ وہ مسلسل دو ماہ تک عورت سے احتراز نہیں کر سکتا۔ درمیان میں اس سے پھر بے احتیاطی ہو جائے گی۔

یہاں لتؤمنوا سے مراد لتصدقوا یعنی تم پر لازم ہے کہ تم اس کی تصدیق کرو کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے۔ اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے ای ذالک لتکونوا مطیعین للہ تعالیٰ واقفین عند حدودہ لا تتعدوھا

www.KitaboSunnat.com

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ

منکرین کے لیے دردناک عذاب ہے ۵ بےشک جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں اللہ اور اس کے

رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ

رسول کی ۶ انہیں ذلیل کیا جائے گا جس طرح ذلیل کیے گئے وہ مخالفین جو ان سے پہلے تھے ۷ اور بےشک ہم نے

تم اللہ تعالیٰ کے مطیع ہو جاؤ۔ اس کی مقرر کی ہوئی حدود کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور ان کو پامال مت کرو۔

۵ یہاں کافرین سے مراد وہ لوگ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید یا حضور کی رسالت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کی قائم کی ہوئی حدود کو پھاند کر آگے نکل جاتے ہیں۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں: الذین لا یقبلون احکام اللہ تعالیٰ ولا یمتنعون عن المحرمات ویتجاوزون عن حدودہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: الذین یتعدونہا ولا یعملون بہا واطلاق الکافر علی متعدی الحدود للتغلیظ بزجرہ ونظیر ذلک قولہ تعالیٰ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (روح المعانی)

یعنی جو لوگ حدود سے تجاوز کرتے ہیں یا ان پر عمل نہیں کرتے ایسے لوگوں کو کافر اس لیے کہا گیا ہے تاکہ ان کو سختی سے باز رکھا جائے۔ جس طرح ومن کفر میں کفر سے مراد حقیقی کفر نہیں بلکہ زجر و توبیخ کے لیے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۶ یحادون کا مصدر محادۃ ہے۔ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے ابن منظور لکھتے ہیں: المحادۃ: المخالفۃ ومنع ما یجب علیک ... وقیل المحادۃ مفاعلۃ من الحد کان کل واحد منہما یجاوز حدہ الی الآخر (لسان العرب)

یعنی محادہ کا معنی عداوت کرنا، مخالفت کرنا اور جھگڑا کرنا ہے۔ اس کا اصل الحد ہے کیونکہ دونوں اپنی اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسرے کی حد میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں اس لیے اسے محادہ کہا جاتا ہے۔

اس تشریح کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ اپنی زندگی کی حدود کو پھلانگ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حدود میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ قانون سازی کا جو حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہے اس حق کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے لیے خود قانون وضع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیت طیبہ میں کیا جا رہا ہے۔ علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ سے کی ہے: او یضعون او یختارون حدودا غیر حدودہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضع کردہ حدود اور قوانین کے برعکس اپنی طرف سے حدود و قوانین وضع کرتے ہیں۔ ان کا حکم اس آیت میں بتایا جا رہا ہے۔ علامہ آلوسی نے شیخ الاسلام سعد اللہ چلپی کا قول نقل کیا ہے وہ بھی غور طلب ہے۔ وعلی ما قالہ تبیۃ عظیم للملوک وامراء السوء الذین وضعوا امورا خلاف ما حدہ الشرع وسموہا السیاسۃ والقانون واللہ تعالیٰ المستعان علی ما یصفون۔ یعنی اس آیت میں ایسے بادشاہوں اور برے حکام کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

آيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ

نازل کی ہیں روشن آیتیں۔ اور کفار کے لیے رسوا کن عذاب ہے ۱۲؎ یاد کرو جس روز اللہ تعالیٰ ان

وعید شدید ہے جو شریعت الٰہیہ کے برعکس کوئی قوانین وضع کرتے ہیں۔ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہم اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی نے یہاں اس مسئلہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ حکومت کو کن قانون سازی کا کہاں کہاں اختیار ہے اور کہاں اختیار نہیں ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ امید ہے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

فوجوں کی تربیت، انہیں جنگی مشقیں کرانا، انہیں ہر قسم کا اسلحہ مہیا کرنا جس سے دشمن پر غلبہ پانے کے امکانات روشن ہوں، جنگ کے لیے منصوبہ بندی، میدان جنگ میں فوجوں کی نقل و حرکت کے ضابطے۔ ان تمام امور میں حکام وقت کو کلی اختیارات حاصل ہیں۔ مسلمانوں کے لیے جو بہتر اور مفید ہو اس کے لیے تدابیر اختیار کی جائیں۔ اسی طرح مناسب مقامات پر قلعوں کو تعمیر کرنا، شہروں کی حفاظت کے لیے تجاویز سوچنا بھی حکام کا کام ہے۔ وہ جرائم جن کی سزا شریعت میں مقرر نہیں ان کے لیے مناسب سزائیں مقرر کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت کو ان جرائم کے لیے ایسی موثر تعزیرات مقرر کرنی چاہئیں جن سے جرائم کا سدباب ہو سکے لیکن ان تعزیرات کا اتنا سخت کرنا بھی درست نہیں جو بسا اوقات قتل سے بھی زیادہ دردناک اور اذیت رساں ہوں۔

اسی طرح کاروبار اور لین دین کے لیے ایسے قواعد و ضوابط مرتب کرنا جن سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو درست ہے لیکن کوئی ایسا ضابطہ بنانا جس سے کسی شرعی حکم کی صراحتاً خلاف ورزی لازم آئے ہرگز جائز نہیں جیسے سود کے جواز کا قانون بنانا اور اس کے علاوہ فحاشی اور جنسی تسکین کو حلال سمجھنا یہ سب حرام ہے۔

بیت المال اور مال غنیمت کے بارے میں جو احکام صحیح روایات سے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان کی خلاف ورزی کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ لیکن جو احکام خلفاء کرام نے اپنے اجتہاد سے وضع کیے اگر زمانے کے حالات کے پیش نظر ان کے بارے میں ایسے احکام وضع کیے جائیں جن میں لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت ہو اور ان میں عوام کا فائدہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن خلفاء کے اجتہادی احکام کو بدلنے کے لیے جدید آئین مرتب کرنا جن میں لوگوں کی مشکلوں میں اضافہ ہو جائے یہ کسی طرح جائز نہیں۔

وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے چور، بدکار اور شرابی کے بارے میں مقرر کی ہیں ان میں کسی قسم کا ردوبدل روا نہیں ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلامی قوانین کو ناقص سمجھتا ہے اور ان کی تحقیر کرتا ہے اور جدید وضع کردہ قوانین کو ان سے بہتر اور زیادہ مفید سمجھتا ہے اس کے کفر میں شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

۱۱؎ انہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا۔ انہیں منہ کے بل گرا دیا جائے گا جس طرح ان سے پہلے جو سرکش قومیں گزری ہیں ان کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا۔

الکبت: صرع الشیئ لوجھہ۔ کسی چیز کو منہ کے بل گرا دینا۔ یہ ذلت و رسوائی کی انتہا ہے۔

۱۲؎ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو حق تسلیم نہیں کرتے۔ یہ خیال رہے کہ جلد اور

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ ۚ

سب کو زندہ کرے گا پھر انہیں آگاہ کرے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے اور وہ بھلا چکے۔

وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے ۱۳ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ

فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ

آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ

مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس

مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ

سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں۔ پھر

يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہ انہیں آگاہ کرے گا جو کرتوت وہ کرتے رہے قیامت کے دن ۱۴ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب

متارک میں فرق ہے ترک احکام سے انسان گنہگار ضرور ہو جاتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔ البتہ اگر احکام الٰہیہ کا انکار کرے اور ان کی حقانیت کو تسلیم نہ کرے تو یقیناً کافر ہے۔

۱۳ کفار اور منکرین احکام الٰہی کا جو انکار کرتے ہیں اور ان کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں شاید ان کی نظروں میں یہ چیزیں بھولی بسری ہیں جن کو محفوظ نہیں رکھا جاتا اور فراموش کر دیا جاتا ہے لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان تمام حرکتوں کو گن گن کر محفوظ رکھا ہوا ہے جو یہ لوگ فراموش کر چکے ہیں۔ قیامت کے دن جب انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو ان کے ایک ایک کرتوت پر انہیں آگاہ کر دیا جائے گا۔

۱۴ منافقین اسلام کی روزافزوں ترقی سے بڑے ہراساں رہا کرتے تھے ان میں یہ ہمت تو نہ تھی کہ کھل کر مسلمانوں کی مخالفت کریں لیکن ان کا خبث باطن انہیں اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور منصوبے بنانے میں مصروف رکھتا تھا جہاں کہیں چند

عَلِيمٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ

جاننے والا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہیں (اسلام کے خلاف) سرگوشیوں سے روکا گیا پھر وہ بار بار وہی کرتے ہیں

لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

جس سے انہیں روکا گیا اور سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کے

الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَ

بارے میں۔ اور جب آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو آپ کو اس طرح سلام دیتے ہیں جیسے اللہ نے آپ کو سلام نہیں دیا

يَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ

اور وہ کہتے ہیں اپنے دلوں میں کہ اگر یہ سچے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ کافی ہے انہیں

ل یہودی بڑی رازداری سے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو متزلزل کرنے اور ان کی صفوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے سرگوشیاں شروع کر دیتے تھے اور یہ خیال کرتے کہ ان سرگوشیوں کی کسی کو خبر نہیں اور ان کی سازشوں پر کوئی آگاہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی اس غلط فہمی پر متنبہ فرما رہا ہے کہ تم جہاں سرگوشیاں کر رہے ہو اور جہاں کہیں بھی ہو تمہاری تعداد کتنی ہی ہو ہم تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ تمہاری سرگوشیوں کو خوب سن رہے ہوتے ہیں۔ قیامت کے روز تمہاری ایک ایک شرارت پر تمہیں آگاہ کر دیا جائے گا۔

نجویٰ: اسم مصدر مشتق من النجوۃ وھی ما ارتفع من الارض فان السر امر مرفوع الی الذھن لا یتیسر لکل احد ان یطلع علیہ۔ (مظہری) یعنی نجویٰ اسم مصدر ہے۔ یہ نجوۃ سے مشتق ہے اور نجوۃ اونچی جگہ کو کہتے ہیں چونکہ سرگوشی کی بات بھی ہر کسی کی رسائی سے بالاتر ہوتی ہے اس لیے اسے نجویٰ کہا گیا ہے۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں: النجوی والنجی: السر والنجو۔ السر بین اثنین یقال نجوتہ نجوا ای ساررتہ۔ یعنی دو آدمیوں کے مابین جو بات آہستہ کی جائے اسے نجویٰ کہتے ہیں۔

یہودیوں اور منافقین کی یہ عادت تھی کہ جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے تو الگ بیٹھ کر سرگوشیاں کرنے لگتے۔ اس اثناء میں مسلمانوں کی طرف بار بار دیکھتے اور اشارے کرتے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا کہ مسلمان یہ خیال کریں گے کہ یہ لوگ ان کے بارے میں مشورے کر رہے ہیں اور ان کے خلاف منصوبہ بنا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے اس طریقہ سے بڑی وحشت ہوتی۔ چنانچہ صحابہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی بارہا شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ ان کی سرگوشیوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ جہاں کہیں دو چار مل بیٹھتے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشی مشورے ہونے لگتے۔

۲ یہودی جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو اس طرح سلام عرض نہ کرتے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو

www.KitaboSunnat.com

جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جہنم اس میں یہ داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ۸؎ اے ایمان والو!

إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

جب تم خفیہ مشورہ کرو تو مت خفیہ مشورہ کرو گناہ، زیادتی اور رسول کریم کی نافرمانی

الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ

کے متعلق بلکہ نیکی اور تقویٰ کے بارے میں مشورہ کیا کرو ۹؎ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے جس کی بارگاہ میں تمہیں

سلام فرماتے ہیں۔ یا جس طرح اس نے اہل ایمان کو دربار نبوی میں حاضری کے آداب سکھلائے لیکن ان کی خبث باطنی جس تہذیب و شائستگی کے حدود سے باہر نکال لے جاتا اور وہ بجائے سلامتی کی دعا عرض کرنے کے السام علیک کہتے۔ السام کا معنی موت ہے۔ اور ان الفاظ کا تلفظ اس طرح کرتے کہ عام آدمی ان کی خباثت پر خبردار نہ ہوتا۔ ایک دن وہ حضور کی بارگاہ میں آئے اور کہا السام علیک یا ابا القاسم حضور نے حسب معمول ارشاد فرمایا وعلیکم (یعنی تم پر بھی) حضرت عائشہ صدیقہ بھی سن رہی تھیں۔ انہوں نے غصہ سے فرمایا السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم۔ تم مرو اور تم پر اللہ کی پھٹکار اور غضب ہو۔ حضور نبی رحمت نے فرمایا مہلاً یا عائشہ علیک بالرفق وایاک والعنف والفحش۔ اے عائشہ صبر کرو۔ نرمی سے پیش آؤ سختی اور بدکلامی نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے غور نہیں فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ فرمایا تم نے جواب میں کہا وعلیکم (اور تم پر بھی موت آئے)

۸؎ یہود اپنی بدباطنی اور گستاخی کرتے پھر ایک دوسرے سے کہتے کہ اب ہمیں یقین آگیا ہے کہ یہ نبی نہیں اگر نبی ہوتے اور ہم ایسی گستاخی کرتے تو خدا کا عذاب فوراً ہمیں تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ ہم ایسی گستاخیاں کرتے رہے اور ہمارا کوئی بال بیکا نہیں ہوا۔ ہمیں تو کبھی ہلکا سا درد بھی نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ سچے نبی نہیں ہیں۔ انہیں کہا جا رہا ہے کہ ان گستاخیوں کی پاداش میں تمہارا ٹھکانا جہنم بنا دیا گیا ہے۔ تمہیں پکڑ کر اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں جلتے رہو گے اور تڑپتے رہو گے۔ جو میرے محبوب کے گستاخ ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ اس میں نہ کوئی آرام ملے گا اور نہ اس سے باہر نکلنے کی کوئی امید ہوگی۔

۹؎ ایسی سرگوشیاں ممنوع ہیں جن میں کسی گناہ کے بارے میں مشورے ہوں۔ لوگوں کو اذیت پہنچانے کے لیے تجویزیں سوچی جائیں یا اللہ کے رسول کی نافرمانی اور مخالفت کے لیے سکیمیں تیار کی جائیں۔ مسلمانوں کو کسی ایسی میٹنگ میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ اگر کسی نیک کام کے لیے کسی حسنات کے لیے باہم مل کر صلاح مشورہ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ

جمع کیا جائے گا۔ (کفار کی) سرگوشیاں تو شیطان کی طرف سے ہیں تاکہ وہ غمزدہ کردے

آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ

ایمان والوں کو حالانکہ وہ انہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اللہ کے حکم کے بغیر۔ اور اللہ پر ہی

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ

توکل کرنا چاہیے اہل ایمان کو ف۱۱ اے ایمان والو! جب کہیں کہا جائے کہ جگہ کھول دو (دوسروں) کے لیے

تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ

مجلسوں میں تو کشادہ کردیا کرو اللہ تمہارے لیے کشادگی فرمائے گا ف۱۲ اور جب کہا جائے کہ

ف۱۱ اس قسم کی سرگوشیاں شیطان کی انگیخت سے ہوتی ہیں اور ان کا مقصد مسلمانوں کو خوف زدہ اور ہراساں کرنا ہوتا ہے۔ اپنے بندوں کو بتا دیا کہ ان کی یہ ساری سرگوشیاں اور منصوبے انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو یہود اور منافقین کے چاہنے سے تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اس لیے ایسی باتوں سے تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے۔

حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے غلاموں کو آداب مجلس کی بھی تعلیم دی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کان ثلاثۃ فلا یتناجی اثنان دون الواحد۔ کہ تم تین آدمی اکٹھے بیٹھے ہو تو تیسرے آدمی کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کرو (بخاری) دوسری حدیث جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے اس میں اس کی حکمت بھی بتا دی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنتم ثلاثۃ فلا یتناجی اثنان دون الآخر حتی تختلطوا بالناس من اجل ان یحزنہ۔ حضور نے فرمایا کہ جب تم تین آدمی بیٹھے ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو سرگوشی نہ کرنے لگ جاؤ اس طرح وہ آدمی آزردہ خاطر ہوگا۔ وہ خیال کرے گا کہ مجھے بیگانہ خیال کیا جا رہا ہے یا ان کی نظروں میں میری کوئی عزت نہیں۔ اور اگر اس آدمی کے پاس اور آدمی آکر بیٹھ جائیں تو پھر ان دو کی سرگوشی منع نہیں کیونکہ اب وہ آزردہ نہ ہوگا۔

ف۱۲ اس آیت میں بھی مسلمانوں کو مل بیٹھنے کے ایسے آداب سکھائے جا رہے ہیں جن پر عمل کرنے سے باہمی محبت بڑھے اور ایک دوسرے کا احترام پیدا ہو۔ فرمایا اگر مجلس میں لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور باہر سے دوسرے حضرات آجائیں تو پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ آنے والوں کی پرواہ نہ کریں اور اس بات کا انہیں خیال ہی نہ آئے کہ انہیں بیٹھنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ

اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو (۲۱) اللہ تعالیٰ ان کے جو تم میں سے ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا

درجات بلند فرمادے گا (۲۲) اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔ اے

کے لیے جگہ خالی چھوڑ دیتے نہیں بلکہ ان پر ضروری ہے کہ وہ انہیں عزت سے بٹھائیں اور اگر مجلس میں جگہ زیادہ ہو پھر بھی انہیں چاہیے کہ جتنا سکڑ سکتے ہیں سکڑیں اور آنے والوں کے لیے جگہ بنائیں۔ فرمایا اگر تم اپنے بھائیوں کے لیے کشادہ دلی کا مظاہرہ کرو گے اور ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنا دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطا فرمائے گا تمہارے رزق کو کشادہ کر دے گا بلکہ دنیا و آخرت میں تمہیں فراخی اور کشادگی نصیب فرمائے گا۔

جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوتے تھے ان کو یہ تعلیم دی کہ وہ آنے والوں کے لیے جگہ کشادہ کریں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والوں کو بھی یہ ہدایت فرمائی کہ وہ ایسا نہ کریں کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھا دیں اور ان کی جگہ خود بیٹھ جائیں۔ ارشاد نبوی ہے لا یقیم الرجل الرجل من مجلسہ ثم یجلس فیہ۔ اسی طرح اگر مسجد میں کوئی شخص بیٹھا ہو تو کسی کو اجازت نہیں کہ اسے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کو بھیجا کہ تم پہلے جا کر میرے لیے ایک نشست محفوظ کر لو اور وہاں بیٹھ جاؤ جب وہ شخص وہاں جائے تو وہ اس آدمی کو اٹھا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی جائے نماز بچھا دی کہ پہلی صف میں اس کے لیے بچھا دی جائے تو یہ درست ہے جس وقت بھی وہ آئے جائے نماز پر بیٹھ سکتا ہے۔ (قرطبی)

انشزوا فانشزوا۔

(۲۱) جب حاضرین مجلس کو کہا جائے کہ اب آپ تشریف لے جائیں تو انہیں فوراً چلے جانا چاہیے ورنہ اہل خانہ یا منتظمین مجلس کو بڑی کوفت ہوگی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو اپنے گھر میں مدعو فرماتے تو کھانا کھا لینے کے بعد بھی بابرکت کے پاس بیٹھ کر لوگ وہاں سے اٹھنے کا نام نہ لیتے ان کی یہ تمنا ہوتی کہ سب سے آخر میں جائیں تاکہ دل سے مصافحہ کریں۔ انہیں بتایا گیا کہ تمہاری محبت بجا لیکن حضور کے آرام کا بھی تمہیں خیال رکھنا چاہیے نیز حضور کی دیگر مصروفیات بھی ہیں۔ ان کے لیے بھی تمہیں مہلت دینی چاہیے۔

(۲۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی مراتب اور بلند درجات کا معیار ایمان اور علم ہے۔ ایک ایمان دار شخص خواہ ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو کافر فلسفی سے اس کا درجہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بلند ہے۔

علامہ مرحوم فرماتے ہیں —

[illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ

ایمان والو! جب تنہائی میں بات کرنا چاہو رسول اکرم سے تو سرگوشی سے پہلے

نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ

صدقہ دیا کرو۔ یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے اور دلوں کو پاک کرنے والی ہے۔ اور اگر تم اس کی سکت نہ

تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ

پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ۲۳ کیا تم (اس حکم سے) ڈر گئے کہ تمہیں سرگوشی

نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

سے پہلے صدقہ دینا چاہیے۔ پس جب تم ایسا نہیں کر سکے اور اللہ نے تم پر نظر کرم فرمائی

یعنی جو دینیات کا عالم تھا اس کے وضو کا پانی کافر و قبیح کے خون سے زیادہ عزت والا ہے۔

اس طرح صاحب علم جاہل سے افضل ہے خواہ وہ جاہل بڑا جاگیردار اور دولت مند کیوں نہ ہو۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علماء و طلبہ کو خواہ وہ عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوتے بہت بڑے منصب پر ترجیح دیتے۔ ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔ احادیث میں بھی علماء کی بڑی شان بیان کی گئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاءه الموت وهو يطلب العلم ليحيي به الاسلام فبينه وبين النبيين درجة۔

حضور نے فرمایا جو شخص علم حاصل کر رہا ہو تاکہ وہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے اسی اثنا میں اسے موت آ جائے تو اس کے درمیان اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

دوسری حدیث میں حضور نے ارشاد فرمایا:

يشفع يوم القيامة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء۔

قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا کہ علم، حکومت اور مال میں سے ایک چیز پسند کر لو۔ آپ نے علم کو پسند کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے آپ کو بادشاہی اور مال بھی عطا فرمائے۔

۲۳ حضرت صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ اس آیت کا شان نزول بیان فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُونَ

پس اب تم نماز صحیح ادا کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور تابعداری کیا کرو اللہ اور اس کے رسول کی۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان (نادانوں) کی طرف جنہوں نے دوست بنالیا ایسی قوم کو جن پر خدا کا غضب ہوا ۲۲؎۔ نہ وہ لوگ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے یہ جان بوجھ کر جھوٹی

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب انہوں نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ غرباء کو اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ پیش کرنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم پر حضرت علی مرتضیٰ نے عمل کیا۔ ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کیے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

(۱) وفا کیا ہے؟	فرمایا توحید اور توحید کی شہادت دینا۔
(۲) عرض کیا فساد کیا ہے؟	فرمایا کفر و شرک۔
(۳) عرض کیا حق کیا ہے؟	فرمایا اسلام، قرآن اور ولایت جب تجھے ملے۔
(۴) عرض کیا حیلہ یعنی تدبیر کیا ہے؟	فرمایا ترک حیلہ۔
(۵) عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے؟	فرمایا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔
(۶) عرض کیا اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟	فرمایا صدق و یقین کے ساتھ۔
(۷) عرض کیا کیا مانگوں؟	فرمایا عافیت۔ ایک روایت میں عاقبت کا لفظ ہے۔
(۸) عرض کیا اپنی نجات کے لیے کیا کروں؟	فرمایا حلال کھا اور سچ بول۔
(۹) عرض کیا سرور کیا ہے؟	فرمایا جنت۔
(۱۰) عرض کیا راحت کیا ہے؟	فرمایا اللہ کا دیدار۔

جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

۲۲؎ منافقین اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے کہ اسلام روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مال غنیمت کی ریل پیل ہونے والی ہے۔ دنیاوی منفعت کے حصول کے لیے وہ مسلمانوں میں گھسے ہوئے تھے لیکن ان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا

باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً

بلاشبہ یہ لوگ بہت بُرے کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بنا رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال

فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾ لَنْ

پس وہ (اس طرح) روکتے ہیں اللہ کی راہ سے سو ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ کچھ نفع

تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ

نہیں پہنچائیں گے انہیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد عذاب الٰہی سے بچانے کے لیے۔ یہ لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

جہنمی ہیں۔ یہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۱؎ جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا

دلی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ تھیں اور وہ انہیں کو اپنا دوست سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان بدبختوں نے ایک ایسی قوم سے دوستی قائم کر رکھی ہے جن پر خدا کا غضب ہے۔ نہ یہ مسلمانوں میں داخل ہیں اور نہ یہودیوں میں۔ حدیث شریف میں ہے۔ مثل المنافق مثل الشاة العائرة بين غنمين لا تدري ايهما تتبع۔ یعنی منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں میں سرگرداں پھر رہی ہو۔ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اسے کس ریوڑ کے پیچھے جانا ہے۔

ایک روز سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ شریفہ میں تشریف فرما تھے چند صحابہ بھی حاضر تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا یدخل علیکم رجل قلبہ قلب جبار وینظر بعینی شیطان۔ ابھی تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جس کا دل بڑا سخت ہے اور جو شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ ابن نبتل جھٹ آ گیا جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور داڑھی پتلی تھی۔ حضور نے فرمایا تم اور تیرے ساتھی کیوں گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ اس نے قسم کھائی کہ اس نے کبھی گالی نہیں دی۔ اس کے ساتھی آئے انہوں نے بھی قسمیں کھائیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں۔

۱؎ جھوٹی قسموں کو اپنی ڈھال بنا کر وہ اپنے آپ کو بھی بچا لیتے تھے اور اس آڑ میں وہ لوگوں کو اسلام سے نفرت دلاتے اور اسلام کے خلاف گھڑ گھڑ کر باتیں کرتے اور اس طرح ان کے اسلام قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے۔ ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ

تو وہ قسمیں کھائیں گے اللہ کے سامنے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور خیال کریں گے کہ وہ کسی مفید چیز پر

شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ

ہیں۔ خبردار! یہی وہ جھوٹے لوگ ہیں ۲۸ تسلط جما لیا ہے ان پر شیطان نے

فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ

اور اس نے اللہ کا ذکر انہیں فراموش کرا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کا ٹولہ ہیں۔ خوب سن لو! شیطان کا ٹولہ ہی

الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

یقیناً نقصان اٹھانے والا ہے ۲۹ بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی

کے انجام سے ان کو باخبر کر دیا۔

۲۸ جھوٹ ان کی رگ رگ میں رچ بس گیا تھا۔ انہیں جھوٹ بولتے ہوئے ذرا شرم نہیں آتی تھی۔ وہ بار بار جان بوجھ کر جھوٹ بولتے تھے نہ ان کی زبان لڑکھڑاتی، نہ ان کا دل انہیں ملامت کرتا۔ وہ ستم ظریف یہ کرتے کہ اپنی جھوٹی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے دھڑا دھڑ جھوٹی قسمیں کھانے لگتے۔ جھوٹ اب ان کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے تو وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے اور جھوٹی قسموں کا تانتا باندھ دیں گے۔ واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین۔ خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم قطعاً مشرک نہ تھے اور دل ہی دل میں بڑے مطمئن ہوں گے کہ اس طرح جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے لیا ہے اور اپنے آپ کو اس کی گرفت سے بچا لیا ہے۔ اب انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔

۲۹ منافقین ایسی بیہودہ حرکتیں کیوں کرتے ہیں، وہ ایسی جھوٹی قسمیں کیوں کھاتے ہیں جن کا جھوٹ اظہر من الشمس ہوتا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ ان کی عقل و ہوش پر شیطان نے پوری طرح تسلط جما لیا ہے۔ وہ خود سوچنے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جدھر وہ ظالم انہیں لے جاتا ہے اور جس راہ پر وہ انہیں چلاتا ہے آنکھیں بند کیے ہوئے اسی پر چل کھڑے ہوتے ہیں۔ ای غلب علی عقولھم بوسوستہ وتزیینہ حتی اتبعوہ فانسٰھم۔ اب حالت یہ ہے کہ انہیں یاد الٰہی کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے رب کی یاد کو ہی فراموش کر دیا ہے۔ وہ اب شیطانی فوج میں بھرتی ہو گئے ہیں اور جو شیطان کا چیلا بن جاتا ہے وہ ایسی ذلت آمیز حرکتیں نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا۔ وہ یاد رکھیں کہ انجام کار انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑے گا نفع تو کجا اصل سرمایہ بھی غارت ہو جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ

وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے ۲۸ اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آکر رہیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا قوی (اور) زبردست ہے ۲۹ تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور روز قیامت پر

الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ

(پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں

أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي

یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبے والے ہوں ۳۰ یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے اللہ نے

۲۸ ان کے بارے میں پہلے فرمایا کبتوا یعنی ذلت و رسوائی سے منہ کے بل گرا دیے جائیں گے۔ یہاں ان بدبختوں کے بارے میں فرمایا أولٰئک فی الاذلین یعنی ان کا شمار ذلیل ترین مخلوق میں ہوتا ہے۔ ان سے زیادہ ذلیل اور حقیر کوئی چیز نہیں ہے۔ ای من جملۃ الاذلاء لا اذل منھم۔ (قرطبی)

۲۹ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ کا دین اور اس کے رسول ہر میدان میں ضرور غالب ہوں گے تیغ و سناں کی جنگ ہو یا حجت و برہان کا معرکہ کامیابی کا سہرا اہل حق کے سر ہی باندھا جائے گا۔

۳۰ اس آیت میں بڑی صراحت سے اس حقیقت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی محبت پائی جائے۔ جس طرح آگ اور پانی ایک برتن میں اکٹھے نہیں رہ سکتے اسی طرح نور ایمان اور دشمنان اسلام کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ جو شخص ایمان کا مدعی ہے اور کفار و منافقین کے ساتھ گہری دوستی کے تعلقات رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو فریب دے رہا ہے۔ اللہ کا بندہ اللہ کریم کے دشمنوں سے خواہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیتا ہے۔ ان میں سے چند قریبی رشتوں کا صراحۃً ذکر فرما دیا۔ اولاد کو اپنے والدین سے محبت بھی ہوتی ہے اور ان کا ادب اور لحاظ بھی ہوتا ہے لیکن اگر باپ دین کا دشمن ہو تو بیٹا اس کی پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح باقی رشتے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ جب غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بدر و احد کے میدانوں میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے سامنے صف آرا ہوئے تو جو بھی ان کا مد مقابل بنا انہوں نے بے تامل اس کو خاک و خون میں ملا دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ

ان کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے ۳۱؎ اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے

حضرت ابو عبیدہ جب میدان بدر میں گئے تو ان کا باپ عبداللہ ان کے سامنے آیا۔ آپ نے اپنی تلوار کے وار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ نے شان رسالت میں کچھ گستاخی کی تو آپ نے انہیں اس زور سے دھکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ حضورؐ نے پوچھا تو ابو بکر نے عرض کیا میرے آقا اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔

بعد میں حضرت ابو قحافہ مشرف باسلام ہو گئے تھے۔

بدر کے دن صدیق اکبرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو للکارا اور حضور سے جنگ کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا دعنی اکن فی الرعلۃ الاولیٰ میرے آقا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں شہداء کے پہلے گروہ میں داخل ہو جاؤں۔ حبیب کبریا علیہ اطیب التحیۃ والثنا نے فرمایا متعنا بنفسک یا ابا بکر ما تعلم انک عندی بمنزلۃ سمعی وبصری۔

اے ابو بکر ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اٹھانے دے۔ تو نہیں جانتا کہ تو میرے نزدیک میرے کان اور میری آنکھ کی طرح ہے۔

اسی طرح حضرت مصعب ابن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو احد کے روز قتل کیا۔ بدر کی جنگ میں ایک انصاری نے ان کے بھائی ابو عزیز بن عمیر کو گرفتار کیا۔ وہ اسے رسی سے باندھ رہا تھا تو حضرت مصعب نے دیکھ لیا اور پکار کر کہا اس کو خوب کس کر باندھنا۔ اس کی ماں بڑی مالدار ہے۔ گراں قدر فدیہ ادا کرے گی۔ ابو عزیز نے کہا مصعب! تم بھائی ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہو۔ آپ نے جواب دیا تیرا میرا بھائی چارہ ختم۔ اب یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے ماموں عاص ابن ہشام ابن مغیرہ کو قتل کیا اور سیدنا علی، سیدنا حمزہ، سیدنا عبیدہؓ نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید کو تہ تیغ کیا۔ شمع نبوت کے پروانوں نے عملی نمونہ پیش کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ ان کے دلوں میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور بس۔

۳۱؎ یہی وہ خوش نصیب اور ارجمند حضرات ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔ یہ نقش مٹ سکتا ہے نہ دھندلا پڑ سکتا ہے اور ان کو ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے روح سے تقویت بخشی ہے۔ روح کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں المراد بالروح نور القلب وھو نور یقذفہ اللہ تعالیٰ فی قلب من یشاء من عبادہ تحصل بہ الطمانینۃ۔ یعنی روح سے مراد وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔ اس نور سے اس کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ (بلند اقبال) اللہ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے ۲۳؎

طمانیت وتسکین نصیب ہوتی ہے۔ روح المعانی کی عبارت کی وجہ سے پاکیزہ ابدی زندگی نصیب ہوتی ہے اس لیے اسے بطور مجاز روح فرمایا گیا۔

۲۳؎ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے ان بندوں پر بڑا احسان تھا کہ اس نے ان کے قلب پر ایمان نقش کر دیا پھر ان کے دل میں روح القدس کا نزول یا جس سے ان کو طمانیت اور استقامت نصیب ہوئی۔ اسی کی قوت سے عشق کے امتحان میں وہ کامیاب نکلے۔ اب ان انعامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن سے ان وفا شعار سرفروشوں کو نوازا جائے گا۔ فرمایا جنت عطا فرمانے کے بعد فرمایا یہ وہ بلند اقبال اور فیروز بخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے۔ اب اس کی حقیقت کو ان خوش نصیبوں کے بغیر کون سمجھ سکتا ہے یا اس کی قدر و منزلت کو پہچان سکتا ہے جن پر یہ عنایت خاص فرمائی گئی۔ آفرین ان پر خوش نصیب ہیں جن کو اپنا دین کا تمغہ عطا ہوا۔ دنیا وآخرت کی کامیابی کا تاج صرف ان کو پہنایا جاتا ہے جو اللہ کے ہو جاتے ہیں۔

◎

اللّٰهم لك الحمد والشكر ولك المجد والكبرياء اللّٰهم انت كريم وباب رحمتك مفتوح اكتب الايمان على قلبي وايدني بروح منك وادخلني في جناتك التي تجري من تحتها الانهار وارض عني وارضني بفضلك وادخلني في حزبك الا ان حزبك هم المفلحون۔

رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين اللّٰهم صل وسلم وبارك على حبيبك ومحبوبك ونبيك وصفيك سيدنا ومولانا محمد وعلى آله الطيبين الطاهرين وازواجه الطاهرات امهات المؤمنين وسائر الصحابة والتابعين واولياء امته الكاملين وعلمائه الصالحين وعلينا معهم اجمعين يا ذا الجلال والاكرام۔

○

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الحشر

نام : اس سورت مبارکہ کا نام الحشر ہے۔ یہ لفظ دوسری آیت میں مذکور ہے۔ اس میں تین رکوع، چوبیس آیتیں، ۴۴۵ کلمے ایک ہزار نو سو تیرہ حروف ہیں۔

زمانہ نزول : اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس سورت میں غزوہ بنی نضیر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے اس سورت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اُنزلت فی بنی نضیر یعنی یہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم) انہیں سے دوسری روایت یوں ہے کہ میں نے اس سورت کے بارے میں حضرت ابن عباس سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا "سورۃ بنی نضیر" یعنی اس سورت کا نام ہی بنی نضیر ہے۔

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس سورت کا نزول اور غزوہ بنی نضیر کس سال میں ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ جنگ بدر کے چھ ماہ بعد غزوہ بنی نضیر وقوع پذیر ہوا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول سنہ ۴ ہجری میں پیش آیا۔ اس سے پہلے بئر معونہ کا المناک حادثہ رونما ہو چکا تھا۔ بلاذری، ابن ہشام اور ابن سعد نے اسی قول کی تصدیق کی ہے۔

یہود یثرب میں

اس غزوہ کے پس منظر کو سمجھنے کے لیے ہمیں دیکھنا ہے کہ یہود جن کا اصل وطن فلسطین تھا وہ حجاز کے اس دور افتادہ علاقہ میں کب اور کن حالات میں پہنچے۔ کتب تاریخ کے مطالعہ سے تین چیزیں سامنے آتی ہیں جن کی روشنی میں یثرب میں یہود کی آمد کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

(۱) علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور دیگر عربی مراجع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یثرب شہر کو آباد کرنے والے عمالقہ تھے جس شخص نے اس کا سنگ بنیاد رکھا اس کا نام یثرب بن مہلائیل بن عوص بن عملیق تھا۔ گویا یہ شہر اپنے بسانے والے کے نام سے ہی مشہور ہو گیا۔ عمالقہ کا کام فتنہ و فساد برپا کرنا، راہزنی، قتل و غارت اور بدمعاشی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع کی قیادت میں بنی اسرائیل کا ایک لشکر عمالقہ کی بیخ کنی کے لیے یثرب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ یوشع نے اپنی اسرائیلی فوج کے ساتھ یثرب پر حملہ کیا ان کو شکست فاش دی اور اس نسل کے جتنے آدمی تھے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ صرف ان کے بادشاہ شمیذع بن ہوبر کا ایک نوجوان لڑکا جو بے حد خوبصورت تھا اسے انہوں نے زندہ چھوڑ دیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اس کے بارے میں فیصلہ کریں۔ جب یہ فاتح لشکر اپنے وطن کی طرف لوٹا تو اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام رحلت فرما گئے۔ وہاں کے یہودیوں کو جب پتہ چلا کہ یوشع نے عمالقہ کے بادشاہ کے لڑکے کو قتل نہیں کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو وہ سخت برہم ہو گئے اور ان پر موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کا الزام لگایا اور انہیں اپنے علاقہ میں سکونت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے یہ سوچا کہ بجائے اس کے کہ ہم ادھر ادھر مارے مارے پھریں کیوں نہ اس شہر میں جا کر آباد ہو جائیں جس کو انہوں نے ابھی ابھی فتح کیا ہے۔ چنانچہ وہ یثرب واپس آ گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ یہ پہلا یہودی گروہ ہے جو یہاں آ کر آباد ہوا۔

۲۔ بخت نصر نے جب یروشلم پر حملہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہیکل سلیمانی کو گرا کر پیوند زمین کر دیا بہت سے یہودیوں کو بے دریغ قتل کر دیا اور بے شمار لوگوں کو جنگی قیدی بنا کر اپنے ہمراہ لے گیا اس وقت یہودیوں کے چند قبائل یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ یاد رہے کہ بخت نصر نے ۵۸۶ قبل مسیح کو یروشلم پر حملہ کیا تھا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: "ومن ذلک الزمان (زمان بخت نصر) تفرقت بنو اسرائیل فی البلاد فنزلت طائفة منهم الحجاز وطائفة بیثرب وطائفة وادی القری وذهبت شرذمة منهم الی مصر۔" (البدایہ والنہایہ ص ۳۹ ج ۲)

ترجمہ: یعنی بخت نصر کے حملے کے زمانہ میں بنو اسرائیل مختلف ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ ان میں سے ایک طائفہ حجاز میں، ایک یثرب میں، ایک وادی القری میں جا کر اقامت گزیں ہو گیا اور ایک چھوٹا سا گروہ مصر چلا گیا۔

۳۔ جب رومیوں نے شام، فلسطین اور ان کے ملحقہ علاقوں پر قبضہ کیا اور یہودی آبادیوں کو ویرانوں میں بدل دیا، ان کے مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیا اس ہنگامہ میں بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنی بہدل وہاں سے جان بچا کر بھاگ آئے اور یثرب میں اقامت اختیار کر لی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: "وظهر الروم علی بنی اسرائیل بالشام فقتلوهم وسبوا وخرج بنو نضیر وبنو قریظة وبنو بهدل هاربین الی الحجاز وتبعهم الروم فهلکوا عطشا۔" جلد ۲ ص ۲۸۶

ترجمہ: "جب رومی بنی اسرائیل پر ملک شام میں غالب آ گئے تو انہوں نے انہیں قتل کیا، انہیں گرفتار کیا۔ ان حالات میں بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنی بہدل حجاز کی طرف بھاگ آئے۔ رومیوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن عرب کی صحرا کی دھوپ برداشت نہ کر سکے اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔"

ڈاکٹر احمد امین نے فجر الاسلام میں اسی قول کی تائید کی ہے۔ (ص ۲۳، ۲۴)

یہ تینوں اقوال کتب تاریخ میں پائے جاتے ہیں ان میں سے کسی کو صحیح اور کسی کو غلط کہنا بلا وجہ تکلف ہے کیونکہ ان تینوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے یوشع اور ان کے ساتھی یثرب میں آ کر آباد ہوئے ہوں۔ پھر جب ۵۸۶ ق م میں بخت نصر نے یروشلم کو آ کر تباہ و برباد کر دیا تو اس وقت یہودیوں کے چند قبائل بھاگ نکلے اور یہاں کے مختلف علاقوں میں آ کر آباد ہو گئے ہوں۔ تیماء، فدک، خیبر، وادی القری کے سرسبز علاقے انہوں نے اپنی رہائش کے لیے منتخب کر لیے ہوں پھر جب رومیوں نے آ کر شام و فلسطین پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہوں تو اس وقت یہ تین قبیلے کسی طرح جان بچا کر حجاز کی طرف بھاگ آئے ہوں اور یثرب میں جہاں پہلے سے ان کے دینی بھائی رہائش پذیر تھے وہاں بس گئے ہوں۔ جب قومیں ہجرت کرتی ہیں تو اس کے تمام افراد یکبارگی نقل مکانی نہیں کیا کرتے کسی حادثہ کے وقت ان میں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بعض ترکِ وطن میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ جب کوئی اور آفت ٹوٹ پڑتی ہے تو بعض دوسرے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں اپنے وطن کو خیرباد کہتے ہیں۔ پھر کسی نئی قیامت کے برپا ہونے پر باقیماندہ لوگ بھی کوچ کر جاتے ہیں۔ یہی حال یہودیوں کی ہجرت کا ہے جو مختلف مقامات اور مختلف حالات میں وقوع پذیر ہوئی۔

اوس اور خزرج جن کو بعد میں انصارِ اسلام بننے کا شرف حاصل ہوا اور اسی لقب سے مشہورِ عالم ہوئے۔ ان کا اصل وطن یمن تھا اور ان کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلہ بنی ازد سے تھا۔ یمن کے خوشحال ملک میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی پاداش میں وہ تباہ کن سیلاب آیا جس نے سدِ مآرب کے پرخچے اڑا دیے تو سارا یمن تباہ و برباد ہو گیا جس کی تفصیل تو آپ سورۂ سبا کے حواشی میں ضیاء القرآن جلد چہارم میں پڑھ آئے ہوں گے۔ جو لوگ اس طوفان کی زد میں آ گئے وہ تو لقمۂ اجل بن گئے لیکن جو لوگ بچ گئے ان کے باغات، ان کی زرعی زمینیں، ان کے قصور و محلات سب تباہ و برباد ہو گئے انہوں نے بھی اسی میں سلامتی سمجھی کہ یہاں سے نقل مکانی کر کے کسی ایسے گوشے میں رہائش اختیار کریں جہاں وہ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ انہی میں سے ازد کا قبیلہ بھی تھا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں :

نزلت ازد شنوءة الشام بالسراة وخزاعة ببطن مر ونزلت غسان بصرى وارض الشام ونزلت ازد عمان الطائف ونزلت الاوس والخزرج يثرب (ص ۵۹۶ - ج ۲)

ترجمہ : یعنی سیل العرم کے بعد ازد یمن سے نکلے ان کا ایک حصہ ازد شنوءہ شام سراۃ میں جا کر آباد ہوا۔ خزاعہ بطن مر میں، غسان بصریٰ میں اور سرزمین شام میں اور ازد عمان طائف میں، اوس اور خزرج یثرب میں جا کر اقامت گزیں ہوئے۔

اوس و خزرج نے یثرب کی نواحی آبادیوں اور اردگرد کے گاؤں میں سکونت اختیار کی لیکن انہوں نے کب ہجرت کی اور وہ تباہ کن سیلاب کب آیا جس نے اس سنگین چٹانوں سے بنے ہوئے بند کو درہم برہم کر دیا اس کے بارے میں کتبِ تاریخ میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ (۱) سدِ مآرب میں پہلا زبردست شگاف ولادتِ مسیح علیہ السلام کے قریبی زمانہ میں ہوا۔ اگرچہ سارا بند برباد نہیں ہوا تھا لیکن یہ شگاف اتنا خطرناک تھا کہ اب اس بند کی پختگی پر مزید بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے لوگوں نے وہاں سے ترکِ وطن کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جرجی زیدان "العرب قبل الاسلام" میں لکھتے ہیں :

وتفرقت قبائل الازد وغيرها في جزيرة العرب بسبب ذلك بان ذلك وقع حوالي تاريخ الميلاد.

یعنی سب سے پہلے شگاف مسیح علیہ السلام کے قریبی زمانہ میں ہوا جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور انہوں نے نقل مکانی کر کے محفوظ مقامات پر آباد ہونا شروع کر دیا۔

اس قول کے مطابق اوس و خزرج پہلی صدی عیسوی میں یثرب میں جا کر آباد ہوئے۔

(۲) ڈاکٹر احمد امین "فجر الاسلام" میں سنہ ۳۰۰ء میں اوس و خزرج کی آمد یثرب میں ثابت کرتے ہیں۔

(۳) بعض کا خیال ہے کہ سیلابِ عظیم جس نے بند کو ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد کر دیا وہ سنہ ۴۴۷ عیسوی یا سنہ ۴۵۰ عیسوی میں آیا۔ اس تیسرے قول کے مطابق یثرب میں اوس و خزرج کی آمد پانچویں صدی کے نصف آخر میں ہو گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ تو ممکن ہے کہ سیلاب عظیم سنہ ۴۵۰ء میں آیا ہو لیکن اس سے پہلے قرنوں کی تردید نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں کوئی شگاف پڑے ہوں اور اس ڈیم میں ذخیرہ شدہ پانی بہہ گیا ہو لیکن اس سے ڈیم کلیتًا تباہ نہ ہوا اور سیلاب کے اختتام پر حکومت وقت نے اس کی مرمت کر دی ہو اور اس طرح ڈیم کسی نہ کسی طرح باقی رہا ہو۔

اوس و خزرج اپنے اہل و عیال کے ساتھ جب یثرب پہنچے تو وہاں یہودی صدیوں سے آباد تھے۔ بازار اور منڈیاں ان کے قبضہ میں تھیں۔ زرعی زمینوں اور باغات کے وہ مالک تھے۔ سیاسی لحاظ سے بھی ان کا کوئی مقابل نہ تھا۔ جو عرب قبائل وہاں آباد تھے ان کی کوئی سیاسی حیثیت نہ تھی، وہ یہودیوں کے زیر فرمان اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اوس و خزرج یثرب کی نواحی بستیوں یا ارد گرد کے گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ابتدا میں انہوں نے یہود کی پناہ لی اور ان کی بالادستی کو تسلیم کیا۔ کچھ عرصہ تک حالات ایسے ہی رہے۔ اس اثنا میں اوس و خزرج کی تعداد بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان کی جمعیت میں کافی اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک مرد میدان مالک بن عجلان پیدا ہوا۔ جب اس نے اپنے قبیلے کی قیادت سنبھالی تو اس نے یہود کے تسلط سے اپنے قبیلہ کو رہائی دلانے کے لیے سوچنا شروع کر دیا۔ اس وقت ان کا ایک بھائی بند ابو جبیلہ شام میں غسان کے علاقہ کا فرمانروا تھا۔ اس کا قبیلہ بھی سیل عرم کے باعث یمن سے ترک سکونت کر کے شام میں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ مالک اس کی خدمت میں پہنچا۔ اپنی اور اپنی قوم کی خستہ حالی اور غربت و افلاس کا شکوہ کیا نیز یہودیوں کی بالادستی سے بھی اسے مطلع کیا۔ ابو جبیلہ نے کہا کہ جس طرح ہم نے اہل غسان پر غلبہ حاصل کر لیا ہے تم نے یثرب کے یہودیوں کو اپنا زیر نگین کیوں نہیں بنایا۔ پس مالک سے وعدہ کیا کہ میں عنقریب تمہاری امداد کے لیے آؤں گا تم تیار رہنا۔ مالک ابو جبیلہ سے پختہ وعدہ لینے کے بعد واپس یثرب آیا اور اپنی قوم کو حقیقت حال سے خبردار کیا۔ انہیں کہا کہ وہ ہر وقت چوکس رہیں۔ کچھ عرصہ بعد ابو جبیلہ ایک لشکر جرار لے کر اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے یثرب کی طرف روانہ ہوا۔ ذی حرض کے مقام پر پہنچ کر اس نے قیام کیا اور اوس و خزرج کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے قاصد روانہ کیا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ یہودی اس کی آمد کے بارے میں سن کر اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند نہ ہو جائیں۔ اس نے یہودیوں کو خصوصی دعوت بھیجی کہ وہ آ کر اس سے شرف ملاقات حاصل کریں۔ چنانچہ یہودی اپنے لوگوں کے قافلہ سمیت وہاں پہنچے۔ جب وہ اس کی حویلی میں داخل ہو گئے تو اس نے اپنے لشکریوں کو کہا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دو۔ کوئی بھی بچنے نہ پائے۔ پھر اس نے اوس و خزرج کے نوجوانوں کو کہا اگر اب بھی تم نے اس علاقہ پر قبضہ نہ کیا تو میں تم تمام کو نذر آتش کر دوں گا۔ یہ کہہ کر خود شام کی طرف لوٹ آیا۔ اس طرح یہودیوں کا غلبہ ختم ہوا اور اوس و خزرج کو سیاسی برتری حاصل ہو گئی اور ان کی قوت و شوکت کے سامنے یہود کو سر جھکانا پڑا۔ (ابن خلدون ص ۵۹۱، ج ۲)

اس وقت یہودیوں کے تین مشہور قبیلے وہاں آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ۔ بنو قینقاع زرگری، آہنگری اور برتن سازی کا کام کیا کرتے تھے۔ انہیں بنی خزرج کی پناہ حاصل تھی نیز ان کی دوسرے یہودی قبیلوں بنی نضیر اور بنو قریظہ سے سخت ان بن تھی۔ اس لیے وہ یثرب کے قریب رہتے تھے اور کوئی ان سے مزاحمت نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس قتل عام کے بعد بنی نضیر اور بنی قریظہ نے سلامتی اسی میں سمجھی کہ وہ یثرب شہر کے اندر رہنے کے بجائے باہر اپنی بستیاں قائم کریں تاکہ وہ آزادی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ بے شک اب اقتدار اور سیاسی قوت کے مالک اوس و خزرج تھے لیکن یہود کا اثر و نفوذ بھی کچھ کم نہ تھا۔ وہ سودی کاروبار میں بڑے چست و چالاک تھے۔ لوگوں کو قرض دیتے اور بھاری شرح پر سود وصول کرتے اور سود در سود کا چکر لگایا تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ اس چکر میں پھنس جاتا عمر بھر نکلنے کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ کاروباری منڈیاں اور بازار سب یہودیوں کے تصرف میں تھے اس لیے مالی لحاظ سے ان کا گہرا اثر تھا۔

کچھ عرصہ تک اوس اور خزرج کے قبائل میں اتحاد و اتفاق رہا۔ اس کی برکت سے وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن آخر کار ان میں باہمی رنجشیں اور حسد و بغض کے آثار رونما ہونے لگے۔ یہودی تو ان لمحات کے لیے ترس رہے تھے۔ فوراً انہوں نے دو برادر قبائل کے درمیان افتراق و انتشار کی خلیج کو وسیع تر کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ ان کے مالی مفادات کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ یہاں امن و سکون کی زندگی بسر کریں کسی لڑائی اور فساد میں حصہ نہ لیں لیکن ان دو قبیلوں کے اختلاف میں انہیں اپنی بہتری کی صورت نظر آتی تھی۔ وہ ان کو آپس میں لڑانا بہت ضروری سمجھتے تھے اور اس کے لیے وہ مالی بحرانوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ جب اوس و خزرج میں جنگ ہوتی تو ہر یہودی قبیلہ اپنے حلیف کے ساتھ مل کر اپنے یہودی بھائیوں کے ساتھ لڑنے سے باز نہ آتا۔ یہ حالات تھے جب اسلام کی کرنیں آہستہ آہستہ یثرب کی تاریک فضا کو منور کرنے لگیں۔ پھر جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لے آئے۔ یہودی اپنی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کے باعث اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخر الزمان تشریف لانے والا ہے۔ اس کی آمد سے ان کے مصائب کی شب تار بھی صبح آشنا ہو گی۔ جب تبع نے یثرب کی بستی کو برباد کرنے کا عزم کیا تو وہ یہودی علماء ہی تھے جنہوں نے اسے یہ کہہ کر اس اقدام سے روکا کہ تم اس بستی پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتے۔ اس نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے اس پر کوئی جابر غالب نہیں آسکتا۔ انہیں کے بتانے پر تبع نے اسلام قبول کیا تھا جس کی تفصیل آپ ضیاء القرآن جلد چہارم ص ۴۰۲ سورہ دخان آیت ۳۷ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔

نیز جس وقت انہیں کسی کافر قبیلہ سے نبرد آزما ہونا پڑتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں حضور نبی کریم کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے۔ (بقرہ ۸۹، جلد اول ضیاء القرآن)

اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضور کے استقبال کرنے والوں میں یہ بھی پیش پیش تھے۔ رحمت عالم نے مدینہ طیبہ پہنچ کر یہاں امن و امان کی فضا برقرار رکھنے کے لیے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تاکہ پرانے تمام قسم کی اجنبیت کا احساس بھی باقی نہ رہے تمام مسلمان محبت و الفت کے رنگ میں رنگے جائیں۔ مدینہ طیبہ میں دوسری جمعیت یہود کی تھی۔ اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود حضور نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ مساوی بنیادوں پر کیا۔ معاہدہ کی دفعات کا مطالعہ کر کے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ان کو مذہبی آزادی، معاشرتی اور معاشی مساوی حیثیت سے نوازا تھا۔ اس معاہدہ کی چند دفعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"وان اليهود ينفقون مع المؤمنين ما داموا محاربين . وان يهود بني عوف امة مع المؤمنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم وانفسهم الا من ظلم واثم فانه لا يوتغ الا نفسه واهل بيته ...... وان على اليهود نفقتهم وعلى المسلمين نفقتهم وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة وان يثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحيفة (ابن هشام ص ۱۲۲ ج ۲)

ترجمہ: یہودی اور مسلمان اپنے اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے جب تک وہ مل کر جنگ کریں گے اور بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک گروہ ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین، مسلمانوں کے لیے ان کا دین، سوائے اس شخص کے جو ظلم کرتا ہے اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے پس وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو برباد کرتا ہے۔ یہودیوں پر اپنے مصارف کی ذمہ داری ہے، مسلمانوں پر اپنے مصارف کی۔ اس معاہدہ میں شریک ہونے والے لوگوں کے ساتھ جو شخص جنگ کرے گا یہ ایک دوسرے کی اس کے مقابلہ میں امداد کریں گے اور ان کے درمیان ایک دوسرے کے لیے خلوص و خیر خواہی لازمی ہے۔ گناہ سے اجتناب ضروری ہے اور یثرب کے اندر کسی قسم کا فتنہ و فساد کرنا شرکائے معاہدہ کے لیے حرام ہے۔"

جن منصفانہ بلکہ فیاضانہ شرائط پر یہ معاہدہ طے ہوا تھا، توقع تو یہی تھی کہ اس معاہدہ کے جملہ شرکا صدق دل سے اس کی پابندی کریں گے۔ مہاجر و انصار ہر وقت اس معاہدہ کی شرائط کو پیش نظر رکھتے لیکن یہودیوں نے کچھ عرصہ بعد اس معاہدہ کی اہمیت کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا جس کی متعدد وجوہات تھیں۔

۱۔ انہوں نے مسلمانوں کے استقبال میں گرمجوشی سے اس لیے حصہ لیا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ یہ لٹے پٹے مہاجرین جن کی مالی حالت ازحد خستہ ہے، ان کے ممنون احسان ہو کر رہیں گے اور وہ ان نو وارد مسلمانوں کی طرح طرح کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے انہیں آلۂ کار بنائیں گے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں میں جو ذہنی انقلاب برپا کیا ہے اس نے ان کو بالکل ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ ان کا سر اطاعت صرف اپنے رب اپنے ہادی و مرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالی میں جھکتا ہے، کسی اور قوت کے سامنے ان کی گردن خم نہیں ہو سکتی۔ ان کا ایک اپنا تشخص ہے جو انہیں ازحد عزیز ہے۔ وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اس چیز نے یہودیوں کو مسلمانوں سے متنفر کرنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ اوس و خزرج جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے نبی رحمت کے طفیل آپس میں بھائی بھائی بنتے جا رہے ہیں۔ انہیں اس اتحاد میں اپنے منصوبوں کی ناکامی کا خدشہ نظر آنے لگا۔ نیز شریعت اسلامیہ کے وہ احکام جن کا تعلق معاشی، اخلاقی زندگی سے تھا، وہ سراسر ان کے مفادات سے ٹکراتے تھے۔

اسلام سود سے بڑی سختی سے منع کرتا ہے بلکہ سود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کی دھمکی دیتا ہے اور یہودیوں کی ساری خوشحالی کا دارومدار سود خوری پر تھا، وہ کب یہ گوارا کر سکتے تھے کہ ایک ایسی منظم جماعت وجود میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آجائے جو طاقت میں آنے کے بعد سود یا زر اندوزی کا کاروبار کرنے کیلئے ختم کر دے۔ کم تولنا کم ناپنا۔ خریدار کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانا اسلام نے قطعاً حرام قرار دیا تھا لیکن ان کی تجارت کا فروغ نفع اندوزی کے ان ناجائز ذرائع پر تھا چنانچہ مسلمانوں سے جو توقعات انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں ان کے پورے ہونے کی امید نہ رہی۔ نیز ان کا وجود ان کی معاشی خوشحالی اور اخلاقی آوارگی کے لیے پیام مرگ تھا۔ اس لیے وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔

بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اہل مکہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ اسلام کے خلاف نفرت و عداوت کے شعلے تیزی سے بھڑکنے لگے۔ کعب بن اشرف جو بنی نضیر کا سردار تھا وہ چپکے سے مکہ آیا اور میدان بدر میں ان کے مقتولوں کی تعزیت کے بعد ان کے پسماندگان کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر بھڑکایا اور بڑے پرجوش قصیدے کہے جن میں مرنے والوں کا مرثیہ بھی تھا اور مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی ترغیب بھی تھی۔ اس کے بعد غزوۂ احد ہوا جس میں مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ اس کے معاً بعد بئر معونہ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ ان چیزوں نے یہودیوں کے حوصلوں کو تقویت دی اور وہ معاہدہ کی شرائط کو پورا کرنے میں پہلو تہی اور بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ان کے شعراء مسلم خواتین کا نام لے کر عشقیہ غزلیں لکھا کرتے۔ اگر کوئی مسلمان خاتون ان کے محلے میں جا نکلتی تو اس کی توہین کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے کے بارے میں بنی نضیر کے پاس گئے۔ انہوں نے آپ کو دیوار کے قریب بٹھایا اور در پردہ یہ سازش کی کہ ان میں سے ایک آدمی اوپر جا کر ایک بھاری پتھر آپ پر لڑھکا دے۔ اس قسم کے نازیبا واقعات تھے جو یکے بعد دیگرے پیش آ رہے تھے۔ چنانچہ بنی نضیر کی بیخ کنی کے لیے فیصلہ کن اقدام ناگزیر ہو گیا ورنہ یہ مار آستین کسی وقت دین کو نقصان عظیم پہنچا سکتے تھے۔ اس سورۂ مبارکہ میں اسی غزوہ کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیلات آپ آیات کی تفسیر کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے۔

مضامین: اس سورت میں جو اہم مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ اب اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سورت کا آغاز اس حقیقت کے بیان سے ہو رہا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہی ہے اور اسکی پاکی بیان کر رہی ہے کیونکہ وہی بڑی عزت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دانائی اور حکمت کو ثابت کرنے کے لیے بنی نضیر کے انجام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ دیکھو ان کے قلعے کتنے مضبوط تھے، ان کی گڑھیاں کتنی مضبوط تھیں۔ ان کے پاس جنگ کے کتنے ذخائر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو یوں مرعوب کر دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے شاندار گھروں کو برباد کرنے لگے اور بغیر جنگ کیے ہوئے اپنے صدہا سال کے وطن عزیز کو چھوڑنے پر رضامند ہو گئے۔ پھر یہ بتایا کہ انہیں یہ سزا اس لیے دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے تھے اور جو بھی یہ وطیرہ اختیار کرے گا اس کو اسی قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (۲) اس کے بعد بتایا کہ دشمن کو شکست دینے کے لیے جنگی تدابیر ناگزیر ہیں اور جنگی ضرورتوں کے لیے دشمن کے پھل دار درختوں کو کاٹنا مباح ہے۔

(۳) مال فے کی تقسیم کا حکم بتایا نیز آیت ۷ میں اسلامی نظام معاشیات کے اہم ستون کا ذکر کر دیا کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بین الاغنیاء منکم۔"

اس کے بعد اپنے محبوب کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ پھر مہاجرین و انصار کی تعریف کر کے انکی عزت افزائی فرمائی۔

دوسرے رکوع میں منافقین کی رذیل حرکات پر انہیں سرزنش کی کہ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہا کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ کفر کے دلدادہ ہیں اور اسلام کے دشمن۔ جب حضور نے بنی نضیر کو الٹی میٹم دیا کہ اتنے روز میں مدینے سے نکل جاؤ تو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ان کو کہلا بھیجا کہ مت نکلنا۔ میں دو ہزار کا لشکر لے کر تمہاری مدد کے لیے آجاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر جنگ چھڑ گئی تو یہ یہود کا کبھی ساتھ نہیں دیں گے۔

آخری رکوع میں دوسرے مضامین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا ذکر فرمایا جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن کریم میں اتنے اسماء حسنیٰ اور کہیں یکجا نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ الحشر مدنی ہے اور اس میں ۲۴ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اور وہی سب پر غالب دانا ہے ؎۱

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ

وہی تو ہے جس نے نکال دیا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے

دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

گھروں سے پہلی بار جلاوطن کرنے کے وقت۔ تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ

مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ

انہیں ان کے قلعے بچا لیں گے اللہ (کے قہر) سے ؎۲ پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں

؎۱ اس سورت میں مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کو ایک عظیم فتنے سے نجات ملنے کا ذکر ہو رہا ہے اور نجات بھی ان حالات میں جبکہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا اور نجات اس طرح کہ مسلمانوں کو کوئی جانی نقصان نہ ہوا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی نضیر کا قبیلہ جو بڑا مستحکم تھا اور مسلمانوں کو شدید خطرہ تھا وہ خود جلا وطنی کے لیے تیار ہو گیا۔ مسلمان ان کے مکانات، ان کے سرسبز و شاداب باغات اور زرخیز زمینوں کے مالک بن گئے جس سے ان کی مالی حالت بہت حد تک سدھر گئی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا ورنہ مسلمان کسی صورت میں بھی اس پوزیشن میں نہ تھے کہ اپنے زور بازو سے ان کو یہاں سے باہر نکال دیں۔ اس لیے اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ذکر سے کی گئی ہے تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان اس کو محض اپنے رب کا فضل و احسان یقین کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

؎۲ اس آیت میں جن کفار اہل کتاب کا ذکر ہے ان سے مراد یہود کا قبیلہ بنو نضیر ہے۔ مدینہ طیبہ کے مضافات میں ان کی ایک بستی تھی انہوں نے اپنے گھروں کو قلعہ نما بنایا ہوا تھا۔ کئی گڑھیاں تعمیر کر رکھی تھیں اور سامان جنگ کے ذخیرے اکٹھے کر رکھے تھے تاکہ کسی حملے کے وقت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ

خیال بھی نہ کیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب ۳ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو

بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۲﴾

اپنے ہاتھوں سے اور اہلِ ایمان کے ہاتھوں سے ۴ پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو! ۵

اپنا دفاع کر سکیں۔ بنی بہادری پر بھی انہیں بڑا ناز تھا۔ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی بھی مسلمان ان پر غالب آ سکتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ اس معاہدے کا بہت کم احترام کیا کرتے جو ان کے درمیان اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان طے پا چکا تھا جب بھی انہیں موقع ملتا معاہدے کی خلاف ورزی سے باز نہ آتے۔

ایک روز حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لیے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے انہوں نے دیوار کے قریب حضور کی نشست گاہ بنائی۔ جب حضور تشریف فرما ہو گئے اور گفتگو میں مصروف ہو گئے تو انہوں نے طے شدہ منصوبہ کے مطابق ایک نابکار کو بھیجا کہ اوپر سے بھاری پتھر حضور پر لڑھکا دے۔ اس طرح وہ اس شمع نور کو گل کرنا چاہتے تھے جس کو ابد تک فروزاں رکھنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے ناپاک ارادہ سے آگاہ فرما دیا۔ حضور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح ان کی بدعہدی اور سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری کی پاداش میں دس دن کے اندر مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا الٹی میٹم دے دیا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے انہیں کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہمت نہ ہارو اور اس الٹی میٹم کو مسترد کر دو۔ انہیں اپنے مضبوط قلعوں، اپنی جنگی مہارت اور شجاعت پر بڑا گھمنڈ تھا عبداللہ کے پیغام نے انہیں مزید تقویت پہنچائی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا کر دیا اور انہیں ایسا مرعوب کر دیا کہ ابھی الٹی میٹم کی مدت ختم ہونے میں چار دن باقی تھے کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور مدینہ سے جلاوطنی قبول کر لی۔ اپنے آراستہ و پیراستہ مکانات اور شاداب باغوں اور زرخیز زمینوں کو چھوڑ کر چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ یہاں صدیوں سے آباد تھے۔ منڈیاں اور بازار وہاں پر ان کا قبضہ تھا۔ ان کے پاس مضبوط قلعے بھی تھے۔ ان کا ان بے شمار منقولہ و غیر منقولہ جائیدادوں سے دستبردار ہو جانا ان کی مرعوبیت کی انتہا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو معجزات عطا فرمائے تھے ان میں ایک معجزہ رعب تھا۔

۳ اس جملہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے یعنی ان کا خیال تو یہ تھا کہ جنگ ہو گی اور وہ مسلمانوں کو بھگا دیں گے۔ یہ تو انہوں نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ لڑے بغیر سب کچھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

۴ انہوں نے عرض کیا کہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان وہ اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی یہ درخواست قبول فرما لی۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کا سارا سامان اٹھا کر لے گئے۔ بلکہ ان کے مکانوں میں جو قیمتی لکڑی لگی ہوئی تھی اس کو ساتھ لے جانے کے لیے انہوں نے مکانوں کی چھتیں ادھیڑ دیں، کواڑ، کھڑکیاں، الماریاں غرضیکہ جو چیز وہ اکھیڑ کر لے جا سکتے تھے

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا

اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں ۴

وہ بھاگ گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے خوشنما محلوں کو برباد کر دیا۔ جب وہ اپنے آراستہ و پیراستہ شبستانوں کو خیرباد کہہ کر بھاگ گئے تو ان کے دلوں پر کیا بیت رہی ہوگی اور ان کے چلے جانے کے بعد جب مسلمان وہاں پہنچے تو باقی ماندہ کھنڈرات کو انہوں نے منہدم کر دیا ہوگا تاکہ رہنے بسنے کے لیے نئے مکانات تعمیر کر سکیں۔

آیت نمبر ۲ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کا لفظ توجہ طلب ہے۔ حشر کا معنی ہے متفرق چیزوں کو جمع کرنا، منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔ قیامت کو حشر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس وقت تمام انسان جو دور دراز ملکوں میں بکھرے ہوئے تھے ان کو یکجا کر دیا جائے گا۔ آیت میں "حشر" سے مراد کیا ہے، علماء کے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ اس سے مراد بنی نضیر کی مدینہ طیبہ سے جلاوطنی ہے کیونکہ مرد و زن، خورد و کلاں، شیخ و شاب کو ایک جگہ جمع کیا گیا پھر مدینہ طیبہ سے انہیں نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ ابن قتیبہ نے غریب القرآن میں اس کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ (روح البیان) یہاں اول کی قید سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی پہلی جلاوطنی ہے۔ دوسری جلاوطنی بھی ہوگی اور یہ عہد فاروقی میں ہوئی جب انہیں خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا گیا۔ ان کا آخری حشر قیامت کے دن ہوگا۔ وہاں سے وہ سیدھے جہنم رسید ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حشر سے مراد اسلامی فوج کا ان کے محاصرہ کے لیے جمع ہونا ہے۔ اس وقت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب مسلمانوں نے یہود کے خلاف پہلی مرتبہ لشکر کشی کی تو یہ بزدل جنگ کیے بغیر اپنا صدیوں کا وطن چھوڑ کر چلے گئے۔ (روح المعانی)

۳ حکم ہے کہ اس سارے واقعہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب کوئی فرد یا کوئی قبیلہ یا کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کے رسول کریم کے مقابلے پر ڈٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بزدلی پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے پاس اسلحہ کے انبار کیوں نہ ہوں، ان کے مورچے کتنے ہی مستحکم کیوں نہ ہوں، کوئی چیز بھی انہیں شکست سے نہیں بچا سکتی۔

۴ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے۔ اگر وہ جنگ کرتے تو انجام بڑا ہولناک ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے شیروں کی تلواریں جب بے نیام ہوتیں تو ان لڑاکوں میں سے کوئی بھی جان بچا کر نہ جا سکتا۔ سب تہ تیغ کر دیے جاتے۔ ان کا ساز و سامان اور زر و جواہرات سب ان سے چھین لیے جاتے۔ انہوں نے جلاوطنی قبول کر کے اپنے آپ کو بچا لیا۔ لیکن آخرت میں جہنم کا ایندھن تو انہیں بننا ہی پڑے گا۔ وطن سے نکال دینے کے لیے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ اخراج اور جلاء۔ لیکن ان میں دو طرح کا فرق ہے۔ اگر کسی کو بال بچے سمیت ملک بدر کر دیا جائے تو اس کو جلاء کہتے ہیں۔ اخراج کا لفظ اس وقت بھی استعمال ہوتا ہے جب کسی کو تنہا ملک بدر کیا جائے نیز جلاء کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جبکہ ایک جتھہ اور جماعت کو ملک سے نکالا جائے لیکن اخراج کا لفظ جماعت اور فرد واحد کے ملک بدر کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝٣ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ

اور ان کے لیے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے مخالفت کی تھی اللہ

وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝٤

اور اس کے رسول کی۔ اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ عذاب دینے میں بڑا سخت ہے۔ ؎

مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا

جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر ؎

فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝٥ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

تو یہ دونوں باتیں اللہ کے اذن سے تھیں تاکہ وہ رسوا کرے نافرمانوں کو ؎ اور جو مال پلٹا دیے اللہ نے اپنے رسول کی طرف

؎ یعنی جو افتاد بنی نضیر پر پڑی اور جیسے ذلت سے انہیں گھروں سے کان پکڑ کر باہر نکال دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے اور حضور کی ایذا رسانی کو اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔ جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔

؎ مسلمانوں نے جب ان کی آبادی کا محاصرہ کر لیا تو اس کے ارد گرد کا علاقہ کھجوروں کے باغات سے پٹا پڑا تھا۔ ان کے قلعوں کے نزدیک ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں مسلمان مورچے آراستہ کر کے ان پر حملہ کر سکیں۔ اس لیے بعض مقامات پر کھجور کے درخت کاٹ دیے گئے اور جو درخت لڑائی میں مانع نہ تھے ان کو باقی رہنے دیا گیا۔ منافقین اور یہودیوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا کہ دیکھو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے ہیں اور خود پھلدار درختوں کو اس بے دردی سے کاٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی تشویش ہوئی کہ کہیں ان کا یہ فعل فساد فی الارض میں تو داخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن درختوں کو تم نے کاٹا ہے اور جن کو باقی رہنے دیا ہے تم پر کوئی گرفت نہیں۔ تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

اس آیت سے فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کیے ہیں: مسلمانوں کا لشکر اگر کفار کے علاقہ میں داخل ہو اور انہیں اپنی جنگی ضروریات کے لیے درختوں کو کاٹنا پڑے یا کوئی مکان گرانا پڑے یا کوئی پل توڑنا پڑے یا کسی نہر کو کاٹنا پڑے تو انہیں شرعاً اس کی اجازت ہے لیکن بلا ضرورت توڑ پھوڑ کی اجازت نہیں ایسا کرنا فساد فی الارض میں داخل ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے جب اسلامی لشکر کو غزوہ موتہ کی طرف روانہ کیا تو انہیں ہدایت فرمائی کہ پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، شہروں کو خراب نہ کرنا اور کھیتیوں کو نہ اجاڑنا۔ البتہ جنگی ضروریات کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ

ان سے کر تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ ۷ لیکن

۵ یعنی ان درختوں کو کاٹنا اور ان کو یونہی سلامت رکھنا دونوں کا مقصد تھا کہ یہودی دشمن کی تذلیل ہو۔ کاٹنے میں تو ان کی تذلیل کی یہ صورت ہے کہ جن باغات کو انہوں نے شوق سے لگایا، بڑی محنت سے ان کو پروان چڑھایا، اب مسلمان ان کو کاٹ رہے ہیں۔ یہودی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن بے بس ہیں دم نہیں مار سکتے اور وہ درخت جو باقی رہ گئے ہیں ان میں ان کی تذلیل کا پہلو یہ ہے کہ وہ ان باغات کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ان کے بعد ان کے دشمن ان پر قابض ہوں گے۔ اگر ان کا بس چلتا تو ایک درخت بھی کھڑا ہوا نہ چھوڑتے، سب کو کاٹ دیتے، جلا کر راکھ کر دیتے لیکن وہ صحیح سلامت درختوں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ان کو ایک پتا توڑنے اور ایک شاخ کاٹنے کی بھی اجازت نہیں۔ دونوں صورتوں میں ان کی ذلت و رسوائی اظہر من الشمس ہے۔

۶ یہود بنی نضیر اپنی غداری اور عہد شکنی کی پاداش میں مدینہ طیبہ چھوڑ کر خیبر وغیرہ کی طرف چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اجازت دے دی کہ اسلحہ کے سوا جو سامان وہ اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔ اس کے بعد بھی بہت کچھ بچ گیا تھا۔ اموال منقولہ کے علاوہ جو مکانات بھی وہ چھوڑ گئے تھے، باغات اور زرخیز زرعی اراضی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو لوٹا دیں۔ یہ جملہ اموال منقولہ و غیر منقولہ سب اللہ تعالیٰ کے حبیب کے تصرف میں ہیں۔ ان پر قبضہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو کسی زحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ نہ انہوں نے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر حملہ کیا اور جنگ و قتال کی نوبت آئی۔ اس لیے ان اموال اور اراضی میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے رسول کی ملکیت ہے۔ جس طرح حضور چاہیں اسے صرف کر سکتے ہیں۔

آیت میں اَفَاءَ کا لفظ قابل غور ہے۔ افاء کا معنی ہے کسی چیز کو لوٹا دینا، واپس کر دینا۔ سایہ کو بھی فیئ کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی پلٹ کر واپس آتا ہے۔ یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ ہر چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اس کے حقدار اس کے فرمانبردار بندے ہیں۔ اصل میں ہر چیز انہی کی ملکیت ہے۔ نافرمان لوگ جو بعض چیزوں پر قبضہ جما لیتے ہیں یہ ان کا قبضہ غاصبانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان چیزوں کو غاصب لوگوں سے لے کر ان کے اصل حقداروں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہاں بھی بنی نضیر کے جو املاک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے ہیں وہ حقیقتاً یہودیوں کے نہ تھے۔ انہوں نے انہیں غصب کیا ہوا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان کے غاصبانہ قبضہ کو ختم کر کے اپنے رسول کو واپس دے دیے ہیں جو ان کے حقیقی حقدار تھے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں فیہ اشعار بانھا کانت حریۃ بان تکون لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانما وقعت فی ایدیھم بغیر حق فارجعھا اللہ تعالیٰ الی مستحقھا (روح المعانی) علامہ ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور یہاں افاء کا لفظ استعمال کرنے کی یہی حکمت ذکر کی ہے۔

۷ اوجف، وجیف سے ہے۔ اس کا معنی ہے سرعت سیر، تیز رفتاری۔ اَوْجَفْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ حملہ کرنے کے لیے تیزی سے دوڑایا

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۶﴾

اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے ۱۱

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَہْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ

جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں کے رہنے والوں سے ۱۲ تو وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے

کو تیز چلانا۔ جیسا کہتے ہیں اَوْجَفْتُمْ: اَتْعَبْتُمْ۔ تم کا پیلا یا بکاب، اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد راحلہ ہے۔ اس کے اپنے مادہ سے اس کا واحد نہیں۔ راکب صرف اونٹ کے سوار کو کہتے ہیں گھوڑ سوار کو فارس کہا جاتا ہے۔

۱۱ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے رسولوں کو کفار کے اموال و املاک پر تسلط ارزانی فرماتا ہے۔ اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بنی نضیر جیسے بہادر اور جنگجو قبیلہ کے املاک کا بغیر جنگ کے مالک بنا دیا۔ بے شک ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جس کو چاہے دے دے اور جس سے چاہے چھین لے۔

۱۲ اس آیت کو واو عاطفہ کے ذریعے کلام سابق پر معطوف نہیں کیا کیونکہ جہاں عطف آتا ہے وہاں مغایرت ہوتی ہے یہاں کیونکہ پہلی آیت کی ہی تفصیل بیان ہے اس لیے یہ گویا دونوں ایک ہیں۔ یہاں عطف کی ضرورت نہیں۔ امام رازی کا ارشاد ہے لم یدخل العاطف علی هذه الجملة لانها بیان للاولی فهی منها وغیر اجنبیة عنها (تفسیر کبیر)

یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ کے بغیر کفار کے اموال اور زرعی املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے۔ یہ اس سلسلہ کا آغاز تھا اس لیے ابھی بہت ابہام تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان املاک کی تقسیم اور ان کے حقداروں کا تفصیل سے ذکر کر دیا تاکہ مسلمانوں کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں کوئی تردد نہ ہو۔

تفصیل میں جانے سے پہلے ابتدائی بحث میں چند چیزیں ذہن نشین کر لیں۔

کفار کے جو املاک مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو کفار کو میدان جنگ میں شکست دینے کے بعد ان کے املاک پر قبضہ کیا ہو گا یا بغیر لڑے کفار نے اپنا مال اور مسلمان ان کے علاقوں کے مالک بن گئے۔ پہلی قسم کے املاک کو غنیمت کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو فئی۔ پہلی قسم کا ذکر جب قرآن کریم نے کیا تو ان کے حصول کی نسبت مسلمانوں کی طرف کی فرمایا واعلموا انما غنمتم الآیۃ۔ دوسری قسم میں چونکہ کسی کی کوشش کا دخل نہیں ہوتا اس لیے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ ارشاد ہے ما افاء اللہ علی رسولہ۔

اس واضح فرق کی وجہ سے ان املاک کے احکام اور مصارف بھی مختلف ہیں۔ مال غنیمت کے بارے میں تو فرمایا اس کے پانچ حصے کیے جائیں گے۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے اور پانچواں حصہ درج ذیل مصارف میں خرچ ہو گا۔ ارشاد ربانی ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (انفال آیت ۴۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

اور رشتہ داروں ، یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے[۱۳]

لیکن اموالِ فئی میں سے کوئی حصہ بطورِ حق مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم فرمائیں گے۔

فئی سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ سب اموال کا حکم یکساں ہے۔ لیکن غنیمت سے حاصل ہونے والے اموال میں فرق ہے۔ وہ منقولہ اموال جو میدانِ جنگ اور حالتِ جنگ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں وہ اموالِ غنیمت ہیں اور ان کے احکام سورۂ انفال کی آیت میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات، قلعے وغیرہ یہ سب فئی ہوں گے۔ اسی طرح اگر جنگ ختم ہو جائے اور اس کے بعد جو منقولہ اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں ان کا حکم بھی فئی کا ہوگا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں خیبر اور مکہ مکرمہ وغیرہ بزور بازو فتح ہوئے۔ یہاں کی زمینوں اور سکنی جائیداد پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ منقولہ املاک تو غنیمت کی آیت کے مطابق تقسیم کر دی گئیں لیکن دونوں مقامات پر اراضی تقسیم نہیں کی گئیں۔ خیبر سے حاصل ہونے والی اراضی کو نصف نصف کیا گیا۔ نصف زمین غازیوں میں تقسیم کی گئی۔ بقیہ نصف بیت المال کے لیے مختص کر دیا گیا اور مکہ کی تمام اراضی ان کے مالکوں کے پاس ہی رہنے دی گئیں۔ حضور کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ وہ ممالک جو بزورِ شمشیر فتح ہوں ان کی اراضی غنیمت نہیں ہیں۔ اسی سنتِ نبوی کے مطابق حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ فاتح عراق و ایران کو خط لکھا

فَانْظُرْ مَا اَجْلَبُوْا بِهٖ عَلَيْكَ فِي الْعَسْكَرِ مِنْ كُرَاعٍ اَوْ مَالٍ فَاقْسِمْهُ بَيْنَ مَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاتْرُكِ الْاَرَضِيْنَ وَالْاَنْهَارَ لِعُمَّالِهَا لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ فِيْ اَعْطِيَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۴ - کتاب الاموال ابو عبید ص ۵۹)

یعنی جو اموال منقولہ آپ کے پاس جمع ہوں ان کو مسلمانوں میں بانٹ دو اور زمینوں اور نہروں کو وہاں کے کاشتکاروں کے پاس چھوڑ دو تاکہ اس آمدنی سے مسلمانوں کو عطیات دیے جائیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جو کچھ دشمنوں کے لشکر سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے جو سامان، اسلحہ اور جانور وہ اپنے کیمپ میں سمیٹ لائیں وہ مالِ غنیمت ہوں گے اور جنگ ختم ہونے کے بعد جو چیز حاصل ہوگی وہ مالِ غنیمت نہیں ہوگی بلکہ فئی ہوگی۔ (کتاب الاموال ص ۲۵۴)

[۱۳] مالِ فئی اور مالِ غنیمت میں جو فرق ہے وہ آپ نے سمجھ لیا۔ اب اموالِ فئی کے حقدار کون کون ہیں ان کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے:

پہلا حقدار اللہ اور اس کا رسول ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا اسم پاک بطور تبرک اور حضور کی رفعتِ شان ظاہر کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ کما روی عن ابن عباس والحسن بن محمد بن حنفیہ افتتاح کلام للتیمن والتبرک وفیہ تعظیم لشأن الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام (روح المعانی)۔ لیکن ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا مستقل علیحدہ حصہ ہے جو بیت اللہ شریف پر خرچ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے گا۔ وہاں ضرورت نہ ہو تو دیگر مصارف اس کا مصرف ہوں گے لیکن یہ درست نہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کانت اموال بنی النضیر مما افاء اللہ تعالیٰ علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاصۃ فکان ینفق علی اھلہ منہا نفقۃ سنۃ ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراع عدۃ فی سبیل اللہ۔ رواہ البخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی (روح المعانی)

یعنی بنی نضیر کے اموال بغیر لشکر کشی کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو عطا فرمائے تھے پس یہ حضور کے لیے مخصوص تھے۔ حضور اس کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا خرچ رکھ لیتے بقیہ آمدنی جہاد کے لیے اسلحہ وغیرہ کی فراہمی کے لیے خرچ کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اس حصہ کے بارے میں دو قول ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ حضور کا جو خلیفہ ہوگا یہ حصہ اس کو دیا جائے گا کیونکہ حضور کریم بحیثیت امام اور حاکم کے مالک تھے بحیثیت رسول کے نہیں کیونکہ اس طرح اجر کا شبہ گزرتا ہے۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ حصہ بیت المال میں داخل ہوگا تاکہ اسے حضور کے مشن کی تکمیل کے لیے صرف کیا جائے۔ علماء شافعیہ میں سے اکثر یہی مانتے ہیں۔

دوسرے حقدار حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔ ان سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں۔ عبد شمس اور نوفل کی اولاد اگرچہ رشتہ میں یکساں ہے لیکن حضور نے فرمایا نحن وبنو مطلب شیء واحد وشبک بین اصابعہ (یعنی ہم بنو ہاشم) اور بنی مطلب ایک ہی شے ہیں۔ پھر حضور نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کر دیا۔ کیونکہ اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں بنو مطلب، بنو ہاشم کے ساتھ رہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ بنو مطلب اور بنو ہاشم کے غنی اور فقیر، مرد اور عورتیں، چھوٹے اور بڑے سب حقدار ہیں۔ امام مزنی، ابو ثور، ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے کہ اس میں مرد، عورت، قریبی اور دور کا رشتہ دار، غنی اور فقیر یکساں ہیں کیونکہ آیت مطلق ہے۔ (روح المعانی)

امام مالک کہتے ہیں الامر مفوض الی الامام ان شاء قسم بینہم وان شاء اعطی بعضہم دون بعض وان شاء اعطی غیرہم ان کان امرہم اھم من امرہم۔

یعنی اس حصہ کی تقسیم امام کی صوابدید پر ہے۔ چاہے تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تمام افراد میں اس حصہ کی آمدنی کو تقسیم کر دے چاہے تو ان میں سے جو زیادہ ضرورت مند ہیں ان کو دے اور جنہیں ضرورت نہیں ان کو نہ دے اور چاہے تو ان کے علاوہ دوسرے افراد کو دے جن کی ضرورت ان کی ضرورت سے کہیں اشد ہے۔

۳: یتامیٰ۔ قسمت کے یتیموں کو بھی بلا امتیاز اس مد سے حصہ دیا جائے گا۔

۴: مساکین بھی اس کے مستحق ہیں۔

۵: ابن السبیل۔ مسافر جس کا زاد راہ ختم ہوگیا ہو وہ امداد کے مستحق ہوں۔

امام شافعی اور ائمہ ثلاثہ میں ایک اور بڑا بنیادی اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اموال فیء کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا چار حصے خلیفۂ وقت اپنی صوابدید سے مصالح مسلمین پر خرچ کرے گا اور پانچواں حصہ ان پانچ حقداروں میں برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن دیگر ائمہ کے نزدیک فیء کا سارا مال مصالح مسلمین کے لیے ہے۔ حکومت وقت جہاں مناسب سمجھے اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کر سکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ

تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان ؏ اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرما دیں

؏ اسلام سے پہلے اس قسم کے اموال کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے پہلے قبیلہ کا سردار یا لشکر کا سپہ سالار چوتھا حصہ لے لیتا جسے مرباع کہا جاتا۔ اگر بقیہ مال سے اسے کوئی چیز پسند آتی وہ بھی لے لیتا۔ باقی مال دولت مند اور با اثر لوگ آپس میں بانٹ لیتے اور غریبوں کو برائے نام کوئی چیز دے دی جاتی۔ ابتداء میں مسلمانوں نے بھی اسی دستور کے مطابق عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس مال سے چہارم لے لیں باقی مال ہم آپس میں بانٹ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بے انصافی کو کیسے گوارا فرماتا۔ چنانچہ اموال غنیمت کی تقسیم کا الگ طریقہ مقرر فرمایا اور اموال فیء کی تقسیم کے لیے الگ طریقہ تجویز کیا اور اس تقسیم کا بنیادی اصول یہ بتا دیا کہ ان اموال کو اس طرح تقسیم نہ کرو کہ صرف امراء اور سرمایہ دار طبقہ میں ہی یہ مال گردش کرتا رہے اور غریب بیچارے حسرت سے ان کا منہ دیکھتے رہیں۔ صاف طور پر حکم دیا کہ اللہ کے نزدیک یہی چیز پسندیدہ ہے کہ وسائل معیشت کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ غریب، امیر سب یکساں فائدہ اٹھا سکیں۔

یہ اصول صرف اموال غنیمت و فیء کی تقسیم میں ہی اسلام نے ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اسلامی نظام حیات کی یہ روح رواں ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی وسائل سمٹ کر ایک مخصوص طبقے میں مرتکز نہ ہو جائیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ان کا پھیلاؤ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔ اس نے تمام ایسی پیش بندیاں کر دی ہیں جن سے سرمایہ سمٹنے کے عمل کو روکا جا سکتا ہے اور اس کے دائرہ اثر کو وسیع سے وسیع تر کیا جا سکتا ہے۔

وہ پیش بندیاں جو سرمایہ کو سمٹنے سے روکتی ہیں یہاں ان پر ایک سرسری نظر ڈالی جاتی ہے:

کسب معاش کے وسائل کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ حلال اور حرام۔ حرام میں تمام ایسے وسائل ذکر کیے ہیں کہ بغیر محنت کے بغیر خطرات کا مقابلہ کیے بڑی آسانی سے دولت ہاتھ آ جاتی ہے۔ سود، جوا، سٹہ، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، چور بازاری، رشوت کا شمار انہی حرام وسائل میں ہوتا ہے۔ بخوف تردید یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آج جس جس جگہ آپ کو دولت کی ریل پیل نظر آتی ہے وہاں ان ممنوع وسائل معاش میں سے کسی ایک یا دو کا عمل دخل ضرور ہے۔ آج کل سود کے ذریعے چند خاندانوں کو مالدار بنا دیا جاتا ہے۔ ماہرین اقتصادیات خود یہ بتائیں اگر یہاں سود ممنوع ہوتا اور بڑے بڑے بینک آسان شرح سود پر انہیں قرض نہ دیتے تو کیا یہ بائیس خاندان سارے ملک کا سرمایہ سمیٹ سکتے تھے۔ سب کچھ ڈکار جانے اور دوسروں کو محروم کر دینے کی رسم اسلام کو پسند نہیں۔ وہ پہلے سے وہ راہ بند کر دیتا ہے جہاں سے اجارہ داری کے داخلے کا امکان ہو۔

اگر پاکستان میں معاشی لوٹ مار کے ذرائع کو ختم کر دیا جائے تو چند ماہ میں آپ کو کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً کی برکتوں کا احساس ہونے لگے۔ حلال وسائل سے جو دولت کمائی جاتی ہے وہ مقدار میں اتنی زیادہ نہیں ہوتی پھر بھی اس کا رخ فقراء اور عوام کی طرف کرنے کے لیے اسلام نے مؤثر تدابیر اختیار کی ہیں۔ زکوٰۃ، عشر، صدقات اور ان کے علاوہ نظام وراثت۔ زندگی بھر کی کمائی کو کس طرح بانٹ دیتا ہے کہ ہر حقدار کو اپنا حصہ مل جاتا ہے اور کسی پر گراں بھی نہیں گزرتا۔

الغرض یہ ہے اسلامی نظام معاشیات کا ستون ہے جو ... امریکہ یا دیگر روس و دولت مندانہ نظریات اپنانے کے بجائے اگر پاکستان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ ۱۴ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لیے ہے جنہیں

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ

(جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے یہ (لوگ) تلاش کرتے ہیں اللہ کا

اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ

فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ یہی راستباز

الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

لوگ ہیں ۱۵ اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو اقامت پذیر تھے اس گھر میں اور ایمان میں ہجرت مہاجرین کی آمد سے پہلے ۱۶

نے اسلام کے نظام مالیات کو کیپیٹل ازم، سرمایہ داری اور اشتراکیت سے الگ کر کے عملی جامہ پہنایا تو کمیونزم اور کیپیٹلزم کے درمیان میں پستی ہوئی دنیا اس کی ممنون ہوگی۔

اصل مصیبت یہ ہے کہ جن اشخاص نے زمام اقتدار سنبھالی ہے ان کے دل نور ایمان سے خالی ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے جس ذوق اور یقین کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے۔ ضرورت صرف ایسے یقین کی ہے جو تمام مشکلات کے بالمقابل سینہ سپر ہونے کی ہمت رکھتا ہو۔ ضرورت اس ایمان کی ہے جس کے چراغ کو کوئی آندھی نہ بجھا سکے۔ جو گھپ اندھیروں کو بقعۂ نور اور شب کو صبح ضو فشاں بنانے کی اہلیت رکھتا ہو۔

۱۴ صرف غنائم کے اموال تقسیم کرنے کے بارے میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں احکام رسالت کی پابندی کیجیے۔ انہیں سر آنکھوں پر رکھیے۔ اسی میں تمہاری فلاح ہے۔

اس آیت میں اگر غور کیا جائے تو منکرین سنت کی بیخ کنی کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

۱۵ علامہ زمخشری کے نزدیک للفقراء المهاجرين بدل ہے ولذی القربیٰ الآیۃ سے بدل ہے اور امام شافعی کے نزدیک بدل ہے الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل سے۔ ذوی القربیٰ بدل منہ میں داخل نہیں۔ علما نے اس پر بحث کی ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کیا مہاجرین کے استحقاق کے لیے فقیر ہونا شرط ہے یا نہیں۔ اکثر علماء کا یہی فیصلہ ہے کہ شرط نہیں۔ بلکہ بیان حال کے لیے یہ قید بڑھا دی گئی ہے۔ علامہ پانی پتی نے یہ مسئلہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔ وعندی الذين شرطوا مطلق على الفقراء وصف الفقر ليس شرطا لاستحقاقهم ..... وانما ذكر وصف الفقر للمهاجرين جريا على الغالب لان اكثر المهاجرين كانوا فقراء (مظہری) یعنی میرے نزدیک استحقاق کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں کیونکہ اس وقت مہاجرین کی غالب اکثریت فقیر تھی اس لیے بیان واقعہ کے لیے یہ قید ذکر کر دی۔ اپنے اس موقف کی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں لما انعقد هذا الاجماع على ان مال الفيء للمسلمين كافة غنيهم وفقيرهم يصرف في مصالحهم۔ یہ ضروری بات اس لیے کہی ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ مال فیء تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ غنی اور فقیر کی کوئی تخصیص نہیں۔ سب کے مصالح میں اسے خرچ کیا جائے گا۔

وہ لوگ جنہیں اسلام لانے کے جرم میں طرح طرح کی اذیتیں دے کر گھر بار سے نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا تھا ان کا وقت بڑی عسرت سے گزر رہا تھا۔ ان کی مستقل آباد کاری کا ابھی انتظام نہ ہو سکا تھا۔ جب بنی نضیر کے اموال ہاتھ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو عطا فرمائے تو ان لوگوں کو بھی ان کا مستحق قرار دیا گیا اس طرح پہلی دفعہ ان لوگوں کی مستقل آباد کاری کے لیے اہتمام کیا گیا۔

ٹ۔ یہ عطف ہے اور اس کا معطوف علیہ للفقراء المهاجرين ہے۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ اموال فی کے حقدار صرف مہاجرین ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا جا رہا ہے اور یہ انصار ہیں جنہوں نے اسلام کی صدا پر لبیک کہی کہ ان کا نام ہی انصار یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار پڑ گیا۔ قیامت تک وہ اس نام سے پکارے جاتے رہیں گے۔ اس پاک گروہ کا ذکر مولا کریم نے جس محبت بھرے انداز سے کیا ہے وہ آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔

مدینہ کے ساکنین یا انصار کے الفاظ سے ان کا ذکر شروع نہیں فرمایا بلکہ ارشاد ہے والذين تبوؤ الدار والايمان من قبلهم۔ تبوؤ کے معنی ہیں نزل بالمقام (لسان العرب) یعنی اترنا اور وہاں اقامت گزیں ہونا۔ الدار سے مراد دار الاسلام مدینہ طیبہ ہے۔ یعنی جو لوگ مہاجرین کی آمد سے پہلے یہاں آباد تھے۔ والایمان ایک دوسرے فعل کا مفعول ہے ای اخلصوا الايمان۔ یعنی یہ گروہ وہ لوگ ہیں جو یہاں مقیم ہیں اور ایمان میں مخلص ہیں۔ عربی زبان میں ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ دو چیزوں سے پہلے ایک فعل ذکر کیا جاتا ہے جس کا تعلق ان دو میں سے ایک چیز کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری چیز کے لیے مناسب حال فعل مقدر مان لیا جاتا ہے جیسے علفتها تبنا وماء باردا۔ میں نے اس کو چارہ کھلایا بھوسہ اور ٹھنڈا پانی۔ بھوسہ تو علفتها کا مفعول بن سکتا ہے لیکن ٹھنڈا پانی چارہ تو نہیں کہ کھلایا جائے۔ اس کے لیے تو پلانے کا فعل ہونا چاہیے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اصل یوں ہے: علفتها تبنا واسقيتها ماء باردا۔ میں نے اسے بھوسہ کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا۔ اسی طرح عرب کہتے ہیں متقلدا سيفا ورمحا کہ وہ تلوار اور نیزہ حمائل کیے ہوئے میدان جنگ میں گیا۔ تلوار تو حمائل کی جاتی ہے لیکن نیزہ تو گلے میں نہیں لٹکایا جا سکتا۔ وہ کاندھے پر رکھا جاتا ہے یا ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے۔ اس لیے اصل عبارت یوں ہوگی متقلدا سيفا وحاملا رمحا۔

علامہ ابن منظور نے اس کی ایک بڑی پرلطف توجیہ کی ہے۔ لکھتے ہیں جعل الايمان محلا لهم یعنی ایمان کو ان کے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنا دیا گیا۔ جس طرح کوئی شخص اپنے مکان میں رہائش اختیار کرتا ہے اسی طرح ان اللہ کے بندوں نے ایمان کو اپنا مسکن بنا لیا ہے

www.KitaboSunnat.com

يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ
محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ۳۵؎ اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی
حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر ۳۶؎ اگرچہ خود انہیں اس چیز کی

اور انہوں نے اس میں پکے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ اس صورت میں الایمان فعل مذکور کا ہی مفعول ہو گا۔

علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں اور توجیہ ابن عطیہ سے نقل کی ہے کہ واؤ یہاں معیت کے معنی میں ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے قال ابن عطیہ المعنی تبوءوا الدار مع الایمان۔ (بحر محیط) یعنی وہ مدینہ طیبہ میں مستقل پذیر ہیں اور ایمان کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے ایمان میں ان کی پختگی اور خلوص کا ذکر فرمایا۔

من قبلھم کا تعلق تبوءوا سے ہے۔ یعنی مہاجرین کے آنے سے پہلے انصار مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔

۳۵؎ ان کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے گھر بار چھوڑ کر آنے والے مہاجرین سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ان کی محبت کا عملی ثبوت ان کے ہر اقدام سے ملتا ہے جب لٹے پٹے خانماں برباد مہاجر وہاں پہنچے تو انصار نے اپنے گھروں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے۔ اپنی زمینوں اور باغات میں ان کو حصہ دار بنا دیا۔ جن کی ایک سے زائد بیویاں تھیں انہوں نے یہ پیشکش بھی کی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی بیویوں کو بھی طلاق دے دیں تا کہ عدت گزر جانے کے بعد مہاجر ان سے نکاح کر سکیں۔ ایسی محبت اور اخلاص کی مثال دنیا کی تاریخ میں کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ یہ صرف غلامانِ محبوبِ رب العالمین کی ہی خصوصیت ہے۔

۳۶؎ مہاجرین کے ساتھ انصار کی محبت اور خلوص کی ایک روشن دلیل پیش کی جا رہی ہے پہلے آپ ذرا لفظی ترجمہ دیکھیے۔ فرمایا کہ وہ اپنے دلوں میں حاجت ہی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا گیا۔ لفظ حاجت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں کل ما یجد الانسان فی صدرہ مما یحتاج الی ازالتہ فھو حاجۃ۔ یعنی اموالِ فئی جو مہاجرین میں تقسیم کر دیے گئے انصار اپنے دلوں میں ان کی حاجت ہی محسوس نہیں کرتے۔ گویا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کی انہیں ضرورت ہی نہیں۔ ان کے حصول کی ان کے دلوں میں خواہش ہی نہیں۔ استغنا کا یہ کتنا اونچا مقام ہے۔ علامہ راغب کہتے ہیں الحاجۃ الی الشیئ الفقر الیہ مع محبتہ۔ یعنی کسی چیز کی حاجت کا معنی یہ ہے کہ اس سے محبت بھی ہو اور اس کی ضرورت بھی ہو۔ وقیل الحاج ضرب من الشوك۔ ایک قسم کا کانٹا ہے جسے حاج کہتے ہیں۔ یعنی اس تقسیم سے ان کے دلوں میں قطعاً کوئی خلش پیدا نہیں ہوئی۔ نہ وہ اس سے کانٹے کی چبھن محسوس کرتے ہیں۔

جب بنی نضیر کے اموال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ و تصرف میں آ گئے تو حضور نے ثابت بن قیس بن شماس کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو بلا لائیں۔ انہوں نے عرض کی اپنے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو بلا لاؤں یا سب انصار کو؟ فرمایا سب کو۔ جب اوس و خزرج حاضر ہو گئے تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر انصار کی ان قربانیوں کا ذکر فرمایا جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

انہوں نے مہاجرین کے لیے دیں۔ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور فَی کے اموال سب یکجا کر دیے جائیں۔ پھر ان سب کو مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے جائیں۔

اللہ! اللہ! کیا روح پرور منظر ہوگا۔ کیا انوکھی ادا ہوگی اس محفل پر۔ حضور کا ارشاد سن کر سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بل تقسمہ بین المہاجرین ویکونوا فی دورنا کما کانوا۔ یا رسول اللہ! ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیجیے اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجیے۔ سب انصار نے ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا رضینا وسلمنا یا رسول اللہ! ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ ہم اس پر خوش ہیں۔ اس ایثار کو دیکھ کر اللہ کے محبوب کا دل خوش ہو گیا۔ زبان اقدس سے دعا فرمائی۔ اللھم ارحم الانصار۔ الٰہی ان پر اور ان کی اولاد پر اپنی خصوصی رحمت فرما۔ چنانچہ انصار کے مشورہ سے یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے گئے۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو جو بہت نادار تھے حصہ ملا۔ ابو دجانہ، سہل بن حنیف۔ ان کے علاوہ مشہور یہودی سردار ابن ابی الحقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمائی گئی۔ یہ کمال استغناء یہ شان بے نیازی، غلامان حبیب کبریا علیہ اجمل الصلوٰۃ واطیب الثناء کا ہی حصہ ہے۔ جمال یار نے جن کے دلوں اور آنکھوں سب کو سیراب کر دیا تھا۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند

ان کے کمال ایثار کی تعریف اسی پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ارشاد ہوتا ہے: ویؤثرون علی انفسھم الخ۔ یہ نہیں کہ مالی طور پر وہ خوشحال تھے۔ ہر چیز کی ان کے پاس بہتات تھی اس لیے وہ ایثار کی طرف متوجہ ہوتے۔ درحقیقت وہ خود ضرورتمند تھے۔ ان کی مالی حالت بھی قابل رشک نہ تھی لیکن وہ اپنی ضرورت پر اپنے مہاجر بھائیوں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ حضور نے اپنی چشم کرم سے سارے اسلامی معاشرے کو ہی اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

ایک روز ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا سخت بھوکا ہوں۔ حضور نے اپنی ازواج مطہرات سے پوچھا وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحابہ کو فرمایا کون ہے جو آج رات اس کی میزبانی کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انصار میں سے ایک آدمی اٹھا عرض کی یہ سعادت میں حاصل کروں گا اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کا مہمان ہے۔ اس کی خدمت میں بخل نہ کرنا۔ اس نے کہا میرے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انصاری نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دینا۔ جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو دیا بجھا دینا۔ آج رات ہم بھوکے گزار دیں گے۔ جب کھانا تیار ہوا تو بچوں کو سلا دیا گیا۔ وہ نیک خاتون دیے کو درست کرنے کے بہانے اٹھی اور دیا بجھا دیا۔ ایک ہی دسترخوان پر سب بیٹھ گئے۔ میاں بیوی اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ وہ کھا رہے ہیں۔ مہمان کو احساس ہی نہ ہونے دیا کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ رات بھوکے گزار دی۔ صبح بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا لقد اعجب اللہ او ضحک من فلان و فلانۃ۔ فلاں شخص اور اس کی زوجہ نے جو کام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بہت پسند کیا

www.KitaboSunnat.com

خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٩

شدید حاجت ہو۔ اور جس کو بچا لیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامراد ہیں۔ ۲۰

جیسا اللہ تعالیٰ اس پر چلتے ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی آدمی نے بکری کا سر ایک صحابی کو بطور تحفہ بھیجا۔ انھوں نے خیال کیا کہ میرے فلاں بھائی کا بیٹا بال بچے دار ہے اس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہے چنانچہ اس کی طرف وہ سر بھیج دیا۔ اس نے تیسرے کے پاس بھیجا اور اس نے چوتھے کے پاس یہاں تک کہ سات گھروں سے پھر کر پہلے آدمی کے پاس واپس پہنچ گیا۔

جنگ یرموک میں جب اسلام کے فتح و نصرت اللہ کے دشمنوں کو پامال کرنے کے لیے میدانِ جنگ میں شکستہ ہو کر پہنچ گئے۔ ایک جگہ عکرمہ بن عکرمہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ زخموں سے چور پڑا تھا۔ پانی پلانے کے لیے پیالہ آگے بڑھایا گیا تو پاس سے العطش العطش کی آواز آئی۔ عکرمہ نے اشارہ کیا پہلے اسے دو میرے بھائی کے پاس جاؤ۔ اس کے پاس گئے تو کسی اور نے العطش کی صدا بلند کی۔ اس نے کہا پہلے جنھوں نے صدا بلند کی ان کو پانی پلاؤ۔ الغرض پانی لے کر جب جاتے تو وہ جام شہادت سے اپنی پیاس بجھا چکا تھا اور اسی طرح دوسرا اور جب عکرمہ کے پاس آئے تو وہ بھی جنت الفردوس کو سدھار چکے تھے۔ (ابن کثیر)

یہ قرآنی تعلیمات کا اعجاز تھا اور حضور نبی اکرم کا فیض تھا۔

۲۰۔ الشُّحُّ: البخل وقيل هو البخل مع الحرص، وقيل البخل بالمال والشح بالمال والمعروف۔ یعنی شح کا معنی بخل ہے۔ بعض نے کہا بخل اور حرص کے مجموعہ کو شح کہتے ہیں۔ بعض نے کہا مال میں کنجوسی کو بخل کہتے ہیں۔ مال اور کوئی نیک کام کرنے میں کنجوسی کو شح کہتے ہیں۔

آخر میں ایک اصولی بات بتا دی کہ جس کو شح سے بچا لیا گیا وہی فلاح پانے والا ہے۔

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اياكم والظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم۔

یعنی حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تہ در تہ اندھیروں کی صورت میں نمودار ہوگا اور شح سے بچو کیونکہ تم سے پہلے جو قومیں تھیں ان کو اسی بخل نے ہلاک کر دیا۔

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے ایاکم والشح فانه اهلك من كان قبلكم امرهم بالظلم فظلموا وامرهم بالفجور ففجروا وامرهم بالقطيعة فقطعوا۔

یعنی شح سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ اس نے جو قومیں پہلے تھیں ان کو ہلاک کر دیا۔ وہ اس طرح کہ جب بخل نے ان کو ظلم کرنے کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے جب انھیں فسق و فجور کا حکم دیا تو وہ اس کا ارتکاب کرنے لگے اور جب انھیں قطع رحمی کا حکم دیا تو انھوں نے قطع رحمی اختیار کر لی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ

اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے [۲۱] جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی بخش دے اور

آخر میں ایک اور حدیث بھی سن لیجیے۔ عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال

بریٔ من الشح من ادی الزکاۃ وقری الضیف واعطی فی النائبۃ۔ (ابن کثیر)

یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زکوٰۃ ادا کی، مہمان کی ضیافت کی، ناگہانی مصیبت میں کسی کی امداد کی اس نے شح سے رہائی حاصل کرلی۔

قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شح سے نکل جائے کیونکہ انسان کا از خود اس بیماری سے بچنا بہت مشکل ہے۔ بلکہ فرمایا جس کو شح سے بچا لیا گیا یعنی جس پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور اس مذموم خصلت سے بچا لیا وہی بچ سکتا ہے۔

[۲۱] اس کا عطف للفقراء المهاجرين پر ہے۔ اس آیت سے بتایا کہ اموال فئی میں مہاجرین وانصار کے علاوہ پچھلے لوگ بھی حقدار ہیں یعنی وہ مسلمان بھی جو قیامت تک آئیں گے۔

یہ آیتیں اسلامی بیت المال کی آمدنی کے ذرائع، ان کی حیثیت اور ان کے مصارف متعین کرنے میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس لیے ہم ذرا تفصیل سے بحث کریں گے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کے بارے میں جو بشارتیں دی تھیں وہ عملی صورت میں نمودار ہونے لگیں۔ اس وقت ان وسیع و عریض اراضی کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا۔ بعض صحابہ کبار جن میں عبدالرحمن بن عوف، زبیر اور بلال رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے انہوں نے امیر المومنین سے مطالبہ کیا کہ ان اراضی کو ان کے کسانوں سمیت خمس نکالنے کے بعد مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔ فاروق اعظم کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ آپ نے حضرت سیدنا علی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے یہ رائے دی کہ دعهم يكونوا مادة للمسلمين (کتاب الخراج لابی یوسف) یعنی زمینوں کو ان کے کاشتکاروں کے پاس رہنے دیجیے تاکہ عام مسلمانوں کے لیے آمدنی کا ذریعہ بنی رہیں۔ حضرت معاذ بن جبل کی بھی یہی رائے تھی کہ ان اراضی کو تقسیم نہ کیا جائے ورنہ یہ وسیع و عریض زرخیز زمینیں ان چند فاتحین کی اولاد میں محصور ہو کر رہ جائیں گی۔ عام مسلمانوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا بندوبست پھر کیسے ہو سکے گا۔ (کتاب الاموال ص ... ، فتح الباری جلد ۶ ص ...)

چنانچہ امیر المومنین نے مجلس شوریٰ طلب کی اور اس کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ یہ بحث دو تین دن تک جاری رہی۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ابن عمر اور دیگر حضرات حضرت عمر سے متفق تھے لیکن دوسرے لوگ ابھی مطمئن نہ تھے۔ ایک رات امیر المومنین اسی مسئلہ میں غور و فکر کر رہے تھے کہ آپ کے خیال میں سورہ حشر کی یہ آیتیں آگئیں۔ صبح جب شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا تو آپ اٹھے اور آپ نے فرمایا مجھے کتاب اللہ سے دلیل مل گئی ہے جو اس بارے میں فیصلہ کن ہے۔ پھر آپ نے یہی آیات ما افاء اللہ سے ربنا انک رؤف رحیم تک تلاوت کیں اور ان سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ وہ اموال فئی جن میں صرف اس زمانہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لوگوں کا ہی حصہ نہیں بلکہ بعد میں آنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ شریک کیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ان مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کر دیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے کچھ نہ چھوڑیں نیز آپ نے آیت کے اس جملے سے بھی استدلال کیا کَیْ لَا يَكُونَ دُولَةً (احکام القرآن جصاص) اگر انہیں تقسیم کر دیا گیا تو یہ اموال دولت مندوں کے ایک طبقہ میں ہی چکر لگاتے رہیں گے آپ کی یہ تقریر سن کر تقسیم کا مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئے اور اسی پر امت کا اجماع ہو گیا۔

امیر المومنین نے حضرت عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان کو زمین کی پیمائش اور درجہ بندی کے لیے روانہ کیا اور وہاں کی رواج کے مطابق ان اراضی پر خراج مقرر کیا۔ یہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ اگرچہ حجاز کے صحرائی باشندے تھے جہاں اس قسم کی اراضی کا فقدان ہے لیکن انہوں نے سواد عراق کی اراضی کی جو درجہ بندی کی وہ اتنی درست ثابت ہوئی کہ عرصہ دراز تک نظر ثانی کی ضرورت نہ پڑی۔ صحرا نشینوں کو یہ فہم کہاں سے نصیب ہوا کہ وہ زرخیز اراضی کی اس طرح درجہ بندی کر سکیں جو وہاں کے ماہرین زراعت سے بھی ممکن نہ تھی۔ اس کے بغیر اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب نگاہ نبوت کا فیضان تھا۔ کسی کو جرنیل بنا دیا، کسی کو مالیات کا ماہر بنا دیا، کسی کو اراضی کی حیثیت متعین کرنے کی استعداد بخش دی۔ بے ساختہ یہ کہنا پڑتا ہے۔

حسن کی تیرے خیرات سب کو ملی   پھول کو رنگ و بو سرو کو بانکپن   (حضرت قمر سیالوی)

ابوبکر جصاص لکھتے ہیں فدل ذلك على ان الغانمين لم يستحقوا ملك الارضين ولا رقاب اهلها (احکام القرآن جصاص)
اس سے معلوم ہو گیا کہ زمین اور اس پر کھیتی باڑی کرنے والے کاشتکار مجاہدین میں تقسیم نہیں کیے جائیں گے۔ عہد نبوت میں اس قسم کی اراضی کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا گیا اس کے بارے میں جصاص لکھتے ہیں: فحصل بدلالة الآية واجماع السلف والسنة تخيير الامام في قسمة الارضين او تركها ملكا لاهلها ووضع الخراج۔

اس آیت، اجماع امت اور سنت سے یہ ثابت ہوا کہ اراضی کی تقسیم کا مسئلہ امام وقت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ چاہے تو پہلے مالکان کے قبضہ میں ہی رہنے دے اور ان پر خراج عائد کر دے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زمین کی تقسیم کے بارے میں علما کا اختلاف ہے وقال مالك للامام ان يوقفها لمصالح المسلمين وقال ابوحنيفة الامام مخير بين ان يقسمها او يجعلها وقفا لمصالح المسلمين وقال الشافعي ليس للامام حبسها عنهم بغير رضا منهم۔ یعنی امام مالک کہتے ہیں کہ امام کو حق پہنچتا ہے کہ ان اراضی کو مسلمانوں کے عام مفادات کے لیے وقف کر دے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ امام کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے انہیں تقسیم کر دے اور چاہے تو مسلمانوں کے مفادات کے لیے وقف کر دے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ مجاہدین کی خوشنودی کے بغیر امام ان اراضی کو وقف نہیں کر سکتا۔

لیکن خیبر کی اراضی کے بارے میں حضور کا عمل اور عہد فاروقی میں تمام صحابہ کا اجماع احناف کے مسلک کی تائید کرتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بتایا جاتا ہے جس میں آپ نے ہر قسم کے اموال کے مصارف کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ تا عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ فرمایا اموال صدقہ کے مصرف یہ لوگ ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ تا ابْنِ السَّبِيلِ۔ فرمایا مال غنیمت کے حقدار یہ لوگ ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ تا وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ الآية۔ فرمایا اس آیت نے تمام مسلمانوں کو گھیر لیا ہے۔ اگر میں زندہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں

رہا تو آئندہ سال پھر ہو جائے گا اس کا حصہ وہاں پہنچے گا جہاں وہ اپنے ذخیرہ چھوڑ رہا ہے۔ یہ مصرف لینے میں اس کو کسی مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا (تفسیر احمدیہ اور دیگر کتب)

اس بحث کے آخر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ وہ اموال جو بیت اللہ اور حکام کو تصرف و ملکیت کا حق ہے ان کی تین قسمیں ہیں

① جو اموال مسلمانوں کے دلوں اور ان کے اموال کو پاک کرنے کے لیے ان سے لیے جائیں جیسے زکوٰۃ، صدقات وغیرہ۔

② وہ اموال جو کفار سے لڑائی کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوں انہیں غنائم کہا جاتا ہے۔

③ اموال فیء جو جنگ اور لشکر کشی کے بغیر مسلمانوں کو حاصل ہوں اس میں یہ اموال بھی شامل ہیں:

ا: صلح سے جو سامان، مکانات اور اراضی کفار چھوڑ کر چلے جائیں جیسے اموال بنی نضیر۔

ب: جزیہ جو اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا پر لگایا جاتا ہے اور اس کے ادا کرنے کے بعد وہ جنگی خدمات سے مستثنیٰ قرار دے دیے جاتے ہیں۔

ج: خراج جو مقررہ (حصہ یا مصالحتی) اراضی پر لگایا جاتا ہے۔

د: وہ کسٹم ڈیوٹی جو کافر تاجروں سے وصول کی جاتی ہے جب وہ اسلامی ریاست میں داخل ہوتے ہیں۔

ھ: وہ مال و جائیداد جنہیں چھوڑ کر مشرکین بھاگ جائیں۔

و: وہ اموال جن کے کافر مالک مر جائیں اور اپنے پیچھے کوئی وارث چھوڑ کر نہ جائیں۔ (قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۱۶)

علامہ کاشانی نے چند اموال کا اور اضافہ کیا ہے:

ز: زرِ صلح جو کسی علاقہ کے لوگوں نے جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں سے امان حاصل کرنے کے لیے ادا کرنا قبول کر لیا ہو۔

ح: وہ اراضی جو کسی کے قبضہ میں نہ تھیں۔

ط: سابق حکمران خاندانوں کی جاگیریں۔

ی: سابق حکومتوں کے املاک۔

ک: بنی تغلب کی زکوٰۃ۔ (بدائع الصنائع جلد ۷ صفحہ ۱۱۶-۱۱۸)

ان اموال کے مصرف کے بارے میں امام ابوحنیفہ، امام احمد، امام مالک کی رائے یہ ہے لا یخمس بل جمیعہ لمصالح المسلمین کسد الثغور وبناء القناطیر والجسور ورزق القضاة والمحتسبين وعمالهم وعلماءهم. كذا في الهداية۔ (مظہری ج ۹ ص ۲۴۹)

یعنی ان اموال کا خمس نہیں نکالا جائے گا بلکہ تمام کا تمام مسلمانوں کی بہبود کے لیے خرچ کیے جائیں گے جیسے سرحدوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى

بغض اہل ایمان کے لیے اے ہمارے رب بے شک تو رؤف رحیم ہے ۱۲ کیا آپ نے منافقوں

الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ

کی طرف نہیں دیکھا جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب

الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ

میں سے کہ اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات

أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ

ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بالکل

کی حفاظت، نیکیوں کی تمیز، کافروں و دیگر علامتیں ایمان کے مختلف درجوں کو کہتے ہیں۔

۱۲۔ یہ بعد میں آنے والے جنہیں اصحاب نبی کا اعتبار ملا گیا ہے ان کے حصول میں ان کا کوئی عمل دخل نہ تھا، یہ مہاجرین اور انصار کی قربانیوں کا پھل کھا رہے ہیں، اس لیے ان کا فرض ہے کہ ان کو اچھے الفاظ میں یاد رکھیں۔

انسان کی بدبختی ہے کہ اپنی زندگی ان پاک ہستیوں کی غیبت میں ضائع کرے جن کی تعریف و توصیف سے قرآن بھرا ہوا ہے۔ عمرو بن شرحبیل کا یہ قول بڑا عبرت آموز ہے۔ کہتے ہیں کہ رافضی، یہود و نصاریٰ سے بھی ایک قدم آگے ہیں۔ اگر یہود سے پوچھا جائے کہ تمہاری ملت میں سب سے افضل کون ہے تو وہ جواب دیں گے اصحاب موسیٰ، عیسائیوں سے یہی سوال پوچھا جائے تو وہ کہیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، لیکن اگر رافضیوں سے پوچھا جائے کہ من شر اهل ملتکم؛ تمہاری ملت میں سب سے بدترین لوگ کون ہیں تو یہ جواب دیں گے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے دعائیں مانگو، اپنے دلوں کو سابقہ مسلمانوں کے بغض سے پاک رکھو، لیکن رافضیوں کی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ان نفوس زکیہ کے بارے میں نفرت و عناد پیدا کریں جنہوں نے اپنا سب کچھ اسلام کے نام پر قربان کر دیا تھا۔ استغفر اللہ العظیم۔

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ پچھلوں کو پہلوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنی چاہیے۔ اس سے ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَكٰذِبُوْنَ ۝١١ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا

جھوٹ بول رہے ہیں۔ دیکھو! اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے جنگ کی گئی

لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝١٢

تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر (بالفرض) ان کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی ۲۳

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اے فرزندانِ اسلام! ان (یہودیوں) کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے ۲۴ یہ اس لیے کہ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝١٣ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ

وہ ناسمجھ لوگ ہیں ۲۵ یہ نہیں لڑیں گے تم سے اکٹھے ہو کر کھلے میدان میں ہاں جنگ کریں گے قلعہ بند

اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ

بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ لے کر ۲۶ ان کا اختلاف آپس میں بہت سخت ہے۔ تم انہیں متحد

۲۳ جب حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی اور کسی وقت بھی جنگ چھڑ جانے کا امکان تھا اس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبداللہ بن ابی اور ابن قیل تھے کہلا بھیجا کہ مسلمانوں سے مرعوب نہ ہونا۔ ان کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ۔ تم اکیلے نہیں ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم دو ہزار مسلح بہادروں کا لشکر لے کر تمہارے ساتھ آملیں گے۔ تمہیں جلاوطن ہونے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کو ماننے سے صاف انکار کر دو۔ اگر مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو ہم تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے ہم تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ منافق جھوٹ بک رہے ہیں۔ اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ ہرگز ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اگر بنی نضیر کو یہاں سے نکل جانا پڑا تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ بفرض محال اگر ان بزدلوں نے میدان میں آنے کی جسارت کی تو تمہیں دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

۲۴ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تو ان کے دل خالی ہیں لیکن تمہاری ہیبت سے وہ تھر تھر کانپ رہے ہیں ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے جو مالک اور مختار ہے لیکن یہ لوگ کیسے بے وقوف ہیں۔

۲۵ اگر ان کے ساتھ کبھی جنگ کی نوبت آ جائے تو کھلے میدان میں تمہارے ساتھ جنگ کرنے کی جرات ہرگز نہیں کریں گے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾

خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں ۲۳ یہ اس لیے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ ۲۴

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ

یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ

ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۲۶ منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جب وہ کہتا ہے انسان کو

اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

انکار کر دے۔ اور جب وہ انکار کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو

۲۳ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہو کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر لڑنا ایک آدھ تیر چلا دیں تو اور بات ہے کھل کر مقابلہ کی ہمت ان میں نہیں ہے اور ان میں کہاں سے آئے گی۔ جرأت تو پیدا ہوتی ہے حق سے۔ زندگی سے موت اس وقت عزیز معلوم ہوتی ہے جب حق کے لیے مرنے کا عزم نہ ہو یا کوئی بلند نصب العین سامنے ہو۔ یہاں تو زیادہ سے زیادہ جیتے رہنے کے بغیر اور کوئی مقصد ہی نہیں۔ یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیسے میدان میں آسکتے ہیں۔

۲۴ ان کی ایک اور پوشیدہ کمزوری سے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ بظاہر یہ متفق اور متحد دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت ایسی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت کے بغیر ان کے سامنے کوئی قدر مشترک نہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا چراغ بجھ جائے۔ ان کے اقتدار ان کے مادی مفادات کو مسلمانوں کی ترقی سے جو خطرہ ہے وہ ٹل جائے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں جو انہیں متحد رکھ سکے۔ ایک دوسرے کے خلاف ان کے دلوں میں حسد و عداوت کا جوالا مکھی دہک رہا ہے۔

۲۵ اس کی وجہ یہ بتا دی کہ عقل و دانش سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۲۶ ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی مخالفت میں کمربستہ ہو جاتے ہیں ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوتا ہے۔ ابھی ابھی بدر میں تم قریش کی قوت کو پامال ہوتے دیکھ چکے ہو۔ بنی قینقاع کا جو حشر ہوا وہ تمہیں بھولا نہ ہوگا۔ تمہارے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے گا۔

---

www.KitaboSunnat.com

الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ

رب العالمین سے۔ ۲۸ پس ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ رہتے ہوں گے

وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے کل کے لیے۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ

ہے جو تم کیا کرتے ہو۔ ۲۹ اور ان بدنصیبوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے بھلا دیا اللہ تعالیٰ کو پس اللہ نے ان کو

۲۸ شیطان کا یہی کام ہے کہ وہ پہلے دوست اور خیر خواہ کے روپ میں آتا ہے اور انسان جب اس کے جال میں پھنس جاتا ہے تو وہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر رفو چکر ہو جاتا ہے۔ بدر کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ کئی لوگوں نے ابو جہل کو مشورہ دیا۔ جس قافلہ کی حفاظت کے لیے ہم گھر سے نکلے تھے وہ بخیریت مکہ پہنچ گیا ہے۔ اب اس لشکر کشی کا کوئی مقصد نہیں۔ ہمیں واپس چلے جانا چاہیے۔ لیکن شیطان ایک نجدی سردار کے لباس میں نمودار ہوا اور کہنے لگا انہیں کیا لا غالب لکم الیوم من الناس انی جار لکم۔ آج کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ لیکن جب دونوں لشکر ٹکرائے تو یہ کہتا ہوا دم دبا کر بھاگا انی بریء منکم انی اری ما لا ترون انی اخاف اللہ رب العالمین۔ اے ابو جہل! اور اس کے ساتھیو! میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔

شیطان کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے۔ یہی حالت ان منافقین اور بنی نضیر کی تھی۔ پہلے وہ بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے لیکن وقت پڑا تو ان سے منہ پھیر لیا۔

۳۰ یہود کے غدر اور عہد شکنی کی سزا اور منافقین کے مکر و نفاق کے ذکر کے بعد اب ایمان والوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے اور انہیں نصیحت کی جا رہی ہے کہ اے فرزندان اسلام! تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ ہوشیار! ایسی راہ پر قدم نہ اٹھے جس سے تمہارا رب ناراض ہو جائے اور اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہو۔ نیز یہ بھی تاکید فرمائی کہ ہر شخص اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ اس نے اپنی عاقبت کے لیے کیا ذخیرہ تیار کیا ہے۔ جو شخص آج کی خوشیوں میں یوں کھو جائے کہ اسے کل کا کوئی خیال نہ رہے وہ دانا نہیں، نادان ہے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ تم اللہ تعالیٰ کے حبیب کے غلام ہو۔ قیامت کے روز تمہاری شان نرالی ہونی چاہیے۔ تمہاری زندگی کے گرد نور کا ہالہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ

خود فراموش بنا دیا۔ یہی نافرمان لوگ ہیں ۱۹؎ یکساں نہیں ہو سکتے دوزخی

وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ لَوْ أَنزَلْنَا

اور اہل جنت۔ اہل جنت ہی تو کامیاب لوگ ہیں اگر ہم نے اتارا ہوتا

هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو آپ اس کو دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا اللہ کے خوف

اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾

سے۔ اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ غور و فکر کریں ۲۱؎

اس زندگانی والے کے اندر تم جو بھی کچھ اپنی آخرت کے لیے بھیجتے ہو تو بہت غفلت ہے۔ دوبارہ پھر تقویٰ کی تاکید فرمادی اور بتا دیا کہ تم جو بھی کام کرتے ہو تمہارا خداوند ذوالجلال اس سے خوب باخبر ہے۔

۱۹؎ بڑی ہی اہم حقیقت کی طرف بڑے ہی دلنشین پیرایہ میں متوجہ کیا جا رہا ہے۔ بتایا جو خدا کو فراموش کر دیتا ہے وہ صرف خدا فراموش ہی نہیں ہوتا وہ خود فراموش بھی بن جاتا ہے۔ اسے اپنے نفع و نقصان کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ کام اس کے لیے مفید ہو گا۔ اس کی ناقابل تاریخ البانی کا سبب بنے گا۔ اس کی عزت کو چار چاند لگنے لگیں گے۔ اس کے اقتدار کو مستحکم بنائے گا حقیقت وہ کام اس کی ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ انسانی میں اس کی سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام بار بار کیا تاکہ کوئی ایسا بچہ جنم نہ لے سکے جو کل اس کے قصر اقتدار کو مسمار کر دے۔ لیکن یہی اقدام اس کی غیر مقبولیت کا سبب بنا۔ بنی اسرائیل بھی ہمیشہ کے لیے اس سے متنفر ہو گئے۔ اپنی قوم میں بھی اس کی حیثیت ایک ظالم قاتل کی ہو گئی۔ ابوجہل اور ابولہب اسی لیے اسلام میں داخل نہ ہوئے کہ ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ وہ اب قوم کے سردار ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کا غلام بن کر رہنا پڑے گا۔ ان کی یہی دانشمندی ان کی بربادی کا باعث بن گئی۔ ہر جگہ آپ کو یہ حقیقت کارفرما نظر آئے گی کہ جو شخص خدا فراموش ہوتا ہے وہ خود فراموش بھی ہو جاتا ہے۔ اپنا خیر اندیش بھی وہی ہو سکتا ہے جو اپنے رب کے ذکر کی شمع کو روشن رکھتا ہے۔ کس عمدگی سے ذکر الٰہی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۲۱؎ یعنی پہاڑ کو اگر عقل و فہم عطا کیا جاتا اور پھر قرآن اس پر نازل کیا جاتا تو وہ اس کی ہیبت و جلال سے سر تسلیم خم کر دیتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ انسان جو ایک مشت خاک ہے اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسے کلام کے مواعظ میں غور و فکر کرے اور اس

www.KitaboSunnat.com

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ

اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۳۳؎ جاننے والا ہر چھپی ہوئی اور ہر ظاہر چیز کا ۳۴؎ وہی

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ

بہت مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کا بادشاہ،

الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ

نہایت مقدس، سلامت رکھنے والا، امان بخشنے والا، نگہبان، عزت والا، ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا، متکبر ہے ۳۵؎

چشمۂ فیض سے سیراب نہ ہو۔

۳۳؎ ان آخری آیات میں شرح و بسط کے ساتھ صفات جلیلہ حمیدہ کا ذکر کیا جا رہا ہے یعنی جس خداوند کی عبادت، اطاعت اور فرمانبرداری کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے وہ خدا کن کن صفات کمال سے متصف ہے۔ سب سے پہلے اس کی شان توحید بیان کی گئی۔ وہی خدا ہے، وہی معبود ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں جو خدائی کے تخت پر جلوہ فرما ہو سکے۔ کوئی ایسی ہستی ہے ہی نہیں جو عبادت و پرستش کے لائق ہو۔ اگر کسی چیز میں کوئی کمال یا کمالات پائے جاتے ہیں تو اس میں نقائص و عیوب کی بھی کمی نہیں۔ اگر کوئی اور نقص نہ ہو تو اس نقص سے تو اس کے سوا کوئی بھی منزہ نہیں کہ وہ ممکن ہے یعنی پہلے نہیں تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور پھر نہیں ہوگا۔

۳۴؎ صفت توحید بیان کرنے کے بعد اس کی صفت علم کا ذکر فرمایا کہ اس کا علم محدود اور ناقص نہیں بلکہ وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو تم سے مخفی ہوں نیز ان کو بھی جانتا ہے جو تمہارے سامنے ہیں۔ ماضی بھی اس کے سامنے ہے، مستقبل بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ رحمن و رحیم بھی ہے۔ اس کی رحمت بے اندازہ ہے۔ دنیا و آخرت میں اپنا اور بیگانہ سب اس کے خوان نعمت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

۳۵؎ دیگر صفات بیان کرنے سے پہلے ایک بار پھر اس کی توحید کا ذکر کیا۔ یہاں جو اسمائے حسنیٰ ذکر ہوئے ہیں اختصار کے ساتھ ان کی لغوی تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔

الملک: بادشاہ۔ جو چاہے کرے اور اس کے فعل پر کسی کو مجال اعتراض نہ ہو۔

القدوس: المنزہ من کل نقص والطاہر من کل عیب۔ جو ہر نقص سے منزہ اور ہر عیب سے پاک ہو۔

السلام: ای ذو سلامۃ من النقائص۔ یعنی ہر قسم کی خامیوں سے محفوظ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آفات و مصائب سے بچاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ

پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو وہ کر رہے ہیں ۳۲ وہی اللہ ہے سب کا خالق، سب کو پیدا کرنے والا ۳۳ سب کی مناسب صورت بنانے والا ۳۴ اسی کے ہیں سب اچھے نام

المومن: ای المصدق لرسلہ باظہار معجزاتہ علیہم۔ اپنے انبیاء سے معجزات کا اظہار کر کے ان کی رسالت کی تصدیق فرمانے والا یا اپنے دوستوں کو عذاب سے امان دینے والا۔

المهيمن: الشاهد۔ گواہ۔ اور اس کو یہ بھی کہتے ہیں کہ جو خوف سے امان دے۔ اس کا اصل مؤامن ہے۔ دوسرا ہمزہ یاء سے اور پہلا ہمزہ ہ سے بدل دیا گیا۔ اس طرح مہیمن ہو گیا۔ (قرطبی)

العزیز: زبردست، سب پر غالب۔

الجبار: المصلح امور خلقہ المتصرف فیہم بما فیہ صلاحہم۔ یعنی اپنی مخلوقات کے امور کو درست کرنے والا اور ان میں ایسا تصرف کرنے والا جس میں ان کی فلاح اور بہبود ہوتی ہے۔ اس صورت میں یہ جبر سے مشتق ہو گا جس کا معنی اصلاح ہے۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر پٹی باندھ کر اسے درست کرنے کو بھی جبر کہتے ہیں۔ جبرت العظم فجبر۔ اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس کی سطوت کو برداشت نہ کیا جا سکے۔ الذی لا تطاق سطوتہ۔ قال ابن عباس ھو العظیم۔

المتکبر: جس کی عظمت و کبریائی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تکبر بڑی عمدہ صفت ہے لیکن مخلوق کے لیے یہ مذمت کا سبب ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: فی الصحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فیما یرویہ عن ربہ تبارک وتعالیٰ انہ قال الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری ومن نازعنی فی واحد منہما قصمتہ ثم قذفتہ فی النار۔

ترجمہ: حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ جو ان دو میں سے کسی کو چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس کی کمر توڑ دوں گا اور اس کو دوزخ میں پھینک دوں گا۔

۳۲ یعنی اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو ان صفات و کمالات سے متصف ہے۔ جن کو ان احمقوں نے خدا کا شریک بنا رکھا ہے کیا ان میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں یا ان میں سے کوئی ایک خوبی پائی جاتی ہے۔ جب ان کمالات کا ان میں شائبہ تک نہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس لیے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان معبودان باطلہ سے پاک ہے جنہیں یہ نادان اس کا شریک بنائے ہوئے ہیں۔

۳۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں۔

خالق: اندازہ کرنے والا اور باری: اس اندازے اور تجویز کو عملی جامہ پہنانے والا۔ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کا منصوبہ بھی بناتا ہے، تجویز بھی کرتا ہے، اندازے بھی مقرر کرتا ہے اس لیے وہ خالق ہے اور ان اندازوں کے مطابق انہیں پیدا بھی کرتا ہے اس لیے وہ باری بھی ہے۔

۳۴ المصور: تصویر بنانے والا۔ یعنی جس طرح چاہتا ہے اس قسم کی شکل عطا فرما دیتا ہے۔ کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

خوبصورت نام اسی کے ہیں۔ اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں ۳۲ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے ۳۳

کسی کو کیسے کسی کو کیسے۔ انگشت بدنداں ہیں لیکن کسی کی شکل کسی کے ساتھ ہو بہو نہیں ملتی۔ ہر پیدا ہونے والے انسان کے لیے الگ نقشہ علیحدہ علیحدہ خدوخال بنا دینا اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

۳۲ یہاں اس کے خوبصورت اور پیارے ناموں میں سے چند اسماء ذکر کیے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سارے خوبصورت نام اسی کے لیے مخصوص ہیں۔ ہر چیز اسی کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔

۳۳ وہی عزیز ہے وہی حکیم ہے۔ قوت و حکمت کا یہ امتزاج کتنا حسین اور معنی خیز ہے۔

یا من لہ الاسماء الحسنٰی اسئلک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی وغمی۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا وحبیبنا وقرۃ اعیننا وراحۃ خاطرنا محمد وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ باحسان الی یوم الدین۔

---

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ المُمتحنہ

نام: اس سورت کا نام اس کی آیت نمبر ۱۰ کے کلمہ فامتحنوھن سے ماخوذ ہے۔ اسے مُمتحِنَہ اور مُمتحَنہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا امتحان لینے والی سورت، اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہوگا وہ عورت جس کا امتحان لیا گیا ہے۔ یہ دو رکوع، تیرہ آیتوں، تین سو اڑتالیس کلمات اور ایک ہزار پانچ سو دس حروف پر مشتمل ہے۔

زمانہ نزول: اس سورت میں جو واقعات مذکور ہیں ان سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں یہ سورت نازل ہوئی۔

مضامین: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مہم پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اس کو صیغہ راز میں رکھتے تاکہ دشمن قبل از وقت مطلع ہو کر اپنے دفاع کی تیاری مکمل نہ کرلے۔ اذن الٰہی کے مطابق جب فتح مکہ کے لیے تیاری شروع کی گئی تو حسب معمول نہایت رازداری سے کام لیا گیا تاکہ کفار مکہ اس منصوبہ پر آگاہ ہو کر کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکیں۔ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سنگین غلطی سرزد ہوئی۔ ان کے بال بچے مکہ میں تھے وہاں ان کا کوئی ایسا قریبی رشتہ دار نہ تھا جو ان کا پرسان حال ہوتا۔ انہوں نے خفیہ طور پر مکہ کے ایک سردار کو خط لکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادہ سے انہیں آگاہ کیا تاکہ وہ اس احسان کے بدلے ان کے بال بچوں کا خیال رکھے۔ اس کی تفصیل تو آیات کی تشریح کے ضمن میں آئے گی۔ یہاں فقط اتنا اشارہ کرنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سخت تنبیہ فرمادی کہ ایمان لانے کے بعد کفار کے ساتھ تمہارا یارانہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے۔ تم اپنی صاف دلی کے باعث انہیں بھی اپنے جیسا خیال کرتے ہو حالانکہ کفر نے ان کو ان صفات عالیہ سے محروم کر دیا ہے جن کی تم ان سے توقع رکھتے ہو۔ ان کے سینوں میں تمہارے خلاف بغض و عناد کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اگر تم نے احتیاط سے کام نہ لیا تو تم خود بھی تنگ اٹھاؤ گے اور مسلمانوں کو بھی طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا کر دو گے۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تم پر ذرہ برابر رحم نہیں کریں گے۔ اور ہر ممکن ذریعہ سے تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے جب ان کے قریبی رشتہ داروں نے ان کی دعوت توحید کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان سے مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ تمہیں بھی چاہیے کہ اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرو۔

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت کر دی گئی کہ قطع تعلق فقط ان کفار کے ساتھ ہے جو تم سے برسرپیکار ہیں۔ جنھوں نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمہیں جلاوطن کر دیا ہے لیکن جو کافر تمہارے خلاف جارحیت کے مرتکب نہیں ہیں اُن سے ایسے مکمل بائیکاٹ کا حکم نہیں دیا جا رہا۔

صلح حدیبیہ کے بعد ایک نئی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ معاہدہ صلح میں یہ طے پایا تھا کہ اگر کوئی مسلمان مرد آج کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائیگا۔ لیکن عورتوں کے بارے میں کوئی صراحت نہ تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد کئی عورتیں جو مسلمان ہو چکی تھیں وہ اپنے کافر شوہروں کو گھر میں چھوڑ کر مدینہ طیبہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ شرائط صلح کی رُو سے کیا انہیں بھی واپس کر دینا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب کوئی عورت ہجرت کر کے تمہارے پاس آ جائے تو تم اس کے ایمان کا جائزہ لو۔ اگر وہ سچے دل سے ایمان لائی ہو تو اسے مت واپس کرو کیونکہ آج سے کوئی مومن عورت کسی مشرک کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح کئی مسلمان مرد اپنی کافر بیویاں مکہ میں چھوڑ آئے تھے۔ اُن کے بارے میں بھی بتا دیا کہ کافر عورتیں بھی مسلمانوں کے عقدِ نکاح میں باقی نہیں رہیں گی۔ وہ اب آزاد ہیں جس سے چاہیں شادی رچائیں ان کے بارے میں تفصیلی احکام آیات کی تشریح کے ضمن میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

مکہ مکرمہ فتح ہونے والا تھا۔ وہ دن طلوع ہونے کے قریب تھا جب مردوں کی طرح عورتیں گروہ در گروہ اسلام قبول کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو قبل از وقت بتا دیا کہ جب مشرک عورتیں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوں تو ان امور پر ان کی بیعت لی جائے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۳-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورہ الممتحنہ مدنی ہے اور اس میں ۱۳ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اپنا جگری دوست ؎

؎ ان آیات کی شانِ نزول حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے جامع الفاظ میں سماعت فرمائیے؛

بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی جبکہ حضور فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے۔ حضور نے اس سے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا ہجرت کر کے آئی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر کیوں آئی؟ اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہو کر۔ بنی عبد المطلب نے اس کی امداد کی، کپڑے بنائے، سامان دیا۔ حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ملے، اس کو دس دینار دیئے، ایک چادر دی اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس کی خبر دی۔ حضور نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا مقام روضہ خاخ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس حاطب ابن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے۔ وہ خط اس سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو۔ اگر انکار کرے تو اس کی گردن مار دو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اس سے خط مانگا وہ مکر گئی اور قسم کھا گئی۔ صحابہ نے واپسی کا قصد کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم کہا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر خلاف واقع ہو ہی نہیں سکتی اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا یا خط نکال یا گردن رکھ۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادۂ قتل ہیں تو اپنے جوڑے میں سے خط نکالا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اے حاطب! اس کا کیا باعث؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب سے ایمان لایا کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیاز مندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہیں کی اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی ان کی محبت نہ آئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور ان کی قوم سے نہ تھا میرے سوا اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اس لیے میں نے یہ چاہا کہ اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

گھر والوں کو دوستانہ ہیں اور میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے میرا یہ خط انہیں بچا نہ سکے گا۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق کی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضور نے فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر کے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ (قرآن العرفان)

اگرچہ یہ آیتیں حضرت حاطبؓ کے متعلق نازل ہوئیں لیکن ان میں روئے سخن صرف انہی کی طرف نہیں بلکہ ساری ملت اسلامیہ کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ سب کو نصیحت کی جا رہی ہے ایسی غلطی کے ارتکاب سے دور رہا جائے جس سے اسلام اور اہل اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو۔

اس آیت کے ضمن میں قاضی ابن العربی الاندلسی نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں چند فقہی مسائل لکھے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۔ اگر کوئی مسلمان اسلامی حکومت کے سربستہ راز دشمن تک پہنچائے تو اس کا یہ فعل اگرچہ سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے لیکن وہ اس سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا بشرطیکہ اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہ ہو۔ اگر اس طرح کفر لازم آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حاطبؓ کو از سر نو مسلمان ہونے کا حکم فرماتے۔

۲۔ کیا ایسا مسلمان واجب القتل ہے؟ امام مالک، ابن القاسم اور اشہب فرماتے ہیں کہ امام جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے۔ عبد الملک کہتے ہیں کہ اگر یہ چیز اس کی عادت بن جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ جاسوس ہے۔ اور امام مالک جاسوس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اس نے مسلمانوں کو ضرر پہنچایا اور ملک میں فتنہ و فساد برپا کیا۔ وهو صحيح لضرره بالمسلمين وسعيه بالفساد في الارض۔

حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ غلطی صرف ایک بار صادر ہوئی تھی اس لیے معاف کر دیا گیا۔

۳۔ اگر جاسوس کافر ہو تو امام اوزاعی کہتے ہیں کہ ذمی کافر نے جاسوسی کر کے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور حربی جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے۔ مسلمان اور ذمی جاسوس کو سخت سزا دی جائے گی لیکن اگر وہ بار بار ایسا کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف دشمن کی مدد کریں گے تو انہیں بھی قتل کی سزا دی جا سکتی ہے۔

یہاں سے ایک اور مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے جس کی آج کل اشد ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی شخص پر وطن دشمنی کا یا کوئی اور الزام عائد کیا جائے تو ایسے شخص کو اس وقت تک سزا نہیں دی جا سکتی جب تک اس کی تحقیق نہ کر لی جائے اور ملزم کو اپنی صفائی کا موقع نہ دیا جائے۔ محض الزام اور شک پر کسی کو سزا دینا اسلامی قانون میں ہرگز جائز نہیں۔ جب حضرت حاطبؓ کا خط پکڑا گیا تو انہیں صفائی پیش کرنے کا موقع دیا گیا اور ان کے اس بیان کو جس کی تائید دیگر قرائن و شواہد سے ہو رہی تھی تسلیم کر لیا گیا۔

حضرت حاطبؓ جیسے سے یہ جرم سرزد ہوا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تو اس کی ابتدا یٰایھا الذین امنوا

www.KitaboSunnat.com

تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ

تم اظہارِ محبت کرتے ہو ان سے ۲؎ حالانکہ وہ انکار کرتے ہیں اس دینِ حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے۔

يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن

انہوں نے نکالا ہے رسول (کریم) کو اور تمہیں بھی (مکہ سے)، محض اس لیے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر

ہے کی گئی۔ حضرت حاطب نے جب یہ آیت سنی تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی کہ ان کی اس غلطی کی وجہ سے ان کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج نہیں کر دیا گیا صرف سرزنش اور عتاب پر اکتفا کیا گیا ہے اور عتاب انہی کو کیا جاتا ہے جن سے محبت ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

اعاتب ذا المودة من صدیق اذا ما رابنی منہ اجتناب

فاذا ذھب العتاب فلیس ود ویبقی الود ما بقی العتاب

یعنی میں اس دوست کو ہی عتاب کرتا ہوں جس سے محبت ہو، جب مجھے یہ شک گزرے کہ وہ مجھ سے اجتناب کر رہا ہے۔

جہاں عتاب نہ ہو وہاں محبت نہیں ہوتی، جب تک عتاب کا سلسلہ باقی ہے محبت بھی باقی ہے۔

اس آیت میں چند فقرے اور چند الفاظ توجہ طلب ہیں:

عدو اگرچہ واحد ہے لیکن اس کا اطلاق جمع پر بھی ہوتا رہتا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں والعدو: فعول من عدا کعفو من عفا ولکونہ علی زنة المصدر وقع علی الجمع ایقاعہ علی الواحد۔ (کشاف)

یعنی یہ مصدر کے وزن پر ہے اس لیے جمع اور واحد دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

۲؎ تلقون الیھم بالمودة کا مفہوم کیا ہے اور کلام سابق سے اس کا ربط کیا ہے؟

ربط کے بارے میں تین قول ہیں: (۱) لا تتخذوا کی ضمیر کا حال ہے۔ (۲) اولیاء کی صفت ہے۔ (۳) یہ کلام مستانف ہے۔ یہ نیا جملہ ہے، پہلے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بالمودة کی باء زائدہ برائے تاکید بھی ہو سکتی ہے اور سببیہ بھی ہو سکتی ہے۔

پہلی صورت میں القاء بالمودة کا معنی اظہار المودة ہوگا۔ (روح المعانی) یعنی تم ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہو۔

دوسری صورت میں یہ باء تعدیہ کے لیے ہوگی اور مودة، تلقون کا مفعول ہوگا۔ اس کا معنی وہی ہوگا جو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اگر باء سببیت کے لیے ہے تو اس وقت تلقون کا مفعول محذوف ماننا پڑے گا۔ عبارت یوں ہوگی۔ تلقون الیھم اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب المودة التی بینکم وبینھم (کشاف) یہاں القاء، ارسال کے معنی میں ہوگا۔ یعنی تم رسول اللہ کی خبریں ان کو بھیجتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي

اگر جہاد کرنے نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لیے تو انہیں دوست مت بناؤ ٹلہ

تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا

تم خفیہ طور پر ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو ٹلہ حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم نے چھپا رکھا ہے اور جو

أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

تم نے ظاہر کیا، اور جو ایسا کرے تم میں سے تو وہ بھٹک گیا راہِ راست سے

کو پیچھے چھوڑا اس محبت کی وجہ سے جو تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ہے۔

ٹلہ ان کنتم خرجتم الخ یہ شرط ہے۔ اس کی جزا محذوف ہے اور کلام سابق لاتتخذوا اس پر دلالت کرتا ہے یعنی اگر تم اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے نکلے ہو اور اس کی رضا کے طالب ہو تو اس کے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

ٹلہ تسرون الیھم الخ تلقون سے بدل بھی ہو سکتا ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو کلام مستانف بنایا جائے۔ اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ای تفضون الیھم بمودتکم سرا۔ یعنی تم انہیں اپنی محبت اور دوستی کا چپکے چپکے یقین دلاتے ہو۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ تسرون الیھم اسرار رسول اللہ بسبب المودۃ (کشاف) اگر تم باہمی دوستی کی وجہ سے حضور کے راز ان تک پہنچاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہاری ساری حرکتوں کو خوب جانتا ہے۔ تم لاکھ چھپانے کی کوشش کرو اس علیم و خبیر سے نہیں چھپا سکتے۔

آیت کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اے ایمان والو! جو لوگ میرے اور میرے دین کے دشمن ہیں اور جو لوگ تمہارے بھی دشمن ہیں ان کو اپنا دوست مت بناؤ۔ تم ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہو حالانکہ وہ اس دین حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس اللہ کا رسول لے کر آیا ہے اور ان کی عداوت کی اس سے بڑی روشن دلیل نہیں اور کیا چاہیے کہ انہوں نے اللہ کے محبوب رسول کو بھی گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور تمہیں بھی جلاوطن کر دیا۔ تم نے ان کا کوئی قصور نہیں کیا تھا۔ تم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔ ان کی نظروں میں تمہارا اللہ پر ایمان لانا ایک ایسا گناہ ہے جو ناقابل عفو ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے میدان میں آئے ہو اور اس کی خوشنودی کے جویا ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ تم انہیں اپنا دوست مت بناؤ۔ تم میں سے بعض لوگ خفیہ طور پر کفار کو اپنی دوستی اور خیر خواہی کا یقین دلاتے ہیں کیا انہیں یہ بات بھول جاتی ہے کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے اور اللہ تعالیٰ چھپی اور ظاہر ہر چیز کو جانتا ہے۔ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہی مضمون ہے کہ اگر کسی نے ایسی غلطی کی تو وہ راہ راست سے بھٹک گیا اور اپنی منزل سے بہک گیا۔

www.KitaboSunnat.com

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ

اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ

وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ

اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ اور وہ آرزو رکھتے ہیں کہ تم (ان کی طرح) کافر بن جاؤ ۲ نفع نہ پہنچائیں گے تمہیں تمہارے رشتہ دار

وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

اور نہ تمہاری اولاد روزِ قیامت ۳ اللہ تعالیٰ جدائی ڈال دے گا تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ جو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے بے شک تمہارے لیے خوب صورت نمونہ ہے ابراہیم

۲ علامہ آلوسی کہتے ہیں ان یثقفوکم ای ان یظفروا بکم۔ یعنی اگر وہ تم پر غالب آ جائیں اور تم پر قابو پالیں۔

اس آیت میں حاطب اور ان کی روش اختیار کرنے والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر یہ کفار تم پر غالب آ جائیں اور تم پر قابو پالیں تو اپنی عداوت اور بربریت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ وہ ہاتھوں سے تمہیں تہ تیغ کرنے میں دریغ نہ کریں گے اور زبان سے تم پر گالیوں کی بوچھاڑ کریں گے۔ تم پر طرح طرح کے بہتان تراشیں گے۔ تم بہت سادہ لوح لوگ ہو۔ ان کے دلوں میں تمہارے لیے عداوت و حسد کا آتش فشاں دہک رہا ہے اور تمہیں خبر تک نہیں۔ وہ صرف تمہارے مال اور تمہاری جان کے دشمن نہیں ان کا بس چلے تو آنکھ جھپکنے میں تمہارے ایمان کی متاعِ عزیز کو تاخت و تاراج کر ڈالیں۔ تمہارے ایمان کے چراغ کو گل کر دیں اور پھر گھپ اندھیروں میں تمہیں تا ابد ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیں۔ جان، مال، آبرو اور ایمان کے دشمنوں کے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا پہلے درجے کی حماقت ہے۔ بندۂ مومن کو ایسے دشمنوں سے ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیے۔

۳ حضرت حاطب کو اہل بچوں کی محبت نے اس حرکت پر اکسایا تھا۔ بتایا کہ قیامت کے دن یہ رشتہ دار اور اولاد کسی کام نہ آئے گی۔ ہر شخص کو اپنے کفر کی سزا خود بھگتنی پڑے گی۔ یفصل بینکم یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا تم ایک دوسرے سے بھاگنے ہی میں اپنی سلامتی سمجھو گے۔ اسی چیز کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه۔

یعنی اس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا

اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں جب انہوں نے برملا کہہ دیا اپنی قوم سے کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور ان معبودوں

تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

سے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں شہ اور ظاہر ہو گئی ہمارے اور تمہارے درمیان

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا

ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ ایک اللہ پر شہ مگر

شہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے، اپنے بیوی بچوں سے قطع تعلق کر لینا کوئی آسان کام نہیں لیکن ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو تو ایمان کو بچانے کے لیے ماں باپ سے، بہن بھائی سے، بیوی بچوں سے بھی اگر قطع تعلق کرنا پڑے تو ذرا نہ گھبراؤ۔ سارے رشتے توڑ دو۔ سارے بندھن کاٹ ڈالو جو تمہارے ایمان میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سامنے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے وفا شعار ساتھیوں کی مثال پیش کی کہ دیکھو انہوں نے اپنے خداوند کریم کو راضی کرنے کے لیے کس طرح ان تعلقات کو پس پشت ڈال دیا اور کس جرأت سے برملا اعلان کر دیا کہ ہمارا اور تمہارا اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ ہمارا تمہارے معبودوں سے بھی کوئی سروکار نہیں۔ بے شک حکومت و اقتدار تمہارے پاس ہے۔ جاگیریں اور زمینیں تمہارے قبضہ میں ہیں اور دولت و ثروت کے انبار تمہارے ہاں لگے ہیں لیکن تمہاری حیثیت ہماری نظروں میں خس و خاشاک سے بھی کم ہے۔ ہمیں تمہاری اور تمہارے جاہ و جلال کی ذرا پروا نہیں۔

یہاں کفرنا بکم کا ایک معنی تو یہ ہے کہ ہم تمہارے بھی منکر ہیں اور تمہارے خداؤں کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ہونا بھی ایسا ہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ طاغوت سے کفر ضرور کرتا ہے۔ پہلے معبودان باطل کا انکار ضروری ہوتا ہے۔ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ یعنی جو شخص طاغوت سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اس نے درحقیقت مضبوط سہارا پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔

لیکن کفرنا بکم کا ایک دوسرا مفہوم بھی علمائے تفسیر نے ذکر کیا ہے۔ علامہ آلوسی کی عبارت ملاحظہ ہو: والکفر بھم مجاز او کنایۃ عن عدم الاعتداد بشانکم وبشان آلھتکم وما انتم علیہ من شیء۔

یعنی بطور مجاز یا کنایہ کفر سے مراد یہاں عدم اعتداد ہے یعنی یہ کہنا مقصود ہے کہ ہم تمہیں خاطر میں نہیں لاتے ہیں یا تمہارے خداؤں کی پروا کرتے ہیں۔ ہماری نگاہوں میں تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کوئی وقعت نہیں۔

شہ ابراہیم اور آپ کے ساتھیوں نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ اے ہماری قوم کے کافرو! تمہارے ساتھ قریبی تعلقات

www.KitaboSunnat.com

قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ

ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا اس سے مستثنیٰ ہے کہ میں ضرور مغفرت طلب کروں گا تمہارے لیے اور میں مالک نہیں ہوں

مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ

تمہارے لیے اللہ کے سامنے کسی چیز کا ف ۹ اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری طرف

الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا

ہی پلٹ کر آنا ہے ف ۱۰ اے ہمارے رب! ہمیں نہ بنانا فتنہ کافروں کے لیے اور ہمیں بخش دے

رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ

اے ہمارے رب! بے شک تو ہی عزت والا اور حکمت والا ہے ف ۱۱ بے شک تمہارے لیے ان میں خوبصورت

سابقہ دوستیاں بھائی چارے ہم ان سب کو یک قلم منسوخ کرتے ہیں۔ جب تک کہ اسلام قبول نہیں کر لیتے ہم تمہارے دشمن رہیں گے تمہیں تباہ کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ ہم صاحب پیار اور محبت کی ترجمانی۔ اگر تم راہ راست پر آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لو تو ہم دوبارہ شیر و شکر ہو جائیں گے۔

ف ۹ پہلے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور ان کا طرز عمل تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے اس کی تمہیں اقتدا کرنی چاہیے۔ یہاں سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایک بات ایسی ہے جس کی تمہیں اقتدا نہیں کرنی چاہیے۔ وہ یہ کہ انہوں نے اپنے کافر باپ کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ تمہیں ایسا کرنا جائز نہیں۔ آپ نے بھی اپنے باپ کو صاف صاف بتا دیا کہ اگر تو شرک سے باز نہ آیا تو میں تیرا کچھ بھلا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ انما ادفع عنک من عذاب اللہ شیئاً ان اشرکت بہ۔ (قرطبی)

ف ۱۰ حضرت ابراہیم اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے قطع تعلق کرنے کے بعد اللہ عزوجل کی جناب میں یوں دست بدعا ہو کر عرض کیا کہ الٰہی! ہم نے سارے سہارے ختم کر دیے۔ اب ہمارا بھروسہ صرف تیری ذات پر ہے۔ دنیا بھر سے منہ موڑ کر ہم نے اپنا رخ اب تیری طرف کر لیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم نے ایک روز تیرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔

ف ۱۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اے اللہ کفار کو ہم پر مسلط نہ فرما۔ ای لا تسلطھم علینا قالہ ابن عباس۔ فالفتنۃ مصدر بمعنی المفعول۔ اس صورت میں فتنہ جو مصدر ہے اسم مفعول کے معنی میں ہو گا۔ اس کی دوسری ایک صورت یہ بھی ہے کہ کفار غالب آجائیں اور ان کا یہ غلبہ انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا کر دے کہ وہ حق پر ہیں اس لیے ان کو فتح نصیب ہو رہی ہے۔ کفر و شرک اور فسق و فجور جس پر وہ کاربند ہیں یہی حق اور سچ ہے۔ نیز کفر کے غلبہ سے اس فتنہ کا بھی اندیشہ ہے کہ بعض ضعیف الایمان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ

نمونہ ہے ان کے لیے جو اللہ اور روز قیامت کا امیدوار ہے۔ اور جو

يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ

روگردانی کرے (اس سے) تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ۱۳ یقیناً اللہ پیدا فرما دے گا

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ

تمہارے درمیان اور ان کے درمیان جن سے تم (اس کی رضا کے لیے) دشمنی رکھتے ہو محبت۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۱۴ اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم سے

لوگ اس کو اسلام کے باطل ہونے کی دلیل بنا لیں اور یوں ہمارے بعضوں کا دین بھی فتنہ ہے کہ مسلمان کسی عذاب اور تکلیف سے دل برداشتہ ہو کر کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جو اسلام کے بدخواہوں کے لیے پروپیگنڈا کا ذریعہ بن جائے۔ الغرض قرآن کے یہ الفاظ اتنے جامع ہیں کہ فتنہ کی جتنی امکانی شکلیں ہیں ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور حبیب خدا ﷺ ان کلمات سے اپنے رب کے حضور دعا مانگتے ہیں کہ وہ گویا اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو گونا گوں فتنوں سے بچانے کے لیے التجا کر رہا ہوتا ہے۔ والله تعالیٰ اعلم (ضیاء القرآن جلد دوم سورہ یونس آیت ۸۵)

۱۲ اس پاکیزہ اور بہترین نمونہ پر وہی استقامت کر سکتا ہے جو یقین رکھتا ہے کہ قیامت کا دن آنے والا ہے اور اسے اس کی قبر سے اٹھا کر عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جہاں اس سے گزشتہ زندگی کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔ وہی ایسے نمونوں کی قدر کرتا ہے، وہی ان پاکبازوں کے نقش قدم کو خضر راہ بناتا ہے۔

۱۳ اہل ایمان نے اپنے تعلقات اور رشتے کفار سے منقطع کر دیے۔ اسلام کے لیے اگر ان کے سر قلم کرنے کی بھی نوبت آتی تو انہیں اس میں ذرا تامل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو یہ مژدہ سنایا کہ عنقریب یہ لوگ اسلام قبول کر لیں گے تو کفر کی جو خلیج تمہارے اور ان کے درمیان حائل ہے وہ عبور ہو جائے گی پھر تم آپس میں شیر و شکر ہو جاؤ گے۔ اسلام کو سربلند دیکھنے کی جو لگن آج تمہارے دلوں کو بے قرار کر رہی ہے یہی تڑپ انہیں بھی بخش دی جائے گی۔ تم شانہ بشانہ کھڑے ہو کر باطل کا سر غرور خاک میں ملانے کے لیے جہاد کرو گے۔ سابقہ محبت اور پیار نئے روپ میں ظاہر ہوگا اور یہ روپ ہر لحاظ سے پہلے روپ سے زیادہ توانا اور دلکش ہوگا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ فتح مکہ کے بعد کفار عرب فوج در فوج مشرف بہ اسلام ہوئے اور تعلقات کے دیرینہ رشتے پھر سے استوار ہو گئے۔

يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن

دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ

تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٨﴾ إِنَّمَا

احسان کرو ۱۴ اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو ۱۵ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم

اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے

مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن

گھروں سے نکالا یا مدد دی تمہارے نکالنے میں کہ تم انہیں دوست بناؤ اور جو

۱۴ پہلی آیت میں کفار کو دوست بنانے سے روک دیا۔ اس کی وجہ یہی بتا دی کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو اور بے قصور مسلمانوں کو اپنے وطن اور اپنے گھر بار سے نکال دیا۔ اس آیت میں ان کفار سے حسن سلوک کی اجازت دی جا رہی ہے جنہوں نے مسلمانوں سے نہ جنگ کی اور نہ انہیں جلاوطن کیا۔

حضرت صدیق اکبر کی ایک بیوی قتیلہ نامی تھی جس کو آپ نے قبل از اسلام طلاق دے دی تھی۔ اس کے بطن سے آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء تھیں۔ ہجرت کے بعد وہ اپنی بیٹی کے لیے چند تحفے تحائف لے کر مدینہ آئی۔ حضرت اسماء نے اسے گھر آنے سے روک دیا اور تحائف قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر انہوں نے بارگاہ رسالت میں کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسماء کو اجازت دی کہ وہ اپنی ماں کو گھر میں آنے دے، اس کے تحائف قبول کرے اور اس کے ساتھ احسان و مروت کا برتاؤ کرے۔

۱۵ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کفار نے تمہارے خلاف جنگ نہیں لڑی اور نہ انہوں نے تمہیں کوئی اذیت پہنچائی ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ نیکی اور احسان کا رویہ اختیار کرو۔ اگر تم محارب کافروں کی طرح ان مصالح کافروں کے ساتھ بھی چپقلش دکھاؤ گے تو یہ عدل و انصاف کے خلاف ہوگا۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ایسے کفار کے ساتھ تو انصاف کرو جنہوں نے زیادتی نہیں کی اور جنہوں نے تم پر زیادتی کی ہے ان پر تمہیں ظلم کرنے کی اجازت ہے۔ اسلام کسی کے ساتھ کسی حالت میں ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔

علامہ ابن عربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ تقسطوا کا معنی یہ ہے کہ ایسے کفار کو بطور تبرع اور حسن سلوک اپنے اموال کا کچھ حصہ دو تاکہ ان کی دلجوئی ہو جائے۔ یہاں تقسطوا سے مراد عدل نہیں کیونکہ عدل تو مسلمان پر ہر حالت میں واجب ہے خواہ مقابلہ جنگجو کفار سے ہو خواہ ایسے کفار سے جنہوں نے جنگ نہیں کی۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔ قوله تعالى تقسطوا اليهم اى تعطوهم قسطا

يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا

انہیں دوست بناتے ہیں تو وہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! جب

جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ

آجائیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے تو ان کی جانچ پڑتال کرلو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔

من اموالکم ولیس یرید به من العدل فان العدل واجب فیمن قاتل وفیمن لم یقاتل (احکام القرآن)

جو لوگ ایسے دشمنانِ جان و ایمان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ ان کی یہ حرکت ان کی قوم اور خود ان کے حق میں تباہ کن ثابت ہوگی۔ وہ اپنے بھولپن کے باعث ان کے شر سے مطمئن ہو جائیں گے اور وہ ان کو غافل پاکر ایسا وار کریں گے کہ پھر اٹھ نہیں سکیں گے۔ بلاشبہ ایسا شخص بڑا ظالم ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ طے پایا تھا اس میں کفار مکہ کی طرف سے ان کے نمائندے سہیل ابن عمرو نے یہ شرط پیش کی تھی کہ اگر کفار کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ آجائے گا تو کفار اس کو زبردستی واپس لے جاسکتے ہیں لیکن اگر کوئی مسلمان کہیں کفار کے پاس آجائے تو مسلمان اس کو واپس لینے کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔

چنانچہ ابوبصیر جو اہل مکہ کے مظالم سے بہت تنگ تھے مدینہ طیبہ پہنچ گئے لیکن اس معاہدے کا پاس کرتے ہوئے حضور نے انہیں واپس کر دیا۔ بعد ازاں مسلمان عورتیں بھی ترک وطن کرکے مدینہ طیبہ آنے لگیں۔ عقبہ ابن ابی معیط جو اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھا اس کی لخت جگر ام کلثوم کشاں کشاں مدینہ پہنچیں۔ اس کے علاوہ سبیعہ بنت الحارث اور امیمہ بنت بشر اپنے ازدواجی بندھنوں کو توڑ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگئیں اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ انہیں واپس لانے کے لیے کسی کا بھائی کسی کا خاوند کوئی کوئی مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس پیچیدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر مسلمان عورتیں ہجرت کرکے تمہارے پاس آجائیں تو تم ان کی جانچ پڑتال کرکے تسلی کرلو۔ اگر ان کے آنے کا مقصد صرف ایمان کا تحفظ ہے تو انہیں واپس نہ کرو۔

اکثر لوگ اس حکم کے بارے میں بڑی الجھن محسوس کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب معاہدہ طے پا گیا تھا تو پھر ان عورتوں کو واپس نہ کرنا اس کی صریح خلاف ورزی تھی۔ حالانکہ اسلام عہد شکنی کو کسی قیمت پر روا نہیں رکھتا۔ اس کا جواب صحیح بخاری کی مندرجہ ذیل روایت میں صراحۃً مذکور ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الشروط کے باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں جو سہیل ابن عمرو نے لکھوائے تھے۔ علی انہ لا یاتیک منا رجل وان کان علی دینک الا رددتہ علینا۔ یعنی اگر ہم میں سے کوئی مرد آپ کے پاس آئے خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت میں رجل کا لفظ صراحۃً موجود ہے جس کا معنی ہے مرد۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ

پس اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو ۱۹

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا ۚ

نہ وہ حلال ہیں کفار کے لیے اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں مومنات کے لیے ۲۰ اور دے دو (کفار) کو جو انہوں نے خرچ کیے تھے ۲۱

اللہ تعالیٰ کی حکمت ملاحظہ ہو کہ اس نے کتاب کے ناشر کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوائے جن کی وجہ سے مہاجر خواتین کا مسئلہ کسی پیچیدگی یا فسخ و تاویل کا تکلف کیے بغیر حل ہو گیا۔ جب کفار نے ان مسلم خواتین کی واپسی کا مطالبہ کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاہدہ کے اصل الفاظ ان کے سامنے رکھ دیے جنہیں سن کر کفار کو سانپ سونگھ گیا اور لاجواب ہو کر انہیں واپس جانا پڑا۔ معاہدہ کی نص اس تاویل کی تصدیق کر رہی ہے اور آیت میں اسی مسئلہ کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

۱۸ یعنی مدینہ طیبہ کو ان عورتوں کی پناہ گاہ نہیں بنایا جا سکتا کہ جو عورت اپنے خاوند سے دل برداشتہ ہو جائے یا کسی اور وجہ سے ترک وطن کرنا چاہے تو وہ سیدھی یہاں چلی آئے اور مسلمان اس کو اپنی حفاظت میں لے لیں۔ اسلام کے نزدیک یہ حرکت سخت قبیح اور ناروا ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو ایماندار بتائے اور ہجرت کر کے تمہارے پاس چلی آئے تو تم پہلے اس کو اپنے امتحان اور جانچ پڑتال کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ پرکھ لو۔ اگر تمہیں اطمینان ہو جائے کہ یہ عورت صرف اپنے دین و ایمان کی خاطر اپنا گھربار چھوڑ کر آئی ہے تو اس کو کفار کے حوالے مت کرو اور اگر اس کی آمد کی غرض و غایت اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو پھر اسے واپس کر دو۔ احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کا طریقہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے جس سے ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

جب کوئی عورت مکہ سے مدینہ آتی تو حضور اس سے اس طرح قسم لیتے:

باللہ الذی لا الٰہ الا ھو ما خرجت من بغض زوج۔ اس اللہ کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں میں اپنے خاوند سے بغض و عداوت کی وجہ سے نہیں نکلی۔

باللہ ما خرجت رغبۃ عن ارض الی ارض۔ خدا کی قسم میں اپنا ملک اس لیے چھوڑ کر دل برداشتہ ہو کر اس نئی جگہ نہیں آئی۔

باللہ ما خرجت التماس الدنیا۔ خدا کی قسم میں دنیا کی طلب کے لیے گھر سے نہیں نکلی۔

باللہ ما خرجت الا حبًا للہ و رسولہ۔ بخدا میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے باعث اپنا وطن چھوڑ کر آئی ہوں۔

۱۹ علم سے مراد ظن غالب اور حصول اطمینان ہے کیونکہ یہ جاننا کہ کسی کے دل کی حالت پر یقینی آگاہی حاصل کرنا ممکن نہیں۔

۲۰ یعنی مومن عورتوں کو کفار کے حوالے نہ کرنے کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔ مومن عورتیں کافروں کے لیے حلال نہیں اور نہ کافر

www.KitaboSunnat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ

اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرو جب تم انہیں ان کے مہر ادا کر دو۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا

اور اسی طرح تم بھی نہ روکے رکھو اپنے نکاح میں کافر عورتوں کو ۱۳ اور مانگ لو جو تم نے ان پر خرچ کیا اور کفار بھی مانگ لیں

مَا أَنْفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا

مردانِ ایمان دار خواتین کے لیے حلال ہیں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان باہمی ازدواج جائز تھا۔ مسلمان عورتیں کفار کے ساتھ بیاہی گئیں اور مسلمان مرد کافر عورتوں سے شادی کرتے۔ اس قسم کی متعدد مثالیں اس معاشرہ میں موجود تھیں۔ لیکن اس آیت نے باہمی ازدواج کا دروازہ بند کر دیا کہ کوئی مسلمان مرد اہل کتاب کے علاوہ کسی کافر عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان عورت کسی کافر سے خواہ وہ اہل کتاب سے ہی کیوں نہ ہو نکاح نہیں کر سکتی۔

۱۲؎ یہاں ایک نیا حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے دار الاسلام میں آ جائیں تو حکومت اسلامیہ پر لازم ہے کہ ان کے شوہروں نے جو مہر انہیں دیا تھا وہ بیت المال سے انہیں واپس کر دیا جائے اور پھر اگر وہ عورتیں کسی مسلمان کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہے البتہ نئے خاوند پر لازم ہے کہ وہ اسے مہر ادا کرے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس وقت وہ عورت دار الاسلام میں ہجرت کر کے پہنچے گی اسی وقت اس کا سابقہ نکاح کالعدم قرار دے دیا جائے گا اور اسی وقت وہ جس مسلمان سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ عدت گزارنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن مجامعت کے لیے استبراء ضروری ہے۔ یعنی یقین کر لیا جائے کہ اس کا رحم پہلے خاوند کے نطفہ سے مشغول نہیں ہے۔ اس کے لیے ایک حیض کا آ جانا کافی ہے۔ اگر وہ عورت حاملہ ہو تب بھی اس کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن اس کے ساتھ مجامعت تب کر سکتا ہے جب وہ بچہ جن چکے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک اس عورت کو بھی شرعی عدت گزارنی پڑے گی۔ اگر غیر حاملہ ہو تو تین حیض اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل۔ اس کے بعد وہ کسی سے نکاح پڑھا سکتی ہے۔

۱۳؎ یہاں سے مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آج سے پہلے جو کافر عورتیں تمہارے نکاح میں تھیں ان کو مت روکے رکھو بلکہ ان کو آزاد کر دو۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد جن مسلمانوں کے گھروں میں ایسی عورتیں تھیں ان کو طلاق دے دی گئی۔ حضرت عمرؓ کی دو کافر بیویاں تھیں جو مکہ میں رہ گئی تھیں۔ امیر المومنین نے ان دونوں کو طلاق دے دی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ

بڑا دانا ہے ۲۲ اور اگر جاتی رہے تم سے کوئی عورت تمہاری بیویوں سے کفار کی طرف پھر تمہاری باری آ جائے

فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ

اگر کوئی کافر تمہارے قبضہ میں آجائے تو جن کی بیویاں ان کے قبضہ سے نکل گئیں ان کو اتنا مہر دے دو جتنا انہوں نے دیا تھا ۲۳ اور ڈرتے رہو اللہ سے

الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ

جس پر تم ایمان رکھتے ہو ۔ اے نبی مکرم! جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں

يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ

تاکہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور

وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ

نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے

عِصَم جمع ہے عصمت کی۔ اس سے مراد نکاح ہے۔ کوافر جمع ہے کافرہ کی۔ یعنی کافرہ عورتوں کے ساتھ جو تمہارے نکاح ہیں ان کو پکڑے نہ رکھو بلکہ ان عورتوں کو آزاد کر دو۔ وہ اس قابل نہیں کہ تمہاری بیویاں بن سکیں۔

۲۲۔ پہلے فرمایا تھا کہ جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی جائیں ان کے کافر خاوندوں کو مہر ادا کر دیا جائے اب فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری جو بیویاں دار الکفر میں رہ گئی ہیں تم نے انہیں جو مہر دیا تھا اس کا مطالبہ تم ان سے کر سکتے ہو۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ وہ اللہ جو علیم و حکیم ہے۔ وہ حال و مستقبل پر نظر رکھتا ہے۔ اس کا ہر فرمان حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

۲۳۔ اگر کوئی شخص اسلام لا کر ہجرت کر جائے اور اس کی بیوی کفر کی حالت میں رہ جائے تو معاہدہ کے مطابق ان کفار کو چاہیے کہ وہ اس عورت کا مہر اس کے مسلمان خاوند کو واپس کر دیں کیونکہ اب ان کے درمیان رشتہ ازدواج منقطع ہو گیا ہے لیکن اگر کفار ایسا نہ کریں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے اس مسلمان خاوند کو مہر کی رقم ادا کر دیں۔ اس کے بعد بقیہ مال غنیمت حسب قانون تقسیم کریں۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مہر مال فئی سے بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مسلمان ہو کر آنے والی مہاجر عورتوں کا مہر جو مسلمانوں کے ذمہ ہے کفار کی طرف نہ لوٹایا جائے بلکہ اس طرح جو رقم جمع ہو اس سے ایسے لوگوں کو ان کی بیویوں کا مہر ادا کیا جائے جو دار الحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ

ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں ۲۵؎ تو انہیں بیعت فرما لیا کرو

آیت میں عاقبتم کا کلمہ عقاب سے مشتق نہیں جس کا معنی سزا ہے بلکہ عقبہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نوبت یا باری۔ اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ من العقبة لا من العقاب وهي في الاصل النوبة في ركوب احد الرفيقين على دابة لهما۔ (روح المعانی) علامہ آلوسی اس آیت کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ وحاصل المعنى ان لحق احد من ازواجكم بالكفار او فاتكم شيء من مهورهن ولزمكم اداءه اليه كما الزم الكفار۔ (روح المعانی)

۲۵؎ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور دھڑا دھڑ لوگ حضور کی بیعت کر کے مشرف باسلام ہونے لگے تو مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لیے حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو عورتوں کی بیعت لینے پر مقرر فرمایا اور جن باتوں کا اس آیت میں ذکر ہے ان پر عمل کرنے کا ان سے پختہ وعدہ لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے کئی بار بیعت لی لیکن کسی عورت کے ساتھ بیعت لیتے وقت مصافحہ نہ کیا۔ کبھی تو زبانی ان امور کی پابندی کا وعدہ لیا۔ کبھی پانی سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈالا اور اس کے بعد بیعت کرنے والی عورتوں کو اپنا ہاتھ ڈالنے کا حکم دیا۔ کبھی کپڑا دست مبارک پر رکھ کر عورتوں سے بیعت لی۔

جن امور پر بیعت لی گئی ان میں سر فہرست یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ چوری نہیں کریں گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ بدکاری نہیں کریں گی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی کیونکہ عرب معاشرہ میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دینا باعث عزت و فخر تھا نیز بعض لوگ بھوک سے تنگ آ کر اپنی اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے۔ اسی میں اسقاط حمل بھی داخل ہے جب اس میں جان پڑ چکی ہو جو بیک وقت زنا اور قتل دونوں جرموں کے ارتکاب کا ایک ہی طریقہ ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کو قتل شمار کیا جاتا ہے۔ پانچویں چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے کوئی الزام اور بہتان تراشی نہ کریں۔ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

کسی کے ناجائز بچے کو اٹھا کر اپنی گود میں ڈال لینا اور یہ ڈھونگ رچانا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ اس طرح بدکاری سے جو حمل قرار پائے اسے اپنے خاوند کی طرف منسوب کر دینا نیز کسی دوسری عورت پر بدفعلی کا الزام لگانا۔ یہ تمام صورتیں اس آیت کے مفہوم میں ہیں اور اسلام نے ان تمام مذموم حرکتوں سے باز رہنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ چھٹی بات یہ ہے جس کی پابندی کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے کہ ہر نیک کام جس کا حضور حکم دیں گے وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

فقہائے اسلام نے فی معروف کی قید سے یہ قانون اخذ کیا ہے کہ حاکم وقت کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کے کسی قانون کے خلاف کوئی حکم صادر کرے۔ اسی طرح کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی حاکم کی فرمانبرداری میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ فی معروف کی قید یہاں اس لیے ذکر نہیں کی گئی کہ حضور غیر معروف کا بھی حکم دے سکتے ہیں۔ حضور کا ہر ارشاد نیکی ہوگا وہ حق ہوگا وہ سچ ہوگا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عین مطابق ہوگا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی غیر معروف کا حکم دیں۔ یہ قید محض اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ جب اللہ کے رسول کی اطاعت کے لیے معروف شرط ہے جہاں غیر معروف کا احتمال ہی نہیں، تو اور کون ہے جس کو یہ حق پہنچ سکے کہ شریعت اسلامیہ کے خلاف غیر معروف قانون سازی کرے اور اس پر عمل کرنے کا لوگوں کو حکم دے۔

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں: وقد علم اللہ ان نبیہ لا یامر الا بمعروف الا انہ شرط فی النھی عن عصیانہ اذا امرھن بالمعروف لئلا یترخص احد فی طاعۃ السلاطین اذا لم تکن طاعۃ اللہ تعالیٰ (کتاب الاحکام) یعنی اللہ جانتا ہے کہ اس کا نبی کریم معروف کے بغیر کسی اور چیز کا حکم نہیں دیتا لیکن یہاں معروف کی شرط اس لیے لگائی تاکہ کوئی شخص بادشاہوں کے ان احکام کی اطاعت کا جواز نہ نکال لے جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہے۔

جب افضل البشر کی اطاعت کے لیے معروف کی شرط ہے تو اور کون اس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی آشکارا ہو جاتا ہے کہ اسلامی مملکت میں قانون کی بالادستی ہو گی۔ ہر چھوٹا بڑا قانون کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہو گا کسی بڑے سے بڑے حاکم کو بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ من مانیاں کرتا رہے اور جبری قانون سازی سے ان کے لیے وجہ جواز پیدا کرتا رہے۔

اس مقام پر مفسرین نے ہند زوجہ ابوسفیان کا دلچسپ واقعہ لکھا ہے آپ بھی سماعت فرمائیے کہ جب عورتیں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو ہند بھی بھیس بدل کر منہ کو چھپائے ہوئے حاضر ہوئی۔ اسے یہ خوف تھا کہ حضور اس کو پہچان نہ لیں۔ حضور نے ان عورتوں سے فرمایا میں اس شرط پر تمہیں بیعت کرتا ہوں کہ تم وعدہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی۔

ہند چپ نہ رہ سکی کہنے لگی کہ جس شرط کے بغیر مردوں کی بیعت قبول نہیں ہوئی، اس کے بغیر ہماری بیعت کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ یعنی شرک سے اجتناب کی شرط واضح اور یقینی ہے۔ پھر حضور نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ تم چوری نہیں کرو گی۔ ہند بولی میں ابوسفیان کے مال سے کچھ لے لیا کرتی تھی معلوم نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔ ابوسفیان پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج تک جو تم نے لیا ہے وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سن کر مسکرا پڑے اور اس کو پہچان لیا۔ فرمایا تو ہند دختر عتبہ ہے؟ کہنے لگی نعم فاعف عما سلف یا نبی اللہ عفا اللہ عنک۔ میں ہند ہی ہوں۔ جو گزر چکا ہے اسے اللہ کے نبی! معاف فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ حضور نے فرمایا تیسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہیں کرو گی۔ ہند بولی کیا آزاد عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں۔ پھر حضور نے فرمایا چوتھی شرط یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ ہند کی رگ ظرافت پھر پھڑکی۔ کہنے لگی ان کے بڑوں کو تو آپ نے قتل کر دیا اب ان کے بچوں کے لیے آپ ہم کو نصیحت کرتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت فاروق اعظم ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے اور حضور کے لب مبارک پر بھی تبسم آ گیا۔ حضور نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ تم کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھو گی۔ اس نے کہا بے شک بہتان تراشی بڑی قبیح حرکت ہے اللہ تعالیٰ ہدایت اور مکارم اخلاق کے بغیر اور کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔ پھر حضور نے فرمایا یہ وعدہ کرو کہ جس نیک کام کا میں تمہیں حکم دوں گا اس کو تم بجا لاؤ گی۔ ہند بولی کہ ہم آپ کے قدموں میں حاضر ہی اس لیے ہوئے ہیں اور ہمارے دل میں قطعاً یہ خیال نہیں کہ ہم حضور کے کسی حکم کی سرتابی کریں گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور اللہ سے ان کے لیے مغفرت مانگا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ٣٦ ۔ اے ایمان

اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ

والو! نہ دوست بناؤ ان لوگوں کو غضب فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جن پر۔ وہ آخرت (کے ثواب) سے مایوس

الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿١٣﴾ ع ٢

ہو گئے ہیں جیسے وہ کفار مایوس ہو چکے ہیں جو قبروں میں ہیں ٣٧

یہ واقعہ لکھنے کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں وکان ھذا امتحانا من غیرھا من النساء فکان ام حبیبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع انھا حدیثۃ عہد بجاھلیۃ۔ کہ ہندہ کے کلام میں یہ تندی اس وجہ سے تھی کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھی نیز اس کی ساری زندگی جاہلیت کی گود میں گزری تھی۔ ابھی ابھی اس نے اسلام قبول کیا تھا۔

٣٦ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دیتے ہیں کہ جو عورتیں ان شرائط کو قبول کریں اور ان باتوں کی پابندی پر آمادہ ہو جائیں آپ ان کو بیعت فرمالیں اور انہیں بیعت فرمانے کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے جب آپ کے ہاتھ اٹھیں گے تو انہیں خالی نہیں لوٹایا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ان کے عمر بھر کے گناہوں کو جن میں شرک وکفر سرفہرست ہیں، بخش دے گا اور ان کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

٣٧ ۔ آخر میں پھر اسی حکم کا اعادہ کر دیا۔ ارشاد فرمایا اے ایمان والو! وہ لوگ جو اسلام کی عداوت میں پیش پیش ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے اور ان کی پیہم سرکشی کے باعث ان پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے ان کو اپنا دوست مت بناؤ۔ آخرت میں کسی ثواب اور کسی خیر کی انہیں امید نہیں۔ وہ بالکل مایوس ہو چکے ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کفار اپنی بخشش سے مایوس اور ناامید ہیں۔

اصحٰب القبور سے پہلے من بیانیہ ہے۔ یعنی وہ کفار جو مر کر قبروں میں دفن کیے جا چکے ہیں کیونکہ ان کی موت کفر پر ہوئی اس لیے اب ان کی نجات کی کوئی صورت نہیں۔ وہ اپنی بخشش کے بارے میں مکمل طور پر مایوس ہو چکے ہیں۔ علامہ محمود آلوسی نے اس کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ای الذین ھم اصحاب القبور ای الکفار الموتی۔ جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر اپنی نجات سے مایوس ہو چکے ہیں۔

وکون من بیانیۃ مروی عن مجاھد وابن جبیر وابن زید وھو اختیار ابن عطیۃ

(روح المعانی)

www.KitaboSunnat.com

یعنی مجاہد، ابن جبیر، ابن زید سے مروی ہے کہ یہاں جن مراد ہیں۔ ابن عطیہ کے نزدیک یہی قول پسندیدہ ہے۔

الحمد لله والصلوٰة والسلام علی خاتم انبیاء الله وآخر رسل الله سیدنا محمد الذی بعث الی الاسود والاحمر کافة للناس بشیرا ونذیرا وعلی آله وصحبه ومن تبعه باحسان الی یوم الدین۔

فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

یا حی یا قیوم برحمتك استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفة عین واصلح لی شأنی کله۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورہ الصّف

نام : اس سورۂ مبارکہ کا نام الصف ہے۔ یہ کلمہ اس کی چوتھی آیت میں مذکور ہے۔ اس میں دو رکوع، چودہ آیتیں دو سو اکیس کلمات اور نو سو حروف ہیں۔

نزول : یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : مکی زندگی کی مشکلات کی الگ نوعیت تھی۔ مدنی زندگی میں جن مشکلات کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا ان کی نوعیت جداگانہ تھی۔ یہاں مسلمانوں کو اذن جہاد مل گیا اور کفار کے ساتھ کھلم کھلا ٹکراؤ کے عہد کا آغاز ہو گیا۔ اب ایسے جانبازوں اور بہادر مجاہدوں کی ضرورت تھی جن کے قول و عمل میں مکمل ہم آہنگی ہو جو کچھ وہ اپنی زبان سے کہیں ٹھیک ٹھیک اس پر عمل کر کے دکھائیں۔ جن لوگوں کے قول و عمل میں تضاد ہوتا ہے وہ اپنی قوم کے لیے ہرگز باعث شرف نہیں ہوا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہاں تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ ایسی باتیں نہ کیا کریں جن پر وہ عمل نہیں کر سکتے۔ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے بلکہ اس کی ناراضگی اور اس کے غضب کا باعث ہے۔

ساتھ ہی بتا دیا کہ کفار سے جب لڑنے کے لیے میدان جہاد کا رخ کرو تو صفیں باندھ لو اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ تاکہ کفر و طاغوت کے طوفان اس سے ٹکرا ٹکرا کر واپس لوٹ جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے لیکن ان کی قوم نے ان کی قدر نہ پہچانی، بلکہ انہیں ستایا اور جھٹلایا۔ مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں۔

آیت نمبر ۸، ۹ میں اسلام کے مکمل غلبہ کی بشارت دے دی کہ آندھیاں کتنی تند و تیز کیوں نہ ہوں، اللہ کے روشن کیے ہوئے اس چراغ کو نہیں بجھا سکتیں۔ جو پیغام ہدایت اور دین حق اللہ کا محبوب لے کر آیا ہے وہ سارے ادیان پر غالب ہو گا۔ زمین کے گوشہ گوشہ میں اس کا ڈنکا بجے گا۔

دوسرے رکوع میں مسلمانوں کو ایسے کاروبار سے آگاہ کیا جس میں نفع ہی نفع ہے وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لیے مالی اور جانی جہاد کرو۔ اس کے عوض جنت کی ابدی نعمتوں کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی فتح و نصرت سے تمہیں سرفراز کیا جائے گا۔

آخری آیت میں اہل ایمان کو دعوت دی کہ وہ آگے بڑھیں اور اللہ کے دین کی تائید و نصرت کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا اور وہ کامیاب و کامران ہوں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الصف مدنی ہے اور اس کی ۱۴ آیتیں ہیں اور اس میں ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے۔ اور وہی سب پر غالب،

الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲

بڑا دانا ہے ۱؎ اے ایمان والو! تم کیوں ایسی بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو ۲؎

۱؎ اس آیت کی تشریح کئی بار پہلے گزر چکی ہے۔ اس آیت سے اس سورت کا آغاز کرنے میں یہ حکمت ہے کہ سابقہ سورت کے آخر میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہیں کوئی نادان اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی امداد کا محتاج ہے اور اگر بندے اپنی جانیں اور اپنے مال قربان نہیں کریں گے تو خدا کی خدائی میں فرق پڑ جائے گا۔ ابتداء میں ہی اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ وہ تو عزیز و حکیم ہے۔ آسمان اور زمین کی ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اس کی عظمت کے گیت گا رہی ہے۔ تمہیں جہاد کا جو حکم اس نے دیا ہے اس میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ حق کا بول بالا ہو گا تو تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں محفوظ ہو جائیں گی کوئی طوفان تمہارے ایمان کے چراغ کو نہ بجھا سکے گا اور اگر تم نے جہاد میں بزدلی کا مظاہرہ کیا اور باطل کو غلبہ نصیب ہو گیا تو ساری زمین میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ ہر انسان کا سکون چھین لیا جائے گا۔ حق کا نظام عدل و احسان برپا کرنے کے لیے تمہیں اسی لیے دعوت دی جا رہی ہے اور طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں جان کی بازی لگانے کا تمہیں شوق اسی لیے دلایا جا رہا ہے۔ اگر تم سوچو گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اس میں سراسر تمہارا اپنا فائدہ ہے۔

۲؎ کئی لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب اکٹھے بیٹھتے تو بڑی لافیں مارتے اور کہتے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے تو ہم اس پر عمل کریں گے اور اس کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیں گے۔ جب جہاد کے بارے میں حکم نازل ہوا اور اُحد کا معرکہ پیش آیا تو بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے والے میدان میں نہ ٹھہر سکے۔ اس آیت سے اس قسم کے لوگوں کو شرم دلائی جا رہی ہے اور مسلمانوں کو تربیت دی جا رہی ہے کہ نیکی کی دعوت بڑے جوش و خروش سے دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں خود بھی اس پر عمل کر کے دکھائیں تاکہ سننے والوں کو ان کی بات کا یقین آ جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

بڑی ناراضگی کا باعث ہے اللہ کے نزدیک کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو ۳؎ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے

الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝

ان مجاہدوں سے جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ۴؎

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتیت لیلة اسری بی علی قوم تقرض شفاههم بمقاریض من نار کلما قرضت وفت قلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء خطباء امتک الذین یقولون ولا یفعلون ویقرءون کتاب اللہ ولا یعملون۔ (قرطبی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے جب ہونٹوں کو کاٹا جاتا تو وہ پھر پہلے کی طرح درست ہو جاتے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو کہتے ہیں اور کرتے نہیں، جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔

اجتماعی طور پر بھی یہ مشاہدہ ہے کہ جو قوم صرف باتیں بنانے اور لمبے چوڑے وعدے کرنے کی عادی ہو جاتی ہے وہ عمل کے میدان میں کسی نمایاں کارکردگی کا اظہار نہیں کر سکتی۔ مسلمان کو چاہیے کہ جو زبان سے کہے اس پر خود عمل کر کے لوگوں کو دکھائے۔

۳؎ پہلے مضمون کو ہی ایک دوسرے انداز سے دہرایا۔ اہل لغت اَلْمَقْتُ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اَلْمَقْتُ اَشَدُّ الْاِبْغَاضِ۔ اَلْمَقْتُ بُغْضٌ مِنْ اَمْرٍ قَبِیْحٍ رَکِبَهٗ یعنی صد درجہ کا بغض خصوصاً وہ بغض جو کسی قبیح حرکت کے باعث ہو۔
اہل ایمان کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم ایسی باتیں کرو گے جن پر خود عمل نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر از حد ناراض ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ لوگ اپنے آپ کو اس کا بندہ کہلانے والے لوگوں کو تو نیکی کی دعوت دیں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

۴؎ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ قتل و غارت اور خونریزی اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ اس نے جب بھی جنگ کی اجازت دی ہے وہاں چند شرائط بھی عائد کی ہیں جن کا پورا ہونا از حد ضروری ہے۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ فی سبیل اللہ ہو یعنی اس کا مقصد حق کو سربلند کرنا اور باطل کی سرکوبی کرنا ہو۔ نیکی کی قوتوں کو آزاد کرانا اور برائی اور اس کے علمبرداروں کو پامال کرنا ہو۔ جس قوم کے سامنے اتنا عظیم اور اعلیٰ مقصد ہو وہ اگر متحد و منظم ہو کر باطل کی قوتوں سے نبرد آزما ہو گی تو وہ قوتیں اسے پسپا نہیں کر سکیں گی۔ اس قوم کی شکست صرف اس کی ذات تک محدود نہ رہے گی بلکہ وہ بلند نظریات جن پر ساری انسانیت کی فلاح کا انحصار ہے وہ شکست کھا جائیں گے اور یہ اتنا بڑا المیہ ہو گا کہ اس کی تلافی کے لیے مدت مدید درکار ہو گی۔

اس لیے اس آیت میں وضاحت سے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ صرف ان مجاہدوں سے محبت اور پیار کرتا ہے جن کی جنگ کی غرض و غایت محض حق کا بول بالا ہو اور جب وہ کسی میدان کارزار میں معرکہ آرا ہوں تو ان میں انتشار اور افتراق کا نام و نشان تک نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف

اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں ۶؎ پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا ۷؎ اور اللہ تعالیٰ

جو بڑے منظم ہو کر وہ دشمن کی طرف بڑھیں اور ان کی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کو دیکھ کر دیکھنے والے باور کر لیں کہ یہ غیر منظم افراد کی بھیڑ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مضبوط اور مستحکم دیوار ہے جس میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال کر یکجان کر دیا گیا ہے۔

۶؎ موسیٰ علیہ السلام کو جس قوم سے واسطہ پڑا تھا اس کے کردار اور سیرت کے متعدد خال و خد مختلف مقامات پر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حق کو پہچانتے ہوئے اس کا انکار ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ اپنے نبی کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانا ان کا وطیرہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کی غلامی سے انہیں نجات دلانے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے اس وقت بھی آپ کی قوم آپ کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی۔ لیکن جب وہ بحیرہ احمر کو سلامتی سے عبور کر کے ساحل پر پہنچے اور اپنی آنکھوں سے فرعون کو مع لشکر غرق ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو پھر بھی ان کے عناد میں کوئی کمی نہ آئی۔ ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر مطالبہ کر دیا کہ اے موسیٰ ہمارے لیے ایسے خدا بنا دیں جس طرح اس قوم کے خدا ہیں۔ جب آپ طور پر تشریف لے گئے تو سامری کی معمولی سی انگیخت پر انہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ اس کے علاوہ کلیم اللہ پر طرح طرح کے الزام تراشے۔ تورات کے صفحات ان کی گستاخیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے انہیں فرمایا اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور پھر بھی تم میری دل آزاری سے باز نہیں آتے۔ تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

۷؎ اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم کی جو صلاحیتیں انہیں بخشی تھیں جب انہوں نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا اور دانستہ راہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کے راستہ پر چلتے رہے، وہ روشن معجزات جو حضرت کلیم نے انہیں دکھائے تھے وہ بھی ان کی اصلاح کے لیے مؤثر ثابت نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ جو فرد یا قوم زیادہ ضلالت پر اپنے جوش و خروش سے گامزن رہتی ہے آخر کار وہ اس منزل پر پہنچ جاتی ہے جب اس سے حق پذیری کی صلاحیتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ وہ آنکھ جو نور حق کو دیکھ سکتی ہے اور پہچان سکتی ہے وہ اندھی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تشریف لاتے ہیں۔ ضلالت و ہدایت کو دلائل و شواہد سے آشکارا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہر شخص آزاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ان دو میں سے ایک کا انتخاب کر لے۔ جو ہدایت قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی توفیقات سے سرفراز کرتا ہے۔ وہ راہ کی دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے فلاح و کامرانی کی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور جو ضلالت سے چمٹے رہنا پسند کرتا ہے اس کی منت نہیں کی جاتی کہ جناب یوں نہ کریں۔ ایسا نہ کرو۔ انہیں اسی حال میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ علامہ پانی پتی فرماتے ہیں۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَیْ عَدَلُوْا عَنِ الْحَقِّ وَلَمْ يَسْتَقِيْمُوْا عَنِ الْاِيْذَاءِ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اَيْ صَرَفَهَا عَنْ قَبُوْلِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۵ اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ فرزند مریم نے

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ

تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے ۶ اور مژدہ سنانے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام نامی

الحق والمیل الی الصواب۔

یعنی جب انہوں نے حق سے انحراف کیا اور شرارت و منافقت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے قبول حق سے ان کے منہ پھیر دیے۔

۵ ایسے فاسق و فاجر لوگ جو جان بوجھ کر گمراہی کو پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں کہ وہ انہیں ہدایت جیسی گراں بہا نعمت زبردستی ارزانی فرما دے۔

۶ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین ارشادات بیان کیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہو گئی جو آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ان یہودی گستاخوں کی بھی تردید ہو گئی جو آپ پر اور آپ کی پاکباز والدہ پر گستاخانہ بہتان لگاتے ہیں۔ الیکم کے لفظ سے آپ نے یہ بتا دیا کہ مجھے صرف تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میری رسالت کا دائرہ بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ آپ کے ان الفاظ پر عیسائی مشنریوں کو بھی غور کرنا چاہیے جو عیسائیت کا پرچار ہر جگہ کرتے پھرتے ہیں۔ قرآن کریم کے اس فرمان کی تائید انجیل سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو متی باب ۱۵۔ آیت ۲۴: "اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

اسی انجیل متی کے باب ۱۰ کی آیت ۵ سے ہر قسم کا اشتباہ دور ہو جاتا ہے۔

پہلی آیات میں ان بارہ رسولوں کے نام بتائے گئے ہیں جن کو آپ نے تبلیغ و اشاعت کے لیے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا:

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"

جب حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں اور رسولوں کو غیروں کے پاس جانے سے روک دیا ہے اور اپنی تبلیغی اور اعجازی سرگرمیوں کو بنی اسرائیل کے خاندان میں محدود کر دیا ہے تو اب کسی عیسائی مبلغ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور کو عیسائیت کی دعوت دے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۶﴾

احمد ہوگا۔ پس جب وہ احمد آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے ۔ ۱۰

دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے لیے نہیں آیا بلکہ ان پر جو آسمانی کتاب تورات نازل ہوئی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام سچے رسول تھے اور تورات خدا کی سچی کتاب ہے۔ تمام رسول کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہوتے ہیں اس لیے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب کریں۔ ان کا کام تو سب کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔

۱۰ تیسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ میں تمہیں ایک جلیل القدر نبی کی آمد کی خوشخبری سناتا ہوں۔ وہ کریم جو ایک جلیل القدر عظیم المرتبت رسول تشریف لانے والے ہیں ان کا اسم گرامی اور نام نامی احمد ہوگا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

یہاں چند سوالات جواب طلب ہیں :

۱ ـــ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد ہے ؟

۲ ـــ کیا اس بشارت سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے ؟

۳ ـــ کیا موجودہ انجیل میں یہ بشارت موجود ہے ؟

۴ ـــ کیا وہ شخص جس کا نام غلام احمد ہے وہ اس پیشگوئی کا مصداق بن سکتا ہے ؟

پہلے سوال کے بارے میں گزارش ہے

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو اسمائے گرامی صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں یہ اسم مبارک بھی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي۔ (مالک، بخاری، مسلم وغیرہا)

یعنی حضور نے فرمایا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں الحاشر ہوں۔ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ صحابہ کرام میں حضور کا یہ اسم گرامی معروف و مستعمل تھا۔ حضرت حسان نے یہی نام لے کر بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کیا تھا ہے

صَلَّى الْإِلٰهُ وَمَنْ يَحُفُّ بِعَرْشِهٖ ۔۔۔ وَالطَّيِّبُونَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ، حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود وسلام بھیجیں جس کا اسم گرامی احمد ہے۔

احمد کا معنی ہے أَحْمَدُ الْحَامِدِينَ لِرَبِّهٖ : تمام حمد کرنے والوں سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کرنے والا۔ اپنے رب کی حمد کی کثرت کی برکت سے ہی آپ محمد بنے ہیں۔ فَالْمُحَمَّدُ هُوَ الَّذِي حُمِدَ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ۔ یعنی جس کی بار بار حمد کی جاتی ہو وہ محمد ہے۔ نہ اپنے رب کی حمد وثنا کرنے میں آپ کا کوئی مثیل ہے، کوئی فرشتہ، کوئی رسول، کوئی نبی اپنے خدا کی حمد سرائی اور ثنا گستری میں اس مقام پر نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا حبیب فائز ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے جتنی حمد اور جتنی ستائش اس محبوب رب کی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی کسی اور کو نصیب نہیں۔ جن والس اس کے ثناخواں ہیں۔ حور وملک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی توصیف میں رطب اللسان ہیں اور خود رب تعالیٰ اس کی مدح فرما رہا ہے۔ صرف اس فانی دنیا ہی میں نہیں بلکہ عالم آخرت میں بھی حضور کی شان نرالی ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شان محمدیت کی تابانیوں کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا جب دست مبارک میں لواء حمد تھامے جب اللہ تعالیٰ کا یہ حبیب مقام محمود پر جلوہ فرما ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا یہ انداز بھی نرالا ہے کہ حضور سے پہلے کبھی کسی شخص نے اپنے فرزند کا نام احمد نہیں رکھا تاکہ اس بشارت کے مصداق کے بارے میں ذرا سا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔ لیکن جب اس اسم کو ذات پاک مصطفوی سے نسبت ہو گئی تو یہ نام اس قدر مقبول ہوا کہ اب اس نام کے لوگوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔

حضور سے پہلے کیونکہ بعثت محمدی کا چرچا عام تھا یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ایک نبی آنے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا چنانچہ بعض والدین نے اپنے بچوں کے نام محمد تجویز کیے کہ شاید یہ سعادت ان کے حصہ میں آ جائے۔ حضور سے پہلے سات ایسے آدمی ملتے ہیں جن کا نام محمد ہے لیکن ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے اپنے پیارے بندے کے ان دونوں ناموں کو ہر اشتباہ اور التباس سے بالاتر رکھا۔

دوسرے سوال کے متعلق عرض ہے

کہ بے شک اس بشارت کا مصداق صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ کیونکہ اس میں یاتی من بعدی میرے بعد آئے گا اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد حضور علیہ السلام کے سوا کسی نے بھی رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ دوسری نشانی ذکر کی کہ ان کا نام احمد ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف ہے کہ حضور سے پہلے کسی نبی یا رسول کا اسم گرامی احمد نہ تھا کہ کسی فرد بشر کا نام بھی احمد نہ تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ کے بعد صرف آپ نے ہی رسالت کا دعویٰ فرمایا اور صرف آپ کا اسم گرامی ہی احمد تھا اس لیے اس بارے میں ذرا شک نہ رہا کہ اس بشارت کا مصداق حضور نبی کریم کی ذات گرامی ہے۔

رہا تیسرا سوال کہ کیا موجودہ انجیل میں یہ بشارت بعینہ موجود ہے؟ تو اس کے لیے ذرا تفصیل درکار ہے۔

اس وقت عیسائیوں کے پاس چار انجیلیں ہیں جن کو مستند قرار دیا گیا ہے۔ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا۔

ان میں سے کوئی انجیل بھی حضرت مسیح سے پہلے مدون نہیں ہوئی۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے یہ الفاظ غور طلب ہیں:

ITS EXACT DATE AND ITS EXACT PLACE OF ORIGIN ARE UNCERTAIN, BUT IT APPEARS TO DATE FROM THE LATER YEARS OF THE 1ST CENTURY (P.523, VOL 3)

ترجمہ: اس کی متعین تاریخ اور اس کے معرض وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہیں لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔ [جلد سوم صفحہ ۵۲۳]

اس کے چند سطر بعد اسی کالم میں رقمطراز ہیں:

WE HAVE NO CERTAIN KNOWLEDGE AS TO HOW OR WHERE THE FOURFOLD GOSPEL CANON CAME TO BE FORMED

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں معرضِ وجود میں آئیں۔

پھر جن لوگوں نے انہیں مرتب کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ میں سے نہ تھے بلکہ اس وقت انہوں نے نصرانیت کو قبول ہی نہیں کیا تھا اور نہ ان مرتب کرنے والوں نے ان لوگوں کا نام بتایا ہے جن کے واسطے سے ان تک یہ اناجیل پہنچی ہیں۔ آپ خود سوچیے کہ تیس سال تک جو کتاب مرتب نہیں ہوئی اور اس طویل عرصہ کے بعد جن لوگوں نے اسے مرتب کیا انہوں نے یہ بتلانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ کن لوگوں سے انہیں یہ چیزیں ملی ہیں تاکہ ان کے بارے میں جانچ پڑتال کی جاسکے تو ایسے مجموعوں پر کس حد تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اس پر طرفہ یہ ہے کہ وہ اصل نسخے جو سریانی زبان میں لکھے گئے تھے وہ سرے سے غائب ہیں ان کا سراغ تک نہیں ملتا کہ ان تراجم کا اصل کے ساتھ موازنہ کیا جاسکے۔ ان سریانی اناجیل کا ترجمہ بعد میں یونانی زبان میں کیا گیا لیکن ان تراجم کا بھی کوئی اصل نسخہ دستیاب نہیں۔ اناجیل کا جو سب سے قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے وہ چوتھی صدی کا ہے اور اس پر مزید ستم یہ ہے کہ عیسائی علماء اناجیل میں تحریف کو ہرگز قبیح نہیں سمجھتے تھے۔ اگر وہ کسی چیز کا اضافہ کرنا مناسب خیال کرتے تو بے جھجک کر لیتے۔

جہاں صورتِ حال یہ ہو وہاں آپ بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ان اناجیل کیا سے کیا بن گئی ہوں گی اور ان میں کس قسم کے تصرفات ہو چکے ہوں گے اس لیے اگر ایسے صحیفوں میں یہ بشارت نہ ملے تو قرآن پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ملاحظہ ہو کہ تحریف و تبدیل کے سیلاب کے باوجود جو صحیفے موجود رہ گئے اب بھی بڑی صریح عبارتیں موجود ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بارے میں پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جن کا تذکرہ ضیاء القرآن میں مختلف مقامات پر آپ پڑھ آئے ہوں گے یہاں بطور نمونہ چند چیزیں عرض ہیں:

۱۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵-۱۶)

مددگار کے لفظ پر بائبل کے حاشیہ میں "یا وکیل یا شفیع" بھی تحریر ہے۔

۲۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰)

۳۔ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ (یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶-۲۷)

یہاں بھی مددگار کے لفظ پر حاشیہ میں "یا وکیل یا شفیع" مرقوم ہے۔

۴۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷-۸)

۵۔ اس باب کی تیرھویں اور چودھویں آیات ملاحظہ فرمائیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

مندرجہ بالا حوالجات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کوئی آنے والا ہے جس کی آمد کی خبر حضرت عیسیٰ بار بار اپنے اتباع کو دے رہے ہیں۔ اس آنے والے کی جن صفات و خصوصیات کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے ان کا مصداق بجز ذات پاک حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

لیکن اگر ازراہ تعصب کوئی شخص مصر ہو کہ مجھے انجیل میں حضور کا اسم گرامی دکھائیے تو اس کے بارے میں گزارش ہے کہ جیسے آپ پڑھ آئے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ انجیل اسی میں نازل ہوئی۔ لیکن یہ اناجیل جو شائع ہوئیں اور اس کے بعد مدون ہوئیں وہ یونانی زبان میں تھیں اور ایسے لوگوں نے جمع کیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بلاواسطہ شاگرد نہ تھے۔ لازمی طور پر انہوں نے یہ اناجیل ان عیسائیوں سے ان کی اصل زبان سریانی میں سنی ہوں گی۔ اصل سریانی نسخے نہیں یونانی کے قالب میں ڈھالا ہو گا۔ بدقسمتی سے جدید تحقیق کی رو سے تمام پہلی صدی عیسوی کے آخری حصے میں مدون ہوئے۔ ان کے اصل نسخے بھی نایاب ہیں اور جو یونانی تراجم دستیاب ہیں ان کا تعلق چوتھی صدی عیسوی سے ہے۔ یونانی زبان سے اناجیل کے ترجمے لاطینی زبان میں کیے گئے۔ ان لاطینی ترجموں سے یورپ اور ایشیا کی دوسری زبانوں میں یہ کتب منتقل ہوئیں۔ ترجمہ در ترجمہ کے اس عمل سے اس انجیل میں جو رد و بدل اور تحریف و ترمیم پذیر ہوئی ہو گی وہ محتاج بیان نہیں۔ اگر ان تراجم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی نہ ملے تو قطعاً تعجب کی بات نہیں۔

فلسطین وغیرہ ممالک جب مسلمانوں نے فتح کیے تو اس وقت وہاں کے لوگوں کی زبان بدستور سریانی تھی اور اسلامی فتح کے تقریباً تین سو سال تک یہی سریانی وہاں کی مقامی زبان کی حیثیت سے باقی رہی۔ اتنے عرصے کے بعد عربی نے کہیں جا کر اپنا تسلط جمایا اور وہاں کے باشندوں کی مادری زبان بنی۔ فتح کے بعد مسلمان علماء کی آمد و رفت اس علاقے میں شروع ہو گئی۔ عیسائی علماء سے ان کے تعلقات قائم ہوئے اور وہ ان سے براہ راست سریانی زبان میں استفادہ کرتے رہے۔ اس طرح اناجیل کے بارے میں علمائے اسلام کو جو معلومات علمائے اہل کتاب سے حاصل ہوئیں وہ اصل سے زیادہ قریب تھیں۔ وہ انہیں سریانی سے بلاواسطہ عربی میں حاصل ہوئیں۔ ترجمہ در ترجمہ کے جو حجابات عیسائیوں کو درپیش آئے مسلمان علماء کو ان سے سابقہ نہیں پڑا۔ اس لیے جب ہم سیرت ابن ہشام کا مطالعہ کرتے ہیں تو حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ علامہ ابن ہشام نے جن کی وفات ۲۱۳ھ میں ہوئی محمد بن اسحاق سے جن کی وفات ۱۵۱ھ میں ہوئی اپنے استاد ابو محمد البکائی العامری کے واسطے نقل کی ہے۔ بکائی کی وفات کا سال ۱۸۳ھ ہے۔ انجیل یوحنا کے باب ۱۵ کی آیت ۲۶ کا عربی ترجمہ یوں ہے:

"فلو قد جاء المنحمنا هذا الذي يرسله الله اليكم من عند الرب روح القدس هذا الذي من عند الرب خرج فهو شهيد علي وانتم ايضا لانكم قديما كنتم معي في هذا. قلت لكم لكيما لا تشكوا۔ (ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۵۱)

اس کے بعد لکھتے ہیں: المنحمنا بالسريانية محمد صلى الله عليه وسلم وهو بالرومية البرقليطس.

یعنی منحمنا سریانی لفظ ہے۔ اس کا معنی محمد ہے۔ رومی زبان میں اس کا ترجمہ برقلیطس کیا گیا ہے۔

برقلیطس یونانی ہم وزن ہے PERICLYTOS پھر تو معاملہ صاف ہے۔ اس کا معنی ہے تعریف کیا گیا اور محمد کا بھی یہی معنی ہے لیکن مگر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا عبرانی ہے۔ PARACLETUS اگرچہ دونوں لفظوں کے تلفظ میں تو بڑی مشابہت ہے لیکن اس کا معنی پہلے لفظ سے مختلف ہے۔ خود انجیل کے مترجمین کو اس کا ترجمہ کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ اردو کی بائبل کے متن میں اس کا ترجمہ "مددگار" کیا گیا ہے اور حاشیہ پر وکیل یا شفیع مرقوم ہیں۔ کسی نے اس کا ترجمہ CONSOLATOR تسلی دینے والا، کسی نے TEACHER استاد اور آرگشائن نے ADVOCATE کیا ہے۔

کیا خبر کہ ان الفاظ کا یہ ہیر پھیر عیسائی علماء کے حواس کا کرشمہ ہو اور اسی وجہ سے وہ خود بھی پریشانی کا شکار ہو گئے ہوں۔

یہ صورت حال تو اس وقت ہے جبکہ ان چار انجیلوں پر اعتماد کیا جائے لیکن صدیوں کی گمنامی سے پردہ غیب سے ایک انجیل ظہور میں آئی ہے جس کو انجیل برنباس کہتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے بڑے بڑے پیچیدہ عقدے حل ہو جاتے ہیں اور شکوک و شبہات کا غبار خود بخود چھٹ جاتا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیسیوں ایسے بشارات موجود ہیں جن میں نام لے لے کر حضور کی آمد کی بشارت دی گئی ہے اور اہل ایمان کو حضور کا دامن رحمت مضبوطی سے تھام لینے کی تاکید اور احکام دیئے گئے ہیں۔ اس سے پیشتر کہ ہم وہ ایمان افروز عبارات آپ کے سامنے پیش کریں پہلے برنباس اور اس کی انجیل کے بارے میں کچھ وضاحت ضروری ہے تاکہ کوئی شخص بلاوجہ اور نامعقول اعتراض کر کے آپ کو پریشان نہ کر سکے۔

برنباس قبرص کا باشندہ تھا اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا۔ اس کا نام JOSES تھا۔ لیکن دین عیسوی کی اشاعت اور ترقی کے لیے اس نے سرفروشی کی بازی لگا دی تھی۔ حواری اس کو برنباس کے نام سے پکارا کرتے تھے جس کا معنی ہے ناصح نصیحت کا فرزند۔ برنباس بڑا ہی جاذب قلب و نظر شخصیت کا مالک تھا۔ حضرت مسیح کی صحبت اور معیت کا شرف اسے نصیب ہوا۔ اس نے اس کی برکت سے ملت میں بڑا اہم مقام حاصل کر لیا تھا۔

ابتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اپنے آپ کو یہود سے الگ کوئی امت تصور نہیں کیا کرتے تھے نہ ان کی علیحدہ عبادت گاہیں تھیں لیکن یہودی انہیں ایک ملحد فرقہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی حقیقت، آپ کی فطرت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا تعلق ان کے پہلے ماننے والوں کے نزدیک قطعاً متنازع فیہ نہ تھا۔ سب آپ کو انسان اور اللہ کا برگزیدہ بندہ سمجھتے تھے۔ اس وقت کے عیسائی یہودیوں سے بڑھ کر توحید پرست تھے۔ یہاں تک کہ سینٹ پال نے عیسائی مذہب قبول کیا۔ اس نے عیسائیت میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا جس کے نظریات اور معتقدات کا منبع انجیل یا حضرت مسیح کے اقوال نہ تھے بلکہ اس کی ذاتی سوچ بچار کا نتیجہ تھے۔ پال یہودی تھا طرسوس کا باشندہ تھا۔ کلاسیکی رومی رہنماؤں کے فلسفہ اور مشرکانہ عقائد سے وہ بہت متاثر ہوا۔ عیسائیت کو اس نے اسی مشرکانہ سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جو عوام کو بہت پسند تھا لیکن حضرت عیسیٰ کے حواری اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اپنے مذہب کی ترقی اور اشاعت کے لیے برنباس اور سینٹ پال کچھ عرصہ ایک ساتھ کام کرتے رہے لیکن دونوں میں اختلافات کی خلیج بڑھتی گئی۔ پال نے حلال و حرام کے بارے میں موسوی احکام کو بالائے طاق رکھ دیا نیز ختنہ کی سنت ابراہیمی کو بھی نظر انداز کر دیا۔ برنباس کے لیے اس کے ساتھ مل کر کام کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ دونوں علیحدہ ہو گئے۔ پال کو عوام الناس کی تائید کے علاوہ حکومت کی ہمدردیاں بھی حاصل تھیں۔ اس لیے اس کے پھیلائے ہوئے معتقدات کو لوگوں نے دھڑا دھڑ قبول کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح برنباس اور اس کے ساتھی پس منظر میں چلے گئے۔ یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی تک برنباس کے ہم عقیدہ لوگ کافی تعداد میں موجود تھے جو خدا کو باپ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک الٰہ واحد اور قادر مطلق کی حیثیت سے عبادت کرتے تھے۔ اس وقت انطاکیہ کے بشپ پال کا یہی عقیدہ تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے بلکہ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ انطاکیہ کا دوسرا بشپ جس کا نام LUCIAN تھا اور جو لقمونی از علم میں بڑی شہرت کا مالک تھا وہ بھی تثلیث کے عقیدے کا سخت مخالف تھا۔ اس نے انجیل سے ایسی عبارتیں نکال دیں جن سے تثلیث ثابت ہوتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ فقرے بعد میں بڑھائے گئے۔ اس کو ۳۱۲ء میں شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے شاگرد ARIUS نے توحید کا پرچم بلند کیا۔ اسے کئی بار کلیسا کے غضب کا نشانہ بننا پڑا اور اس کو معزول کیا گیا۔ لیکن اس نے اپنا مشن جاری رکھا۔ کلیسا کی مخالفت کرنا آسان کام نہ تھا لیکن ARIUS نے ان مشرکانہ عقائد کی ڈٹ کر مخالفت کی اور لوگ جوق در جوق اس کے نظریات کو قبول کرتے چلے گئے۔

اس اثنا میں وہ عظیم واقعات رونما ہوئے جنہوں نے یورپ کی تاریخ بدل کر رکھ دی۔ شاہ قسطنطین جس نے یورپ کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تھا اس نے عیسائیت قبول کی۔ پہلے عیسائیت کی اشاعت پر پابندی تھی لیکن عیسائی فرقوں کے باہمی اختلافات نے اسے پریشان کر دیا۔ شاہی محل میں بھی یہ نظریاتی کشمکش زوروں پر تھی۔ خود شہنشاہ کے گھر والے آریوس کے نظریات کے حامل تھے۔ بادشاہ کی بہن ایرئیس کی معتقد تھی۔ بادشاہ کے پیش نظر تو صرف ملک میں امن و امان کا قیام تھا اور اس کی صرف یہ صورت تھی کہ سب کے سب ایک کلیسا کو قبول کر لیں۔ ایرئیس اور بشپ الیگزینڈر کی کشمکش روز بروز شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ بادشاہ کے لیے مداخلت ناگزیر ہو گئی۔ چنانچہ ۳۲۵ء میں نیقیا کے مقام پر ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تاکہ کوئی فیصلہ ہو سکے۔ اس کے اجلاس ہوتے رہے لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ بادشاہ نے امن و امان کی خاطر کلیسا کی حمایت حاصل کرنا ضروری سمجھا۔ اس لیے اس نے ایرئیس کو جلاوطن کر دیا۔ اس طرح توحید کے بجائے تثلیث کا عقیدہ ملک کا سرکاری مذہب بن گیا۔ کلیسا کی منظور شدہ انجیل کے بغیر کوئی انجیل اپنے پاس رکھنا جرم قرار دے دیا گیا۔ دوسری مختلف انجیلوں کے نسخے نذر آتش کر دیے گئے۔ شہنشاہ قسطنطین کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ اس کی کوشش سے ۳۲۷ء میں ایرئیس کو واپس بلایا گیا۔ جب وہ فاتحانہ انداز میں قسطنطنیہ میں داخل ہو رہا تھا اس کی موت واقع ہو گئی۔ بادشاہ نے اسے قتل عمد قرار دیا۔ اس جرم کی پاداش میں سکندریہ کے بشپ کو دو دفعہ جلاوطن کیا گیا اور خود ایرئیس کے ایک معتقد بشپ کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کر لی۔

توحید سرکاری مذہب قرار پایا۔ ۳۴۱ء میں انطاکیہ میں ایک کانفرنس ہوئی اور توحید کو عیسائی مذہب کا بنیادی عقیدہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ ۳۵۱ء میں سینٹ جیروم نے لکھا کہ ایرئیس کا مذہب ملک کے تمام باشندوں نے قبول کر لیا۔ پوپ ہونوریس HONORIUS PHONORIUS جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم عصر تھا وہ بھی توحید کا قائل تھا۔ ۶۳۸ء میں اس نے وفات پائی۔ لیکن ۶۸۰ء میں پھر تثلیث کے حق میں ایک اور قسطنطنیہ میں پھر اجلاس ہوا جس میں پوپ ہونوریس کو ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور اس کے نظریات کو مسترد کر دیا گیا۔ اگرچہ آج عیسائی دنیا تثلیث کو ایک مسلمہ اصول کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہے اس کے باوجود ان میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں لیکن اس کے اظہار سے کتراتے ہیں۔

برناباس کی انجیل ۳۲۵ء تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی۔ ایرینیس IRENAEUS نے جب سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کے خلاف محاذ شروع کیا تو اس نے برناباس کی انجیل سے بکثرت استدلال کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی دوسری صدی عیسوی میں یہ انجیل مستند تسلیم کی جاتی تھی اور اپنے دین کے بنیادی مسائل ثابت کرنے کے لیے اس کی عبارتوں کو بطور حجت پیش کیا جاتا تھا۔ لیکن ۳۲۵ء میں جو کانفرنس نیقیا میں ہوئی اس میں یہ طے پایا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجیلیں موجود ہیں ان سب کو ضائع کر دیا جائے جس کے پاس یہ انجیل ملے اس کی گردن اڑا دی جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۱۵۸۵ء میں پوپ نے انجیل برناباس کا نسخہ حاصل کیا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں اسے محفوظ کر لیا۔ زیتو بادشاہ کی حکمرانی کے چوتھے سال برناباس کی قبر کھودی گئی تھی۔ اس انجیل کا ایک نسخہ جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اس کے سینے پر رکھا ہوا ملا۔ پوپ SIXTUS کا ایک دوست تھا جس کا نام فرا مارینو (FRAMARINO) تھا۔ اسے پوپ کی ذاتی لائبریری میں اس کا یہ نسخہ ملا۔ فرا کو اس سے بڑی دلچسپی تھی کیونکہ اس نے ارینیس کی تحریروں کا مطالعہ کیا تھا جس میں اس نے برناباس کی انجیل کے بکثرت حوالے دیئے تھے۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا یہ نسخہ مختلف لوگوں سے ہوتا ہوا ایمسٹرڈم (AMSTERDAM) کی ایک مشہور و معروف ہستی کے پاس پہنچا۔ یہاں سے یہ پرشیا کے بادشاہ کے مشیر جے۔ ایف۔ کریمر کو ملا۔ اس سے سیوے کے ایک علم دوست شہزادے یوجین (EUGENE) نے ۱۷۱۳ء میں حاصل کیا۔ ۱۷۳۸ء میں شہزادے کی پوری لائبریری کے ساتھ یہ نسخہ بھی وائنا پہنچا۔ اب بھی یہ نسخہ وہاں محفوظ ہے۔

ٹولینڈ (TOLAND) نے اپنی تصنیف "MISCELLANEOUS WORKS" جو اس کی وفات کے بعد ۱۷۴۷ء میں شائع ہوئی کی جلد اول صفحہ ۳۸۰ پر ذکر کیا کہ انجیل برناباس کا گم شدہ نسخہ ابھی تک محفوظ ہے۔ اسی کتاب کے چھٹے حصے میں باب میں لکھا ہے کہ ۴۹۶ء میں ایک حکم کے ذریعے اس انجیل کو ان کتب میں شامل کیا گیا جن کو کلیسا نے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس سے پہلے ۴۶۵ء میں پوپ انوسینٹ (POPE INNOCENT) نے بھی اسی قسم کا حکم جاری کیا تھا۔ نیز ۳۸۲ء میں مغربی کلیسا نے متفقہ طور پر اس پر بندش عائد کی تھی۔

مسٹر اور مسز ریگ (RAGG) نے ۱۹۰۷ء میں ایک اطالوی نسخے سے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو اب ہمارے سامنے ہے۔ آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس نے اسے چھاپا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اسے شائع کیا۔ جب اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر بازار میں آیا تو اس کے سارے نسخے پر اسرار طریقہ پر بازار سے غائب کر دیئے گئے۔ صرف دو نسخے محفوظ رہے۔ ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا واشنگٹن کی کانگرس لائبریری میں۔ یہ پیش نظر انگریزی ترجمہ پاکستان کے ایک ادیب نے ایک دوست کی وساطت سے واشنگٹن کی کانگرس لائبریری سے حاصل کیا ہے۔

برناباس کے حالات اور اس کی انجیل کی تاریخ کو قدرے شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کرام کو معلومات کا پوری طرح علم ہو اور اس الزام کی قلعی کھل جائے جو بعض عیسائی حلقوں کی طرف سے لگایا جاتا ہے کہ اس انجیل کا مصنف کوئی ایسا شخص ہے جو عیسائیت سے مرتد ہو کر مسلمان ہوا اور دجل و تزویر سے ایک کتاب تصنیف کر کے اسے برناباس کی طرف منسوب کر دیا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے کئی سو سال پہلے کلیسا نے اس کتاب کو ممنوعہ کتب میں شامل کر دیا تھا اور اس شخص کو واجب القتل قرار دیا تھا جس کے پاس یہ کتاب پائی جائے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو بشارتیں اس میں بکثرت موجود ہیں، کلیسا کے غیظ و غضب کا وہ سبب نہ تھیں لیکن ان کے علاوہ اس میں کچھ ایسی تعلیمات تھیں جو سینٹ پال کے پیش کردہ عیسائی مذہب کی بیخ کنی کرتی تھیں۔ اس لیے کلیسا کو یہ آخری اقدام کرنا پڑا۔ قدم قدم پر اس میں عقیدہ تثلیث کا ابطال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو زور دار دلائل سے بڑے حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ خود حضرت مسیح کے ارشادات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ اس کے بندے اور رسول تھے۔ کلیسا کے نزدیک یہ باتیں ناقابل برداشت تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس کو اپنی مقدس کتب کی فہرست سے خارج کر دیا۔

www.KitaboSunnat.com

برنا باس نے اپنے رسول کی تعلیمات کو بلا کم و کاست بیان کیا۔ اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں حضرت عیسیٰ نے ایک بار نہیں بلکہ بار بار دی تھیں ان کو بھی بڑی صداقت اور جرأت سے قلمبند کیا ہے۔ ان بے شمار بشارتوں میں سے صرف چند پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان کا مطالعہ کیجیے، اپنے ایمان کو تازہ کیجیے اور ان کی روشنی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

انجیل برنباس کے باب ۴۴ کا یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

"BUT AFTER ME SHALL COME THE SPLENDOUR OF ALL THE PROPHETS AND HOLY ONES, AND SHALL SHED LIGHT UPON THE DARKNESS OF ALL THAT THE PROPHETS HAVE SAID BECAUSE HE IS THE MESSENGER OF GOD."

"لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام رسولوں اور قدسیوں کی تابش ہے۔ وہ آب و تاب ہے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں ان پر روشنی ڈالے گی کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

2. FOR I AM NOT WORTHY TO UNLOOSE THE TIES OF THE HOSEN OR THE LATCHETS OF THE SHOES OF THE MESSENGER OF THE GOD WHOM YE CALL "MESSIAH" WHO WAS MADE BEFORE ME, AND SHALL COME AFTER ME, AND SHALL BRING THE WORDS OF TRUTH, SO THAT HIS FAITH SHALL HAVE NO END.

"یعنی میں جس ہستی کی آمد کا ذکر کر رہا ہوں میں تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں جس کو تم مسیح کہتے ہو جو مجھ سے پہلے بنایا گیا اور تشریف میرے بعد لائے گا وہ سچائی کے کلمات لائے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔" (باب ۴۲)

"I AM INDEED SENT TO THE HOUSE OF ISRAEL AS A PROPHET OF SALVATION, BUT AFTER ME SHALL COME THE MESSIAH SENT OF GOD TO ALL THE WORLD, FOR WHOM GOD HATH MADE THE WORLD AND THEN THROUGH ALL THE WORLD WILL GOD BE WORSHIPPED; AND MERCY RECEIVED."

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تو فقط اسرائیل کے گھرانے کی نجات کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد مسیح تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لیے مبعوث فرمائے گا۔ اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اس کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور ساری دنیا کو اس کی رحمت نصیب ہوگی۔ (باب ۸۲)

آپ پریشان ہیں کہ لوگوں نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا ہے۔ رومی گورنر اور بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ ہم روم کے شہنشاہ سے ایک ایسا فرمان جاری کروائیں گے جس میں سب کو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے روک دیا جائے گا۔ ان کے جواب میں آپ فرماتے ہیں مجھے تمہاری ان باتوں سے اطمینان حاصل نہیں ہوا۔

"BUT MY CONSOLATION IS IN THE COMING OF MESSENGER, WHO SHALL DESTROY EVERY FALSE OPINION OF ME, AND HIS FAITH SHALL SPREAD AND SHALL TAKE HOLD OF THE WHOLE WORLD, FOR SO HATH GOD PROMISED TO ABRAHAM OUR FATHER."

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"بلکہ میرا اطمینان تو اس رسول کی تشریف آوری سے ہوگا جو میرے بارے میں تمام جھوٹے نظریات کی نسبت زائل کردے گا۔ اس کا دین پھیلے گا اور سارے جہان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے اسی طرح کا وعدہ کیا ہے۔"

اس کے بعد پادری نے ایک اور سوال پوچھا کہ کیا اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی آئیں گے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"THERE SHALL NOT COME AFTER HIM TRUE PROPHETS SENT BY GOD, BUT THERE SHALL COME A GREAT DEAL OF FALSE PROPHETS, WHEREAT I SORROW. FOR SATAN SHALL RAISE THEM UP."

"یعنی آپ کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے جنہیں شیطان کھڑا کرے گا۔"

اس پادری نے دوسرا سوال کیا: اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتہ چلے گا؟ اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"THE NAME OF THE MESSIAH IS ADMIRABLE, FOR GOD HIMSELF GAVE HIM THE NAME WHEN HAD CREATED HIS SOUL, AND PLACED IT IN A CELESTIAL SPLENDOUR. GOD SAID, "WAIT MUHAMMAD FOR THY SAKE I WILL TO CREATE PARADISE, THE WORLD, AND A GREAT MULTITUDE OF CREATURES"
.... I SHALL SEND THEE INTO THE WORLD I SHALL SEND THEE AS MY MESSENGER OF SALVATION AND THY WORD SHALL BE TRUE, IN SO MUCH THAT HEAVEN AND EARTH SHALL FAIL, BUT THY FAITH SHALL NEVER FAIL."
"MUHAMMAD IS HIS BLESSED NAME."

"مسیحا کا نام قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا: اے محمد! انتظار کرو، میں نے صرف تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے، ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔"

آپ نے کہا کہ محمد اس کا بابرکت نام ہے۔"

پھر تمام سامعین یوں کہتے ہوئے فریاد کرنے لگے:

"O GOD SEND US THY MESSENGER. O MUHAMMAD, COME QUICKLY FOR THE SALVATION OF THE WORLD."

"اے خدا! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ! دنیا کی نجات کے لیے جلدی تشریف لے آئیے۔" (باب ۹۶)

۵۔ حضرت مسیح اپنے حواریوں کو اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے قتل کی سازش کی جائے گی۔ چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری گرفتار کرائے گا۔ لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھا لے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اس کو میرے بجائے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھتا ہے حالانکہ اسے بلایا جا رہا ہے

إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ يُرِيدُونَ

اسلام کی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ نادان چاہتے ہیں

فرماتے ہیں:

I SHALL ABIDE IN THAT DISHONOUR FOR A LONG TIME IN THE WORLD. BUT WHEN MOHAMMAD SHALL COME, THE SACRED MESSENGER OF GOD, THAT INFAMI SHALL BE TAKEN AWAY. AND THIS SHALL GOD DO, BECAUSE I HAVE CONFESSED THE TRUTH OF THE MESSIAH, WHO SHALL GIVE ME THIS REWARD, THAT I SHALL BE KNOWN TO BE ALIVE AND TO BE A STRANGER TO THAT DEATH OF INFAMI.

طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمد تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہو گی اور اللہ تعالیٰ یوں کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں وہ مجھے یہ انعام دے گا کہ لوگ مجھے زندہ جانتے رہیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں اس رسوا کن موت سے بیزار ہوں اور مجھ کا کوئی واسطہ نہیں۔ (باب ۱۱۲)

آپ نے متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ ذی شان رسول حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوگا۔ اس مقام کی تنگ دامنی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں ان تمام حوالہ جات کو آپ کی خدمت میں پیش کروں، امید ہے اگر بنظر انصاف آپ ان اقتباسات کا مطالعہ کریں گے تو حقیقت کا رخ زیبا بے نقاب ہو جائے گا۔

رہا آخری سوال کہ کوئی شخص جس کا نام غلام احمد ہو وہ اس آیت کا مصداق ہو سکتا ہے اور اسے احمد قرار دیا جا سکتا ہے؟

اس کے بارے میں اتنا ہی سمجھ لیں کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ ہو وہ اپنے نام سے عبد حذف کر کے اگر اللہ نہیں کہلا سکتا تو اسی طرح غلام احمد نامی شخص غلام کا لفظ کاٹ کر اپنے آپ کو احمد کہلانے لگا تو اس سے بڑھ کر قرآن کی کوئی تحریف نہیں ہو سکتی۔

سلہ پس جب وہ رسول جس کا نام نامی احمد ہے۔ حضرت مسیح کی پیشین گوئی کے مطابق تشریف لے آیا اور روشن معجزات سے اپنی صداقت کو آشکارا کر دیا تو ان لوگوں کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی اور معجزات نبوت کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ

کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے ۔ لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ سخت ناپسند

الْكَافِرُونَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

کریں اس کو کافر ۔ ۱۱ وہی تو ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾ يَا أَيُّهَا

تاکہ وہ غالب کر دے اسے سب دینوں پر ۔ ۱۲ خواہ سخت ناپسند کریں اس کو مشرک ۔ اے

۱۱ ـ کفار سر توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کا یہ روشن چراغ بجھ جائے لیکن وہ کان کھول کر سن لیں کہ ان کی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ یہ نور حق اپنے شباب اور کمال کو پہنچ کر رہے گا۔ اس کی تجلیات سے بحر و بر، دشت و جبل چمک اٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ آخری پیغام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر رہے گا۔ کافروں کو بے شک اسلام کی ترقی سخت ناپسند ہے۔ وہ اسلام کو ناکام کرنے کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیں گے لیکن انہیں بجز حسرت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ آیت کسی ایسے موقع پر نازل نہیں ہوئی جب اسلام کے پرچم کے نیچے بیشمار مجاہدین جمع ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی دھاک لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکی تھی۔ مخالفت کی آندھیاں تھم گئی تھیں اور اسلام کی کامیابی کے آثار ہر شخص کو دکھائی دینے لگے تھے بلکہ یہ آیت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی جبکہ مسلمانوں کو بڑی شدید مشکلات کا سامنا تھا۔ میدان جنگ میں ان کا بڑا جانی نقصان ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت مصعبؓ جیسے عظیم المرتبت مجاہد جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ قریب جوار میں بسنے والے چند قبائل کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب باقی نہ رہا تھا۔ ان ناگفتہ بہ اور غیر یقینی حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سب دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حرف بحرف پورا ہوا۔

۱۲ ـ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و کبریائی کا ذکر فرما رہا ہے کہ میں وہ قادر و حکیم ہوں جس نے ساری دنیا کی رہبری کے لیے ایک رسول بھیجا۔ اس کو نور ہدایت کا امین اور حق کا علمبردار بنایا اور اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ اس کے لائے ہوئے دین کو غلبہ عطا فرماؤں۔ چنانچہ عالم میں اس کا ڈنکا بجا۔ اس کے مجاہد میدان کارزار میں باطل کے پرستاروں کو تیر و سناں سے مغلوب کر رہے ہیں۔ اس کے علما دلیل و برہان سے شرک کے علمبرداروں کو شکست دے رہے ہیں اور اسلامی معاشرہ اپنے پاکیزہ تمدن، اپنی نورانی تہذیب، اپنے منصفانہ نظام معیشت اور اخلاق حسنہ کے باعث اسلام کی برتری اور فتح مندی کا پرچم لہرا رہا ہے۔

اسلام چھپ چھپ کر وقت گزارنے کے لیے یا باطل سے مصالحت کر کے زندہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے۔ یہ تیغ حق کے پروانوں کا دین ہے۔ سارا کفر و شرک اپنی قوتوں کو یکجا بھی کر لے تب بھی وہ ان کو پسپا نہیں کر سکتا۔ ان کو پسپا نہیں کر سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اے ایمان والو! کیا میں آگاہ کروں تمہیں ایسی تجارت پر جو بچا لے تمہیں دردناک عذاب

اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

سے ۱۳؎ وہ تجارت یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ

اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم (حقیقت کو) جانتے ہو۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اللہ تعالیٰ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو اور داخل کرے گا تمہیں باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے

۱۳؎ دوسرے لوگ بھی تجارت کرتے ہیں اس میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ بسا اوقات تو سرمایہ تک برباد ہو جاتا ہے۔ اگر نفع ہو تو بھی ہوتا کیا ہے دولت کی فراوانی اور اسباب عیش و آرام مہیا ہو جائیں گے۔ لیکن ایک تجارت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو باخبر کر رہا ہے اور اس میں حصہ لینے کی ترغیب دے رہا ہے اور اس تجارت کی چند خصوصیات ہیں۔ اس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا ذرا احتمال نہیں۔ اس کا نفع عارضی اور وقتی نہیں بلکہ ابدی اور سرمدی ہے۔ اس کے فوائد سے اس کا تاجر صرف قیامت کے روز ہی بہرہ ور نہ ہوگا بلکہ اس دنیا میں بھی اس کا نفع اسے ملے گا اور نفع بھی یہ ہے کہ جس میدان میں قدم رکھے گا تنہا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے ہمراہ ہوگی اور فتح و کامرانی اس کے قدم چومے گی۔ جہاں بھی وہ جائے گا ہر چیز اس کے آگے دست بستہ حاضر ہوگی۔ پہاڑ اس کی ٹھوکر سے اور سمندر اس کی ضرب سے راستہ چھوڑ دیں گے۔ اور وہ تجارت یہ ہے کہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے اموال اور اپنی جانیں اپنے رب کے راستہ میں قربان کر دو۔ بتایا کہ مال کو بچا بچا کر رکھنے میں تمہارا نفع نہیں بلکہ اس کی رضا کے لیے گھر بار لٹا دینا یہ تمہارے لیے سودمند ہے۔ جان کو حفاظت سے رکھنے میں تمہاری سلامتی نہیں۔ تمہاری سلامتی اس میں ہے کہ اس کے نام کو بلند کرنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دو اور اپنا سر قربان کر دو۔ تمہیں حیات جاوید بخش دی جائے گی۔ موت تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گی۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی (علامہ اقبال)

دنیوی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اس کی مہربانی سے فتح و کامرانی بہت بڑی چیز ہے۔ بہر حال آخرت کی سرخروئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾

نہریں اور پاکیزہ مکانوں میں جو سدا بہار باغوں میں ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ

اور ایک اور چیز جو تمہیں بڑی پسند ہے وہ بھی ملے گی یعنی اللہ کی جانب سے نصرت اور فتح جو بالکل قریب ہے اور (اے حبیب!)

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ

مومنوں کو یہ بشارت سنا دیجیے۔ اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ ؎ جس طرح کہا تھا

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ

عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں؟ حواریوں نے

الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ

جواب دیا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں پس ایمان لے آیا ایک گروہ بنی

اس سے بھی اعلیٰ و افضل ہے اس لیے اس کے ذکر کو مقدم کیا۔

؎ اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ نہ اس کا کوئی کام ہماری اعانت کا محتاج ہے۔ جو لوگ دین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہتے ہیں وہ گوناگوں برکات سے اپنی زندگی کو مالا مال کرتے ہیں اور محض اپنا اور اپنی آئندہ نسلوں کا بھلا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ ان کے جذبۂ اخلاص کی قدر فرماتے ہوئے انہیں انصار اللہ کے معزز لقب سے یاد فرماتا ہے۔ یہ اس کی کمال بے پایاں شانِ بندہ پروری اور ذرہ نوازی ہے۔

حَوَارِيُّوْنَ، جمع ہے اس کا واحد حواری ہے جو حَوَر سے مشتق ہے۔ حور سفیدی کو کہتے ہیں۔ دھوبی کو عربی میں حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ میلے کپڑوں کو پاک اور اجلا کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اتباع سب گروہ دھوبی تھے اس لیے انہیں حواریین کہا گیا۔ بعد میں ہر مخلص دوست اور باوفا ساتھی کو حواری کہا جانے لگا۔

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ التحویر: التبییض۔ وللحواریون: القصارون لتبییضهم لانهم کانوا قصارین ثم غلب حتی صار کل ناصر وکل حمیم حواریا (لسان العرب)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى

اسرائیل سے اور کفر کیا دوسرے گروہ نے۔ پھر ہم نے مدد کی جو ایمان لائے دشمنوں کے

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع ۱۰

مقابلہ میں بالآخر وہی غالب رہے ف۱۵

ف۱۵ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو من انصاری الی اللہ کہہ کر دعوت حق دی تو سلیم الطبع لوگ لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے اور مشرف بایمان ہوئے لیکن بنی اسرائیل کے بہت سے مردم اور ضدی آپ پر تہمت تراشنے اور کفر پر اڑے رہے تو اپنی سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ایمان دار گروہ کی امداد فرمائی اور ان کو غلبہ اور کامیابی سے سرفراز فرمایا۔

◎

اللّٰھم اجعلنا من انصار نبیک المصطفیٰ ورسولک المجتبیٰ علیہ و
علی آلہ افضل الصلوٰۃ واجمل الثناء. وایدنا علی جمیع اعداء دینک
لیصبح بتائیدک ونصرتک ظاهرا علی الادیان کلھا انک علی کل شیء قدیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الجُمُعَۃ

نام : اس سورۃ کی آیت نمبر ۹ میں "الجمعۃ" کا کلمہ ہے۔ اسی کو اس سورۃ کا نام تجویز فرمایا گیا۔ اس میں دو رکوع، گیارہ آیتیں، ایک سو اسی کلمے اور سات سو بیس حروف ہیں۔

زمانہ نزول : حضرات ابن عباس، ابن زبیر، حسن، مجاہد، عکرمہ اور قتادہ بلکہ جمہور امت کے نزدیک اس کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں اس روز بارگاہ نبوت میں حاضر تھا جس روز سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور سب کو علم ہے کہ حضرت ابوہریرہ صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوہ خیبر سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور غزوہ خیبر ۷ھ میں ہوا ابن ہشام کے نزدیک محرم کا مہینہ تھا اور ابن سعد کے نزدیک جمادی الاولیٰ کا۔

نیز اس کے مضامین بھی اس کے مدنی ہونے کی تائید کرتے ہیں۔ اس میں یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے نیز جمعہ ادا کرنے کا تاکیدی حکم بھی ہے اور ان دونوں کا تعلق مدنی عہد سے ہے۔

مضامین : اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی صفات حمیدہ کے بیان سے اس سورۃ کا آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان رفیع کے ذکر کے بعد اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والصلاۃ کے محامد و کمالات بیان فرمائے ہیں۔ انہیں کا ذکر کر کے یہود کے اس زعم باطل کی تردید فرما دی جو یہ خیال کیے ہوئے تھے کہ نبوت فقط اسرائیل کے خانوادہ کی جاگیر ہے کوئی غیر اسرائیلی نبی نہیں بن سکتا۔ بتا دیا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ قادر و مختار ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے سرفراز فرما دے۔ نہ کوئی اس کو ایسا کرنے سے منع کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کی اس عطا پر معترض ہونے کا اختیار ہے اس نے اپنی مہربانی سے امیین میں ایسا جلیل القدر، رفیع الشان رسول مبعوث فرمایا جس کی خیرات و برکات کا بیان ذکر خیر ہو رہا ہے۔ جو آیات ربانی پڑھ کر سناتا ہے یہ وہ مینارہ ہے جس سے تا ابد رشد و ہدایت کی شعاعیں نکلتی رہیں گی۔ اس کا فیضان تو اس کے زمانے تک محدود نہیں بلکہ فیضان کا یہ چشمہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جو خوش نصیب اس کی بارگاہ میں دامن طلب پھیلائے گا، بامراد واپس آئے گا۔

مشرکین عرب کے علاوہ یہودی بھی اسلام کی عداوت میں پیش پیش تھے۔ وہ ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں مصروف رہتے کہ اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کی چٹانیں کھڑی کر دیں۔ بلکہ ان کا بس چلے تو باعث ایجاد عالم محبوب رب العالمین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع حیات کو ہی گل کردیں۔ ان کے بارے میں بتا دیا کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ موسیٰ کلیم اللہ کی امت ہیں۔ ان کے پاس تورات جیسا آسمانی صحیفہ موجود ہے لیکن صد حیف انہیں اس سے استفادہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی۔ وہ اس کی آیتیں بیچ کر متاع دنیا جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر قیمتی علمی کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو لیکن اسے یہ خبر نہ ہو کہ اس میں علم و حکمت کے کتنے قیمتی موتی موجود ہیں۔

ایک اور غلط فہمی بھی ان کی بدنصیبی کا باعث تھی۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کا لاڈلا خیال کرتے تھے۔ کسی غیر اسرائیلی کا اتباع ان کے نزدیک ان کی توہین اور ہتک کا باعث تھا۔ بتا دیا کہ تمہارا یہ گمان سراسر غلط ہے۔ دل کی گہرائیوں میں تم بھی اسے غلط سمجھتے ہو ورنہ تم موت سے نہ ڈرتے۔ تمہارے خیال کے مطابق تو چاہیے تھا کہ تم موت کے خواہاں ہوتے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے لاڈلوں کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا۔ تمہاری بزدلی کا تو یہ عالم ہے کہ خیبر جیسے مستحکم قلعے اور جنگی ہتھیاروں کے انبار بھی تمہیں مردِ میدان بننے کی جرأت نہ بخش سکے۔

دوسرے رکوع کے مدنی ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں لیکن بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ اس کا نزول ہجرت کے فوراً بعد ہوا جب کہ مسلمانوں کو اجتماعی عبادتوں کی تربیت دینے کی ضرورت تھی۔ یہاں مسلمانوں کو نمازِ جمعہ کے آداب سکھائے جا رہے ہیں اور تاکید کی جا رہی ہے کہ جب اللہ کا حبیب خطبہ ارشاد فرما رہا ہو تو کسی دنیوی مقصد کے حصول کی خاطر وہاں سے اٹھ کر چلے نہ جایا کرو۔ البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسب معاش کے لیے اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ اور ہر حالت میں کثرت سے اپنے اللہ کریم کا ذکر کیا کرو۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الجمعہ مدنی ہے اور اس کی ۱۱ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے جو بادشاہ ہے، نہایت مقدس ہے،

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

زبردست ہے حکمت والا ہے۔۱ وہی (اللہ) ہے جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول انہیں میں سے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَ

جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت۔

۱۔ اس سے پہلی سورت میں تسبیح ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے یہاں یسبح مضارع کا صیغہ ذکر ہوا جو حال و مستقبل دونوں زمانوں پر دلالت کرتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ اس کی تسبیح زمانی حدود کی پابند نہیں۔ ازل سے کائنات کی ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے اور ابد تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اپنی استعداد، اپنی مخصوص زندگی اور شعور کے مطابق اسی کی تسبیح بیان کرنے میں مشغول ہے۔

اس کے بعد چند اسمائے صفات ذکر کر دیئے گئے تاکہ اس ہمہ گیر تسبیح کی وجہ بتا دی جائے۔ وہ کائنات کا حقیقی بادشاہ اور فرمانروا ہے جہاں بہت وسیع و عریض ہے سارا اسی کی سلطانی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ وہ قدوس ہے۔ ہر نقص سے پاک، بالکل پاک۔ نہ وہاں عجز کا شائبہ ہے نہ وہاں ظلم و تعدی کا احتمال ہے۔ وہ عزیز ہے اس کا فیصلہ اٹل ہے کسی کی مجال نہیں کہ اسے ٹال سکے یا مسترد کر سکے۔ وہ ان جملہ صفات کمال سے متصف ہونے کے باوجود حکیم ہے اس کے سارے کام مبنی بر حکمت، مبنی بر صواب ہیں۔

اس آیت کے بعد محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس لیے پہلے صفات جمال و جلال کو پہلے بیان کر دیا تاکہ کوئی کم فہم اس رسول کی شان رحمۃ للعالمینی کی وسعتوں کا انکار نہ کر سکے کیونکہ اس کو بھیجنے والا وہ شاہ عزیز و غالب ہے جس کی صفات کا یہ عالم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا

اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۳ اور دوسرے لوگوں کو بھی ان میں سے (تزکیہ، کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) جو

۳۔ اسی خداوند عالم نے جو ان صفات جمیلہ وجلیلہ سے متصف ہے ان اُمیوں میں سے ایک گرامی منزلت رسول مبعوث فرمایا۔ رسولاً منہم کی تشریح کرتے ہوئے علمائے تفسیر نے لکھا ہے۔ ای من جملتہم امیا مثلہم (مظہری، روح المعانی وغیرہ) یعنی حضور انہی میں سے تھے اور ان کی طرح اُمی تھے۔

لفظ اُمی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: والامی الذی لا یکتب قال الزجاج الامی الذی علی خلقۃ الامۃ لم یتعلم الکتاب فهو علی جبلته وقیل للعرب الامیون لان الکتابۃ کانت فیهم عزیزۃ او عدیمۃ۔ یعنی اُمی وہ ہے جو لکھ نہ سکے۔ زجاج کہتے ہیں کہ اُمی اس کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائش کے وقت کی حالت پر ہو۔ جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اہل عرب کو بھی اُمیین کہا جاتا کیونکہ ان میں لکھنا نادر بلکہ معدوم تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینہ کو علوم و معارف سے لبریز کرنا چاہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں۔ وفی ذلک اشارۃ الی عظیم قدرته عز وجل وان افاضۃ العلوم لا تتوقف علی الاسباب العادیۃ۔ اسی کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں: اُمی ولی بھی ہو سکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی روح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جاتی ہے تو اس کے دل پر انوار الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور اسی القا سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کا ادراک کر سکتا ہے۔ ومن انقطع الی اللہ عز وجل ونظفت روحه افیض علی القلب من انوار الالهیۃ تجلیات یهاب بها تلک العلوم الربانیۃ والمعارف اللدنیۃ۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ لم یحتج الیه من کان القلم الاعلی یخدمه واللوح المحفوظ مصحفه ومنظره۔ وعدم کتابته مع علمه بها معجزۃ باهرۃ علیه السلام۔

یعنی قلم اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوح محفوظ جس کی نگاہوں کے سامنے ہو اس کو نوشت و خواند کی کیا ضرورت۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روشن معجزہ ہے۔ کسی عارف نے کہا ہے۔

فیض ام الکتاب پروردش — لقب اُمی از آن خدا کردش
اے بہ تعلیم ناگرفتہ قلم — ہمہ ز اسرار لوح دادہ رقم
بر خط اوست انس و جاں را سر — گر نخواندہ ست خط ازاں چہ ضرر

ترجمہ: ام الکتاب (قرآن شریف) کے فیض نے کیونکہ آپ کی پرورش کی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب اُمی رکھا ہے۔ اگرچہ آپ نے علم سیکھنے کی تختی اپنی بغل میں نہیں رکھی لیکن لوح محفوظ کے تمام رازوں سے خبردار ہے۔ انس و جن نے حضور کے خط پر اپنے سر رکھ دیے ہیں۔ اگر ظاہری خط نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امی مبعوث کرنے میں یہی حکمت ہے کہ کوئی شخص حضور پر یہ الزام نہ لگا سکے کہ یہ حکیمانہ کلمات اور پاکیزہ تعلیمات آپ نے سیکھی ہیں یہ دوسرے حکماء کی کتابوں کے طویل اور عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے۔
جب اہل نظر یہ دیکھیں گے کہ اس ہستی نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا، کبھی نہ کچھ لکھا اور نہ کچھ پڑھا پھر یہ حکیمانہ کلام آپ سناتے ہیں یہ آپ کا کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے۔

حضور کی رسالت کے فرائض کو اس آیت میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ کا پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طیبات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تاکہ وہ دلوں میں اتر جائیں۔ صرف ان آیات کی تلاوت پر ہی بس نہ کریں بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں۔ اس کی مشکل ابحاث کے اسرار و معارف سے آگاہ کریں۔ صرف تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت سے ہی فریضہ رسالت ادا نہیں ہو جاتا بلکہ اپنی نگاہ و صحبت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کر دیں۔ رسالت محمدیہ علی صاحبہا اجمل الصلوٰۃ واطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پر نظر ڈالتا ہے جو حضور کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کن گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور کے فیض نظر سے ریگزار عرب کے حقیر ذرے آفتاب و مہتاب بن کر چمکنے لگے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

نسخہ بود کہ با او اثر حکمت او — واقف از رمز نہاں ملت تقدیر سلیم

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یتلوا علیھم سے اس استفاضہ کی طرف اشارہ کیا گیا جو زبان مبارک سے صحابہ کو نصیب ہوا اور ویزکیھم سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمایا جو صحبت کی برکت اور ہمراہی سے انہیں میسر آیا تھا۔ اولیائے کرام اپنے مریدوں پر اسی سنت نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں جس سے ان کے دل اور ان کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں۔
علامہ مذکور فیضان شیخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ومع ھذا لا ننکر برکۃ کل من الامرین التوجہ والرابطۃ وقد شاھدت ذلک من فضل اللہ عزوجل۔ مرشد کامل کی توجہ اور تعلق خاطر کی برکت کا میں انکار نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ (روح المعانی)

بعض یہود نے اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف امیین یعنی اہل عرب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے لیکن یہ استدلال سراسر باطل ہے۔ اگر قرآن کریم میں الی الامیین ہوتا تو ان کے قول میں کچھ وزن ہوتا یہاں تو فی الامیین کے الفاظ ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ حضور کی بعثت امیین میں ہوئی۔ لیکن آپ کی بعثت ان امیین تک محدود نہ تھی جس طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر تصریح کر دی گئی ہے۔ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔
علامہ آلوسی لکھتے ہیں المذکور فی الآیۃ قومہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجنس الذین بعث فیھم ولعل المبعوث الیھم لم یتعرض لھم فیھا نفیا ولا اثباتا وقد تعرض لاثباتہ فی آیات اخر۔ (روح المعانی)
نیز اس آیت کے متصل جو آیت ہے اس نے اس ضعیف احتمال کی بیخ کنی کر دی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ

ابھی ان سے آکر نہیں ملے ؁ اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے ؁ یہ اللہ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے

مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٤﴾ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا

جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے ؁ ان کی مثال جنہیں تورات کا

التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ

حامل بنایا گیا تھا پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا اس گدھے کی سی ہے جس نے بھاری کتابیں اٹھا رکھی ہوں ؁ (اس سے بھی زیادہ بری)

؁ پہلے ذرا اس کے اعراب ملاحظہ فرما لیجیے۔ اگر اس کا عطف علیہ امیین بنایا جائے تو اس صورت میں یہ فی کا مجرور ہوگا اور اگر اس کا عطف علیہم کی ضمیر منصوب پر ہو تو اس صورت میں منصوب ہوگا۔ یعلمھم ویعلم الآخرین الکتاب والحکمۃ یعنی حضور ان دوسروں کو بھی کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے دلوں کو پاک کرتے ہیں یعنی قیامت تک حضور کے دین و ہدایت کو قبول کریں گے وہ بھی فیض نبوت سے بہرہ یاب ہوتے رہیں گے۔ عوام بالواسطہ اور خواص بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اشارۃ الی عدم انقطاع فیضہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن امتہ الی یوم القیامۃ وقد قالوا بعدم انقطاع فیض الولی ایضا بعد انتقالہ من دار الکثافۃ والفناء الی دار التجرد والبقاء۔ یعنی اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض اپنی امت سے تا قیامت منقطع نہیں ہوگا اور صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ ولی کا فیض بھی دار فنا سے دار بقا کی طرف انتقال کرنے کے بعد منقطع نہیں ہوتا۔

؁ آخر میں پھر بتا دیا کہ جس رب کریم نے اپنے حبیب مصطفیٰ کو قیامت تک آنے والوں کے لیے منبع فیض اور مصدر رشد و ہدایت بنایا ہے جس نے اپنے محبوب کے سر پر رحمت کا تاج سجا دیا ہے، کائنات اس کے زیر سایہ ہے۔ وہ العزیز اور الحکیم ہے۔ ہے کوئی جو اس العزیز کے سامنے دم مار سکے، ہے کوئی جو اس الحکیم کے فیصلہ میں عیب نکال سکے۔

؁ اس مقام پر اس آیت کا نازل ہونا اپنے اندر معانی و اسرار کا ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے۔ کہ وہ رب جو صاحب فضل عظیم ہے وہ دوسروں کے جود و کرم اور فضل و عطا کی بیکرانیوں کا اندازہ بھی وہی خوش نصیب لگا سکتے ہیں جنہیں مقام محمدی کا عرفان بخشا گیا ہے۔ اللھم صل علی حبیبک ومحبوبک حامل لواء الحمد صاحب المقام المحمود وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اللھم ارزقنا محبتہ و اتباعہ واحشرنا فی زمرتہ یا ارحم الراحمین یا ذا الجلال والاکرام۔

؁ اس آیت میں ان یہودیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں تورات جیسی عظیم کتاب کا حامل بنایا گیا تھا۔ وہ ان کثیر التعداد پیشگوئیوں سے آگاہ تھے جن میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ذکر تھا اور حضور پر ایمان لانے کی بار بار تاکید کی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ حضور پر ایمان لانے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ انہیں اصرار تھا کہ وہ کسی ایسے نبی کو ماننے کے لیے تیار نہیں جو اسرائیلی نہ ہو خواہ وہ خدا کا فرستادہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کی

الظَّالِمِينَ ﴿٥﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ

رہنمائی نہیں کرتا۔ آپ فرمائیے اے یہودیو! اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ صرف تم ہی اللہ کے دوست

لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦﴾

ہو اور لوگ (دوست) نہیں ہیں تو ذرا مرنے کی آرزو تو کرو اگر تم سچے ہو

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اور وہ کبھی بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو وہ اپنے ہاتھوں سے آگے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب

بِالظَّالِمِينَ ﴿٧﴾ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ

جانتا ہے ظالموں کو۔ آپ فرمائیے یقیناً وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی

فرمایا یہ لوگ گدھے کی مانند ہیں جس پر بڑی بڑی کتابیں لادی ہوں لیکن وہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر رہا ہو۔ حملوا التوراۃ ای کلفوا العمل بما فیہا عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تورات پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ قال البستانی ومعنی من الحمالۃ ای الکفالۃ۔ جو یہاں کہتے ہیں حملوا الحمالۃ عنہ جس کا معنی کفالت یعنی ذمہ داری ہے۔ یعنی ان پر عمل کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی۔ ثم لم یحملوھا ای لم یعملوا بھا یعنی انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اسفار: اس کا واحد سفر ہے۔ وھو الکتاب الکبیر یعنی ضخیم کتاب کو سفر کہتے ہیں۔

شہ یعنی جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی وہ گدھوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ گدھے تو علم اور سمجھ سے بے بہرہ ہیں اور یہ لوگ علم و فہم رکھتے ہوئے بھی آیات ربانی کو جھٹلا رہے ہیں۔ وھو انھم کذبوا علی اللہ تعالیٰ کان فی غایۃ الشر والفساد۔ (رازی)

شہ یہودیوں نے طرح طرح کے دعوے کیا کرتے تھے کہ نحن ابناء اللہ واحباؤہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے لاڈلے ہیں نیز کہتے لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا یعنی جنت میں صرف وہی داخل ہو سکے گا جو یہودی ہے۔ اس آیت میں ان کی قلعی کھولی جا رہی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ والذی نفس محمد بیدہ لو تمنوا الموت ما بقی علی ظہرھا یہودی الا مات۔ اس ذات کی قسم

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ

پھر لوٹایا جائے گا تمہیں اس کی طرف جو جاننے والا ہے چھپے اور ظاہر کو پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان (اعمال) سے جو تم

تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ

کیا کرتے تھے ۹ اے ایمان والو! جب (تمہیں) بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

کے دن تو دوڑ کر جاؤ اللہ کے ذکر کی طرف ۱۰ اور (فوراً) چھوڑ دو خرید و فروخت ۱۱ یہ تمہارے لیے بہتر ہے

جس کی قدرت میں میری جان ہے اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔

اس آیت میں حضور کا معجزہ بیان ہے۔ خبر دے دی کہ وہ موت کی تمنا کبھی نہ کریں گے اور واقعی وہ مرنے کی تمنا نہیں کر سکے۔

۹ ان کا مرنا موت کی تمنا پر موقوف نہیں۔ وہ ہزار اس سے بھاگیں، وہ لاکھ اس سے بچنے کی کوشش کریں انہیں ضرور لامحالہ ایک روز موت کا پیالہ پینا ہی پڑے گا۔

۱۰ اس رکوع میں نماز جمعہ کے احکام اور آداب کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یہاں مخاطب صرف فرزندان اسلام ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم نماز جمعہ کی اذان سنو تو جلدی سے اللہ کے ذکر کی طرف پہنچنے کی کوشش کرو اور اسی وقت خرید و فروخت بند کر دو۔ نودی سے مراد جمعہ کی اذان ہے اور احناف کے نزدیک پہلی اذان ہے جو خطبہ سے کچھ دیر پہلے دی جاتی ہے۔ اسعوا کا معنی دوڑنا یا بھاگنا نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھاگ کر نماز میں شرکت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ثوب بالصلوۃ فلا تأتوها وانتم تسعون ولکن ائتوها وعلیکم السکینۃ والوقار فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔ یعنی سرور دو عالم نے ارشاد فرمایا نماز کی اقامت سنو تو بھاگ کر نہ آؤ بلکہ بڑے سکون اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف آؤ۔ جو رکعتیں مل جائیں وہ امام کے ساتھ پڑھو اور جو فوت ہو جائیں انہیں سلام کے بعد پورا کرو۔

اس لیے علماء نے سعی کا معنی یہ کیا ہے اخلاص النیۃ والعمل یعنی ارادہ کرو اور وہاں جانے کی تیاری شروع کر دو۔

۱۱ صرف خرید و فروخت کو ختم کرنے یا بند کرنے کا حکم نہیں بلکہ تمام وہ مشاغل جو جمعہ کی حاضری میں رکاوٹ بن سکیں تمام کو ترک کرنا ضروری ہے اور خرید و فروخت کا خصوصی ذکر اس لیے ہوا کہ جمعہ کے روز لوگ باہر سے قصبات اور دیہات سے بیچنے کے لیے اپنا سامان بھی لاتے اور شہر سے اپنی ضروریات خرید کر بھی لے جاتے۔ مضافاتی بستیوں کے لوگوں کے آنے کی وجہ سے جمعہ کے دن بڑی چہل پہل ہو جاتی اور خرید و فروخت کا بازار خوب گرم ہو جاتا۔ اس لیے خصوصیت سے وذروا البیع کا حکم فرمایا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي

اگر تم حقیقت کو جانتے ہو ۱۲ پھر جب پوری ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ

۱۲ یعنی خرید و فروخت اور محنت مشقت کو پس پشت ڈال کر نماز کی تیاری سے نماز جمعہ میں حاضری تمہارے لیے تمام چیزوں سے زیادہ سودمند اور نفع بخش ہے۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ، اس کی ابتدا اور جمعہ کے بارے میں چند ضروری مسائل بالاختصار ذکر کر دیے جاتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور کے جد امجد کعب ابن لؤی اس روز قریش کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا کرتے تھے اور انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سنایا کرتے اور انہیں تاکید کرتے کہ حضور پر ایمان لائیں اور حضور کی نصرت میں غفلت سے کام نہ لیں۔ ان کا ایک شعر بڑا مشہور ہے۔

یا لیتنی شاہد فحواء دعوتہ اذا قریش تبغی الحق خذلانا

کاش میں حضور کی دعوت کے وقت حاضر ہوں جب قریش حق کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ حضرت کعب نے ہی اس دن کا نام یوم الجمعہ رکھا لیکن اس نام کو شہرت نہ ہوئی۔ اہل عرب اسے یوم العروبہ ہی کہتے رہے۔ کعب ابن لؤی اور حضور کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا فاصلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تشریف آوری سے پہلے حضرت مصعب ابن عمیر کو تبلیغ کے لیے یثرب روانہ کیا تھا۔ ان کی مساعی جمیلہ سے یثرب کے کافی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہفتہ میں یہودی ایک دن (یوم سبت) مل کر عبادت کرتے ہیں، اسی طرح نصاریٰ (اتوار) کو اجتماع کرتے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہفتہ میں کوئی دن مقرر کریں۔ اس روز سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ انہوں نے اپنے اس اجتماع کے لیے عروبہ کا دن منتخب کیا۔ چنانچہ اس روز یثرب کے سارے مسلمان اکٹھے ہوئے اور حضرت اسعد ابن زرارہ نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو ادا کیا گیا۔ حضرت کعب ابن مالک جب جمعہ کی اذان سنتے تو دعا مانگتے کہ اے اللہ سب سے پہلے ... پر رحمتیں نازل فرما۔ چونکہ ان مسلمانوں کی ایمانی بصیرت نے دو چیزوں کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ ایک یہ کہ انہیں ہفتہ میں ایک روز عبادت، ذکر اور شکر کے لیے مخصوص کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ وہ دن ہفتہ اور اتوار نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کے علاوہ کوئی اور روز مقرر کرنا چاہیے تاکہ ہماری ملی انفرادیت برقرار اور نمایاں ہو۔ یہ فیصلہ انہوں نے خود اپنے اجتہاد سے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اجتہاد پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور اسی وقت سے اس دن کا نام عروبہ سے یوم الجمعہ ہو گیا اور اسی نام کو عالمگیر شہرت اور قبولیت حاصل ہو گئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لائے تو چند روز یثرب کی نواحی بستی قبا میں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ سوموار، منگل، بدھ، جمعرات آپ یہیں مقیم رہے اور جمعہ کے روز یہاں سے یثرب کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اسے مدینہ طیبہ بننے کا شرف عطا فرمائیں۔ بنی سالم بن عوف کی وادی میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہیں توقف فرمایا، خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ یہ پہلا جمعہ ہے جو حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا کیا۔

چند مسائل

جمعہ فرض عین ہے۔ اس کی فرضیت کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت جمعہ کی فرضیت کی محکم دلیل ہے۔ ارشاد ہے کہ جب نماز جمعہ کی اذان سنو تو سب کاروبار فوراً چھوڑ دو اور تیزی سے اس کو ادا کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

سعی کا حکم اور خرید و فروخت چھوڑ دینے کا امر اس کی فرضیت پر واضح دلالت کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بکثرت احادیث موجود ہیں جن سے اس کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے۔ عن ابن عمر وابی ہریرۃ قالا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی اعواد منبرہ لینتہین اقوام عن ودعہم الجمعات او لیختمن اللہ علی قلوبہم ثم لیکونن من الغافلین۔ رواہ مسلم

حضرت ابن عمر اور حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر بیٹھے ہوئے یہ فرماتے سنا جو لوگ جمعہ ترک کرتے ہیں وہ اس سے ضرور باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافل ہو جائیں گے۔

عن ابی الجعد الضمری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک ثلاث جمع تہاونا بہا طبع اللہ علی قلبہ۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز جمعہ کو معمولی سمجھتے ہوئے تین جمعے ترک کیے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فعلیہ الجمعۃ الا مریض او مسافر او امرأۃ او صبی او مملوک فمن استغنی بلہو او تجارۃ استغنی اللہ عنہ۔ واللہ غنی حمید۔ (الدارقطنی)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ فرض ہے بجز مریض، مسافر، عورت، نابالغ اور غلام کے۔ جو شخص کسی لہو ولعب یا تجارت کے باعث اس سے بے پرواہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بے پرواہی کرے گا اور اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں۔

علامہ پانی پتی یہ احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فاجمع العلماء انہ فرض علی الاعیان وغلط من قال انہا فرض کفایۃ (مظہری)

یعنی تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر جمعہ فرض ہے اور جس نے اس کو فرض کفایہ کہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

<u>مسئلہ</u>: جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ہے یہ اگر ادا کریں گے تو ہو جائے گا۔ نابینا شخص جس کو کوئی مسجد تک لے جانے والا کوئی نہ ہو اس کا شمار بھی بیماروں میں ہے۔ اس پر جمعہ فرض نہیں۔

<u>مسئلہ</u>: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ صحرا میں جمعہ جائز نہیں اور جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ اس کے بعد اب یہ علماء کا اختلاف ہے کہ جمعہ کس مقام پر فرض ہے اور جمعہ کی جماعت میں کتنے لوگوں کی شرکت ضروری ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا قول یہ ہے کہ ایسا قریہ جہاں چالیس آزاد عاقل بالغ مرد مستقل طور پر اقامت گزیں ہوں وہاں جمعہ کی اقامت واجب ہے

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے نزدیک جماعت میں ایسے بڑے چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ قریہ جس میں مکانات متصل ہوں جہاں مسجد بھی ہو اور بازار بھی، وہاں جمعہ واجب ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر جامع کے بغیر جمعہ صحیح نہیں اور مصر جامع کی یہ تعریف کی گئی ہے: المصر هو کل بلدة فیها سکک واسواق ولها رساتیق ووال ینصف المظلوم من الظالم وعالم یرجع الیه فی الحوادث وقیل ما لا یسع اکبر مساجده اهله۔ مصر یعنی مصر اس شہر کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں بازار ہوں، اس کے ساتھ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہوں، وہاں ایک حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کی دادرسی کر سکے یا وہاں ایسا عالم ہو جو ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ بعضوں نے مصر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہاں کی ساری آبادی وہاں کی مسجد میں نہ سما سکے۔

مسئلہ: مصر کے کسی حصہ میں جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے اور وہ کھلا میدان جہاں شہر سے ملحق ہو وہاں بھی جمعہ جائز ہے۔ امام صاحب اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صرف مسجد نبوی میں جمعہ ادا ہوتا تھا اور گرد جو آبادیاں تھیں وہاں کے لوگ مدینہ آکر پڑھتے تھے۔ اگر دیہات میں جمعہ جائز ہوتا تو اہل قبا وہیں جمعہ ادا کرتے۔ مسجد نبوی کے علاوہ سب سے پہلے جہاں جمعہ قائم کیا گیا اس کے متعلق امام بخاری لکھتے ہیں: بجواثی قریة بالبحرین کہ پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا جو بحرین میں ایک قریہ ہے۔ اس سے ہر گاؤں میں جمعہ کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قریہ کا استعمال مصر پر بھی ہوتا رہتا ہے۔ لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔ یہاں مکہ اور طائف کو قریہ کہا گیا ہے حالانکہ طائف کے مصر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز جواثی کوئی ایسی بستی نہ تھی جس پر مصر کی تعریف نہ صادق آتی ہو۔ علامہ جوہری نے الصحاح میں لکھا ہے: ان جواثی حصن بالبحرین کہ بحرین میں ایک قلعہ ہے جس کا نام جواثی ہے۔ اور جہاں قلعہ ہوتا ہے وہاں حاکم بھی ہوتا ہے اور عالم بھی۔ وفی المبسوط انها مدینة بالبحرین۔

امام ابویوسف، امام محمد، اوزاعی کے نزدیک امام سمیت تین آدمیوں کا جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔ امام صاحب کے نزدیک امام سمیت چار آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ: امام صاحب کے نزدیک والی کا ہونا یا اس کا اذن جمعہ کی صحت کے لیے شرط ہے اور امام مالک، شافعی اور امام احمد کے نزدیک شرط نہیں۔

مسئلہ: امام صاحب کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے اذن عام شرط ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی گاؤں میں مقیم ہے کیا اس پر واجب ہے کہ وہ شہر میں جا کر جمعہ ادا کرے؟ امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک اس پر شہر میں آکر جمعہ ادا کرنا واجب نہیں۔ البتہ امام ابو یوسف، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس گاؤں تک شہر کے مؤذن کی آواز پہنچتی ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے ورنہ نہیں۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

مسئلہ: امام شمس الائمہ سرخسی کہتے ہیں کہ حضرت امام صاحب کے مذہب کے مطابق ایک شہر میں متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے۔ ابن ہمام کہتے ہیں وبہ ناخذ ہمارا اسی پر عمل ہے، لیکن یہ خیال رہے کہ بلا ضرورت ہر جگہ جمعہ کی نماز کا رکھنا اس حکمت کے منافی ہے جس کے لیے جمعہ جاری کیا گیا تھا۔ قال السرخسی الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ولعدد فی مسجدین او اکثر وقال ابن ھمام وبه ناخذ۔

مسئلہ: علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ اگر لوگوں پر جمعہ کی شرائط کا پایا جانا مشتبہ ہو جائے تو انہیں چاہیے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت ظہر پڑھیں اور اس کی نیت یوں کریں۔ آخری ظہر جس کا وقت میں نے پایا ہے اور اس کو ادا نہیں کیا اس کو ادا کر رہا ہوں۔ اگر وہاں جمعہ کی شرائط فی الواقع پائی جاتی ہوں گی تو یہ نفل ہو جائے گی اور اگر کوئی شرط مفقود ہوگی تو یہ ظہر کے قائم مقام ہو جائے گی۔ قال ابن ھمام اذا اشتبه علی الناس وجود شرائط الجمعة ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعة ینوی بھا آخر فرض ظہر ادرکت وقته ولم اؤدہ بعد۔

مسئلہ: انعقاد جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا۔ خطبہ میں پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ حمد باری تعالیٰ، درود و سلام، تقویٰ کی وصیت، قرات قرآن اور اہل ایمان کے لیے دعا۔

خطبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا ذکر سب ذکر الٰہی میں داخل ہیں لیکن اس دور کے ظالم بادشاہوں یا امراء کا ذکر ان کے القاب اور ان کی مدح کا اللہ کے ذکر سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اما ذکر الظلمة بالقابھم والثناء علیھم والمدح لھم فھو بعید من ذکر اللہ بل اصل معاذ اللہ۔

مسئلہ: اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کوئی آدمی شریک ہو جائے گا تو وہ اٹھ کر دو رکعت ہی پڑھے گا۔ امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز جمعہ ادا ہو جائے گی۔ بعض ائمہ فقہ کے نزدیک اگر تو جمعہ کی ایک رکعت امام کے ساتھ پالے گا تو اس کی نماز جمعہ ہوگی ورنہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ظہر کی چار رکعتیں ادا کرے گا۔

چند چیزیں نماز جمعہ کے لیے مسنون ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ جمعہ کے روز غسل کرے۔ حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء احدکم الی الجمعة فلیغتسل۔ (متفق علیہ) جب کوئی شخص نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے آئے تو غسل کرے۔ سنت ہے اچھے کپڑے پہننا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا مسنون ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اغتسل یوم الجمعة واستاک ومس من طیب ان کان عندہ ولبس من احسن ثیابه ثم خرج حتی یاتی المسجد فلم یتخط رقاب الناس ثم رکع ما شاء اللہ ان یرکع ثم انصت اذا خرج الامام کانت کفارة ما بینھا وبین الجمعة التی قبلھا (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، مسواک کرے، اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ لگائے اور اچھا لباس پہنے پھر گھر سے نکل کر مسجد کی طرف آئے پھر لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا آگے نہ جائے اور پھر اللہ کی توفیق سے نفل پڑھتا رہے اور جب امام خطبہ دینے کے لیے آئے تو خاموشی سے بیٹھ جائے تو اس کا یہ عمل کفارہ بن جائے گا ان گناہوں اور غلطیوں کا جو گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک اس سے سرزد ہوئی ہیں۔

جمعہ کے دن کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث مذکور ہیں۔ ان میں سے چند آپ بھی سماعت فرمائیے۔ عن اوس بن اوس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیه فان صلوتکم معروضة علی قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا

زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل سے ۱۳ اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہا کرو ۱۴

اُرِمْتَ قال ان اللّٰہ تعالیٰ حرم علی الارض اجساد الانبیاء. رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی

اوس بن اوس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وفات پائی، اسی دن صور پھونکا جائے گا مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وصال کے بعد حضور پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ خاک میں مل چکے ہوں گے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

اس ارشاد سے حضور نے صحابہ کی اس غلط فہمی کی اصلاح کر دی۔ ایک دوسری حدیث سماعت فرمائیے۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ مشہود تشہدہ الملائکۃ. وان احدا لم یصل علیّ الا عرضت علیّ صلاتہ حتی یفرغ منہا. قال قلت وبعد الموت قال ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق. رواہ ابن ماجہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن کثرت سے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جب بھی کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے فارغ ہونے سے پہلے وہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا وفات کے بعد بھی؟ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو حرام کر دیا ہے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو گیا ہے قبر کے فتنہ سے اللہ پاک اسے محفوظ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ مزید مسائل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع کریں۔

۱۳ ارشاد ہے کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے ہے کیونکہ جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار سے منع کر دیا گیا تھا اب اس کی اجازت دی گئی ہے اور کئی سلف صالحین کا یہ معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس حکم کی تعمیل میں بازار کا چکر لگا لیا کرتے تھے تاکہ اس حکم کی تعمیل ہو جائے۔

۱۴ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو صرف نماز تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ جب بھی موقع ملے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ آپ کوئی کام کر رہے ہوں اس وقت بھی آپ کو اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر و تازہ رکھنا چاہیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا

تا کہ تم (دونوں جہانوں میں) کامیاب ہو جاؤ ف۱۳ اور بعض لوگوں نے جب دیکھا کسی تجارت یا تماشا کو تو بکھر گئے اس کی طرف

وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ

اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ (اے حبیب!) انہیں فرمائیے کہ جو نعمتیں اللہ کے پاس ہیں وہ کہیں بہتر ہیں لہو اور

التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١﴾ ع ۲ / ۱۲

تجارت سے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے ف۱۴

ف۱۳ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کے ذکر کی کثرت سے ہی فلاح دارین نصیب ہو سکتی ہے۔

ف۱۴ اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہجرت کے نو زائیدہ پیش آیا تھا اور اس کے ذکر سے مسلمانوں کی تربیت فرما دی کہ آئندہ ان سے ایسی حرکت ہرگز سرزد نہ ہو۔

مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا۔ اشیائے خورد و نوش نایاب اور گراں ہو گئیں۔ لوگ اس سلسلہ میں بہت پریشان ہو گئے۔ ایک جمعہ کے روز جبکہ حضور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے دحیہ کلبی اپنا غلہ اور سامان تجارت لے کر شام سے مدینہ طیبہ پہنچا۔ ابھی یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع اہل شہر کو دینے کے لیے ڈھول بجانے شروع کر دیے۔ جب حاضرین مسجد نے ڈھولوں کی آواز سنی اور دحیہ کی واپسی کا علم ہوا تو اس اندیشہ سے کہ اگر وہ نماز میں مشغول رہے تو سامان خورد و نوش دوسرے لوگ خرید لیں گے اس لیے وہ فوراً وہاں پہنچے اور حضور کی خدمت میں صرف بارہ آدمی رہ گئے جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی یہ حرکت سخت ناپسند ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں ان کو اس حرکت کی قباحت کی طرف متوجہ کیا گیا اور انہیں آئندہ اس سے باز رہنے کا تاکیدی حکم دیا گیا۔ انہیں بتایا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس نعمتوں کے جو خزانے ہیں وہ اس لہو و لعب اور اس تجارت سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ رزق کے خزانے اس کے دست قدرت میں ہیں۔ تمہیں اپنا رزق اس سے طلب کرنا چاہیے۔

آخر میں ایک اعتراض اور اس کے جواب کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔

شیعہ کی طرف سے صحابہ کرام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے لہو و تجارت کے لیے نماز جمعہ ترک کر دی اور اس حال میں مسجد سے نکل کھڑے ہوئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں دین و آخرت سے دنیا اور سامان رزق کی قدر و منزلت بہت زیادہ تھی۔ اسی لیے تو وہ حضور کو مسجد میں کھڑے چھوڑ کر چلے گئے۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اکابر صحابہ جن میں خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ تھے وہ سب حاضر رہے — چنانچہ باقی رہنے والوں میں ان کے اسماء صراحت سے درج ہیں۔ نیز یہ واقعہ ہجرت کے ابتدا بالکل قریبی دور کا ہے جبکہ لوگوں کو صحبت نبوی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیض یاب ہونے کا موقع بہت کم ملا تھا۔ اور یہ کمال تو حضور کی چشم کرم کا تھا کہ ان کے دلوں میں بجز اللہ تعالیٰ کی یاد کے اور کسی قسم کی حسرت باقی نہ رہی تھی۔ اس مقام تک پہنچنے کے لیے تربیت کی ضرورت تھی۔ اور اس کے لیے وقت درکار تھا۔ اس اثنا میں ان سے لغزش کے صدور کا قوی امکان تھا۔ جب کبھی ان سے ایسی لغزش ہوئی فوراً اس پر انہیں متنبہ کر دیا گیا اور ان کی اصلاح کر دی گئی۔

اس حکیمانہ تربیت اور فیض صحبت نے وہ اثر دکھایا کہ انہوں نے جانبازی اور سرفروشی کے میدان میں ایسے عدیم المثال کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آسمان کے ستارے، عالم بالا کے ملائکہ اور بہشت بریں کی بہاریں جھوم اٹھیں۔ سروش غیب نے انہیں لقد رضی اللہ عن المؤمنین کا مژدہ جانفزا سنایا۔ اُولٰئک ہم المؤمنون حقا کی ایمان افروز نوید فردوس گوش ہوئی۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کے طالب العلمی کے زمانہ کی کوتاہیاں بیان کر کے اس کی علمی برتری اور اخلاقی فضیلت پر زبان طعن دراز کی جائے۔ یہ کس نے کہا ہے کہ صحابہ کرام اس اصلاحی تربیت سے پہلے ہی ہر صفت سے موصوف تھے۔ یہ کس نے دعویٰ کیا ہے کہ آغوش نبوت کی پرورش کے بغیر ہی ان میں للہیت، ایثار، خلوص اور تقویٰ کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ یہ سب کمالات قرآن کریم اور حامل کتاب مبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کیمیا اثر کا نتیجہ ہیں۔

فَاللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ شَفِيعِ الْمُذْنِبِينَ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ وَحَبِيبِي مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ المنافقون

نام: پہلی آیت کی ابتدا میں المنافقون کا لفظ ہے۔ نیز اس سورۃ میں منافقین کے احوال ہی بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے اس کا نام المنافقون رکھا گیا۔ اس میں دو رکوع، گیارہ آیتیں، ایک سو اسی کلمے اور نو سو تہتر حروف ہیں۔

نزول: غزوہ بنی مصطلق سنہ ۶ھ میں واقع ہوا۔ یہ سورت ایک ایسے حادثہ کے بارے میں نازل ہوئی جو اس وقت پیش آیا جب مسلمان اس غزوہ میں فتح یاب ہونے کے بعد مریسیع نامی ایک کنوئیں پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس لیے اس کے وقت کے بارے میں وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال جنگ سے واپسی کے سفر یا مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے فوراً بعد اس کا نزول ہوا۔

فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ: اس واقعہ کے اسباب و علل کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ہمیں فتنہ نفاق کی تاریخ کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ تب ہی ہم اس واقعہ کی سنگینی کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ یثرب میں دو قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے۔ ان میں دیرینہ رنجشیں اور رقابتیں تھیں۔ جو معمولی بات پر جنگ کے شعلوں میں بدل جاتیں اور جب ایک مرتبہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تو پھر برسوں بجھنے کا نام نہ لیتے۔ مسلسل خانہ جنگی کے باعث دونوں قبیلے کمزور ہو گئے تھے۔ صلح و امن سے زندگی بسر کرنے کی خواہش ان کے دلوں میں چٹکیاں لینے لگی تھی۔ لیکن ان میں کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جو دونوں قبیلوں کے لیے قابل قبول ہو۔ آخر کار عبد اللہ ابن ابی جو خزرجی تھا۔ وہ ایک ایسے قائد کی حیثیت سے ابھرا جس کی قیادت پر دونوں قبیلے متفق ہو گئے۔ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ اس کے لیے تاج سنار کے پاس بن رہا تھا۔ اس اثنا میں یثرب کی فضا میں اسلام کے اثرات بڑی قوت سے نمودار ہونے لگے۔ عقبہ اولیٰ میں چند یثربی مشرف باسلام ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ دوسرے سال اسی موقع پر دونوں قبیلوں کے بہتر افراد مکہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ ان میں سے حضرت عباس ابن عبادہ بن نضلہ انصاری بھی تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ ابھی بیعت نہ کی جائے۔ عبد اللہ بن ابی کو بھی اس میں شریک کر لیا جائے تاکہ اتحاد و تعاون کی جو فضا یثرب میں بڑی مدت کے بعد پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی بدمزگی نمودار نہ ہو لیکن دوسرے ساتھیوں نے ان کی اس تجویز کو کوئی اہمیت نہ دی اور سب نے شرف بیعت حاصل کر لیا۔ جب یہ قافلہ واپس یثرب پہنچا اور عبد اللہ بن ابی اور اس کے حواریوں کو اس کا علم ہوا تو ان کے غم و غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اُسے یقین ہو گیا کہ اس کی تاجپوشی کی رسم اب کبھی ادا نہ ہو گی۔ یہاں کے مسلمان جن میں اوس و خزرج کے رؤسا بھی شامل تھے، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا شیخ بنانا ہرگز پسند نہ کریں گے۔ معاہدہ کے مطابق مکہ سے ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کچھ عرصہ کے بعد ہجرت کر کے یثرب تشریف لے گئے۔ حضور کے قدم رنجہ فرمانے سے یثرب مدینۃ النبی بن گیا۔ عبداللہ اور اس کے ہمراز ساتھیوں نے جب اپنے آقا کے ساتھ مسلمانوں کی والہانہ محبت کو دیکھا تو انہوں نے اپنا بھلا اسی میں سمجھا کہ وہ بھی مسلمانوں میں شامل ہو جائیں۔ ظاہری طور پر انہوں نے کلمہ شہادت بھی پڑھ لیا۔ نمازوں میں بھی حاضر ہوتے۔ با دل نخواستہ زکوٰۃ بھی دیا کرتے لیکن حضور اور اسلام کے بارے میں بغض و عناد کے جذبات شدت اختیار کرتے گئے۔ وہ اس تاک میں رہتے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ کھڑا کر کے ان کی جمعیت کو منتشر و پراگندہ کر دیں اور دوبارہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اوس و خزرج دونوں قبیلے حضور سے مایوس ہو کر عبداللہ ابن ابی کو اپنا قائد و رئیس تسلیم کر لیں۔ لیکن عبداللہ تھا بڑا عیار، جب بھی اسے موقع ملتا وہ اپنی جھوٹی عقیدت کو بڑے زوردار الفاظ سے ظاہر کرتا۔ تاکہ اس کے دل کا کھوٹ لوگوں پر عیاں نہ ہونے پائے۔ اس نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ جمعہ کے روز جب مدینہ اور مضافات کے تمام مسلمان اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے تو یہ بھرے مجمع میں اٹھ کر اعلان کرتا۔ بھائیو! یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے درمیان جلوہ فرما ہیں۔ ان کی ذات سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت اور شرف بخشا ہے۔ آپ لوگ دل و جان سے ان کی تائید کریں۔ ان کے ہر ارشاد کو گوشِ ہوش سے سنا کریں اور جو حکم دیں اس کی تعمیل کیا کریں۔
اس کے باوجود بسا اوقات اس کے دل میں چھپا ہوا بغض آشکارا ہو جاتا۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں اس سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ اس نے بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے سعد ابن عبادہ کو بلا کر شکایت کی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص قابلِ رحم ہے۔ حضور کی آمد سے پہلے اس کے لیے تاج بن رہا تھا اور اس کی تاجپوشی کی تقریب منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ حضور کے آنے سے اس کے سارے خواب پریشان ہو گئے اور اس کے پروگرام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ یہ تو سمجھتا ہے کہ حضور نے اس کا تاج اور تخت چھین لیا ہے۔ اس لیے اس سے درگزر کرنا ہی بہتر ہے۔

جنگِ بدر کے بعد یہودی قبیلہ بنی قینقاع نے عہد شکنی کی تو حضور نے ان کی گوشمالی کے لیے ان پر چڑھائی کا ارادہ فرمایا۔ یہ منافق اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور ان کی حمایت کے لیے تیار ہو گیا اور حضور کی زرہ کے دامن کو پکڑ کے کھینچنے لگا۔ یہ قبیلہ سات سو جنگجو مردوں پر مشتمل ہے۔ یہ میرے حلیف ہیں۔ میرے اشارہ پر سر بکف میدان میں آ کودتے ہیں۔ کیا آپ میرے حلیفوں کو ایک دن میں ہی قتل کر دینا چاہتے ہیں۔

جنگِ اُحد کا معرکہ مسلمانوں کے لیے انتہائی کرب و اضطراب کا باعث تھا۔ کفار کا تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ طیبہ پر دھاوا بولنے کے ارادہ سے بڑھتا آ رہا تھا۔ مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی سے اس سے زیادہ جنگجو افراد کا ملنا ممکن نہ تھا۔ ان میں سے تین سو عبداللہ بن ابی کے حواری تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہزار کے لشکر

کرکے کر میدانِ اُحد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ اپنے تین سو حواریوں سمیت الگ ہو گیا اور مدینہ واپس لوٹ آیا۔ آپ خود اندازہ لگا لیجئے کہ مسلمانوں پر کیا گزری ہوگی۔ پہلے ہی مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں بہت کم تھی عین لڑائی کے وقت تین سو ساتھیوں کا الگ ہو جانا مسلمانوں کے صبر و شکیب کی بڑی سخت آزمائش تھی لیکن اس ظالم کو ایسی بے وفائی سے ذرا شرم نہ آئی۔

اس کا نفاق جس کو وہ اب تک بڑی ہوشیاری اور عیاری سے چھپائے ہوئے تھا مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا۔ جنگِ اُحد کے بعد نماز جمعہ کے لیے لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو حسبِ معمول اس نے وہی تقریر دہرانی چاہی جو ہر جمعہ کو وہ دہرایا کرتا تھا تو ایک مسلمان نے اُسے جھڑک کر کہا: کم بخت بیٹھ جاؤ تمہیں ایسی باتیں اب زیب نہیں دیتیں۔ اس نے اس چیز کو اپنی توہین خیال کیا اور بڑبڑاتا ہوا لوگوں کے سروں سے پھلانگتا ہوا مسجد سے نکل گیا۔ مسجد کے دروازہ پر بعض انصار نے اُسے ایسا کرنے سے منع کیا اور اُسے نصیحت کی کہ ابھی حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس غلطی کی معافی مانگ لو۔ وہ بگڑ کر بولا: میں ان سے معافی مانگنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ (ابن ہشام)

غزوہ بنی نضیر کے بارے میں آپ سورۂ حشر کے ضمن میں پڑھ چکے ہیں۔ اس موقع پر بھی اس کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا۔ بنی نضیر کی عہد شکنی اور غداری کی سزا دینے کے لیے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا تو اس خبیث نے انہیں کہلا بھیجا کہ گھبراؤ نہیں، میں اور میرے ساتھی تمہارے ساتھ شانہ بشانہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے اور مسلمانوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ اور اگر تمہیں شکست ہوئی اور تمہیں یہاں سے جلا وطن ہونا پڑا تو ہم بھی مدینہ کو نہیں چھوڑیں گے ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ سے چلے جائیں گے۔ ان کی اس سازش سے یہود کے حوصلے کتنے بلند ہو گئے ہوں گے اور مسلمانوں کو کتنی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اس کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کی اس سازش سے مطلع فرما دیا۔ اس طرح ان کی منافقت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ ڈالا۔

اگرچہ حضور علیہ السلام اور سارے مسلمانوں پر ان لوگوں کی منافقت ظاہر ہو چکی تھی لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ ان کو کھلم کھلا اسلام سے خارج کرنے کا اعلان نہ کیا جائے۔ بیرونی دشمنوں سے جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لیے مدینہ کے اندر ایک محاذِ جنگ کا آغاز مناسب نہ تھا۔ نیز عبداللہ کے حامیوں میں اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے ذی اثر لوگ کافی تعداد میں تھے۔ ان حالات میں ان سے لڑائی بڑے خلفشار کا باعث بن سکتی تھی۔ دوسری طرف عبداللہ اور اس کے ساتھی بھی اس پوزیشن میں نہ تھے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اعلانیہ جنگ کر سکیں۔ انہوں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہیں۔ اس طرح وہ مسلمانوں سے ہر طرح کا مفاد بھی حاصل کر سکتے تھے اور انہیں مناسب موقع پر مؤثر طریقے سے گزند پہنچا سکتے تھے۔

یہی حالات تھے جب غزوہ بنی مصطلق کی نوبت پیش آئی اور دوسرے اہلِ ایمان کے ساتھ عبداللہ اور اس کی پارٹی کے لوگوں کو بھی شرکت کا موقع مل گیا۔ اس سفر کے دوران میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں پر دو ایسے مہلک

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم مسلمانوں کی دستگیری نہ فرماتا تو مسلمان ان مہلک واروں سے جانبر نہ ہو سکتے۔ ایک واقعہ افک ہے جس کے متعلق آپ سورۂ نور میں پڑھ چکے ہوں گے۔ دوسرا یہ واقعہ جس کی تفصیل اب پیش خدمت کی جا رہی ہے۔

بنو مصطلق کا قبیلہ قدید کی سمت میں ساحل سمندر کے قریب آباد تھا۔ حضور کو اطلاع ملی کہ اس کا سردار حارث ابن ابی ضرار اپنے قبیلے کے جنگجو بہادروں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھا کر رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زید ابن حارثہ اور بقول ابن ہشام ابوذر غفاری کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور خود بنی مصطلق کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ مریسیع کے کنوئیں کے قریب دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بنو مصطلق شکست کھا کر وہاں سے بھاگے۔ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

فتح کے بعد حضور نے چند روز اسی جگہ پر قیام فرمایا تاکہ مسلمان مجاہد جنگ کی تھکاوٹ کو دور کر لیں اور واپسی کے سفر سے پہلے تازہ دم ہو جائیں۔ اسی اثنا میں ایک خطرناک واقعہ رونما ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہجاہ ابن مسعود غفاری کو بطور خدمت گار اپنے ہمراہ لے گئے تھے تاکہ آپ کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرے۔ جہجاہ کنوئیں پر پانی لینے کے لیے گئے تو ان کا ایک شخص سنان بن وبرہ الجہنی سے پانی بھرنے پر جھگڑا ہو گیا۔ بات بڑھ گئی اور یہاں تک نوبت جا پہنچی۔ جہجاہ کی ایک ضرب سے سنان کو زخم آ گیا اور خون بہنے لگا۔ اس نے زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق زور سے پکارا "یا معشر الانصار" (اے انصار میری مدد کو پہنچو) چونکہ اس کا قبیلہ انصار کا حلیف تھا۔ جہجاہ نے اپنے بچاؤ کے لیے "یا معشر المہاجرین" (اے مہاجرین میری مدد کو پہنچو) کا نعرہ بلند کیا۔ دونوں طرف سے لوگ ہتھیار لیے ہوئے اپنے اپنے ساتھی کی مدد کو پہنچ گئے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ چھڑ جاتی اور بنی مصطلق پر انہیں جو فتح حاصل ہوئی تھی وہ شکست میں بدل جاتی۔ حضور اپنے خیمہ سے جلدی جلدی تشریف لے آئے اور دونوں فریقوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ما بال دعوی الجاہلیۃ؟ مالکم ولدعوۃ الجاہلیۃ دعوھا فانھا منتنۃ۔"

"یہ تم نے جاہلیت کے نعرے لگانے کیسے شروع کر دیے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جاہلیت کی پکار بڑی بری بات ہے۔ یہ بڑی گندی چیز ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مداخلت سے فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد ہو گئے۔ سنان نے جہجاہ کو معاف کر دیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ منافقین تو اس واقعہ سے بہت خوش تھے۔ یکایک یہ آگ بجھ گئی، تو ان کے دلوں میں حسد کی جو چنگاریاں سلگ رہی تھیں وہ بھڑک اٹھیں۔ ایک ایک کر کے عبداللہ کے پاس پہنچے اور اس پر برس پڑے کہ تو نے اس موقع پر ہماری کوئی امداد نہیں کی۔ اگر تو ذرا سی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتا تو آج ہم ان کنگلے مہاجروں کا کچومر نکال دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اب ان کے طرفدار بن گئے ہو، اور ہماری وہ توقعات جو ہم نے تم سے وابستہ کر رکھی تھیں ان پر تم نے پانی پھیر دیا ہے۔ وہ نابکار پہلے ہی غصہ سے بھرا بیٹھا تھا۔ ان کا یہ طعنہ سن کر وہ پھٹ پڑا اور کہنے لگا یہ سب تمہارے اعمال کا پھل ہے اب اسے بھگتو۔ تم نے ان مہاجروں کو آنکھوں پر بٹھایا۔ ان کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیے۔ اپنے قدموں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں دولت کے ڈھیر لگا دیے۔ اب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں تو ہمیں گھورنے لگے ہیں۔ تمہاری مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی نے کہا ہے: "سَمِّن کلبک یأکلک" (اپنے کتے کو پال کر موٹا کرو تاکہ وہ تمہیں ہی کاٹنے لگے)۔ اگر تم ان لوگوں کو اپنا بچا کھچا کھانا دینا بند کر دو تو تھوڑے دنوں میں ان کے دماغ درست ہو جائیں اور بھوک سے تنگ آ کر حضور کا ساتھ چھوڑ کر کہنے لگا: اس کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ ذرا مدینہ واپس چلنے دو پھر تم تماشا دیکھنا۔

"واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل"

اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو جو عزت والا ہے وہاں سے ذلیل کو نکال دے گا۔

الاعز سے اس نے اپنے آپ کو مراد لیا اور نعوذ باللہ لفظ (اذل) سے حضور کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت زید ابن ارقم بھی اس مجلس میں موجود تھے، یہ بات سن کر ضبط نہ کر سکے، تڑپ کر بولے:

انت واللہ الذلیل القلیل المبغض فی قومک ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عز من الرحمن و مودۃ من المسلمین (بخدا تو ذلیل ہے، تو قلیل ہے، تو اپنی قوم میں مبغوض ہے اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند رحمن نے عزتیں بخشی ہیں اور اہل ایمان ان سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔)

ابن ابی بولا خاموش ہو جاؤ میں تو یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔ حضرت زید غصہ سے کانپتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضور کو یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی۔ رخ انور کا رنگ بدل گیا۔ بات ٹالنے کے لیے حضور نے فرمایا اے نوجوان! شاید تم اس کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہو، شاید تمہیں شبہ ہوا ہو، شاید تیرے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہو۔ ہر بار زید نے عرض کیا: واللہ یا رسول اللہ (خدا کی قسم اے اللہ کے رسول میں صحیح عرض کر رہا ہوں)۔ سارے لشکر میں یہ بات پھیل گئی۔ انصار کے ایک گروہ نے بھی زید کو ملامت کرنا شروع کی کہ تم نے خواہ مخواہ ہمارے سردار پر الزام لگایا اور اسے بدنام کیا ہے۔ حضرت زید نے کہا جو کچھ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے وہی بتایا ہے۔

حضرت عمر کو علم ہوا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا میرے آقا مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ اگر میرا اس کو قتل کرنا مصلحت کے خلاف ہے تو خود انصار میں سے معاذ بن جبل یا عباد بن بشر یا سعد بن معاذ یا محمد بن مسلمہ کو حکم فرمائیے کہ وہ اس کا سر قلم کر دیں۔ اللہ کے محبوب نے فرمایا "ایسا نہ کرو۔ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔" اس کے بعد حضور نے فوراً کوچ کا حکم دیا اور تیس گھنٹے تک لگاتار سفر جاری رہا۔ نہ رات کو آرام نہ دن کو قیلولہ۔ لوگ تھک کر چور ہو گئے۔ جب حضور نے ایک جگہ قیام فرمایا تو لوگ سواریوں سے اترتے ہی زمین پر لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے۔ مقصد یہ تھا کہ مریسیع کے کنویں پر جو سانحہ ہوا تھا لوگوں کی توجہ اس طرف سے ہٹ جائے۔ راستے میں حضرت اسید بن حضیر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بے وقت سفر کا سبب کیا ہے، پہلے تو حضور کا یہ معمول نہ تھا؟ ارشاد فرمایا "تمہیں علم نہیں کہ عبداللہ بن ابی نے کیا گل کھلایا ہے" انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو حضور نے اس منافق کی زبان سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نکلا ہوا جملہ دہرا دیا۔ وہ بصد ادب عرض پرداز ہوئے یا رسول اللہ! خدا کی قسم عزت والے تو آپ ہیں اور وہ ذلیل ہے۔ آپ جب چاہیں اُسے نکال سکتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس بات کا چرچا سارے لشکر میں ہو گیا۔ تمام انصار کو بھی اس کی گستاخی کا علم ہو گیا۔ ان کے مخلصین کو صدمہ پہنچا۔ بعض لوگوں نے از راہ خیر خواہی عبداللہ کو کہا جاؤ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لو حضور کریم تیری خطا بخش دیں گے۔ وہ بے حیا خبیث سے بولا: تم نے کہا ایمان لے آؤ میں ایمان لے آیا۔ تم نے کہا اپنے مال کی زکوٰۃ دو میں نے تمہاری یہ بات بھی مان لی اور زکوٰۃ دے دی۔ اب بس یہ کسر رہ گئی ہے کہ میں محمد کو سجدہ کروں۔ اُس کا یہ گستاخانہ جواب سن کر سارے مجاہدین غصہ سے بیتاب ہو گئے اور سب کے دلوں میں اُس کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ جب یہ لشکر مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگا تو عبداللہ بن ابی کا لڑکا (ان کا نام بھی عبداللہ تھا) تلوار کو بے نیام کر کے اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ اے باپ تم نے کہا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والے کو نکال دے گا۔ اب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عزت والا کون ہے اور ذلیل کون ہے۔ خدا کی قسم تم اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں اجازت نہ دیں۔

اپنے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر عبداللہ چلا اٹھا۔ اے خزرج کے لوگو! ذرا دیکھو میرا بیٹا مجھے مدینہ میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔ یہ خبر جب نبی کریم کو ملی تو حضور نے فرمایا: عبداللہ سے کہو کہ اپنے باپ کو گھر آنے سے نہ روکے۔ عبداللہ نے کہا اگر میرے آقا کا یہ حکم ہے تو اب میں اپنے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہوں۔

اس وقت حضور نے حضرت عمر کو فرمایا: "اے عمر! اگر تم اس وقت اس کو قتل کر دیتے تو انصار کے کئی لوگ ناراض ہو جاتے آج اگر میں چاہوں تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی معترض بھی نہ ہو گا۔" حضرت عمر نے عرض کیا خدا کی قسم اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے رسول کی بات میری بات سے بہت زیادہ مبنی بر حکمت تھی۔

یہ حالات تھے جن میں اس سورۂ پاک کا نزول ہوا۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر آپ سورت کا مطالعہ کریں گے تو اس کے مندرجات سمجھنے میں آپ کو بہت مدد ملے گی۔

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المنافقون مدنی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ

(اے نبی کریم!) جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی

يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾

جانتا ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق قطعی جھوٹے ہیں [۱]

[۱] علامہ ابن منظور لفظ منافق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وسمی المنافق منافقا للنفق وهو السرب فی الارض وقيل انما سمی منافقا لانه نافق كاليربوع وهو دخوله نافقاءه يقال قد نفق به ونافق وله جحر آخر يقال له القاصعاء ـــــ وهو يدخل فی النافقاء ويخرج من القاصعاء او يدخل فی القاصعاء ويخرج من النافقاء (لسان العرب)

یعنی منافق، نفق سے ماخوذ ہے جس کا معنی سرنگ ہے اور بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لومڑی اپنے بل کے دو منہ رکھتی ہے ایک کا نام نافقاء اور دوسرے کا نام قاصعاء ہے۔ ایک طرف سے وہ داخل ہوتی ہے جب کوئی شکاری اس کا تعاقب کرتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے اور اگر دوسری جانب سے اس کا کوئی تعاقب کرتا ہے تو پہلے سوراخ سے نکل جاتی ہے کیونکہ اس کے بل کی ایک طرف کا نام نافقاء ہے اس لیے منافق کو منافق کہتے ہیں یہ ایک کفر چھپا ہے اس کے دل میں اور دوسرا ایمان اس کی زبان پر ہے۔ اگر کفر سے اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگتا ہے اور اگر اسلام کے باعث اسے کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو تو فوراً اپنے کافر ہونے کا اعلان کر دیتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں تو دو ہی قسم کے لوگ تھے کافر اور مومن۔ منافقین کا وہاں کوئی وجود نہ تھا کیونکہ وہاں ظاہری غلبہ کفار کو حاصل تھا اسلام لانا تو اپنے آپ کو طرح طرح کی پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر لینے کے مترادف تھا۔ کسی کو کیا پڑی تھی کہ ایسا دین قبول کر کے اپنے آپ کو گوناگوں اذیتوں اور رسوائیوں کا ہدف بناتا۔ جس کے دل پر اسلام کا ایمان نہیں۔ اس وقت تو صرف وہی مردان باصفا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کے زمرے میں اپنے آپ کو شامل کرتے تھے جو سچے دل سے اسلام کی صداقت کو تسلیم کرتے تھے اور اس کے لیے ہر قسم کے مصائب و آلام کو خوشی سے برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے لیکن مدینہ طیبہ میں حالات بالکل مختلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے ۲ اس طرح روکتے ہیں اللہ کی راہ سے ۳ بے شک یہ لوگ بہت برے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ

کرتوت ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ (ان کا) یہ طریقہ اس لیے ہے کہ وہ پہلے ایمان لائے پھر وہ کافر ہو گئے پس مہر لگا دی گئی ان کے

تھے۔ یہاں اوس و خزرج کے بیشتر افراد کے مشرف باسلام ہو جانے اور مہاجرین کے وہاں آکر آباد ہو جانے کے بعد اسلام ایک عظیم قوت کی حیثیت سے ابھر رہا تھا اور نشو و نما پانے والا یہ دین اس کے مستقبل کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جا سکتا تھا۔ اس لیے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جن کے دل میں تو کفر کا کھوٹ تھا لیکن اپنی مصلحت بینی کے باعث وہ بظاہر اسلام سے اپنا رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ اگر اسلام کو غلبہ نصیب ہو تو وہ بھی اس میں برابر کے حصہ دار ہوں۔ باوجود مزید کوشش کے دل کا کفر کسی نہ کسی شکل میں ان کی زبان پر آ ہی جاتا تھا اور ان کے نفاق کا پردہ فاش ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرما رہا ہے کہ اے حبیب! یہ منافق جب تیری خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو بڑے جوش و خروش سے آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ اے حبیب! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ واقعی اس کے رسول ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ زبان سے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں ان کے دل اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ بیشک یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ کی رسالت برحق ہے لیکن ان کی شہادت جھوٹی ہے کیونکہ ان کے دل اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

۲ جھوٹا شخص جانتا ہے کہ لوگ میری بات نہیں مانیں گے۔ اپنے آپ کو سچا ظاہر کرنے کے لیے وہ ضرورت بلا ضرورت قسمیں اٹھاتا ہے۔ یہی حالت ان منافقین کی بھی تھی۔ ہر بات پر قسمیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو پکا اور سچا مومن ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہوا ہے۔ وہ اس کی آڑ میں دونوں طرح کے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان ان سے وہی سلوک روا رکھیں جو اہل ایمان کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ ان کے مال اور جان کی حفاظت کی جائے۔ مال غنیمت سے انہیں حصہ ملتا رہے اور کسی طرح سے ان کی نقاب کشائی نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے لوگوں کو اسلام سے روکتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کرتا ہے تو اسے اسلام سے یہ کہہ کر متنفر کرتے ہیں کہ ہم تو خود بڑے شوق سے اس دین میں شامل ہوئے تھے۔ کئی سال گزر چکے ہیں۔ ہمیں تو ابھی تک اس میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آئی۔ ہم تو خود بڑے دل برداشتہ ہیں۔ خبردار تم اس جال میں نہ پھنس جانا۔ اس طرح ان قسموں کی آڑ میں شکار کھیلتے۔

۳ صَدُّوا لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ خود رکتے ہیں اور اسلام سے منہ موڑتے ہیں یا لوگوں کو اسلام سے باز رکھتے ہیں۔

۴ اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان سے تو وہ ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اسلامی برادری میں شامل کر کے طرح طرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ

دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو (اب) وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوشنما معلوم ہوں گے

وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ

اور اگر وہ گفتگو کریں تو توجہ سے آپ ان کی بات سنیں گے ۵ درحقیقت وہ ایسی لکڑیاں ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی ہوں۔

کے سامنے بناتے ہیں لیکن جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو پھر کفر کرنے لگتے ہیں۔ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۲: ۱۴)

۴ اس منافقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان سے حق پذیری کی استعداد چھین لی اور ان کے دل کی وہ آنکھ ہی اندھی کر دی جو نور حق کو دیکھ سکتی ہے اور دیکھ کر پہچان سکتی ہے۔ بے شک یہ نور حق شناسی اللہ تعالیٰ کی گراں بہا نعمت ہے اور اس کی یہ سنت ہے کہ جو لوگ اس کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور ناشکری کرتے ہیں ان سے وہ نعمتیں واپس لے لی جاتی ہیں۔ آیت کا مقصد یہ نہیں کہ ان کے دلوں پر پہلے ہی مہر لگا دی گئی تھی اس لیے وہ حق کو قبول نہ کر سکے اور کفر سے چمٹے رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ انہیں حق قبول کرنے کی صلاحیت بخشی گئی تھی لیکن جب وہ جان بوجھ کر حق سے روگردانی کرتے رہے تو انہیں اس صلاحیت سے محروم کر دیا گیا۔

۵ عبداللہ بن ابی، جد بن قیس اور معتب بن قشیر شکل و صورت کے اعتبار سے بڑے خوبصورت تھے اور ان کے چہروں پر بڑا رعب و جمال تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ پرلے درجے کے باتونی اور چرب زبان تھے۔ ان کی گفتگو سن کر انسان عش عش کر اٹھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے جسموں کو دیکھا جائے تو بڑے دلکش معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو سنی جائے تو اس میں بڑی جاذبیت اور اثر ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان کی حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ جمال محض زینت ہے۔ باہر سے تو خوبصورت اندر سے بالکل کھوکھلے۔ کمالات تو کجا ان میں تو انسانی خوبیوں کا نام و نشان تک نہیں۔ قرآن کریم نے ان کو خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ سے تشبیہ دے کر ان کی لغویت کو عیاں کر دیا۔ خشب کا معنی لکڑی۔ مسندۃ کا معنی جسے دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا ہو۔ جب کوئی لکڑی کارآمد ہوتی ہے تو اس سے شہتیر، کڑی یا کواڑ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ صرف بے کار لکڑی کو دیوار کے ساتھ کھڑا کیا جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ آگ جلانے کے کام آسکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ

گمان کرتے ہیں کہ ہر کڑک ان کے خلاف ہی ہے شہ یہی حقیقی دشمن ہیں پس آپ ان سے ہوشیار رہیے شہ ہلاک کرے انہیں

اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ

اللہ تعالیٰ شہ کیسے سرگرداں پھر رہے ہیں۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لیے مغفرت طلب

اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٥﴾

کرے تو (انکار سے) اپنے سروں کو جھٹکتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (ادھر آنے سے) رک رہے ہیں تکبر کرتے ہوئے شہ

شہ ان کی بزدلی کا یہ حال ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ کسی سمت میں کوئی آواز کسی وجہ سے بلند ہو ان کے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی اسلام دشمنی کسی وجہ سے بے نقاب ہو گئی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو تہ تیغ کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔

شہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع فرما رہے ہیں کہ یہ منافق اسلام کے اور آپ کے حقیقی دشمن ہیں۔ ان سے محتاط رہیے۔ گویا دشمن سے محتاط اور ہوشیار رہنا قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ سادہ لوحی، سادگی اور بھولے پن کی اسلام اجازت نہیں دیتا کیونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا دشمن کے دام فریب میں پھنس سکتا ہے۔

شہ یہ بددعائیہ فقرہ ہے جس میں ان کی مذمت کی گئی ہے اور زجر و توبیخ بھی۔ کلمۃ ذم و توبیخ۔ یؤفکون ای یصرفون عن الحق الی الباطل، معناہ یصرفون عن الرشد۔ یعنی حق سے روگردانی کرنے اور راہ ہدایت سے منہ موڑنے کو افک کہتے ہیں۔ انّی بمعنی کیف۔ اظہار تعجب کے لیے ہے کہ ان روشن دلیلوں کے باوجود وہ حق سے روگرداں ہیں۔ آفتاب ہدایت کے طلوع ہونے کے بعد بھی وہ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

شہ منافقوں کی ایک اور علامت بتائی جا رہی ہے۔ جب ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا اور لوگوں کو ان کے خبث باطن پر آگاہی ہو گئی تو ان کے دوستوں نے انہیں کہا کہ تم ساری عمر کفر کرتے رہے۔ نفاق کا نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلاتے رہے۔ اسلام کو نقصان پہنچانے میں تم نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اب تو تمہارا نفاق ظاہر ہو گیا ہے۔ چلو بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر معافی مانگو۔ حضور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہاری عاقبت سنور جائے گی۔ قسمت اچھی ہوتی، بخت بیدار ہوتا اور رحمت للعالمین کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، نبی رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کی مغفرت کے لیے دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کرم فرماتا اور ان کے گناہوں کے نامے پر قلم عفو پھیر دیتا۔ لیکن ان ازلی بدبختوں نے جب اپنے دوستوں کا یہ مشورہ سنا تو بپھر گئے اور گھمنڈ سے سروں کو گھمانا شروع کر دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے گناہوں کی آمرزش کے لیے ان کے پاس کسی قیمت پر بھی جائیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَن يَغْفِرَ

یکساں ہے ان کے لیے کہ آپ طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے لہ اللہ تعالیٰ انہیں

علامہ قرطبی نے ایک بڑی بصیرت افروز بات لکھی ہے کہ عبداللہ بن ابی کو جب اس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حاضرِ خدمت ہو کر معافی مانگ لو، حضور تیری بخشش کے لیے دعا فرمائیں گے، تیری شقاوت، سعادت سے بدل جائے گی، تو اس نے ازراہِ کبر و نخوت نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگا۔ امرتمونی ان اؤمن فقد آمنت، وان اعطی زکوٰۃ مالی فقد اعطیت فما بقی الا ان اسجد لمحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ یعنی تم نے مجھے ایمان لانے کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا، تم نے مجھے اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو میں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی، اب ایک ہی بات باقی ہے کہ میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سجدہ کروں، سو میں یہ نہیں کروں گا۔ اس روایت میں آپ غور کریں، منافق کا ذہن کس طرح غلط راہ پر چلتا ہے، اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بارگاہِ نبوت میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے محبوب سے اپنی مغفرت کی دعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے۔ وہ اپنے اعمال نماز، زکوٰۃ وغیرہ پر نازاں رہتا ہے اور یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے درِ کرم پر حاضر ہو کر اس کی رحمت سے اپنے دامن کو لبریز کرے۔ اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہیں بارگاہِ رسالت میں حاضری شرک اور بدعت معلوم ہوتی ہے۔ خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں۔ وہ اس آیت پر اور اس روایت پر غور کریں کہیں ان کا مسلک منافقین کے مسلک سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے خیالات سے بچائے، اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے، حضور کی دعا کی برکت سے ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہمیں دونوں جہانوں کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسے حمد ہے جس نے تجھ کو سراپا کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

لہ یہ منافق بھی کیا بدبخت ہیں؟ زبان پر اسلام کا دعویٰ ہے لیکن ان کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن نہیں۔ یہ قدم قدم پر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور آپ کے دین کو ناکام کرنے کے لیے سازشوں کے جال بنتے رہتے ہیں اور آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے سے روکتے ہیں، وہ پرلے درجے کے نافرمان ہیں اور ایسے فاسق کے لیے آپ بھی اگر مغفرت کی دعا مانگیں گے تو ہم انہیں نہیں بخشیں گے۔ جو تیرے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کرے وہ بخشا جائے، یہ میرے قانون کے خلاف ہے۔ میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت کی نعمت نہیں بخشا کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت اور رافت کا تقاضا یہی تھا کہ کوئی بھی گمراہ نہ رہے، کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ رہے۔ اسی لیے حضور اپنی جان کے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لیے بھی دعا فرمایا کرتے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ الٰہی! میری قوم کو ہدایت دے، وہ نادان ہیں۔ حضور پر سچے دل سے ایمان لانے والے جب اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بصد ادب و نیاز حاضر ہوتے ہیں اور اپنے عمر بھر کے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا کی التجا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٦ هُمُ الَّذِيْنَ

نہ بخشے گا انہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا۔ یہی وہ لوگ ہیں

يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ

جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان (درویشوں) پر جو اللہ کے رسول کے پاس رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے) تنگ آ کر تتر بتر ہو جائیں

جو شرمیں آ جاتی ہے اور انہیں یہ مژدہ جانفزا سنایا جاتا ہے وجدوا اللہ توابا رحیما یعنی اے میرے عاصی بندو! اپنی جانوں پر ظلم کرنے والو! تم میرے محبوب کے در کرم پر حاضر ہو گئے ہو اور اس نے تمہاری مغفرت کے لیے درخواست کی ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو تم توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحمت کرنے والا پاؤ گے۔

الٰہی! ہمیں ان بدبختوں میں سے نہ کر جو تیرے حبیب رسول کی بارگاہ میں طلب استغفار کے لیے حاضر نہیں ہوتے بلکہ اس کو کفر و شرک کہتے پھرتے ہیں۔ یا رب العالمین! ہمیں ان خوش نصیبوں میں کر جن کے دل ایمان سے منور ہیں جو تیرے حبیب کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لیے باعث ہزار سعادت یقین کرتے ہیں۔ آمین ثم آمین!

۷ے یہ بدبخت منافق اپنے قبیلہ والوں، اپنے مالداروں اور اپنے چیلوں کو کہتے ہیں کہ حضور کے اردگرد مفت خوروں کا جو جمگھٹا تمہیں دکھائی دیتا ہے یہ تمہارے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ تم آج اگر ان کی امداد بند کر دو اور چندہ دینے سے باز آ جاؤ تو یہ بھوک سے تنگ آ کر خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے منافقو! کیا میرے رسول کے رزاق تم ہو اور میرے رسول کے ان جانثار غلاموں کے رزاق ہو؟ زمین و آسمان کے سارے خزانے میرے ہیں۔ جب یہ سب ان کا مولیٰ اور وہ میرے ہو گئے ہیں تو میں انہیں تمہارا محتاج نہیں ہونے دوں گا۔ تم اپنے چندے اور اپنی امدادیں بند کر کے دیکھ لو۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میں انہیں کس طرح اپنے بحر و بر کے خزانوں سے مالا مال کرتا ہوں۔ اس آیت کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

بنو مصطلق نامی ایک قبیلہ مریسیع نامی ایک چشمہ پر اقامت گزین تھے۔ مدینہ طیبہ میں اطلاع پہنچی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کریں، بلکہ خود پیش قدمی فرماتے ہوئے ان پر دھاوا بول دیا جس میں انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح مبین اور مال غنیمت بکثرت دستیاب ہوا۔ اسی اثنا میں ایک ناخوشگوار واقعہ رونما ہوا۔ حضرت فاروق اعظم کا خادم جہجاہ اور عبداللہ بن ابی کا حلیف سنان اس چشمہ پر گئے ہوئے تھے ان میں پانی لینے پر تو تکار ہوئی۔ جھگڑے نے طول پکڑا۔ سنان نے انصار کو پکارا، جہجاہ نے مہاجرین کو پکارا۔ قریب تھا کہ باہمی قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا، حضور تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ ما بال دعوى الجاهلية دعوها فانها منتنة ولينصر الرجل اخاه ظالما كان او مظلوما ان كان ظالما فلينهه فانه ناصره وان كان مظلوما فلينصره۔

ترجمہ: تم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنے اپنے قبیلوں کو مدد کے لیے کیوں بلاتے ہو۔ اس طریقہ کو بالکل ترک کر دو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس میں سراسر فتنہ ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم کی مدد کا تو یہ طریقہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی مدد کا یہ طریقہ ہے کہ اس کی اعانت کرو تاکہ اس کی داد رسی ہو جائے۔

نبی کریم کی تشریف آوری سے یہ فتنہ فرو ہو گیا۔ عبد اللہ بن ابی کے حلیف سنان کو جہجاہ نے طمانچہ مارا تھا۔ اپنی جماعت میں جب وہ آکر بیٹھا تو غصہ سے اس کے نتھنے پھولے ہوئے تھے۔ کہنے لگا ہم نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ ان کی خورد و نوش کا سارا انتظام کیا۔ آج یہ ہم پر ہی غرانے لگے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ سمن کلبک یاکلک۔ تم اپنے کتے کو موٹا کرو تاکہ وہ تمہیں ہی کاٹ کھائے۔ تم ان کا کھانا بند کر دو۔ ان پر آئندہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرو۔ ان کا دماغ خود بخود درست ہو جائے گا اور بھوک سے تنگ آکر یہ منتشر ہو جائیں گے۔ پھر کہنے لگا ہمیں ذرا سفر سے واپس مدینہ پہنچ لینے دو۔ پھر جو طاقتور اور معزز ہے یعنی وہ خود کمزور اور ذلیل کو اس شہر سے باہر نکال دے گا۔ زید بن ارقم ایک نوجوان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اگرچہ ابن ابی کی پارٹی کا آدمی تھا لیکن یہ بکواس سن کر اس سے رہا نہ گیا۔ ضبط نہ کر سکے کہنے لگے۔ اے ابن ابی! تو ہی ذلیل و خوار ہے۔ اپنی قوم میں تیری کوئی وقعت نہیں۔ خداوند رحمن نے ساری عزتیں اپنے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخشی ہیں اور مسلمان آپ کے عشق میں دیوانے ہیں۔ تیری اس بیہودہ گفتگو کے بعد میری تیری دوستی ختم۔ عبد اللہ نے زید کو کہا یار تم خاموش رہو میں تو صرف دل لگی کر رہا تھا۔

زید بن ارقم نے اپنے چچا کو ساری بات بتا دی۔ انہوں نے حضور کے گوش گزار کر دیا۔ حضور نے ابن ابی کو بلا کر پوچھا تو صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں نے ہرگز ایسی بات نہیں کی۔ زید نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی طرف سے یہ سارا قصہ گھڑ کر پیش کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی قسموں کی وجہ سے اس سے درگزر فرمایا۔ زید کہتے ہیں مجھے بڑی ندامت ہوئی۔ اس صدمہ سے میں نڈھال ہو گیا۔ امام ترمذی کے الفاظ میں بقیہ واقعہ سنیے:

زید کہتے ہیں کہ میں سفر میں حضور کے ہمراہ تھا لیکن اپنی ندامت سے سر جھکائے چلا جا رہا تھا پیچھے سے دلنواز آقا تشریف لائے محبت سے میرا کان مروڑا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرما دیے۔ اس عنایت خسروانہ سے مجھے اتنی مسرت ہوئی کہ اگر مجھے ابدی زندگی مل جاتی تب بھی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔ اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعرک اذنی وضحک فی وجھی فما کان یسرنی ان لی بھا الخلد فی الدنیا۔

حضرت ابو بکر پیچھے سے آئے پوچھا کہ حضور نے کیا ارشاد فرمایا۔ میں نے ساری بات بتائی تو صدیق نے فرمایا ابشر مبارک ہو۔ پھر حضرت عمر آپہنچے۔ واللہ قسم کہ انہوں نے بھی بشارت دی۔ جب رات گزر گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے روز صبح سورہ المنافقون کی تلاوت فرمائی۔ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جب عبد اللہ بن ابی کی یہ گفتگو حضور کی خدمت میں بیان کی گئی حضرت فاروق اعظم بھی وہاں حاضر تھے۔ عرض کیا دعنی اضرب عنقہ مجھے اجازت فرمائیے میں اس مردود کی گردن اڑا دوں۔ حضور نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ تمام اہل ایمان خصوصاً کارپردازان حکومت کے لیے نہایت اہم ہے۔ فرمایا فکیف یا عمر اذا تحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ۔ اے عمر! میں اجازت کیسے دے دوں۔ لوگ باتیں بنائیں گے کہ ذرا دیکھو کہ اب اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اللہ کے لیے ہی ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین (اس حقیقت کو)

لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ

سمجھتے ہی نہیں۔ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ

والے وہاں سے ذلیلوں کو ۱۲ حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور اہل ایمان کے لیے ہے

لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ ع ۲

لیکن منافقوں کو اس بات کا علم ہی نہیں ۱۳ اے ایمان والو! کہیں غافل نہ کر دیں

اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

تمہارے اموال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے ۱۴ اور جنہوں نے ایسا کیا

۱۲ آیت کے اس حصہ میں بتایا گیا کہ کفار و منافقین کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز و محترم خیال کریں۔ حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے یا اس کا رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے ماننے والے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت و کرامت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ کفار و منافقین جو کفر و نفاق کی ذلتوں میں گرفتار ہیں بزدلی کے باعث کھل کر سامنے نہیں آسکتے۔ بھول کر بھی انہیں کہنے سے باز نہیں آتے۔ محض اپنے ذاتی مفاد کے لیے اپنے نظریات کا صاف صاف اظہار نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کے دامن شفقت میں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود جب موقع ملے تو انہیں ڈسنے سے باز نہیں آتے۔ جن لوگوں کا یہ کردار ہو کیا انہیں یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز اور محترم کہیں۔ انسانی عزت مال و جاہ سے نہیں، زرق برق لباس میں نہیں۔ انسان کی عزت و وقار کا راز تو اس کے بلند کردار اس کی بے داغ سیرت اور مکارم اخلاق میں مضمر ہے جس سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں۔

۱۳ لیکن اس حقیقت کا منافقوں کو علم نہیں۔ وہ تنگ نظر اسی کو عزت سمجھتے ہیں کہ انہیں پہننے کے لیے خوبصورت لباس، کھانے کے لیے لذیذ کھانے اور رہنے کے لیے شاندار محلات حاصل ہوں وہی محترم و مکرم ہیں۔

۱۴ فرزندان اسلام کو منافقین کے طریقۂ کار سے اجتناب کی تاکید فرمائی جا رہی ہے کہ انہی لوگوں کو ان کے اموال نے اور ان کی اولاد نے اپنے خالق کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اے مسلمانو! تم ایسا نہ کرنا۔ جس شخص کو دنیا کی دلچسپیاں اپنے پروردگار کی بندگی اور اطاعت

www.KitaboSunnat.com

فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَأَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

تو وہی لوگ گھاٹے میں ہوں گے۔ اور خرچ کرو اس رزق سے جو ہم نے تم کو دیا اس سے پیشتر کہ

اَنْ يَّأْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ

آجائے تم میں سے کسی کے پاس موت تو اس وقت وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے کیوں

قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ

مہلت نہ دی تاکہ میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیکوں میں شامل ہو جاتا ۱۶ اور اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیا کرتا

ع ۲

نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

کسی شخص کو جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے ۱۷ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کیا کرتے ہو ۱۸

سے محروم کر دیتی ہیں وہ انسان سراسر خسارے اور گھاٹے میں ہے۔ حقیقی نفع حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنی فانی زندگی کے لمحات اپنے رب کی یاد اور اپنے پیارے رسول کی غلامی اور محبت میں بسر کر دیتے ہیں۔

۱۶ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تم کو عطا فرمائی ہیں انہیں اس کی راہ میں خرچ کرو اور خرچ کرنے میں لیت و لعل اور تاخیر سے کام نہ لو، ایسا نہ ہو کہ موت کا وقت آجائے اور تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ۔ اس وقت تمہاری آنکھیں کھلیں اور اس طویل سفر کے لیے کوئی زادِ راہ مہیا نہ کرنے کا تمہیں احساس ستانے لگے، تم دہائیاں دو، گڑگڑا کر التجائیں کرو کہ اے میرے رب! مجھے تھوڑی سی مہلت مل جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جی بھر کر اپنا مال لٹاؤں اور اس کے نیک بندوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر موت آجانے کے بعد حسرت بھری ایسی اپیل کو قبول کون کرے گا۔

۱۷ سنت اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ ہے کہ جب کسی کی موت کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس میں ایک لحظہ کی تاخیر بھی نہیں کی جاتی۔ جب تم جانتے ہو کہ موت نے بہر حال آنا ہے تو قرین دانشمندی یہی ہے کہ آج ہی سے اس کے لیے تیاری شروع کر دو۔

۱۸ کسی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔ خلوت اور جلوت سب اس کے نزدیک یکساں اور عیاں ہے۔

○

اللّٰھم انت خبیر بما نعمل فوفقنا لما تحب وترضی یا حی یا قیوم برحمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ اللّٰھم صل وسلم وبارک علی نبیک وحبیبک سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وسائر المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔ یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین یا ذا الطول والاکرام۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ التغابن

نام: اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں التغابن کا کلمہ ہے یہی اس کا نام تجویز کیا گیا۔ اس میں دو رکوع، اٹھارہ آیتیں، دو سو اکتالیس کلمے، ایک ہزار ستر حروف ہیں۔

نزول: اکثر علما کا قول یہ ہے کہ اس کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے یہی قول نقل کیا ہے۔ ابن الزبیر سے بھی یہی مروی ہے۔ اگرچہ بعض مفسرین اسے مکی کہتے ہیں لیکن پہلا قول راجح ہے۔

مضامین: پہلی چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات جلیلہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ان صفات کا جو تعلق کائنات کی تخلیق خصوصاً انسان کی تخلیق سے ہے اُسے ساتھ ساتھ واضح کر دیا گیا۔ بتایا کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ بلندیوں اور پستیوں میں اسی کی حکمرانی ہے۔ ہر قسم کی تعریف کا وہی حقدار ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ بعض خوش نصیب وہ ہیں جنہوں نے اپنے خالق کو پہچانا اور اس کی وحدانیت پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کے انعامات پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور بعض ایسے بدنصیب ہیں جو اس سعادت سے محروم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہمہ دانی کا یہ حال ہے کہ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

عہد الٰہی کے بعد گزشتہ زمانوں کے کفار کا حال بیان کیا کہ انہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تکذیب کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہلاک کر دیے گئے۔ اے لوگو! تم ان سے عبرت پکڑو اور ایسی روش اختیار نہ کرو جس کا انجام تباہی ہو۔

آیت نمبر ۱۴ اور ۱۵ میں اہل ایمان کو ایک اہم خطرے سے متنبہ کر دیا تاکہ وہ اس سے بچتے رہیں۔ بیوی اور اولاد کی محبت انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے۔ لوگ اپنی بیویوں کو خوش کرنے اور اپنی اولاد کو خوشحال دیکھنے کے جنون میں کیا کچھ نہیں کر گزرتے۔ ہر شخص یہ سمجھ لے کہ اس کی حسین و جمیل بیوی جس کی ایک ادا پر وہ سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہے یا اس کی پیاری اولاد جس کو خوش و خرم دیکھنے کا وہ از حد متمنی ہے۔ اگر اس نے فرزند و زن کے لیے خدا کی نافرمانی کی تو اس کی عاقبت برباد ہو جائے گی۔ یہ بیوی یہ بچے کسی کام نہ آئیں گے۔ اس وقت اسے پتہ چلے گا کہ یہ اس کے دشمن تھے۔ تم اب چوکنے رہو اور ان کی ناجائز ناز برداری سے اجتناب کرو۔ تاکہ تمہیں قیامت کے روز پچھتانا نہ پڑے۔

آخر میں یہ ہدایت فرما دی کہ جہاں تک تمہارے امکان میں ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بناؤ۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں فیاضی سے کام لو۔ اس کا تمہیں اتنا اجر ملے گا جس کا ابھی تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورہ التغابن مدنی ہے اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ لَهُ الْمُلْكُ وَ

اللہ ہی کی تسبیح کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر چیز جو زمین میں ہے ۱؎ اسی کی حکومت ہے اور

لَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ

اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ۲؎ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا

فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢﴾

پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں ۳؎ اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہے۔

۱؎ اس سورت میں جو معارف و مطالب بیان کیے گئے ہیں ان کا آغاز اس آیت سے زیادہ موزوں نہیں ہو سکتا تھا۔ انسان کی تخلیق، اس میں متضاد و متخالف قوتوں کی صلاحیتوں کا ودیعت کیا جانا، اس کی عبرت کا سبیل بنانا، آسمانوں اور زمین کا اور ان میں جو کچھ ہے اس کا حق کے ساتھ پیدا کیا جانا، یہ ساری چیزیں اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ ان کا خالق تمام صفات کمال سے متصف ہے اور ہر عیب و نقص سے مبرا اور منزہ ہے۔ جنہوں نے پستیوں میں تخلیق فرمائی اسی کی ہے۔ ہر خوبی اور ہر کمال جہاں کہیں ہو کائنات کے کسی رنگ میں وہ اسی کا ہے یا اس کا بخشا ہوا ہے اس لیے ہر حمد کا وہی مستحق ہے۔

۲؎ جب ہر چیز ممکن ہے اس کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف یکساں ہے تو اس کی قدرت کی نسبت بھی ہر چیز سے مساوی ہوگی۔

۳؎ جبر و قدر کے نظریات نے عرصہ تک لوگوں کو پریشان رکھا۔ اس افراط و تفریط کے درمیان اہل سنت نے راہ اعتدال اپنائی کہ نہ ہم انسان کو جمادات کی طرح مجبور محض سمجھتے ہیں اور نہ اسے مختار مطلق مانتے ہیں کہ جو چاہے وہ کرے اور جو اس کی مرضی ہو وہی ہو جائے۔ اس کا ارادہ اس کی جملہ صلاحیتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ان صلاحیتوں کا بہتر کام لانا، اچھے یا برے انداز سے ان کو استعمال کرنا یہ انسان کا فعل اور کسب ہے۔ اس کسب کے باعث وہ جزا و سزا کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تمہیں پیدا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا ۳

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ

اور اسی کی طرف (سب نے) لوٹنا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے نیز وہ سب جانتا ہے

ہستی کو عطا فرمانے والا، تم میں گوناگوں صلاحیتیں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر کسی نے اس نعمت وجود کو پہچانا، اس کا اعتراف کیا، اپنے منعم کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی توحید کو تسلیم کیا۔ کسی نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور نفس و شیطان کے بہکائے ہوئے راستہ پر گامزن رہا اور اپنے رب کا انکار کرتا رہا۔ انسان کو اس کی صلاحیتوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن انہیں صحیح یا غلط انداز سے استعمال کرنا انسان کا فعل ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا هی احسن الاقوال کہ یہ رائے ہی تمام آراء سے بہتر ہے۔

۳۔ آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا مطلب متعدد مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے کہ ہر چیز کو رب کریم نے اس طرح بنایا جس طرح اسے بنایا جانا چاہیے تھا تاکہ وہ اپنی تخلیق کے مقاصد کو صحیح طریقہ سے انجام دے سکے۔ کائنات کی کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں آپ غور کریں آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ چیونٹی کا ننھا سا جسم، اس کی ایک ایک ٹانگ اور اس کے جسم کی ساخت ایسی ہی ہونی چاہیے تھی جیسے ہے۔ ہاتھی کا یہ بھاری بھرکم جثہ، اس کی موٹی موٹی مضبوط ٹانگیں، اس کے چھاج جیسے کان، اس کی لمبی سونڈ اور سونڈ ایسی ہی ہونی چاہیے تھی جیسے ہمیں نظر آرہی ہے۔ جہاں میں جو خوبیاں ہیں یا ان کی جو خصوصیتیں ہیں ان میں رد و بدل کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بنایا ہے جیسے بنایا ہے وہی حق اور درست ہے۔ اس میں رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی بڑے سے بڑا انجینئر تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے شاہکار حضرت انسان کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا کہ دیکھو ہم نے اسے بنایا اور کتنا خوبصورت بنایا۔ اس کا قد زیبا، اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں کتنے متناسب ہیں۔ اگر پانچ کے بجائے اس کی سات انگلیاں ہوتیں یا چار ہوتیں تو کیا وہ کام اسی خوبی سے انجام دے سکتے جیسے اب دے رہے ہیں۔ پھر انسان کے چہرے کی طرف دیکھو۔ آنکھیں، کان، ناک، منہ کتنے قرینے سے بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی کو آگے پیچھے یا اوپر نیچے کر کے تصور کرو تو کتنی بھدی اور بھیانک صورت رونما ہو جائے گی۔ پھر صرف اس کا ظاہر ہی حسن و دلکشی کا مرقع نہیں بلکہ اس کا باطن بھی گوناگوں خوبیوں کا مخزن ہے۔ اس وسعت فلک میں فضا کو مسخر کرنے، سمندروں کو کھنگال دینے کی قوتیں کس نے ودیعت کی ہیں؟ اسے نیک و بد کے درمیان تمیز کی استعداد کس نے بخشی ہے؟ وہ ہمت بلند جس کے ذریعے وہ مادی دنیا کی زنجیروں کو توڑ کر سدرۃ المنتہیٰ پر اپنا آشیانہ بناتا ہے وہ کس کا عطیہ ہے۔ اس کو ارادہ و عمل کی گوناگوں آزادی دے کر پھر حق کی جانبداری کا کیا حیران کن اہتمام کر دیا گیا ہے۔

کوئی لاکھ دور بھاگے، کوئی لاکھ سرکشی کرے، کوئی اپنی خودی کے خمار میں کتنا سرمست رہے آخر کار سب نے اسی کے دربار میں لوٹ کر جانا ہے۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤﴾

جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو سینوں میں پوشیدہ ہے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ

کیا نہیں آئی تمہارے پاس ان کی خبر جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے پس چکھ لیا انہوں نے اپنے کام (یعنی کفر)

أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَت تَّأْتِيهِمْ

کا وبال اور ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ آتے رہے ان کے پاس

اس کی بے پایاں قدرت میں اس کی حکمت کے جلوے قدم قدم پر "کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست" کا منظر پیش کرتے ہیں۔ یہاں اس کے علم کی گیرائی اور وسعت کا اندازہ بھی ممکن نہیں۔ بلندیوں اور پستیوں میں کوئی حقیر سے حقیر چیز بھی ایسی نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ اگر اس کو خشخاش کے باریک سے باریک دانے کا علم نہ ہو جو زمین کے تاریک شکم میں بو دیا جاتا ہے تو وہ اگنے کیسے پاتا ہے، اس پر پھول کیسے آئیں اور وہ پک کر تیار کیسے ہو۔

انسان کا مقام ساری مخلوقات میں اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس لیے اس کا ذکر یہاں خصوصیت سے کیا جا رہا ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جاننے والا رب اے انسان تجھے بھی جانتا ہے اور تیرا کوئی فعل اس سے مخفی نہیں۔ تو بند دروازوں کے پیچھے چھپ کر بھی کوئی کام کرے تو تب بھی اس کو اس کا علم ہے۔ بلکہ جو خیال تیرے ضمیر کی خلوت میں ابھی تک ناپید ہے، اس سے بھی وہ پوری طرح باخبر ہے۔ اس لیے سرکشی کا خیال ترک کر دو اور اطاعت و انقیاد کو اپنا شعار بنا لو۔ اسی میں تمہاری بھلائی اور دونوں جہانوں کی فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔

قرآن کریم مرتا سب مقام پر انسان کو یہ احساس دلاتا ہے کہ تو اشرف المخلوقات ہے۔ جو شکل و صورت تجھے دی گئی ہے وہ بھی بے نظیر ہے اور جو فہم و شعور تجھے بخشا گیا ہے اس کی بھی مثال نہیں۔ فعل و ترک کی جو آزادی تجھے دی گئی ہے کسی اور مخلوق کو نہیں دی گئی۔ اب تیرا بھی فرض ہے کہ اپنے کریم رب کو پہچان، اپنی زندگی کو اس کے احکام کے سانچے میں ڈھال، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کر۔ اس سے دو مقصد پورے ہو جائیں گے۔ تیرا خدا بھی راضی ہو جائے گا اور تیری شخصیت کو بھی چار چاند لگ جائیں گے اور تو اپنے مقصد حیات کو بھی احسن طریقہ سے انجام دے سکے گا۔

جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہ پہچانا اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے بجائے سرکشی کی راہ پر چل نکلے اور کفر و شرک اور فسق و فجور کے غاروں میں پھنس کر رہ گئے ان کے دردناک انجام کی خبریں زبان زد عام ہیں۔ تم نے بارہا سنی ہوں گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا

ان کے پیغمبر روشن نشانیاں لے کر پس وہ بولے کیا انسان ہماری رہبری کریں گے۔ پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا

وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ

اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے بے نیاز ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ہے۔ گمان کرتے ہیں کفار کہ انہیں ہرگز دوبارہ

لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ

زندہ نہ کیا جائے گا۔ فرمائیے کیوں نہیں مجھے اپنے رب کی قسم تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا۔ پھر تمہیں آگاہ کیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ

اور یہ اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے

۵ ان کی گمراہی کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ ہم نے ان کو عقل و فہم بھی عطا کیا۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ ان کی طرف اپنے رسول مبعوث کیے جو انہیں راہِ حق دکھاتے ہیں اور ان پیغمبروں کو معجزے بھی دیے تاکہ وہ ان کو پہچان سکیں۔ لیکن ان احمقوں نے یہ کہہ کر ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کا اتباع نہیں کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی طرف سے بے پروائی اختیار کر لی اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کی ضرورت ہے۔ وہ بندوں کے سجدوں اور عبادتوں کا محتاج نہیں۔ اس کی کوئی بھی تعریف نہ کرے پھر بھی وہ غنی اور حمید ہے۔

۶ کفار کو اس بات پر یقین تھا کہ قیامت ہرگز نہیں آئے گی۔ یہ آ سکتی ہی نہیں۔ اس لیے وہ بڑے دھڑلے سے کہتے تھے لَن یُّبْعَثُوا۔ انہیں قبروں سے زندہ کر کے ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا۔ ان کے اس بے بنیاد دعوے کی تردید میں ان کے انداز گفتگو لن یبعثوا سے بھی صد گنا پُرزور انداز میں وقوعِ قیامت کے بارے میں اعلان فرمانے کا اپنے رسول کو حکم دیا۔ اے حبیب! آپ فرمائیے کافرو! تمہارا یہ خیال سراسر باطل ہے کہ تمہیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ میں اپنے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ تمہاری زندگی کا سارا دفترِ عمل تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ اور تم میں یہ طاقت نہ ہو گی کہ تم کسی ایک بات کا بھی انکار کر دو۔ ایسا کرنا میرے رب کے لیے قطعاً دشوار نہیں۔ جس طرح اس نے کائنات کی تخلیق کے وقت فرمایا کُن اور یہ سارا جہان اپنی بوقلمونیوں کے ساتھ نیست سے ہست ہو گیا۔ اسی طرح اس وقت بھی اس کا ایک اشارہ ہو گا تم سر جھکائے قبروں سے نکل کھڑے ہو گے۔ تمہارے لیے تو واقعی بکھرے ہوئے ذروں کو یکجا کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے لیکن میں تو اپنے رب کی بات کر رہا ہوں جو علیٰ کل شیء قدیر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ

نازل کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے ۹ جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن ۱۰

ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ

یہی گھاٹے کے ظہور کا دن ہے ۱۱ اور جو ایمان لے آیا اللہ پر اور نیک عمل کرتا رہا اللہ دور فرما دے گا

۹ کفر و انکار انسان کو جن ہلاکتوں سے دوچار کر دیتا ہے پہلے ان کا ذکر کیا، پھر قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا قطعی اعلان کیا۔ اب ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری سلامتی اور بہتری اسی میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور قرآن کریم جو سراسر نور ہدایت ہے اس کو اللہ کا سچا کلام تسلیم کر لو یہی نور تمہاری زندگی کے گوشے گوشے کو منور کر دے گا۔ اسی کی چمک سے تمہارے تصورات کے ظلمت کدہ میں اجالا ہو جائے گا حق اور باطل میں تم بآسانی امتیاز کر سکو گے۔ تمہاری معاشی خوشحالی تمہاری اخلاقی برتری اور تمہاری روحانی ترقی کی منزل کی طرف بھی نور تمہاری رہنمائی کرے گا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں وھو القرآن فانه باعجازه بین بنفسه مبین لغیره کما ان النور کذلک (روح المعانی) یعنی یہاں نور سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ وہ اپنے اعجاز بیان کے باعث خود بھی روشن ہے اور دوسرے حقائق کو بھی آشکارا کرنے والا ہے۔

۱۰ یوم۔ لتبعثن کا ظرف ہے اس لیے منصوب ہے۔ قیامت کو یوم الجمع اکٹھے ہونے یا اکٹھے کیے جانے کا دن کہا گیا ہے کیونکہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک ساری مخلوق وہاں جمع ہو گی تاکہ ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جا سکے۔

۱۱ فرمایا یوم الجمع یعنی جمع ہونے کا دن ہی حقیقت میں یوم التغابن ہو گا۔ علامہ راغب نے اختصار کے ساتھ جامع اور واضح تشریح کی ہے۔ لکھتے ہیں الغبن ان تبخس صاحبك في معاملة بينك وبينه بضرب من الاخفاء (مفردات) یعنی پوشیدہ طور پر اپنے ساتھی کو باہمی معاملہ میں نقصان پہنچانے کو غبن کہتے ہیں۔ اگر یہ نقصان مال ہو تو اس کا ماضی غَبَنَ مفتوح الباء ہو گا اور اگر اس کی رائے اور فہم میں ہو تو غَبِنَ مکسور الباء ہو گا۔ قیامت کو یوم التغابن کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عمر بھر جن تجارتی کاروبار میں وہ ہمہ تن مصروف رہے۔ اس کے نتائج کھل کر ان کے سامنے آ جائیں گے اور انہیں علم ہو جائے گا کہ انہوں نے کتنے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے انہوں نے اپنے آپ کو نعیم جنت سے محروم کیا اور نفس و شیطان کی پیروی کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا لیا۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ باب تفاعل ہے اس میں دو یا دو سے زیادہ فریقوں کی شرکت ضروری ہے اس لیے انہوں نے یوم التغابن کی تشریح یوں کی ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں اپنے محلات کے علاوہ ان لوگوں کے محلات بھی مرحمت فرما دیے جائیں گے جنہوں نے غلط روی کے باعث اپنے آپ کو جہنم کا سزاوار بنا لیا۔ اور جہنمی جب دوزخ میں پھینکے جائیں گے تو انہیں اپنے ٹھکانوں کے علاوہ ان لوگوں کے ٹھکانے بھی دے دیے جائیں گے جو راہ راست پر گامزن ہونے کے باعث دوزخ کے عذاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نجات پا گئے گویا اس روز دوزخی اور جنتی آپس میں لین دین کریں گے۔ اہل جنت اپنے دوزخ کے ٹھکانے جہنمیوں کو دے دیں گے اور ان کے عوض جنت میں دوزخیوں کے لیے جو ایوان آراستہ کیے گئے تھے وہ انہیں مل جائیں گے۔ اس روز دوزخی بآسانی یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ زندگی کے میدان میں کون جیتا اور کون ہارا۔ اس کاروبار میں کس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

بخاری شریف کی روایت سے بھی اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا :

مَا مِنْ عَبْدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَمَا مِنْ عَبْدٍ يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ لِيَكُونَ عَلَيْهِ حَسْرَةً۔ یعنی ہر جنتی جب جنت میں داخل ہو گا تو اسے جہنم میں اس کی وہ جگہ دکھائی جائے گی جو اگر وہ بدکار ہوتا تو اس کو ملتی۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مزید شکر ادا کرے اور دوزخی کو جنت میں اس کی وہ جگہ دکھائی جائے گی جو اگر وہ نیک ہوتا تو اس کو ملتی تاکہ اس کی حسرت میں مزید اضافہ ہو۔

صحیح مسلم اور ترمذی کی ایک حدیث بھی مطالعہ فرمایئے تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان کس طرح عدل فرمائے گا۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں :

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قَالَ أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔

ترجمہ : ایک روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو اس کو مفلس کہتے ہیں جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ سازو سامان۔ فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو روز حشر آئے گا۔ اس کے ساتھ اس کی نمازیں، اس کے روزے اور اس کی زکوۃ ہو گی لیکن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی نکالی ہو گی، کسی پر بہتان باندھا ہو گا، کسی کا ناحق مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا، کسی کو مارا پیٹا ہو گا۔ ان مظلوموں کی داد رسی کرنے کے لیے اس کی نیکیاں ان لوگوں میں بانٹی جائیں گی اور اگر مظلوموں کی حق رسی سے پہلے اس کی نیکیوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس کے سر پر لاد دیے جائیں گے اور پھر اسے دھکا دے کر آتش جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور نصیحت آموز ارشاد بھی سنتے جایئے۔

قال من كانت عنده مظلمة لاخيه فليتحلله منها فانه ليس ثمه دينار ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه (بخاری شریف)

ترجمہ : یعنی اگر کسی نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہے تو اس دنیا میں ہی وہ اسے معاف کرا لے کیونکہ قیامت کے روز دینار و درہم نہیں ہوں گے۔ اگر اس ظالم نے کچھ نیک اعمال کیے ہوں گے تو وہ لے کر اس مظلوم کو دے دیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس صالح اعمال کا ذخیرہ نہ ہوا تو مظلوم کے گناہ اس کے سر پر لاد دیے جائیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اس سے اس کے گناہوں کو ۱۲ اور داخل فرمائے گا اسے باغوں میں رواں ہوں گی جن کے نیچے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے تا ابد۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہوں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے ۱۳ اور وہ بہت بری

وہ لوگ جو تلاش زر میں آج دیوانے بنے پھرتے ہیں، حلال و حرام، جائز و ناجائز کی تمیز بھی نہیں کرتے، جو لوگ اپنے کاروبار کی ترقی اور اپنی جیبیں بھرنے کے لیے دھوکا، فریب سب روا سمجھتے ہیں، جو آج اپنے رنگ رلیوں میں اتنے مست ہیں کہ انہیں پروا ہی نہیں کہ ایک قدم بھی سوچنا بھی گوارا نہیں، انہیں اگر فرصت ملے تو وہ یوم التغابن کا ہی تصور کریں۔ جب انہیں تمام کائنات کے حضور لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور انہیں اپنی حماقت کا احساس ہوگا۔ اس روز انہیں پتہ چلے گا کہ جس کاروبار کو بڑا نفع بخش سمجھ بیٹھے تھے وہ درحقیقت سراسر گھاٹے کا کاروبار تھا۔

علامہ ابن منظور نے حضرت حسن بصری سے تغابن کا ایک اور مفہوم نقل کیا ہے۔

سُئِلَ الحسن عن قوله تعالیٰ ذٰلك يوم التغابن فقال غُبِنَ أهل الجنة أهل النار أي استنقصوا عقولهم باختيارهم الكفر على الايمان (لسان العرب) یعنی حضرت حسن بصری سے یوم التغابن کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا اس روز اہل جنت دوزخیوں کے فہم و شعور کی تنقیص کریں گے کہ تم لوگ کتنے احمق تھے تم نے ایمان کو چھوڑ دیا اور کفر کو اختیار کر لیا۔ تمہاری دانش مندی نے تمہیں یہ بھی حقیقت نہ سمجھائی کہ باقی کے بدلے فانی نہیں لیا کرتے۔ اس صورت میں تغابن، غَبَن سے ماخوذ ہوگا جس کا معنی عقل و رائے میں نقصان ہے۔

۱۲ یوم التغابن کے ذکر کے بعد پھر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ جو شخص ایمان لائے گا اور ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اعمال حسنہ سرانجام دے گا اللہ تعالیٰ اس کی سابقہ خطائیں دور کر دے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں کوئی ایسا نقص نہیں رہے گا جس سے قیامت کے دن اس پر فرد جرم عائد کی جائے اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ علامہ جوہری تکفیر کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔ التکفیر فی المعاصی کالاحباط فی الثواب (صحاح) اعمال صالحہ کا ثواب ضائع ہو جائے تو اس کے لیے احباط کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور گزشتہ گناہ کالعدم کر دیے جائیں تو اس کے لیے تکفیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۱۳ لیکن جو بدبخت ان نصیحتوں کے باوجود کفر پر اڑا رہے اور آیات ربانی کی تکذیب کرتا رہے ان کا دردناک انجام بھی بتا دیا تاکہ وہ اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْمَصِيرُ ﴿١٠﴾ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَنْ

پلٹنے کی جگہ ہے۔ نہیں پہنچتی (کسی کو) کوئی مصیبت بجز اللہ کے اذن کے ۱۳؎ اور جو شخص

۱۳؎ یہ دنیا دار المحن ہے۔ مصائب و آلام سے کسی کو مفر نہیں۔ بیماری، موت، تجارت و زراعت میں خسارہ، کسی عزیز ترین مقصد میں انتہائی مساعی کے باوجود ناکامی۔ یہ ایسے حالات ہیں جن سے کم و بیش ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن آلام و مصائب کے ہجوم میں ہر شخص کا ردعمل یکساں نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جن کا خدا کی ذات پر ایمان نہیں ہوتا وہ اپنے آپ کو ان حالات میں ایک بے بس تنکا محسوس کرتے ہیں جسے ہوا کے جھونکے بھی ادھر ادھر پٹکتے رہتے ہیں۔ اس وقت جس ذہنی پستی اور اخلاقی انحطاط کا یہ لوگ مظاہرہ کرتے ہیں اسے دیکھ کر شرافت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور آنکھیں فرط ندامت سے جھک جاتی ہیں۔ لیکن جن کو خدا پر ایمان ہوتا ہے اور ایمان بھی ایسا مستحکم اور استوار کہ اس میں ذرہ بھر لچک نہیں ہوتی۔ ان کی شان اس وقت دیدنی ہوتی ہے۔ شیروں کے نرغے میں بھی وہ مسکراتے رہتے ہیں۔ بے رحم طوفانوں میں بھی ان کے یقین کی شمع فروزاں رہتی ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ بے آسرا نہیں۔ خدا کی ذات ان کا آسرا ہے اور بہت بڑا آسرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ ان کے پروردگار کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اگر اس نے انہیں کسی آزمائش میں مبتلا کیا ہے تو اس کا مقصد یا ان پر اضافہ انعام ہے یا اپنے قرب اور رحمت سے ان کو نوازنا اور ان کی بے قراری نہیں بلکہ اس میں ان کی بہتری اور بھلائی ہے جس میں مصلحت ہے۔ اس طرح ان کے دل مضطرب اور بے چین نہیں ہوتے۔ بڑی خوشی سے اس پرخار وادی کو بڑے صبر و تحمل اور شکر و رضا کے ساتھ طے کرتے چلے جاتے ہیں۔

ایمان باللہ میں کس بلا کی قوت ہے؟ اس قوت کے بل بوتے پر انسان کس طرح ثابت قدمی اور جواں مردی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کے لیے آپ فرعون کے ساحروں کے رد عمل پر نظر ڈالیے۔ فرعون انہیں دھمکیاں دے رہا ہے کہ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا، تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا، انہیں اس کا بخوبی علم ہے کہ یہ ظالم ایسا کر سکتا ہے لیکن وہ ایمان جو ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا وہ انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔ ان میں لغزش تک نہ آنے دیتا۔ وہ بھرے دربار میں یہ اعلان کرتے ہیں فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ۔ اے فرعون! جو تیرا جی چاہے کر گزر، ہم اس نعمت ایمان کو ہرگز اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔

جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر یقین راسخ نصیب ہو جاتا ہے تو ان صبر آزما حالات میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو صبر و رضا اور تسلیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ میں اسی خصوصی عنایت کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث لکھی ہے جو صحیحین سے منقول ہے۔ آپ بھی اسے غور سے پڑھیے اور اسے یاد رکھیے تاکہ زندگی کا قافلہ جب لالہ زاروں اور مرغزاروں سے نکل کر خارزاروں اور اداس ویران ریگزاروں سے گزرنے لگے تو آپ کے چہرہ پر اس وقت بھی طمانیت کا نور چمک رہا ہو۔ تمہارے دل میں اضطراب و پریشانی کی کوئی علامت موجود نہ ہو۔ آپ کے آقا و مولا، مرشد برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللَّهُ لَهُ قَضَاءً إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَهُ إِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِيْعُوا

اللہ پر ایمان لے آئے اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۱۱ اور اطاعت کرو

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کریم کی ۱۲ پھر اگر تم نے روگردانی کی تو (اس میں) ہمارے رسول کے ذمہ فقط کھول کر پہنچا (دینا

الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

پیغام) ہے۔ ۱۳ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ پس اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ

اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیبیاں اور تمہارے بچے تمہارے دشمن ہیں

ترجمہ: یعنی مومن کی بھی عجیب حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جو فیصلہ کرے وہی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچے اور اس پر وہ صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے مسرت ارزانی ہو اور وہ اس پر شکر کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ سعادت صرف مومن کے لیے مخصوص ہے۔

۱۱ یہ ذکر کر کے اہل ایمان کو تسلی دے دی کہ تمہارا واسطہ اس خدا سے نہیں جس کو تمہاری حالت کی خبر نہ ہو۔ تم اس کے لیے ہلکان ہوتے رہو، نقصان پر نقصان اٹھاتے رہو، تکلیف پر تکلیف جھیلتے رہو اور اسے پتہ ہی نہ ہو کہ اس کے بندے اس کی راہ میں کیسی کیسی مشکلات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اس کی راہ میں جو کانٹا تمہیں چبھتا ہے، گرم ریت کا جو ذرہ تمہارے جسم کو چھو کر نکل جاتا ہے اسے اس کا بھی علم ہے۔ اس کا بھی وہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ تمہارا دشمن کتنا ہی مقتدر کیوں نہ ہو، جب اس کی مدد نے گی تو دشمن کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو۔ اس کی رحمت پر بھروسہ رکھو۔ حالات کا رخ بدلتے دیر نہیں لگتی۔ کس پیارے انداز سے اپنے مخلص دلشکاروں کی دلجوئی فرمائی جا رہی ہے۔

۱۲ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھو۔ اگر تم نے خوشی و آرام کے دنوں میں اس کو بھلا دیا یا غم و اندوہ کی تاریک راتوں میں اس کی رحمت سے مایوس ہو کر بے راہروی اختیار کر لی تو یاد رکھو اس کا نقصان تمہی کو ہو گا۔ ہمارے رسول کی تو یہی ذمہ داری تھی کہ وہ تمہیں حق کا پیغام پہنچا دے۔ اس کو قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔

۱۳ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور اس پر توکل بندۂ مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

پس ہوشیار رہو ان سے ۱۸ اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور

رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ

رحیم ہے ۱۹ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں ۲۰ اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اجر

عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا

عظیم ہے ۲۱ پس ڈرتے رہو اللہ سے جتنی تمہاری استطاعت ہے ۲۲ اور (اس کا فرمان) سنو اور (دل سے) مانو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو

۱۸ راہ حق کے مسافر کے لیے وہ لمحے بڑے خطرناک ہوتے ہیں جب اس کی محبوب بیوی یا پیاری اولاد سنگ راہ بن کر سامنے آ جاتی ہے۔ جب ایمان کے تقاضوں اور ان کے مطالبات میں تصادم شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نازک موڑ پر اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتا ہے انہیں یہ بتاتا ہے کہ بے شک تیری بیوی تیری رفیقۂ حیات ہے، تیری اولاد تیری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے لیکن اگر تجھے راہِ راست سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر وہ تیرے دوست نہیں بلکہ تیری عاقبت کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ تجھے اپنے مالک کی بغاوت پر اکساتے ہیں ان کی ان چالوں سے ہوشیار رہنا، ایسا نہ ہو کہ ان کی محبت میں دیوانہ ہو کر تم اپنی متاعِ ایمان لٹا بیٹھو یہ خسارہ ناقابلِ برداشت ہو گا۔

۱۹ ان کی کھلی عداوت کے باوجود ان کے ساتھ حسن سلوک اور عفو و درگزر کا درس دیا جا رہا ہے۔ یہ وسیع الظرفی اور فراخ دلی اسلام کے بغیر آپ کو کسی اور دین میں نہیں ملے گی۔

۲۰ مال اور اولاد کی محبت اگر یادِ حق میں خلل انداز ہو تو ایک بہت بڑا فتنہ ہے مومن کو چاہیے کہ ان کی محبت میں ایسا وارفتہ نہ ہو جائے کہ یادِ حق میں غفلت اور احکامِ شریعت کی پابندی میں تساہل ہونے لگے۔

مال و اولاد اس لحاظ سے بھی آزمائش ہیں کہ اگر تنگ دستی ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ صبر کرتا ہے یا شکوہ۔ اگر مالدار ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے مال کو کس جگہ خرچ کرتا ہے۔ نیز جب اولاد ہوتی ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں اپنا فرض ادا کرنے میں کس حد تک جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کو انسانیت کی اعلیٰ قدروں سے متصف کرنے کی انہوں نے کس حد تک کوشش کی ہے، جو ماں باپ اپنی اولاد کی اس طرح تربیت کرتے ہیں کہ وہ اپنے حسن اعمال اور پاکیزہ سیرت کے باعث اپنی قوم اور ملک کے لیے باعث افتخار بنتے ہیں، وہ والدین بڑے خوش قسمت ہیں اور جو لوگ صحیح تربیت نہیں کرتے انہیں لاڈ پیار سے بگاڑ دیتے ہیں اور ان کے مستقبل کو سنوارنے کی کوشش نہیں کرتے وہ اس آزمائش میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں صرف وہی ماں باپ کامیاب ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کی عادات کو صحیح طریقے پر بناتے ہیں۔

۲۱ اگر تم اپنے مال اور اپنی اولاد کے سلسلہ میں اپنے فرض سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کی کوشش اپنی استطاعت کے مطابق کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر پاؤ گے، تمہاری حوصلہ افزائی کی جائے گی اور تمہاری اس عملی شکر گزاری کو قبول فرما کر انعامات سے نوازا جائے گا۔

۲۲ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۲ میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے

خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾

یہ بہتر ہے تمہارے لیے ۲۳ اور جنہیں بچا لیا گیا ان کے نفس کے بخل سے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۲۴

إِن تُقْرِضُوا۟ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ

اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو تو وہ اسے کئی گنا کر دے گا تمہارے لیے اور بخش دے گا تمہیں ۲۵ اور اللہ تعالیٰ

شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿١٨﴾

بڑا قدردان اور بہت حلم والا ہے ۲۶ ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا ہے سب پر غالب بڑا دانا ہے ۲۷

طرح اللہ سے ڈرنے کا حق ہے۔ یہاں ارشاد فرمایا کہ اپنے اللہ سے ڈرو جتنا تمہارا مقدور ہے جتنا تمہارے امکان میں ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: واشارة الی الفرق بین الابرار والمقربین فی حال التقوی فقوله فاتقوا الله ما استطعتم ناظر الی الابرار وقوله تعالیٰ اتقوا الله حق تقاته ناظر الی المقربین فان حالهم الخروج عن الوجود المجازی بالکلیة وهو حق التقوی۔

یعنی ابرار اور مقربین کے تقویٰ میں جو فرق ہے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس آیت میں ابرار کی حالت کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور پہلی آیت میں مقربین کے احوال کو ملحوظ رکھا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے وجود مجازی سے یکسر دستکش ہو جاتے ہیں اور یہی تقویٰ کا مقتضائے کمال ہے۔ ہر شخص اولوالعزم نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص میں وہ صلاحیتیں نہیں پائی جاتیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اکابر صحابہ اور اکابر اولیاء کرام کو مشرف فرمایا۔ اس لیے سب کے لیے تقویٰ کا ادنیٰ درجہ قبول ہے۔ جتنی تمہاری استطاعت ہے جتنی ہمت ہے تم اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ مزید اعلیٰ تقویٰ کی توفیق وہ جب چاہے گا اپنی جناب سے تمہیں عطا فرمائے گا۔

۲۳ مزید ہدایات دی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کے نبی کے ارشادات پوری توجہ سے سنو۔ اس کے احکام کو بجا لاؤ اور اس کی راہ میں اس کے دیے ہوئے مال سے خرچ کرتے رہو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ خیراً فعل مقدر کی خبر ہے۔ یعنی تم ایسا کیا کرو ایسا کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ یکن خیراً لکم۔

۲۴ اس کی تشریح سورۂ حشر کی آیت ۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ اخلاص اور خوشی سے اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے جو شخص اپنا مال خرچ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ گویا قرض ہوگا اور وہ اسے کئی گنا کر کے دیتا ہے گا۔ ایک کا دس یا سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس کے علاوہ اس کے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔

۲۶ شکور کا معنی ہے قدردان۔ بندہ تھوڑا سا کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے اللہ تعالیٰ بے حساب اسے اجر عطا فرماتا

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ واللہ شکور بمعنی انہ کثیر الصنائع علی عبدہ۔

حلیم: یعنی تم گناہ کرتے ہو وہ فوراً ہی پکڑ نہیں لیتا۔ اس کے حلم کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔

۱۸؎ اس کا علم کامل ہے کوئی چیز اس کے علم سے پنہاں نہیں۔ اس کی قدرت عظیم ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ کو ٹال سکے اور اس کی قضاء کو مسترد کر سکے۔ بایں ہمہ ان اوصاف پر مطلق ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حکیم ہے۔ اس کے ہر حکم میں اس کے ہر فیصلہ میں اس کی حکمت کے جلوے نظر آ رہے ہیں۔

◎

اللّٰھم انت عالم الغیب والشہادۃ وانک انت العزیز الحکیم فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین ۔

اللّٰھم صل من الصلوات ازکاھا ومن التسلیمات اطیبھا ومن التحیات اسناھا علی حبیبک ومحبوبک ونبیک ورسولک سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعہ باحسان الی یوم الدین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الطّلاق

نام: اس سورۃ میں طلاق کے مسائل مذکور ہیں اس لیے اس کا نام "الطلاق" تجویز ہوا۔ اس میں دو رکوع ۱۲ آیتیں دو سو انچاس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔

زمانۂ نزول: یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورت بقرہ کی وہ آیات جن میں طلاق، عدت کے احکام بیان ہوئے ہیں، اُن آیات کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی۔

مضامین: عہد جاہلیت کا عرب معاشرہ از اول تا آخر بگڑ چکا تھا۔ غلط رسم و رواج کی پابندی نے اُن کی خانگی زندگی کو باہمی اعتماد اور یگانگی کی خوشیوں سے محروم کر دیا تھا۔ نکاح، طلاق، عدت، نفقہ، رضاعت اور دُوسرے مسائل جن کا عائلی زندگی سے گہرا تعلق ہے ہر قسم کی معقولیت سے عاری تھے۔ اسلام نے یک لخت پہلے نظام کو درہم برہم کر کے نہیں رکھ دیا بلکہ اس کی اصلاح کے لیے تدریجی اقدامات کیے تاکہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور عجلت میں کی گئی اصلاحات سے جو مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اُن سے بھی کم سے کم سابقہ پڑے۔

پہلے شوہر اپنی بیوی کو اَن گنت طلاقیں دے سکتا تھا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا کرتا جس سے عورت کی زندگی اس کے لیے عذاب بن گئی تھی۔ سورۂ بقرہ کی آیت دو سو انتیس (۲۲۹) میں بتا دیا کہ شوہر زیادہ سے زیادہ تین طلاقیں دے سکتا ہے، اس کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا۔

البقرہ کی آیت دو سو اٹھائیس (۲۲۸) میں مطلقہ عورت کی عدت بتا دی کہ تین حیض ہے۔ اسی آیت میں یہ بھی بتا دیا کہ رجعی طلاق کی صورت میں عدت ختم ہونے سے پہلے خاوند رجوع کر سکتا ہے اور تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔
البقرہ کی آیت دو سو تیس (۲۳۰) میں طلاق مغلظہ کی صورت میں دوبارہ نکاح کا حکم بیان کر دیا اور اسی سورت کی آیت دو سو چونتیس (۲۳۴) میں اس عورت کی عدت بتا دی جس کا خاوند فوت ہو جائے۔

عائلی زندگی سے متعلق ایک حکم سورۂ الاحزاب کی آیت انچاس (۴۹) میں بیان کر دیا کہ اگر نکاح کے بعد دخول سے پہلے طلاق واقع ہو جائے تو پھر مطلقہ کو عدت گزارنے کی ضرورت نہیں، وہ اسی وقت نکاح کر سکتی ہے۔

لیکن عائلی زندگی سے متعلق کئی مسائل ایسے رہ گئے تھے جن کے جوابات مطلوب تھے، کئی دیگر احکامات کے بارے میں وضاحت کی ضرورت تھی تاکہ عمل کرنے والا منشائے الٰہی کے مطابق اِن پر عمل کر سکے۔ اس سورت کو نازل فرما کر اس خلا کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدا کر دیا۔ نیز طلاق جس کی اجازت اسلام نے بصرف ناگزیر حالات میں دی ہے جب کہ میاں بیوی کے مل کر رہنے کا کوئی امکان نہ ہو اور جسے ابغض المباحات قرار دیا ہے۔ اس کے لیے ایسی پابندی لگا دی کہ اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے تو طلاق کا وقوع بہت ہی کم ہو جائے۔

پہلے اُس مطلقہ مدخولہ کی عدت بیان کی گئی تھی جسے حیض آتا ہو یہاں اُن مدخولہ عورتوں کی عدت بیان کی جا رہی ہے۔ جنہیں حیض آنا ابھی شروع ہی نہ ہوا ہو یا وہ عمر کے اس حصہ میں پہنچ گئی ہوں جب حیض کا آنا بند ہو جاتا ہے۔

حاملہ عورت کو اگر خاوند طلاق دے دے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے تو اُسے کتنی عدت گزارنی ہوگی؟ اس مسئلہ کی بھی یہاں تصریح کر دی۔

مطلقہ جب عدت گزار رہی ہو تو اس کی سکونت اور نفقہ کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ شیر خوار بچہ کی رضاعت کا انتظام اور اس کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ ان تمام مسائل کو یہاں تفصیلاً ذکر کر دیا۔

اس سورت کا ایک اور پہلو آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ بلا شبہ اس میں اہم اور دور رس نتائج کے حامل قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے باوجود قرآن کریم کی انفرادیت قائم ہے۔ یہ صرف قوانین کی کتاب نہیں جو متعدد دفعات پر مشتمل ہو اور جن سے سرتابی کرنے والا مختلف سزاؤں کا مستوجب قرار پاتا ہو بلکہ اس میں جگہ جگہ ان احکام کی بجا آوری کی ترغیب دینے کے لیے ایسے جملوں کا اضافہ کیا گیا ہے جنہیں پڑھ کر ان پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ان احکام کی پابندی تقویٰ ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی راہیں کھول دیتا ہے اور اسے یوں رزق دیتا ہے جس کا اُسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

انسان جب ان آیات میں غور و فکر کرتا ہے اور اُسے پتہ چلتا ہے کہ ان احکام پر عمل کرنے سے اُس کا رب کریم اُس پر راضی ہو جائے گا، تو پھر بڑی خوشدلی سے ان احکام کو بجا لاتا ہے خواہ اُسے کتنا مالی خسارہ بھی برداشت کرنا پڑے یہی قرآن کریم کی وہ خصوصیت ہے جو اسے قوانین کا مجموعہ ہونے کے باوجود قوانین کی دیگر کتب سے ممتاز کرتی ہے۔

دوسرے رکوع میں بتا دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں اُن کا انجام بڑا دردناک ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کی لائی ہوئی ہدایات پر عمل کرتے ہیں انہیں ہر قسم کے اندھیروں سے نکال کر ایسی جگہ پہنچا دیا جاتا ہے جہاں حق کا آفتاب ضوفشانی کر رہا ہوتا ہے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۶-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سورۃ الطلاق مدنیۃ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتہا ۱۲ رکوعاتہا ۲

سورۂ طلاق مدنی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا

اے نبی (کریم)! (اپنی امت سے فرمائیے) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کا خیال رکھتے ہوئے ۱؎ اور شمار کرو

۱؎ اگرچہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب سے مشرف فرمایا جا رہا ہے لیکن حکم ساری امت کے لیے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے یا ایہا النبی قل لامتک اذا طلقتم۔ اے نبی کریم! آپ اپنی امت کو حکم دیں کہ جب وہ طلاق دینے کا ارادہ کریں۔ اگر سردار قوم کو حکم دیا جاتا ہے اس قوم کے افراد از خود اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی نے ایک اور نکتہ بیان کیا ہے کہ آیت میں طلاق دینے کا ذکر ہے جو ایک ناپسندیدہ فعل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو مخاطب فرمانے کے بعد طلاق دینے کی نسبت حضور کی طرف نہیں کی بلکہ امت کی طرف کی ہے۔ ذرا نظر غور کریں کہ رب العزت اپنے محبوب کی شان رفیع کا کس طرح پاس کرتا ہے۔ لما فی الطلاق من الکراہۃ فلم یخاطب بہ تعظیما (روح المعانی) یعنی چونکہ طلاق میں ایک گونہ کراہت ہے اس لیے اپنے محبوب کی رفعت شان کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے خطاب نہیں فرمایا۔

اذا طلقتم: المعنی اذا اردتم تطلیقہن۔ اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ جب تم طلاق دینے کا ارادہ کرو تو تم پر مندرجہ ذیل ہدایات کی پابندی ضروری ہے۔ تنزیل للمشارف الی الفعل منزلۃ الشارع فیہ۔ (روح المعانی) جو کام کو عنقریب شروع کرنے والا ہے اس کو اس شخص کی مانند خیال کر لیا جس نے کام شروع کر لیا ہے۔

۲؎ اسلام کے نزدیک رشتہ ازدواج بڑا مقدس رشتہ ہے۔ صحت مند بنیادوں پر قائم مستحکم خاندان اور معاشرہ وجود میں آتا ہی [illegible] مسرتوں سے مالا مال ہوں گے اور خوشحالی کی فضا میں نشوونما پائیں گے۔ اسلام اس بات کا بڑا حریص ہے کہ اس رشتہ کا تقدس مجروح نہ ہونے پائے۔ اس رشتہ پر صرف مرد وزن کی خوشی اور آبادی ہی موقوف نہیں بلکہ ان کی معصوم اولاد، فریقین کے قریبی رشتہ دار بلکہ سارے خاندان کا مفاد وابستہ ہے۔ اس لیے اسلام پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے لیکن بعض حالات میں یہ تعلق وبال جان بن جاتا ہے۔ دونوں کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے کہ انہیں اس قید سے رہائی مل جائے۔ ان ناگزیر حالات میں اسلام نے اس کو ختم کرنے کی اجازت دی ہے [illegible]۔ ارشاد نبوت ہے ان من ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ وہ حلال جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے وہ طلاق ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یہتز منہ العرش۔ شادی کیا کرو اور طلاق نہ دیا کرو کیونکہ طلاق سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے طلاق کا جو قانون پیش کیا ہے اس میں اس امر کو پوری طرح خیال رکھا گیا ہے کہ طلاق دینے والا عجلت بازی میں طلاق نہ دے۔ کوئی وقتی رنجش یا عارضی نفرت اس کا باعث نہ ہو۔ طلاق دینے والا سوچ سمجھ کر اس کے نتائج و عواقب کو مدنظر رکھتے ہوئے طلاق دے۔ چنانچہ اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب تم اپنی بیوی کو طلاق دو تو اس کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ طلاق حیض کی حالت میں نہ دی جائے نیز ایسے طہر میں بھی طلاق نہ دی جائے جس میں مباشرت ہو چکی ہو کیونکہ ان دونوں طریقوں سے عدت میں طوالت ہو جائے گی اور مطلقہ کو تکلیف برداشت کرنا ہوگی کیونکہ اگر اس نے حالت حیض میں طلاق دی تو وہ حیض تو عدت میں شمار نہیں ہوگا۔ اس حیض کے علاوہ تین مزید حیضوں کا اسے انتظار کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اگر ایسے طہر میں اس نے طلاق دی جس میں مباشرت ہوئی ہو تو اس سے مرد وزن دونوں کو خبر نہیں کہ اس مباشرت سے حمل قرار پایا ہے یا نہیں۔ اس سے بھی عدت میں گڑبڑ ہوگی اور عورت کو تکلیف اٹھانا پڑے گی اس لیے مسنون طریقہ طلاق دینے کا یہ ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں عورت سے مقاربت نہ ہوئی ہو۔ حالت حیض میں طلاق دینا یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی گئی ہو گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت عالیہ میں یہ واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عبداللہ اس طلاق سے رجوع کرے یہاں تک کہ اس کی بیوی پاک ہو جائے۔ طہر کے بعد پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو۔ اب اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو مباشرت سے پہلے طلاق دے۔ حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں فلیطلقها طاهرا قبل ان یمسها فتلك العدة التی امر بها الله عز وجل یعنی حالت طہر میں مباشرت سے پہلے طلاق دے اور یہی وہ عدت ہے جس کی پابندی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (بخاری شریف)

اس پابندی میں کئی اور حکمتیں بھی ہیں۔ حیض کی حالت میں عورت مرد کے لیے مرغوب خاطر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی مشاغل کی طرف سے بھی بے تعلق ہو جاتی ہے۔ ان دنوں اس کی طبیعت بھی مضمحل اور منفعل ہوتی ہے۔ اس لیے اگر اس حالت میں مرد طلاق دے دے تو ممکن ہے کہ یہ عارضی بے رغبتی طلاق دینے میں محرک ہو اور جب یہ ایام گزر جائیں تو پھر اس کو اپنے کیے پر ندامت ہو اور ایسا طہر جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو اس میں بھی عورت کی طرف کشش کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اگر طلاق دینا ہی ہو تو ایسی حالت میں طلاق دو جبکہ رغبت اور کشش اپنے عروج پر ہو۔ ایسی حالت میں اگر تم طلاق دو گے تو سو مرتبہ پہلے سوچو گے اور تب یہ اقدام کرو گے۔ اس طرح تمہارا طلاق دینا حقیقی اسباب پر مبنی ہوگا۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے کرام نے طلاق کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ① سنی یعنی سنت کے مطابق اور ② بدعی۔ احناف نے سنی طلاق کی پھر دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ ① احسن اور ② حسن۔ احسن طلاق تو یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں اس سے مباشرت نہیں کی ایک مرتبہ طلاق دے اور پھر انقضائے عدت تک دوسری طلاق نہ دے۔ عدت پوری ہونے کے بعد سابقہ نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن تجدید نکاح کا دروازہ کھلا رہے گا۔ طلاق حسن اس کو کہتے ہیں کہ ایسے طہر میں ایک طلاق دے۔ ایک حیض گزرنے کے بعد جب وہ پاک ہو تو اسے دوسری طلاق دے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ اس کے علاوہ طلاق کی ساری صورتیں طلاق بدعی شمار ہوں گی۔ اس طرح طلاق دینے والا گنہگار ہوگا لیکن ائمہ اربعہ کے نزدیک وہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگرچہ بعض اکابر سے مروی ہے کہ ایسی طلاق واقع نہ ہوگی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقت کے لحاظ سے طلاق سنی اور بدعی ہو سکتی ہے عدد کے لحاظ سے نہیں یعنی ایسے طہر میں جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو طلاق دینا سنی ہے۔ خواہ ایک طلاق دے خواہ تین طلاقیں دے پھر بھی وہ سنی رہے گی لیکن اگر اس وقت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا

عدت کو اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے۔ نہ نکالو انہیں ان کے گھروں سے اور نہ

میں طلاق دے۔ امام شافعی کے نزدیک وہ طلاق بدعی ہوگی۔ حنابلہ کے نزدیک طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو۔ اس کے بعد کوئی طلاق نہ دے یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے۔ اس کے علاوہ سب طلاقیں بدعی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ اس عورت کی طلاق کی تفصیل ہے جو عورت بالغہ مدخولہ ہو۔ سن ایاس کو نہ پہنچی ہوئی ہو اور جس کا حمل ظاہر نہ ہوا ہو۔ جس عورت سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی یا ابھی نابالغ ہے یا سن ایاس کو پہنچ چکی ہے اور حیض کا آنا ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے یا حاملہ ہے۔ ان عورتوں کی طلاق اور عدت کے احکام اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

عدت کے ساتھ بہت سے فقہی مسائل وابستہ ہیں۔ ایام عدت میں عورت کا نفقہ اور سکنی مرد کے ذمہ ہے۔ ایام عدت میں اگر زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرا متوفی کا وارث ہوتا ہے۔ عدت گزارنے سے پہلے عورت کسی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ عدت گزر جانے کے بعد عورت آزاد ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔ پہلا خاوند یا اس کے رشتہ دار اس کو روک نہیں سکتے۔ اس کے علاوہ کئی دیگر مسائل کا عدت سے گہرا تعلق ہے۔ اگر اس کو معمولی بات سمجھ لیا گیا، اس کی ابتدا اور انتہا کا پوری طرح خیال نہ کیا گیا تو طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ عدالت بھی اس وقت تک کوئی فیصلہ صادر نہ کر سکے گی جب تک عدت کی ابتدا اور انتہا کا صحیح علم نہ ہو جائے۔ اس لیے حکم دیا کہ عدت کو پوری احتیاط کے ساتھ شمار کرو۔ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہی نہیں عورتیں بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ دونوں کے حقوق و فرائض کے مفادات کا اسی پر دار و مدار ہے۔

چونکہ ان مسائل کا تعلق مرد اور عورت کی پرائیویٹ زندگی سے ہے، ان کا صحیح علم انہی کو حاصل ہے۔ دوسرے لوگ ان حالات پر آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے یہاں خاص طور پر فریقین کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

مردوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ طلاق دینے کے بعد اپنی بیوی کو اس کی رہائش گاہ سے باہر نہ نکال دیں۔ اس کو یوں بے سہارا اور بے آسرا کر کے گھر سے نکال دینا بڑی سنگدلی ہے۔ جب تک وہ عدت گزار رہی ہے اس کا نفقہ اور اس کی رہائش کا انتظام مرد کے ذمہ ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی حکم دیا کہ وہ طلاق مل جانے کے بعد اپنے اس پہلے گھر سے تنگ دل ہو کر نکل نہ جائے بلکہ ایام عدت وہاں ہی پورے کرے۔ اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر عائد کر دی گئی ہے اور اس کی رہائش کا انتظام بھی مرد کے ذمہ ہی ہے۔ اس کی حکمت آیت کے آخری جملہ لا تدری لعل اللہ الآیۃ میں بیان کی گئی ہے کہ طلاق رجعی کی صورت میں اگر وہ ایک جگہ رہیں گے تو یہ ممکن ہے کہ خاوند کے دل میں اس کے بارے میں جو نفرت پیدا ہو گئی ہے وہ محبت سے بدل جائے۔ وقتی جوش میں آ کر اس نے جو اقدام کیا تھا اس پر وہ نظر ثانی کرے یا عورت اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو کر اپنے خاوند کو راضی کر لے اور اس طرح ایک اجڑا ہوا گھر پھر آباد ہو جائے۔

آپ نے دیکھا اسلام آخری وقت تک بھی دلوں کو جوڑنے کی کس طرح کوشش کرتا ہے۔ بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کا آخری موقع بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں چند فقہی مسائل کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ

وہ خود نکلیں بجز اس کے کہ وہ ارتکاب کریں کسی کھلی بے حیائی کا ۔ اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں

اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي

اور جو شخص تجاوز کرتا ہے اللہ کی حدوں سے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ۔ تجھے کیا خبر

لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ

کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے ۔ تو جب وہ پہنچ گئیں اپنی میعاد کو

① وہ عورت جسے خاوند نے رجعی یا بائن طلاق دے دی ہو وہ اپنے گھر سے نہ دن کو نکل سکتی ہے نہ رات کو۔ البتہ بیوہ عورت کو ضروری کام کے لیے دن میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن رات وہ اپنے گھر میں ہی بسر کرے۔

② اگر طلاق رجعی ہے تو پھر مرد اور عورت کے درمیان کسی حجاب کی ضرورت نہیں بلکہ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ وہ بناؤ سنگھار کرے تاکہ دلوں کی کدورت دور ہو جائے۔

③ اگر طلاق بائن ہے تو پھر عورت کو مرد سے پردہ کرنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ کوئی ثقہ عورت ان کے پاس رہے تاکہ وہ کوئی غیر شرعی حرکت نہ کر سکیں۔

④ اگر خاوند فاسق ہے یا مکان بہت تنگ ہے تو پھر مرد کو کہا جائے گا کہ وہ اس گھر سے نکل جائے۔

ل یعنی اگر عورت کسی جرم عظیم کا ارتکاب کرتی ہے یا چوری چکاری سے باز نہیں آتی یا بڑی بدزبان ہے اور اپنے خاوند کے ماں باپ بھائی بہن سے گالی گلوچ کرتی اور بد اخلاقی کرتی رہتی ہے یا اپنے خاوند کے سامنے سرکشی اور نافرمانی کا مظاہرہ کرتی ہے تو ان تمام صورتوں میں خاوند اسے اپنے گھر سے نکال سکتا ہے۔ یہ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ جصاص لکھتے ہیں: فكل هذه المعاني يحتملها اللفظ وجائز أن يكون جميعها مرادا۔ آیت کے الفاظ ان تمام معانی کا احتمال رکھتے ہیں اور جائز ہے کہ آیت سے یہ تمام معانی مراد ہوں۔ (احکام القرآن للجصاص)

ک یعنی فرمایا کہ یہ مسائل ایسے نہیں کہ جن پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمہاری مرضی پر موقوف ہو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو سراپا حکمت ہیں اور تمہارے لیے اطمینان و سکون کا باعث ہیں۔ جو شخص ان کی پابندی سے گریز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ اس کی زندگی سکون اور اطمینان سے محروم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا بھی وہ حقدار بن جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ

تو روک لو انہیں بھلائی کے ساتھ یا جدا کر دو انہیں بھلائی کے ساتھ ۳ اور گواہ مقرر کر لو دو

عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ

معتبر آدمی اپنے میں سے اور گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے دو ۴۔ ان باتوں سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ

ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر۔ اور جو (خوش نصیب) ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے اللہ اس کے لیے

۳۔ خاوند اگر ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے تو اسے رجوع کرنے کا حق ہے۔ بعض لوگ جو اس حق کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں وہ بظاہر رجوع کر لیتے ہیں لیکن ان کا ارادہ اسے آباد کرنے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی عدت کی میعاد کو طویل کر کے اس کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے تم یہ فیصلہ کر لو کہ آیا تم اس کو اپنی رفیقہ حیات بنا کر اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو یا اس کو آباد کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ پہلی صورت میں تمہیں اجازت ہے کہ تم رجوع کر لو اور حسب سابق اس کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرو اور اسے اپنی اہلیہ بنا کر رکھو اور اگر تمہارا ارادہ نہیں تو صرف اس کو تنگ کرنے کے لیے رجوع مت کرو بلکہ اس کو بھلے اور عمدہ انداز میں خیر باد کہہ دو کہ فریقین ایک دوسرے کو بھلا کہتے ہوئے علیحدہ ہوں۔ طعن و تشنیع کے تیر چلانا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ جب تم اسے جدا کرو تو اس کی دلجوئی کرو، اس کی مالی امداد کرو، ضروریات زندگی اس کو مہیا کر دو۔ اس طرح اس کے غم و اندوہ کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ کہ مواصلت کی صورت میں احسان و مروت ہر کوئی کر لیتا ہے لیکن عدم موافقت اور قطع تعلقات کے وقت بھی دلجوئی اور مروت کی تلقین اس دین رحمت کی خصوصیت ہے اور اس کے ماننے والوں کا شیوہ ہے۔

۴۔ اپنی بیوی کو طلاق دو یا رجوع کرو دونوں صورتوں میں کم از کم دو معتبر گواہ مقرر کر لینے چاہئیں تاکہ اگر کسی وقت فریقین میں کوئی نزاع پیدا ہو جائے اور معاملہ عدالت تک پہنچے تو شہادت کی روشنی میں قاضی صحیح فیصلہ کر سکے۔ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ ائمہ اربعہ کا یہ متفقہ قول ہے کہ طلاق اور رجعت پر گواہ مقرر کرنا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر بغیر گواہوں کے کسی نے طلاق دے دی تو وہ طلاق معتبر ہو گی یا اگر اس نے بغیر گواہوں کے رجوع کر لیا تو وہ رجوع بھی شرعاً معتبر ہو گا۔ البتہ گواہ بنانا افضل ہے اور تمہارے لیے بہتر ہے۔ اختلاف و نزاع کے سد باب کا یہ بڑا موثر طریقہ ہے جہاں گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے جیسے اس آیت میں وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ کہ جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر تم نے گواہوں کی عدم موجودگی میں خرید و فروخت کی تو وہ بیع نافذ نہ ہو گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم خرید و فروخت کے وقت گواہ بنا لیا کرو تاکہ اگر کبھی کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

نجات کا راستہ ۵ اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو (خوش نصیب) اللہ پر بھروسہ

۵ طلاق، عدت، نفقہ، سکنیٰ وغیرہ جو احکام یہاں بیان کیے گئے ہیں ان کی پابندی میں خوف خدا کو اپنا شعار بنانے کا ذکر خلوص نیت سے ان کی پیروی کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان مشکلات سے نجات کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا کر دے گا۔ یہ قاعدہ صرف ان احکام کی بجا آوری کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے۔ جو شخص تقویٰ کو اپنا شعار بنا لیتا ہے کسی قسم کے دباؤ میں آکر ارشادات خداوندی سے سرِ مُو انحراف نہیں کرتا، بڑی استقامت اور جوانمردی سے اوامر و نواہی کی پابندی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نجات کے اسباب یقیناً پیدا کر دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق مہیا کرتا ہے جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

ہماری حالت بھی عجیب ہے۔ عام حالات میں تو احکام شرعی کی ہم کچھ نہ کچھ پاسداری کر لیتے ہیں لیکن جب ہم کسی مشکل میں پھنس جاتے ہیں تو اس سے نکلنے کے لیے جائز و ناجائز حرکات کے ارتکاب میں ذرا تامل نہیں کرتے۔ غربت و افلاس کی گرفت سخت ہو جائے تو رشوت، چوری، لوٹ کھسوٹ اور ذخیرہ اندوزی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ کسی مقدمہ میں پھنس جائیں تو اس میں کامیاب ہونے کے لیے جھوٹی گواہی سے کام چلا لیتے ہیں۔ دشمن کا دباؤ بڑھ جائے تو جھوٹ اور مکر و فریب سے گلو خلاصی کی تدبیریں سوچنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہ سب نفس کا فریب اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ ایسا کرنے سے مشکلیں گھٹتی نہیں بڑھتی ہیں۔ مطلع حیات مزید ابر آلود ہو جاتا ہے، ناکامیاں اور رسوائیاں انسان کا مقدر بن جایا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم نے مشکلات سے نجات پانے اور مصائب کے نرغے سے رہائی حاصل کرنے کا ایک طریقہ بتایا ہے۔ وہ یہ کہ اپنے دل میں خوف خدا پیدا کرو۔ جن کاموں سے اس نے روکا ہے بچو، ان کے قریب مت پھٹکو۔ جن احکام کی بجا آوری کا اس نے حکم دیا ہے ان کی پوری طرح پابندی کرو۔ اس کی یاد اور اس کے ذکر میں صدق دل سے مشغول ہو جاؤ، تم دیکھو گے کہ اس کا دست کرم کس طرح آگے بڑھ کر تمہاری چارہ سازی کرتا ہے۔ اس کی چشم رحمت کس طرح تمہاری بگڑی بنا دیتی ہے۔ وہ اپنے خزانوں کے منہ تمہارے لیے کس طرح کھول دیتا ہے۔ اس آیت طیبہ میں بندہ مومن کو اس کی حقیقی نجات، حقیقی کامرانی اور سچی خوشی کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ کاش ہم ان کلمات کو غور سے سنیں، دل میں جگہ دیں اور بصدق دل اس پر عمل کریں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ قال جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتلو علی ھذہ الآیۃ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ حتی فرغ من الآیۃ ثم قال یا ابا ذر لو ان الناس کلھم اخذوا بھا لکفتھم۔ (ابن کثیر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے یہ آیت سناتے رہے اور جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا اے ابوذر! اگر سارے لوگ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو یہ آیت ان سب کے لیے کافی ہو جائے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ عوف بن مالک اشجعی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لڑکے کو دشمنوں نے قید کر لیا ہے اور اس کی ماں اس کی جدائی میں سخت بے چین ہے۔ مجھے حضور کیا فرماتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ

کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے [11] مقرر کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اتق اللہ واصبر وامرك وایاها ان تستکثرا من قول لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو۔ نیز تجھے اور تیری بیوی کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کیا کرو۔ ارشاد نبوی سن کر وہ اپنے گھر لوٹ آئے اور اپنی بیوی کو سارا ماجرا آ کر بتایا۔ وہ نیک بخت کہنے لگی نعم ما امرنا بہ۔ حضور نے جس چیز کا ہمیں حکم دیا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے۔ پھر ان دونوں میاں بیوی نے بکثرت ورد شروع کر دیا۔ چنانچہ اس کی برکت سے دشمن ان کے بیٹے کی طرف سے غافل ہو گئے اور وہ ان کی حفاظت کا فائدہ اٹھا کر وہاں سے بھاگ نکلا اور ان کی بھیڑ بکریاں ہانکتا ہوا بخیریت اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ گیا۔

علامہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کے ضمن میں حل مشکلات کے لیے ایک وظیفہ لکھا ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی اور دنیوی منافع کے حصول، دینی اور دنیوی مشکلات کے حل کے لیے یہ وظیفہ بتایا کہ ہر روز پانچ سو مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے۔ اول و آخر ایک ایک سو مرتبہ درود پاک پڑھے۔

[11] یعنی جو شخص اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے وہ اس کا ضامن ہو جاتا ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ توکل کا معنی عمل سے لاتعلق ہو جانا ہے اور اسباب سے قطع نظر کرنا ہے۔ توکل کا یہ مقصد نہیں بلکہ اس کا یہ مقصد ہے کہ اسباب بجا لائے لیکن نتائج کے ظہور کے لیے اسباب پر اعتماد نہ کرے۔ صرف اپنے رب پر بھروسہ کرے۔ بے عملی اور جد و جہد سے بیزاری کا اسلام کے نظریۂ توکل سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ۔

① گر توکل می کنی در کار کن | کشت کن پس تکیہ بر جبار کن
② رمز الکاسب حبیب اللہ شنو | از توکل در سبب کاہل مشو

ترجمہ: ① یعنی اگر تو توکل کا مدعی ہے تو کام میں مشغول رہ۔ پہلے تخم ریزی کر پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر۔
② اس حدیث میں جو رمز ہے اس کو سن، الکاسب کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ توکل کی وجہ سے اسباب کے فراہم کرنے میں سستی مت کر۔

بلکہ سلف صالحین تو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اتجروا واکتسبوا فانکم فی زمان اذا احتاج احدکم کان اول ما یاکل دینہ۔ ترجمہ: کاروبار کرو اور رزق حلال کماؤ کیونکہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جب کوئی شخص محتاج ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی متاع دین و ایمان کو بیچنا شروع کر دیتا ہے۔

[12] اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ اس کو پورا کر کے رہتا ہے کوئی چیز اس کے ارادے کے سامنے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

شَيْءٍ قَدْرًا ۝ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ

لیے ایک اندازہ۔ اور تمہاری وہ مطلقہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ۱۳؎ اگر

۱۳؎ وہ مطلقہ جن کو حیض آتا ہو اور وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو ان کی عدت کے احکام سورۂ بقرہ میں لکھے جا چکے ہیں۔ یہاں ان عورتوں کی عدت بیان کی جا رہی ہے جنہیں حیض نہ آتا ہو۔ ان کی تین قسمیں ہیں ① وہ عورتیں جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہوں یعنی جن کو حیض آنے کی توقع ختم ہو چکی ہو۔ بعض علماء نے پچپن سال اور بعض نے ساٹھ سال کی عمر کو سن ایاس کہا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جس عمر میں حیض کا آنا یقیناً بند ہو جائے۔ ② وہ عورتیں جو ابھی نابالغ ہوں یا جن کو حیض تو نہیں آیا لیکن وہ عمر کے اعتبار سے بالغ ہو گئی ہوں۔ ③ جو حاملہ ہوں۔

پہلی دو قسموں کی عدت تین ماہ ہے یعنی طلاق کے بعد تین ماہ گزارے۔ اسی طرح نابالغہ۔

حاملہ کی عدت کا ذکر بعد میں آ رہا ہے۔

وہ عورتیں جن کا حیض کسی عارضہ کی وجہ سے بند ہو گیا ہو ان کی عدت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرات عثمان، علی، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ ہے کہ یہ عورت انتظار کرے یہاں تک کہ سن ایاس کو پہنچ جائے اور اس کے بعد تین ماہ عدت گزارے۔ اگر اس عرصہ میں اس کو پھر حیض شروع ہو جائے تو پھر تین حیض عدت گزارے۔ احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ امام ثوری، لیث اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت نو ماہ انتظار کرے۔ اگر اس اثنا میں اسے حیض نہ آئے تو تین ماہ عدت گزارے اور اگر نو ماہ میں حمل کے آثار ظاہر ہوں تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہو گی۔ حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی جوان بیوی کو طلاق دی اور اسے حیض آنا بند ہو گیا تو پورا سال عدت گزارے۔

امام حسن بصری کہتے ہیں کہ وہ سال بھر انتظار کرے۔ اگر اس عرصہ میں حیض نہ آئے تو پھر تین ماہ عدت گزارے۔ یہاں تین ماہ سے مراد قمری مہینے ہیں۔ اگر پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین چاند شمار ہوں گے انتیس کے ہوں یا تیس کے۔ اور اگر درمیان میں طلاق ہوئی تو پھر اس تاریخ سے تیس دن گنے جائیں گے۔ صاحبین کے نزدیک درمیانی مہینہ تیس کا شمار ہو گا۔ اس کے بعد دو مہینے چاند کے حساب سے شمار ہوں گے۔

یہ حکم مطلقہ کے لیے ہے۔ لیکن جس کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ نہ ہو تو پھر چار ماہ دس دن عدت گزارے گی خواہ وہ صغیرہ ہو، آئسہ ہو یا جوان ہو۔

یہ آیت اگرچہ عام ہے مطلقہ اور متوفی عنہا دونوں کو شامل ہے لیکن اجماع سے اس عموم کی تخصیص ہو گئی۔ (تفسیرات احمدیہ، احکام القرآن جصاص)

ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ

تمہیں شبہ ہو کہ ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں۔ اور

الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ

حاملہ عورتوں کی میعاد ان کے بچہ جنے تک ہے ۱۳؎ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے تو وہ

۱۳؎ اب حاملہ عورت کی عدت بیان کی جا رہی ہے۔ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ اگر بیوہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہو گی۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی ایک آیت میں مطلق بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے اور یہاں مطلق حاملہ کی عدت وضع حمل بتائی گئی ہے۔ اگر بیوہ غیر حاملہ ہو تو اس کی عدت بالاتفاق چار ماہ دس دن ہو گی اور اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت بالاتفاق وضع حمل ہو گی۔ لیکن اگر بیوہ ہو اور حاملہ بھی ہو تو اس کی عدت میں اختلاف ہے۔ حضرت سیدنا علی، حضرت ابن عباس کے نزدیک دونوں آیتوں پر عمل کرتے ہوئے ابعد الاجلین عدت ہو گی یعنی اگر خاوند کی وفات کے فوراً بعد بچہ پیدا ہو گیا تو چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور اگر وضع حمل چار ماہ دس دن سے تجاوز کر گئی تو پھر وضع حمل کے وقت اس کی عدت ختم ہو گی۔

لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے اس لیے یہ آیت پہلی آیت کی مخصص ہو گی گویا چار ماہ دس دن اس عورت کی عدت ہو گی جو حاملہ نہ ہو اور جو حاملہ ہو خواہ مطلقہ ہو یا بیوہ اس کی عدت وضع حمل تک ہو گی۔ اس قول کی تائید متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔ امام مالک نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ اس مسئلہ پر حضرت ابن عباس اور عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ابوسلمہ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ ابن عباس ابعد الاجلین کے قائل تھے اور ابوسلمہ وضع حمل کو عدت کی انتہا کہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ میں اس مسئلہ میں اپنے بھتیجے ابوسلمہ کی تائید کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کے غلام کریب کو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ ام المومنین نے بتایا کہ سبیعہ اسلمیہ کا خاوند فوت ہوا وہ حاملہ تھیں۔ چند روز کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ سبیعہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی عدت کے بارے میں پوچھا تو حضور نے فرمایا اب تو حلال ہو گئی جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی حدیث سبیعہ اسلمیہ کی زبانی روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں سعد بن خولہ کی بیوی تھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر انہوں نے وفات پائی۔ میں اس وقت حاملہ تھی۔ ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ مجھے ایک آدمی نے بتایا کہ تمہیں چار ماہ دس دن عدت پوری کرنی ہو گی تب تم نکاح کر سکتی ہو۔ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم آزاد ہو۔ اگر کسی سے نکاح کرنا چاہو تو کر سکتی ہو۔

صحابہ کرام کی کثیر تعداد کا یہی مسلک ہے۔ ائمہ اربعہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنزَلَهُ إِلَيْكُمْ ۚ وَمَن يَتَّقِ

اس کے کام میں آسانی پیدا فرما دیتا ہے [۱۱] یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرتا رہے

اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ

اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اس کی برائیوں کو اور (روز قیامت) اس کے اجر کو بڑا کر دے گا۔ انہیں ٹھہراؤ جہاں تم

حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا

خود سکونت پذیر ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ تاکہ تم انہیں

عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ

تنگ کردو [۱۲] اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک

مسئلہ: اگر پیٹ میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو عدت آخری بچے کی پیدائش کے وقت ختم ہوگی۔

مسئلہ: اگر حمل سقط ہو جائے اور یہ یقین ہو کہ جو چیز نکلی ہے وہ حمل ہی ہے تو اس وقت بھی عدت ختم ہو جائے گی۔

[۱۱] یہاں پھر تنبیہ فرما دی کہ ان ارشادات خداوندی کی تعمیل میں غفلت نہ برتنا اور اس سے ڈرتے رہنا۔ اگر تم نے تقویٰ کو اپنا شعار بنا لیا تو وہ تمہاری مشکلات کو آسان فرما دے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو مٹا دے گا اور اس کو قیامت کے دن اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

[۱۲] جو عورتیں عدت گزار رہی ہوتی ہیں ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ خاوند نے اسے طلاق رجعی دی ہے اور وہ حاملہ نہیں۔ خاوند نے اسے طلاق رجعی دی ہے اور وہ حاملہ بھی ہے۔ خاوند نے اسے طلاق مغلظہ دی ہے اور وہ حاملہ نہیں۔ خاوند نے اسے طلاق مغلظہ دی ہے اور وہ حاملہ بھی ہے۔ ائمہ اس میں سب متفق ہیں کہ اگر عورت طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہے تو نفقہ اور سکنیٰ دونوں خاوند کے ذمہ ہوں گے خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جو عورت طلاق مغلظہ کی عدت گزار رہی ہے اور حاملہ بھی ہے تو اس کا نفقہ اور سکنیٰ بھی مرد کے ذمہ ہوگا۔ اختلاف اس میں ہے کہ وہ عورت غیر حاملہ ہے اور طلاق مغلظہ کی عدت گزار رہی ہے کیا اس صورت میں نفقہ اور سکنیٰ دونوں خاوند کے ذمہ ہوں گے یا صرف سکنیٰ خاوند کے ذمہ ہوگا یا خاوند نفقہ اور سکنیٰ دونوں سے بری الذمہ ہوگا؟ حضرت سیدنا عمر، ابن مسعود رضی اللہ عنہما، قاضی شریح اور ابراہیم نخعی کا قول یہ ہے کہ اس عورت کے نفقہ اور سکنیٰ دونوں کی ذمہ داری مرد پر ہوگی اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

حضرت سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، امام مالک، امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اس کا سکنیٰ تو مرد کے ذمہ ہے لیکن نفقہ اس

سکنیٰ لازم نہیں۔

تیسرا گروہ جس کے سرخیل امام حسن بصری اور عطا ہیں ان کے نزدیک ایسی عورت کا نفقہ اور سکنیٰ مرد کے ذمہ نہیں۔

احادیث صحیحہ سے پہلے مسلک کی ہی تائید ہوتی ہے حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا المطلقة ثلاثا لها السكنى والنفقة (دار قطنی) جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں عدت کے دوران اس کا نفقہ اور سکنیٰ مرد کے ذمہ ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ صحیح اور قوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد ہے جو حضرت فاروق اعظم سے مروی ہے۔ سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول لها السكنى والنفقة۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایسی عورت کو سکنیٰ اور نفقہ مہیا کیا جائے گا۔

ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ جن عورتوں کو عدت میں نفقہ دیا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ کیا اس لیے کہ وہ حاملہ ہیں؟ ایسا تو نہیں کیونکہ مطلقہ رجعیہ غیر حاملہ کو سب کے نزدیک نفقہ دیا جاتا ہے۔ کیا اس لیے کہ بعض مسلکوں کے پیش نظر وہ عورتیں اپنے سابقہ خاوندوں کے گھروں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اس لیے ان کا نفقہ خاوند پر لازم ہے۔ تو یہ علت مطلقہ مغلظہ میں بھی پائی جاتی ہے اس لیے جب نفقہ کی علت موجود ہے تو نفقہ خاوند کو ادا کرنا پڑے گا۔

جن حضرات نے نفقہ اور سکنیٰ دونوں کا انکار کیا ہے یا صرف نفقہ کا انکار کیا ہے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ کہتی تھیں کہ مجھے خاوند نے طلاق مغلظہ دی تھی اور حضور نے مجھے نہ نفقہ دیا تھا اور نہ سکنیٰ۔ لیکن یہ حدیث ایسی ہے جس پر صحابہ کرام نے عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم کے سامنے جب یہ روایت پیش کی گئی تو آپ نے ان الفاظ سے اس کو رد کیا لسنا بتاركي كتاب الله وقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لقول امرأة لعلها أوهمت سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول لها السكنى والنفقة۔

یعنی ہم آیت قرآنی اور فرمان نبوی کو ایک عورت کے قول سے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ شاید وہ کسی وہم میں مبتلا ہوئی ہو۔ میں نے رسول کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مطلقہ مغلظہ کے لیے سکنیٰ اور نفقہ دونوں ہیں۔

حضرت عائشہ، اسامہ (فاطمہ بنت قیس کے دوسرے شوہر) جب وہ یہ حدیث بیان کرتیں تو سخت ناراضگی کا اظہار کرتے۔

البتہ ایک بات ابھی تک تشنہ رہتی ہے کہ اگر مبتوتہ غیر حاملہ کے لیے بھی نفقہ ہوتا تو پھر وان كن أولات حمل فأنفقوا عليهن میں حمل کو نفقہ کے لیے بطور شرط کیوں ذکر کیا گیا۔

علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ کیونکہ حمل کی مدت طویل بھی ہوسکتی ہے خاوند اتنی مدت کے لیے اس عورت کو خرچہ دینے پر خوشی رضامند نہیں ہوتا جس سے اس کی نفرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے اس کو حالت حمل میں طلاق دے دی ہے۔ اس لیے اس آیت میں مزید تاکید فرما دی کہ مدت مختصر ہو یا طویل ہر حالت میں ایام عدت کا نفقہ تمہارے ذمہ ہی ہے۔

اس عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور وہ حاملہ ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص نے فقہاء کے متعدد اقوال لکھے ہیں جنہیں بالاختصار یہاں نقل کر رہا ہوں۔

يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا

کر دہ بچہ جنیں۔ پھر اگر وہ دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو تم انہیں ان کی اجرت دو ۴۵ اور باہم مشورہ کرتے رہو

ا۔ حضرات ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر، شریح، ابوالعالیہ، شعبی اور ابراہیم رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ شوہر نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس سے اس کو نفقہ ادا کیا جائے گا۔

ب۔ حضرات جابر، ابن زبیر، حسن، ابن المسیب اور عطا رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اس کا نفقہ اس کے اپنے ذمہ ہے خاوند کے مال سے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ حضرت ابن عباس سے یہ قول بھی منقول ہے۔

۳۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ شوہر کے مال سے جس طرح اس کا قرض ادا کیا جاتا ہے عورت کا نفقہ بھی ادا کیا جائے گا۔

۴۔ امام مالک کے نزدیک اس کے لیے نفقہ نہیں البتہ سکنیٰ ہے۔

۵۔ امام شافعی سے دو قول مروی ہیں ① اسے نفقہ اور سکنیٰ دونوں دیئے جائیں گے ② نہ اسے نفقہ ملے گا اور نہ سکنیٰ۔

۶۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ خاوند کے مال سے نہ نفقہ کا حق رکھتی ہے اور نہ سکنیٰ کا۔ کیونکہ خاوند کی وفات کے بعد اس کا ملک ختم ہو گیا یہ سارا مال اب وارثوں کا ہے عورت بھی اس کی وارث ہے اس لیے اپنے حصہ وراثت سے ہی اپنے اخراجات پورے کرے گی۔

۴۵۔ جب عدت گزارنے والی حاملہ بچہ جنے گی تو عدت ختم ہو جائے گی۔ اب وہ اپنے پہلے خاوند سے بالکل اجنبی ہو گئی بچہ کو دودھ پلانا اور اس کو پالنا ماں کی نہیں بلکہ باپ کی ذمہ داری ہے۔ اب تو نکاح کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا ہے۔ اس لیے باپ بچے کی ماں کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس کو ضرور دودھ پلائے۔ ماں کا دل چاہے تو یہ خدمت انجام دے اور دل نہ چاہے تو انکار کر دے۔ البتہ اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی اور کا دودھ پیتا ہی نہیں یا کوئی دوسری دودھ پلانے والی ملتی ہی نہیں تو پھر ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ ضرور دودھ پلائے کیونکہ بچے کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔ اگر وہ دودھ پلانے پر رضامند ہو جائے تو خاوند پر لازم ہے کہ وہ اسے مناسب معاوضہ ادا کرے۔ یہ معاوضہ باہمی مشورہ سے طے کیا جا سکتا ہے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ بخل سے کام نہ لے اور اپنی حیثیت کے مطابق فراخ دلی سے معاوضہ ادا کرے۔ اسی طرح ماں کے لیے بھی مستحسن ہے کہ وہ سابق خاوند کو زیادہ اجرت دینے پر مجبور نہ کرے۔

یہ مسئلہ زیر غور رہے کہ بے شک عورت پر بچے کی رضاعت کی ذمہ داری نہیں لیکن اگر وہ دودھ پلانے پر رضامند ہو جائے درآں حالیکہ وہ خاوند کے نکاح میں ہے یا ایام عدت گزار رہی ہے تو وہ رضاعت کا معاوضہ طلب نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر عدت گزر چکی ہے تو وہ معاوضہ کی مستحق ہوگی۔

بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴿٦﴾

آپس میں مشورہ کر لیا کرو دستور کے مطابق۔ اور اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے کوئی دوسری دودھ پلائے ١٨

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ

خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق۔ اور وہ جو تنگ کر دیا گیا ہے جس پر اس کا رزق

فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ

تو وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے ١٩ اور تکلیف نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اسی قدر جتنا اسے دیا ہے۔

ع ١
سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی دے دے گا ٢٠ کتنی بستیاں تھیں جنہوں نے سرتابی کی

١٨ علامہ ابن منظور تعاسر کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب خرید و فروخت کرنے میں بائع اور مشتری کسی بات پر متفق نہ ہو سکیں تو اہل عرب کہتے ہیں تعاسر البیعان۔ لم یتفقا۔ اسی طرح میاں بیوی بھی اگر کسی متفقہ فیصلہ پر نہ پہنچیں اور کشمکش باقی رہے تو کہا جاتا ہے تعاسر الزوجان۔ (لسان العرب) اس تشریح کے پیش نظر ان تعاسرتم کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر اجرت کے بارے میں اتفاق رائے نہیں ہو سکا خاوند کم دینا چاہتا ہے یا ماں زیادہ کا مطالبہ کر رہی ہے تو پھر کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کر دیا جائے۔ صاحب قاموس اس لفظ کے معنی یوں لکھتے ہیں۔ تعسر علی الامر وتعسر واستعسر اشتد والتوی۔ یعنی جب کوئی کام سخت پیچیدہ ہو جائے اور الجھ جائے تو عرب کہتے ہیں۔ تعسر علی الامر۔

مسئلہ: اگر ماں اتنی ہی اجرت کا مطالبہ کرتی ہے جتنا خاوند کسی اجنبیہ کو دے رہا ہے تو ماں کا حق زیادہ ہے۔

١٩ باپ کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ اگر وہ خوشحال ہے تو فراخ دلی سے اپنے بچے کی رضاعت کا معاوضہ ادا کرے۔ بخل اور کنجوسی سے کام نہ لے۔ لیکن اگر وہ مفلس ہے تو پھر حسب توفیق جو وہ دے گا وہی کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

٢٠ یعنی اگر کسی وقت غربت اور تنگی رزق کا سامنا کرنا پڑے تو گھبراؤ نہیں نہ ناشکری کرو، صبر کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ وہ تمہیں بہت جلد خوشحال اور متمول کر دے۔

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا

اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں کے فرمان سے تو ہم نے بڑی سختی سے ان کا محاسبہ کیا ۲۱ اور ہم نے

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا

انہیں بھاری سزا دی۔ پس انہوں نے اپنے کرتوتوں کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام بڑا

خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي

خسارہ تھا ۲۲ تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک سخت عذاب ۲۳ پس اللہ سے ڈرتے رہا کرو اے

الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُولًا

دانشمندو! وہ لوگ جو ایمان لائے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تمہاری طرف ذکر۔ ایک ایسا رسول

۲۱ بہت سے ایسے احکام ذکر ہو چکے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی ازدواجی زندگیوں سے ہے۔ مناسب طور پر ان احکام کی بجا آوری کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اب بڑے کھلے الفاظ میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے اپنی پسند اور ناپسند کو احکام الٰہیہ پر مقدم رکھا، اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح دی اور ارشادات الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا تو اس کا انجام بڑا عبرتناک ہوگا۔ ذرا ان قوموں کی تاریخ پڑھو اور ان برباد شدہ شہروں اور بستیوں کی دردبھری داستانیں سنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے منہ موڑا۔ جنہوں نے تمرد و سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو ہم نے ان سے بڑی شدید بازپرس کی اور ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

۲۲ اس دنیا میں ہی ان کو ان کے کرتوتوں اور بداعمالیوں کا مزہ چکھا دیا گیا۔ انہوں نے بچشم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سرکشی کی جو روش انہوں نے اختیار کی اس کا انجام کتنا خوفناک تھا۔ وہ تو اپنی عیاریوں اور فسوں سازیوں سے بڑی منفعتوں کی آس لگائے بیٹھے تھے لیکن یہ سب ان کی حماقت اور نادانی تھی۔ انجام کار انہیں گھاٹا ہی گھاٹا ہوا۔ انہیں ایسا خسارہ ہوا جس کی تلافی کی کوئی صورت ہی نہیں۔

۲۳ اس رسوائی اور ذلت سے تو انہیں دنیا میں دوچار ہونا پڑا۔ روز حشر جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو اپنے لیے ایسا دردناک عذاب تیار پائیں گے جس کا ابھی وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

۲۴ اس سرزنش کے بعد اہل خرد کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ الذین امنوا فرما کر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ دانا لوگ وہ نہیں جو علوم و فنون میں ماہر ہوں، جو بڑے چالباز اور سیاستدان ہوں بلکہ حقیقی دانشمند تو وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان کا چراغ ضوفشاں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

جو پڑھ کر سناتا ہے تمہیں اللہ کی روشن آیتیں ۲۵ تاکہ نکال لے جائے انہیں جو ایمان لے آئے اور

الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ

نیک عمل کرتے رہے اندھیروں سے نور کی طرف ۲۶ اور جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور نیک عمل

صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

کرتا ہے ۲۷ تو وہ اس کو داخل فرمائے گا باغات میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جن میں وہ رہیں گے تا ابد

۲۵ ذکرًا اور رسولًا کا باہمی تعلق کیا ہے؟ بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسولًا سے پہلے فعل مقدر ہے اور ذکر سے مراد قرآن ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا اور اپنا رسول بھیجا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ذکر سے مراد بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور رسولًا اس کا بدل ہے۔ ذکرًا هو النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عبّر به عنه لمواظبته عليه الصلوٰة والسلام على تلاوة القرآن الذي هو ذكر وقوله تعالى رسولًا بدل منه۔

۲۶ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ رسول جو سراپا ذکر ہے تمہاری طرف اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ اہل ایمان اور نیک عمل کرنے والوں کو طرح طرح کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور تاباں تک پہنچائیں۔

اس سیاق میں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو عائلی قانون اور ازدواجی زندگی کے بارے میں ضوابط حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا فرمائے ہیں ان کی برکت سے یہ امت گمراہی کے ان اندھیروں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں پہنچ گئی ہے جن اندھیروں میں ابھی تک اقوام عالم بھٹک رہی ہیں۔ جب آپ کو فرصت ملے تو آپ اسلام کے عائلی قوانین کا دنیا بھر کی اقوام کے جدید و قدیم عائلی قوانین سے موازنہ کریں، آپ کو اس قول کی صداقت کا یقین آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم شرح صدر سے ان قوانین کو اپنائیں جو ہماری بہتری اور بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف نازل کیے ہیں۔

۲۷ یہ بتانے کے بعد کہ یہ رسول اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی کا سلوک ہوگا۔ انہیں ان باغات میں بسایا جائے گا جہاں میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ وہاں ان کا قیام عارضی نہیں، ابدی ہوگا۔ وہاں سے ان کو نکالا نہیں جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَ

رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ نے اس (مومن) کو بہترین رزق عطا فرمایا۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور

مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

زمین کو بھی انہی کی مانند ۲۸ نازل ہوتا رہتا ہے حکم ان کے درمیان ۲۹ تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ ع ۲ / ۱۸

کامل قدرت رکھتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

۲۸ اس سورت کا اختتام اس آیت سے ہو رہا ہے۔ اس میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا فرمایا اور اسی طرح زمین کی بھی تخلیق کی۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی شان کبریائی کی جلوہ گاہ ہے اور اس کی عظمت اور بڑائی پر گواہی دے رہا ہے۔

ومن الارض مثلھن میں مماثلت کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں:

① آسمان بھی سات پیدا فرمائے اور زمینیں بھی سات پیدا فرمائیں۔

② یعنی جس طرح آسمانوں کی اس نے تخلیق کی ہے اسی طرح زمین کی بھی اس نے تخلیق کی ہے۔ اگر زمینوں کی تعداد بھی سات مان لی جائے تو امام رازی نے کہا ہے کہ سات زمینوں سے مراد وہ سات اقالیم ہیں جنہیں پہلے زمانہ میں ایک دوسرے سے جدا کیے ہوئے ہیں۔ یا سات زمینوں سے مراد سات کواکب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اس مقام پر بعض مفسرین نے حضرت ابن عباس سے ایک قول نقل کیا ہے۔ آپ نے کہا:

فی کل ارض آدم کآدم ونوح کنوح ونبی کنبیکم۔ اس کے متعلق علامہ ابی حیان اندلسی بحر محیط میں لکھتے ہیں: وعن ابن عباس من روایۃ الواقدی الکذاب وھذا حدیث لا شک فی وضعہ۔ یہ قول واقدی نے ابن عباس سے منسوب کیا ہے اور واقدی کذاب ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۲۹ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے لاتعلق نہیں ہو گیا بلکہ ہر لحظہ اس کے احکام و اوامر ان میں نازل ہوتے رہتے ہیں اور ہر جگہ انہیں کی تعمیل ہو رہی ہے۔ موت و حیات، غنیٰ و فقر، عزت و ذلت، بناؤ اور بگاڑ غرضیکہ جو تغیرات اور انقلابات آپ بلندیوں اور پستیوں میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حسن تدبیر کی جلوہ نمائی ہے۔ ای یجری امر اللہ تعالیٰ وقضاؤہ وقدرہ عزوجل بینھن (روح المعانی) اگر تم ان میں غور و فکر کرو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ اور تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اس کا علم کائنات ارضی و سماوی کے ذرہ ذرہ کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بے شک وہی ذات ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخر میں معبود برحق اور معبود برحق ہونے کے لائق ہے جس کی قدرت بھی بے پایاں ہے اور جس کا علم بھی بے کراں ہے یہ بت جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں اور انہیں اپنا کارساز حقیقی خیال کرتے ہیں، عاجز ہیں ان میں کچھ طاقت نہیں، جاہل ہیں انہیں کسی چیز کی خبر نہیں، بھلا ان کو اپنا خدا اور معبود تسلیم کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

فتبارك الله رب العالمين الذي لا إله إلا هو لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم
والصلوة والسلام على حبيبنا الأكرم وشفيعنا المعظم سيدنا محمد سيد المرسلين
وإمام المتقين وخاتم النبيين وعلى آله وصحبه أجمعين۔
ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ التحریم

نام : اس سورت کا نام "التحریم" ہے۔ جو پہلی آیت کے کلمہ لِمَ تُحَرِّمُ سے ماخوذ ہے۔ اس کی بارہ آیتیں ہیں۔ اس کے کلمات کی تعداد ۲۴۷ اور حروف کی تعداد ۱۰۶۰ (ایک ہزار ساٹھ) ہے۔

نزول : یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ سال نزول سنہ ۷ھ یا سنہ ۸ھ ہے کیونکہ حضرت حاطب سات ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دعوت نامہ لے کر مقوقس والی اسکندریہ کے پاس گئے۔ اس نے ماریہ قبطیہ اور ایک مصری خاتون سیرین نامی کو بطور ہدیہ حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ماریہ کو شرف زوجیت بخشا۔ ان کے بطن سے سنہ ۸ھ کے آخری ماہ میں حضرت ابراہیم تولد ہوئے کیونکہ اس سورت کا اس واقعہ سے بھی تعلق ہے اس لیے سنہ نزول سنہ ۷ھ یا سنہ ۸ھ ہی بنتا ہے۔

مضامین : (۱) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ایک حلال چیز سے اجتناب کرنے کی قسم کھائی (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اگر وہ پابندی برقرار رہتی تو حضور کو تکلیف ہوتی۔ نیز امت کے لوگ ایسا کرنے کو سنت نبوی سمجھ لیتے اور اپنے اوپر ناروا پابندیاں عائد کرنے کو اعمال صالحہ میں شمار کرنے لگتے۔ اسی طرح اسلامی معاشرہ رفتہ رفتہ خود پیدا کردہ مشکلات اور محرومیوں کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قسم کا کفارہ ادا کر دیں اور اس پابندی سے رستگاری حاصل کریں۔ آپ کی اور آپ کی امت کی تکلیف اور مشقت رحمت الٰہی کو گوارا نہیں۔

یہاں تحریم سے مراد شرعی تحریم نہیں کہ کسی حلال چیز کو انسان حرام اعتقاد کرنے لگے بلکہ کسی چیز کے استعمال سے اجتناب احتراز مراد ہے۔ تفصیل آیت کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) ازواج مطہرات کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جو بے پناہ محبت تھی وہ بعض اوقات رقابت کے جذبہ کو بھڑکا دیتی اور ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی جو حضور کے لیے خاصی پریشان کن ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ازواج مطہرات کی تادیب فرمائی کہ وہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کریں جو حضور کے خاطر عاطر پر بار ہو۔ خواہ اس کا محرک تمہارا والہانہ جذبہ محبت ہی کیوں نہ ہو۔ تمہاری محبت کو خود سر نہیں ہونا چاہیے بلکہ رضائے حبیب کا حلقہ بگوش ہونا چاہیے۔ تمہارے جذبات شوق کے تقاضے کچھ ہوں انہیں ہر حال میں میرے نبی کی پسند اور ناپسند کا پابند ہونا چاہیے۔

(۳) ایک زوجہ محترمہ افشاء راز کر بیٹھیں۔ انہیں سرزنش فرما دی۔ اس سے امت کی خواتین کو بھی سبق مل گیا کہ وہ بھی اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شوہروں کے رازوں کو محفوظ رکھا کریں ورنہ ان کی معمولی سی غفلت ان کے لیے، ان کے خاندان کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گھر والیوں کی اصلاح کے بعد اب غلامانِ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثنا کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ خود بھی دوزخ کا ایندھن بننے سے بچیں اور اپنے اہل وعیال کی بھی ایسی صحیح تربیت کریں کہ وہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔ گویا ماں باپ پر فرض کر دیا کہ وہ اپنے بچوں کے اخلاق کی کڑی نگرانی کریں۔

(۵) انسانوں سے گناہوں اور خطاؤں کا صدور ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس لیے توبۃً نصوحا یعنی خالص توبہ کرنے کی تلقین فرمائی تاکہ ہمارا دامن عمل ان بدنما داغوں سے پاک ہو جائے۔

(۶) آخر میں دو مثالیں ذکر فرمائیں، ایک کفار کے لیے اور ایک اہل ایمان کے لیے، تاکہ دونوں گروہوں کو اپنی حیثیت کا پورا علم ہو جائے۔ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔ ایمان اور محبت الٰہی کی قوت سے کمزور انسان کو کس طرح ناقابل تسخیر بنا دیتی ہے اس کو ذہن نشین کرانے کے لیے حضرت آسیہ کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا ذکر کر کے مسلم خواتین کو ترغیب دلائی کہ وہ بھی اپنے گوہر عصمت کی حفاظت کریں۔ اسے کسی قیمت پر بے آب نہ ہونے دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے انہیں بھی کسی نیک بخت اور نامور فرزند کی ماں بننے کا شرف بخش دے۔

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ اٰیَةً وَّفِیْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ التحریم مدنی ہے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس کی آیات ۱۲ اور رکوع ۲ ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ

اے نبی (مکرم)! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے کیا آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں ۱؎

۱؎ اس سے پہلی سورت میں اہل ایمان کی ازدواجی زندگی سے متعلق احکام و ہدایات کا ذکر ہوا۔ اس سورت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی کے کچھ حالات بیان ہو رہے ہیں تاکہ امت اپنے نبی کریم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر سکے۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پہلے میں اس روایت کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جسے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر رفیقہ حیات کے پاس تشریف رکھتے۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے شہد تحفۃً بھیجا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ان کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور کو طبعی طور پر شہد بہت پسند تھا۔ اس لیے شوق سے نوش فرماتے۔ اس طرح حضرت زینب کے ہاں معمول سے زیادہ قیام ہونے لگا۔ حضرت زینب کی مسرت کی حد نہ تھی۔ انہیں اللہ کے محبوب اور اپنے سرتاج کے حسن و جمال کے دیدار کا موقع زیادہ ملتا۔ لیکن دیگر امہات المومنین کے حصہ سے جو لمحے صرف ہوتے ان کے لیے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہو گئی۔ محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ آخر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زینب کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں آئیں تو وہ کہے کہ حضور! آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ کیا حضور نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ مغافیر ایک خاص درخت کا گوند ہے جس میں ہلکی سی ناگوار بو ہوتی ہے۔ انہیں علم تھا کہ حضور اپنی نفاست مزاج کے باعث بدبو کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا میں نے مغافیر تو نہیں کھایا۔ البتہ زینب کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔ اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا۔ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ فَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكِ اَحَدًا۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے بھیجے تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کا گرامی نامہ لے کر اسکندریہ کے والی مقوقس کے پاس گئے۔ اس نے قاصد کی بڑی تکریم کی اور جب وہ واپس روانہ ہونے لگے تو مقوقس نے ایک عریضہ بھی حضور کی خدمت میں ارسال کیا اور دو اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں بھی بھیجیں جن میں سے ایک کا نام سیرین اور دوسری کا نام ماریہ (MARY) تھا۔ حضرت حاطب کی تبلیغ و تلقین سے دونوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔ حضور نے سیرین نامی لڑکی حضرت حسان بن ثابتؓ کو مرحمت فرما دی اور ماریہ کو آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ انہیں کے بطن سے ذی الحجہ ۸ ھ میں حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو بعد میں ۱۶ ماہ کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ ایک روز ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی۔ حضور سے اجازت لے کر وہ اپنے والد محترم کو ملنے چلی گئیں۔ وہیں حضرت ماریہؓ آگئیں اور تخلیہ میں حضور کے ساتھ رہیں۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ حضرت حفصہؓ بھی واپس آگئیں اور باہر بیٹھ کر انتظار کرنے لگیں۔ جب حضور نے دروازہ کھولا اور حضرت حفصہؓ نے ماریہؓ کو اپنے حجرے میں دیکھا تو انہیں سخت ناگوار گزرا اور یوں شکوہ کرنے لگیں۔ میری باری، میرا حجرہ، میرا بستر اور ماریہ۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے حقیر سمجھتے ہیں اس لیے آپ نے ایسا کیا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جاں نثار زوجہ کی خفگی اور پریشانی برداشت نہ کر سکے اور قسم کھائی کہ آئندہ ماریہ سے ازدواجی تعلق نہ رکھیں گے اور حضرت حفصہ کو تاکید فرمائی کہ وہ اس کا ذکر کسی سے نہ کریں۔

واقعے یہ دو ہیں لیکن روایات میں بڑا اختلاف اور تعارض ہے کہیں کسی کا نام ہے کہیں کسی کا۔ اس لیے ان واقعات کی مختلف روایتیں نقل کرنے کے بعد امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اپنی رائے ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

والصواب من القول فی ذلک ان یقال ان الذی حرمہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی نفسہ شیئ کان اللہ قد احلہ لہ۔ یعنی میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ایک ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔

قال النووی فی شرح مسلم الصحیح ان الآیۃ فی قصۃ العسل لا فی قصۃ ماریۃ المرویۃ فی غیر الصحیحین ولم تات قصۃ ماریۃ فی طریق صحیح۔ صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی کہتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی اور ماریہ کے واقعہ میں نازل نہیں ہوئی جیسا غیر صحیحین میں مذکور ہے اور ماریہ کا واقعہ کسی صحیح سند سے مروی نہیں۔

یہ آپ سن چکے۔ آئیے اب کلمات طیبہ میں غور و فکر کریں۔

زمخشری معتزلی اور اس کے پیروکار وہابیہ نے یہاں بڑی بے تکی موشگافیاں ماری ہیں اور ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن عصمت پر حرف آتا ہے۔ آپ علمائے اہل سنت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق فہمی اور محبت مصطفوی دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

علامہ ابی حیان اندلسی اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں تحریر فرماتے ہیں۔ یایھا النبی نداء اقبال وتشریف یعنی اللہ تعالیٰ نے یایھا النبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف۔ یعنی از راہ لطف و محبت دریافت کیا ہے کہ اے حبیب! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بصد احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا جس طرح عفا اللہ عنک لم اذنت لھم میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الٰہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھتا ہے اور کبھی یہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۲ بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے تمہارے لیے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ (یعنی کفارہ)

اجتناب کسی کی دلجوئی کے لیے ہوتا ہے جس کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم زمخشری کی عبارت نقل کرنے سے دانستہ گریز کر رہے ہیں کیونکہ اس نے ایسی باتیں لکھی ہیں جو منصب نبوت کے لائق نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کیا ہے۔ والمراد بالتحریم الامتناع (روح المعانی) مطلب یہ ہے کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

۲۔ علامہ سید آلوسی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فیہ تعظیم لشانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان ترک الاولیٰ بالنسبۃ الی مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذٰلک۔ یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ اولیٰ کا ترک ہوا، لیکن آپ کے جلال اور کریم مقام کے لیے یہ بھی مناسب نہ تھا، لیکن ہم نے حضور ہی کے لیے معاف کر دیا۔ مزید فرماتے ہیں کہ آیت میں جو عتاب ہے وہ کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت و پیار کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی بہبود کا خیال ہے۔ اسے یہ گوارا نہیں کہ آپ کی راحت پر ادنیٰ سا غبار بھی پڑے۔ زمخشری کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا قدم حسب عادت یہاں بھی پھسل گیا ہے۔ اس نے تحریم سے مراد شرعی تحریم لی ہے جو گناہ ہے اور غفور رحیم میں اس لغزش کی معافی کی طرف اشارہ ہے۔ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن منیر نے یہاں زمخشری کے خوب بخیے ادھیڑے ہیں۔ ماحاصلہ انما اطلقہ فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تقوّل و بغیر لو والنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام منہ براء۔ ابن منیر کی تنقید کا ماحصل یہ ہے کہ زمخشری نے حضور کے حق میں جو کچھ کہا ہے وہ اس کا اپنا گھڑا ہوا افترا ہے اور حضور کی ذات اقدس اس سے بری ہے۔ کیونکہ حلال کی تحریم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی حلال چیز کو حرام اعتقاد کر لیا جائے۔ یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے اور نبی معصوم سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حلال کو حلال ہی سمجھا جائے لیکن اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔ ایسا کرنا مباح اور حلال ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریم کی یہی صورت تھی۔ انما عاتبہ اللہ تعالیٰ علیہ رفقا بہ وتنویہا بقدرہ واجلالا لمنصبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یراعی مرضات ازواجہ بما یشق علیہ جریا علی ما الف من لطف اللہ تعالیٰ بہ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عتاب کی وجہ یہ ہے کہ حضور نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لیے اپنے اوپر پابندی عائد کر لی جس سے حضور کو تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کریم ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ اس کے محبوب کو تکلیف پہنچے۔ اس لیے فرمایا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ کو اپنی ازواج کی تو خوشنودی مطلوب ہے اور مجھے آپ کا آرام اور آپ کی راحت مرغوب ہے۔ ایسی ناروا پابندیوں کی اجازت میں آپ کو کیونکر دے سکتا ہوں۔

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یورپ کے کئی متعصب مستشرقین نے حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعہ کی آڑ لے کر شان رسالت میں بڑی گستاخیاں کی ہیں اور ان کی تحریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے ان کی عداوت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى

اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے۔ اور وہی سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔ اور جب راز کی بات کہی نبی کریم نے

نے ان کو اندھا اور بہرا کر دیا ہے۔ نہ صدائے حق کو وہ سن سکتے ہیں اور نہ نور حق انہیں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ماریہ کوئی اجنبی عورت نہ تھیں جن سے قربت شرع اور عقل کی نظر میں حرام ہوتی۔ وہ حضور کی ازواج مطہرات میں سے ایک تھیں۔ مقوقس والئی اسکندریہ نے انہیں حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضور نے انہیں آزاد فرمایا اور اپنی زوجیت کا شرف بخشا تھا۔ خاوند کا اپنی بیوی سے قربت کرنا کسی قانون کسی شریعت اور کسی نظام حیات میں قبیح نہیں۔ اس کو فلط رنگ دے کر پیش کرنا علم اور دیانت کا منہ چڑانا ہے اور اس کے ساتھ اپنی تنگ نظری پر مہر ثبت کرنا ہے۔ یہ تو بیگانے لوگ تھے جن کے دلوں میں اسلام کے متعلق گوناگوں عداوتیں تھیں لیکن تعجب بلکہ ندامت اس وقت ہوتی ہے جب کہ کئی دعویداران علم منبروں پر کھڑے ہو کر اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو اس میں شان رسالت کا پہلو نکالتے ہیں کبھی حضور کے خداداد علم پر انگشت نمائی کی جاتی ہے۔ یہ دیکھو فلاں چیز کا علم نہ تھا۔ کبھی حضور کی شان کا انکار کیا جاتا ہے۔ یہ دیکھو حضور حلال کو حرام نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی اختیار نہیں۔ اپنی امت کا اور اپنے غلاموں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کج فہمی سے بچائے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے یا جانتے ہیں تو دانستہ اعراض کرتے ہیں کہ اللہ کا رسول اس لیے مبعوث نہیں کیا جاتا کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو از خود حرام کرتا رہے۔ یہ شرع ہے بلکہ کفر ہے۔ یہاں تحریم سے مراد کسی حلال چیز کو حلال اعتقاد کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرنا ہے۔ جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اور شہد کو حرام کرنا اس لیے نہیں کہ آپ کو علم نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خود قرآن کریم نے بتا دی تبتغی مرضات ازواجک کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی وجہ کو پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے عدم علم کو اس کا سبب قرار دینا ایک مومن کو تو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ جب فہم کی صلاحیت سلب کر لیتا ہے تو ایسی تک کے دوش انداز اس کی زبان سے نکلتے ہیں۔ اللّٰهم انا نعوذ بك من سخطك وسخط نبيك الكريم صلى الله عليه وسلم۔

۳ے تَحِلَّةً کا وزن تفعلة ہے۔ یہ باب تفعیل کا دوسرا مصدر ہے جیسے کَرَّمَ سے تکریم اور تکرمة۔ حَلَّلَ سے تحلیل اور تحلة دونوں وزن آتے ہیں۔ یہ بھی حَلَّلَ۔ تحلیلاً۔ و تحلۃ مصدر ہے۔ علامہ راغب نے قد فرض اللّٰه لكم تحلة ايمانكم کا یہ معنی لکھا ہے ای بين ما تنحل به عقدة ايمانكم من الكفارة۔ یعنی اللہ نے وہ چیز بیان کر دی جس سے تمہاری قسموں کی گرہ کھل جاتی ہے یعنی کفارہ یعنی قسم کا کفارہ گو تم نے قسم کھا لی تھی اس کے کھولنے کا طریقہ تمہیں بتا دیا کہ کفارہ ادا کرو اور پابندی سے آزاد ہو جاؤ۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھے حرام کیا تو اس پر کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس میں فقہاء کے متعدد اقوال ہیں۔ میں یہاں صرف حضرت امام اعظم کا قول نقل کروں گا۔

علامہ ابوبکر جصاص احکام القرآن میں رقمطراز ہیں کہ ہمارے علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حرام کہتا ہے تو وہ قسم ہوگی گویا اس نے یوں کہا واللّٰه لا اقربك بخدا میں تیرے قریب نہیں جاؤں گا۔ اس صورت میں وہ مولی ہوگا اور اگر اس نے یہ الفاظ کہے اور طلاق کی نیت کی تو وہ طلاق ہوگی۔ اگر ایک طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن ہوگی اور اگر تین کی نیت کی تو طلاق مغلظہ۔

بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

رازداری سے اپنی ایک بیوی کو ایک بات بتائی ؎۳ پھر جب اس نے وہ دوسری کو راز بتا دیا اور مطلع کر دیا اللہ نے آپ کو اس پر تو آگاہ

عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ

کر دیا آپ نے (اس بیوی کو) کچھ حصہ اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پس جب آپ نے اس کو اس پر آگاہ کیا تو اس نے پوچھا

؎۳ وہ بات کیا تھی جو حضور نے رازداری سے اپنی ایک رفیقہ حیات کو بتائی تھی اور منع فرمایا تھا کہ کسی دوسری سے وہ اس کا ذکر کرے۔ جن علماء نے حدیث عسل کو ان آیات کے نزول کا سبب تسلیم کیا ہے ان کے نزدیک وہ راز یہ تھا کہ حضور نے فرمایا میں پھر شہد نہیں کھاؤں گا اور تم یہ کسی کو نہ بتانا کہ میں نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی ہے۔ اور جن علماء کے نزدیک اس کی شان نزول ماریہ قبطیہ کا واقعہ ہے انہوں نے اس راز سے یہ مراد لیا ہے کہ وہ کسی کو نہ بتائیں کہ حضور نے ماریہ سے آئندہ مقاربت نہ کرنے کا حلف اٹھایا ہے۔

اگر علامہ ابن جریر کے قول کو ترجیح دی جائے تو کسی راز کے تعین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ اتنا سمجھنا کافی ہے کہ کوئی ایسی بات تھی جو حضور نے اپنی ایک زوجہ کو بتائی اور نصیحت کی کہ کسی دوسری کو اس کا پتہ نہ چلے لیکن وہ اس راز کو افشا کر بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو آگاہ کر دیا کہ آپ کی اہلیہ نے وہ راز فاش کر دیا ہے۔ حضور نے جب اس کو بتایا کہ اس نے یہ راز ظاہر کر دیا ہے تو وہ حیران ہو گئیں اور خیال کیا کہ شاید دوسری بیوی نے بتایا ہوگا۔ پوچھا حضور آپ کو کس نے آگاہ کیا ہے کہ میں نے یہ راز فاش کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا اور ہر راز سے باخبر ہے۔

بعض روایات میں منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت ماریہ کے بارے میں حضرت حفصہ کو ملول اور رنجیدہ پایا تو ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد تمہارے والد عمر خلیفہ ہوں گے۔ یہ وہ راز تھا جو حضرت حفصہ چھپا نہ سکیں اور حضرت عائشہ سے بھی اس کا ذکر کر دیا۔ چند روایات ملاحظہ ہوں:

(۱-۲) اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس وابن ابی حاتم عن مجاهد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسرّ الی حفصة تحریم ماریة وان ابابکر وعمر یلیان الناس بعده۔ ترجمہ: ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے اور حضرت ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رازداری سے یہ بات کہی کہ ماریہ مجھ پر حرام ہے اور میرے بعد ابوبکر و عمر لوگوں کے والی ہوں گے۔

(۳) ابن مردویہ نے متعدد طریقوں سے حضرت سیدنا علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا۔ ان امارة ابی بکر وعمر لفی کتاب اللہ۔ واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا قال لحفصة ابوک وابو عائشة والیا الناس بعدی فایاک ان تخبری احدا۔ ترجمہ: ابوبکر اور عمر کی خلافت تو کتاب اللہ میں موجود ہے۔ واذ اسر النبی الخ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے حضرت حفصہ کو فرمایا کہ تیرا باپ اور عائشہ کا باپ میرے بعد لوگوں کے امیر ہوں گے خبردار! یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

(۴-۵) واخرج ابونعیم فی فضائل الصحابة عن الضحاک انه قال فی الآیة اسر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی حفصة

www.KitaboSunnat.com

مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى

آپ کو اس کی خبر کس نے دی ہے۔ فرمایا مجھے اس نے آگاہ کیا ہے جو علیم و خبیر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرو تو بہتر ہے

اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ

دل تمہارے (حق سے) ہٹ چکے ہیں اور اگر تم دونوں نے ایکا کر لیا آپ کے مقابلہ میں تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ آپ

ان الخلیفۃ من بعدی ابوبکر و من بعد ابی بکر عمر۔

(۲) واخرج ابن ابی حاتم نحوہ۔ ترجمہ: ابونعیم نے فضائل الصحابہ میں ضحاک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس آیت کا راز یہ ہے کہ حضور نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر۔

ابن ابی حاتم نے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے۔

یہ تو اہل سنت کی کتب کے حوالے تھے۔ شیعہ کے جلیل القدر علماء نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ طبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں زجاج سے روایت کرتے ہیں۔ قال لما حرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ماریۃ القبطیۃ اخبر حفصۃ انہ یملک من بعدہ ابوبکر و عمر فعرفہا بعض ما افشت من الخبر واعرض عن بعض ان ابابکر و عمر یملکان من بعدی وقریباً من ذلک ما رواہ العیاشی بالاسناد عن عبد اللہ ابن العطاء المکی عن ابی جعفر الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماریہ قبطیہ کو حرام کیا تو یہ بھی بتایا کہ آپ کے بعد ابوبکر اور عمر والی ہوں گے اور اسی کے ہم معنی وہ روایت بھی ہے جو عیاشی نے عبد اللہ ابن العطاء کے واسطے سے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے۔

یہاں ایک بات توجہ طلب ہے۔

قرآن کریم میں صراحت سے اس راز کو بیان نہیں کیا گیا لیکن راز کے افشا ہونے اور راز کو افشا کرنے والی کو سرزنش بتفصیل مذکور موجود ہے۔ اس سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنے اہل خانہ سے راز کی بات کہنا درست ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کو رازدار بنایا جائے وہ اس راز کی پوری پوری نگہداشت کرے۔ خصوصاً ان لوگوں کے اہل خانہ جو اہم ملکی اور ملی معاملات کو نبھانے کے لیے مقرر ہیں۔ اگر ان کی بیویاں یا دوسرے مقرب ان کے رازوں کی حفاظت نہیں کریں گے بلکہ افشا کر دیا کریں گے تو دشمن ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا سکتا ہے اور انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

لہ تتوبا کا فاعل حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب حضرت فاروق اعظمؓ سے اس آیت کا مصداق پوچھا تو آپ نے ان ہی دو کا نام لیا۔ تو بہ کی وجہ بتادی فقد صغت قلوبکما۔ صغی کا معنی ہے مائل ہو جانا، جھک جانا۔ جب ستارے ڈوبنے لگتے ہیں تو عرب کہتے ہیں۔ صغت النجوم۔ آیت کا مطلب ہوگا کہ تمہارے دل مائل ہو گئے ہیں۔ کدھر مائل ہو گئے ہیں؟ اس کی تشریح علامہ آلوسی نے اپنی انداز میں بیان کی ہے۔ مالت عن الواجب من مخالصتہ بحب ما یحبہ وکراھۃ ما

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ

کا مددگار ہے، جبریل اور نیک بخت مومنین بھی آپ کے مددگار ہیں ؎ اور ان کے علاوہ سارے فرشتے بھی مدد کرنے

ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا

والے ہیں ؎ کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی کریم تم سب کو طلاق دے دیں تو آپ کا رب تمہارے عوض آپ کو ایسی بیویاں عطا فرمائے جو بہتر

یکرھہ الی مخالفتہ۔ تم پر واجب تو یہ تھا کہ ہر بات میں حضور کی موافقت کرتیں۔ جو چیز حضور کو پسند ہو تم بھی اس کو پسند کرتیں، جو چیز حضور کو ناپسند ہو تم بھی اسے ناپسند کرتیں لیکن تم نے ایسا نہ کیا۔ تمہارے لیے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اس لیے اس فروگذاشت سے جتنی جلد توبہ کر لو گی تمہارے لیے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے جب زاغت (جس کا معنی ٹیڑھا ہو جانا ہے) کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ صغت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس کا ترجمہ تمہارے دل کچھ جھک گئے ہیں یا ٹیڑھے ہو گئے ہیں یا سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں کسی طرح مناسب نہیں۔

؎ تظاہرا باب تفاعل سے تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اصل میں تتظاھرا تھا۔ ایک تا کو حذف کر دیا تظاھرا ہو گیا۔ اس کا معنی ہے تعاون یعنی ایک دوسرے کی اعانت کرنا، پشت پناہی کرنا۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم نے میرے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے پر اتفاق کر لیا تو تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی کیونکہ آپ کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے، کروبیوں کا سردار جبریل اور نیک بخت اہل ایمان آپ کے مددگار ہیں۔ ان کے علاوہ فرشتوں کے لشکر کے لشکر آپ کی اعانت کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ جس کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہو، جس کی نصرت و تائید کرنے والے یہ جلیل القدر لوگ ہوں اسے بھلا کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہاں مولیٰ کا معنی ناصر ہے اور تمام کے لیے یہی معنی درست ہے۔ ولا مانع من ان یکون المولی بالجمیع بمعنی الناصر لا یخفیٰ (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ بھی حضور کا مددگار ہے، جبریل اور صالح المومنین بھی حضور کے مددگار ہیں۔ صالح بظاہر واحد ہے لیکن اس سے مراد جنس ہے جس کا قلیل اور کثیر سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ اصل میں صالحون جمع تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ صالحوا المومنین ہو گیا لیکن یہاں واؤ کا تلفظ نہیں کیا جاتا اس لیے کاتبان قرآن نے واؤ کی کتابت بھی ترک کر دی اور صالح المومنین لکھنے پر اکتفا کیا۔ اس قسم کے شواہد قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۱ میں ویدع الانسان لکھا ہے۔ اصل میں ویدعو ہے لیکن چونکہ واؤ تلفظ میں نہیں آتی اس لیے کتابت بھی ترک کر دی گئی۔

؎ صاحب تاج العروس لکھتے ہیں ظہیر کا معنی المعین الواحد والجمع فیہ سواء وانما لم یجمع ظہیر لان فعیلا و فعولا قد یستوی فیہما المذکر والمونث والجمع کما قال عز وجل انا رسول رب العالمین ـــ والملائکۃ بعد ذلک ظہیر (تاج العروس) یعنی ظہیر بمعنی مددگار ہے۔ واحد اور جمع کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ظہیر کی جمع ذکر نہیں کی گئی کیونکہ فعیل اور فعول کبھی کبھی مذکر اور مونث اور جمع سب کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے انا رسول رب العالمین، رسول تثنیہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ کہنے والے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام تھے لیکن فعول کا وزن ہونے کی وجہ سے تثنیہ پر بھی دلالت کرتا ہے اور ظہیر فعیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِّنكُنَّ مُسْلِمَٰتٍ مُّؤْمِنَٰتٍ قَٰنِتَٰتٍ تَٰٓئِبَٰتٍ عَٰبِدَٰتٍ سَٰٓئِحَٰتٍ

بہتر جو تم سے ، پکی مسلمان ، ایمان والیاں ، فرمانبردار ، توبہ کرنے والیاں ، عبادت گزار ، روزہ دار ،

ثَيِّبَٰتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ

پہلے بیاہی ہوئیاں اور کنواریاں شہ اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو

نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے شہ اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تند خو سخت مزاج ہیں

کے وزن کے باعث جہنم پر بھی دلالت کرتا ہے۔

شہ ازواج مطہرات کو تادیب کی جا رہی ہے کہ بے شک تمہاری بڑی شان ہے تم معزز خاندانوں کی چشم و چراغ ہو، لیکن اگر تم نے میرے نبی کریم کی خوشنودی حاصل نہ کی اور تمہاری کسی غلطی سے ناراض ہو کر آپ نے تمہیں اپنے شرف زوجیت سے محروم کر دیا تو تمہیں ہی ہوگا، انہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ہم ان کی زوجیت کے لیے ایسی بیبیاں فراہم کر دیں گے جو تم سے بہتر ہوں گی اور ان تمام خوبیوں سے بدرجہ اتم موصوف ہوں گی جن کا نبی آخر الزمان کی ازواج مطہرات میں پایا جانا ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ کے معانی تو واضح ہیں۔ سائحات کا معنی عام طور پر صائمات کیا جاتا ہے یعنی روزہ رکھنے والیاں۔ لیکن اس کا دوسرا معنی مہاجرات بھی کیا گیا ہے کیونکہ سائح سیاحت سے ہے اور اسلام میں سیاحت صرف ہجرت ہی ہے۔ قال ابن زید لیس فی الاسلام سیاحۃ الا الھجرۃ۔

ثیبۃ: اس عورت کو کہتے ہیں جس کی پہلے شادی ہو چکی ہو اور بعد میں اسے طلاق دے دی گئی ہو یا اس کا خاوند فوت ہو چکا ہو۔

شہ اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچائیں لیکن ان کی ذمہ داری اپنی ذات تک محدود نہیں بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی عذاب دوزخ سے بچانے کی پوری کوشش کرنا ان پر لازم ہے۔ حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نقی انفسنا فکیف لنا باھلینا۔ اے اللہ کے رسول اپنے آپ کو تو دوزخ سے بچانے کا مفہوم سمجھ میں آگیا۔ ہم اپنے اہل و عیال کو کیونکر دوزخ سے بچا سکتے ہیں۔ فقال تنھونھم عما نھاکم اللہ وتامرونھم بما امرکم اللہ۔ فرمایا تم اس طرح ان کو بچا سکتے ہو کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل و عیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو بجا لانے کا اس نے حکم دیا تم انہیں حکم دو کہ وہ بھی بجا لائیں۔

مقاتل کہتے ہیں ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو، اپنی اولاد، اپنی بیوی اور اپنے غلام کو عذاب جہنم سے بچانے کی کوشش کرے۔ علامہ قرطبی نے الکیا کا قول نقل کیا ہے۔ وعلینا تعلیم اولادنا واھلینا الدین والخیر وما لا یستغنی عنہ من الادب یعنی ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں، اچھی باتیں سکھائیں، اور وہ ادب جس کے بغیر چارہ نہیں اس کی تعلیم دیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦ يٰٓاَيُّهَا

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجا لاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے ؎

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمه و یعلمه الکتابة و یزوجه اذا بلغ یعنی باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوں تو ان کے لیے اچھا نام تجویز کرے۔ جب وہ بڑے ہوں تو انہیں تعلیم دے اور جب وہ بالغ ہوں تو ان کی شادی کرے۔

دوسرا فرمان نبوی ہے ما نحل والد ولدا افضل من ادب حسن کسی باپ نے اپنے بچے کو اچھے ادب سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

دینی تعلیم اور عملی تربیت کا آغاز بچپن سے ہی ہونا چاہیے اور اس عمر میں جو سبق دیا جاتا ہے تا دم واپسیں وہ یاد رہتا ہے۔ جس کام کی عادت بچپن میں پڑ جاتی ہے وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ جو والدین بچپن میں اپنے بچوں کو اطاعت خداوندی کی طرف راغب نہیں کرتے ان کی اولاد عمر بھر راہ حق سے بھٹکتی رہا کرتی ہے۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دیا۔ مُرُوا ابناءکم بالصلوٰۃ لسبع واضربوهم لعشر وفرقوا بينهم في المضاجع۔ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر پڑھاؤ اور اسی عمر میں ان کی خوابگاہیں جدا کر دو۔

کاش ہم اس فرمان خداوندی اور ان ارشادات نبوی کی روشنی میں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں تو ہمیں اپنے بچوں اور بچیوں سے بے راہروی اور آوارہ مزاجی کا شکوہ نہ ہو۔ آج جبکہ درس گاہوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم و تربیت کا کوئی موثر اور معقول اہتمام نہیں بلکہ یہ درس گاہیں لادینی لٹریچر اور طرح طرح کی بدعملیوں کی آماجگاہیں بن گئی ہیں۔ جب معاشرہ کی وہ قوت تیزی سے کمزور ہو رہی ہے جو کسی نازیبا حرکت پر آتش زیر پا ہو جایا کرتی تھی اور ایسا کرنے والے کے خلاف احتجاج کی ایک تیز و تند لہر اٹھا کرتی تھی آج جب سینما اور ٹی وی کے مخرب اخلاق پروگرام دن بدن زیادہ مقبول ہوتے جا رہے ہیں اس وجہ سے اب ماں باپ کی ذمہ داریاں دو چند ہو گئی ہیں کہ وہ اپنی اولاد کی سخت نگرانی کریں۔ اور اس سے بھی اہم یہ کہ اپنے حسن عمل اور اچھے نمونہ سے ان کے دلوں میں نیکیوں اور بھلائیوں سے ایک والہانہ محبت پیدا کر دیں۔ اگر ہماری بے حسی کے باعث لادینی کی بھڑکتی ہوئی آگ ہمارے گھروں میں بھی سرایت کر گئی تو پھر آنے والی نسلوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

؎ اس آگ پر فرشتوں کو بطور داروغہ مقرر کیا گیا ہے۔ وہ فرشتے بڑے تند خو اور سخت مزاج ہیں۔ کوئی گریہ و زاری ان کے دل کو متاثر نہیں کر سکتی وہ بڑے قوی اور توانا ہیں۔ کوئی ان کی گرفت سے بھاگ نہیں سکتا۔ ان کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانا ہے شان سے تعمیل حکم میں سستی تو درکنار یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ نافرمانی کر سکتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٧ ع

اے کفار! آج بہانے نہ بناؤ[1] تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو (کرتوت) تم کیا کرتے تھے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو[2] امید ہے تمہارا رب

[1] اے کفار! قیامت کے دن بہانہ سازی کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جو اور حیلے تم پیش کرنا چاہو گے ان کو سننے سے پہلے ہی انکار ہو گا۔ اس دن تمہیں ان کرتوتوں کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی جو منع کرنے کے باوجود تم کرتے رہے اور کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت کو تم نے قبول نہ کیا بلکہ ان کے درپے آزار رہے۔

[2] اس آیت میں اہل ایمان کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ اگر اس سے پہلے جہالت، کم فہمی یا بشری کمزوری کی وجہ سے تم سے غلطیاں سرزد ہوتی رہی ہیں تو وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں صدق دل سے توبہ کرو تاکہ تمہارا رحیم و کریم خدا تمہارے گناہوں کے بدنما داغوں کو اپنے دامن کرم میں یوں چھپا لے کہ کسی کو ان کا اتہ پتہ بھی معلوم نہ ہو سکے۔ روز محشر فرشتے بھی تمہارے نامہ اعمال سے کوئی ایسی چیز پیش نہ کر سکیں جو تمہاری رسوائی کا باعث ہو۔ توبہ کرنے کے ساتھ توبہ کی قسم بھی بتلا دی۔ فرمایا توبہ کرو تو توبۃ نصوحا کرو۔

توبۃ نصوحا کی تشریح میں علمائے کرام و مفسرین عظام سے کئی اقوال منقول ہیں جن سے چند پیش خدمت ہیں تاکہ آپ کے لیے انتخاب آسان ہو جائے۔

(۱) وہ شہد جس کو موم اور دیگر آلائشوں سے پاک کر دیا گیا ہو اسے عسل ناصح (شہد خالص) کہتے ہیں۔ اگر نصوحا اس سے ماخوذ ہو تو مقصد یہ ہوگا کہ تمہاری توبہ نفاق، ریا اور دکھاوے کی آلائشوں سے پاک ہونی چاہیے۔

(۲) پھٹے ہوئے کپڑے کو سوئی کے ساتھ سینے کو عربی میں نصاحۃ الثوب کہا جاتا ہے۔ اگر نصوحا کا یہ ماخذ ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح گناہوں سے تم نے اپنے ایمان کا لباس تار تار کر دیا ہے اور اپنے تقویٰ کے پیرہن میں چاک ڈال دیئے ہیں اب ایسی توبہ کرو کہ وہ چاک رفو ہو جائیں اور ان کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہے۔

(۳) نصوحا کی اصل نصیحت ہے۔ اس وقت اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ایسی توبہ کرو کہ اس کے آثار تم میں نمایاں ہو جائیں۔ تم میں نمودار ہونے والی خوشگوار تبدیلی کو دیکھ کر دوسرے گناہگار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور وہ بھی اپنی غفلت و عصیاں سے آلودہ زندگی کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ تشریح لغوی معانی کے اعتبار سے ہے۔ اب زبان نبوت سے اس کا مفہوم سنیے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ما التوبۃ النصوح۔ اے اللہ کے رسول! توبہ نصوح کس کو کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ان یندم العبد علی الذنب الذی اصاب فیعتذر الی اللہ تعالیٰ ثم لا یعود الیہ کما لا یعود اللبن الی الضرع۔ یعنی جو گناہ بندے سے

www.KitaboSunnat.com

اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں ۱۳؎ اور تمہیں داخل کرے گا ایسے باغات میں جن میں بہتی ہیں

سے سرزد ہو اس پر نادم اور شرمسار ہو، بارگاہ الٰہی میں مغفرت طلب کرے۔ جس طرح دودھ پھر تھنوں میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا پھر اس سے یہ گناہ سرزد نہ ہو۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ توبہ کے صحیح ہونے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) اس گناہ کو ترک کر دے (۲) جو گناہ کر چکا ہے اس پر دل میں ندامت اور شرمندگی محسوس کرے۔ (۳) پختہ عزم کرے کہ پھر یہ گناہ نہیں کرے گا۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک اعرابی کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ یا اللہ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ فرمایا اے اعرابی! یہ تو جھوٹوں کی توبہ ہے۔ عرض کیا فرمائیے سچوں کی توبہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جس توبہ میں یہ چھ چیزیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہوتی ہے ① جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں ان پر ندامت ② جو فرائض ادا نہیں ہوئے ان کی قضا۔ ③ کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے لوٹا دے ④ جس کے ساتھ ناجائز جھگڑا کیا ہے اس سے معافی لے لے۔ ⑤ پختہ عزم کرے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا ⑥ جس طرح پہلے تو نے اپنے نفس کو گناہوں سے فربہ کیا ہے اب اطاعت الٰہی میں اس کو گلا دے۔

یہ سچوں کی توبہ ہے یہ کاملین کی توبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

توبہ چوں باشد پشیماں آمدن ۔۔۔ بر در حق نو مسلماں آمدن

نے شستہ از سر گرفتن بار سیاہ ۔۔۔ با حقیقت مدتے کردن نیاز

یاد رہے کہ گناہ ہو جانے پر کبھی ندامت محض اس افسوس سے ہوتی ہے کہ اس سے صحت تباہ ہو گئی، مال برباد ہو گیا، عزت خاک میں مل گئی اگر کوئی شخص ان وجوہات سے اپنے گناہ پر نادم ہو تو یہ ندامت توبہ نہیں کہلائے گی۔ توبہ اس وقت ہوگی جب اسے اس بات پر ندامت ہو کہ اس نے اپنے رب کریم کی حکم عدولی کی ہے اپنے محسن و مالک کو خوش کرنے کے بجائے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا ہے اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ایسا کر کے اس نے اپنے اوپر ظلم ڈھایا ہے۔

۱۳؎ یعنی اگر تم سچے دل سے توبہ کر لو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ تمہارے گناہوں کو اپنے دامن کرم سے ڈھانپ لے اور اس طرح ڈھانپ دے کہ ان کا سراغ ہی نہ ملے۔ علامہ راغب اصفہانی کَفَّرَ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ التکفیر سترہ و تغطیتہ حتی یصیر بمنزلۃ ما لم یعمل یعنی کسی گناہ کو یوں ڈھانپ دینا اور اس پر یوں پردہ ڈال دینا کہ وہ ایسا ہو جائے جیسے یہ ہوا ہی نہ تھا۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ باب تفعیل سے ہے اور باب تفعیل کبھی مجرد کے معنی کے ازالہ کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے مَرِضَ کا معنی بیمار ہونا اور مَرَّضَ — تمریضاً تیمارداری کرنا، بیماری کو دور کرنا۔ قَذِیَ العین آنکھ میں تنکا پڑ جانا۔ قَذَّیْتُہٗ کا معنی ہے تنکا نکال دینا۔ یہاں بھی کَفَّرَ کا معنی اگر یہ لیا جائے کہ کفر یا کفران کا ازالہ کر دیا تو بھی درست ہے۔ تاج العروس میں ازہری کا یہ قول منقول ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْأَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ

نہریں جس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں ۱۰؎ ان کا نور

يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

دوڑتا ہوگا ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب ۱۱؎ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! مکمل فرما دے

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ

ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش دے ہمیں، بیشک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اے نبی (مکرم)! جہاد کیجئے کفار اور

اصل الکفر تغطیۃ الشیء تغطیۃ تستھلکہ، کسی چیز کو ایسا ڈھانپ دینا کہ اس کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے۔
جوہری فرماتے ہیں کہ ثواب ساقط ہو جانے کے لیے احباط کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور گناہ معاف کر دیے جائیں تو اس کے لیے تکفیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ التکفیر فی المعاصی کالاحباط فی الثواب (الصحاح)

۱۰؎ کفار کو اپنی ثروت اور اپنی سرداری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ جب وہ اہل حق کی غربت اور بے سروسامانی کو دیکھتے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جس طرح آج ہم معزز اور سرفراز ہیں اور یہ لوگ ذلیل و خوار ہیں۔ بفرض محال اگر قیامت آنے والی ہی ہے اور اگر یہ بھی ٹھیک ہے تو وہاں بھی ایسے ہی حالات ہوں گے۔ ہماری ہی عزت افزائیاں ہوں گی۔ ہم پر ہی انعام و اکرام کی بارش ہوگی اور یہ مسلمان اس دن بھی اسی کسمپرسی کے عالم میں ہوں گے۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کا دن ہمارے محبوب مکرم اور اس کے غلاموں کی عزت و سرفرازی کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شان کو بلند کرے گا۔ مقام محمود پر آپ جلوہ افروز ہوں گے۔ لواء الحمد آپ کے دست مبارک میں ہوگا۔ جملہ انبیاء آپ کے ظل عاطفت میں پناہ لیے ہوں گے اور وہ مسلمان جو آپ کے ساتھ ایمان لائے ان کی شان ہی نرالی ہوگی۔ بارگاہ الٰہی سے انہیں گوناگوں انعامات بخشے جائیں گے۔ انہیں اذن ملے گا کہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں، بہن بھائیوں اور دوست و احباب کی شفاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے نبی کو اور اس کے غلاموں کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ یہ کفار کی غلط فہمیاں ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

۱۱؎ اہل ایمان میدان حشر میں بالکل ممتاز ہوں گے۔ ان کے آگے ان کا نور ایمان چمک رہا ہوگا۔ ان کی دائیں جانب بھی روشنی ہی روشنی ہوگی اور دوسرے لوگ اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے۔ مومن عرض کریں گے کہ اے رب! ہمارے نور کو اور تاباں بخش اور اسے مکمل فرما تاکہ راستے میں نہ بجھ جائے۔ اہل جنت کا جو سفر ہمیں درپیش ہے اس میں یہ شمع روشن رہے، یہ چراغ جلتا رہے۔ ہمیں بخش دے۔ سب پاکیزگیوں کے باوجود ان کے عجز و نیاز کا یہ عالم ہوگا۔ اہل حق کی یہی امتیازی شان ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ

منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو ۱۴ اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور وہ لوٹ کر

الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ

جانے کی بہت بری جگہ ہے۔ بیان فرمائی ہے اللہ نے کفار کے لیے نوح کی بیوی اور

امْرَاَتَ لُوْطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ

لوط کی بیوی کی مثال ۱۵ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں

۱۴ حکم ہو رہا ہے کہ اے میرے نبی! کفار و منافقین سے جہاد جاری رکھو۔ کبھی شمشیر و سناں سے، کبھی نوک قلم اور قوت بیان سے، کبھی میدان کارزار میں، کبھی افکار و نظریات کی بزم میں۔ تمہارا علم توحید بلند ہوتا ہے۔ مخالفت کے طوفانوں میں بھی حق کا چراغ روشن ہے۔ تمہاری جانفرسائیاں اور بے مثال قربانیاں باطل کا تعاقب کرتی رہیں یہاں تک کہ اسے شکست اور ذلت سے کفر پر لرزہ طاری ہے۔ لوگوں کو حلم اور نرمی کی تلقین کی جاتی ہے لیکن حضور کا حلم اور شان رحمت اتنی عمیق ہے کہ حضور کو واغلظ علیہم کا حکم دیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ضیاء القرآن جلد دوم سورۂ توبہ آیت ۷۳ کا حاشیہ۔

۱۵ مشرکین مکہ کا کہنا تھا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار اور ہمسائے ہیں۔ ہمیں ایمان لانے اور جان جوکھوں میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر قیامت آ بھی گئی تو حضور ہماری شفاعت کریں گے اور کفر کے باوجود ہم بخش دیے جائیں گے۔ ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے یہ مثال دی کہ بیوی کا اپنے خاوند سے بڑا قریبی اور گہرا تعلق ہوتا ہے۔ دنیوی اعتبار سے دونوں کی خوشی اور غم، دونوں کی راحت اور تکلیف، دونوں کی خوشحالی اور محرومی یکساں ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تعلق بھی اس وقت تک بے معنی ہے جب تک یہ پیارا رشتہ اسلام میں منسلک نہ ہو۔ سمجھانے کے لیے کسی ولی، کسی امام، کسی بزرگ کی بیوی کی مثال پیش نہیں کی بلکہ جلیل القدر انبیاء کی بیویوں کی مثال پیش کی ہے۔ ایک حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور دوسری حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی۔ ان کے دلوں میں نفاق اور کفر تھا۔ وہ اپنے نامدار شوہروں کی رسالت پر ایمان نہ رکھتی تھیں بلکہ ان کا مذاق اڑاتی تھیں۔ ان کی غیبت کیا کرتیں اور ان کا دل دکھایا کرتیں۔ اس لیے چونکہ وہ کافر تھیں، ایمان سے محروم تھیں، ان کا پیغمبروں کی بیویاں ہونا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکا اور انہیں دوسرے جہنمیوں کے ساتھ جہنم رسید کر دیا گیا۔ اے کفار مکہ! تم یہ غلط فہمی اپنے دلوں سے نکال دو۔ جب تک تم کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان سے بہرہ ور نہ ہو گے کسی کی شفاعت تمہارے کام نہیں آئے گی بلکہ تمہارے لیے شفاعت کرنے کی اجازت ہی نہ ہوگی۔ متعدد مقامات پر فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ شفاعت مومن گنہگاروں کے لیے ہے۔ کفار و مشرکین اور منافقین کے لیے نہیں۔ بکثرت ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن سے صراحۃً پتہ چلتا ہے کہ حضور سید عالم شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ

نے ان دونوں سے خیانت کی ۱۸ پس وہ دونوں (نبی) ان کے شوہر اللہ کے مقابلہ میں انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور انہیں حکم ملا تم دونوں داخل

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ

ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اور اسی طرح اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال

فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ

بیان فرمائی ۱۹ جب کہ اس نے دعا مانگی اے میرے رب! بنا دے میرے لیے اپنے پاس ایک گھر جنت میں اور بچا لے مجھے

گے حضور کی امت کے اولیاء، شہداء اور علماء بھی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔

۱۸ یعنی حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی۔ ان کی خیانت کی نوعیت یہ تھی کہ وہ دل سے کافر تھیں۔ دلوں میں نفاق رکھ کر ظاہر کرتی تھیں۔ حضرت نوح کی بیوی آپ کو مجنون بتایا کرتی اور حضرت لوط کی بیوی آپ کے دشمنوں کے ساتھ ملی ہوئی تھی جب بھی آپ کے ہاں کوئی مہمان آتا تو انہیں اطلاع کر دیتی اور یہ بدبخت جمع ہو کر حضرت لوط کے مہمانوں پر حملہ کر دیتے۔

خیانت سے مراد بدکاری نہیں کیونکہ ہر نبی کی بیوی اس عیب سے ہمیشہ پاک ہوتی ہے۔

۱۹ فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ جنہوں نے دریا سے حضرت موسیٰ کا صندوق باہر نکالا تھا اور حضرت موسیٰ کی پرورش کا اہتمام کیا تھا بعد میں آپ کے معجزات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئی تھیں اور ہمیشہ فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ کی طرف داری کیا کرتی تھیں۔ آخر فرعون کو پتہ چل گیا کہ آسیہ اسے خدا نہیں تسلیم کرتی اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہے اور موسیٰ کے خدا کو اپنا خدا مانتی ہے۔ چنانچہ اس ظالم نے آپ کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں ٹھونک دیں اور چلچلاتی دھوپ میں ڈال دیا لیکن آپ کی استقامت اور پامردی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بھی کوئی آہ نہ نکلی۔ فرعون نے جب انہیں یوں مسکراتے دیکھا تو کہنے لگا تم پاگل اور دیوانی ہو گئی ہو۔ اس حالت میں آپ کی زبان پر یہ دعا تھی اپنے رب کے حضور میں یوں التجا کی جا رہی تھی اور حرف بحرف یہ تھی: الٰہی! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔ فرعون سے اور اس کی بداعمالیوں کی نحوست سے مجھے بچا لے اور یہ ظالم قوم جو اپنے رب حقیقی کو چھوڑ کر اس فانی انسان کو اپنا خدا مانتی ہے اس کے شر سے بھی مجھے محفوظ رکھ۔ احادیث میں آیا ہے جب حضرت آسیہ کے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں گاڑی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جنت کے محل کو منکشف کر دیا جس سے ان کی ساری تکلیفیں دور ہو گئیں اور اپنے رب کے اس لطف و کرم کو دیکھ کر وہ مسکرانے لگیں۔ دعا میں عندک کا لفظ آپ کی خصوصی توجہ کا حامل ہے۔ اہل محبت جنت کے طلبگار نہیں ہوتے۔ جنت کے پھول، لذیذ پھل، مست خرام نہریں اور آرام و آسائش کی تمنا ان کے دلوں میں کوئی جگہ نہیں پاتی۔ وہ تو صرف اپنے محبوب حقیقی کے دیدار کے متمنی ہوا کرتے ہیں۔ وہ جنت جو انہیں کچھ دلاسہ دے، ان کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتی۔ وہ تو اپنے محبوب کے ساتھ دیدار پر جنت کی ہزاروں بخششوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ عندک: اپنے پاس، اپنے قرب، بالکل قریب۔ شوق کی یہ بے تابیاں اور جذب کی یہ مستیاں

www.KitaboSunnat.com

مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١١﴾ وَمَرْيَمَ

فرعون سے اور اس کے (کافرانہ) عمل سے اور بچا لے مجھے اس ستم پیشہ قوم سے۔ اور دوسری مثال

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

مریم دختر عمران کی ہے ۱۳ جس نے اپنے گوہر عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے پھونک دی اس کے اندر اپنی طرف سے روح

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾

اور مریم نے تصدیق کی اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی اور وہ اللہ کے فرمانبرداروں میں سے تھی۔

عشق کی سرفرازی کا عنوان یہی ہے اور ان رموز سے وہی آشنا ہوتے ہیں جن کو محبت کے بادۂ گلفام کا کوئی جام پلایا جاتا ہے۔

حسن کی گفت کہ شاہد نپذیرد صنم — عشق کی گفت تب تنگیٔ دیدار بلائم

عندک کا معنی کیا گیا ہے فی اعلیٰ درجات المقربین۔ بعض نے عندک کا معنی یہ کیا ہے۔ محض اپنے فضل سے بغیر کسی استحقاق کے مجھ پر یہ کرم فرما۔ دعا میں بیتاً فی الجنۃ سے عندک کو مقدم کیا ہے۔ عرفاء الٰہی محبت ہی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

۱۳ آخر میں حضرت مریم دختر عمران علیہا السلام کے ذکر مبارک سے اس سورۃ کا اختتام کیا۔ مریم وہ پاکباز خاتون ہیں جن کی والدہ نے انہیں بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ عمر بھر سب لوگوں سے الگ ایک حجرہ میں ذکر و فکر میں مشغول رہیں جس کی نگرانی اللہ کے پیارے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد تھی۔ انہیں کنوارپنے میں حاملہ کر دیا گیا۔ بن بیاہی کی گود میں ایک خوبصورت اور صحت مند بچہ پیدا ہوا۔ لوگوں نے طوفان برپا کر دیا۔ طعن و تشنیع کے تیروں کی ہر طرف سے بارش برسنے لگی۔ لیکن اللہ کی یہ بندی پیکر تسلیم و رضا بنے اپنے رب کی مشیت کو پورا ہوتے دیکھتی رہیں۔ ایسی آزمائش میں پورا اترنا مریم کا ہی کام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اس کی پاکدامنی کی شہادت دی۔ فرمایا وہ بڑی عفیفہ تھی۔ اس نے اپنے گوہر عصمت کی پوری پوری حفاظت کی۔ ہم نے اپنی طرف سے ایک خاص روح اس میں پھونکی۔ وہی روح حضرت مسیح بن مریم کے پیکر میں نمودار ہوئی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے تمام ارشادات اور تمام نازل شدہ آسمانی کتب کی تصدیق کی اور اس کا شمار ان خوش نصیب لوگوں کے زمرہ میں ہے جو ہمیشہ اپنے رب کی عبادت و طاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔

فنفخنا فیہ من روحنا کی تشریح کے لیے ملاحظہ فرمائیے ضیاء القرآن جلد اول سورۃ النساء کی آیت ۱۷۱ کے حواشی۔

○

الحمد للہ رب العالمین الذی بتوفیقہ تتم الطاعات والصلوٰۃ والسلام علی حبیبنا وشفیعنا محمد الذی بجاہہ تتقبل الطاعات وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ الی یوم الدین۔ فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورَۃُ المُلک

نام : پہلی آیت میں "الملک" کا کلمہ ہے اسی کو اس کا عنوان مقرر کر دیا گیا۔ اس کی ۳۰ آیتیں ہیں۔ یہ تین سو تیس کلموں اور ایک ہزار تین سو تیرہ حروف پر مشتمل ہے۔

زمانۂ نزول : اس کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبوت کے آغاز میں اس کا نزول ہوا۔ اس زمانہ میں نازل شدہ دوسری سورتوں کی طرح یہاں بھی انسان کو بار بار غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید اور کبریائی کے فکری دلائل بڑے مؤثر انداز میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ متعدد سوالات اٹھا کر ان کے جوابات کی ذمہ داری لوگوں کے فہم سلیم کے سپرد کر دی گئی ہے۔ غور و تدبر کے نئے افق اس کے سامنے کشادہ کر دیے گئے ہیں اور خداداد قوتوں سے کام لینے کی دعوت دی گئی ہے۔

مضامین : اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ذکر سے کی جا رہی ہے اور اس کا ذکر قدر و بابرکت سے ہو رہا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اسے ہی زیب دیتا ہے کہ اپنی حمد و ثنا کرے۔

یہ بتا کر کہ حیات و موت کا تسلسل اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے فوراً انسان کی توجہ اس کی حکمت کی طرف مبذول کر دی کہ اس سے مقصد صرف تمہارا امتحان ہے کہ تم میں سے کون اپنی زندگی اچھے بلکہ اچھے سے اچھے کاموں کے لیے وقف کرتا ہے۔ اس کے بعد اپنی قدرت و حکمت کے ثبوت کے لیے اپنی کائنات کو پیش کیا اور دنیا بھر کے نقادوں کو بار بار دعوت دی کہ اس میں کوئی عیب تلاش کریں یا اس سے بہتر کوئی اور نقشہ تجویز کر کے دکھائیں۔ جب کسی کو جرات نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کسی چیز پر انگشت نمائی کر سکے۔ اس سے بہتر تو کجا اس کا مقابل بھی پیش کرنے سے ساری دنیا کے ماہرین عاجز ہیں۔ تو پھر نادانو! نہ بنو اپنے سروں کو اس کے سامنے جھکا دو۔ اس کی وحدانیت اور اس کی تمام صفات کمال پر ایمان لے آؤ۔ ورنہ انجام بڑا اندوہناک ہوگا۔ ایسے دوزخ میں پھینک دیے جاؤ گے جس کے شعلے غیظ و غضب سے گرج رہے ہوں گے اس وقت تم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرو گے، لیکن اس وقت اعتراف جرم کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اسی ضمن میں بتا دیا کہ سب انسان حق ناشناس نہیں، کچھ وہ بھی ہیں جو اپنے رب کو بن دیکھے مانتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے ہر وقت لرزاں ترساں رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے اور انہیں اجر کبیر عطا فرمایا جائے گا۔ اس کے بعد اپنی قدرت کی کئی اور نشانیوں کو ذکر کیا۔ پھر انہیں جھنجھوڑا کہ اگر تم نے انکار کی یہ روش نہ بدلی، تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا پتھر برسا کر تمہیں فنا کر دے۔

حسب عادت بطور استہزاء انہوں نے وقوع قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جب اس کا مقررہ وقت آ جائے گا اور وہ برپا ہوگی تو اس وقت تمہارے چہرے مسخ ہو جائیں گے۔

آخر میں ان سے ایک اہم سوال کر کے جس کا ان کی روزمرہ کی زندگی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے ان کے معبودوں کی بے بسی کو آشکارا کر دیا تاکہ وہ غور کریں اور سمجھیں اور اپنے قادر مطلق پروردگار کی جناب پاک میں جبین نیاز جھکا دیں اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو قبول کر کے سعادت دارین کے مستحق ہو جائیں۔

آخر میں چند احادیث لکھ رہا ہوں جن میں اس سورت کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے۔ خدا کرے قارئین کرام انہیں غور سے پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسَبُ اَنَّهُ قَبْرٌ فَاِذَا قَبْرُ اِنْسَانٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْمُلْكِ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (اخرجہ الترمذی وغیرہ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا اسے یہ علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے۔ پس اچانک انہوں نے سنا کہ کوئی آدمی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے اس سورت کو ختم کیا۔ وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والی ہے۔ یہ سورت اپنے قاری کو عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

۲۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا هِيَ اِلَّا ثَلٰثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ تبارک الذی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک سورت ہے جس کی صرف تیس آیتیں ہیں۔ اس نے ایک آدمی کے لیے شفاعت کی یہاں تک کہ اسے بخش دیا گیا۔ (ابو داؤد، ترمذی وغیرہما)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ كُلَّ لَيْلَةٍ لَا يَدَعُهُمَا فِيْ سَفَرٍ وَلَا حَضَرٍ۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر رات سفر و حضر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک پڑھا کرتے۔

۴۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کو کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسا تحفہ دوں جس سے تم خوش ہو جاؤ۔ اس نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عرض کی بڑی مہربانی۔ آپ نے فرمایا:

اِقْرَأْ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَعَلِّمْهَا أَهْلَكَ وَجَمِيْعَ وُلْدِكَ وَصِبْيَانَ بَيْتِكَ وَجِيْرَانَكَ فَإِنَّهَا الْمُنْجِيَةُ وَالْمُجَادِلَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّهَا لِقَارِئِهَا۔

آپ نے فرمایا کہ سورہ ملک پڑھا کرو، اپنی بیوی کو بھی سکھاؤ، اپنی ساری اولاد، اپنے گھر کے بچوں اور اپنے پڑوسیوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ نجات دینے والی ہے۔ یہ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور میں اپنے قاری کے لیے جھگڑا کرے گی اور اسے عذاب سے بچائے گی۔

۵۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے:

لَوَدِدْتُ أَنَّهَا فِيْ قَلْبِ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ أُمَّتِيْ۔

میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ میری اُمت کے ہر مرد و زن کو یہ سورت یاد ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی تلاوت کی، اس کے معانی و اثرات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الملک مکیۃ وھی ثلثون ایۃ وفیھا رکوعان

سورۃ الملک مکی ہے، اس کی ۳۰ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ ۙ (۱)

بڑی برکت والا ہے[۱] وہ جس کے قبضہ میں سب جہانوں کی بادشاہی ہے[۲] اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے[۳]

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ

جس نے پیدا کیا ہے موت اور زندگی کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے[۴]

۱۔ تبارک کا مادہ برکۃ ہے۔ امام ابن منظور لکھتے ہیں البرکۃ النماء والزیادۃ (لسان) یعنی برکت کا معنی ہے نشوونما پانا اور زیادہ ہونا۔ اسی سے تبارک مشتق ہے۔ یہ باب تفاعل سے ہے جو مبالغہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ زمخشری تبارک اللہ کا مفہوم بیان کرتے ہیں: تقدس وتنزہ وتعالیٰ وتعاظم لا تکون ھذہ الصفۃ لغیرہ۔ وہ پاک ہے، منزہ ہے، اعلیٰ اور عظیم ہے۔ اس کے سوا یہ صفت کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ میں نے اپنے ترجمہ میں "بڑی برکت والا ہے" اسی مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔
اس کا دوسرا معنی کثرت خیر اور دوام خیر بھی کیا گیا ہے۔ اس صورت میں تبارک الذی کا مفہوم یہ ہوگا: تبارک تکاثر ما افیض منہ سبحانہ علی مخلوقاتہ من فنون الخیرات (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر گوناگوں خیرات و برکات کی بارش اس کثرت سے کی ہے کہ اس کا شمار ممکن نہیں ہے۔
اس آیت میں تبارک کا کلمہ اللہ جل مجدہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن سورۃ الفرقان آیت ۱ کا حاشیہ۔
۲۔ یعنی بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سارے جہانوں کی سلطانی اور فرمانروائی ہے۔ بلندیاں ہوں یا پستیاں، آسمان ہوں یا زمین، ہر طرح کی مخلوقات، ہر قسم کے شئون، حالات، واقعات سب اسی کے تصرف میں ہیں۔ فرازِ عرش سے تحت الثریٰ تک، ازل سے ابد تک اسی کی بادشاہی کا سکہ چل رہا ہے۔ ید کا معنی یہ جسمانی ہاتھ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیات سے پاک ہے۔ اس کا معنی قبضہ اور تصرف ہے اور ہم اپنی زبان میں ہاتھ کو قبضہ اور قدرت کے معنی میں بے تکلف استعمال کرتے رہتے ہیں۔ الملک پر الف لام جنس کا ہو یا استغراق کا، مفہوم یہ ہے کہ ہر طرح کی سلطانی، ہر جگہ کی بادشاہی، ہر چیز پر تصرف اسی کو حاصل ہے۔
۳۔ پہلے جملے میں بتایا کہ اس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے، اب آخر میں فرمایا کہ وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔
۴۔ یہ آیت پہلے جملے کی تفسیر ہے، وہ ملک جس کا ذکر ہے۔ یہ الملک کی تفسیر ہے۔ اب اس کے دلائل و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿٢﴾ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۖ

اور وہی عزت والا بہت بخشنے والا ہے۔ جس نے بنائے ہیں سات آسمان اوپر تلے شہ

مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ

تمہیں نظر نہیں آئے گا خداوند رحمٰن کی آفرینش میں کوئی فرق۔ ذرا پھر نگاہ اٹھا کر دیکھو، کیا

شہ لوگ سمجھتے ہیں ... سب سے پہلے فرمایا کہ موت اور حیات کا سلسلہ تم نے ... اسی کے حکم سے کوئی چیز معرض وجود میں آتی ہے اور اسی کے حکم سے نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ کوئی چیز خود بخود موجود نہیں ہو سکتی اور نہ از خود معدوم ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی حکمت بھی بیان کر دی کہ اس سے مقصد تمہارا امتحان لینا ہے کہ تم میں سے کون ... تمہیں معلوم ہو جائے، پھر اس نظام کائنات میں تمہیں ... کی طرف رسول کو مبعوث فرمایا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون ... اور کون اپنی خواہشات ... کے حصول کے لیے ... دولت اور اقتدار ... اور صحت ... تمہیں ... اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ... کرتے ہو۔

انسان اگر اس حقیقت کو ... کہ یہ دنیا اس کے لیے امتحان گاہ ہے ... اس کے دل میں یہ احساس ... کہ یہ دنیا اس کے لیے امتحان گاہ ہے اور یہ حیات مستعار اس کے لیے امتحان کی مہلت ہے اور امتحان لینے والا وہ ہے جو ظاہر و باطن، مخفی و جلی، غیب و شہادت کا جاننے والا ہے۔ اگر یہ حقیقت ... ہو جائے تو پھر کیا مجال کہ انسان ... حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اس حقیقت کی طرف بڑے دلنشیں انداز میں متوجہ فرمایا۔ ایک ارشاد گرامی آپ بھی سن لیجیے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر کو ان الفاظ سے نصیحت فرمائی: خذ من صحتك لسقمك ومن شبابك لهرمك ومن فراغك لشغلك ومن حياتك لموتك فانك لا تدري ما اسمك غدا۔ ترجمہ: "اپنی صحت کی حالت میں بیماری کے لیے، اپنی جوانی کی حالت میں بڑھاپے کے لیے، اپنے فرصت کے اوقات میں مصروفیت کے لیے اور جب تک زندگی کی شمع روشن ہے موت کے لیے ذخیرہ جمع کر لو، تمہیں معلوم نہیں کہ کل تمہارا کیا نام ہوگا۔"

شہ اس کی ترکیب میں کئی قول ہیں۔ (۱) یہ ھو مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ (۲) یا الغفور کی صفت ہے۔ (۳) یا پہلے موصول کا بدل ہے۔ طباقا کا معنی ہے بعضها فوق بعض۔ ایک دوسرے کے اوپر۔ اس کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو سبع کی صفت ہے اور اگر یہ مصدر ہو تو اس سے پہلے مضاف مقدر ہو سکتا ہے۔ یا خلق کا مفعول مطلق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک اور دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس کی قدرت کاملہ اور حسن و جمال کا کرشمہ آپ کو آسمانوں کی تخلیق میں صاف نظر آ رہا ہے۔ سات آسمان بنائے ہیں جو اپنی حسین صورت میں شاہکار ہیں۔ بڑی عمدگی سے انہیں ترتیب دی گئی ہے کہ ایک دوسرے کے اوپر طبق نظر آتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۞ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ

تجھے کوئی رخنہ دکھائی دیتا ہے۔ پھر بار بار نگاہ ڈالو لوٹ آئے گی تیری طرف

الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۞ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

تیری نگاہ ناکام ہو کر اور وہ تھکی ماندی ہوگی سلہ اور بیشک ہم نے قریبی آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر دیا ہے شہ

سلہ پھر بتایا ہے کہ قادر اور حکیم اور علیم و لطیف کی صنعت گری کی مہارت دیکھنی ہو تو دیکھو جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے آسمان، زمین، پہاڑ، ہر قسم کی بے جان اور جاندار مخلوق، سب کو دیکھو، غور سے دیکھو، تنقید کی نگاہ سے دیکھو، ایک بار نہیں بار بار دیکھو تو تمہیں ان میں کوئی نقص، کوئی عیب، کوئی رخنہ، کوئی شگاف یا بے ترتیبی، تناسب میں کوئی کمی نظر نہ آئے گی۔ تم جس چیز میں نقص کی تلاش میں نگاہ دوڑاؤ گے وہ تمہاری نگاہ ہی تھک کر چور چور ہو جائے گی لیکن تم کوئی عیب تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو گے جو چیز جیسے بنا دیا ہے جیسا بنانا چاہیے اس سے بہتر تصور ذہن میں نہیں کیا جا سکتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آسمان کی اتنی بلندی اور اتنا پھیلاؤ نہیں ہونا چاہیے تھا اور اس کی فضا میں جو اجرام اپنے اپنے مقام پر ہیں ان کی ترتیب درست نہیں ہے۔ یا جس طرح زمین کو بنایا گیا ہے اس میں رد و بدل کی گنجائش ہے۔ ان بڑی بڑی چیزوں کو رہنے دو خود اپنے انسانی پیکر میں غور کرو اور اس کے نقشہ میں کوئی ترمیم پیش کرو۔ چہرہ پر ناک، ماتھا، آنکھیں، ہونٹ، دانت، زبان اور جو کچھ بنایا ہے اس میں کوئی تبدیلی کر کے دکھاؤ۔ اگر کوئی ترمیم کوئی تجویز کوئی رد و بدل ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ حرف آخر ہے۔ تو پھر ضد نہیں کرنی چاہیے بلکہ سچے دل سے ایمان لانا چاہیے کہ بیشک اللہ ہو علی کل شیء قدیر۔

ان آیات کے چند الفاظ: من تفاوت۔ جن کا معنی ہے بے ترتیبی۔ تفاوت، اعوجاج، اختلاف۔ فطور: شگاف، رخنہ۔ کرتین اگرچہ کرتین کا لفظ تثنیہ ہے لیکن اس سے مراد تکرار ہے یعنی بار بار۔ التثنیۃ للتکثیر اور کرۃ بعد کرۃ کما فی لبیک وسعدیک۔ ههنا للتکثیر (قرطبی)۔ خاسئا: قال ابن عباس الخاسئ الذی لم یر ما یہوی۔ یعنی جس کو وہ چاہتا تھا وہ نظر نہیں آیا۔ حسیر: قد بلغ غایۃ الاعیاء۔ حسیر کا معنی ہے تھکا ہوا اور درماندہ (قرطبی)

شہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی ایک اور دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ الدنیا، الادنی کا مؤنث ہے جس کا معنی قریب تر ہے۔ یہ السماء کی صفت ہے۔ وہ آسمان جو زمین کے قریب تر ہے یعنی آسمان اول۔ مصابیح: مصباح کی جمع ہے چراغ۔ مطلب یہ ہے کہ ذرا آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھو کروڑوں اربوں ستارے تمہیں یوں نظر آئیں گے گویا انہیں کتنے خوبصورت قرینے اور سلیقہ سے اور بڑی مہارت سے آویزاں کیا گیا ہے۔ ان سے رات کے اندھیروں میں تم روشنی بھی حاصل کرتے ہو اور لق و دق صحراؤں اور بے کراں سمندروں میں سفر کرتے ہوئے ان کے ذریعے ہی تم اپنی منزل کی سمت کا تعین کرتے ہو۔ مزید برآں ان کی وجہ سے جو حسن و رعنائی اس کائنات کو نصیب ہے اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ذرا تصور کرو اگر فضا میں کوئی چاند، کوئی تارا نہ ہوتا، کوئی کہکشاں نہ ہوتی، رات کے وقت نظر اٹھاتے تو یہ منظر کتنا ہولناک اور ڈراؤنا ہوتا۔ وہ خود جمیل ہے اس کی تجلیات کے آثار تو نظر آتے ہیں حسن و جمال کے دلکش نظارے جنہیں دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے تبارک اللہ احسن الخالقین۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾

اور بنایا ہے انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ ؎ اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے دہکتی آگ کا عذاب ؎

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾

اور جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کا ان کے لیے عذاب جہنم ہے۔ اور جہنم بڑی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ

جب وہ اس میں جھونکے جائیں گے تو اس کی دھاڑ سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ؎ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا مارے غضب

؎ رجوم جمع ہے رجم کی اور رجم کے معنی ہیں پتھراؤ کرنا لیکن اس کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس سے مارا جاتا ہے۔ اسی استعمال کے لحاظ سے یہاں رجوم یعنی پتھراؤ کا ذریعہ مراد ہے۔ مطلب یہ نہیں ہے کہ آسمان کے چراغوں کی طرح روشن ہیں اور مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں اس طرح ان کا ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ ان سے شیاطین پر سنگباری کی جاتی ہے تاکہ وہ عالم بالا کی باتیں سن نہ سکیں۔ علمائے کرام نے صراحت کی ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ستارے اپنی جگہ سے ٹوٹ کر شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں بلکہ ان سے جو شہاب اور شعلے پیدا ہوتے ہیں وہ شیاطین پر برسائے جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں ان الرجوم هی الشهب التي تنقض لرجم الشياطين (مظہری) علامہ قرطبی لکھتے ہیں ولیس المراد انه يرجم بالكوكب نفسه بل ينفصل منه شهاب يرجم به فيحرق ان ينقص من الكوكب شيء (قرطبی) دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ ستارے اپنی جگہ سے نہیں گرتے بلکہ ان سے ایک شعلہ سا پیدا ہوتا ہے جو ان شیاطین پر پھینکا جاتا ہے۔ اس شعلہ کی بدولت ستاروں کی روشنی کی ہر آن حیثیت ان کی صورت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ امام فخرالدین رازی نے بھی اس چیز کو وضاحت سے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

جعلنٰها رجومًا ... کا ایک مطلب اور نجوم کی نسبت کیا گیا ہے کہ شیاطین سے مراد شیاطین انس ہیں یعنی نجومی جو ستاروں کی گردشات و حرکات کو دیکھ کر مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں کرتے ہیں اور غیب دانی کا دعویٰ کرکے سادہ لوح عوام کو فریب دیتے ہیں۔ اور رجوم سے مراد ظنون ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ان ستاروں کو پیدا کیا اور نجومیوں کے لیے ظنون و گمان کا ایک سبب بنا دیا۔ الوجه الثانی ان جعلنا ها ظنونا ورجوما بالغيب لشياطين الانس وهم الاحكاميون من المنجمين۔ (رازی) مزید تشریح کے لیے ملاحظہ فرمائیے تفسیر القرآن سورۃ الحجر آیت ۱۷ حاشیہ

؎ ہر کافر کے لیے جہنم کی آگ کا عذاب ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان ہو یا شیطان۔

؎ اب وہ منظر بیان کیا جا رہا ہے جب کافروں کو دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ فرمایا اس وقت جہنم کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ اس کے شعلے جوش مار رہے ہوں گے۔ اس سے ایک خوفناک آواز نکل رہی ہوگی اور وہ منظر ایسا ہوگا کہ دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوگا گویا دوزخ کے شعلے اور دہکتے ہوئے انگارے غصے سے بے تاب ہو رہے ہیں اور شدت غضب سے ان کا برا حال ہوا جاتا ہے۔ آگ کا مذاب دیکھئے جو آگ کی شدت کی انتہا تک پہنچ گیا ہے لیکن جب اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں اور جوش مارتے ہوئے انگاروں کو دیکھ کر یہ کہا جائے کہ وہ مارے غصے کے پھٹ پڑے گی تو پھر اس کے غضب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ

کے پھٹا جاتا ہے۔ جب بھی اس میں کوئی جتھا جھونکا جائے گا تو ان سے دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا

نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ

نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور ہم نے اس کو صاف صاف کہہ دیا

اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا

کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی چیز نہیں اتاری۔ تم لوگ بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔ وہ کہیں گے کاش! اگر ہم (ان کی نصیحت) سنتے

کی اذیت ناکی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اور کون ہے جو اپنے آپ کو ان کے چنگل میں پھنسنے کا خطرہ مول لے۔

چند الفاظ کی تشریح: الشَّهِيق: اقبح الاصوات مثل النهاق الزفير. والشهيق من اصوات المكروبين. قال الزجاج الزفير من شديد الأنين وقبيحه. والشهيق: الأنين الشديد المرتفع جدا. سخت بری اور گدھے کی آواز کو شہیق کہتے ہیں۔ زجاج کہتے ہیں عذاب میں مبتلا لوگوں سے جو آوازیں نکلتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ بنیادی طور پر سخت قسم کی آہ و زاری کو زفیر کہتے ہیں اور جو فریاد سخت اور بہت اونچی ہو اس کو شہیق کہا جاتا ہے۔ تفور: تغلی کغلیان المرجل۔ ہانڈی کی طرح ابلنا، جوش مارنا۔ تمیز: ای تتشقق، پھٹ جانا، پارہ پارہ ہونا۔

؎ دوزخ کے محافظ فرشتے ان بدبختوں سے بطور سرزنش کے یہ سوال ان سے نہیں پوچھیں گے بلکہ اس سے مقصد ان کی سرزنش اور توبیخ ہوگا۔ اس وقت وہ بدنصیب تسلیم کریں گے کہ یہ اندوہناک عذاب ہماری حماقت اور غلط کاریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھانے کے لیے اور گمراہی کی راہ کو چھوڑ کر ہدایت کی شاہراہ پر چلنے کے لیے پورا اہتمام فرمایا۔ انبیاء جیسے رسول مبعوث فرمائے۔ ان انبیاء و رسل نے اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچا کر ہمیں سمجھایا۔ عظیم معجزات سے اپنی دعوت کی سچائی کو ثابت کیا۔ وہ لائق و فائق ہستیاں ہمارے پاس تشریف لائیں اور کیا کچھ نہ سمجھایا لیکن صد حیف ہم اس دعوت کو قبول کرنے سے محروم رہے۔ اپنی شقاوت اور بدبختی کے باعث ہم ان کا تمسخر اڑاتے رہے۔ بڑی بے حیائی سے انہیں دو ٹوک کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی وحی نازل نہیں کی۔ یہ سب کچھ تم اپنے پاس سے گھڑ کر پیش کرتے ہو۔ ہم نے انہیں کہا کہ تم خود گمراہ ہو تم ہمیں گمراہ کہتے ہو۔ ہم تو بڑے زیرک اور ذہین لوگ ہیں۔ اپنی زندگی کے لیے جو راستہ ہم نے تجویز کیا ہے وہ غلط راستہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہ دولت کی ریل پیل، یہ عیش و عشرت، یہ جاہ و طمطراق، کیا ہمارے ہدایت یافتہ ہونے کے ناقابل تردید دلائل نہیں ہیں؟ گمراہ ہم نہیں بلکہ تم ہو۔ تمہارے مقدر میں بھوک ہے، افلاس ہے، محرومیاں ہیں اور رسوائیاں ہیں۔ جن کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ

سنتے اور سمجھتے تو (آج) ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے ۱۲ پس (اس روز) وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے ۱۳

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

تو پھٹکار ہو اہل جہنم پر ۱۴ بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ۱۵

۱۲ ۔ لیکن آج یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ گمراہ وہ نہ تھے جو اپنے رب پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ تو حق پر تھے اور ہمیں بھی راہ حق پر چلنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ گمراہ، بدبخت اور شقی تو ہم تھے کہ جان بوجھ کر ان کا انکار کرتے رہے۔ ان کے روشن معجزات دیکھ کر بھی دم بخود بنے رہے۔ ان کے دل گداز مواعظ کو سن کر بھی حق کی طرف مائل نہ ہوئے۔ کاش ہم ان کے ارشادات کو گوش ہوش سے سنتے اور ان کی دعوت کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو آج ہماری یہ درگت نہ بنتی اور اس کربناک انجام سے دوچار نہ کیے جاتے۔

سمع کو عقل پر مقدم کیا تاکہ دلائل سمعیہ کی اولیت کا احساس ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ عقل بغیر دلائل سمعیہ کی تائید کے قابل اعتماد نہیں نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقل سلیم نقل صحیح کے مخالف نہیں ہوا کرتی بلکہ ان میں یکسانیت ہوا کرتی ہے۔

۱۳ ۔ جہنم کے محافظوں کے اس سوال کا مقصد یہی تھا کہ وہ اپنے جرموں کا اعتراف اپنی زبان سے کر لیں تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ ان پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی گئی۔ انہیں بلاوجہ اس عذاب الیم میں جھونک نہیں دیا گیا۔

۱۴ ۔ مفعول مطلق ہے اس کا فعل محذوف ہے۔ فاسحقهم الله سحقا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت و عنایت سے دور کر دیا اور راندۂ درگاہ بنا دیے گئے۔

۱۵ ۔ بدنصیبوں اور ازلی محروموں کے عبرتناک احوال بیان ہو چکے۔ اس آیت میں سعادت مند اور خوش نصیب بندوں کا ذکر اور جو صلہ ان کو دیا جا رہا ہے یہاں ان کی ایک خاص صفت بیان کی کہ وہ لوگ اپنے رب کو دیکھے بغیر اس سے ہر حالت میں ڈرتے رہتے ہیں۔ مجمع عام ہو یا کنج خلوت، ان کا کوئی ذاتی معاملہ ہو یا اجتماعی مسئلہ، ان کا دنیاوی مفاد وابستہ ہو یا ان کی عزت و آبرو کا سوال ہو، ہر حالت میں وہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ کوئی ایسا بول اپنی زبان سے نہیں نکالتے، کوئی قدم اس راہ پر نہیں اٹھاتے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔ آپ سوچیے جس بندے کے دل میں اپنے رب کا خوف اس حد تک گھر کر چکا ہو کیا وہ کسی کی عزت و آبرو، جان و مال پر دست درازی کر سکتا ہے؟ کیا جبر و ظلم کا صدور اس سے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ انسان کی اصلاح اور تربیت کا موثر طریقہ جو قرآن کریم نے اختیار کیا ہے وہ یہی ہے کہ بندے کے دل میں اس کے خالق و مالک کی خشیت پیدا کر دی جائے۔ اس کے شعور میں یہ چراغ روشن ہو جائے تو اس کی عقل کی دنیا میں کوئی تاریک گوشہ باقی ہی نہیں رہتا جس میں چھپ کر وہ کوئی گناہ کر سکے۔ وہ چاہے بھی تو گناہ نہیں کر سکتا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے میں اس کا خوف پیدا کر دیں، پھر بے شک اسے آزاد چھوڑ دیں اور یقین رکھیں کہ اس کی ساری توانائیاں، اس کے سارے وسائل، اس کی جملہ صلاحیتیں خیر کو فروغ دینے اور شر کا قلع قمع کرنے کے لیے وقف رہیں گی۔ اس کے [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ

ان کے لیے (اللہ کی) مغفرت اور اجر عظیم ہے ۱۲؎ تم اپنی بات آہستہ کہو یا بلند آواز سے (اس کے لیے) کوئی فرق نہیں پڑتا بیشک

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

وہ خوب جانتا ہے جو کچھ سینوں میں ہے ۱۳؎ کیا وہ (اپنی مخلوق کے احوال) نہیں جانتا جس نے انہیں پیدا کیا ہے ۱۴؎ حالانکہ وہ باریک بین ہے

جتنا صحیح ہوگا اتنا ہی لوگوں کے اطمینان، مسرت و خوش حالی میں اضافہ ہوگا، جتنا ہی وہ ناقص ہوگا یا بالکل کوتاہی ہوگی اسی قدر شکست ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے حبیب اور برگزیدہ بندے اور اس کی ساری کائنات کے محبوب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا خوف حکمت و دانائی کا سرچشمہ ہے۔

فلسفی بھی بڑے زور سے کہتا ہے کہ لوگوں کو محاسن اخلاق کا گرویدہ بنانے اور حق کی بالادستی قائم کرے۔ لیکن اس کی سلطنت میں عقل یا مفاد ہے۔ ذہن خود محاسن اخلاق سے بے بہرہ اور تہی ہے کہ اسلامی مذہب ہے۔ وہ دوسرے کی راہنمائی کیسے کر سکتا ہے۔ جو نظریات ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں ان میں اتنی سکت کہاں کہ وہ انسانی اغراض اور عیش و عشرت کی ہوس کا مقابلہ کر سکیں۔ انسانی معاشرہ کی اصلاح کے لیے فقط قانون پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک تو قانون ساز انسان بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ اس کو ہر وقت بدلا جا سکتا ہے۔ اس کو نافذ کرنے والے اس کے نفاذ میں ناقص ہو سکتے ہیں نیز انہیں فریب دیا جا سکتا ہے۔ انہیں مرعوب کیا جا سکتا ہے۔ اصلاح اعمال کے لیے ان پر ہی اعتماد بھی کوئی عقلمندی نہیں۔ مزید برآں یہ سبب ہے کہ قانون کی عملداری انسانی زندگی کے ایک محدود حلقہ تک ہے۔ انسانی زندگی کے بیشتر گوشے ایسے ہیں جہاں قانون کا کوئی پاسبان قدم نہیں رکھ سکتا جہاں کسی کی رسائی ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اگر آپ سچے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ انسانی معاشرہ میں نیکی کی بالادستی ہو اور برائی کا قلع قمع ہو تو اس کا یہی ایک کامل، موثر اور مستقل طریقہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کیا جائے۔ ارشاد الٰہی ہے واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی المأویٰ (النازعات: ۴۰، ۴۱) یعنی جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

۱۲؎ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو دو انعاموں سے نوازا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ اگر بشری کمزوری کے باعث ان سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ دوسرا جو نیک اعمال بجا لائے ہیں ان پر انہیں اجر کبیر مرحمت فرمایا جاتا ہے۔ علامہ پانی پتی کبیر کی تشریح کرتے ہیں یعنی بالنسبۃ الیہ کل ما یخطر بالبال من اللذۃ۔ یعنی دل میں جس لذت و سرور کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ بھی اس کے سامنے ہیچ ہوگا۔

۱۳؎ کوئی چپکے سے بات کرے یا بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب یکساں ہیں۔ وہ سب کو جانتا ہے۔ بلکہ تمہارے دل کے نہاں خانوں میں جو خیالات و افکار اٹھتے یا اٹھتے رہتے ہیں ان سے بھی وہ آگاہ ہے۔ اہل ایمان اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کفار اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

۱۴؎ اس آیت سے کفار کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کارستانیوں پر مطلع نہیں۔ فرمایا کائنات کی ہر چیز کا جب وہ خالق ہے۔ ہر چیز کے سب حالات، مختلف صلاحیتیں، خاصیتیں اور اثرات اسی نے ودیعت کیے ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ اسے ان کی خبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا

ہر چیز سے باخبر ہے۔ وہی تو ہے جس نے نرم کر دیا ہے تمہارے لیے زمین کو پس اطمینان سے چلو اس کے راستوں پر

وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾ أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن

اور کھاؤ اس کے دیئے ہوئے رزق سے ۱۹ اور اسی کی طرف تم کو قبروں سے اٹھ کر جانا ہے ۲۰ کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ

بھلا جو کوئی کیا کرتا ہے اس کی روح اور ذرات سے کس طرح نا واقف رہ سکتا ہے یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے۔ عقل سلیم اس کو تسلیم نہیں کرتی۔ پھر یہ رب کریم وہ اللطیف ہے۔ باریک سے باریک بات کو بھی جانتا ہے۔ وہ الخبیر ہے۔ ہر چیز سے وہ باخبر ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں جس کی یہ شان ہو اور یہ صفات جس کی ہوں وہ اپنی مخلوق کے احوال سے کیونکر بے خبر ہو سکتا ہے۔

۱۹ فرمایا اس زمین جس پر آسانی اور سہولت سے سواری کی جا سکے عرب اسے ناقۃ ذلول کہتے ہیں۔ اس آیت میں ذلول کو زمین کی صفت ذکر کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ انسان اس پر آسانی اور سہولت کے ساتھ چل سکتا ہے نہ تو ساری سخت پتھریلی ہے اور نہ دلدل ہے کہ اس پر چلنا دشوار ہو جائے۔ اس خالق کریم نے ان گنت مصلحتوں کے باعث زمین پر جگہ جگہ پہاڑوں کے سلسلے کھڑے کر دیے ہیں۔ ان کی وجہ سے آبادی جدا جدا رہتی ہے لیکن مناسب مقاموں پر ایسے درے بنا دیے ہیں جہاں سے انسانوں کے قافلے اور مویشیوں کے گلے آسانی سے گزر سکتے ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس رب کریم نے ہر جگہ تمہارے رزق کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے۔ جہاں سے گزرو گے اس کے لطف وکرم کا وسیع دسترخوان بچھا پاؤ گے جس میں کھانے کی مختلف بلکہ لذیذ چیزیں بھی ہوں گی۔ بتاؤ تم اس کی کس کس نعمت کا شکر ادا کر سکتے ہو۔ اگر ساری زمین دلدل ہوتی تو کیا تم اس پر سے آسانی سے گزر سکتے۔ اگر اس کے لطف خاص و رحمت سے گزرگاہیں نہ بنائی ہوتیں اور تمہیں ان کی برف پوش چوٹیوں کو عبور کرنا پڑتا تو تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔ ریگستانوں میں اور ایسے بے آب و گیاہ علاقوں میں بھی پانی کے زیر زمین ذخائر موجود ہیں۔ جب بلند پہاڑوں پر تم جاتے ہو تو وہاں میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے تمہاری تشنہ لبی کا مداوا کرنے کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ اگر وہاں تمہیں کنواں کھود کر پانی نکالنا پڑتا تو تمہیں دن کو تارے نظر آنے لگتے۔ الغرض اس کے لطف وکرم کے بغیر تم راہ زیست پر ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتے۔ کیسے جاہل ہو جو اس کی وحدانیت کا انکار کرتے ہو۔ ذلول: سہل۔ مناکب: منکب کی جمع ہے۔ منکب کندھے کو کہتے ہیں۔ یہاں پہاڑوں کے وہ کنارے مراد ہیں جہاں قدرتی راستے بنے ہوتے ہیں۔

۲۰ یاد رکھو یہ دنیا اور اس کا مال و متاع سب فانی ہے۔ ایک روز فنا ہو جائے گا اور یقیناً وہ دن آئے گا جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیے جاؤ گے اور تم سے حساب لیا جائے گا۔ کیا تم نے اس روز کے لیے کچھ تیاری کر لی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ

وہ تمہیں زمین میں غرق کر دے ۳۱؎ اور وہ زمین تھر تھر کانپنے لگے۔ کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے

أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ

کہ وہ بھیج دے تم پر پتھر برسانے والی ہوا۔ تب تمہیں پتہ چلے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہوتا ہے۔ اور بے

۳۱؎ پہلے اپنے الطاف و احسانات کا ذکر کر کے انہیں اطاعت و عبادت کی طرف راغب کیا گیا اب اپنے قہر و جلال سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے۔ یعنی تم جو اس بے ہودہ طریقے سے کفر و شرک پر اڑے ہوئے ہو بڑے بنے ٹھنے پھرتے ہو اور بے حیائی سے فسق و فجور کا بازار گرم کیے ہوئے ہو تمہیں کبھی یہ خوف نہیں آیا کہ آسمانوں کا مالک اگر تمہاری کرتوتوں کے باعث ناراض ہو گیا اور اس نے تمہیں زمین میں غرق کرنا چاہا تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا۔ زمین تھر تھر کانپ رہی ہوگی۔ تم زمین کی گہرائیوں میں غائب ہوتے چلے جا رہے ہو گے۔ عرش بریں تو دور رہا اگر تمہیں کوئی اس سے تجاوز کر کے تمہاری بربادی کے حتمی احکام صادر ہو جائیں تو ہوائیں ہی ہلاکت کر دیں۔ تمہیں کنکر پتھر برسا کر پیس ڈالنا کون سا مشکل کام ہے۔ اگر تم عیش کی چھاؤں میں اور تمہارے دوسرے نعمتیں عطا کرنے والا کرم پر بیٹھے کہیں تو تمہارا سب اثاثہ اس میں ڈوب جائے۔ تمہارا ہم و خیال تمہارا پال ڈوب جائیں گی۔ جتنی تمہاری اوقات ہے اور جتنی ہو ابھی تک اللہ بیدہ الملک وھو علی کل شیئ قدیر کی شان جلالی کی ناقدری اور قہر و جلال کے سامنے جیتے کیوں بھولا دیے ہیں۔

تمور: مثل تجی و تموج۔ زمین کا ایک دم کانپنا اور تھر تھرانا جہاں کہیں زلزلہ آیا ہو وہاں کے لوگوں سے پوچھو کہ جب بھونچال آتا ہے تو زمین اور اس پر پہاڑ اور عمارتیں کس طرح لرزتی اور کانپتی ہیں۔ حاصب: ریح شدیدۃ تحمل التراب والحصباء۔ ایسی ہوا جو اس قدر تند ہو کہ گرد و غبار اور سنگریزوں کو اپنے ساتھ اڑا لے جاتی ہے۔

ان دو آیتوں میں مَنْ فِي السَّمَاءِ کے کلمات مذکور ہیں جن کا لفظی معنی یہ ہے کہ جو آسمان میں ہے۔ کیا ان آیات سے کوئی استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں مقیم ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر ان کلمات کا مفہوم کیا ہو گا؟ گزارش ہے کہ یہ آیتیں متشابہات میں سے ہیں یعنی ان کے الفاظ کا ظاہری معنی مراد نہیں ہوتا۔ اس لیے آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے مقیم ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ آسمانوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ یہ سب حادث ہیں۔ جب یہ نہیں تھے تو وہ کہاں تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ مکان و مکانیات سے منزہ ہے۔ وہ کسی ایک جگہ یا ایک جہت میں مقید نہیں بلکہ وہ ہر جگہ ہے۔ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔ جدھر بھی تم رخ کرو گے وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہو گی ۔۔۔۔ اس لیے ان آیات کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں:

① ایک اسلاف کرام کا ② دوسرا متاخرین کا۔ متاخرین ایسی آیات کی تاویل کرتے ہیں۔ ان کا ایسا محل بیان کرتے ہیں جو آیات محکمات سے بھی موافقت رکھتا ہو اور شان خداوندی کے بھی شایاں ہو۔ لیکن اسلاف اس کی تاویل نہیں کرتے۔ الفاظ کا جو ظاہر ہے کہتے ہیں لیکن اس کے مفہوم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ متاخرین کے نزدیک مَنْ فِي السَّمَاءِ کی یہ تاویل ہوگی کہ وہ فرشتے جنہیں احکام الٰہی کی تنفیذ کا کام سپرد کیا گیا ہے وہ آسمانوں میں ہیں۔ مَنْ فِي السَّمَاءِ سے مراد یہ فرشتے ہیں۔ دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ تمہارا قصد اور احکام

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ

اور ان سے پہلے گزرے ہوئے انہوں نے بھی جھٹلایا (تو دیکھو) میرا غضب کتنا سخت تھا ٢٢ کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر (اڑتے) نہیں دیکھا

الٰہی کا نزول آسمانوں میں ہوتا ہے۔ لیکن سلف صالحین ایسی تاویلیں نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں مَنْ فِی السَّمَآءِ کا حق ہے کہ جو آسمان میں ہے اور اس سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن وہ آسمان میں کس طرح ہے؟ جس طرح کوئی مکین مکان میں یا مظروف ظرف میں۔ وہ کہتے ہیں ہم اس کا یقین نہیں کر سکتے۔ وہ ہے آسمان میں، لیکن اس طرح ہے جس طرح اس کی شان تنزیہ کے شایان ہے۔ اہل تحقیق نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ نیز یہ بھی ایک فطری بات ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں، فریاد کرتے ہیں، اس سے کوئی سوال کرتے ہیں تو بے ساختہ ہماری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہیں، زمین کی طرف نہیں جاتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ذات عظمت، بلندی اور کبریائی سے موصوف ہے۔ اس کو یاد کرنے کے وقت آسمان کی طرف آنکھوں کا اٹھانا ایک فطری امر ہے۔ شاید اسی لیے مَنْ فِی السَّمَآءِ فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ورسولہ الکریم اعلم بالصواب۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حبشی لونڈی لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ پر ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا ہے۔ کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر کے بری الذمہ ہو سکتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لونڈی سے پوچھا اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حضور نے پھر پوچھا میں کون ہوں۔ اس نے پہلے حضور کی طرف اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔

٢٢۔ یعنی تم سے پہلے لوگ تھے جنہوں نے کفر و شرک اختیار کیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اگر تمہارے انجام کے بارے میں شک وشبہ کی گنجائش ہے تو ایک نئی جماعت تمہارے سامنے ہے جن کے آثار بکھرے پڑے ہیں۔ دیکھیے ان کا انجام کیا ہوا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تمہارے جیسے نابکار پہلے بھی گزرے ہیں اور اپنی بداعمالیوں کے فطری انجام سے دوچار ہو چکے ہیں۔ قوم عاد و ثمود کے شکستہ کھنڈروں سے پوچھو کہ تمہارے بسنے والوں پر کیا بیتی۔ تم فرعون اور اس کے جبر سے بڑھ کر ہونے والی ٹوٹی پھوٹی دیواروں سے پوچھو کہ تمہارے مکینوں پر کیا افتاد پڑی۔ اتنی عظیم ثقافت اور اتنے اعلیٰ تمدن کے باوجود انہیں اوراقِ ہستی سے حرف غلط کی طرح کیوں مٹا دیا گیا۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ یہاں کے بسنے والوں نے اپنے خالق حقیقی سے منہ موڑ لیا تھا۔ انہوں نے حق کا انکار کیا ہوا تھا، ظلم و طغیان اور فسق و فجور کو انہوں نے اختیار کر لیا تھا۔ خدا کا غضب ان پر نازل ہوا اور وہ نیست و نابود کر دیے گئے۔

برباد شدہ قوموں کی ان دردناک داستانوں میں اگر عبرت کا پہلو نہیں تو کیا ہے؟ تو عبرت حاصل کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی تمہاری سرکشیوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں تہس نہس کر دیا جائے۔ نکیر، نذیر اصل میں نکیری اور نذیری تھے۔ اصل میں نکیری تھا۔

فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ

کبھی پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ نہیں روکے ہوئے انہیں کوئی (فضا میں) بجز رحمٰن کے ۲۳ بے شک وہ ہر چیز کو خوب

بَصِيْرٌ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ

دیکھنے والا ہے ۲۴ بھلا بتاؤ تو؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا لشکر ہے جو تمہاری مدد کرے (خدائے) رحمٰن کے

الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ

علاوہ ۲۵ بے شک منکرین دھوکا میں مبتلا ہیں ۔ کیا کوئی ایسی ہستی ہے جو تمہیں رزق پہنچا سکے

اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا

اگر اللہ تعالیٰ اپنا رزق بند کر لے ۲۶ لیکن یہ لوگ سرکشی اور حق سے نفرت میں بہت دور نکل گئے ہیں ۲۷ کیا وہ شخص جو منہ کے بل گرتا پڑتا

۲۳ اب اپنی قدرت کی ایک ایسی نشانی کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص دن میں کئی کئی بار کرتا ہے۔ پرندے ہوا میں اُڑ رہے ہوتے ہیں، اتنے میں وہ کبھی اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں اور کبھی انہیں اکٹھا کر لیتے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ ان پرندوں کو اڑنے کے لیے یہ پر کس نے دیے ہیں اور اس کو اُڑنے کا ڈھنگ کس نے سکھایا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر ایک پتھر کا ٹکڑا ہوا میں پھینکا جائے تو وہ جھٹ زمین پر نیچے گر پڑتا ہے۔ اس ہوا میں یہ صلاحیت کس نے پیدا کی ہے کہ کئی سیر وزنی پرندہ اس میں پہروں مصروفِ پرواز رہتا ہے اور گرتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون ہے جس نے یہ سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ انسان کے لیے زمین کو مسخر کر دیا اور پرندوں کے لیے ہوا کو مسخر بنا دیا۔ صافات: یا بسطات اجنحتهن في الجو عند طيرانها یعنی اُڑتے وقت فضا میں پرندوں کا اپنے پروں کو پھیلا دینا۔ یقبضن: يضممنها الى جنوبهن یعنی اپنے پروں کو پہلوؤں کے ساتھ سکیڑ لینا۔

۲۴ وہ صرف پرندوں کی دیکھ بھال نہیں کرتا، کائنات کی ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے اور وہ ان کی نگہبانی کر رہا ہے۔

۲۵ یعنی وہ لوگ جو نافرمانی کی راہ پر گامزن ہیں کیا ان کے پاس کوئی ایسی فوج ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہو تو وہ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھ کر انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکے، ہرگز نہیں۔ یہ کفار تو شیطان کے دام فریب میں پھنس چکے ہیں۔ اتنی کھلی بات بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ دنیا میں ایسی کوئی طاقت نہیں جو انہیں عذاب الٰہی سے بچا سکے۔

۲۶ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ اپنے رزق کے سلسلہ کو ان پر بند کر دے تو انہیں ایک دانہ بھی دستیاب نہ ہو اور وہ بھوک سے بلک بلک کر جان دیں۔ لیکن اتنا سب کچھ ہونے کے باوصف یہ لوگ اپنی سرکشی اور حق سے گریز کرنے میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔

۲۷ مشکل الفاظ کی تشریح: عتو: طغیان یعنی سرکشی۔ نفور: من الحق حق سے نفرت و بیزاری۔ نفروا۔ تنفروا وانصرفوا: کسی چیز سے بھاگ جانا

www.KitaboSunnat.com

عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

چلا جا رہا ہے وہ راہ راست پر ہے یا جو سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہے ۲۸

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

آپ فرمائیے وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے ۲۹

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ

لیکن تم بہت کم شکر کیا کرتے ہو ۳۰ آپ فرمائیے اسی نے تم کو پھیلا دیا ہے ۳۱ زمین میں اور روز حشر

کسی چیز سے پھوٹ جانا۔

۲۸ کافر کی حالت کو ایک ایسے شخص سے تشبیہ دی جا رہی ہے جو سر اوندھا کیے کسی راستہ پر چل رہا ہے۔ نہ دائیں دیکھتا ہے اور نہ بائیں اور نہ سامنے اس کی نگاہ پڑتی ہے۔ کسی وقت بھی وہ شخص کسی چیز سے ٹکرا کر اپنا سر پھوڑ سکتا ہے۔ دائیں بائیں کسی گڑھے میں گر کر اپنی ہڈی پسلی توڑ سکتا ہے۔ ایسے شخص کا منزل مقصود تک پہنچنا بہت ہی ناممکن ہے۔ اور مومن کو ایسے شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جو سیدھا ہو کر سر اٹھائے چل رہا ہے۔ دور دور تک آگے بھی اسے صاف نظر آ رہا ہے اور دائیں بائیں ہر طرف بھی دیکھ رہا ہے۔ ایسا شخص جب چلتا ہے تو راستہ کو دیکھ کر چلتا ہے۔ راہ میں کوئی گڑھا ہو، کوئی درخت ہو، کوئی اور چیز حائل ہو تو وہ اس سے بچ کر نکل سکتا ہے۔ دائیں بائیں سے اگر اس پر کوئی بلا حملہ آور ہو تو وہ اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ ایسے شخص کا اپنی منزل پر پہنچنا یقینی ہے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ صحیح راہ پر کون گامزن ہے۔ کتنی پیاری، واضح اور دلنشیں مثال ہے۔

۲۹ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح انسان کی تخلیق بھی اسی نے کی ہے۔ لیکن اسے چند مزید صلاحیتیں ارزانی فرمائی ہیں جو اور کسی کو نہیں بخشی گئیں۔ اسے ایسے کان دیے گئے ہیں جن سے وہ دعوت حق کو سن سکتا ہے۔ اسے ایسی آنکھیں بخشی ہیں جن سے وہ نور حق کو دیکھ سکتا ہے۔ مزید برآں اسے ایسا دل عطا فرمایا ہے جو ان دلائل و بینات میں غور و تدبر کر سکتا ہے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔ پھر اسے اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے حق کو قبول کرے اور باطل کو مسترد کر دے۔ جس مخلوق کو ایسی صلاحیتیں بخشی گئی ہوں وہ اگر انہیں ایسے مسئلے کے سمجھنے میں استعمال نہ کرے جس پر اس کی ابدی فلاح کا انحصار ہے تو بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔

۳۰ یعنی بہت کم ایسے انسان ہیں جو ان قوتوں کو صحیح طور پر استعمال کر کے شکر گزاری کا حق ادا کرتے ہیں۔

۳۱ ذرأ کے دو معنی ہیں: پیدا کرنا اور پھیلا دینا۔ دونوں درست ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾

تم اسی کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔ (کفار ازراہ مذاق) پوچھتے ہیں کہ (بتاؤ) یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو ۳۲؎

قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ

آپ فرما دیجئے (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ میں تو صرف واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں ۳۳؎ پھر جس وقت اسے قریب

زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم

آتے دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا تم بار بار

بِهِ تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ

مطالبہ کرتے تھے ۳۴؎ آپ فرما دیجئے: بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں کو ہلاک کر دے یا

۳۲؎ کفار بار بار پوچھتے تھے کہ بتاؤ قیامت کب برپا ہوگی؟ لیکن ان کے پوچھنے کا مقصد یہ نہ تھا کہ اگر انہیں پتہ چل جائے کہ قیامت کس سال کس تاریخ کو آنے والی ہے تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ اب تک جو وہ قیامت پر ایمان لانے سے گریز کر رہے ہیں اس کی محض یہ وجہ ہے کہ انہیں سال اور تاریخ نہیں بتائی گئی۔ ان کی یہ غرض نہ تھی بلکہ محض استہزاء و تمسخر کے لیے وہ یہ سوال کیا کرتے تھے کہ معلوم کتنے ہی پیغمبر بھی آیا وہ اپنی قوم کو قیامت سے ڈراتا رہا۔ ابھی تک وہ آئی نہیں اور اگر آپ بھی اس کے لیے کوئی حتمی تاریخ مقرر نہیں کر سکتے تو ہم یہ باور کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ محض گپ ہے کہ کھل گئی ہے جو سادہ لوح عوام کا استحصال کرنے کے لیے مذہبی لیڈر عیارانہ طریقہ سے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اگر قیامت کو آنا ہوتا تو وہ کب کی آچکی ہوتی۔ اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو آپ کیوں اس کی معین تاریخ بتا دیتے۔ اس قسم کے خیالات محض ان کی حماقت کا نتیجہ تھا۔ جس طرح ہر شے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جب تک وہ گھڑی نہ آ جائے قیامت کیسے برپا ہو سکتی ہے۔

۳۳؎ اس کا علم اس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ مجھے تو اس لیے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے کہ میں تمہیں قبل از وقت خبردار کر دوں تاکہ تم اپنی اصلاح کر لو اور قیامت کے دن رسوائی کے عذاب سے اور آتش جہنم سے بچ جاؤ۔ علم قیامت کے بارے میں متعدد مقامات پر بحث گزر چکی ہے۔

۳۴؎ آج تو تم قیامت کے لیے جلدی مچا رہے ہو۔ جب وہ برپا ہوگی تو تمہاری حالت ہی بدل جائے گی۔ اس کے خوف سے چہرے بگڑ جائیں گے۔ رخساروں کی سرخی غائب ہو جائے گی، ہونٹ لٹکے ہوئے ہوں گے، زبان باہر نکل پڑنے کو آئے گی، آنکھیں اندر دھنسی جا رہی ہوں گی، تمہارا منہ بند ہو جائے گا اور تم اپنی آواز کھو بیٹھو گے۔ اس وقت تمہارے پاس آکر پوچھے گا کہ تم اب ایمان لاؤ؟ اگر ایمان لے بھی آئے تو اس وقت کا ایمان بالکل مقبول نہیں ہوگا۔ اس وقت تمہیں کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ قیامت آگئی جس کا تم بڑی شدت اور اصرار سے مطالبہ کیا کرتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ

ہم پر رحم فرمائے تو کون بچائے گا کافروں کو دردناک عذاب سے ۲۵ فرمائیے وہ (ذاتِ الٰہی)

الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ

بڑا ہی مہربان ہے ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہوا ہے۔ پس عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کھلی

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ

گمراہی میں کون ہے ۲۶ آپ پوچھیے اگر کسی صبح تمہارا پانی زمین کی تہہ میں اتر جائے تو تمہیں

يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

بہتا صاف پانی کون لا دے گا؟ ۲۷

ع ۲

۲۵ یعنی ہمارے ساتھ تو جو ہو گا تم اس کی فکر نہ کرو، تم اپنی خیر مناؤ۔ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی سے تم بچ نہیں سکتے۔ جب اس نے تمہیں پکڑ لیا تو تمہیں کون اس کی گرفت سے چھڑائے گا۔ تمہارا سارا وقت ہم پر زبانِ طعن دراز کرنے میں گزر جاتا ہے۔ شب و روز تم ہم پر تنقید کے تیر برساتے رہتے ہو۔ کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانک لیا کرو اور اپنے انجام کے بارے میں بھی سوچ لیا کرو۔

۲۶ ہم تو اپنے پروردگار پر جو رحمٰن ہے، سچے دل سے ایمان لے آئے ہیں۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے کہ اس دنیا میں بھی وہ ہمیں کامیاب و کامران فرمائے گا، دین کا بول بالا ہو گا اور آخرت میں بھی وہ اپنی رحمت اور رأفت سے نوازے گا۔ تم بتاؤ جس کا رحمٰن اور رحیم خدا پر ایمان ہے، جس کا اسی پر بھروسہ ہے، تمہارا انجام کیا ہو گا۔ تمہارے یہ بے جان بت تمہارے کیا کام آئیں گے۔ اب تم ہی فیصلہ کرو کہ گمراہ کون ہے، خدائے رحمٰن پر ایمان لانے والے یا ان کا مذاق اڑانے والے۔ اس قادر و توانا پر توکل کرنے والے یا پتھر کے بے جان بتوں پر تکیہ رکھنے والے۔

۲۷ غَوْرًا بمعنی غائرا۔ یعنی پانی کا زمین میں اتنا گہرا چلا جانا کہ ڈول بھی وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ [illegible]
پانی کی ویسے ہی سارے عرب میں قلت تھی۔ دو تین چشمے تھے یا بارش کا پانی کہیں کہیں حوضوں میں اکٹھا کر لیا جاتا تھا۔ انھی پر ان کی گزر اوقات ہوتی تھی۔ اگر بارش کچھ عرصہ نہ ہوتی اور وہ حوض خشک ہو جاتے تو ان کی جان پر بن آتی۔ آخری آیت میں ان کی دکھتی رگ کو چھیڑا گیا ہے۔ ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ جن کو تم اپنا معبود اور مسجود بنائے بیٹھے ہو کیا ان میں اتنی طاقت ہے کہ اگر تمہارے یہ دو چار چشمے خشک ہو جائیں یا ان کا پانی گہرا چلا جائے تو وہ ان کو دوبارہ جاری کر سکیں۔ اگر ان میں یہ طاقت نہیں اور تمہیں بھی علم ہے کہ نہیں تو پھر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس ذاتِ اقدس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں زندگی بخشی اور تمہیں زندہ رہنے کے لیے بن مانگے ساری ضروریات مہیا کیں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پانی جس کے بغیر تم اور تمہارے سارے مویشی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس کو تم سے پہلے اہتمام فرمایا ایسے کریم، حکیم اور رحیم پروردگار پر تم ایمان نہیں لاتے اس کے حضور میں تمہارے سر نہیں جھکتے اور ان پتھر کے بے جان بتوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر ہر وقت پوجتے رہتے ہو، کبھی ان کو سجدہ کرتے ہو، کبھی ان کا طواف کرتے ہو۔ اشرف المخلوقات انسان ہو کر تمہاری یہ حرکتیں بڑی افسوسناک ہیں۔

یاد رکھو! کہ پانی کے یہ چشمے اس رحمان نے جاری کیے ہیں جو سب کا رب ہے۔ اس نے یہ بخشش بے پایاں فرما کر تمہارے حوضوں کو پانی سے لبریز کر دیا ہے۔ اگر یہ حوض خشک ہو جائیں یا ان چشموں کا پانی زمین میں غائب ہو جائے تو اس میں اور صرف اسی میں یہ قدرت ہے کہ وہ چشمے دوبارہ ان چشموں کو از سر نو جاری کرے جس سے ٹھنڈا اور شفاف پانی بکثرت بہنے لگے۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جب یہ آیت پڑھے تو ساتھ یہ کہے اللہ رب العلمین۔ تاکہ سوال کا صحیح جواب آ جائے۔

○

الحمد للہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔
والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ المصطفیٰ ورسولہ المرتضیٰ سید الخلق محمد المبعوث
رحمۃ للعلمین وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔
فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سورۃ القلم

نام: یہ سورت دو ناموں سے زیادہ مشہور ہے۔ سورۃ "ن" اور "القلم"۔ یہ دو رکوع، باون آیتوں، تین سو کلمات اور ایک ہزار دو سو چھپن حروف پر مشتمل ہے۔

نزول: بالاتفاق علماء اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔

مضامین: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و ارشاد کا سلسلہ بڑی گرمجوشی سے شروع کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی جو سورتیں یا آیات نازل ہوتی ہیں حضور اپنے کیف آگیں لہجہ میں اس کی تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں ان کے احکام ایسے کی خود بھی پابندی فرماتے ہیں اور دامن رحمت سے جو وابستہ ہو جاتا ہے وہ بھی سرخوشی سے ان پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ مکہ میں کہرام اٹھتا ہے ظلم و ستم کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ کے بندے اپنے اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر بڑی جانفروشی سے گامزن ہیں۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس والہانہ جوش و خروش کو دیکھ کر تصویر حیرت بن جاتے ہیں اور آخر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے، اس کا دماغ ناکارہ ہو گیا ہے، سود و زیاں میں تمیز کی صلاحیت باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر کفار کے ان الزامات کی تردید کرتے ہیں کہ میرا محبوب دیوانہ نہیں ہے بلکہ اخلاق عالیہ کی ان رفعتوں پر فائز ہے جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ جس کا کردار اتنا بلند ہو، جس کی سیرت اتنی بے داغ اور جس کے اعمال سراپا نور ہوں بھلا اس کو مجنون کہنا کس طرح روا ہے؟

اس کے بعد فرمایا کہ یہ بدنصیب تو چاہتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ مداہنت سے کام لیں اور مصالحت کا رویہ اختیار کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ سختی کا سلوک ترک کر دیں لیکن آپ کا یہ شیوہ ہی نہیں۔ یہ لوگ جو اپنے معاشرہ کے رؤسا ہیں اپنے شرکیہ عقائد کے سرغنے ہیں۔ ذرا ان کے اعمال پر تو نظر ڈالو ہر قسم کی اخلاقی برائیوں کے وہاں ڈھیر لگے ہوئے ہیں نیکی کی کوئی کرن بھی تو وہاں نظر نہیں آتی۔ تیرے جیسا مرقع دلبری و زیبائی بھلا ان کی پیروی کیسے کر سکتا ہے۔ جس دولت و ثروت اور جاہ و منصب پر یہ اتراتے ہیں تیرے رب کی جناب میں تو اس کی کوئی وقعت نہیں۔

پھر مادہ پرستانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کی ایسی صحیح تصویر کھینچ کر رکھ دی کہ جسے دیکھ کر طبیعت میں ایسی ذہنیت سے خود بخود نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو شخص دولت کی فراوانی کے باوجود کسی غریب کو ایک حبہ تک دینے سے گریزاں ہو اس سے برا انسان اور کون ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ متقی لوگوں کے لیے جنت ہے اور ان کے ساتھ جو معاملہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائیگا وہ اس سے بالکل الگ ہوگا جو معاملہ مجرموں کے ساتھ روا رکھا جائے گا۔ خواب غفلت میں بے سدھ پڑے رہنے والوں کو بتا دیا کہ اب وقت ہے جبین نیاز اپنے پروردگار کے حضور جھکا لو ورنہ قیامت کے دن تم چاہو گے کہ سجدہ کرسکو لیکن ہزار کوشش کے باوجود تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ تمہاری پشت اور گردن اکڑ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ آخر میں اپنے حبیب کو تسلی دے رہا ہے کہ یہ سرکش ہمیشہ دندناتے نہ پھریں گے۔ ہم انہیں یوں بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔

آخر میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرما دی گئی۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۱۹-۳-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سورۃ القلم مکیۃ ۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتھا ۵۲ رکوعاتھا ۲

سورۃ القلم مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں ۵۲ آیتیں اور دو رکوع ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾

ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں [۱] آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں [۲]

۱۔ نٓ: حروف مقطعات میں سے ہے۔ ان کے بارے میں تحقیق پہلے گزر چکی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کے درمیان راز ہیں اور اولیائے کاملین کو ان کا علم بارگاہ رسالت سے ارزانی ہوتا ہے۔

یہاں ایک اور توجیہ بھی قابل غور ہے جو سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ وہ اپنی کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں: النون هو العلم الاجمالی یرید به الدواة فان الحروف التی هی صور العلم موجودة فی مدادها اجمالاً وفی قوله تعالیٰ نٓ والقلم، هو العلم الاجمالی فی الحضرة الاحدیة والقلم حضرة التفصیل۔

النون سے مراد دوات ہے جو علم اجمالی سے عبارت ہے کیونکہ حروف جو علم کی صورتیں ہیں بالاجمال اس میں موجود ہیں اور نٓ والقلم میں نٓ سے مراد علم اجمالی ہے جو حضرت احدیت میں ہے اور القلم سے مراد حضرت تفصیل کا مرتبہ ہے۔ واؤ قسم کے لیے ہے۔ القلم سے بعض حضرات نے قلم مراد لیا ہے جس نے عرش پر تقدیر عالم کو لکھا یا معنوی تحریر کیا جس کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ قلم سے مراد جنس قلم ہے اور اسی کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ علوم و فنون، نظریات و افکار کی تعلیم اور اشاعت میں بے شک زبان کی قوت بیانیہ کا بڑا حصہ ہے لیکن اس کی افادیت زمان و مکان کی حد بندیوں میں محصور ہے۔ قلم ہی ایسا آلہ ہے جو زمان و مکان کی مسافتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ گزشتہ صدیوں کے علوم و فنون سے حال و مستقبل کو روشن کرتا ہے اور دور دراز علاقوں میں بسنے والے اولوالعزم مفکرین کے افکار و نظریات کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچاتا ہے۔ قرآن حکیم جو علم و حکمت کی ترویج کا علمبردار ہے جس نے آدم خاکی کی عظمت کا راز اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کا سینہ علوم و فنون کا گنجینہ تھا کوئی مخلوق حتیٰ کہ نوری فرشتے بھی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس لیے قرآن کریم نے قلم کو جو علم کی نشر و اشاعت کا موثر اور بے مثال ذریعہ ہے اس کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی قسم کھائی تاکہ اس قرآن کریم کے ماننے والے آیات بینات، حکمت و دانش کے موتیوں کی قدر پہچانیں۔ اس کے حصول کے لیے تم جد و جہد سے آشنا ہو جاؤ اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو اس کی روشنی سے منور کرنے کے لیے انتہائی امکانی کوشش کریں۔ صرف قلم کی قسم کھا کر اس کی عزت افزائی نہیں کی گئی بلکہ وما یسطرون فرما کر ان تحریروں کی بھی قسم کھائی گئی ہے جو اہل قلم سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنتے ہیں۔ اس طرح ان کی شان کو بھی دوبالا کر دیا۔

۲۔ یہ جواب قسم ہے کفار و مشرکین حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جنون کا بہتان لگاتے تھے۔ ان کے اس بیہودہ الزام کی تردید پُر زور و فیصلہ کن انداز میں کر دی۔ جب فرمایا قسم ہے قلم اور ما یسطرون کی۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس ذات پاک کے بارے میں یہ ایسی افترا بازی کرتے ہیں وہ تو ایسی ستودہ صفات ہستی ہے کہ قلم کو اس کی تعریف و ثنا سے فرصت نہیں ملے گی۔ وہ تو بڑی ہی دنیا کے

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝٣ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝٤

اور یقیناً آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا [3] اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں [4]

لیے باعثِ عزت و افتخار ہوں گی جن میں اس محبوب دلربا کا ذکر پاک ہوگا۔ اس پر تو اس کے رب نے فضل و کرم فرمایا ہے۔ اس کے مدحت نے زیبا کہ جس کو دیکھ کر آنکھیں بے حد تعجب ہوتی ہیں اس کی حکمت بھری باتیں سن کر دلوں کے ویرانوں میں بہار آجاتی ہے۔ ہر بخت اس کی صحبت میں پل بھر بیٹھنے والوں کو ابدی سعادت کا تاج پہنا دیا جاتا ہے۔ اس کے نام مبارک پر جو لوگ اپنا سر کٹا دیتے ہیں انہیں حیات سرمدیت سے سرفراز کر کے شہادت کے منصب عالیہ پر فائز کیا جاتا ہے۔ ہر صاحب ہوش و صداقت کے لیے اس کا قول و فعل شاہد عادل تسلیم کیا جاتا ہے۔ خود حق تعالیٰ جس کو خلق عظیم کا [illegible] ہو جس کا علم بیکراں ہو جس کا لفظ لفظ حکمت سے لبریز ہو، جس کی برکات بے شمار اور خوبیاں لاانتہا ہوں جس کی فصاحت و بلاغت کا دنیا بھر میں کوئی جواب ہی نہ ہو کیا اس کو مجنون کہنے والے پر جو اس صریح زیادتی و ظلم کر کے مجنون کہتا ہے اس سے بڑا دیوانہ اور اس سے بڑھ کر پاگل کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت علامہ عارف ربانی اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ایک دوسرا مفہوم ذکر کرتے ہیں:

وفی التاویلات النجمیۃ ما انت بنعمۃ ربک بمستور عما کان من الازل وما یکون الی الابد. لان الجن هو الستر وما ستر الجن عنک الازل ولا ستر عن الابد بل انت عالم بما کان وبما یکون ویدل علی هذا المعنی قوله علیه السلام فوضع کفه علی کتفی فوجدت بردہ بین ثدیی فعلمت ما کان وما یکون۔

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مجنون کا معنی مستور ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی نعمت سے آپ پر جو ازل میں ہو چکا یا ابد تک ہونے والا ہے وہ مستور و پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ مجنون جن سے ہے اور اس کا معنی چھپنا ہے اور جن کو بھی جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کی آنکھوں سے چھپا رہتا ہے۔ بلکہ آپ جو کچھ ہو چکا اس سے بھی واقف ہیں اور جو ہوگا اس سے بھی باخبر ہیں اور حضور کے اس علم کامل پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا۔ پس میں نے ما کان و ما یکون کو جان لیا۔

یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کی سند کے بارے میں لکھا ہے حسن صحیح فسألت محمد بن اسماعیل البخاری عن هذا الحدیث فقال هذا حدیث صحیح۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن سورۃ [illegible]

[3] اے حبیب! رسالت کے اس بار گراں کو جس خوبی سے آپ نے اٹھایا ہے، میرے دین کی تبلیغ و اشاعت میں جس استقامت اور عزیمت کا مظاہرہ آپ نے کیا ہے، میری مخلوق کے قلوب و اذہان کو میرے نور توحید سے جس طرح آپ نے روشن کیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ آفتاب صداقت ابد تک درخشاں و تاباں رہے گا۔ توحید کے یہ دلنشیں نغمے بلند ہوتے ہی رہیں گے۔ قیامت تک آنے والے انسان اس سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ اس لیے آپ کا اجر بھی ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ ممنون: مقطوع۔ [illegible] منقطع ہوا۔

[4] خالق کی زبان اپنی مخلوق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی ہے۔ جس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لیے آپ کو دوبارہ

کام لیا ہوگا۔ اس آیت کا ہر کلمہ اپنے اندر معانی و معارف کا ایک سمندر لیے ہوئے ہے۔ اس لیے ہر کلمہ کو دقت نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ شاید لطف تعالیٰ ہی بخشے کہ سرکو سے اور شاہد معنی کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

پہلے یہ سمجھیے کہ خلق کسے کہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: الخلق ملكة نفسانية تسهل على المتصف بها الاتيان بالافعال الجميلة۔ یعنی خلق نفس کے اس ملکہ راسخہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے لیے افعال جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہو جائے۔ (کبیر)

پھر فرماتے ہیں کسی کا اچھے اور خوبصورت فعل کا کرنا الگ چیز ہے لیکن اس کو سہولت اور آسانی سے کرنا الگ چیز ہے۔ کوئی کام خلق اسی وقت کہلانے لگا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے، کان بے تکلف سنتے ہیں، زبان بے تکلف بولتی ہے اسی طرح سخاوت، فیاضی، حیا، عفو و درگزر، تحمل وغیرہ جیسے کام بغیر تردد اور توقف کے بغیر صادر ہونے لگیں تو اس وقت ان امور کو تیرے اخلاق شمار کیا جائے گا۔

عظیم: بہت بڑا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ای لا یدرک شأوہ احد من الخلق۔ مخلوق میں سے کسی کی ہمت رفتار یا عزم بلند کو کوئی نہ پا سکے اسے عظیم کہتے ہیں۔

علیٰ استعلاء کے لیے ہے یعنی کسی چیز پر حاوی ہونا، چھا جانا اور غالب ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت یوں نہیں ہے: وانک خلقک خلق عظیم بلکہ وانک لعلی خلق عظیم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور کا قبضہ ہے۔ یہ سب زیر فرمان ہیں۔ یہ سب مرکب ہیں اور حضور ان کے راکب اور شہسوار ہیں۔ اسی لیے حضور کو ان امور کے لیے کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت کی ذات گرامی سے صفات حمیدہ اور کمالات حسنہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دیا: قل ما اسئلکم علیه اجرا وما انا من المتکلفین۔ اے حبیب! آپ اعلان کر دیں کہ میں تم لوگوں سے کسی اجر کا مطالبہ کرتا ہوں اور نہ میں تکلف اور بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

انک لعلی خلق عظیم فرما کر بتا دیا کہ حضور کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ حضور کی ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔ شکر نوح، خلت ابراہیم، اخلاص موسیٰ، صدق اسماعیل، صبر یعقوب، ترفع سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام سب یہاں جمع ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام شرف الدین بوصیری نے اپنے مخصوص انداز میں کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

فاق النبيين في خلق وفي خلق   ولم يدانوه في علم ولا كرم
فانه شمس فضل هم كواكبها   يظهرن انوارها للناس في الظلم

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ظاہری شکل و صورت اور سیرت و اخلاق کے لحاظ سے تمام انبیاء سے برتر ہیں۔ کوئی نبی آپ کے مقام علم اور شان کرم کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضور کی ذات بزرگی کا آفتاب ہے۔ سارے انبیاء آپ کے ستارے ہیں اور وہ ستارے جہالت کے اندھیروں میں آپ کے انوار و تجلیات کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب کسی نے خلق مصطفوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مختصر اور جامع جواب دیا کان خلقہ القرآن۔ حضور کا خلق قرآن تھا یعنی جن محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کو اپنانے کا قرآن نے حکم دیا ہے حضور ان سے کما حقہ متصف تھے اور جن لغو باتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی ترغیب دی ہے حضور ان سے پوری طرح منزہ و مبرا تھے۔ ایک دوسرے شخص نے جب یہی سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا سورۃ المومنون کی پہلی دس آیتیں پڑھ لو ان میں ہی حضور کے خلق کی صحیح تصویر ہے۔

محمد بن حکیم ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں: "ہیچ خلقی بزرگ تر از خلق محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نبود، چہ از مشیت خود دست باز داشت و خود را کلی با حق گزاشت۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق سے کسی کا خلق اعلیٰ نہیں کیونکہ حضور اپنی مرضی اور مشیت سے دستکش ہو گئے اور اپنے آپ کو کلیتہً حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

امام قشیری کا ارشاد ہے: "نہ از بلا متغیر شد و نہ از عطا منحرف گشت۔" (روح البیان) یعنی نہ آلام و مصائب کے باعث شاہراہ حق سے منحرف ہوئے اور نہ عطاؤں کی بھرمار کے باعث اس سے بے رخی برتی۔

حضرت جنید کی رائے ملاحظہ ہو: سُمِّیَ خُلُقُہٗ عَظِیْمًا لِاَنَّہٗ لَمْ تَکُنْ لَہٗ ھِمَّۃٌ سِوَی اللّٰہِ تَعَالٰی (قرطبی) حضور کے خلق کو عظیم اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر حضور کی کوئی خواہش نہ تھی۔

حضرت حسان نے کیا خوب ترجمانی کی ہے —

لَہٗ ھِمَمٌ لَا مُنْتَہٰی لِکِبَارِھَا ۔۔۔ وَھِمَّتُہُ الصُّغْرٰی اَجَلُّ مِنَ الدَّھْرِ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمتیں اور حوصلے بے شمار ہیں۔ جو ان میں سے بڑے حوصلے ہیں ان کی تو حد ہی نہیں۔ حضور کی چھوٹی سے چھوٹی ہمت اور حوصلہ زمانہ سے بزرگ تر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور اس کا ادب سکھانا بہت خوب تھا۔

جب اس عبد کریم کا مؤدب و مربی اللہ عزوجل خود رب العالمین ہے تو پھر اس کے تیار کردہ شاہکار کے حسن ادب، حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے لگاتار دس سال حضور کی خدمت کی۔ حضور نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا۔ جو کام میں نے کیا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا اور جو کام نہیں کیا اس کے متعلق کبھی نہیں پوچھا کہ کیوں نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و جمال میں بھی تمام لوگوں سے برتر تھے۔ میں نے کسی اطلس یا ریشم کو حضور کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ کوئی مشک کوئی عطر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے سے زیادہ خوشبودار میں نے نہیں سونگھا۔

شاہ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف خود ہی سراپا کمال، سراپا جمال بن کر نہیں رہ گئے بلکہ اپنے نیازمندوں کو بھی ان خصائل سے مالا مال کر دیا۔ ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل انسانی کے لیے وہ ایک دلکش نمونہ بن گئے۔ یہ شاہکار تعلیمات نبوی ہی ہیں جن سے

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث چند آپ بھی پڑھیے جن میں صحابہ کرام کو اخلاق حسنہ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

(۱) عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحها وخالق الناس بخلق حسن۔ (ترمذی حسن صحیح)

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا کرو۔

(۲) عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال ما من شیء اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامۃ من خلق حسن وان اللہ تعالیٰ لیبغض الفاحش البذیء۔ فرمایا قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش کلام کرنے والے بدزبان سے بغض رکھتا ہے۔

(۳) وعنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول ما من شیء یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق وان صاحب حسن الخلق لیبلغ بہ درجۃ صاحب الصلوۃ والصوم۔ فرمایا میزان میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھی جائے گی جو حسن خلق سے زیادہ وزنی ہوگی اور اچھے اخلاق کا مالک اپنے حسن خلق کے باعث نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے کے مرتبہ کو پا لیتا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث خصوصی توجہ سے پڑھیے:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان من احبکم الی واقربکم منی مجلسا یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقا۔ ۔۔ وقال ان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسا یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیہقون قالوا یا رسول اللہ قد علمنا الثرثارون والمتشدقون فالمتفیہقون قال المتکبرون۔

ترجمہ: حضرت جابر سے مروی ہے حضور نے فرمایا میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور روز قیامت تم میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ پھر فرمایا میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن تم میں سے مجھ سے سب سے زیادہ دور بیہودہ باتیں کرنے والے، زبان دراز اور متفیہقون ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ پہلے دو لفظوں کا مطلب جانتے ہیں آپ بتائیے تیسرے لفظ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا متکبر لوگ۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلق کی ایک سو ساٹھ صورتیں ہیں جس شخص میں توحید کے ساتھ ان میں سے ایک صورت بھی پائی گئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ھل فیّ منھا یا رسول اللہ۔ صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! ان میں سے کوئی خوبی مجھ میں بھی پائی جاتی ہے؟ قال کلھا فیک یا ابابکر واحبھا الی اللہ السخاء۔ حضور نے فرمایا اے ابوبکر تم میں حسن خلق کی سب صورتیں موجود ہیں اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخاوت بہت محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں بھی اخلاق حسنہ کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ﴿٥﴾ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ﴿٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ

عنقریب آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے ۷ بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے

بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٧﴾ فَلَا تُطِعِ

ان کو جو اس کی راہ سے بہک گئے ہیں اور انہیں بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں ۸ پس آپ بات نہ مانیں

الْمُكَذِّبِينَ ﴿٨﴾ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ

ان جھٹلانے والوں کی۔ وہ آرزو کرتے ہیں کہ کہیں آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرمی برتنے لگیں ۹ اور نہ بات مانیے کسی جھوٹی قسمیں

۶ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کا معنی بیان کرتے ہیں فستعلم ویعلمون یوم القیامۃ یعنی آج تم جو الزام لگا رہے ہو کر دیتے ہو۔ حقیقت سے بے پردہ اس وقت اٹھے گا جب حشر بپا ہوگا اس روز تمہیں پتہ چلے گا کہ دیوانہ کون تھا۔ خدا کو وحدہ لاشریک ماننے والا، اس کے احکام کی تعمیل کرنے والا، احسن سے احسن صفت ڈھونڈنے والا، یا پتھروں کی پوجا کرنے والے، نفس امارہ کی فرمانبرداری کرنے والے، قیامت کا انکار کرنے والے۔

المفتون: المجنون الذی فتنہ الشیطان۔ یعنی وہ دیوانہ جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہو۔

۷ آپ کا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ راہ حق سے کون منحرف ہو گیا اور صراط مستقیم پر بصد وجد و نوری سے کون قدم بڑھاتا ہوا منزل کی طرف جا رہا ہے۔ نہ اسے اپنے آرام کا خیال ہے، نہ اسے لوگوں کی مخالفت کا اندیشہ ہے، نہ مصائب و آلام سے گھبراتا ہے، نہ طویل سفر اور بے منزلی سے دل برداشتہ ہوتا ہے۔ جب دونوں فریقوں کے حالات سے وہ واقف ہے تو ان کو مناسب حال جزا بھی دے گا۔

۸ علامہ جوہری لکھتے ہیں ادھن و داھن ای غش، المصانعۃ یعنی منافقت۔ الادھان: التلین لمن لا ینبغی لہ التلین۔ یعنی اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا جو ایسے برتاؤ کے قابل نہ ہو۔

کفار کی آرزو تھی کہ آپ دعوت حق اور رد شرک میں کچھ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی آپ کی مخالفت میں سختی ترک کر دیں گے۔ چنانچہ ان نادانوں نے نبی برحق کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آؤ ہم آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت کو چھوڑ دیں، باہم مصالحت کر لیں۔ چند روز آپ ہمارے خداؤں کی پوجا کیا کریں اور چند روز ہم آپ کے خدائے واحد لاشریک کی عبادت کیا کریں گے۔ اسلام اس دورنگی کو کب برداشت کر سکتا ہے۔ اس نے صاف منع کر دیا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

کھانے والے ذلیل شخص کی ۔ جو بہت نکتہ چیں، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے ۔ سخت منع کرنے والا بھلائی سے ۔ حد سے بڑھا ہوا

أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴿١٣﴾ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ﴿١٤﴾

بدکار ہے ۔ اکھڑ مزاج ہے، اس کے علاوہ بد اصل ہے ؎ یہ غرور و سرکشی اس لیے کہ وہ مالدار اور صاحب اولاد ہے ؎

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿١٥﴾ سَنَسِمُهُۥ عَلَى

جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں ۔ ہم بہت جلد اس کی سونڈ پر

ٱلْخُرْطُومِ ﴿١٦﴾ إِنَّا بَلَوْنَٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا۟

داغ لگائیں گے ؎ ہم نے ان (مکہ والوں) کو بھی آزمایا جیسے ہم نے آزمایا تھا باغ والوں کو ؎ جب انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ

؎ ان آیات میں دس عیب شمار کیے گئے ہیں۔ عام طور پر کسی میں ان عیوب میں سے دو چار کا پایا جانا تو ممکن ہے لیکن سب میں ان تمام عیوب کا بیک وقت پایا جانا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ان آیات میں ایک خاص شخص کا ذکر ہو رہا ہے جس میں یہ تمام نقائص بدرجہ اتم موجود تھے۔ وہ شخص کون تھا اس سلسلہ میں تین کفار کا نام لیا جاتا ہے۔ ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق۔ اکثر کے نزدیک ولید بن مغیرہ مراد ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی: حلاف: کثیر الحلف بالباطل۔ کثرت سے جھوٹی قسمیں کھانے والا۔ مہین: ذلیل، حقیر۔ حقیر اور ذلیل آدمی۔ ھماز: الطعان العیاب۔ عیب جو، نکتہ چیں۔ مشاء بنمیم: جو چغل کھانے کے لیے بکثرت چلتا پھرتا ہے۔ معتد: متجاوز الحد۔ حد سے تجاوز کرنے والا۔ اثیم: کثیر الاثم۔ بڑا بدکار۔ عتل: الجافی الغلیظ۔ اکھڑ مزاج۔ زنیم: الملصق بالقوم الدعی۔ یعنی جو کسی قوم سے نہ ہو لیکن زبردستی اسے ان میں شامل کیا گیا ہو۔

؎ وہ کمینہ اور ذلیل شخص ہماری بارگاہ میں اس لیے گستاخی کی جرأت کرتا ہے کہ اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور اس کے بہت سے بیٹے ہیں اور جب اسے میرا رسول میری آیتیں سناتا ہے تو بڑی بے حیائی سے کہتا ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں، یہ پہلے لوگوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ بزم عیش و طرب کو گرم کرنے کے لیے یہ صاحب خواہ مخواہ افسانے سنانے لگتے ہیں۔

؎ ہم عنقریب اس کی سونڈ یعنی ناک پر داغ لگائیں گے۔ ہر دیکھنے والا اس جانور کی طرح اسے دیکھ کر پہچان جائے گا کہ یہ تو شریر بدبخت ہے۔ یہ صاحب جنگ بدر میں اس کی تھوتھنی پر تلوار کا ایک نشان لگا جو آخر دم تک رہا۔

؎ سرداران قریش اور سرداران مکہ سیدنا الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور عداوت میں پیش پیش تھے ان کے باغ

www.KitaboSunnat.com

میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے انہیں فراواں دولت بخشی ہے۔ صاحب اولاد ہیں۔ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے اہل عرب ان کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے، ہمارے نبی کی دعوت کو قبول کرتے لیکن یہ لوگ اس آزمائش میں پورے نہ اترے۔ اس امتحان میں ناکام ہو گئے۔ انہوں نے شرک کرنا شروع کر دیا۔ ہمارے نبی پر طرح طرح کے الزامات لگنے لگے۔ ہمارے کلام کو اساطیر الاولین کہا۔ ان سے پہلے بھی کئی قومیں گزرے ہیں۔ جب ہم نے اپنے انعامات سے ان کی آزمائش کی اور وہ اس آزمائش میں ناکام ہو گئے تو ہم نے ان سے وہ نعمتیں یکسر سلب کر لیں اور وہ ہمیشہ کے لیے قعر ذلت میں گرا دیے گئے۔ اگر مکہ کے یہ رئیس باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی سابقہ ناشکروں جیسا ہوگا۔ چنانچہ ایک ایسی ہی جماعت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یمن میں صنعاء کے قریب ایک نیک آدمی رہتا تھا۔ اس نے اپنی زمین میں باغ لگا رکھا تھا۔ اس باغ سے جتنی پیداوار ہوتی غریبوں اور مسکینوں کی خدمت کیا کرتا۔ وہ فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑ گیا۔ بد قسمتی سے ان کے ذہن مادیت گزیدہ تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ والد صاحب کے زمانے میں مال با افراط تھا اور اخراجات برائے نام تھے۔ اب ہم تین ہیں۔ ہمارا کنبہ بال بچے ہیں اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں۔ آمدنی وہی سابقہ ہے۔ اب اس کے بغیر چارہ نہیں کہ خیرات و صدقات کا جو دروازہ ہمارے والد صاحب نے کھول رکھا تھا اسے بند کر دیا جائے۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی ان مفت خوروں میں نہ لٹائی جائے۔ ورنہ افلاس و غربت کی دلدل میں پھنس جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ فصل بہت سویرے اندھیرے میں برداشت کرتے جبکہ کسی سائل کے آنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا تھا۔

ایک دفعہ ان کے باغ کا پھل پک کر تیار ہو گیا۔ انہوں نے اس کو کاٹنے کا پروگرام بنایا۔ رات کو مشورہ کر کے بیٹھے کہ کل منہ اندھیرے جائیں گے اور سویرے سویرے پھل توڑ لیں گے۔ انہوں نے ان شاء اللہ کہنا بھی گوارا نہ کیا۔ صبح کی ابھی پو بھی نہ پھوٹی تھی کہ انہوں نے سوتے والوں کو جگایا اور جلدی جلدی اپنے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں چپکے چپکے ایک دوسرے کو تاکید کرنے لگے کہ دیکھو آج تمہارے باغ میں کوئی غریب مسکین داخل نہ ہونے پائے۔ یہ لوگ خواہ مخواہ تنگ کرتے ہیں۔ مفت میں جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ اس سے ہمیں بڑا نقصان ہوتا ہے۔ جب باغ کے قریب پہنچے تو وہاں کا منظر ہی اور تھا۔ ہرے بھرے درختوں اور پھلوں سے لدی ہوئی ٹہنیوں کے بجائے سیاہ ٹنڈ منڈ لکڑیاں ہیں۔ جیسے کسی نے باغ کو جلا کر راکھ کر دیا ہو۔ پہلے تو سمجھے شاید کہ ہم راہ بھول گئے ہیں اور غلطی سے کسی اور جگہ پہنچ گئے ہیں۔ لیکن جب غور سے دیکھا تو پتہ چل گیا کہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ہمارا باغ برباد ہو گیا۔ ان میں سے جو درمیانہ بھائی تھا اس نے کہا کیا میں نے تمہیں بار بار نصیحت نہ کی تھی کہ اللہ عزوجل کی حمد و تسبیح کرو۔ اس کے دیے ہوئے رزق میں سے غریبوں اور مسکینوں کو خوشی خوشی ان کا حق دو۔ لیکن تم نے میری ایک نہ مانی۔ اب پچھتانے سے کیا ہوگا۔ بس پھر ان کی آنکھیں کھلیں اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے غلط مشورے دے کر ہمیں اس انجام سے دوچار کیا ہے۔

ان آیات کے وضاحت طلب کلمات: ولا یستثنون، انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ طائف سے مراد عذاب الٰہی ہے جو رات آیا اور ان کے ہرے بھرے باغ کو خاکستر سیاہ کر گیا۔ صریم کے کئی معنی ذکر ہیں۔ الصریم اللیل للصریم من النہار۔ کٹی ہوئی فصل کو کہتے ہیں صریم۔ والرماد الاسود۔ سیاہ راکھ۔ ریت کا وہ ڈھیر جو الگ کر دیا گیا ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ

ضرور توڑ لیں گے اس کا پھل صبح سویرے ۔ اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا ۔ پس چکر لگایا اس باغ پر ایک چکر لگانے والا

مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا

آپ کے رب کی طرف سے دراں حالیکہ وہ سوئے ہوئے تھے ۔ چنانچہ (صبح تک) وہ باغ کٹے ہوئے کھیت کی مانند ہو گیا ۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے

مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾

کو پکارا صبح سویرے ۔ کہ سویرے سویرے اپنے کھیت کی طرف چلو اگر تم پھل توڑنا چاہتے ہو ۔

فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم

سو وہ چل پڑے اور ایک دوسرے کو چپکے چپکے کہتے جاتے کہ (خبردار) آج اس باغ میں ہرگز داخل نہ ہو تم پر

مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا

کوئی مسکین ۔ اور تڑکے چلے یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ اس ارادہ پر قادر ہیں ۔ ۱؎ پھر جب باغ کو دیکھا تو کہنے لگے (شاید) ہم

لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل

راستہ بھول گئے ۔ نہیں نہیں ہماری تو قسمت پھوٹ گئی ۔ ان میں جو زیرک تھا بول اٹھا کہ کیا میں تمہیں

لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾

کہتا نہ تھا کہ تم اس کی تسبیح کیوں نہیں کرتے ۔ کہنے لگے پاک ہے ہمارا رب ، بیشک ہم ہی ظالم تھے ۔

۱؎ اس کی تشریح ترجمہ طلب ہے ۔ حرد کا معنی قصد اور ارادہ ہے ۔ یعنی انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ آج کسی غریب کو باغ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور باغ کا پھل کاٹیں گے ۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جو ارادہ اور قصد ہم نے کیا ہے ہم اس کو عملی جامہ پہنانے کی قدرت رکھتے ہیں ۔ اَوْسَطُهُمْ کا معنی پاکر تبلایا جاتا ہے یا اَعْقَلُهُمْ ، ان میں سب سے زیادہ زیرک اور عقلمند ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا

پھر ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ کہنے لگے تف ہے ہم پر ہم

كُنَّا طَاغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا

ہی سرکش تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں دے گا جو بہتر ہو گا اس سے ہم اب اپنے رب کی طرف

رَاغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا

رجوع کرنے والے ہیں ۳۰۔ دیکھو یوں ہوتا ہے عذاب۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے ۳۱ کاش! یہ لوگ

يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾

اس حقیقت کو جانتے۔ بے شک پرہیزگاروں کے لیے اپنے رب کے پاس نعمتوں بھری جنتیں ہیں۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾

کیا ہم فرمانبرداروں کا حال مجرموں کا سا کر دیں گے۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ تم کیسے فیصلے کرتے ہو ۳۲

منزل ۷ ع ۱

۳۰ جب انہوں نے اپنے باغ کی یہ حالت دیکھی تو غفلت کی پٹی آنکھوں سے اتر گئی۔ انہیں یقین آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے انسان اپنی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ وہ صدق دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوئے۔ اس کریم نے ان کی توقع سے بھی زیادہ اور بہت جلد انہیں اس کا نعم البدل عطا فرما دیا۔

۳۱ کذلک: جیسا کہ خبر دی ہے یعنی جو شکر نہیں کرتے دنیا میں ہم ان کو یوں سزا دیتے ہیں۔ لیکن روز قیامت جو عذاب انہیں قیامت کے دن ملے گا اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔

۳۲ کفار اہل ایمان کو کہا کرتے کہ تم ہمیں قیامت سے خواہ مخواہ ڈرایا کرتے ہو۔ پہلے تو قیامت کا آنا ہی عقلاً محال ہے اور اگر بالفرض قیامت آ بھی گئی تو اس سے تم کو ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے انعامات، دولت، عزت، شہرت، اولاد وغیرہ سے ہمیں یہاں نوازا ہے وہاں بھی ہمیں ہی اپنی رحمتوں سے سرفراز کرے گا اور جس طرح تم یہاں محرومی اور حسرت کی زندگی بسر کر رہے ہو قیامت کے روز بھی تمہارا یہی حال ہو گا۔ ان کے اس زعم باطل کی تردید کی جا رہی ہے۔ تمہارا یہ خیال سراسر جہالت اور حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی تو نہیں کہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز نہ کرے۔ کہ جو لوگ ساری عمر اس سے وابستہ رہے، اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہے انہیں تو اپنی مہربانیوں سے محروم کر دے اور وہ سنگدل، فاجروں کو ان کے کفر اور کفران نعمت کی یہ جزا دے کہ انہیں جنت میں داخل کر دے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَمْ لَكُمْ كِتَٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ تمہارے لیے اس میں ایسی چیزیں ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو ف۶۰ کیا

لَكُمْ أَيْمَٰنٌ عَلَيْنَا بَٰلِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا

تمہارے لیے قسمیں ہم پر لازم ہیں جو باقی رہنے والی ہیں قیامت تک کہ تمہیں وہی ملے گا جو تم

تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ

حکم کرو گے۔ ان سے پوچھیے ان میں سے کون ان باتوں کا ضامن ہے۔ کیا ان کے پاس کوئی گواہ ہیں۔

فَلْيَأْتُوا۟ بِشُرَكَآئِهِمْ إِن كَانُوا۟ صَٰدِقِينَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَن

اگر ہیں تو پھر پیش کریں اپنے گواہوں کو ف۶۱ اگر وہ سچے ہیں۔ جس روز پردہ اٹھایا جائے گا

سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى ٱلسُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَٰشِعَةً

ایک ساق سے اور ان نابکاروں کو سجدہ کی دعوت دی جائے گی تو اس وقت وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ف۶۲ ذلت سے جھکی ہوئی ہوں گی

کے ہاں انصاف ہے، وہ عادل اور دانا و بصیر نہیں، کیا تمہاری عقل نے تمہارے اس گمان کی تصدیق کر لی ہے کہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے گا، تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے ناقص فیصلے تم کر رہے ہو۔

ف۶۰ تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل تو ہے نہیں جس سے اس زعم باطل کی تصدیق ہو سکے تمہارے پاس اگر کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ پیش کرو۔ کیا کسی آسمانی کتاب کا حوالہ پیش کر سکتے ہو جس میں لکھا ہو کہ فرمانبرداروں اور سرکشوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے گا یا اس کتاب میں کہیں یہ لکھا ہوا دکھا دو کہ بروز قیامت تمہیں صرف وہی چیزیں ملیں گی جو تم پسند کرو گے۔ جب تمہارے پاس نہ عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی تو پھر تم کس بنا پر اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو۔

ف۶۱ ابھی یہ احتمال باقی تھا کہ وہ کہیں کہ ہمارے ساتھ خدا کے عہد و پیمان ہو چکے ہیں کہ وہ ہمیں کوئی عذاب نہیں دے گا اس احتمال کو بھی یہ فرما کر ختم کر دیا کہ اگر کوئی ایسا باہمی معاہدہ طے پا چکا ہے تو کوئی ضامن پیش کرو، یا گواہ لاؤ جن کے روبرو یہ معاہدہ ہوا۔ الزعيم الكفيل والضمين۔ کفیل اور ضامن۔ شركاء اى شهداء، گواہ۔ (قرطبی)

ف۶۲ جب کوئی سخت تکلیف دہ اور مصیبت کا وقت آ جاتا ہے تو اہل عرب یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں۔ شمرت الحرب عن ساقها۔ جنگ نے اپنی پنڈلی سے تہبند اوپر اٹھایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ

ان کی آنکھیں ان پر ذلت چھا رہی ہو گی۔ حالانکہ انہیں (دنیا میں) بلایا جاتا تھا سجدہ کی طرف

وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ

جبکہ وہ صحیح سلامت تھے ۴۳ پس اے حبیب! آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور اسے جو اس کتاب کو جھٹلاتا ہے ۴۴

سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ

ہم انہیں بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے اس طرح کہ انہیں علم بھی نہ ہو گا ۴۵ اور میں نے مہلت دے رکھی ہے انہیں

قد کشفت عن ساقها فشدوا ۔ وجدت الحرب بکم فجدوا

اے بہادرو! لڑائی نے اپنی پنڈلی ننگی کر دی ہے (یعنی) اب نہایت شدت کی جنگ شروع ہو چکی ہے، تم بھی پوری سنجیدگی سے داد شجاعت دو۔ جس سال قحط انتہا کو پہنچ جائے اس کو ذکر یوں کرتے ہیں قد کشفت عن ساقها یہ اس سال کی بات ہے جس نے اپنی پنڈلی ننگی کر دی۔ اس محاورہ کے مطابق آیت کا معنی ہو گا روز قیامت جب حالات بڑے تکلیف دہ اور ہولناک ہو جائیں گے اور ہر شخص جلال خداوندی سے لرزہ براندام ہو گا چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی۔ دل خوف سے دھڑک رہے ہوں گے۔ اس وقت لوگوں کے ایمان یا کفر، خلوص یا نفاق کو آشکارا کرنے کے لیے انہیں حکم دیا جائے گا کہ آؤ سب اپنے رب کو سجدہ کرو۔ جن کے دلوں میں ایمان اور اخلاص ہو گا وہ فوراً سربسجود ہو جائیں گے لیکن کافر اور منافق بہت زور لگائیں گے کہ سجدہ کریں اور خود کو شہیدوں میں شامل ہو جائیں لیکن ان کی کمر اکڑ جائے گی۔ بڑی کوشش کے باوجود سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس رسوائی پر آنکھیں جھک جائیں گی۔ سب کے سامنے ان کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیا گیا۔ ان کے کھوکھلے دعووں کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا، ذلت و رسوائی کی گرد ان کے چہروں پر پڑ رہی ہو گی۔

۴۳ آج وہ سجدہ کرنے سے کیوں محروم کیے گئے؟ اس کی وجہ بتائی کہ جب دنیا میں وہ صحیح و سالم تھے انہیں کہا گیا کہ سجدہ کرو لیکن سجدہ کی توفیق نہ ہوئی۔ اسی جرم و عدولی کی پاداش میں آج ان سے سجدہ کرنے کی قوت سلب کر لی گئی ہے۔

۴۴ اے حبیب! آپ انہیں میرے حوالے کر دیجئے میں ان سے نپٹ لوں گا آپ کو ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

۴۵ عام عادت یہ ہے کہ انسان غلطی کرتا ہے تو اسے کسی تکلیف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس سے اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ توبہ کر لیتا ہے لیکن بعض بدکاروں کے ساتھ عجیب طرز کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ جتنے گناہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کی جناب میں جتنی گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں اتنی ہی ان کی دولت، ان کی شہرت، ان کی عزت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ کمبخت اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں یہی مناسب ہے۔ یہاں تک کہ موت کا فرشتہ ان کو موت کا جام پلا دیتا ہے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ کہ اپنے آپ کو وہ عذاب الٰہی میں گرفتار پاتے ہیں۔ مجرموں اور نابکاروں کے ساتھ اس قسم کے سلوک کو قرآن کریم نے استدراج کہا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾

میری خفیہ تدبیر بڑی پختہ ہے ۴۲؎ کیا آپ ان سے کچھ اجرت مانگتے ہیں پس وہ اس تاوان کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ

کیا ان کے پاس غیب کی خبر آتی ہے اور وہ اس کو لکھ لیتے ہیں ۴۳؎ پس انتظار فرمایئے اپنے رب کے حکم کا اور

لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَا أَنْ

نہ ہو جایئے مچھلی والے کی مانند ۴۴؎ جب اس نے پکارا اور وہ غم واندوہ سے بھرا ہوا تھا ۴۵؎ اگر اس کی

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ نُسْبِغُ عَلَيْهِمُ النِّعَمَ وَنُنْسِيهِمُ الشُّكْرَ یعنی ہم ان پر پے در پے نعمتیں کرتے ہیں اور انہیں شکر ادا کرنا فراموش کرا دیتے ہیں۔ ابو روق کہتے ہیں: کُلَّمَا اَحْدَثُوْا خَطِيْئَةً جَدَّدْنَا لَهُمْ نِعْمَةً وَاَنْسَيْنَاهُمُ الْاِسْتِغْفَارَ۔ جب وہ کوئی نئی خطا کرتے ہیں ہم ان کو نئی نعمت بخش دیتے ہیں اور استغفار کی توفیق سلب کر لیتے ہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یَا رَبِّ کَمْ اَعْصِیْکَ وَاَنْتَ لَا تُعَاقِبُنِیْ۔ یا اللہ! میں تیری کتنی نافرمانی کرتا ہوں اور تو مجھے سزا ہی نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کی زبان پر اسے جواب دیا کہ میں نے تو تمہیں کئی سزائیں دی ہیں لیکن تمہیں ان کا شعور ہی نہیں۔ اَلَمْ اَحْرِمْكَ حَلَاوَةَ مُنَاجَاتِیْ۔ کیا میں نے تجھے اپنی مناجات کی حلاوت سے محروم نہیں کر دیا؟ کیا تیری آنکھوں کو آنسوؤں سے محروم نہیں کر دیا؟ اور تیرے دل کو سخت نہیں کر دیا؟ یہ بہت بڑی سزا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے استدراج ہے۔

۴۲؎ گناہوں کے باوجود یہ لوگ دندناتے پھرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بڑے اچھے ہیں اور ہم ان سے خوش ہیں یا اصل بات یہ ہے کہ یہ ہمارے قابو سے باہر ہیں اور ہم ان کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ درحقیقت ہم نے انہیں کچھ عرصہ کے لیے ڈھیل دے رکھی ہے کہ جو جی میں آئے کر لیں۔ جب ہم پکڑیں گے تو ان کی کیا مجال کہ کہیں بھاگ سکیں۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ ہماری گرفت کتنی سخت ہے۔

۴۳؎ بظاہر خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے لیکن مقصود ان منکرین حق کو یہ سمجھانا ہے کہ تم میرے محبوب رسول کی بات سننا ہی پسند نہیں کرتے بڑی کراہت اور ناگواری کا اظہار کرتے ہو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا نبی تم سے کچھ مانگتا ہے جس کی وجہ سے تم پر مالی بوجھ پڑتا ہے یا تمہارے پاس غیب سے کوئی اطلاع آتی ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ نہیں۔ اگر کچھ نہیں تو پھر تمہارے بدکنے اور بھاگنے کی وجہ کیا ہے؟

۴۴؎ کفار کی ایذا رسانیوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دیتے ہیں کہ آپ صبر کریں اور اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کریں۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ ان منکرین کے ساتھ کس وقت کس قسم کا سلوک کرنا چاہیے۔ آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں کہ جنہوں نے اپنے رب کے حکم کا انتظار کیے بغیر اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر لی اور ان پر عذاب نازل ہونے میں مہلت کی۔ واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن سورۂ یونس آیت ۹۸ کا حاشیہ، سورۂ انبیاء کی آیات ۸۷، ۸۸ کے حواشی، الصافات آیات ۱۳۹ تا ۱۴۸ کے حواشی۔

۴۵؎ جب یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تو وہاں آپ نے اپنے رب کے حضور میں فریاد کی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾

چارہ سازی نہ کرتا اس کی اس کے رب کا لطف تو ڈال دیا جاتا اسے چٹیل میدان میں درآں حال کہ اس کی مذمت کی جاتی ۴۶

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ

پھر چن لیا اس کو اس کے رب نے اور بنا دیا اس کو اپنے نیک بندوں سے ۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ

كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

کفار پھسلا دیں گے آپ کو اپنی (بد) نظروں سے جب وہ سنتے ہیں قرآن ۴۷ اور وہ کہتے ہیں کہ

اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

۴۶ اگر اللہ تعالیٰ یونس کی اس دعا کو قبول نہ فرماتا اور اس کی شانِ رحمت ان کی چارہ سازی نہ کرتی تو جب ان کو مچھلی نے چٹیل میدان میں اگل دیا تو ان کی یہ کیفیت ہوتی کہ لوگ ان پر الزام لگاتے اور ملامت کرتے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور ان کو اپنے لیے منتخب کر لیا تو اب وہ قابلِ الزام اور لائقِ مذمت نہ رہے۔ فنبذناہ بالعراء وھو سقیم یعنی جب ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈالا تو وہ بیمار تھے یعنی مذموم نہیں تھے۔

۴۷ کفار کے دلوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بغض و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ خصوصاً اس وقت تو ان کی یہ حالت ہو جاتی جب حضور قرآن کریم پڑھ کر سناتے۔ ایسی خشمگیں نظروں سے گھور گھور کر دیکھتے یوں محسوس ہوتا کہ اگر ان کا بس چلے تو آپ کو جلا کر بھسم کر دیں۔ ان کی اسی آتشِ حسد و عناد کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ علامہ زمخشری علیہ الرحمۃ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی انھم من شدۃ تحدیقھم ونظرھم الیک شزرا بعیون العداوۃ والبغضاء یکادون یزلون قدمک او یھلکونک من قولھم نظر الی نظرا یکاد یصرعنی ویکاد یاکلنی۔ یعنی عداوت اور بغض بھری آنکھوں سے حضور کی طرف گھور گھور کر دیکھتے گویا وہ حضور کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں یا ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں کہ فلاں نے میری طرف اس طرح دیکھا کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ مجھے گرا دیتا یا کھا جاتا۔ اس آیت کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو اپنی نظرِ بد سے تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔

بنی اسد قبیلہ میں کئی آدمی تھے جن کی نظر بہت ہی خطرناک تھی۔ اگر وہ کسی شخص کو یا کسی جانور کو ہلاک کرنا چاہتے تو تین دن فاقہ کرتے اور پھر اس چیز کے پاس آکر کہتے کتنی خوبصورت اور عمدہ چیز ہے۔ ایسی چیز آج تک ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ اتنا کہنے کی دیر ہوتی کہ وہ چیز تڑپنے لگتی اور تھوڑی دیر کے بعد دم توڑ دیتی۔ اگر کوئی موٹی تازہ گائے یا اونٹنی ان کے پاس سے گزرتی اور اس کو وہ نظر لگاتے تو اسی وقت اپنی لونڈی کو کہتے کہ ٹوکری اٹھاؤ پیسے لو اور اس گائے کا گوشت خرید لاؤ۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلتا کہ وہ جانور ذبح کر دیا گیا ہے۔ قریش نے بنی اسد میں سے کسی ایسے نظر باز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ۝

یہ تو مجنون ہے۔ حالانکہ وہ نہیں مگر سراسر نصیحت سارے جہانوں کے لیے وجہ عزو شرف ۵۲

کی نعمت حاصل نہیں ان لوگوں نے اس امر کے لیے مقرر کیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نظر بد سے گزند پہنچائے لیکن جس کا نگہبان خداوند قدوس ہو یہ شکست خوردہ اسے کیا اذیت پہنچا سکتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے یہاں متعدد احادیث لکھی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ نظر بد کا اثر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اعیذکما بکلمات اللہ التامات من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ۔

حضور نے فرمایا کرتے کہ حضرت ابراہیم اپنے دونوں صاحبزادوں اسماعیل و اسحاق علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ پڑھ کر دم کیا کرتے۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ جس کو نظر بد سے تکلیف پہنچے یہ آیت پڑھ کر اسے دم کیا جائے۔

۵۲ کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجنون کہتے تھے۔ ان کے اس الزام کی ابتداء میں بھی تردید کی اور آخری آیت میں بھی اس کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ میرا رسول تو سارے جہانوں کے لیے سراپا نصیحت اور باعث صد عزو شرف ہے۔ اسے مجنون کہنے کی کون جرأت کر سکتا ہے۔ اس کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس کی باتیں سن کر دلوں میں اس کی محبت کی شمع فروزاں ہو جاتی ہے۔ وقیل الضمیر لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکونہ مذکرا وشرفا للعالمین لا ریب فیہ (روح المعانی)۔ بعض کے نزدیک ھو کا مرجع قرآن کریم ہے اور اس کے ذکر ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں۔

○

اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر علی ما وفقتنی لترجمۃ ھذا الکتاب المجید رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلی والدیّ وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔

اللّٰھم صل وسلم علی حبیبک ونبیک وصفیک ونجیک محمد المبعوث رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الاکرمین ومن تبعہ واحبہ الی یوم الدین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورہ الحاقہ

نام: اس سورت کا نام الحاقہ ہے۔ اس میں دو رکوع، باون آیتیں، دو سو چھپن کلمات اور ایک ہزار چار سو تیئس حروف ہیں۔

نزول: علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے مسند امام احمد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام لانے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں ایک روز اس نیت سے گھر سے نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر پریشان کروں گا اور جس طرح بن پڑا ان کا دل دکھاؤں گا۔ لیکن میرے پہنچنے سے پہلے حضور حرم میں داخل ہو چکے تھے اور نماز کی نیت باندھ لی تھی۔ یہ جاننے کے لیے کہ آپ کیا پڑھتے ہیں میں قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت حضور سورہ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں اس کلام بلاغت نظام کو سن کر حیران و ششدر ہوتا جا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ بخدا آپ بڑے باکمال شاعر ہیں۔ اسی وقت حضور نے یہ آیت تلاوت کی: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ (یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو)۔ میرے دل میں گزرا کہ کاہن ہیں میرے دل کے خیالات پر آگاہ ہو گئے ہیں۔ فوراً حضور نے یہ آیت پڑھی: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں تم بہت کم غور کرتے ہو)۔ حضرت عمر کہتے ہیں یہ سورت سن کر اسلام میرے دل کے رگ و ریشہ میں سما گیا۔

اس روایت سے یہ امر واضح ہو گیا کہ یہ سورت مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب کہ حضرت عمر ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ اس سورت کے سننے سے آپ کے دل میں اسلام کی عظمت کا پہلا نقش ثبت ہوا جو رفتہ رفتہ پختہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ بہن اور بہنوئی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے تمام پردے چاک کر دیے اور آپ ایمان قبول کرنے کے لیے کشاں کشاں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔

ع گاہ بہ حیلہ می برد گاہ بہ زور می کشد (اقبالؒ)

مضامین: حلف اٹھا کر بیان کیا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی۔ ساتھ ہی ثمود، عاد اور فرعون کا تذکرہ فرما دیا جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے عمر بھر سرکشی اور طغیانی کا راستہ اختیار کیے رہے جس کا نتیجہ ان کی عبرتناک تباہی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عقیدۂ قیامت افراد اور اقوام کی اصلاح میں کتنا موثر کردار انجام دیتا ہے۔

آیات ۱۳ تا ۱۸ میں قیامت کے روز برپا ہونے والے ہولناک حادثات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ آیت ۱۸ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لے کر آیت ۳۷ تک میں یہ بتایا کہ جو لوگ یہ ایمان رکھتے تھے کہ ایک دن وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پیش کیے جائیں گے اور ان کا محاسبہ ہوگا۔ اُن کو اس روز ان کا صحیفۂ عمل اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان کی بڑی عزت و تکریم کی جائے گی۔ اور جو لوگ وقوعِ قیامت کے منکر تھے اور ساری عمر ہر ظلم کی باز پرس سے بے نیاز ہو کر دادِ عیش دیتے رہے۔ اُن کا نامۂ عمل اُن کے بائیں ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ اُس وقت اُن کی حسرت اور ندامت قابلِ دید ہوگی۔ اور ان کے ساتھ جو خوفناک برتاؤ کیا جائے گا اس کا ذکر سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

دوسرے رکوع میں یہ بتایا کہ قرآن کریم کسی شاعر کی فنِ بیانی اور قادر الکلامی کا کرشمہ نہیں اور نہ کسی کاہن کی تک بندی اور ہرزہ سرائی کا نتیجہ ہے بلکہ اس کو رب العالمین نے اپنے رسولِ کریم پر نازل فرمایا ہے۔ میرے رسول کی یہ مجال نہیں کہ اپنی طرف سے کچھ گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دے۔ اگر وہ اس سنگین جرم کا ارتکاب کرے گا تو اسی وقت اُس کی رگِ دل کاٹ کر رکھ دی جائے گی۔

سنٹرل جیل سرگودھا

۱۷-۳-۷۷

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ٥٢ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ الحاقہ مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

اَلْحَاقَّةُ ﴿١﴾ مَا الْحَاقَّةُ ﴿٢﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ﴿٣﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

وہ ہو کر رہنے والی ساعت۱ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی ساعت۲ اور آپ نے کیا سمجھا کہ وہ ہو کر رہنے والی کیا ہے۳ جھٹلایا ثمود اور

وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿٤﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿٥﴾ وَاَمَّا عَادٌ

عاد نے کھڑکھڑانے والی کو۴ پس ثمود تو انہیں ہلاک کر دیا گیا حد سے بڑھی ہوئی چنگھاڑ سے۵ اور رہے عاد

۱ اس سے مراد قیامت ہے۔ یہ حق سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ حق کا معنی ہے کسی چیز کا متحقق ہو جانا، پایہ ثبوت تک پہنچ جانا۔ قیامت کو الحاقۃ کہنے کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ یا تو اس لیے کہ اس کا برپا ہونا ایک مسلمہ صداقت اور اٹل حقیقت ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں یا اس لیے کہ اس میں تمام مخفی مطالب و امور کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی یا اس لیے کہ اس روز سزا و جزا کا تحقق ہوگا۔ (مظہری)

۲ جب اہل عرب کسی اہم چیز کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو بسا اوقات مخاطب سے کچھ سوال پوچھتے ہیں تاکہ وہ ہوشیار ہو جائے اور پورے دھیان سے بات کو سنے۔ الاستفہام لتفخیم شانہا (مظہری)

۳ یہ سوال قیامت کی ہولناکی کا تصور ذہن نشین کرانے کے لیے پوچھا جا رہا ہے کہ قیامت اتنی ہولناک اور خوفناک ہوگی کہ تمہاری عقلیں اس کی ہولناکی کو سمجھنے سے بالکل عاجز ہیں۔ یہ تمہاری سوچ کی رسائی سے بالاتر ہے۔

۴ یہ بتانے سے پہلے کہ جب یہ ہو کر رہنے والی گھڑی برپا ہوگی اس وقت کیا حالات ہوں گے، مختلف اقوام کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا، اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ قیامت پر ایمان انسان کی فلاح کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ انسان کی اصلاح کا دارومدار اسی عقیدہ پر ہے۔ جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاتے ہیں اس کی یاد میں بڑے ذوق و شوق سے محو رہتے ہیں۔ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے نزدیک عیش اور نفس کی تسکین ہی حیات کی آخری منزل ہے۔ وہ قدم قدم پر پھسلتے ہیں۔ ہر جرم کر گزرتے ہیں۔ قسم قسم کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود کو توڑتے ہیں۔ اس کا نتیجہ خدا کا غضب اور اس کا انجام کلی تباہی ہے۔ عاد و ثمود کی بربادی کا ذکر کیا اور وجہ یہ بتائی کہ وہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اسی لیے راہ راست سے بھٹک گئے۔

۵ القارعۃ: اس سے مراد بھی قیامت ہے۔ قرع کا معنی ہے ایک سخت چیز کو دوسری چیز سے کھٹکھٹانا۔ القرع: ضرب شیء صلب بشیء مثلہ۔ کیونکہ جب قیامت برپا ہوگی تو کائنات درہم برہم کر دی جائے گی۔ ستارے آپس میں ٹکرائیں گے اور ان کے ٹکرانے سے ہولناک آوازیں پیدا ہوں گی، اس لیے اس کو القارعۃ کہہ دیا۔ قیامت کے کئی نام ہیں: الطامۃ، الصاخۃ، الواقعۃ، القارعۃ وغیرہ۔ یہ نام قیامت کی مختلف صفات اور کیفیت پر دلالت کرتے ہیں۔

۶ ثمود اور عاد پر تفصیلی حواشی ضیاء القرآن سورۃ الاعراف نیز ضیاء القرآن سورۃ ہود اور الشعراء میں ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے ثمود کی ہلاکت کا ذکر

www.KitaboSunnat.com

فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ

اور عاد انہیں برباد کر دیا گیا ایک آندھی سے جو سخت سرد، بے حد تند تھی۔ اللہ نے مسلط کر دیا اسے ان پر مسلسل سات راتیں

وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ

اور آٹھ دن تک جو جڑوں سے اکھیڑ دینے والی تھی تو تو دیکھتا قوم عاد کو ان دنوں کہ وہ گرے پڑے ہیں گویا وہ

پہلے بتایا کہ قوم ثمود کو طاغیۃ سے ہلاک کیا گیا۔ یہ طغی سے مشتق ہے جس کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا۔ اس کی چنگھاڑ بھی تھی وہ شدت اور سختی میں تمام حدوں سے آگے نکل ہوئی تھی۔ اس لیے مختلف مقامات پر صیحۃ، رجفۃ، زلزلہ، صاعقۃ وغیرہ الفاظ ذکر ہیں جو اس کی مختلف حالتوں کو بیان کرتے ہیں ان میں کوئی تضاد نہیں۔

قوم عاد کو جس عذاب سے ہلاک کیا گیا اس کی تین صفات ذکر کی گئی ہیں۔ ریح صرصر، عاتیۃ۔ اور حسوما سے موصوف کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے معانی پر غور فرمائیے تاکہ اس عذاب کی ہولناکیوں کا آپ کچھ اندازہ کر سکیں۔ صرصر: قال الراغب: شدید البرد وقیل شدید الصوت۔ ریح صرصر اس آندھی کو کہتے ہیں جس کا معنی سخت ٹھنڈی ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ ہوا جس میں بہت شور ہو۔ عاتیۃ: عتوا استکبر وجاوز الحد۔ یعنی عاتیہ۔ عتا یعتو سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے تکبر کرنا، حد سے تجاوز کرنا۔ حسوما: علامہ راغب کہتے ہیں الحسم ازالۃ اثر الشیء یقال قطعتہ فحسمتہ ای ازلت مادتہ۔ وقولہ حسوما قیل حاسما اثرھم وقیل حاسما خبرھم (مفردات) یعنی کسی چیز کا نام و نشان مٹا دینا۔ کسی کے مادہ کو ہی اکھیڑ دینا۔ آیت میں اس کا معنی ہے کہ اس آندھی نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ ان کی خیر کے حروف کو کاٹ دیا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ ہولناک عذاب ایسی آندھی کی صورت میں نازل ہوا جو حد درجہ ٹھنڈی تھی اس میں حد سے زیادہ شور اور تندی اور سرکشی تھی جس نے ان کے تمام درختوں کو جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ ان کے پختہ مکانات کی بنیادیں اکھیڑ دیں اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا۔ یہ سلسلہ ایک پہر ایک دن نہیں رہا بلکہ پوری سات راتیں اور آٹھ دن آندھی کا طوفان چلتا رہا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی وہ تھمی اور نہ اس کی تندی میں کوئی کمی آئی۔ خود سوچئے اگر پانچ سات منٹ کی رفتار سے ایک گھنٹہ بھر طوفان چلے تو کیا تباہی مچاتا ہے اور جہاں آٹھ دن سات راتیں مسلسل ایسی تیز آندھی چلتی ہو گی کیا وہاں زندگی کا نشان تک بھی باقی رہا ہو گا۔ وہ سخت تنومند اور قد آور لوگ جو اپنا ثانی نہ رکھتے تھے جب ہوا کے تیز جھونکوں نے ان کے لمبے لمبے جسموں کو زمین پر دے مارا ہو گا تو ان کے تن اور جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں گی اور کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح بکھرے پڑے ہوں گے۔

صاحب لسان العرب نے حسوما کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: المتوالیۃ۔ وقال ابن سیدہ: اراہ المتوالیۃ فی الشر خاصۃ۔

یعنی حسوما کا معنی ہے لگاتار، مسلسل۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ وہ تسلسل جو برے اور شر انگیز امور میں ہو اس کو حسوما کہتے ہیں۔ اگر یہ معنی لیا جائے تو پھر حسوما کا تعلق لیالی اور ایاما سے ہو گا۔ یعنی یہ ٹھنڈی اور تند ہوا مسلسل سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ وَجَاءَ

تنے ہیں کھجور کے کھوکھلے تنے ۔ کیا تمہیں نظر آتا ہے ان کا کوئی باقی ماندہ فرد سے اور

فِرْعَوْنُ وَمَن قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُولَ

فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹائی جانے والی بستیوں کے باشندوں نے غلطی کا ارتکاب کیا شہ پس انہوں نے نافرمانی کی اپنے رب

رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ

کے رسول کی تو اللہ نے پکڑ لیا انہیں بڑی سختی سے شہ ہم نے جب سیلاب حد سے گزر گیا تو تمہیں کشتی میں

سے یعنی ان کی نسل ہی ختم کر دی گئی۔ سب کو کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ کیا تمہیں ان کی نسل کا ایک فرد بھی کہیں نظر آتا ہے۔

شہ اس آیت میں دو لفظ تشریح طلب ہیں۔ المؤتفکات اور الخاطئۃ۔ المؤتفکات جمع ہے۔ اس کا واحد مؤتفکۃ ہے جس کا معنی المنقلبۃ یعنی الٹ جانے والی۔ جب کوئی بستی الٹ دی جائے تو عرب کہتے ہیں ائتفکت البلدۃ باھلھا اذا انقلبت۔ اور اسی مادہ سے الافک ہے جس کا معنی جھوٹ ہے کیونکہ جھوٹ بھی حقیقت کو الٹ دیتا ہے۔ اس سے مراد قوم لوط کی وہ بستیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں: سدوم، عمورا، ادمہ، صبوئیم، صوغر۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر آگ اور گندھک کا مینہ برسایا، زمین سے لاوا ابلا اور لاوے نے انہیں ڈھانپ لیا۔ پھر یہ تمام بستیاں پانی میں ڈوب کر ایک جھیل کی شکل میں تبدیل ہو گئیں۔ اس کو آج بحیرہ مردار یا بحیرہ لوط کہتے ہیں۔ اسی کی تہ میں لوط کی وہ الٹائی ہوئی بستیاں ہیں جن پر مسلسل سات دن اور آٹھ راتیں آندھی چلتی رہی۔

الخاطئۃ۔ اگر یہ خطأ ثلاثی مجرد سے ہو تو اس کا معنی ہے جان بوجھ کر غلطی کرنا اور اگر اس کا باب افعال بنایا جائے تو اس کا معنی ہے بھولے سے غلطی کرنا۔ قیل خطئ اذا تعمد واخطأ اذا لم یتعمد۔ اسی لیے کہتے ہیں المخطی اسے کہا جاتا ہے جو کسی چیز کا ارادہ کرے لیکن اس سے غلطی ہو جائے اور خاطی اسے کہتے ہیں جو جان بوجھ کر نامناسب بات کا ارتکاب کرے۔ الخاطئۃ کیونکہ مصدر ہے اس لیے اس کا معنی گناہ ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں بالخاطئۃ: بالذنب العظیم۔ بہت بڑا گناہ۔

آیت کا معنی یہ ہوا کہ جب فرعون اور اس سے پہلے گزری ہوئی قومیں تھیں اور ان الٹائی ہوئی بستیوں کے مکینوں نے جان بوجھ کر بڑے سنگین گناہوں کا ارتکاب کیا تو ہم نے ان پر اپنا عذاب بھیجا۔

شہ مذکورہ بالا اقوام کی طرف اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھیجے ان لوگوں نے ان کی نافرمانی کی۔ ان کی مخلصانہ نصیحتوں کی پروا نہ کی تو یہ شوخی جب حد سے تجاوز کر گئی اور مہلت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک شدید عذاب جو اپنی شدت میں بہت بڑھا ہوا تھا نازل کیا اور ان کو تباہ کر دیا۔

رابیۃ: زائدۃ شدیدۃ، ربا یربو اذا زاد۔ ای شدیدۃ زائدۃ فی الشدۃ۔ (قرطبی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

میں سوار کر دیا۔ تاکہ ہم بنا دیں اس واقعہ کو تمہارے لیے یادگار اور محفوظ رکھیں اسے یاد رکھنے والے کان ؎

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَ

پھر جب پھونک ماری جائے گی صور میں ایک بار اور زمین اور پہاڑوں

الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

کو اٹھا کر دفعتہ چور چور کر دیا جائے گا ؎ تو اس روز ہونے والا واقعہ ہو جائے گا۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ

اور آسمان پھٹ جائے گا کہ وہ اس دن بالکل بودا ہوگا ؎۱۲ اور فرشتے اس کے کناروں پر

أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿۱۷﴾

کھڑے ہوں گے ؎۱۳ اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا ؎۱۴

؎ اس دعا کے نتیجہ میں جو طوفان آیا تو وہ سب غرق ہو گئے لیکن جو چند گنے چنے حضرت نوح پر ایمان لائے تھے وہ کشتی میں سوار ہو کر محفوظ بچ نکلے۔ اگرچہ اس کشتی میں سوار ہونے والے ایک محدود تعداد میں تھے لیکن ان کے اجداد کو بچا کر اللہ تعالیٰ نے صرف ان پر ہی احسان نہیں کیا بلکہ ان کی جو نسلیں آئندہ آنے والی تھیں سب پر یہ احسان فرمایا کیونکہ وہ ہلاک ہو جاتے تو آج کہاں سے پیدا ہوتے۔

؎۱۱ جب قیامت بپا ہوگی اور نظام عالم درہم برہم ہونے لگے گا تو اس کا آغاز ان قوتوں سے کیا جائے گا جب زمین اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑوں کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کر کے ہموار کر دیا جائے گا کوئی بلندی کوئی پستی کوئی ٹیلا کوئی گڑھا باقی نہ رہے گا۔ خلقت کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ دکا سے مراد ... یعنی زمین کی بلندیوں اور پستیوں کو ہموار کر دینا۔

؎۱۲ آسمان پھٹ جانے کا مطلب اس کی بندش کے ڈھیلا ہو جانے کا ہے کیونکہ واھیۃ الواھیۃ بالیۃ ... جیسے کوئی چیز بوسیدہ ہو کر پھٹ جاتی ہے ... ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

؎۱۳ فرشتے جو آج اپنے مقام پر ... آسمان کے کناروں پر ... جب آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا تو وہ کناروں پر سمٹ کر کھڑے ہو جائیں گے۔

؎۱۴ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تشریف فرما ہوگا اور فرشتے اسے اٹھائے ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ

وہ دن جب تم پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔ پس جس کو دے دیا گیا اس کا نامۂ عمل

بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي

دائیں ہاتھ میں تو وہ (فرطِ) مسرت سے کہے گا لو پڑھو میرا نامۂ عمل ۱۹ مجھے یقین تھا کہ میں

مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾

اپنے حساب کو پہنچوں گا ۲۰ پس وہ خوش نصیب پسندیدہ زندگی بسر کرے گا۔ عالیشان جنت میں۔

ضروری ہے کہ وہ کسی مکان میں سما سکے۔ عرش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے ہے کہ اس نسبت سے عرش کی شان بلند ہو نیز یہ مقام اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات کی جلوہ گاہ ہے۔ اضافۃ العرش الی اللہ تعالیٰ لتعظیمہ ولاختصاصہ بتجلی مخصوصۃ۔

کائنات علوی و سفلی میں جس قسم کے تصرفات ہو رہے ہیں انہی تدبیروں کا صدور جہاں سے ہوتا ہے ان سب کا مرکزی مقام ہے جسے عرش کہا جاتا ہے۔ جس طرح بادشاہ اپنے فرائض جہانبانی اپنے تخت پر بیٹھ کر انجام دیتا ہے اسی طرح عالم وجود میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا منبع اور مصدر یہ مقام ہے۔ اس لیے اسے عرش یعنی تختِ الٰہی کہا گیا ہے۔

آٹھ فرشتے اس کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے ان کے قد و قامت، ان کے جسم و ابدان کی شکل و وسعت کی تفصیلات پر ایمان لانے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ اس لیے ہم ان کی تفصیلات طے کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے فرمایا وہ حق ہے۔ جو کیفیت ہمارے علم کی رسائی سے باہر ہے ہم ان کو اس ذات کے علم کے سپرد کرتے ہیں جو علیم و خبیر ہے۔

۱۹ صالحین اور ابرار کو ان کا صحیفۂ عمل دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ یہ گویا اس امر کی علامت ہوگی کہ یہ لوگ جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا ہے۔ اس وقت ان کی مسرت و شادمانی کا کوئی اندازہ نہ لگا سکے گا۔ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے اور اپنے احباب اور اعزہ کو دعوت دیں گے کہ وہ ان کا صحیفۂ عمل خود پڑھ لیں تاکہ انہیں تسلی ہو جائے۔

ھاؤم اسم فعل ہے خُذُوا، لو پکڑو کے معنی میں ہے۔ کتابیہ، حسابیہ، سلطانیہ وغیرہ کے آخر میں ہا سکتہ کی ہے۔ وقف کریں گے تو پڑھیں گے۔ وصل کی حالت میں اس کی قرأت ساقط ہو جائے گی۔

۲۰ ظننت کا معنی علمت ہے یعنی میں خوب جانتا تھا۔ اپنے علم کا اظہار و کامل تیقن کہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے علم کا دعویٰ کرے۔ استعمال الظن بمعنی العلم بحضرۃ ذی الجلال علام الغیوب۔ عالیۃ رفیعۃ المرتبۃ۔

یعنی وہ جنت جس کی شان بڑی ارفع ہوگی۔ قطوفہا دانیۃ یعنی اس کے خوشے اونچے نہیں ہوں گے کہ ان کی دسترس سے باہر ہوں یا ان کو توڑنے میں انہیں زحمت اٹھانا پڑے بلکہ نیچے جھکے ہوں گے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے جس حال میں وہ ہوں گے ان کو تناول کر سکیں گے۔

www.KitaboSunnat.com

قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي

جس کے خوشے جھکے ہوں گے۔ (وہاں کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے یہ ان اعمال کا اجر ہے جو تم نے آگے بھیجے

الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ

بیتے ہوئے گزشتہ دنوں میں ۱۳؎ اور جس کو دیا جائے گا اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں وہ کہے گا اے

يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يَا لَيْتَهَا

کاش! مجھے نہ دیا جاتا میرا نامہ عمل۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش وہ

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي

موت نے ہی میرا قصہ پاک کر دیا ہوتا۔ آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی بھی

سُلْطَانِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي

ختم ہو گئی ۱۴؎ (حکم ہوگا) اسے پکڑو اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے دوزخ میں جھونک دو۔ پھر ایسی

۱۳؎ سلف اس چیز کو کہتے ہیں جو پہلے بھیج دی گئی ہو۔ السلف: المتقدم من الشیء یعنی جو اعمال صالحہ یہاں پہنچنے سے پہلے تم نے یہاں بھیج دیے ہیں۔

۱۴؎ لیکن جس شخص کو اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تڑپ اٹھے گا اور واویلا شروع کر دے گا یہ جملے اس کے انتہائی قلق اور رنج و ندامت کے آئینہ دار ہوں گے۔ اے کاش! مجھے میرا نامہ اعمال دیا ہی نہ جاتا۔ کاش! مجھے اپنے حساب کی خبر ہی نہ ہوتی۔ جو موت مجھے آئی تھی وہی میرا خاتمہ کر دیتی میرا قصہ پاک کر دیتی اور پھر زندہ ہونا نصیب نہ ہوتا۔ مجھے دوبارہ زندہ ہی نہ کیا جاتا۔ کہاں گئے میری دولت کے انبار، کہاں گئی میری حکومت و سلطانی، کہاں مر گئے میرے درباری۔ آج کوئی بھی میرے کام نہیں آیا۔ سلطانیہ سلطان و تسلط۔ یعنی میرا ملک اور اقتدار۔ سلطان کا ایک معنی دلیل اور برہان بھی ہے۔ اگر یہاں یہی معنی مقصود ہو تو آیت کا مطلب ہو گا کہ دنیا میں میری حجت بازیاں مسلّم تھیں۔ ہر مسئلہ پر میرا ذہن دلائل کے انبار لگا دیا کرتا تھا۔ میری زبان قینچی کی طرح تیز چلتی تھی۔ آج تو میرا ذہن ماؤف ہو گیا ہے۔ میری زبان گنگ ہو گئی ہے مجھے اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ

ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو ١١ بیشک یہ بدبخت ایمان نہیں لایا تھا

بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ

اللہ پر جو بزرگ و برتر ہے۔ اور نہ ترغیب دیتا تھا مسکین کو کھانا کھلانے کی ١٢ پس

لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾

آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔ اور نہ کوئی طعام بجز پیپ کے ١٣

ع ١

لَا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَا اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا

جسے کوئی نہیں کھائے گا بجز خطاکاروں کے۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں

لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

تم نہیں دیکھتے ١٤ بیشک یہ قرآن ہے ایک عزت والے رسول کا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔

١١ فرشتوں کو حکم ملے گا کہ اس کو پکڑو۔ اس کے گلے میں آہنی طوق ڈال دو اور اسے جہنم میں پھینک دو اور وہاں اسے ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ جس کا ہر حلقہ آپس میں کھینچا گیا ہے۔

١٢ بتایا جا رہا ہے کہ دوزخیوں کو یہ پاداش کیوں دی جا رہی ہے جو ان کی سزا دی جا رہی ہے۔ ایک تو یہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لایا تھا دوسرا یہ کہ بڑا کنجوس اور سنگدل تھا۔ خود تو اپنے گھر سے کسی کو کھانا کھلانے کی اسے کبھی توفیق نہ ہوئی مزید برآں اس نے کبھی کسی دوسرے کو بھی کسی غریب کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دی۔ صورت یہ تھی کہ اس کا دل بہت سخت تھا۔ ومن اقبح الاشياء بعد الكفر بالله تعالى واشنع الشنائع البخل وقسوة القلب۔ قرآن کریم انسان کی مادی اور روحانی ضروریات کی طرف یکساں توجہ دیتا ہے۔ اس نے جہاں بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی عبادت کرنے کی تاکید کی ہے وہاں فقراء و مساکین کی ضروریات زندگی کو مہیا کرنے کا بھی تاکیدی حکم دیا ہے۔

١٣ غسلین: صديد اهل النار۔ وہ پیپ جو دوزخیوں کے زخموں سے رس رس کر ایک جگہ جمع ہو گی سب سے گندی اور غلیظ جب بھوک سے مجبور ہو کر کھانے کے لئے کوئی چیز مانگیں گے تو انہیں یہ پیپ دی جائے گی۔ اس روز ان کا کوئی ہمدرد اور دوست نہیں ہو گا۔

١٤ کفار اس بات کا شدت سے انکار کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے بلکہ وہ یقین کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود گھڑ کر یا کسی سے سن کر ہمیں یہ کلام سناتے ہیں کیونکہ اس کلام کی فصاحت و بلاغت کا انکار وہ بھی نہیں کر سکتے تھے اس لئے کبھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾

لیکن تم بہت کم ایمان لاتے ہو ۴۲ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو۔

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ

بلکہ یہ نازل شدہ ہے رب العالمین کا۔ اگر وہ خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری

الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾

طرف منسوب کرتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم کاٹ دیتے اس کی رگ دل ۴۴

آپ کو شاعر کہتے اور کبھی کاہن۔ ان کے ان الزامات کی تردید قسم کھا کر کی جا رہی ہے۔ فرمایا جو چیزیں تم کو نظر آتی ہیں جن کا تم مشاہدہ کرتے ہو ان کی بھی قسم کھاتا ہوں اور جو چیزیں تمہیں نظر نہیں آتیں ان کی بھی قسم کھاتا ہوں یعنی ہر چیز کی قسم اٹھاتا ہوں خواہ اس کا تعلق عالم شہادت سے ہو یا عالم غیب سے۔ یہ قرآن نہ کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ کسی کاہن کا بلکہ ایک معزز و محترم رسول کا قول ہے۔ رسول کریم سے مراد حضور کی ذات مقدسہ ہے یہاں نام نہیں لیا بلکہ صفت رسالت کو ذکر کیا تاکہ پتہ چل جائے کہ آپ کی حیثیت پیغامبر کی ہے اور ہر امانت دار پیغامبر اپنا مقصد اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی پیغام نہیں دیتا بلکہ جس نے اسے بھیجا ہے جو پیغام اس کا ہوتا ہے وہی پہنچاتا ہے۔ اس لیے تمہارا یہ اصرار کہ آپ اپنی طرف سے جھوٹی باتیں گھڑ کر لوگوں کو سناتے ہیں بے جا تعصب اور ناروا ضد ہے۔ اس لیے اس کے بعد وضاحت فرما دی کہ تنزیل من رب العالمین یعنی رب العالمین کا کلام ہے کیونکہ حضور اپنی زبان مبارک سے اسے پڑھتے تھے اس لیے اسے حضور کا قول کہا گیا۔

۴۲ اس آیت کے آخری جملے قلیلا ما تؤمنون اور اگلی آیت کے آخری جملہ قلیلا ما تذکرون نے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس رسول کریم پر یا اس شاعر اور کاہن ہونے کی کوئی دور کی بھی مناسبت نہیں جس کے باعث تم اس غلط فہمی کا شکار ہو جاؤ۔ تم اسی چکر میں اس لیے پڑے ہو کہ تم ایمان نہیں لاتے اور تم نے کبھی غور و فکر سے کام لیا ہی نہیں۔ اگر تم میرے نبی کریم کی گفتگو اور پر فریب شاعروں کا مطالعہ کرو اور ان کی پاکیزہ معصوم زندگی اور بابرکت سیرت کا جائزہ لو تو پھر تم کبھی نہیں کہو گے کہ جس کے پاس یہ مبارک کلام ہے اس کا شاعر سے کوئی واسطہ نہیں۔ پھر تم کبھی انہیں کاہن نہ کہو کاہن کا سارا دھندا کذب بیانی اور دروغ گوئی کے بل بوتے پر چلتا ہے۔ اگر ایمان کی کوئی ہلکی سی شمع بھی روشن ہو جاتی اور دل و دماغ کی دنیا میں ایمان کی صبح طلوع ہو جاتی تو پھر تم جہالت سے یہ نہ کہتے کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام ہے۔

۴۴ اس آیت میں منکرین نبوت کی تاویل اور گمراہانہ دلیلوں کی طرف توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے یعنی جس کی نبوت کو ہم معجزات اور دلائل سے ثابت کر دیں وہ ہرگز ہرگز اپنے رب کے کلام میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑ سکتا۔ بفرض محال اگر وہ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرنے لگے تو یہ کوئی معمولی جرم نہیں جس کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ اس سے فوراً انتقام لیا جاتا بلکہ اس کی گرفت کی جاتی اور اس سنگین جرم میں بیکار گرا دیا جاتا تاکہ مقصد نبوت کا فوت نہ ہو جائے۔ کیونکہ نبی کی بات پر وثوق اور اعتماد ہی سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے

www.KitaboSunnat.com

فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ

پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا ۴۷ اور بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے

جو جنبش حال اگر ہمارا کوئی فرستادہ ایسی حرکت کرے۔ تو ادنیٰ توقف کے بغیر ہمارے انتقام کی تلوار بے نیام ہو جائے گی اور ان کا وتین (شہ رگ) اس کی رگ دل کاٹ کر رکھ دی جائے گی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی خدا کا بھیجا ہوا نبی بھی ایسی قبیح حرکت کرے تو غضب الٰہی اسے ایک لحظہ بھی مہلت نہیں دیتا' فوراً اس کی رگ گردن کاٹ کر رکھ دیا جاتا ہے۔

الوتین: یعرق فی القلب اذا انقطع مات صاحبہ (لسان العرب) عرق یتعلق بہ القلب اذا انقطع مات صاحبہ (مفردات) دل کی اس رگ کو وتین کہتے ہیں کہ اگر وہ کٹ جائے تو انسان اسی لمحہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ جب کٹ جائے تو انسان فوراً مر جاتا ہے۔ اس آیت سے مرزا قادیانی کے پیروکار استدلال کرتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب نبی نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتا تو اس ارشاد الٰہی کے مطابق اس کی رگ دل کاٹ دی جاتی اور اسے اسی وقت ہلاک کر دیا جاتا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا گیا اس لیے ثابت ہوا کہ وہ معاذ اللہ سچا نبی تھا۔ لیکن قتل کے پیمانہ اس آیت میں مذکور ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سزا اس جھوٹے شخص کے لیے نہیں جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو بلکہ اس کے لیے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سچا نبی بنا کر بھیجا ہو اور معجزات اور دلائل قطعیہ سے اس کی نبوت کی صداقت کو ثابت کیا ہو۔ اگر ایسا نبی کوئی غلط بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے گا تو اس کو یہ سزا ملے گی۔ اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ مرزا صاحب پہلے شخص تو نہیں جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی دجال آئے اور انہوں نے نبوت کا سوانگ رچایا۔ کیا مرزا صاحب اور ان کے حواری یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی رگ جان کاٹ کر انہیں ہلاک کر دیا گیا؟ ان کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا تو ان کی نبوت کی دلیل بن سکتی ہے۔ بلکہ تو خدا بننے کا بھی دعویٰ کرنے والے ہیں اور بڑے ٹھاٹھ سے انہوں نے اپنی زندگیاں گزاری ہیں۔ فرعون وغیرہ بیسیوں مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔

غیرت خداوندی اپنے مقربین سے اس قسم کی غلطی کو برداشت نہیں کرتی۔ جھوٹا تو پہلے ہی جھوٹا ہے۔ اس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جاتا البتہ اس کے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے دیگر دلائل سے کام لیا جاتا ہے۔ جب ہر شخص ساری عمر جھوٹا سمجھنے لگتا ہے۔ تَقَوَّلَ: افتعل وتکلف وتصنع فی القول۔ کسی پر بہتان باندھنا، آخ، من گھڑت بات کرنا۔ الاقاویل: الافتراءات۔ جمع اقاویل۔ بعض علماء کے نزدیک الیمین کے معنی قوت وقدرت ہے۔ اس صورت میں آیت یوں ہوگی۔ جن کا مطلب یہ ہوگا لاخذنہ بالیمین۔ یعنی ایسے مفتری کو ہم پوری قوت سے پکڑ لیں گے اور اگر الیمین کا معنی دایاں ہاتھ لیا جائے تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس مفتری کا دایاں ہاتھ پکڑ لیں گے تاکہ وہ بھاگ نہ سکے پھر اس کی رگ جان کاٹ دیں گے۔

۴۷ جب ایسے مفتری کو ہم یہ عبرت ناک سزا دینے لگیں تو تم میں سے کسی کی یہ ہمت و جرأت نہیں کہ آڑے آ جائے اور اسے ہمارے غضب سے بچا لے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ

بلاشبہ یہ نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض جھٹلانے والے ہیں۔ اور یہ بات باعث حسرت ہوگی

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

کفار کے لیے۔ اور بے شک یہ یقیناً حق ہے۔ پس (اے حبیب!) آپ تسبیح کیا کیجئے اپنے رب کے نام کی جو عظمت والا ہے۔

یہاں حق صفت ہے جسے موصوف الیقین کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اسی انه الیقین الحق یعنی یہ یقین سراسر حق ہے جس میں باطل کی ملاوٹ تک نہیں۔

اے حبیب! اپنے رب کی پاکی بیان کیا کرو جس نے آپ کو ان لاتعداد انعامات سے سرفراز فرمایا ہے۔ تمام انبیاء و رسل کا آپ کو سردار بنایا ہے۔ آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا ہے۔ آپ کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا ہے اور آپ کو ہر عیب اور نقص سے محفوظ رکھا ہے۔ جس رب نے آپ پر اتنے بڑے احسانات فرمائے ہیں وہ واقعی عظیم ہے۔ اس کی تسبیح کرنا، اس کی حمد کرنا، اس کا شکر بجا لانا آپ پر فرض ہے۔

اس ارشاد ربانی کی تعمیل میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی گزری اور بڑے شوق سے مشغول رہا کرتے۔ ساری ساری رات کھڑے ہو کر بیت قدوس کی حمد و تسبیح کیا کرتے یہاں تک کہ کھڑے کھڑے پاؤں مبارک سوج جایا کرتے۔ جب عرض کیا جاتا تو فرمایا کرتے أفلا أكون عبدا شكورا۔

○

سبحان ربی العظیم. سبحان ربی الاعلی. سبحان الله الملك الصمد. لا شريك له. له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير۔

والصلوة والسلام على حبيبه المصطفى ورسوله المرتضى وعلى آله قادة الورى واصحابه نجوم الهدى ومن تبعهم الى يوم الدين۔

فاطر السموات والارض انت ولي في الدنيا والآخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين۔

○

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورہ المعارج

نام: اس سورت کی تیسری آیت میں المعارج کا کلمہ ہے اسی کو اس سورت کا عنوان مقرر فرمایا۔ اس میں دو رکوع، چوالیس آیتیں، دو سو چوبیس کلمات، نو سو انتیس حروف ہیں۔

زمانۂ نزول: یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہ ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے۔

مضامین: اہل مکہ قیامت کے برپا ہونے کو ناممکن اور محال سمجھتے تھے۔ جب بار بار انہیں قیامت سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ استہزاء کہتے کہ حضور والا! آپ نے قیامت آئے گی، قیامت آئے گی کی رٹ لگا رکھی ہے اسے لے کیوں نہیں آتے تاکہ ہم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ قیامت کیسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس بیمار ذہنیت کی اصلاح فرما رہے ہیں کہ اے اہل مکہ! قیامت آئے گی ضرور آئے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی لیکن وقوع قیامت کوئی کھیل تماشہ نہیں کہ ادھر آپ نے فرمائش کی اور ادھر وقوع قیامت کا عمل شروع ہو گیا بلکہ یہ تو ایک بڑا ہولناک سانحہ ہو گا۔ آسمان پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اس کی ہولناکی اور دہشت سے ہر شخص تھر تھر کانپ رہا ہو گا۔ دوست بھائی، بیوی بچے، ماں باپ سب فراموش ہو جائیں گے ہر کسی کو اپنے نفس کی پڑی ہو گی۔ اس لیے تم نادان مت بنو قیامت تمہارے کہنے پر نہیں آئے گی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو وقت مقرر کر دیا ہے جب وہ وقت آئے گا تو قیامت خود بخود برپا ہو جائے گی۔

(۲) اسلامی نظام عبادات اور تعلیم اخلاق، انسان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو جس حیرت انگیز طریقہ سے دور کرتا ہے اس کا اظہار فرمایا جا رہا کہ انسان اپنی سرشت کے لحاظ سے بڑا بے صبرا اور حریص ہے۔ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو چلا اٹھتا ہے جب اسے نعمت دی جاتی ہے تو وہ کنجوس بن جاتا ہے۔ خود سوچیے جس انسان میں یہ عیب ہوں وہ قطعاً قابل احترام نہیں لیکن نماز، زکوٰۃ، قیامت پر ایمان، عفت و عصمت، امانت میں دیانت اور عہد کی پاسداری وغیرہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے انسان کی خامیاں دور ہو جاتی ہیں اور ان کے نقائص کی اصلاح ہو جاتی ہے جو انسانیت کے دامن پر بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے انسان میں انسانیت کا وہ حسن جمیل نظر آنے لگتا ہے جس کی وجہ سے یہ مسجود ملائک بنا اور اسے خلافت ارضی کی مسند پر متمکن کیا گیا۔

(۳) پھر فرمایا یہ کفار کس بات پر فخر و ناز کرتے ہیں ان کے اعمال بد کے باعث اگر ہم ان کو نیست و نابود کر دیں گے تو دنیا غیر آباد نہیں ہو جائے گی بلکہ ان کے قائم مقام ہم ایسے لوگ مقرر کر دیں گے جو اپنے حسن عمل سے عروس کائنات کے گیسوؤں کو سنوارنے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے ——— آخر میں پھر وقوع قیامت کے یقینی ہونے کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَّأَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۃ المعارج مکی ہے، یہ چوالیس آیتوں پر مشتمل ہے اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢

مطالبہ کیا ہے ایک سائل نے ایسے عذاب کا جو ہو کر رہے گا۔ وہ تیار ہے کفار کے لیے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ ۱

۱۔ سال کے دو معنی ہیں۔ پوچھنا، دریافت کرنا اور طلب کرنا، مانگنا۔ اگر پہلا معنی لیا جائے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایک پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ جس عذاب کا آپ ہر وقت ذکر کرتے رہتے ہیں وہ کن لوگوں پر نازل ہوگا۔ قرآن نے اس سوال کا جواب دیا کہ وہ کفار پر نازل ہوگا اور جب نازل ہوگا تو کوئی اس کو ٹال نہ سکے گا۔

اگر سال کا دوسرا معنی لیا جائے تو پھر اس میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ نضر بن حارث نے ایک دفعہ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی۔ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ۔ الٰہی! اگر جو کچھ یہ نبی کہتا ہے یہی حق ہے اور تیری طرف سے نازل ہوا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دوسرا دردناک عذاب نازل کر۔ اس آیت میں اس نابکار کی اس احمقانہ دعا کا ذکر ہے کہ وہ ہم سے دعائیں مانگتا ہے کہ اس پر عذاب نازل کیا جائے۔ وہ سن لے کہ جس عذاب کے لیے اس نے دعا مانگی ہے وہ بالکل تیار ہے۔ اسے اور اس کے جیسے کفار کو ضرور اس میں جھونکا جائے گا اور اس وقت دنیا کی کوئی طاقت اس عذاب کو ٹال نہ سکے گی لیکن ابھی نہیں، ابھی تو میرا محبوب تمہارے درمیان تشریف فرما ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے ہم عذاب نازل نہیں کریں گے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ۔ میرے رسول کو یہاں سے چلنے دو، پھر دیکھو تمہاری کیسی خبر لی جاتی ہے۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو دوسرے سال ہی بدر کی جنگ ہوئی اور یہ بری طرح قتل کر دیا گیا۔ اور بڑا عذاب تو قیامت کے دن ملے گا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک سوال کرنے والے نے ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ ہم اس پر عذاب اتاریں اور اس کو اس کے کفر و شرک کی سزا چکھائیں۔ لِّلْكٰفِرِيْنَ الآیۃ اس سائل کا جواب ہے اور لِلْكٰفِرِيْنَ کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے هُوَ أَيْ ذٰلِكَ الْعَذَابُ الْمَسْؤُوْلُ عَنْهُ مُهَيَّأٌ وَّمُعَدٌّ لِلْكٰفِرِيْنَ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا۔ (تفسیر المظہری) یعنی جس عذاب کے لیے اس نے دعائیں اور التجائیں کی ہیں وہ بالکل تیار ہے وہ ضرور انہیں چکھایا جائے گا لیکن اپنے وقت پر۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ اور جب وہ مقررہ گھڑی آ جائے گی تو دنیا کی کوئی طاقت اس عذاب کو ٹال نہ سکے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ

جو اللہ کی طرف سے ہے جو (رفعتوں کے) زینوں کا مالک ہے ۳؎ عروج کرتے ہیں فرشتے اور جبریل اللہ کی بارگاہ میں ۴؎

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا

یہ عذاب اس روز ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے ۵؎ (اے حبیب!) صبر کیجیے جو بہت

۲؎ یہ عذاب نازل کرنے والا کوئی کمزور اور ضعیف شخص نہ ہوگا جس کو وہ نیچا دکھا سکتے ہیں بلکہ یہ عذاب اللہ جل مجدہ کی طرف سے ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ جو معارج کا مالک ہے۔

معارج: عروج سے ہے۔ عروج کا معنی بلند ہونا، اونچا ہونا ہے۔ اس سے اسم آلہ معراج اور معیرج ہے۔ اس کی جمع معارج اور معاریج ہے۔ اس کا معنی ہے سیڑھیاں، زینے جن کے ذریعے انسان اوپر چڑھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں معارج سے مراد آسمان ہیں کیونکہ وہ بھی زینوں کی طرح ہیں۔ ہر ایک دوسرے کے اوپر ہے۔ قال ابن مسعود ذی المعارج ای ذی السموات یا معارج سے مراد وہ مراتب و مدارج ہیں جو فرشتوں کو عطا کیے گئے ہیں اور جب معارج کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد وہ شان اور وہ عظمت ہے جو اس کی ذات اقدس کے شایاں ہے۔

۳؎ الروح سے مراد جبریل امین ہیں۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ الروح سے مراد روح انسانی ہے جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور انبیاء و اولیاء کی ارواح مقدسہ مادی اور ظلمت کی پستیوں سے پرواز کر کے رب ذوالجلال کے حریم قرب میں نشیمن بنا لیتی ہیں۔ المراد بالروح روح البشر الذی هو من عالم الامر یعنی ارواح البشر من الاولیاء والانبیاء تعرج من خفض البدن والغفلة الی معارج القرب والحضور۔ (مظہری)

۴؎ اس کا تعلق واقع کے ساتھ ہے یعنی جس عذاب کے نزول کے بارے میں وہ دریافت کر رہے ہیں وہ ایسے دن میں واقع ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عن یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة ما اطول هذا الیوم۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے رسول کریم سے پوچھا گیا کہ وہ دن تو بہت طویل ہوگا جس کا طول پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

فقال علیہ الصلوٰة والسلام والذی نفسی بیدہ انه لیخفف علی المؤمن حتی یکون اخف علیه من صلوٰة مکتوبة یصلیها فی الدنیا

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ دن مومن کے لیے بڑا مختصر کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جتنا وقت فرض نماز کے ادا کرنے میں لگتا ہے اس سے بھی اسے مختصر معلوم ہوگا۔

اس میں کوئی الجھن نہیں۔ وقت کی مقدار ایک ہی ہوتی ہے لیکن کسی کے لیے وہ وقت ایک لمحہ کی طرح گزر جاتا ہے اور کسی کے لیے وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وقت بڑا طویل ہوتا ہے۔ قیامت کا دن تو یہی ہوگا لیکن اہل ایمان کو وہ بڑا مختصر معلوم ہوگا اور بعض مجرموں کو وہ ہزار سال کے برابر محسوس ہوگا اور جو سخت مجرم اور باغی ہوں گے انہیں پچاس ہزار سال جتنا لمبا معلوم ہوگا۔ علامہ آلوسی نے عرب کے شعراء سے اس پر استشہاد کیا ہے۔

من قصر الليل اذا زرتني اشكو وتشكين من الطول

جس رات تو مجھے ملاقات کا شرف بخشتی ہے اس میں تو شکوہ کرتا ہوں کہ یہ رات نہایت مختصر تھی اور تو اس کے طویل ہونے کی شکایت کرتی ہے۔

بعض نے تو اس سے مراد یہ پچاس ہزار سال لیے ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ پچاس ہزار کا عدد مقصود نہیں بلکہ محض اس کی طوالت کو بیان کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہی قول منقول ہے۔

تعرج الملائکۃ کی ایک اور تفسیر بھی بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن نہیں بلکہ اب بھی فرشتے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں سے احکام اور ہدایات حاصل کرتے ہیں اور نہایت قلیل وقت میں ان کی تنفیذ کے لیے اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہ مسافت جو وہ پلک جھپکنے میں طے کرتے ہیں اتنی طویل ہے کہ اگر انسان اپنی طبعی رفتار سے چلنا شروع کرے تو پچاس ہزار سال تک اسے پہنچتے پہنچتے لگ جائیں۔

قال محمد بن اسحاق لو سار ابن آدم من الدنيا الى موضع العرش سيرا طيبا لسار مسار خمسين الف سنة (مظہری)

علامہ پانی پتی اس کے بعد لکھتے ہیں:

ومن ههنا قالت الصوفية العلية ان مقام القلب الذي يحصل للصوفي بالجذب من الله تعالى بتوسط النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والمشائخ لو اراد واحد ان يحصل بالعبادات والرياضات من غير جذب من الشيخ فانما يحصل له في زمان كان مقداره خمسين الف سنة واذ المرء لا يعيش بقدر احد بل بقاء الدنيا الى هذه المدة فظهر ان الوصول الى الله تعالى من غير جذب منه تعالى بتوسط احد من المشائخ كما هو المعتاد او بلا توسط نبي يحصل كما يكون لبعض الاويسيين من الافراد محال والله المستعان۔

ترجمہ: اسی لیے صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ فنائے قلب کا مقام صوفی کو صرف اللہ تعالیٰ کی کشش اور جذب سے حاصل ہوتا ہے اور یہ جذب و کشش حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مشائخ کے توسط سے حاصل ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص شیخ کامل کی توجہ کے بغیر صرف مجاہدوں اور ریاضتوں سے اس مقام تک پہنچنا چاہے تو اس کے لیے پچاس ہزار سال کا عرصہ درکار ہے اور اتنی عمر کسی کی ہو نہیں سکتی۔ اس سے یہ بات آشکارا ہو گئی کہ پیر کامل کی توجہ کے بغیر کسی کا اس مقام پر فائز ہونا محال ہے۔ واللہ المستعان (مظہری)

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ تَكُونُ

خوبصورت ہمیشہ کفار کو تو یہ بہت دور نظر آتا ہے ۔ لیکن ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں ۔ جس روز آسمان

السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْأَلُ

پگھلی ہوئی دھات کی مانند ہو گا اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے ۔ اور کوئی جگری دوست کسی

حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ

جگری دوست کا حال نہ پوچھے گا ۔ وہ انہیں دکھائے جائیں گے ۔ تمنا کرے گا مجرم کاش! بطور فدیہ دے سکتا

کفار کی اس قسم کی باتیں محض بلاق اڑانے اور حضور کے دل رحیم کو ملول کرنے کے لیے ہوتی تھیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اے حبیب! ان نادانوں کو ہرزہ سرائی کرنے دیجیے ۔ آپ ان کی پروا نہ کریں اور ملول و رنجیدہ خاطر نہ ہوں ۔ صبر سے کام لیں اور صبر بھی وہ جو صبر جمیل ہے کہ صاحب ولاک کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے ۔ لبوں پر حرفِ شکایت نہ آئے ۔ صبر جمیل کا مفہوم حضرت ابن عباس سے یہ بیان کیا گیا ہے ۔ لا شکوی فیہ الی الغیر اللہ تعالیٰ (روح المعانی)

کفار عذابِ قیامت کو بعید خیال کرتے ہیں ۔ یعنی قیامت کا وقوع بہت بعید ہے ۔ اس کی تاریخ کا ابھی کسی کو علم نہیں اور بعید کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ اسے ناممکن اور محال سمجھتے ہیں ۔ جب قیامت کا وقوع ان کے نزدیک خلافِ عقل اور ناممکن ہے تو عذاب بھی محال و ناممکن ہو گا ۔ ای بعیدا عن الامکان (روح المعانی) عن الامکان او مستبعد فی العقل محالاً ۔ ہم اسے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں ۔ اس کا برپا ہونا یقینی ہے اور بہت قریب ہے ۔ جو چیز آنے والی ہو وہ قریب ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے ۔

مُہل کہتے ہیں پگھلی ہوئی دھات کو جیسے تانبا یا چاندی ہو ۔ المذاب من النحاس ۔ نیز اس کا دوسرا معنی تیل کی تلچھٹ بھی ہے ۔ دردی الزیت ۔

اس روز آسمان کے مختلف رنگ ہوں گے ۔ اس کے رنگوں کے اختلاف کو مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ۔ العِھن ، وہ اون جو مختلف رنگوں سے رنگی ہوئی ہو ۔ الصوف المصبوغ الوانا ۔ کیونکہ پہاڑوں کے رنگ گونا گوں ہوتے ہیں اس لیے ان کو عہن سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ الحمیم : القریب الذی تھتم بامرہ و تصدیق ۔ اس وجہ سے دوست کو حمیم کہتے ہیں بلکہ جگری دوست جس کا تجھے از حد خیال رہتا ہے ۔ اس روز کسی حالت سے آپ بے پروائی اور بے رخی اختیار نہیں کر سکتا

یہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کی موجودگی سے بے خبر ہوں گے کہ انہیں پتہ نہ چلے گا کہ ان کے جانی دوست پر کیا بیت رہی ہے بلکہ سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے ۔ آنکھوں کے سامنے درگت بن رہی ہو گی لیکن ہر شخص اپنے بارے میں اتنا متفکر ہو گا کہ

www.KitaboSunnat.com

عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيلَتِهِ

آج کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ۔ اپنی بیوی کو ۔ اپنے بھائی کو ۔ اپنے خاندان کو جو (ہر مشکل میں)

الَّتِي تُـْٔوِيهِ ﴿۱۳﴾ وَمَن فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ۖ اِنَّهَا

اسے پناہ دیتا تھا اور (دے دے) ان سب کو جو زمین میں ہیں تاکہ پھر (یہ فدیہ) اس کو بچا لے ہرگز نہیں [۱۰] یقیناً وہ

لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ

آگ کا شعلہ ہے [۱۱] جو اتار دے گی کھال کو [۱۲] وہ بلائے گی اس کو جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور منہ موڑا [۱۳] اور مال جمع کرتا رہا پھر

فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

اسے سنبھال سنبھال کر رکھتا رہا۔ بے شک انسان بہت تھڑدلا پیدا ہوا ہے [۱۴] جب اسے تکلیف پہنچے تو

کسی کو دوسرے سے پرسشِ حال کا ہوش ہی نہیں ہوگا۔

۹ بلکہ اس دن ہر مجرم یہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کی گلو خلاصی ہو جائے، اسے نجات مل جائے اور اس مقصد کے لیے اگر اسے
اپنا بیٹا، بیوی، بھائی اور اپنا خاندان بھی فدیہ کے طور پر دینا پڑے تو دے دے گا۔

۱۰ لیکن کسی کو وہ اپنے لیے قربانی کا بکرا نہ بنا سکے گا۔

۱۱ اِنَّهَا کی ضمیر کا مرجع آگ بھی ہو سکتی ہے اور جہنم بھی۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ ایسی آگ ہوگی جس کے شعلے بھڑک رہے
ہوں گے۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ جہنم جس کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

۱۲ شوی جمع ہے۔ اس کا واحد شواۃ ہے۔ سر کی کھال کو بھی کہتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں اور دیگر اطراف جسم
جن پر ضرب لگنے سے انسان کی موت واقع نہیں ہوتی ان کو بھی شوی کہا جاتا ہے اور انسان کی ساری ظاہری کھال کو بھی شوی کہتے ہیں
يقال الشواة ظاهر الجلد۔ (تاج العروس) علامہ قرطبی نے نزاعة للشوی کا یہ معنی بھی لکھا ہے تفري اللحم والجلد عن العظم حتی
لا تترك منه شيئا یعنی آگ انسان کے گوشت اور پوست کو ہڈیوں سے ادھیڑ دے گی۔

۱۳ آگ ان لوگوں کو بلائے گی اور کہے گی۔ اِلَيَّ يَا مُشْرِكُ، اِلَيَّ يَا مُنَافِقُ۔ اے مشرک! کہاں بھاگے جا رہے ہو ادھر آؤ۔ اے
منافق! کہاں بھاگے جا رہے ہو ادھر آؤ۔

۱۴ یہ چند آیات ۱۹ تا ۳۵ آپ کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔ یہاں بڑی وضاحت سے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے
کہ اسلام نے عبادات کا جو نظام اپنے ماننے والوں کے لیے تجویز کیا ہے وہ محض پوجا پاٹ اور بے مقصد رسومات نہیں بلکہ انسان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصلاح اور تربیت سے دُور کا واسطہ بھی نہ ہو بلکہ یہ وہ انقلاب آفریں پیغام ہے جو انسان کی صرف تربیت ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی سرشت تک جو عیب اور کمزوریاں ہیں، ان کا بھی قلع قمع کر دیتا ہے اور اسے ایسی خوبیوں اور کمالات سے مزین کرتا ہے کہ وہ اپنے لیے، اپنے خاندان کے لیے، اپنی قوم کے لیے اور اپنے ملک کے لیے باعث صد عزت و افتخار بن جاتا ہے۔ اس کے دم سے حق کا بول بالا ہو جاتا ہے، ایمان و یقین کی دولت سے دکھی انسانیت کے تمام مصائب میں کمی آجاتی ہے۔ وہ جدھر بھی خیر و برکت بن کر گزر جاتا ہے مسرتوں کے پھول کھل جاتے ہیں، خوش حالی کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں، بے کسوں اور بے بسوں کو نئی زندگی، نئی امنگ مل جاتی ہے۔ آیئے ہم ان نورانی آیتوں میں غور کریں اور ان کے دامن میں رحمتوں، برکتوں کے جو خزانے مستور ہیں ان کا مشاہدہ کریں۔

پہلے مشکل الفاظ کی تشریح کیجئے: ھَلُوعًا: الحریص علی ما لا یحل له، قاله مقاتل۔ وضیق القلب۔ قال عطیہ عن ابن عباس تفسیرہ ما بعدہ۔ یعنی وہ حریص جو حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر مال سمیٹنے میں مشغول رہتے ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں کہ اس کا معنی تنگ دل ہے۔ عطیہ نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی اگلی دو آیتوں میں بتا دیا گیا ہے۔

جَزُوعًا: جزع سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ضد الصبر، قلیل الصبر۔ یعنی بہت جزع فزع کرنے والا

مَنُوعًا: الضنین بالمال۔ سخت کنجوس، سخت بخیل۔

اب ان تینوں آیات کو دوبارہ پڑھیے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی سرشت میں تین عیب ہیں۔ ایک تو وہ حریص اور کم ظرف ہے۔ ایسی چیزوں کو بھی ہڑپ کرنے کے لیے بے تاب رہتا ہے جو اس کے لیے حلال نہیں ہوتیں۔ اس کی کوششیں ہر قیمت پر دولت سمیٹنے کے لیے وقف رہتی ہیں۔ خواہ دولت رشوت سے، لوٹ کھسوٹ سے ملے، چوری ڈاکہ زنی سے ملے، قوم کی نظریاتی اساس کو مشکوک کرنے سے ملے یا قوم و وطن سے غداری کرنے سے ملے، وہ باز نہیں آتا۔ ایسے لالچی کو عربی میں ھَلُوع کہا جاتا ہے۔ دوسرا نقص اس میں یہ ہے کہ وہ جَزُوع ہے، بہت گھبرا جانے والا۔ جب مصائب کی گھٹا اس کی زندگی کے افق پر نمودار ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، اوسان خطا ہو جاتے ہیں، امید کی کوئی کرن اس کو نظر نہیں آتی۔ تیسرا نقص یہ ہے کہ وہ سخت کنجوس، سخت بخیل ہے۔ کسی ملی یا قومی مقصد کے لیے، کسی نادار و فقیر کی امداد کے لیے ایک دمڑی بھی خرچ نہیں کرتا۔

اب خود سوچیے کہ جس شخص میں حرص اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو کہ وہ حلال و حرام کی تمیز سے بھی کام نہ لے، جو مصیبت کے وقت اپنے اوسان خطا کر بیٹھے اور مایوس ہو کر اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر ڈال دے یا جب وہ دولت مند و مالدار ہو تو کنجوس، مکھی چوس بن جائے تو کیا ایسے شخص کا وجود اپنے ملک و قوم کے لیے باعث ننگ و عار نہیں ہوتا۔ اس سے اس کی بستی والے بھی نفرت کرتے ہیں، اس کے گھر والے بھی اس سے بیزار ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی وبال بن جاتا ہے۔

ایسی فطری کمزوریوں کا پیکر جب اسلام کی تعلیمات کو اپناتا ہے، حضور ﷺ کے ارشادات پر عمل پیرا ہو جاتا ہے، جب زندگی کے روز و شب کو قرآن کریم کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے ہمت سے اس آفتاب ہدایت سے نور لیتا ہے تو اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ وہ حریص نہیں رہتا، قانع ہو جاتا ہے۔ اس کا دل غنی ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں سیر ہو جاتی ہیں۔ مصائب کے تند و تیز طوفان جب اس سے آ کر ٹکراتے ہیں تو استقلال کی چٹان کی مانند مضبوط پاتے ہیں۔ ان حالات میں اس کی امید کا چراغ اور زیادہ ضیا بار ہو جاتا ہے۔ بڑے حوادث سے بھی گھبراتا نہیں بلکہ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَّإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ

سخت گھبرا جانے والا اور جب اسے دولت ملے تو بہت بخیل بجز ان نمازیوں کے [۱۱] جو

هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

اپنی نماز پر پابندی کرتے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں مقررہ

مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ

حق ہے سائل کے لیے اور محروم کے لیے [۱۲] اور جو تصدیق کرتے ہیں روز

وقت اس کی خفتہ توانائیاں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں۔ وہ ان سے ذرا بے نیاز ہو کر بگھرے شیروں کی طرح ان پر جھپٹتا ہے۔ اور جب اس پر خوشحالی کا دور آتا ہے تو یہ محتاجوں اور مسکینوں کو ڈھونڈ کر ان کی امداد کرتا ہے۔ وہ کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ جب تک وہ کسی کی تکلیف کو دور نہ کر دے اسے چین نہیں آتا۔

یہ وہ تبدیلی ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے نظام عبادات پر عمل کرنے سے انسان میں رونما ہوتی ہے۔ ہماری شومئی قسمت ملاحظہ ہو کہ آج کا مسلمان اس بابرکت پروگرام کو اپنے لیے ایک ناقابل برداشت بوجھ، ایک نا روا پابندی اور ایک غیر دلچسپ مصروفیت سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ فطری کمزوریاں جو کل تھیں اور جن کی آیت سے اسلام نے ہمارے قلب و نظر کو پاک کیا ہے۔

اب آیئے! اس نظام عمل کا مطالعہ کریں جو ہمارے خالق و مالک نے ان آیات میں ہمیں عطا فرمایا ہے۔

[۱۱] ان کمزوریوں سے وہ لوگ نجات پا لیتے ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے وقت صمیم قلب سے سب کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں۔ دائیں بائیں ان کی نظر نہیں اٹھتی۔ وہ اس کیفیت میں ڈوبے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہیں۔ ان کی حرکات و سکنات بلکہ دل کے احساسات کو بھی وہ دیکھ رہا ہے۔ انا الفراء من طلب الحامہ دوام الخضوع۔ ابوالخیر کہتے ہیں کہ ہم نے عقبہ بن عامر سے دریافت کیا کہ کیا اس آیت میں دائمون کا معنی پابندی سے نماز ادا کرنا ہے۔ انہوں نے کہا یہ معنی نہیں بلکہ اس کا مطلب کسی کی طرف التفات نہ کرنا ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ اپنی نگاہ اپنی سجدہ گاہ پر مرکوز رکھے۔ حضور نے حضرت انس کو فرمایا یا انس اجعل بصرک حیث تسجد، اپنی نگاہ اس جگہ رکھو جہاں تم سجدہ کرتے ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ نظر کو اپنی سجدہ کی جگہ پر مرکوز رکھنے سے حضور قلب حاصل ہوتا ہے اور خطرات سے نجات ملتی ہے۔

[۱۲] وہ مال کو اپنی ذات کے لیے مخصوص نہیں کرتے بلکہ انہوں نے اس میں ایک خاص حصہ مقرر کر رکھا ہے جو وہ سائلوں اور محروموں کو دیتے ہیں۔ سائل سے مراد مانگنے والا، محروم سے مراد وہ شخص ہے جو باوجود ضرورت مند ہونے کے بوجہ خودداری کسی سے مانگ نہیں سکتا اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کر سکتا۔ یعنی ان لوگوں کو ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے۔ وہ رات کے اندھیروں میں ان کے گھر جاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝

جزا کی ۱۸؎ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ہمیشہ ڈرنے والے ہیں ۱۹؎

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں ۲۰؎ اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت

حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

کرنے والے ہیں ۲۱؎ بجز اپنی بیویوں کے یا اپنی کنیزوں کے تو ان پر

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

کوئی ملامت نہیں۔ البتہ جو خواہش کریں گے ان کے علاوہ تو وہی لوگ حد سے

الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

بڑھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کی پاسداری کرتے ہیں ۲۲؎

ہیں اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپ چھپ کر ان کی امداد کرتے ہیں۔

۱۸؎ یہ لوگ اس زندگی کو آخری زندگی خیال نہیں کرتے بلکہ ان کا ایمان ہے کہ قیامت کے روز انہیں دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا اور ان سے ان کے اعمال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

۱۹؎ وہ نیکیاں کرتے ہیں لیکن اس پر نازاں نہیں ہوتے۔ ہر وقت اپنی کوتاہیوں کا احساس کر کے اپنے رب کی ناراضگی سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

۲۰؎ وہ جانتے ہیں کہ ان کے رب کے عذاب کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ غیر مامون کا ایک اور معنی بھی کیا گیا ہے ای لا ینبغی لاحد ان یامن عذابہ عز و جل۔ یعنی وہ کتنے ہی نیکوکار بن جائیں وہ اپنے آپ کو اپنے رب کے عذاب سے امن میں نہیں سمجھتے بلکہ اس کی بے نیازی سے ہر لحظہ ڈرتے رہتے ہیں۔

۲۱؎ جو اپنے دامن عفت پر داغ نہیں پڑنے دیتے۔ جو اپنے گوہر عصمت کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں۔

۲۲؎ جو امانتیں ان کے سپرد کی جاتی ہیں وہ اس میں خیانت نہیں کرتے۔ امانتوں سے مراد یہاں ہر قسم کی امانتیں ہیں۔ ہمارے اعضاء، ہمارے ہوش و حواس، ہماری عقل اور ہماری زندگی سب خدا کی امانتیں ہیں۔ ان کو اس کے حکم کے مطابق صرف کرنا دیانت داری ہے اور ان کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرنا بد دیانتی اور خیانت ہے۔ اگر حکومت نے کوئی ذمہ داری کسی کو سونپی ہے تو اس کو [illegible]

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَائِمُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

اور جو لوگ اپنی گواہیوں پر ثابت قدم رہنے والے ہیں ۲۲ اور جو لوگ اپنی نمازوں کی

يُحَافِظُونَ أُولٰٓئِكَ فِي جَنّٰتٍ مُّكْرَمُونَ فَمَالِ الَّذِينَ

حفاظت کرتے ہیں ۲۳ یہی لوگ مکرم (ومحترم) ہوں گے جنتوں میں ۲۴ پس ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ

كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ

آپ کی طرف ٹکٹکی باندھے بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ ایک گروہ دائیں طرف سے اور دوسرا گروہ بائیں طرف سے ۲۵

أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ كَلَّا

کیا طمع کرتا ہے ان میں سے ہر شخص کہ (ایمان وعمل کے بغیر) نعمتوں بھری جنت میں داخل کیا جائے ۲۶ ہرگز نہیں۔

کے مطابق انجام دینا بھی اسی میں داخل ہے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا تو وہ خائن ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے کوئی زیور، کوئی سامان بطور امانت اس کے پاس رکھا ہے تو اس کی نگہبانی کرنا اور حسب طلب اس کو بغیر کمی بیشی کے واپس کر دینا، یہ بھی اسی میں داخل ہے اور جو یہ نہیں کرے گا وہ بھی بددیانت اور خائن ہوگا۔

عہد سے بھی ہر وہ عہد مراد ہے خواہ بندے کا اپنے رب سے کوئی وعدہ ہو یا کسی دوسرے انسان سے، اس کا ایفا بھی از حد ضروری ہے۔

۲۲ یعنی جو گواہیاں ان کے ذمہ ہیں انہیں ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں۔ کسی کا خوف، کوئی لالچ، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انہیں سچی گواہی دینے سے باز نہیں رکھتی۔

۲۳ جو لوگ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے وقت نہیں پڑھتے۔

۲۴ ان خوبیوں سے جو لوگ آراستہ ہیں ان میں وہ فطری کمزوریاں باقی نہیں رہتیں، ان کا وجود سب کے لیے باعث رحمت و برکت بن جاتا ہے۔ انہیں اعمال حسنہ کے باعث وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کو بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

۲۵ کفار جب حضور کریم کو کہیں بیٹھے ہوئے دیکھتے تو دائیں بائیں سے جتھے کے جتھے بھاگے چلے آتے اور ٹکٹکی باندھ کر حضور کو دیکھنے لگتے لیکن ان کی یہ سرگرمی دعوت حق سننے کے لیے نہیں بلکہ مذاق اور دل لگی اڑانے کے لیے ہوا کرتی۔ حضور کے ارد گرد جمع ہو کر طرح طرح کے آوازے کستے اور پھبتیاں کستے۔

مهطعين: اى مسرعين مقبلين بابصارهم عليك ... عزين: جماعات متفرقة ...

۲۶ اور گروہ در گروہ جمع ہو کر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اگر یہ شخص اور اس کے ساتھی مسلمان جنت میں گئے تو ہم ان سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گے ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ

ہم نے انہیں پیدا کیا ہے اس (مادہ) سے جس کو وہ بھی جانتے ہیں ۳۹ پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ

إِنَّا لَقَادِرُونَ ﴿٤٠﴾ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ

ہم یقیناً قدرت رکھتے ہیں کہ ان کے بدلے میں ان سے بہتر لوگ لے آئیں ۴۰ اور ہم ایسا کرنے

بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

سے عاجز نہیں ۴۱ سو آپ رہنے دیجئے انہیں کہ وہ فضول باتیں کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ ملاقات کریں اپنے اس دن

ہوں گے اگر ان کو اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت سے نوازا تو ہم پر وہ اپنی نعمتوں کا مینہ برسائے گا۔ ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ نہ تم ایمان لائے اور نہ نیک عمل کیے، اس پر یہ خوش فہمیاں کہ تمہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

این خیال است و محال است و جنوں

۳۹ ان کی تخلیق کس انوکھے مادہ سے نہیں ہوئی، جس کے باعث انہیں ایمان و عمل کے بغیر جنت میں داخل ہونے کا حق پہنچتا ہے۔ ایک ہی مادہ ہے جس سے سب کی تخلیق ہوئی ہے۔ غریب و امیر، رذیل و شریف سب مساوی ہیں۔ اگر دوسرے لوگوں کو جنت میں داخل ہونے کے لیے ایمان و عمل کی ضرورت ہے تو تمہارے لیے بھی اس کے بغیر چارہ نہیں۔

آیت کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کس حقیر سے حقیر چیز سے وجود میں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے سامنے اکڑ جاتے ہیں حالانکہ انہیں خوب علم ہے کہ ان کو ایک قطرہ آب سے پیدا کیا گیا ہے۔

۴۰ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو شاید یہ غلط فہمی ہے کہ دنیا کی رونق اور آبادی ان کے دم قدم سے ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو گلستان ہستی اجڑ جائے اور اس پر خزاں کا عالم طاری ہو جائے۔ فرمایا کہ ہم اپنی ذات کی قسم کھاتے ہیں جو مشارق و مغارب کا پروردگار ہے کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں تباہ و برباد کر دیں اور تم سے کہیں زیادہ بہتر کسی قوم کو تمہارا جانشین بنا دیں جو قوت، زیادہ دلیری، جرات، علم اور عمل کی دولت سے مالا مال ہو، میری وحدانیت پر ایمان رکھتی ہو اور میرے رسول مکرم سے دلی محبت رکھتی ہو جن کے حسن عقیدہ اور نیک عمل کی برکت سے ہر طرف بہار ہی بہار آ جائے۔

مشارق، مشرق کی جمع ہے، مغارب، مغرب کی جمع ہے۔ چونکہ ہر روز طلوع کا مشرق و مغرب بدلتا رہتا ہے اس لیے جمع کے صیغے استعمال کیے۔

۴۱ مسبوق اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی مد مقابل پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل جائے۔ یہ عجز و کمزوری کی علامت ہے۔ فرمایا ہم عاجز و مجبور نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا

جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ۴۱ جس روز نکلیں گے (اپنی) قبروں سے جلدی جلدی گویا وہ دوڑتے

كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ

جا رہے ہیں استھانوں کی طرف دوڑتے ہوئے ۴۲ جھکی ہوں گی ان کی آنکھیں چھا رہی ہو گی ان پر

۲ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

ذلت ۴۳ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

۴۱ اے حبیب! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ انتہائی خلوص کے ساتھ ان کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے کی کوشش فرمائی۔ یہ پھر بھی باطل سے چمٹے رہنے پر بضد ہیں تو آپ فکرمند اور رنجیدہ کیوں ہوں۔ ان کو چھوڑیئے، اپنی خرافات میں غرق رہیں اور اپنی زندگی کی قیمتی ساعتیں کھیل کود میں برباد کرتے رہیں یہاں تک کہ موت کا فرشتہ ان کو ان کی یہاں سے روانگی کا اعلان کر دے اور پھر انہیں قیامت کے روز قبروں سے نکال کر اپنا حساب دینے کے لیے حاضر کر دے۔

۴۲ روز قیامت قبروں سے ان کے نکلنے کا منظر بیان ہو رہا ہے جب صور پھونکا جائے گا تو قبروں سے فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے۔ [illegible] جیسے [illegible] اپنی منزل کی طرف دوڑے [illegible] اپنے بتوں کے استھانوں کی طرف بڑی تیزی اور وارفتگی سے دوڑا کرتے تھے [illegible] ان کو [illegible] کریں۔

۴۳ ان کی نگاہیں [illegible] شرم و ندامت کے مارے آنکھیں جھکی ہوں گی اور چہروں پر رسوائی اور ذلت کی [illegible]

الٰہی! [illegible]

تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام اور تیرے پاک [illegible]

کی سعادت [illegible] اور تیرے حبیب کی شفاعت نصیب ہو۔

فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ ربنا

اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین

وصحبہ المکرمین ومن احبہ وتبعہ الی یوم الدین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۂ نوح

نام: اس سورت کا نام نوح ہے کیونکہ اس میں نوح علیہ السلام کی مساعی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی آیات کی تعداد ۲۸، یہ دو سو چوبیس کلمات اور نو سو ننانوے حروف پر مشتمل ہے۔

زمانۂ نزول: یہ بھی ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کو تباہ کرنے سے پہلے اس کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کوئی نذیر بھیجا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ یونہی بے خبری میں کسی کو ہلاک نہیں کر دیا جاتا۔

نوح علیہ السلام کی دعوت کے تین ستون ہیں۔ ۱۔ اللہ وحدہ کی عبادت۔ ۲۔ تقویٰ اور پرہیزگاری۔ ۳۔ اپنے نبی کی اطاعت۔ انہی اصولوں پر تمام اقوامِ عالم کی فلاحِ دارین کا انحصار ہے۔

نوح علیہ السلام نے جس خوبصورتی سے اپنے فرائضِ نبوت کو ادا کیا اس کی تفصیلات آپ آیات ۵ تا ۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ نے صرف آخرت کی نجات کا راستہ ہی اپنی قوم کو نہیں دکھایا بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ اگر تم میری دعوت کو قبول کر لو گے تو تم دنیا میں بھی خوشحال ہو جاؤ گے۔ تمہارے بنجر بیابانوں میں باغات لہلہانے لگیں گے۔ تمہارے خشک نالوں میں نہریں رواں ہو جائیں گی۔ تمہیں اولادِ نرینہ بکثرت دی جائے گی۔ بروقت بارشیں ہوا کریں گی۔ قحط اور خشک سالی کا جو خوف ہر وقت تمہارے اعصاب پر سوار رہتا ہے اس سے نجات مل جائے گی۔

پھر آپ نے اپنی قوم کے رئیسوں کی عیاریوں کا ذکر کیا کہ وہ خود بھی اس دین کو قبول نہیں کرتے۔ اس کی وجہ تو ظاہر ہے کہ اس دین کی تعلیمات ان کے مفاد سے ٹکراتی تھیں وہ کیسے زکوٰۃ دیں، عیش و ٹھاٹھ سے وہ کیسے دستکش ہو جائیں، مے نوشی اور رقص و سرود کو کس طرح درہم برہم کر دیں۔ لیکن وہ غریبوں اور عوام کو بھی نوح علیہ السلام کے نزدیک نہیں آنے دیتے تھے اور اس کے لیے بڑی بڑی عیاریاں اور مکر کرتے تھے۔ ان کے خیر اندیش اور ناصحِ مشفق بن کر انہیں نصیحتیں کرتے کہ اے عوام! اے طاقت و قوت کے حقیقی سرچشمو! اے ملک کے اصلی حکمرانو! اس نوح سے بچنا، اس کے دام میں نہ آنا یہ تمہیں تمہارے دیوتاؤں سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ خبردار ایسا ہرگز نہ کرنا ہم صرف تمہاری خیر خواہی کے لیے تمہیں مشورہ دے رہے ہیں۔ یہ ڈرامہ ہر زمانہ میں کھیلا جاتا رہا ہے۔ اور جنہوں نے بچنا ہو وہ بچتے رہتے ہیں۔

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک شب و روز جلوت و خلوت میں ان کو دعوتِ حق دیتے رہے۔ یہ حوصلہ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اتنا صبر پیغمبر ہی کو نصیب ہوتا ہے لیکن جب ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے بددعا کی کہ الٰہی! ان سب کو غرق کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ رہنے دے۔

آخر میں اپنے لیے اور اپنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور سب کی بخشش کے لیے دامن پھیلاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سورۃ نوح مکیۃ ۷۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم آیاتها ۲۸ رکوعها ۲

سورۃ نوح مکی ہے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ

بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف ۱ (اور فرمایا اسے نوح!) بروقت خبردار کرو اپنی قوم کو اس سے پہلے

أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾

کہ نازل ہو جائے ان پر عذاب الیم۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں تمہیں صریح طور پر ڈرانے والا ہوں ۲

۱۔ تورات کی کتاب پیدائش باب پانچ آیات ۳ تا ۲۹ میں حضرت نوح علیہ السلام کے احوال درج ہیں۔ اس میں آپ کا نسب نامہ درج ہے:

نوح بن لمک بن متوشلح بن حنوک بن یارد بن مہلل ایل بن قینان بن انوس بن سیت بن آدم۔

اس طرح نوح آپ حضرت آدم سے دسویں پشت میں ہیں۔ علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے بھی حضرت نوح کو دسویں پشت میں شمار کیا ہے اور آپ کے آباء کے ناموں میں برائے نام فرق ہے۔ نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ وهو ادریس بن یرد بن مهلائیل بن قینان بن شیث بن آدم علیهم السلام۔ قال وهب کلهم مؤمنون۔ وہب کہتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام مومن تھے۔

قتل عمد کی ابتدا تو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہی سے ہو چکی تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد ان میں نفاق پھیل گیا۔ لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت نوح کے عہد تک شرک و کفر، ظلم و ستم اور بدکاریوں کی انتہا ہو گئی۔ دل اتنے سخت ہو گئے، مزاج اتنے بگڑ گئے، عقلیں اتنی مسخ ہو گئیں کہ حضرت نوح علیہ السلام تقریباً پچاس سال کم ساڑھے نو سو سال تک انہیں صبح و شام سمجھاتے رہے، خلوتوں اور جلوتوں میں انہیں دعوت حق دیتے رہے لیکن گنتی کے چند آدمیوں کے سوا کسی نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ ان کا عناد اور بڑھ گیا۔

حضرت نوح آپ کی تبلیغی مساعی، قوم کی معاندانہ روش کا ذکر آپ پہلے بھی کئی مقامات پر پڑھ چکے ہیں۔ یہ ساری سورت آپ کے حالات پر مشتمل ہے۔ غور فرمائیے جب طبیعتیں بگڑ جاتی ہیں تو اصلاح کی کوششیں کیسے ناکام ہو جاتی ہیں۔ پہلی آیت میں نوح علیہ السلام کو ان کے فریضۂ نبوت سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ آپ اٹھیے اور اپنی قوم کے پاس تشریف لے جائیے اور انہیں بتائیے کہ ان کی بے ایمانی اور کفر و شرک کے باعث وہ عذاب الٰہی کے سزاوار ہو گئے ہیں لیکن ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اب بھی اگر وہ آنکھیں کھولیں اور اپنی غلط روش سے باز آ جائیں تو ان کی بخشش کی امید کی جا سکتی ہے۔

۲۔ میں تمہیں عام فہم الفاظ میں اور کھلے کھلے انداز میں ڈرانے والا بن کر آیا ہوں تاکہ تم ڈر جاؤ اور توبہ کرو۔

www.KitaboSunnat.com

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ

کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس سے ڈرو اور میری پیروی کرو ۳؎ وہ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ ۴؎

وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ

اور مہلت دے گا تمہیں ایک مقررہ میعاد تک۔ بلاشبہ اللہ کا مقرر وقت جب آجاتا ہے تو اسے مؤخر نہیں کیا جاسکتا ۵؎

لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾

کاش! تم (حقیقت کو) جان لیتے ۶؎ نوح نے عرض کی اے میرے رب! میں نے دعوت دی اپنی قوم کو رات کے وقت بھی اور دن کے وقت بھی

۳؎ میری دعوت کے تین بنیادی اصول ہیں۔ (۱) اللہ کے ساتھ شرک چھوڑ دو۔ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔ اس سے تمہارے عقائد درست ہو جائیں گے۔ توہمات اور وسوسوں سے تمہاری عقلیں آزاد ہو جائیں گی اور جب نور توحید سے تمہارا سینہ وادی ایمن بن جائے گا۔ (۲) میری دعوت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ تم تقویٰ کو اپنا شعار بنالو۔ جب تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے تو فسق و فجور کی غلاظتوں سے تمہارا دامن پاک ہو جائے گا۔ ظلم و ستم، لوٹ کھسوٹ، جھوٹ اور غیبت، خود غرضی اور بے دردی کا تمہارے معاشرے میں نام و نشان ہی باقی نہ رہے گا۔ خود سوچو اس طرح تمہارے معاشرے میں کتنی خوش آئند تبدیلی رونما ہوگی۔ (۳) میری دعوت کا تیسرا اصول یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ تمہارے رب نے مجھے مرشد و رہنما کر کے بھیجا ہے۔ اگر تم میرے نقش قدم پر چلو گے تو منزل مراد تک پہنچ جاؤ گے۔ جب تم مجھے اپنا ہادی اور پیشوا تسلیم کرلو گے تو تم میں انتشار اور طوائف الملوکی کے بجائے ہم آہنگی اور اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ تم ایک منظم اور متحد ملت کی طرح آن و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرسکو گے۔

۴؎ میری دعوت کو قبول کرنے کا یہ صلہ بھی تمہیں ملے گا کہ تمہارے سابقہ سارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور ان گناہوں کے باعث جو عذاب مقرر ہے تم پر نازل ہوا چاہتا تھا وہ ٹل جائے گا اور تمہاری مہلت کو لمبا کر دیا جائے گا۔

۵؎ جب کوئی قوم اپنے نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیتی ہے اور اسے غور و فکر کرنے کے لیے جو مہلت دی گئی ہو وہ ختم ہو جاتی ہے اور مشیت ایزدی اس قوم کو تباہ کر دینے کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہے تو پھر کوئی طاقت اس فیصلہ کو مؤخر نہیں کرسکتی۔

۶؎ اگر یہ حقیقت تم پر آشکارا ہو جائے تو تم مہلت کے ان قیمتی لمحات کو ضائع نہ کرو بلکہ فوراً توبہ کرلو۔

۷؎ نوح علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو برا بھلا کہا جاتا، طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے، افترا و بہتان کے طوفان اٹھائے جاتے حتیٰ کہ آپ کو مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا۔ آپ بے ہوش ہو جاتے تو آپ کو کسی مکان میں بند کر دیا جاتا لیکن اس جور و جفا کے باوجود پیکر اخلاص ہمدرد انسانیت ان ناہنجاروں کی اصلاح میں لگا رہا۔ بارگاہ الٰہی میں ان کے لیے دعائیں مانگتا رہا۔ آپ ان کو شب و روز تبلیغ کرتے۔ عام اجتماعوں میں بلند آواز سے انہیں وعظ فرماتے۔ جب وہ اپنی خلوت گاہوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ وہاں جا کر راز دارانہ طور پر انہیں سمجھاتے۔ ان کو گمراہیاں چھوڑنے کی تلقین کرتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ دو چار سال نہیں نو صدیاں بیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىٓ إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّى كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ

تو میری دعوت کے باعث ان کے فرار (و نفرت) میں ہی اضافہ ہوا۔ اور جب بھی میں نے انہیں بلایا تاکہ تو ان کو بخش دے

جَعَلُوٓا أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا

تو ہر بار انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں ؎ اور اپنے اوپر لپیٹ لیے اپنے کپڑے اور اڑ گئے (کفر پر)

وَٱسْتَكْبَرُوا ٱسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّى دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّىٓ

اور پہلے درجہ کے مست تکبر بن گئے۔ پھر بھی میں نے ان کو بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر انہیں

أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ

کھلے بندوں بھی سمجھایا اور چپکے چپکے بھی انہیں (نصیحت) کی۔ پس میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک

إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم

بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ برسائے گا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش۔ اور مدد فرمائے گا تمہاری

گئیں ان میں حق پذیری کے آثار نمایاں ہونے کے بجائے ان کی ہٹ اور تعصب میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا گیا۔ جب آپ ان کو ایمان لانے کی دعوت دیتے تو آپ کے پیچھے پڑ جاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے رب کے حضور عرض کرتے ہیں الٰہی ان کو سمجھانے میں میں نے دن رات ایک کر دیا کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن جتنا میں ان کو تیری طرف کھینچتا ہوں اتنا ہی وہ اس سے دور بھاگتے ہیں اور ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

؎ جب میں ان کو وعظ کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو یہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ میری آواز ہی نہ سنائی دے اور اپنے آپ کو اپنے کپڑوں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ میری شکل ہی نہ دیکھ سکیں یا منہ پر چادر ڈال کر گزر جاتے ہیں تاکہ میں ان کو پہچان کر ان کو تلقین نہ کروں۔ الٰہی یہ کفر پر مصر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ فیصلہ کھلے لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ تم خواہ تمام دلائل پیش کرو ہم کفر کو نہیں چھوڑیں گے۔

ان کا اپنے رسول کے ساتھ انتہائی تکبر تھا وہ کہتے ہم آپ کو اپنا پیشوا کیسے تسلیم کریں کمین اور رذیل قسم کے لوگ آپ کے مرید ہیں کسی قابل شخصیت نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی اگر آپ کی ملت اچھی ہوتی تو آپ کی دعوت کو پہلے ہم قبول کرتے کیا ان کنگلوں کے پاس بیٹھنا بھی ہماری توہین ہے۔ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ۔ (الشعراء: ۱۱۱)

؎ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اگر تم سچے دل سے توبہ کر لو گے تو صرف تمہاری آخرت ہی نہیں سنورے گی بلکہ دنیا بھی سنور جائے گی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

اموال اور فرزندوں سے ۔ ۱؎ اور بنا دے گا تمہارے لیے باغات اور بنا دے گا تمہارے لیے نہریں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم پروا نہیں کرتے اللہ کی عظمت و جلال کی ۲؎ حالانکہ اس نے تمہیں کئی مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے ۳؎ کیا تم نے

بروقت بارشیں برسیں گی۔ قحط سالی کا تمہیں کوئی اندیشہ نہ رہے گا۔ کھیت لہلہائیں گے، باغات پھلوں سے لد جائیں گے، تمہارے مال و دولت میں برکت ہوگی اور اللہ تعالیٰ
۱؎ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ تمہارے اموال میں بھی کثرت ہوگی، تمہیں خوبصورت، تندرست اور توانا فرزند عطا کیے جائیں گے۔ مال و دولت اور بیٹوں کی کثرت
ہی نہیں بلکہ تمہیں سرسبز و شاداب باغات عطا کیے جائیں گے اور ان کی سیرابی کے لیے نہریں بہتی ہوں گی۔ بتاؤ تمہیں اور کیا چاہیے۔
سورۂ ہود کی آیت ۵۲، سورۂ اعراف کی آیت ۹۶، سورۂ مائدہ کی آیت ۶۶ اور آیت ۵۴ اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری بجا لاتی ہے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر استغفار کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی مالی حالت بھی بہتر بنا دیتا ہے۔ امام شعبی سے منقول ہے کہ حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استسقاء کے لیے نکلے اور صرف استغفار کر کے واپس چلے آئے اور زور دار بارش برسنے لگی۔ صحابہ نے کہا کہ آپ نے بارش کی دعا
تو کی ہی نہیں پھر بارش کیسے آگئی۔ آپ نے جواب دیا لقد طلبت المطر بمجاديح السماء التي يستنزل بها المطر ثم قرأ استغفروا
ربكم۔ میں نے بارش آسمان کے ان ستاروں کے ذریعہ طلب کی ہے جن کے باعث بارش اترتی ہے۔ پھر یہ آیتیں پڑھیں۔ معلوم ہوا کہ استغفار
بھی نزول بارش کا ذریعہ ہے۔
تفسیر قرطبی میں ہے کہ امام حسن بصری کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے قحط سالی کی شکایت کی۔ آپ نے اسے فرمایا استغفر اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت
طلب کرو۔ ایک اور آدمی آیا اس نے تنگدستی کی شکایت کی۔ اس کو بھی یہی جواب دیا۔ تیسرا آیا اس نے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی، اس کو بھی یہی جواب دیا۔
ایک اور آدمی آیا اس نے عرض کیا کہ میرا باغ خشک ہو گیا ہے۔ آپ نے اسے بھی یہی جواب دیا۔ ربیع بن صبیح نے کہا کہ مختلف لوگوں نے مختلف حاجتیں پیش کیں اور آپ نے
سب کو ایک ہی جواب دیا۔ حسن بصری نے کہا کہ میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نوح میں فرمایا ہے استغفروا ربکم انہ
کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انھارا۔ (قرطبی)
۲؎ جب اس بات کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو آپ انہیں سرزنش فرمانے لگے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر کوئی معمولی آدمی تمہارے
پاس آئے تو تم اٹھ کر اسے سلام کرتے ہو۔ اگر کسی علاقہ کا کوئی سردار آ جائے تو اس کی بڑی تعظیم و احترام کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی ذات ہے جس کا
تمہیں کوئی لحاظ نہیں جس کی تمہیں کوئی پروا نہیں جس کی مخالفت کا تمہیں کوئی خوف نہیں۔ بلکہ بڑی ڈھٹائی سے تم اس کا مذاق اڑاتے ہو۔ ما لکم لا ترجون
للہ وقارا۔ یعنی تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کی تم پروا نہیں کرتے۔ قطرب کہتے ہیں کہ حجازی لغت میں اس کا یہی معنی ہے۔ "وقار"
عظمت اور یہ عرب بولتے ہیں لم ارج، لم ابال۔ (قرطبی) وقار: عظمت۔
۳؎ اطوار کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کئی مرحلوں سے گزارا اور پھر اس شکل و صورت میں آراستہ کر کے پیدا کیا۔ قال ابن عباس

www.KitaboSunnat.com

تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ

نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے پیدا کیا ہے سات آسمانوں کو تہ بہ تہ ۱۴ اور بنایا ہے چاند کو

فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ

ان میں روشنی اور بنایا ہے سورج کو درخشاں چراغ - اور اللہ نے تم کو زمین سے

الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ

عجب طرح اگایا ہے ۱۵ پھر لوٹائے گا تمہیں اس میں اور اس سے تمہیں دوبارہ نکالے گا - اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

بنا دیا زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھا ہوا ہے تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو ۱۶

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ

نوح نے عرض کی اے میرے پروردگار! انہوں نے میری نافرمانی کی ۱۷ اور اس کی پیروی کرتے رہے جس کو نہ بڑھایا اس کے مال اور

اطوارا ای نطفۃ ثم علقۃ ثم مضغۃ الی تمام الخلق بعد طور الی تمام الخلق۔ اور بعض نے اس کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ پہلے تم بچے تھے پھر جوان ہوئے پھر بوڑھے ہو گئے پھر وقت آیا کہ تم کمزور ہو گئے۔ وقیل الاطوار صبیانا ثم شبابا ثم شیوخا وضعفاء۔ الاطوار کا ایک معنی یہ بھی بتایا گیا ہے۔ مختلف الالوان والاقسام کوئی تندرست کوئی بیمار کوئی بینا کوئی نابینا کوئی غنی کوئی فقیر۔ قرطبی۔ وقیل الاطوار ای انواعا صحیحا وسقیما وبصیرا وضریرا وغنیا وفقیرا (قرطبی)

۱۴ انسانی زندگی کے مختلف مراحل بیان کرنے کے بعد قدرت، حکمت اور ربوبیت کے جو آثار جلوہ فرما ہوتے ہیں ان کے تذکرے کے بعد تبدیلی کی طرف متوجہ کیا فرمایا ذرا سات آسمانوں کو دیکھو، نور برسانے والے چاند کو دیکھو، منبع نور آفتاب عالمتاب کو دیکھو کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے اس کے بعد بھی کسی اور دلیل کی ضرورت ہے

۱۵ انسان کی تخلیق، موت اور بعثت کی طرف متوجہ کیا۔

۱۶ اللہ تعالیٰ کے ایک اور احسان کا ذکر فرمایا کہ رب کریم نے زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور اس میں بڑے کشادہ راستے بنا دیے ہیں جن پر چل کر تم با آرام منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو۔ سُبُل، سبیل کی جمع ہے اور فجاج، فج کی۔ الطریق الواسعۃ وقیل الفج المسلک بین الجبلین۔ یعنی اس کا معنی کشادہ راستہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو فج کہتے ہیں

۱۷ الٰہی! جسے تو نے ان کا رسول اور ہادی بنا کر بھیجا تھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ کسی پس و پیش کے بغیر میری اطاعت کرتے اور دنیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ

اولاد نے بجز خسارہ کے (کچھ نہ بڑھایا)۔ اور انہوں نے بہت بڑے مکر و فریب کیے ٹلے اور (سرداروں نے) کہا کہ اپنے

اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَ

معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا ٹلے اور نہ ہی ود اور سواع کو (چھوڑنا) اور نہ یغوث، یعوق اور

اور آخرت کی سعادتوں سے مالا مال ہو جاتے۔ لیکن انہوں نے میری تو ایک بھی نہ مانی اور ایسے بدبخت اور بدکار رئیسوں کو اپنا پیشوا بنا لیا جو مال اور اولاد کی کثرت کے باعث تکبر سے مغرور ہو چکے تھے اور ساتھ ہی عیش و عشرت میں بسر کرتے اور اپنے گناہوں کو دن بدن بڑھاتے چلے جاتے تھے۔

ٹلے یہ رئیس لوگ خود ہی گمراہ اور بدکار نہ تھے بلکہ وہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ عوام بھی حضرت نوح سے برگشتہ رہیں اور ان کے دین کو قبول نہ کریں۔ انہیں یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ اگر عوام نے حضرت نوح کے دین کو قبول کر لیا تو ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ ان کے گرد و پیش اور حلقوں کا اگر شعور بیدار ہو گیا اور خدا کے ساتھ ان کا رابطہ قائم ہو گیا تو وہ ان کی غلامی کا طوق اتار کر دور پھینک دیں گے۔ اس خطرے کے سدباب کے لیے وہ ہر قسم کے مکر و فریب سے کام لیتے۔ ایسی ایسی چالیں چلتے کہ بھولے بھالے عوام لوگ ان میں پھنس جاتے۔ کبھی کہتے نوح ہماری طرح ہی ایک بشر ہے۔ اس پر کیسے وحی نازل ہو گی (الاعراف:۶۳) کبھی کہتے اس کے مرید رذیل قسم کے لوگ ہیں کوئی کام کا آدمی تو ان کے دام میں نہیں آیا۔ کیا قوم کے بڑے بڑے رئیس، تاجر اور چودھری سب احمق ہیں اور یہی گنتی کے لوگ ہی اتنے سیانے واقع ہوئے ہیں کہ انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا (ہود:۲۷) کبھی کہتے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہوتا تو کسی معصوم فرشتے کو بناتا (المومنون:۲۴) کبھی کہتے کہ نوح نے نبوت کا دعویٰ محض اپنی ریاست قائم کرنے کے لیے اور تمہارا لیڈر بننے کے لیے کیا (المومنون:۲۴) یہ اور اس قسم کی کئی بے سروپا باتیں وہ بڑے جوش و خروش سے کیا کرتے اور اکثر لوگ ان کے اس دام فریب میں پھنس جاتے۔ کُبّار اور کبیر ہم معنی ہیں۔ وقیل کُبّار ابلغ من الکبیر (قرطبی)

ٹلے یعنی ان کے رئیس لوگ عوام کو یہ نصیحت کرتے کہ نوح کی باتوں سے متاثر ہو کر اپنے معبودوں کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ خصوصاً جو بڑے بڑے معبود ہیں ان کی عقیدت پر تو ہرگز حرف نہ آنے دینا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ نوح علیہ السلام کے عہد کے یہ پانچ بت یا دیوتا تھے جن کی پرستش بڑے دھوم دھام سے کی جاتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے صدیوں اپنی قوم کو سمجھایا کہ یہ بے جان بت کچھ کر نہیں سکتے ہیں لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل ذکر آپ پہلے کئی مقامات پر پڑھ چکے ہیں اور اس سورت میں بھی یہی سبب ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ ان بتوں کی حقیقت کیا تھی جنہیں انسان نے کیوں انہیں معبود تسلیم کر لیا۔ اس ضمن میں ہمارے علمائے اہل تحقیق کے نزدیک دو نظریے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ صالحین تھے جن سے عقیدت اختیار کی اور ان کی اعتقاد تھا کہ ان کا احترام اور عبادت ... اور دوسرا قول یہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کا تعلق اس مادی دنیا سے بھی ہے اور اسی تعلق کی بنا پر یہاں سارے تغیرات ولادت، موت، صحت، بیماری، فتح، شکست، عزت، ذلت وغیرہ رونما ہوتے ہیں جب ان کے ذہن میں یہ عقیدہ راسخ ہو گیا تو وہ ان کی عبادت کی طرف راغب ہوئے لیکن یہ اجرام ان کی رسائی سے بالاتر تھے ان میں سے بیشتر ان کی آنکھوں سے اوجھل تھے اس لیے انہوں نے ان کے ناموں پر بت بنا کر سامنے رکھ لیے تاکہ ان کے ذکر و تصور کی وہاں تک رسائی ہو سکے چنانچہ اس طرح بت پرستی معرض وجود میں آئی اور پھر ان کی عبادت شروع ہو گئی۔ مذاہب باطلہ میں سے سب سے قدیم مذہب انہی صابئین کا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پانچ بت جن کی پرستش حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوتی تھی بعض ستاروں کے نام ہوں یا دیوتاؤں کے ناموں پر یہ اصنام تراشے گئے ہوں۔ نسر تو ایک ستارے کا نام ہے۔ ایک کو نسر الواقع اور دوسرے کو النسر الطائر کہتے ہیں۔ اشوریین جو نوح علیہ السلام کے بعد آئے ان کے ایک معبود کا نام نسروخ یعنی نسر عظیم تھا۔ ان کا ایک ہیکل ان کے دارالحکومت نینوا میں تھا جس کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔

اصنام پرستی کی دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب ان میں بعض ایسے لوگ پائے جاتے جو کمالات، شجاعت، قوت، علم یا اخلاق حسنہ میں عام لوگوں کی سطح سے بہت اونچے تھے تو عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے کہ ان میں تدریجاً الوہی خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں اس لیے ان سے یہ مافوق البشر اعمال صادر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے مجسمے تراش لیے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔

کتب تفسیر میں ایسی روایات بھی مذکور ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے ود، سواع وغیرہ بہت پارسا اور عبادت گزار۔ جب یہ انتقال کر گئے تو لوگوں پر ان کی جدائی بڑی شاق گزری۔ انہیں ان کی موت کا از حد صدمہ پہنچا۔ کیونکہ یہ لوگ انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نیکی کی دعوت دیتے تھے خود بھی سراپا نیکی و عبادت تھے۔ ان کے نورانی چہروں کو دیکھ کر اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر انہیں خدا کی یاد آتی تھی چنانچہ کسی کے مشورہ سے بعض نے کہا ہے کہ مشورہ دینے والا ابلیس تھا وہ انسانی شکل میں ان کے پاس گیا تھا انہوں نے ان کی تصویریں بنا لیں تاکہ ان کی تصویروں کو دیکھ کر دلوں کو سکون ملے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا جذبہ بیدار ہو۔ جب تک پہلی پشت کی نسلیں تھیں تو اسی حالت پر گزریں لیکن جب کافی عرصہ گزر گیا تو بعد میں آنے والی نسلوں نے ان کے اصل مقصد کو بھلا دیا اور شیطان بھی وہاں سے اغوا کرنے پہنچا۔ انہیں ان کو اپنا معبود سمجھ لیا اور ان کی عبادت شروع کر دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا غضب طوفان کی صورت میں نمودار ہوا اور یہ اور ان کے بت خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔

اس طوفان سے صرف وہی لوگ بچے جو آپ کے سفینہ میں سوار تھے اور جو توحید پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ جب پھر کافی عرصہ گزر گیا تو سابقہ گمراہیاں دوبارہ عود کر آئیں حتیٰ کہ بت پرستی کی رسم بھی شروع ہو گئی۔ بعد میں آنے والی نسلوں نے اپنے آباؤ اجداد سے یہ سن رکھا تھا کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ مشہور دیوتا تھے جن کے یہ نام تھے۔ ان لوگوں نے اپنے جذبہ مذہب پرستی کی تسکین کے لیے نئے بت تراشے اور انہیں ان پہلے دیوتاؤں کے ناموں سے موسوم کر دیا۔

عرب میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز کرنے والا عمرو بن لحی بن قمعہ تھا۔ یہ ان لوگوں سے متاثر ہوا اس سے تین صد پچاس سال کی طویل مدت کے بعد کعبہ کی تولیت پانچ سو سال تک اس کے اور اس کی اولاد کے قبضہ میں رہی۔ اور اس نے بت پرستی کو رواج دینے میں اپنی پوری کوششیں صرف کر دیں۔ کعبۃ اللہ جس کو حضرت خلیل علیہ السلام نے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا اسی بیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾

نسر کو۔ اور انہوں نے گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو۔ (الٰہی!) تو بھی ان کی گمراہی میں اضافہ کر دے ۱۹

مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم

اپنی خطاؤں کے باعث انہیں غرق کر دیا گیا ۲۰ پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا گیا ۲۱ پھر انہوں نے نہ پایا اپنے لیے

کے زمانے میں بت خانہ بنا۔ عرب کے مختلف قبائل کے ہاں یہ بت تھے۔ ان میں سے بعض بتوں کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ ان کے علاوہ اور بھی بت بھی تھے جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔

چنانچہ بنو کلب کے بت کا نام ود تھا جس کا معبد دومۃ الجندل میں تھا۔ قریش کا بھی ایک بت تھا جس کو وہ ود کہا کرتے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی بنو کلب والا بت ہے اور اس کا لفظ ود، واؤ مضموم سے کرتے تھے۔ یہ ہو سکتا ہے یہ ان کا نیا بت ہو اور اس کے مقابلے کے لیے انہوں نے بنایا ہو۔

سواع: یہ بھی ایک بت کا نام تھا جو پہلے ہذیل کے پاس تھا اور وہاں سے منتقل ہو کر قبیلہ ہمدان کے پاس آیا۔ وہ رہاط کے مقام پر نصب تھا۔ لوگ دور دراز سے اس کا حج کرنے آتے تھے۔ یغوث: یہ مراد کا بت تھا ان کے پاس سے یہ بنی غطیف کے پاس آیا۔ اس کا استھان جرف سبا میں تھا۔ یعوق: یہ کنانہ کا بت تھا۔ نسر: حمیر کے قبیلہ کی ایک شاخ آل ذی الکلاع کا معبود تھا۔ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان سب کی شکلیں انسانی نہیں بلکہ مختلف تھیں۔ ود کا بت مرد کی شکل کا تھا۔ سواع ایک عورت کا مجسمہ تھا۔ یغوث کی شکل شیر کی تھی۔ یعوق گھوڑے کا ہم شکل تھا اور نسر عقاب کی صورت پر تھا۔ سب مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے تھے۔

علم الاصنام ابن الکلبی کی طرح خرافات کا پلندہ ہے۔ توہمات و تخیلات کا مجموعہ جتنا اس کو کھنگالنے کی کوشش کروں اتنا ہی الجھتا چلا جاتا ہے۔ قارئین کے ذوق تجسس کی تسکین ہو جائے تو شاید یہ چند سطور کام دے سکیں۔

۱۹ یہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کا تتمہ ہے۔ عرض کرتے ہیں کہ الٰہی! ان گمراہ رئیسوں نے تیری مخلوق کو گمراہ کیا اور سادہ لوح لوگوں کو کثیر تعداد میں بہکا دیا ہے وہ ان کی طرح بہک گئے ہیں۔ الٰہی! ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ کر کہ سخت سے سخت ترین عذاب کے مستحق قرار پائیں۔ ان کی سزائیں دوسرے متکبروں اور شریروں کی خوب تربیت کریں۔

۲۰ ان کی خطاؤں کے باعث ان کو غرق کر دیا گیا۔ اگرچہ ان کے گناہوں کی فہرست بڑی لمبی ہے لیکن سرِفہرست شرک ہے۔ یہی ان کا وہ گناہ تھا جس کے باعث وہ دوسرے گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے گئے اور انبیاء و صالحین نے ان کو باہر نکالنے کی جس قدر بھی کوشش کی انہوں نے اسے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

۲۱ اُدْخِلُوا پر فا ملاحظہ ہو۔ یہاں ترتیب اور تعقیب پر فا دلالت کر رہی ہے کہ پہلے کلام کے بعد ہوا اور اس کے بعد فوراً ہوا یہ فا استعمال ہوئی ہے یعنی ان کے غرق ہونے کے بعد فوراً ان کو انہیں آگ میں ڈال دیا گیا۔ اسی سے اہل سنت عذاب قبر پر استدلال

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ

اللہ کے سوا کوئی مددگار ۲۸ اور نوح نے عرض کی اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ

کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا ۲۹ اگر تو نے ان میں سے کسی کو چھوڑ دیا تو وہ گمراہ کردیں گے تیرے بندوں کو اور

لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ

نہیں جنیں گے مگر ایسی اولاد جو بڑی بدکار، سخت ناشکر گزار ہوگی ۳۰ میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے والدین کو

کردئے ہیں کیونکہ اگر یہاں مقصود یہ ہوتا کہ قیامت کے روز ان کو داخل جہنم کیا جائے گا تو فادخلوا کی بجائے ثم ادخلوا ہوتا۔
علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ہی نار البرزخ والمراد عذاب القبر۔ ومن مات فی ماء او نار او اکلته السباع او الطیر مثلا اصابه ما یصیب المقبور من العذاب۔ یعنی اس آگ سے مراد برزخ کی آگ ہے مقصود عذاب قبر ہے۔ جو شخص پانی میں ڈوب جائے، آگ میں جل جائے یا اسے درندے یا پرندے لقمہ بنالیں تو اس کو بھی وہی عذاب ہوتا ہے جو اس کو جو قبر میں مدفون کو ہوتا ہے۔ معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ وہ برزخ کی زندگی کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ انہوں نے اس آیت کی تاویلیں کی ہیں۔ علامہ پانی پتی نے اس مقام پر ان کا رد کیا ہے اور عذاب قبر کے اثبات کے لیے متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک پیش خدمت ہے:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ الا تعوذ من عذاب القبر۔
میں نے جب بھی حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا حضور نماز کے بعد عذاب قبر سے ضرور پناہ مانگتے۔ (متفق علیہ)

۲۸ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو گھیر لیا تو کوئی نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کی امداد کرتا اور انہیں عذاب کے چنگل سے رہائی دیتا۔

۲۹ الارض سے مراد آپ کی قوم کی سرزمین ہے۔ ای ارض قومه (مظہری) آپ نے بددعا کی الٰہی! سب کو ہلاک کردے۔ ان میں سے کسی کو زندہ باقی نہ رہنے دے۔

۳۰ معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام باعلام اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتے تھے کہ اب ان کی نسلوں میں کوئی بھی مومن پیدا نہ ہوگا۔ سب زانی، فاجر، مشرک اور کافر پیدا ہوں گے۔

www.KitaboSunnat.com

لِمَنۡ دَخَلَ بَيۡتِىَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَلَا

اور اسے بھی جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور بخش دے سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کو [۲۸] اور ظالموں کی

تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

کسی چیز میں اضافہ نہ کر بجز ہلاکت و بربادی کے۔

[۲۸] آفرین اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے، اپنے عقیدت مندوں کے لیے بلکہ سب اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگی۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين. وتب علينا انك انت التواب الرحيم. وصلى وسلم على سيد الورى امام الانبياء شفيع المذنبين وعلى آله وصحبه ومن احبه وعزره ونصره واتبعه الى يوم الدين.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الجنّ

نام: اس سورۂ پاک میں جنات کے احوال کا بیان ہے نیز اس کی پہلی آیت میں الجنّ کا لفظ بھی مذکور ہے اس لیے اس کا نام الجنّ تجویز ہوا ہے۔

نزول: اس بات پر سب علماء متفق ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی لیکن مکی زندگی کے کس دور میں نازل ہوئی اس کا تعین مشکل ہے! البتہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کا نزول مکی زندگی کے ابتدائی دور میں ہوا۔ اس روایت کا ماحصل یہ ہے۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کی غرض سے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنات کا آسمان کی طرف پرواز کرنا بند ہو گیا تھا۔ وہ آسمان کے قریب جانے کی کوشش کرتے تو شہاب ثاقب اُن کا تعاقب کرتے۔ انہوں نے اس کا ذکر اپنی قوم کے سرداروں سے کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ ماجرا ابلیس سے آکر کہا۔ وہ بولا ضرور کوئی ایسا حادثہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمان کی طرف تمہارا عروج روک دیا گیا ہے۔ اس لیے زمین کے شرق و غرب میں پھیل جاؤ۔ زمین کا گوشہ گوشہ چھان ڈالو اور اس حادثہ کا سراغ لگاؤ۔ جنات کا وہ گروہ جو تہامہ کے علاقہ میں چکر لگانے کے لیے آیا تھا انہوں نے نخلہ کے مقام پر حضور کو صبح کی نماز ادا کرتے پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے جب کلام الٰہی سنا تو کہنے لگے بخدا یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آپ کو روک دیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف گئے اور جو سنا تھا انہیں جا کر بتایا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنے حبیب کو جنات کی آمد اور ان کے دیگر احوال کے بارے میں آگاہ کیا۔
اس روایت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مکی دور کی ابتداء میں ہی یہ واقعہ پذیر ہوا کیونکہ جنات کی آسمان کی طرف پرواز نزول وحی کے ساتھ ہی بند کر دی گئی تھی۔

حضرت ابن عباس سے ایک دوسری روایت بھی ہے جس میں طائف سے واپسی کے وقت نخلہ میں قیام اور جنات کی حاضری کا بیان ہے۔ طائف کا سفر سنہ نبوی میں پیش آیا۔ اس سفر میں حضور کے ہمراہ صرف زید ابن حارثہ تھے۔ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔ آیات قرآنی سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ اس سورت میں جن جنات کا ذکر ہے وہ مشرک تھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بے دین تھے اور جن کا ذکر سورۂ احقاف میں ہے۔ وہ انبیاء اور آسمانی کتب پر ایمان رکھنے والے تھے۔

کتب احادیث میں جنات کی حاضری کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ جنات چھ مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک کا تذکرہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا ہے فرماتے ہیں: "ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کی۔ مسجد سے باہر تشریف لے آئے، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے یہاں تک کہ ہم ایک مقام پر پہنچے تو حضور نے مجھے ایک جگہ پر بٹھایا اور میرے اردگرد ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ تم اس سے باہر ہرگز نہ نکلنا۔ چنانچہ میں وہاں بیٹھ گیا۔ کئی لوگ میرے پاس سے گزرتے رہے۔ حضور سحری کے وقت تک واپس تشریف نہ لائے۔ پھر مجھے طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ جب یہاں تک کہ حضور تشریف لے آئے، میں نے عرض کیا: میرے آقا رات بھر آپ کہاں تشریف فرما رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے آج جنات کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کیا یہ آوازیں کیسی تھیں؟ فرمایا: یہ ان جنوں کی آوازیں تھیں۔ وہ مجھے الوداع کہہ رہے تھے اور سلام عرض کر رہے تھے۔

جنات کی حقیقت

جن جمع ہے اس کا واحد جنی ہے جس طرح ترک کا واحد ترکی ہے۔ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اصل الجن ستر الشیء عن الحاسۃ (کسی چیز کے حواس سے پوشیدہ ہونے کو جن کہتے ہیں) انہوں نے اس مادہ سے کئی مشتقات کا بھی ذکر کیا ہے ان سب میں یہ معنی موجود ہے۔ ماں کے شکم میں جو حمل رہتا ہے اس کو جنین کہتے ہیں۔ دل کو "جنان" کہتے ہیں جو سینے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ مجنّۃ ڈھال کو کہتے ہیں جو انسان کو دشمن کے وار سے چھپا لیتی ہے۔ اس لفظ کی لغوی تحقیق کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

ان الروحانیین ثلاثۃ اخیار وهم الملائکۃ واشرار وهم الشیاطین واوساط فیهم اخیار واشرار وهم الجن (مفردات)

ترجمہ: "روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو سراپا خیر ہی خیر ہیں وہ فرشتے ہیں۔ دوسری قسم ان کی ہے جو سراسر شر ہی شر ہیں وہ شیاطین ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جن میں کچھ نیک اور کچھ شریر ہوتے ہیں وہ جن ہیں۔"

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے جنات کی حقیقت کے بارے میں اہل سنت کی تحقیقات کا خلاصہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

الجن اجسام ذات ارواح کالحیوان عاقلۃ کالانسان خفیۃ عن اعین الناس ولذا سمیت جنا خلقت من النار کما خلق آدم من طین ..... تتصف بالذکورۃ والانوثۃ وتتوالد والظاهر ان الشیاطین منهم بخلاف الملائکۃ فانهم لا یتصفون بالذکورۃ ولا بالانوثۃ ووجود الجن والشیاطین والملائکۃ ثابت بالشرع وانکرہ الفلاسفۃ (تفسیر مظہری)

ترجمہ: جن اجسام ہیں ان میں ارواح ہوتی ہیں جس طرح حیوان۔ یہ انسان کی طرح عقلمند ہوتے ہیں۔ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں اسی لیے انہیں جن کہا جاتا ہے۔ ان کی تخلیق آگ سے کی گئی ہے جیسے آدم کی مٹی سے۔ ان میں نر و مادہ بھی ہیں۔ ان کی اولاد بھی پیدا ہوتی ہے لیکن فرشتے نر و مادہ نہیں ہوتے۔ جنات،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیاطین اور ملائکہ کا وجود شریعت سے ثابت ہے، لیکن فلاسفہ ان کا انکار کرتے ہیں۔

ہمارے متجددین جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جنات کے بارے میں جو قصے اور واقعات زبان زد عوام ہیں، یہ سب توہمات کی کارستانی ہے۔ قرآن کریم میں جن کا لفظ جو مذکور ہے ان کے نزدیک اس سے مراد کوئی علیحدہ مخلوق نہیں بلکہ انسانوں کے ان گروہوں کو جن کہا گیا ہے جو جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں آباد ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ ویرانوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں کیونکہ عام آبادیوں میں وہ دکھائی نہیں دیتے اور نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اس لیے انہیں جن کہا گیا ہے اور یہی جن کا لغوی مفہوم ہے یا جنات سے وہ انسان مراد ہیں جو کھل کر قرآن کریم سننے کی جرأت نہیں کرتے تھے بلکہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ چھپ کر قرآن کریم سننے کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔

بہتر ہے کہ ہم اس نزاع کے تصفیہ کے لیے قرآن کریم کو ہی اپنا حکم تسلیم کریں۔ اگر قرآن کریم کی آیات سے یہ پتہ چلے کہ جن انسانوں کے ہی بعض گروہ ہیں تو ہمیں بھی تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہ کرنا چاہیے اور اگر قرآن کریم کی متعدد آیات ان کے علیحدہ مخلوق ہونے کی شہادت دیں تو پھر ہمیں انکار کی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔ قرآن کریم میں جنات کا ذکر ایک بار نہیں بار بار آیا ہے۔ ان مقامات کا آپ مطالعہ فرمائیں حقیقت خود بخود کھل کر سامنے آجائے گی۔ سب سے پہلے سورۃ الرحمن کی آیتیں پڑھیے: خلق الانسان من صلصال کالفخار۔ وخلق الجان من مارج من نار۔

ترجمہ: انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے۔

اگر جن نوع انسانی کے بعض افراد ہی ہوتے تو ان کی تخلیق بھی مٹی سے ہی ہوتی۔ حالانکہ قرآن بتا رہا ہے کہ جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی۔ جب دونوں کا مادہ تخلیق جدا جدا ہے تو پھر جنات کو نوع انسانی کے افراد کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اسی چیز کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ جن و انس کی تخلیق کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔)

اگر جن انسانوں کے ہی کسی مخصوص گروہ کا نام ہوتا تو پھر ان کو یہاں الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ انسانوں کے متعدد گروہ ہیں۔ ان میں سے اور کسی کا ذکر نہ کرنا صرف جنگلوں اور پہاڑوں میں بسنے والوں کا علیحدہ ذکر کرنا کسی طرح بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

آیات قرآنی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنات کی تخلیق انسان سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ شیطان جنوں کا ہی ایک فرد تھا جو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت موجود تھا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث راندۂ درگاہ بن گیا تھا۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے: "کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ"۔ (شیطان جنوں میں سے تھا، پھر اس نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کر لی)۔ تو جن جو نوع انسانی کے باپ آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھے، انہیں ان کی اولاد کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟ جنات کی ایک اور خصوصیت بیان کی گئی ہے جو انسانوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جنات نوع انسانی کے افراد نہیں بلکہ جدا مخلوق ہیں۔ ارشاد ہے: "اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکتے ۔

کثیر التعداد آیات میں سے صرف چند پیش کی گئی ہیں۔ اگر آپ غیر جانبداری سے ان کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسانوں کی طرح جن بھی ایک علیحدہ مخلوق ہیں۔ صرف اس لیے ان کا انکار کہ یہ ہمیں نظر نہیں آتے اپنے اندر کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ کیا ہم اپنے حواس کو اتنا ہمہ گیر خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لے لیا؟ اور جو چیز ان حواس سے ثابت نہ ہو وہ موجود ہی نہیں۔ اس طرح تو ہمیں بہت سی چیزوں کا انکار کرنا پڑے گا۔ روح، فرشتے، نزولِ وحی وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں ہمارے حواس سے ماوراء ہیں اور کون ایسا مسلمان ہے جو ان کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کرے۔

مضامین: پہلے رکوع میں جنات کے اس خاص گروہ کے حالات بیان ہوئے ہیں جسے نخلہ کے مقام پر حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے قرآن کریم سننے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور اس کی وجہ سے جو انقلاب ان کے افکار و نظریات میں رونما ہوا تھا اور جس جرأت سے انہوں نے اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا تھا اس کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے رکوع کی ابتداء سے عقیدۂ توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظریۂ توحید کو بیان فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد ان کفار کا ذکر ہے جو خدا اور رسول کی نافرمانی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن ان کی حالت بڑی قابلِ رحم ہوگی۔

آخر میں اس حقیقت کو بیان فرما دیا کہ علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مخصوص ہے جب تک وہ کسی کو غیب کا علم نہ دے، کوئی جان نہیں سکتا۔ اور یہ علمِ غیب جنوں، ساحروں اور کاہنوں کو نہیں تعلیم کیا جاتا۔ یہ نعمت فقط ان رسولوں کو مرحمت فرمائی جاتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ اس شرف کے لیے چن لیا کرتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الجن مکیۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رکوعاتہا ٢ آیاتہا ٢٨

سورۂ الجن مکی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ٢٨ آیتیں اور دو رکوع ہیں

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا

آپ فرمائیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا چند قرآن کو جنوں کی ایک جماعت نے ۱؎ پس انہوں نے جا کر دوسرے جنات کو بتایا کہ

۱؎ رسول الثقلین نبی الحرمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد جنات نے کئی مرتبہ بارگاہ اقدس میں حاضری دی۔ علامہ پانی پتی، علامہ سید آلوسی، علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں احادیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ جنات نے حضور سے چھ بار ملاقات کی۔ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں جس طرح بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور ان میں سے بعض نے تو سرے سے جنات کے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ مختلف احادیث میں مختلف ملاقاتوں کے احوال مذکور ہیں۔ ان احادیث میں نہ تضاد ہے اور نہ تعارض اور نہ پریشان ہونے کی کوئی وجہ۔

پہلی حاضری وہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چند صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے یہ مکہ سے دو رات کی مسافت پر ہے۔ یہاں زمانہ جاہلیت میں میلہ لگا کرتا تھا۔ خرید و فروخت ہوتی اور دور دور کے لوگ وہاں جمع ہوتے۔ نخلہ کے مقام پر صبح کا وقت ہو گیا۔ حضور نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور سورۂ اقرأ باسم ربک کی تلاوت ہو رہی تھی کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ جب انہوں نے سنی تو وہاں رک گئے۔ بڑی خاموشی اور توجہ سے اس کو سنتے رہے۔ اس کلام پاک کے سننے سے ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ غفلت کے پردے چاک ہو گئے اور نور ایمان سے ان کے سینے روشن ہو گئے۔ دولت ایمان سے مالا مال ہو کر جب وہ اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے ان کو بتایا کہ ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ ہم نے کفر و شرک سے توبہ کر لی ہے۔ تمہارے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تم بھی گمراہیوں میں مبتلا رہنے کے بجائے اس کی دعوت کو قبول کرو اور اس رسول مکرم کی دعوت کو قبول کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان جنات کی آمد، قرآن کریم کو غور سے سننے اور پھر اپنے قبیلہ میں جا کر تمام ماجرا بیان کرنے کے سارے حالات بذریعہ وحی اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیے اور حکم دیا کہ آپ سب لوگوں میں اس کا اعلان کر دیں۔

۲؎ صرف کسی آواز کے سننے کو عربی میں سمع کہتے ہیں اور استمع کا معنی غور اور توجہ سے سننا اور اسی غور و توجہ سے سننے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کو ہدایت نصیب ہو گئی۔ اس کلام پاک کی یہی شان ہے کہ جو اسے توجہ سے پڑھتا یا سنتا ہے اس کی تاثیر اس کے دل پر اثر کرتی ہے اور وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

نفر کا لفظ عام طور پر تین سے دس تک کے گروہ کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ

ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے ۔ جو دکھاتا ہے ہدایت کی راہ پس ہم دل سے اس پر ایمان لے آئے ۔ اور ہم ہرگز شریک نہیں بنائیں گے کسی کو

اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾

اپنے رب کا ۔ اور بے شک اونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں بنایا اس نے کسی کو اپنی بیوی اور نہ بیٹا ۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ

اور یہ کہ ہم میں سے کوئی بیوقوف کہا کرتا تھا اللہ کے بارے میں ناروا باتیں کہتے رہے شہ اور ہم تو یہ خیال کیا کرتے تھے کہ

ک جنات جب واپس اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہیں بتا دیا کہ ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم تو اس سے اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ فوراً اس پر ایمان لے آئے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ہرگز کبھی اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

عجبًا مصدر ہے بمعنی عجیب، اس میں مبالغہ ہے یعنی یہ کلام اتنا عجیب و غریب ہے کہ ہم نے آج تک ایسی فصاحت و بلاغت رکھنے والا کلام نہیں سنا ، ہمیں تصور بھی نہ تھا کہ ایسا کلام بھی ہو سکتا ہے۔ الفاظ میں ایسا حسن ، ترتیب میں ایسی دلکشی اور معانی میں ایسی رفعت کہ طائر فکر بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور جب سنا تو خود بخود دل کھنچے چلے گئے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنات پہلے مشرک تھے۔ مشرک قوموں کی طرح انہوں نے بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کی بیوی اور کسی کو اس کا بیٹا بنا رکھا تھا۔ قرآن سننے سے جب نور ایمان ان کے دلوں میں چمکا تو انہوں نے ان تمام خرافات کو پرے پھینک دیا۔

سورۃ الاحقاف میں بھی جنات کا ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ کے پیرو تھے اور اہل کتاب تھے۔ اس لیے دونوں واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات میں بعض مومن ہوتے ہیں اور بعض کافر ۔۔۔ اور انسانوں کی طرح یہ بھی مکلف ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اپنے زمانے کے نبی کی اطاعت کریں اور اس کے لائے ہوئے دین کی پوری پوری اطاعت کریں نیز یہ کہ ان میں سے نبی مبعوث نہیں کیے جاتے بلکہ وہ انسانوں کے نبیوں کے ہی پیروکار ہوتے ہیں۔

سے جَدٌّ کا معنی ہے عظمت و جلال یعنی ہمارے رب کی عظمت اور اس کا جلال بڑا بلند و ارفع ہے کہ کوئی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وقیل ملکہ و سلطانہ ۔ یعنی جد کا معنی اس کی حکومت اور بادشاہی۔

شہ سفیہ کا معنی ہے بیوقوف احمق۔ اس سے مراد ابلیس ہے یا وہ جو راہ حق سے بھٹک گئے اور کفر و گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔

الشطط ، الافراط فی الشیء . . . ومنہ شطط بالشطط عن الجور ۔ لقد قلنا اذًا شططا ای قولا بعیدا عن الحق۔

یعنی شطط کا اصلی معنی حد سے بڑھ جانا ہے۔ یہ لفظ ذکر کر کے اس کا معنی لیا جاتا ہے ظلم اور وہ بات جو حق سے بعید اور برائی ہو اسے شطط کہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۙ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ

انسان اور جن اللہ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے ۱؎ اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ

الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۙ وَأَنَّهُمْ

لیتے تھے جنات میں سے چند مردوں کی پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو ۲؎ اور ان

مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے جو جن گمراہ اور سرکش ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیہودہ اور جھوٹی اور بعید از حق باتیں بولا کرتے ہیں۔

۱؎ یعنی گزشتہ گمراہی پر معذرت خواہانہ انداز میں کہتے ہیں کہ ہم جنوں کو آج تک ہم نے اپنا پیشوا بنائے رکھا اور آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہے ہمیں ان کے بارے میں قطعاً یہ خیال نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں بھی منسوب کرتے ہیں۔ اسی حسن ظن کے باعث آج تک ہم بھٹکتے رہے۔ اب ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ انسانوں اور جنوں میں ایسے بدقول اور گستاخ افراد بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے ہیں تو ہم پر کھل گیا ہے کہ ہم عمر بھر ان لوگوں کی پیروی کرتے رہے اور اپنی گزشتہ عمر برباد کرتے رہے۔

۲؎ عہد جاہلیت میں اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ جب کسی ویران اور غیر آباد وادی میں انہیں رات بسر کرنا پڑتی اور انہیں یہ خوف ہوتا کہ کوئی چیز انہیں گزند پہنچائے گی تو سونے سے پہلے بلند آواز سے وہ یہ کہتے یا عزیز الوادی اعوذ بك من السفهاء الذين في طاعتك۔ اے اس وادی کے سردار! میں تجھ سے ان احمقوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے تابعدار ہیں۔ جنات جب یہ سنتے تو ان کے غرور کی کوئی حد نہ رہتی اور کہتے سدنا الجن والانس کہ ہم جنوں اور انسانوں سب کے سردار بن گئے ہیں۔

آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ رھقا، قال المجاهد طغيانا وقال مقاتل غيا۔ سرکشی اور گمراہی۔

علامہ پانی پتی نے اسی آیت کے ضمن میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے آپ بھی سن لیجیے؛

بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام رافع بن عمیر تھا وہ اپنے اسلام لانے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں عالج کے ریگستان میں سفر کر رہا تھا۔ مجھے نیند آگئی میں نے اونٹنی بٹھائی اور سونے سے پہلے جاہلیت کے دستور کے مطابق میں نے بلند آواز سے کہا اعوذ بعظيم هذا الوادي من الجن۔ جنات کے شر سے میں اس وادی کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور وہ اس سے میری اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ ادھر ادھر دیکھا کوئی آدمی نظر نہ آیا پھر سو گیا۔ دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار جب میں اسی طرح گھبرا کر اٹھ بیٹھا تو اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنی تھر تھر کانپ رہی ہے۔ ایک آدمی ہاتھ میں نیزہ لیے کھڑا ہے ایک بوڑھے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔ اسی اثنا میں تین جنگلی بیل دوڑتے ہوئے ادھر آنکلے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ میری پناہ لینے والے اس انسان کی اونٹنی کے عوض تم ایک وحشی بیل پکڑ لو۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ جب کبھی ایسی وادی میں رات گزارنے کا اتفاق ہو تو کسی جن کی پناہ نہ لیا کرو۔ بلکہ یہ کہا کرو اعوذ بالله رب محمد من هول هذا الوادي۔ کہ میں اللہ تعالیٰ سے جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اس وادی کے خوف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے پوچھا محمد کون ہیں؟ اس شیخ نے کہا محمد نبی عربی لا شرقی ولا غربی کہ محمد صلی اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ﴿٧﴾ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ

انسانوں نے بھی یہی گمان کیا جیسے تم گمان کرتے ہو کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں کرے گا اور (مزید برآں) ہم نے ٹٹولا آسمان کو

فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ﴿٨﴾ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

تو ہم نے اسے سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا ۸ اور پہلے تو ہم بیٹھا کرتے تھے

مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾

اس کے بعض مقامات پر سننے کے لیے لیکن اب جو (چوری) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لیے کسی شہاب کو انتظار میں۔

تعالیٰ علیہ وسلم بھی عربی ہیں۔ ان کا قریش سے گہرا تعلق ہے۔ عرب سے ہی نے پہچانا کہ اب جب ہیں۔ اس لیے ہم یثرب میں جا کر ان کی کے تجربات سے استفادہ کریں۔ یہ بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ جنات نے مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ دیکھا تو جب کچھ عرض کرنے سے پہلے ہی ان حضرات کے جو جو خیالات تھے سب کا ذکر فرما دیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان جنوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (مظہری)

۸ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد آسمانوں پر پہرہ سخت کر دیا گیا اور جنات پہلے تو کوئی نہ کوئی ایسی جگہ تلاش کر لیتے تھے جہاں بیٹھ کر وہ آسمان پر ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے لیکن اب ان کے لیے ایسا ممکن نہ رہا۔ اب جو جن بھی آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو شہابوں کی بوچھاڑ ان پر پڑنے لگتی جس کے باعث ان کا اوپر جانا بالکل ناممکن ہو گیا۔ اس اچانک تبدیلی سے وہ بہت حیرت زدہ ہوئے اور اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے متعدد ٹولیاں تشکیل دی گئیں کہ زمین میں گشت لگائیں اور اس کی وجہ معلوم کریں۔ انہی میں سے ایک گروہ جو تہامہ کے علاقہ کی چھان بین کے لیے مقرر ہوا تھا نخلہ کے پاس سے اس وقت گزرا جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وہاں ہی استماع قرآن کا واقعہ پیش آیا۔

اسی کا ذکر ان آیات میں کیا جا رہا ہے۔ جن کہتے ہیں کہ جب ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو ہم نے دیکھا کہ جگہ جگہ پہرے دار کھڑے ہیں اور شہابوں کے آتشیں گولے ان کا تعاقب کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اب اگر کسی جن نے کوئی بات سننے کی کوشش کی تو یہ آتشیں شہاب اس کو جلا کر راکھ کر دیں گے۔

یہاں کسی کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ شہابوں کے ٹوٹنے کا سلسلہ تو بعثت نبوی سے پہلے بھی تھا بعثت کے بعد کون سا ایسا نیا حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے جنات کا آسمان کی طرف جانا ناممکن ہو گیا۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ پہلے بھی شہاب تھے لیکن اتنی کثرت سے نہ تھے۔ جنات کبھی کبھار کہیں نہ کہیں بیٹھ کر کوئی نہ کوئی بات سن لیا کرتے تھے لیکن اب ان مقامات کو سخت کر دیا گیا اور اب قطعی طور پر جنات کا اوپر جانا بند ہو گیا۔ صحیح یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ جو اس نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن وہ کون سے شہاب ہیں ان کے ذریعے جنات کو کیسے مار بھگایا جاتا ہے اس کی حقیقت سے ہم آگاہ نہیں۔ ہو سکتا ہے مستقبل قریب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ

اور ہم نہیں سمجھتے (اس کی کیا وجہ ہے) کہ کسی شر کا ارادہ کیا جا رہا ہے زمین کے مکینوں کے بارے میں یا ان کے رب نے ان کو

رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝۱۰ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا

ہدایت دینے کا ارادہ فرمایا ہے [9] اور ہم میں بعض نیک بھی ہیں اور بعض اور طرح کے ہم بھی تو

طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝۱۱ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ

کئی راستوں پر گامزن ہیں [10] اور اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہم زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ

نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝۱۲ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں [11] اور جب ہم نے ہدایت سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ پس جو شخص اپنے رب پر ایمان

میں کوئی علمی تحقیق اس راز پر سے پردہ اٹھا سکی ہے جس طرح کی کوششیں اور بے نقاب ہو چکے ہیں۔

[9] یہ جدید انتظامات دیکھ کر جنات اس کی وجہ معلوم کرنے کے درپے ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا تو اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کا انتظام ہو رہا ہے یا اس پروگرام کو صیغہ راز میں رکھنے کے لیے یہ سارے انتظامات کیے گئے ہیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی نبی مبعوث فرمانے والا ہے تاکہ ان سرکش جنات اور انسانوں کو بیدار کر سکے جو راہ ہدایت سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ انہی اسباب میں سے ہی کوئی سبب ہے۔

[10] وہ کہنے لگے ہم سب جن ایک حیثیت سے نہیں ہیں اور نہ ہی سیرت و اخلاق میں ہم یکساں ہیں۔ بعض ہم میں سے صالح اور نیک ہیں جو کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے، کسی کا نقصان نہیں کرتے اور بعض فتنہ پرور، شرارتی اور فسادی ہیں۔ پھر ہمارے مذہب بھی الگ الگ ہیں۔ بعض اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے انبیاء اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کافر ہیں۔ طرائق جمع ہے طریقہ کی اور قدد جمع ہے قدۃ کی۔ ای متفرقۃ مختلفۃ۔ جدا جدا۔ الگ الگ۔ ہمارے راستے بالکل الگ الگ ہیں۔

[11] پہلے ہم اپنے شعور کے فریب میں آ کر گمراہ ہو گئے تھے لیکن قرآن سننے کے بعد ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ نہ تو ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کو ہرا سکتے ہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہم یہاں سے کہیں بھاگ جائیں اور اس طرح اس کے قابو سے نکل جائیں۔ اس آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن سننے سے پہلے بھی ہمارا عقیدہ ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور قدرت والا ہے ہم اسے عاجز نہیں کر سکتے اور شاید اسی عقیدہ کی برکت سے ہمیں اتنی آسانی سے ہدایت قبول کرنے کی توفیق ملی ہے اور جب ہم نے قرآن کا حقیقت افروز پیغام سنا تو شکوک و شبہات کے سارے بادل چھٹ گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا

لاتا ہے اپنے رب پر تو نہ اسے کسی نقصان کا خوف ہوتا ہے اور نہ ظلم کا ۱۲ اور بے شک ہم میں سے کچھ تو فرمانبردار ہیں اور

الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ

کچھ ظالم ۱۳ تو جنہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے حق کی راہ تلاش کر لی ۱۴ اور جو حق سے منحرف ہو گئے

فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ

پس وہ جہنم کا ایندھن ہیں اور اگر وہ ثابت قدم رہیں راہ حق پر تو ہم انہیں سیراب کریں گے

مَّاۗءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ

کثیر پانی سے ۱۵ تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں اس (فراوانی) سے۔ اور جو منہ موڑے گا اپنے رب کے ذکر سے تو وہ داخل کرے گا

۱۲ اپنے اہل قبیلہ کو اپنی سرگزشت سنانے کے بعد انہیں یقین دلاتے ہیں کہ جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کی نہ حق تلفی ہوگی اور نہ اس پر ظلم و زیادتی ہوگی۔ حق تلفی کا مطلب تو یہ ہے کہ جتنی کوئی نیکی کرے گا اسے پورا پورا اجر ملے گا اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور ظلم کا مطلب یہ ہے کہ اسے اس کی نیکیوں کی جزا استحقاق سے کم دی جائے یا اسے ناکردہ گناہوں کی سزا دی جائے۔ وہاں تو عدل و انصاف ہے اور مزید برآں فضل و احسان ہے۔

۱۳ قسط (زبر سے) عدل اور جور دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اقساط (مزید بہ) صرف عدل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ مجرد میں معنی کا تعین سیاق و سباق سے ہوگا۔ یہاں القاسطون کا تقابل المسلمون سے ہے اس لیے یہاں القاسط کا معنی ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا۔

۱۴ بعض کے نزدیک یہ جملہ بھی جنات کا قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ و منا القاسطون پر جنات کا کلام ختم ہو گیا۔ فَمَنْ اَسْلَمَ سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو خطاب فرما رہا ہے۔

تحروا: توخوا و قصدوا۔ تلاش کرنا، قصد کرنا۔

۱۵ اگر جن و انس اسلام کے صراط مستقیم پر استقامت سے گامزن رہیں تو انہیں دنیا میں بھی خوشحال کر دیا جائے گا۔ انہیں رزق فراواں دیا جائے گا۔ ماء غدقا یعنی کثیر پانی، جب پانی کی بہتات ہوگی تو ہر سو لہلہاتے کھیت اور سرسبز باغ ہوں گے اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آئے گا۔

یہ مضمون پہلے بھی آپ سورۂ نوح میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں دولت کی فراوانی بھی ان کی ایک آزمائش ہوگی کہ آیا وہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہیں یا نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾

سخت عذاب میں ۱ اور یہ کہ بیشک سب مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس مت عبادت کرو اللہ کے ساتھ کسی کی ۲

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾

اور جب کھڑا ہوتا ہے اللہ کا خاص بندہ تاکہ اسی کی عبادت کرے تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آ جاتے ہیں ۳

۱ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے روگردانی کرے گا اس کو شدید عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ سلکہ و اسلکہ: ادخلہ۔ صعدا شدیدا۔ یعنی سخت عذاب۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو چڑھنے کا حکم دیا جائے گا لیکن اس کے پاس پہنچنے کی وجہ سے اس کے قدم اور ہاتھ پگھل جائیں گے۔ نعوذ باللہ من عذاب القبر و من عذاب جہنم شدیدہ و خفیفہ۔

۲ کفار مکہ مشرکوں نے بیت اللہ شریف کو بت کدہ بنا رکھا تھا اور مسجد حرام میں کھلم کھلا بتوں کی پوجا ہوتی اور شرکیہ اعمال کیے جاتے۔ ارشاد ہے کہ یہ مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کی ہیں ان میں تو صرف اسی کی عبادت اور اسی کا ذکر ہونا چاہیے نہ کہ شرک۔ اس سے بڑا اور کوئی ظلم ہو سکتا ہے جو تم روا رکھے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت تو کسی جگہ بھی جائز نہیں اور نہ اس کی گنجائش ہے۔ حرام اور ممنوع فعل کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کے گھر میں کرتے ہو۔ اس سے بڑھ کر بے ادبی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے گھر جو اسی کی عبادت کے لیے ہیں ان کو غیر کی عبادت کی جگہ بنا دیا ہے [illegible] ای قد تعبدا۔ روح المعانی

اسی لیے علمائے کرام نے مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ اس میں خرید و فروخت کرنا، دنیاوی گفتگو کرنا، گمشدہ چیز کے بارے میں اعلانات کرنا منع ہے۔ تالیاں پیٹنا شور مچانا منع ہے۔

بعض لوگ مسجد میں حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف پڑھنے کو بھی ناجائز کہتے ہیں اور اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم ان کی توجہ ان احادیث صحیحہ کی طرف مبذول کراتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا تھا اور اس پر کھڑے ہو کر رسالت مآب کی مدح اور نعتیہ قصائد پڑھا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ کئی شعرا مثلاً حضرت کعب بن زہیر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ مسجد نبوی میں حضور کے سامنے اپنے نعتیہ قصائد پیش کرتے، حضور خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

بالفرض اگر [illegible] کیا یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے محبوب کی تعریف در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی حمد ہے جس نے اپنے محبوب کو ایسے اوصاف حمیدہ سے متصف کر کے مبعوث فرمایا۔

حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ مساجد سے مراد زمین ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جعلت لی الارض مسجدا ساری زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے۔ بعض علماء نے مساجد سے وہ سات اعضاء مراد لیے ہیں جن پر انسان سجدہ کے وقت ٹیک لگاتا ہے۔

۳ عبداللہ سے مراد حضور کی ذات اقدس و اطہر ہے۔ عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور کو رسول یا نبی کے بجائے عبداللہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ

آپ فرمائیے میں تو بس اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور شریک نہیں ٹھہراتا اس کا کسی کو۔ آپ فرمائیے واقعی میں نہیں قادر تمہارے لیے کسی نقصان

لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ

پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہدایت کا۔ آپ فرمائیے مجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا

خطاب سے نوازا ہے۔

آیت کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب حضور کریم مقام بطن نخلہ میں نماز میں مصروف تھے اور ان جنات کا ادھر سے گزر ہوا تو اللہ تعالیٰ کے اس بندے کو دیکھ کر قرآن کی دلآویز تلاوت کو سن کر اس کے خشوع و خضوع اور اس کے صحابہ کی اطاعت و اقتدا کو دیکھ کر ان کے دلوں میں ایسی کشش پیدا ہوئی کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا فرط شوق سے حضور پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ ایسا والہانہ ذوق اور بے پناہ منظر انہوں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ یہ محویت، یہ استغراق، یہ والہانہ پن، یہ انکسار ان کے لیے بالکل اوپری چیزیں تھیں۔ یا اس آیت میں جن و انس کے کفار و مشرکین کا ذکر ہے کہ جب وہ حضور کو اپنے رب کی عبادت میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز دیکھتے تو ان کا غصہ اور بڑھ جاتا اور ان کے حسد کی آگ بھڑک اٹھتی اور ان کا جی چاہتا کہ ان پر ٹوٹ پڑیں اور ہدایت کی اس شمع کو گل کر دیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ روشن رکھے اسے کون بجھا سکتا ہے۔ کلا الجن والانس یتکونون مجتمعین لابطال الحق ویریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواههم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ۔ (مظہری)

۲۱ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں اور نہ راہ ہدایت پر گامزن کر سکتا ہوں۔ حقیقی نفع و نقصان پہنچانے کا اسی کو اختیار ہے۔ کسی کو ہدایت دینا یا کسی کو محروم کر دینا اس کے دست قدرت میں ہے۔ یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اس میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے دے دے وہ اس خداداد اختیار کے باعث لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کا باعث بن سکتا ہے اور اس کی گستاخی کرنا باعث تباہی ہے۔ اہل ثروت و اقتدار ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی نامہ لے کر کسریٰ کے پاس پہنچا اور اس نے ازراہ گستاخی اس گرامی نامہ کو چاک کر دیا تو حضور نے فرمایا ما مزق کتابی بل مزق ملکہ۔ اس نے میرے والا نامہ کو چاک نہیں کیا بلکہ اپنی مملکت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

۲۲ مشرکین مکہ نے ایک دفعہ آکر کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ دیں تو ہم سب آپ کے محافظ بن جائیں گے کسی دشمن کی مجال نہیں ہو گی کہ آپ کی طرف انگلی بھی اٹھا سکے۔ ان کی اس بیہودہ پیشکش کا اس طرح تبصرہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اے محبوب آپ فرما دیجیے کہ اگر میں تمہارا کہنا مان لوں اور اپنے رب کی نافرمانی کروں تو اس کے غضب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ تم چند بزدلوں کی کیا حقیقت ہے۔ سارے جہاں کے لشکر جمع ہو جائیں تب بھی مجھے نہیں بچا سکتے اور میرے لیے اس کی بارگاہ کے بغیر اور کہیں پناہ نہیں۔ ملتحدا ای ملتجأ الجأ الیہ۔ (قرطبی)

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ

اور نہ میں پاسکتا ہوں اس کے بغیر کہیں جائے پناہ۔ البتہ میرا فرض صرف یہ ہے کہ پہنچا دوں اللہ کے احکام اور اس کے پیغامات ۲۱

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

پس وہ بدنصیب جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ نافرمان ہمیشہ رہیں گے

اَبَدًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ

تا ابد ۲۲ یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے وہ عذاب جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ کون ہے جس کا

نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ

مددگار کمزور ہے اور جس کی تعداد کم ہے ۲۳ آپ فرمائیے میں (از خود) نہیں جانتا کہ وہ دن قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا

يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ

ہے یا مقرر کر دی ہے اس کے لیے میرے رب نے طویل مدت ۲۴ (اللہ تعالیٰ) غیب کو جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر

۲۱ میرا فریضہ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دوں اور اس کے احکامات سے آگاہ کر دوں۔ ان کو ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ یہ میری ذمہ داری نہیں ہے۔

۲۲ جو دین کے بنیادی اصولوں میں سے کسی کا انکار کرے گا اور اس پر ایمان نہیں لائے گا اس کے لیے دوزخ کا ابدی عذاب ہے۔

۲۳ اب تو تم اپنے آپ کو بڑا طاقتور اور زور آور سمجھتے ہو تمہارا یہ بھی خیال ہے کہ جس وقت تم نے اپنے حلیف قبائل کو مدد کے لیے پکارا تو جم غفیر جانبازوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر امنڈ آئے گا۔ لیکن یہ سب تمہاری غلط فہمیاں ہیں۔ جب عذاب کی مقررہ گھڑی آپہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس وقت تمہیں ٹھیک ٹھیک پتہ چل جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور اور بے بس ہیں اور کس کے معاونوں کی تعداد بالکل قلیل ہے۔

۲۴ یہاں درایت کی نفی کی جارہی ہے اور درایت مطلق علم کو نہیں کہتے بلکہ وہ علم جو حیلہ اور غور و تدبر سے حاصل ہو۔ علامہ راغب اصفہانی اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الدرایۃ المعرفۃ المدرکۃ بضرب من الختل یقال دریتہ ودریت بہ دریۃ نحو فطنت و شعرت ۔ ۔ ۔ والدرایۃ لا تستعمل فی اللہ تعالیٰ وقول الشاعر: لاھم لا ادری وانت الداری فمن تعجرف اجلاف العرب ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ

کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو (غیب کی تعلیم کے لیے) ۲۳ تو مقرر کر دیتا ہے اس رسول کے

(ترجمہ بروایت) اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی حیلے سے حاصل ہو۔ عرب کہتے ہیں دری یدری دریۃ و دریا۔ اس کا معنی عقل سے سمجھنا اور شعور کرنا ہے اور یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال نہیں ہوتا اور کسی شاعر کا مصرعہ کہ لاھم لا ادری میں درایت نہیں کرتا اور تو درایت کرنے والا ہے یہ گنوار اعرابی کا شعر ہے۔

امام راغب علامہ زبیدی تعریف کرتے ہیں کہ درایت: علم سے اخص ہے اور اس کا معنی کسی حیلے سے کسی چیز کو جاننا۔ اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں کیا جاتا اور رجز کا یہ مصرعہ لاھم لا ادری وانت الداری یہ اعرابی کی ہذیان ہے۔ قال شیخنا صریحہ اتحاد العلم والدرایۃ وصرح غیرہ بان الدرایۃ اخص من العلم او علم بضرب من الحیلۃ ولذا لا یطلق علی اللہ تعالیٰ۔ (تاج العروس) اور چونکہ قیامت کا علم امور غیبیہ میں سے ہے اس لیے انسان اپنے عقل و فہم، غور و فکر یا کسی حیلے سے اس پر اطلاع نہیں پا سکتا۔ اس پر مطلع ہونے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بتلا دے۔ چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ فھو غیب لا اعلم منہ الا ما یعرفنیہ اللہ۔ یہ غیب ہے اور اس میں سے کچھ نہیں جان سکتا مگر جتنا اللہ تعالیٰ مجھے سکھا دے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے ضیاء القرآن سورۃ الاعراف آیت ۱۸۷ کا حاشیہ۔

۲۳ غیب کسے کہتے ہیں۔ اس کی تصریح کئی مقامات پر گزر چکی ہے۔ البتہ شیخ محمد عبداللہ دراز نے اس لفظ کی جو تعریف کی ہے وہ بڑی واضح ہے۔ لکھتے ہیں:

والغیب ما غاب عنا معشر البشر مما لا نہتدی الیہ بشیء من حواسنا ومشاعرنا ولا بشیء من قوانا فی تحصیلنا واستنتاج عقولنا۔

یعنی جو چیز ہم انسانوں سے پوشیدہ اور مخفی ہو اور ہم اپنے حواس اور شعور کی قوتوں سے یا فراست سے یا قیاس سے یا عقل کے ذریعے اس تک رسائی حاصل نہ کر سکیں اس کو غیب کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ جو چیزیں ان ذرائع میں سے کسی ایک سے دریافت ہو سکے وہ غیب نہیں۔

عالم الغیب خبر ہے اور اس کا مبتدا ھو محذوف ہے یعنی ھو عالم الغیب۔ یہاں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں۔ اس لیے حصر کا معنی بھی پایا جائے گا یعنی وہی غیب کو جاننے والا ہے۔ اس سے پتہ چل گیا کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ذہین و فطین ہو، اس کے علم و عرفان کا پایہ کتنا بلند ہو، اس کے درجات کتنے ہی رفیع ہوں، وہ غیب نہیں جان سکتا اپنے حواس سے، نہ قوت شعور سے، نہ فراست سے، نہ قیاس سے اور نہ عقل سے۔ بجز اس کے کہ خداوند عالم جو عالم الغیب ہے وہ خود اس کو اس نعمت سے سرفراز فرمادے۔ یہ بھی بتا دیا کہ علم غیب کے دروازے ہر ایرے غیرے کے لیے کھلے نہیں بلکہ صرف ان رسولوں کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے جن کو وہ چن لیا کرتا ہے۔ یہ ہے وہ صاف اور سیدھا مطلب جو اس آیت سے بغیر کسی تکلف کے سمجھ آتا ہے۔ چنانچہ علامہ بغوی لکھتے ہیں:

الا من یصطفیہ لرسالتہ فیظھرہ علی ما یشاء من الغیب۔ (معالم التنزیل) کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رسالت کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہاں لیکن جس رسول کو چن لیتا ہے اس کو جس غیب پر چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں الا من یصطفیه لرسالته ونبوته فیظهره علی ما یشاء من الغیب (خازن)۔ علامہ قرطبی کی عبارت ملاحظہ فرمائیے: ثم استثنی من ارتضاه من الرسل فاودعهم ما شاء من غیبه بطریق الوحی الیهم۔ (قرطبی) یعنی پھر ان رسولوں کو جن کو اس نے پسند فرمایا مستثنیٰ کر دیا پس ان کو جتنا چاہا اپنے غیب کا علم بذریعہ وحی عطا فرمایا۔ ابن حیان اندلسی (بحر المحیط) فرماتے ہیں: الا من ارتضی من رسول استثناء من احد ای فانه یظهره علی ما یشاء من ذلک۔ یعنی من احد سے استثناء کیا گیا یعنی رسول مرتضیٰ کو جتنے غیب پر وہ چاہتا ہے مطلع کر دیتا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، قتادہ اور ابن زید سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے: الا من ارتضی من رسول فانه یصطفیهم ویطلعهم علی ما یشاء من الغیب۔ یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو چن لیتا ہے اور انہیں غیب میں سے جتنا چاہتا ہے اس پر آگاہ کر دیتا ہے۔

علامہ زمخشری معتزلی ہیں۔ اپنے عقیدۂ اعتزال کے مطابق اس آیت سے انہوں نے اولیائے کرام کی کرامات کی نفی کی ہے لیکن انبیاء کے لیے علم غیب کا انکار انہوں نے بھی نہیں کیا وہ لکھتے ہیں کہ آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے رسولوں کو غیب پر آگاہ کرتا ہے۔ اولیاء خواہ وہ مرتبہ ارتضیٰ پر بھی فائز ہوں بہر حال وہ رسول نہیں ہیں۔ اس لیے انہیں غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس کا آسان اور واضح جواب تو یہ ہے کہ اولیائے کرام کے سامنے علوم بارگاہ مصطفوی کا عطیہ ہوتے ہیں۔ یہ اسی بحر علم کے چند قطرے ہیں جو رب کریم نے اپنے رسول کریم کو عنایت فرمایا ہے۔ لہٰذا ان پر دلالت بھی نہیں جو اس آیت کے منافی ہو۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ انبیاء و رسل کا علم قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی لیکن اولیاء کا علم انبیاء کے علم کی طرح قطعی اور یقینی نہیں ہوتا۔

اولیائے کرام کے علوم لدنیہ کے بارے میں جس طرح آپ نے قلم اٹھایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اہل ذوق تفسیر مظہری کا اس مقام پر مطالعہ کریں۔

بعض حضرات نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ جن علوم غیبیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آگاہ کیا ہے وہ فقط علوم شرعیہ ہیں۔ وہ اس طرح رسول کریم سے علوم کونیہ کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ان حضرات نے کیا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کا ارشاد الٰہی نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب کے سب اسماء سکھا دیے۔ جب آدم علیہ السلام کی یہ شان ہے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں اور سارے جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں ان کے علوم و معارف کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس لیے صداقت اسی میں ہے کہ جو آیات کریمہ دو معانی کو پہنا دیں جن کو ان کے کلمات قبول نہیں کرتے اور سیدھی اور صاف بات جو قرآن نے فرمائی ہے اس کو صدق دل سے تسلیم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام غیبوں کو جاننے والا ہے اور اپنے ان علوم غیبیہ پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا بجز اپنے رسولوں کے ان کو جتنا چاہتا ہے علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔ یہ جتنا کتنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ جس نے دیا ہے اور اس کا رسول جس نے لیا ہے وہی بہتر جانتے ہیں ہم بیان اختراع بشر نہیں۔ حضور کے علوم کی بیکرانیوں کا کچھ اندازہ ان احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے جن سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ضیاء القرآن سورۂ آل عمران آیت ۱۷۹، سورۂ النحل آیت ۸۹ کا حاشیہ اور دیگر مقامات۔

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ

آگے اور اس کے پیچھے محافظ ۲۶؎ تاکہ وہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں ۲۷؎

وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

اور حقیقت پہلے ہی یہ ان کے حالات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کو اس نے شمار کر رکھا ہے ۲۸؎

۲۶؎ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی حفاظت کے لیے اس کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیے ہیں تاکہ ان علوم کی پوری طرح حفاظت کی جا سکے۔

۲۷؎ اور تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے اس کے پیغامات جوں کے توں اس کے رسول کو پہنچا دیے ہیں۔ تفسیر یہ سب [illegible]

۲۸؎ رسالت کے تمام پہلوؤں کے مطالبے اور فرشتوں کے پیچھے ہر قسم کی مخلوق ہے یہاں تک کہ زمین و آسمان، جن و انسان ہر چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔ ہر چیز اس کے علم اور قبضہ قدرت میں ہے۔

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى عَبْدِهِ الْمُرْتَضَى وَرَسُولِهِ الْمُجْتَبَى وَنَبِيِّهِ الْمُصْطَفَى وَعَلَى آلِهِ مَصَابِيحِ الدُّجَى وَأَصْحَابِهِ نُجُومِ الْهُدَى وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ المُزّمّل

نام : اس سورۂ مبارکہ کا نام "المزمل" ہے۔ اس میں دو رکوع، بیس آیتیں، دو سو اکیاسی کلمات اور آٹھ سو اڑتیس حروف ہیں۔

نزول : اس کے زمانہ نزول کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ یہ ساری سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ حضرت حسن بصری، عکرمہ، عطاء اور جابر کا یہی قول ہے۔ لیکن بعض علما کی یہ رائے ہے کہ اس کا پہلا رکوع تو مکی ہے، لیکن دوسرا رکوع مدینہ طیبہ میں نازل ہوا تھا۔ اس نے حضرت ابن عباس سے یہی قول نقل کیا ہے۔ آیات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں کیونکہ دوسرے رکوع میں جہاد فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ یہ دونوں حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوئے کیونکہ مکہ میں تو جہاد کا تصور تک بھی نہ تھا۔ اور اس پر بھی سب علما کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا اس لیے حضرت ابن عباس کا قول ہی قرین قیاس ہے۔

ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سحر خیزی کی تلقین فرمائی ہے کہ آپ رات کا نصف حصہ یا اس سے کم و بیش مصروف عبادت رہا کریں کیونکہ رات کی خاموشیوں میں تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے روح کی توانائیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس وقت کی عبادت سے اسرار الٰہیہ پر مطلع ہونے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر جو فرائض عائد کیے گئے ہیں، ان سے خوش دلی کے ساتھ عہدہ برا ہونے کی قوت اور ہمت پیدا ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے : اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور ادب سکھانے میں کمال کر دیا)۔ تادیب و تربیت خداوندی کا یہ بھی ایک حصہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بھی سحری کے وقت جاگنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام بڑے ذوق و شوق سے سحری کے وقت بیدار ہوتے اور مصروف عبادت رہا کرتے۔ انہی ارشادات نبوی کے طفیل اولیائے امت اور صالحین سحری کے وقت جاگ کر اپنے رب کے ذکر اور اس کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ علامہ نے خوب کہا ہے :

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

"رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" (آیات ۹ تا ۱۴) فرما کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ نبوت کی نازک اور گراں ذمہ داریاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرادا کرنے کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ اے حبیب! آپ ان سے مت گھبرائیے۔ اپنے رب کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔ آپ کا رب وہ ہے جو مشرق اور مغرب کی ہر چیز کا پروردگار ہے۔ مخالفین اگر اذیت رسانی پر اتر آئیں تو آپ صبر کی ڈھال پر ان کا ہر وار روکیے۔ ہم خود ان سے نپٹ لیں گے۔ جب ہم نے عذاب کے شکنجے میں ان کو کسا تو ان کے سارے نشے ہرن ہو جائیں گے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ (آیت ۱۵ تا ۱۹) سے کفار مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں فرعون کے حسرت ناک انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اس نے اور اس کی قوم نے ہمارے رسول موسیٰ کلیم اللہ کو جھٹلایا تھا اور اس کو ستانے کی حد کر دی تھی۔ انہیں بھی اپنی قوت اور شوکت پر بڑا گھمنڈ تھا لیکن جب ہمارے غضب کی بجلی ان پر کوندی تو ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ کیا تم اپنے لیے اسی قسم کا انجام پسند کرتے ہو۔

دوسرے رکوع میں نماز تہجد میں تخفیف فرما دی گئی۔ نصف شب جاگ کر عبادت کرنا عام لوگوں کے لیے از بس دشوار ہے۔ ان میں کئی بیمار، کئی مسافر اور کئی جہاد میں مصروف ہوتے ہیں۔ دن بھر کی تھکاوٹ ان کو چور چور کر دیتی ہے۔ اس لیے ان کے لیے نرمی فرما دی کہ جتنی دیر وہ آسانی سے تلاوت و عبادت کر سکیں اتنا ہی کافی ہے۔ فرض نمازوں کی سختی سے پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے میں سستی کا مظاہرہ نہ کریں۔

آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اگر تمہیں اپنا مال خرچ کرنا پڑے تو بخل سے کام نہ لیا کرو بلکہ بڑی فیاضی اور دریا دلی سے خرچ کیا کرو۔ اللہ کی راہ میں جو تم خرچ کرو گے وہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ وہ تو گویا تم اپنے رب کو قرض دے رہے ہو۔ اللہ قیامت کے دن یہ قرض کئی گنا بڑھا کر تمہیں واپس کرے گا۔ اس دن تمہیں پتہ چلے گا کہ اللہ کے راستہ میں اپنی دولت خرچ کر کے تم نے کتنے بڑے نفع کا سودا کیا تھا۔ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ فرما کر اس خطرہ سے بھی آگاہ کیا کہ کہیں تم میں غرور پیدا نہ ہو جائے۔ ہمیشہ اپنے رب سے اپنی لغزشوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہا کرو۔ وہ غفور رحیم تمہاری لغزشوں کو معاف فرما دے گا اور تمہارے اعمال حسنہ کو شرف قبولیت بخشے گا۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۱-۳-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مزمل مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ

اے چادر لپیٹنے والے[1] رات کو نماز کے لیے قیام فرمایا کیجیے مگر تھوڑا یعنی نصف رات یا کم کر لیا کریں

[1] اَلْمُزَّمِّلُ اصل میں الْمُتَزَمِّلُ تھا۔ تاء کو زاء میں مدغم کر دیا گیا ہے جس کا معنی ہے تَلَفَّفَ یعنی اپنے اوپر چادر یا کوئی کپڑا لپیٹ لینا۔

اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ میں مخاطب حبیب کریم علیہ افضل التحیۃ والتسلیم ہیں۔ البتہ اس خطاب سے نوازنے کا سبب کیا ہے؟ اس بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب غار حرا میں جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ کا فرمان الٰہی سنایا تو اس حیرت انگیز واقعہ سے خوف اور دہشت سی طاری ہو گئی۔ جسم لرزنے لگا۔ اسی حالت میں حضور اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ۔ مجھے چادر اوڑھا دو مجھے چادر اوڑھا دو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب چادر لپیٹ چکے تو جبرئیل فوراً حاضر ہوئے اور یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے خطاب سے دل کو آرام دیا۔

عرب میں یہ دستور ہے کہ جب کسی کے ساتھ لطف و محبت کا اظہار کرنا ہو تو جس حالت میں وہ ہو اسی سے نام مشتق کر کے اس کو خطاب کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہ ایک دفعہ سو رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضور تشریف لے آئے اور فرمایا قُمْ یَا نَوْمَانُ۔ اے سونے والے جاگ! ایک بار حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر مسجد کے فرش پر آ کر لیٹ گئے۔ حضور آپ کو تلاش کرنے کے لیے تشریف لائے تو فرمایا اِجْلِسْ یَا اَبَا تُرَابٍ۔ اے مٹی کے باپ اٹھو! حضرت ابوہریرہ کا لقب ایک مرتبہ ابوہریرہ (بلی کا باپ) فرمایا تو وہ اس خطاب سے مسرور ہو گئے اور جو ملال ان کے دل پر تھا، دور ہو گیا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں نداؤہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تانیسًا له وملاطفة على عادة العرب ... كل ما يفعل الحبيب محبوب۔ اہل عرب کے دستور کے مطابق انس و الفت کے لیے یہ خطاب فرمایا ... کیونکہ محبوب کی ہر ادا محبوب ہوا کرتی ہے۔

علماء نے اس خطاب کی دو وجہیں لکھی ہیں (۱) عن قتادة وصف بأنه متزمل في ثيابه متأهب للصلاة۔ کہتے ہیں کہ حضور کپڑے پہن کر نماز کے لیے تیار ہو گئے تھے، اس لیے یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ فرمایا، اے کپڑے پہن کر میری عبادت کے لیے تیار ہونے والے (۲) عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ زَمْل سے مشتق ہے۔ اس کا معنی بوجھ ہے عرب کہتے ہیں ازدمل الحمل۔ فلاں نے وہ بوجھ اٹھایا۔ اب اس کا معنی یہ ہو گا اے نبوت کے بار گراں کو اٹھانے والے!

علامہ آلوسی مندرجہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ زمخشری معتزلی نے لکھا ہے کہ اس خطاب سے حضور کو عتاب کیا جا رہا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کی طرح جن کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہوتا چادر لپیٹ کر سو رہے ہیں۔ اٹھو اپنا فریضہ نبوت ادا کرو۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ یہ کلام گستاخانہ ہے اور اس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ بعض لوگوں نے زمخشری کی طرف سے جواب دینے کی کوشش کی ہے لیکن آپ فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴿٤﴾ إِنَّا سَنُلْقِي

اس سے بھی تھوڑا سا کم کر لیا کریں یا بڑھا دیا کریں اس پر اور حسب معمول خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجیے قرآن کریم کو۔ بے شک ہم جلد ہی القا کریں گے

ولا یخفی انہ لا یندفع بہ سوء ادب الزمخشری فی تعبیرہ فللہ تعالی ان یخاطب حبیبہ بما شاء لکنا نحن لا نجری علی ما عاملہ تعالی بہ بل یلزمنا الادب والتعظیم لجنابہ الکریم۔ (روح المعانی)

قائل کی اس توجیہ سے زمخشری کی تعبیر بے ادبی کا جو عیب ہے اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہے اپنے حبیب کو خطاب فرمائے، ہم پر لازم ہے کہ ہم بارگاہ رسالت کے ادب و احترام کو ہر حال میں ملحوظ رکھیں۔

عارف کامل حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ ترجمہ کیا ہے: اے آرمیدہ بجامہ پیغمبری۔ رسالت کی خلعت فاخرہ زیب تن فرمانے والے۔

۲؎ اب ان ارشادات کی ان تمام تشریحوں میں ملاحظہ فرمائیے۔

پہلے آپ اس جملہ کی ترکیب ذہن نشین کر لیں تو اس کا معنی سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

اللیل منصوب علی الظرفیۃ استثنا قلیلا مستثنیٰ۔ نصفہ قلیلا کا بدل ہے۔ اس کی ضمیر کا مرجع اللیل ہے۔ اس بدل نے قلیل کے ابہام کو دور کر دیا۔ او حرف عطف۔ انقص و زد کی ضمیر کا مرجع اللیل اور نصف دونوں ہو سکتے ہیں۔ قلیلا کا تعلق انقص سے ہے یعنی نقصا قلیلا۔

قم اللیل سے تو یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ ساری رات نماز پڑھتے پڑھتے گزار دیجیے لیکن الا قلیلا فرما کر اس خیال کی نفی کر دی۔ فرمایا کچھ تھوڑا سا وقت آرام بھی فرمائیے۔ اب تھوڑے کی مقدار بیان فرمائی یعنی نصف رات۔ لیکن نصف شب میں اگر تھوڑی سی کمی یا تھوڑی سی زیادتی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اختیار دے دیا کہ چاہے نصف رات آرام فرمائیں، چاہے نصف سے کچھ کم یا نصف سے کچھ زیادہ، آپ کو اختیار ہے۔

۳؎ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: الترتیل التنضید والتنسیق وحسن النظام ومنہ ثغر رتل اذا کان حسن التنضید۔ یعنی ترتیل کا معنی ہے کسی چیز کو خوبصورتی سے منظم اور مرتب کرنا۔ وہ منہ جس کے دانت خوبصورت اور چمکدار ہوتے ہیں اسے ثغر رتل کہتے ہیں۔ یعنی کوئی دانت اونچا نیچا نہیں، کوئی جگہ خالی نہیں، کوئی دانت ٹوٹا ہوا نہیں۔ اس مناسبت سے ترتیل قرآن کا معنی ہوگا کہ اس کی آیت آہستہ آہستہ خوب سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کی تلاوت میں تیزی نہ کی جائے۔ اس آیت کی جامع اور دلنشین تفسیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ آپ سے اس آیت کا مفہوم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: بینہ تبیینا ولا تنثرہ نثر الدقل ولا تھذہ ھذ الشعر۔ قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھم احدکم آخر السورۃ۔ (روح المعانی) آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم نے ہمیں بتایا کہ جس طرح تم جلدی جلدی ردی کھجوریں پھینکتے چلے جاتے ہو اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو ایسا نہ کرو، جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ اور اپنے دلوں کو اس کی تاثیر سے متحرک کرو، تمہیں اس سورت کو جلدی جلدی ختم کرنے کا فکر نہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ

آپ پر ایک بھاری کلام سکہ بلاشبہ رات کا قیام (نفس کو) سختی سے روندتا ہے شہ اور بات کو

سکہ عنقریب آپ پر ایک گراں قدر کلام نازل ہونے والا ہے جس میں اوامر و نواہی، احکام اور ارشادات کا ایک طویل سلسلہ ہو گا اس پر عمل کرنا اور دوسرے لوگوں سے اس پر عمل کرانا بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ اس کے بوجھ کا اندازہ لگانا آسان کام نہیں۔ اگر پہاڑوں پر بھی یہ کلام نازل ہو تو وہ اس کی دہشت اور جلال سے ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزول آیات کے وقت عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ولقد رأيته ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفصم عنه وان جبينه ليتفصد عرقا۔ یعنی میں نے حضور کو اس حالت میں دیکھا جب سخت سردی کے دن میں وحی نازل ہوتی تو جب وحی کا نزول ختم ہوتا تو حضور کی پیشانی مبارک سے پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگتے۔

کلام الٰہی کے ثقیل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلوتوں میں ذکر الٰہی اور مشاہدۂ انوار و تجلیات میں مستغرق رہتے۔ اس سے دل کو بڑی خوشی اور اطمینان نصیب ہوتا۔ مقام نبوت پر فائز کرکے حضور کو مخلوق کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا گیا۔ توجہ کی سمت میں یہ تبدیلی حضور پر بڑی گراں تھی۔ ارشاد و تبلیغ کا دور جاگزیں اختلاط و خلوت سے الگ ہو کر بنیاد ہے لیکن حصول کے لیے رجوع الی الخلق بڑا میسر آنا ہوتا ہے اسی لیے بعض نے کہا ہے کہ نبی کی شان ولایت اس کی شان نبوت سے ارفع ہوتی ہے کیونکہ پہلی حالت میں ساری توجہ رب حقیقی کی طرف ہوتی ہے اور دوسری حالت میں توجہ کا مرکز مخلوق ہوتی ہے لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے۔ بل النبوة مطلقا افضل من الولاية لانها عبارة عند الصوفية عن السير في الذات والولاية عن السير في الصفات ولا شك ان بينهما یعنی نبوت ہر حالت میں ولایت سے افضل ہے کیونکہ صوفیہ کی اصطلاح میں نبوت سیر فی الذات کا نام ہے اور ولایت سیر فی الصفات کا اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (مظہری)

شہ ناشئۃ، وزن کے لحاظ سے تو اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے لیکن یہ مصدر ہے جس طرح عافیۃ بمعنی عفو ہے۔ نشأۃ اللیل کا معنی حضرت صدیقہ نے یہ بتایا ہے قیام اللیل بعد النوم۔ سونے کے بعد رات کو اٹھنا۔ ابن کیسان کہتے ہیں ہو القیام من آخر اللیل یعنی رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا۔ اشد وطئا، وطأ کہتے ہیں پاؤں سے کسی کو روندنا۔ مقصد یہ کہ رات کو خواب راحت سے بیدار ہونا، نرم و گرم بستر سے اٹھ کر وضو کرنا، نماز پڑھنا، ذکر اذکار کرنا نفس کے لیے بہت گراں ہے۔ اس لیے جو شخص شب بیداری اور سحر خیزی کو اپنی عادت بنا لیتا ہے وہ گویا سرکش نفس کی سرکوبی کرتا ہے اور اس کے غرور و نخوت کو پاؤں تلے روند دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے چند روز تو نفس اس کو ناگوار سمجھتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اگر اس کو مخالفت مسلسل سے مجبور کر دیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ اب نماز میں خشوع و خضوع پیدا نہیں ہوتا۔ کم ہمت سالک یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ اس مشقت سے کیا فائدہ جس میں نہ خشوع ہے نہ نفس کے اس فریب کے سامنے جھک جاتا ہے۔ لیکن جو ارباب ہمت نفس کی ان چالوں میں نہیں آتے وہ اس کی ان حرکتوں کے باوجود سحر خیزی کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ چند روز بعد جب ان کا سرکش نفس سدھائے ہوئے گھوڑے کی طرح ان کے اشارے پر عمل کرنے لگتا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اس لیے فرمایا کہ نفس کے غرور کو کچلنے کے لیے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قِيلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ

درست کرتا ہے۔ یقیناً آپ کو دن میں بڑی مصروفیتیں ہیں ۞ اور ذکر کیا کرو اپنے رب کے نام کا اور

اس کی سرکشی کو ختم کرنے کے لیے یہ نسخہ بڑا کارگر ہے۔ جب وہ شب بیداری سے خوب مانوس ہو جاتا ہے تو چند دنوں میں بے چارہ رام ہو جاتا ہے اور اس کی فتنہ سامانیاں باقی نہیں رہتیں۔ علامہ بوصیری نے کیا خوب کہا ہے:

والنفس کالطفل ان تهمله شب علی ۔۔۔ حب الرضاع وان تفطمه ینفطم

ترجمہ: نفس بچے کی مانند ہے۔ اگر تم اس کو دودھ پیتا چھوڑ دو تو جوان ہونے تک بھی اس کو دودھ پینے کی عادت رہے گی اور اگر تم اس کا دودھ چھڑا دو تو چند روز شور مچانے کے بعد وہ خود بخود اس کا دودھ چھوڑ دے گا۔

شب بیداری کا ایک اثر تو یہ ہوا۔ اس کی دوسری تاثیر اَقْوَمُ قِيْلًا میں ظاہر ہوتی ہے۔ اقوم کا معنی اعدل، یعنی بالکل سیدھا، جس میں کوئی کجی نہیں، جس میں کوئی خم نہیں۔ قیلًا تمیز ہے۔ یعنی اس وقت قرآن کریم کی تلاوت نہایت صحیح طریقہ پر ہوگی کیونکہ نہ شور و شغب ہوتا ہے اور نہ کسی اور کام کی جلدی۔ فراغت بھی ہے اور سکون بھی۔ اس پاک کلام کی تلاوت کرتے ہوئے لطف اندوز ہوتا ہے۔

سبح: اس کا معنی ہے تیرنا۔ مراد یہ ہے کہ دن بھر آپ کو گوناگوں مصروفیتیں رہتی ہیں۔ تبلیغ احکام، بیان و وعظ، قبائل سے ملاقات، پیش آنے والے حوادث کے لیے تدبیریں، اس لیے رات کا وقت ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کے لیے بہت موزوں ہے۔

ان آیات میں نماز تہجد کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے ارشادات سے رات کے وقت اٹھ کر سجدہ ریز ہونے کی ترغیب فرمائی ہے۔ چند ارشادات نبوی آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:

① عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجیب له من یسألنی فاعطیه ومن یستغفرنی فاغفر له۔ ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہمارا پروردگار جیسے اس کی شان کے شایان ہے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہے تاکہ میں اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے تاکہ میں اس کو بخش دوں۔

② عن ابی امامة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بقیام اللیل فانه دأب الصالحین قبلکم وهو قربة لکم الی ربکم ومکفرة للسیئات۔ رواہ الترمذی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم رات کو جاگا کرو۔ یہ تم سے پہلے زمانے کے نیک لوگوں کا پرانا طریقہ ہے۔ رات کو جاگنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اور گناہوں کو ملیامیٹ کرنے والا ہے۔

③ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ثلاثة یضحک اللہ الیهم الرجل اذا قام باللیل یصلی والقوم اذا صفوا فی الصلوٰۃ والقوم اذا صفوا فی قتال العدو۔ رواہ البغوی۔ حضور نے فرمایا تین قسم کے آدمی ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۱) وہ شخص جو رات کے وقت اٹھ کر نماز تہجد پڑھتا ہے (۲) وہ لوگ جو نماز کے لیے صف باندھتے ہیں (۳) وہ لوگ جو میدان جنگ میں اپنی صفوں کو درست کرتے ہیں۔

۔ اس کا عطف قم اللیل پر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رات کو قیام کیا کرو، نماز اور تلاوت میں شب بسر کیا کرو اور ذکر الٰہی رات دن ہمیشہ کیا کرو۔

تَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو ۔ وہ مالک ہے مشرق و مغرب کا اس کے سوا کوئی معبود نہیں

لیکن یہ مقام حاصل نہیں ہوتا جب تک دل پاکیزہ ہو اور حق یہ ہے کہ صرف دل کا ذکر ہی حقیقی ذکر ہے کیونکہ ذکر کا حق ہے خطرۃ الغفلۃ غفلت کو دور بھگا دینا اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب دل ذاکر ہو۔ کیونکہ زبان بسا اوقات ذکر کرتی ہے لیکن دل غافل ہوتا ہے ایسے ذکر کرنا بھی زیادتی ہے۔

تبتل کا مفہوم علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ انقطع الیہ تعالیٰ بالعبادۃ وجرد نفسک عما سواہ عز وجل واستغرق فی مراقبتہ سبحانہ۔ یعنی ہر طرف سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اپنے نفس کو اس کے سوا کے خیال سے پاک کر دو اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے مراقبہ میں مستغرق رہو۔

قاعدہ کے مطابق مصدر اسی فعل کے باب سے تبتلاً ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ تبتل اور تبتیل دونوں کے معنی ایک ہی ہیں اس لیے باب تفعیل کا مصدر ذکر کر دیا تاکہ آیات کی رعایت ہو جائے۔

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان دنیا سے قطع تعلق کر لے۔ گھر بار سے منہ موڑ لے اہل و عیال کا خیال نہ رکھے۔ اس قسم کے تبتل کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ ارشاد نبوی ہے لا رہبانیۃ فی الاسلام کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ان لنفسک علیک حقا ولاھلک علیک حقا ولضیفک علیک حقا کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے اہل و عیال کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طلب نہ رہے۔ صوفیائے کرام کا قول ہے کہ جس راہ کے ہم مسافر ہیں اس پر دو قدم چلنا پڑتا ہے کہ منزل آجاتی ہے۔

الخطوۃ الاولیٰ الانقطاع عن الخلق والثانیۃ الوصول الی الحق۔ پہلا قدم خلق سے قطع تعلق اور دوسرا قدم وصل الی الحق۔ یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ نیز اس پر غور فرمائیے کہ پہلے حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کا نام یاد کرو۔ وتبتل پہلے نہیں کہا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ واصل ربانی اسی کے امتثال حکم کے ذریعہ ہے اس کی ذات کا ذکر ہی بندہ کی منزل ہے۔ دوام ذکر سے دوام حقیقی مراد نہیں بلکہ دوام عرفی ہے یعنی الاکثار بقدر الطاقۃ البشریۃ۔ انسانی طاقت کے مطابق کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ ایسا ذکر انسان کو تبتل کی منزل تک پہنچانے کا وسیلہ بن جاتا ہے بشرطیکہ جب اس کی دستگیری فرمائے یا شیخ کامل کی کشش نصیب ہو جائے۔ وکذلک یفضی الی التبتل وسیلۃ الیہ بشرط الاجتباء من اللہ تعالیٰ او الجذب من الشیخ۔ (مظہری)

حضرت یعقوب چرخی لکھتے ہیں: دوام معنی ما الی سلوک نفی ما سوا اللہ گوید و آں بجز بکثرت ذکر حاصل نشود۔ بعنایت الٰہی و صحبت شیخ کامل و مکمل۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ولیکن نظر مبارکہ مرشد کامل صاحب حق و مذہب مطلق باشد چنانکہ تصفیہ و تجلیہ ظاہر و باطن حاصل آید کہ بانوار عبادت ظاہر و حاصل آید

www.KitaboSunnat.com

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا

پس بنا لیجیے اسی کو اپنا کارساز ۸ اور صبر کیجیے ان کی دل آزار باتوں پر اور ان سے الگ ہو جائیے بڑی

جَمِيلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾

خوبصورتی سے ۹ آپ چھوڑ دیں مجھے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں ۱۰

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾

بےشک ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے ۱۱ اور ایسا کھانا جو گلے میں پھنس جانے والا ہے اور دردناک عذاب ۔

ترجمہ: اس معنی کو ہی اہل تصوف ماسوی اللہ سے انقطاع کلی کہتے ہیں اور یہ معنی کثرت ذکر سے حاصل ہوتا ہے اور نہایت قلیل و بے رغبتی کا حال و کمال کی صورت اس کا سبب بنتی ہے۔

اللہ کی عنایت اور صاحب حق کی حمایت کے بغیر اگر کوئی زیرک بھی ہو تو اس کا یہ عمل بےجا ہوتا ہے۔

۸ یہ مرتبہ محبوب حق اور مجذوب مطلق کو نصیب ہوتا ہے اس کی ایک نظر بھی کسی عاشق پر ہو تو اس کی وہ منزل حاصل ہوتی ہے جو ہر سال کی ظاہری مجاہدات سے حاصل نہیں ہوتی۔ اللھم ارزقنا من هذه الحالة بلطفك یا کریم۔ الٰہی ہمیں اپنی کشش سے یہ مرتبہ عطا فرما جو تیری شان کرم کے شایاں ہے۔

۹ وہ مشرق کا بھی مالک ہے اور مغرب کا بھی مالک ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہر کام اسی کی مرضی سے طے پاتا ہے۔ وہی معبود برحق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے حبیب! اسی کو اپنا کارساز بنا لو اور اپنے سارے کام اسی کے سپرد کر دو، اپنی ساری فکریں اسی کے سپرد کر دو اور یقین رکھو کہ وہ کارسازی فرمائے گا اور دین و دنیا میں تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔

۱۰ وہ دل جو ان کے لیے ہمدردی اور خلوص کے جذبات سے لبریز تھا، ہمہ وقت انہی کی ہدایت کی فکر میں لگے رہتے۔ کاہن، شاعر، ساحر، مجنون جیسے بیہودہ اور نازیبا الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرتے، جس سے قلب نازک آزردہ خاطر ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! یہ جو بکتے ہیں انہیں بکنے دو، ان کی طرف سے رخ انور پھیر لو۔ ان کی گستاخیوں اور اذیت رسانیوں کا انتقام لینے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، آپ نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیے ہیں، اب آپ کو فکر کی ضرورت نہیں، میں خود ان سے نپٹ لوں گا۔ ہجر جمیل کا یہی مطلب ہے کہ ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے انتقام لینا آپ کو زیب نہیں دیتا۔

۱۱ اے حبیب! آپ نے مجھ پر توکل کر لیا اور مجھے اپنا کارساز بنا لیا، اب آپ کو فکر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد بہت جلد یہ اولی النعمہ میدان بدر میں ذلیل و رسوا ہو کر قتل کر دیے گئے۔

۱۲ انکال: نکل کی جمع ہے۔ وہ بھاری بیڑیاں جو مجرموں کے پاؤں میں ڈالی جاتی ہیں اور انسان ان کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ النکل: القید الثقیل۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾

یہ اس روز (ہوگا) جب زمین لرزنے لگے گی اور پہاڑ اور پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے بن جائیں گے ۱۳

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ

(اے اہل مکہ!) ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول (یعنی محمد) تم پر گواہ بنا کر ۱۴ جیسے ہم نے فرعون کی طرف

فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا

(موسیٰ کو) رسول بنا کر بھیجا۔ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی تو ہم نے اس کو بڑی سختی سے

وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ

پکڑ لیا ۱۵ (اہل مکہ) بھلا سوچو کہ تم کیسے بچو گے اگر تم کفر کرتے رہے اس روز جو بچوں کو بوڑھا بنا دے

شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ

گا (اور) آسمان پھٹ جائے گا اس (دن) کی ہولناکی سے ۱۶ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ یقیناً یہ (قرآن) نصیحت ہے

[illegible] ... جیسے غسلین، زقوم وغیرہ۔

۱۳ قیامت کے ہولناک منظر کو [illegible] ... کثیب ... الرمل المجتمع ریت کا ٹیلہ ... مھیلا [illegible]
ایسی ریت کا ٹیلہ جو ... سے پانی کی طرح بہنے لگتا ہے۔

۱۴ اہل مکہ کے سامنے فرعون کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی شان و شوکت اور ترقی کے افسانے وہ اپنے بڑوں سے سنتے چلے آ رہے تھے انہیں
فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ... رسول بھیجا ہے جو قیامت کے روز ... گواہی دے گا۔ شاہدا ای شہید یوم القیامۃ بما صدر
منکم من الکفر والعصیان ... اسی طرح ہم نے ... جس طرح ہم نے
رسول بھیجا ہے اسی طرح ہم نے فرعون کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔

۱۵ تمہاری طرح فرعون نے بھی حضرت موسیٰ کو ... انکار کر دیا تھا۔ ہم نے اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ اگر تم نے بھی ... رسول کی
[illegible] ... کے انجام کے لیے تیار رہنا۔ وبیل، ثقیل اور سخت چیز ... اسے ... کہتے ہیں ...
... اخذا وبیلا، ثقیلا شدیدا۔

۱۶ اگر تم کفر ... اور اس ... پر ... دن ... بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿١٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ

نصیحت ہے۔ سو جس کا جی چاہے اختیار کرلے اپنے رب کی طرف سیدھا راستہ۔ بیشک آپ کا رب جانتا ہے کہ

اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ

آپ نماز میں قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی نصف رات اور کبھی تہائی رات اور ایک جماعت ان سے

مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ

جو آپ کے ساتھ ہیں (وہ بھی رات کو قیام کرتی ہے) اور اللہ تعالیٰ ہی صحیح اندازہ کرتا ہے رات اور دن کا۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم

آسمان جیسی مضبوط چیز بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی تو اس دن عذاب الٰہی سے تم کیونکر بچ سکو گے۔

۲۰ یہ آیات بلاغت حضور رسول کریم پڑھ کر سنا رہا ہے یہ تمہارے لیے یاددہانی ہے تاکہ تم خواب غفلت سے آنکھیں کھولو اور جس کا جی چاہے وہ اس راستہ پر گامزن ہو جائے جو اس کے پروردگار کی رضا اور معرفت کی طرف لے جاتا ہے۔ حضرت پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان کوئی حجاب نہیں اور نظاہر یہ فاصلہ ہے ہی نہیں بلکہ کسی راستہ پر چل کر اس کا قرب حاصل کیا جائے۔ وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہمارے اور اس کے درمیان جو پردہ حائل ہے وہ غفلت کی وجہ سے ہے۔ وہ غفلت کا حجاب ہے۔ اس حجاب غفلت کو دور کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہر وقت اس کو یاد کیا جائے، اس کے ذکر کو اپنا معمول بنالیا جائے۔ ذکر سے ہی یہ حجاب اٹھتا ہے۔ اس ذکر سے ہی بندے کو اپنے رب کی معیت اور اس کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اس کی محبت و عشق کے فیض سے اس کی عظمت و کبریائی کے نورانی پردے اٹھتے ہیں اور محب صادق مرحلہ وار ترقی کرتا ہوا جلوہ گاہ قرب میں پہنچ جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ وہاں حاضر رہتا ہے۔ کشف تلک الحجب یتیسر بالذکر فان الذکر یزیل الغفلۃ ویستوجب المعیۃ مع المحبۃ کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المرء مع من احب المحبۃ یفضی بالمحب الی المحبوب بحیث لا تمنعہ سرادقات العظمۃ والکبریاء ۔ (مظہری)

ترجمہ: ان پردوں کا اٹھنا صرف ذکر الٰہی سے ہی آسان ہوتا ہے کیونکہ ذکر سے غفلت زائل ہوتی ہے۔ محبت پیدا ہوتی ہے، معیت نصیب ہوتی ہے جیسے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے ہر انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ پس محبت، محب کو اپنے محبوب کے قریب پہنچا دیتی ہے۔ عظمت و کبریائی کے پردے اس وقت اس کو روک نہیں سکتے۔

۲۱ قم اللیل کا حکم نازل ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نصف شب یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت نماز تہجد ادا کرنا اور اس میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا فرض ہو گیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابتداء میں نماز تہجد تمام مسلمانوں پر فرض تھی اور بعض کا خیال ہے کہ نماز تہجد صرف حضور پر فرض تھی لیکن جب مسلمانوں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصف شب تک عبادت میں مصروف دیکھا تو ان کے دلوں میں بھی اپنے رسول کے اتباع کا شوق پیدا ہوا اور وہ بھی اپنے ہادی کے ساتھ اپنے مالک کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ کبھی نصف رات کا وقت

تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ

اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی پس تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو [۳۱] وہ یہ بھی

أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ

جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ سفر کرتے ہوں گے زمین میں

يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ

تلاش کرتے ہوئے اللہ کے فضل (رزق حلال) کو [۳۲] اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے۔

اندازہ نہیں لگا سکتے تھے اس لیے بسا اوقات دو تہائی رات سے زیادہ عبادت کرتے رہتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور چہروں کی رنگت زرد پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے لطف و کرم فرماتے ہوئے اس حکم میں تخفیف کر دی کہ اب نصف رات جاگنے کی پابندی نہیں۔ جتنا تم آسانی سے جاگ سکتے ہو اور جتنا با آسانی قرآن کریم پڑھ سکتے ہو اتنا ہی کافی ہے۔

یہ آیت پہلے حکم کے کتنا عرصہ بعد نازل ہوئی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ آٹھ ماہ، سولہ ماہ، ایک سال اور دس سال کی روایات منقول ہیں۔ آخری روایت سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسی کا ذکر کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ کسی طرح ثابت نہیں کہ مسلمانوں پر نصف شب کا قیام دس سال کی طویل مدت تک فرض رہا ہو اور اس کے بعد تخفیف کی گئی ہو۔

[۳۱] بعض نے تو اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ تم اس کا صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس وقت کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا جس سے یقینی پتہ چل جاتا کہ شب کا کونسا حصہ گزر گیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں نرمی فرما دی اور بعض نے لن تحصوہ کا معنی لن تطیقوہ کیا ہے کہ تم ہمیشہ اتنی دیر قیام کی طاقت نہیں رکھتے، تم اس حکم کو نباہ نہ سکو گے۔ میرے نزدیک یہ دوسرا معنی اس مقام سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ بعد میں بیماری، سفر وغیرہ ایسے عوارض کا ذکر ہو رہا ہے جن کے باعث نصف رات تک جاگنا از حد مشکل ہو جاتا ہے۔ ویسے عوارض ایسے ہیں جن سے ہر شخص کو کم و بیش واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اگر نصف رات تک جاگنا فرض رہتا اور ان وجوہات کی بنا پر لوگ ایسا نہ کر سکتے تو وہ نافرمان و گناہگار ہوتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تم پر آسانی اور تخفیف کر دی ہے۔ اب جتنا آسانی سے جاگ سکتے ہو اور آسانی سے تلاوت کر سکتے ہو اتنا ہی کافی ہے۔

[۳۲] یہاں پہلے حکم میں تخفیف کی علت بیان کی جا رہی ہے کہ انسان ہمیشہ صحت و تندرستی سے گھر پر اقامت پذیر نہیں رہتا۔ کبھی وہ بیمار بھی ہو جاتا ہے، کبھی اسے رزق حلال کی تلاش میں اور علم کے حصول میں سفر بھی کرنا پڑتا ہے، کبھی میدان جہاد میں دشمنان اسلام کے مقابلہ میں داد شجاعت بھی دینا پڑتی ہے۔ ان حالات میں سحر خیزی کی یہ پابندی بڑی مشکل ہے۔ اس لیے نصف رات جاگنے کی پابندی ختم کی جاتی ہے۔ اب جتنا تم آسانی سے جاگ سکو اتنا ہی کافی ہے۔

اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

تو پڑھ لیا کرو قرآن سے جتنا آسانی سے ہو سکے ۲۱؎ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو ۲۲؎

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں رزق حلال کے لیے جدوجہد کا مقام بڑا ارفع ہے کہ اس کو جہاد کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: سوى الله تعالى فى هذه الآية بين درجة المجاهدين والمكتسبين المال الحلال للنفقة على نفسه وعياله والاحسان والافضال فكان هذا دليلا على ان كسب المال بمنزلة الجهاد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اور رزق حلال کمانے والوں کے درجہ کو برابر کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسب حلال بھی جہاد ہے۔

احادیث طیبہ میں اس حقیقت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے:

روى ابراهيم عن علقمة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما من جالب يجلب طعاما من بلد الى بلد فيبيعه بسعر يومه الا كانت منزلته عند الله منزلة الشهداء ثم قرأ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ الآية۔ یعنی جو شخص ایک شہر سے غلہ کی کوئی جنس دوسرے شہر میں لے آتا ہے اور اس دن کے بھاؤ کے مطابق فروخت کر دیتا ہے تو اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہداء کے مرتبہ کے برابر ہے۔ پھر حضور نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔ علامہ قرطبی ایک واقعہ لکھتے ہیں:

"واسط شہر میں ایک تاجر رہتا تھا اس نے اپنا گندم سے بھرا ہوا ایک جہاز بصرہ کی طرف بھیجا اور اپنے وہاں کے ایجنٹ کو لکھا کہ جس روز جہاز بصرہ میں پہنچے اسی روز اس کو فروخت کر دو اور اگلے دن کے لیے اسے بچا کر نہ رکھو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ جہاز پہنچا گندم کا بھاؤ گرا ہوا تھا۔ شہر کے تاجروں نے اس ایجنٹ کو کہا کہ اگر تم ایک ہفتہ انتظار کرو تو تمہیں کئی گنا نفع زیادہ ملے گا۔ چنانچہ اس ایجنٹ نے ایک ہفتہ اس گندم کو فروخت نہ کیا۔ ان ایام میں بھاؤ تیز ہو گیا اور اس نے کئی گنا زیادہ نفع کمایا۔ اس نے اپنے مالک کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس تاجر نے اس کو لکھا: يا هذا انا كنا قنعنا بربح يسير مع سلامة ديننا وقد جنيت علينا جناية فاذا اتاك كتابي فخذ المال وتصدق به على فقراء البصرة وليتني انجو من الاحتكار كفافا لا علي ولا لي۔

اے فلاں! اگر ہمارا دین سلامت رہے تو ہمیں تھوڑا نفع بھی کافی ہے۔ تو نے ہم پر بڑی زیادتی کی ہے۔ جس وقت میرا یہ خط تمہیں ملے تو سارا مال بصرہ کے فقراء میں تقسیم کر دو۔ اس غلہ کی ذخیرہ اندوزی کا جو جرم تم نے کیا ہے اس کے مواخذہ سے ہی اگر بچ جاؤں تو کافی ہے، مجھے اس مال کے صدقہ کرنے سے مزید ثواب کی کوئی آرزو نہیں۔"

۲۱؎ اس مقدار کا تعین ہر شخص کے اپنے حالات پر ہے۔ ویسے بعض نے پچاس آیتیں اور بعض نے سو آیات کہی ہیں۔

۲۲؎ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ آیت نماز پنجگانہ اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد نازل ہوئی تو پھر نماز سے مراد پانچ فرض نمازیں اور زکوٰۃ سے مراد فرض زکوٰۃ ہوگی اور اگر نماز و زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہے تو پھر الصلوٰۃ سے مراد وہی نماز ہوگی جو اس وقت

www.KitaboSunnat.com

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ

اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہا کرو ۲۳ اور جو (نیکی) تم آگے بھیجو گے اپنے لیے ۲۴ تو

خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا

اسے اللہ کے پاس موجود پاؤ گے یہی بہتر ہے اور (اس کا) اجر بہت بڑا ہوگا ۲۵ اور مغفرت طلب کیا کرو

اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

اللہ تعالیٰ سے ۲۶ بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اوا کی جاتی تھی اور زکوٰۃ سے اس کا تعلق ہی نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے یعنی صدقۃ التطوع (نفلی صدقات)۔

۲۳ قرض حسن کا مطلب یہ ہے کہ پاک مال سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا۔ ما قصد به وجه الله تعالى خالصا من المال الطيب۔

۲۴ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھجور اور دودھ کو ملا کر حیس یعنی حلوا بنایا۔ اسی اثنا میں ایک مسکین آیا۔ آپ نے وہ حلوا اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا۔ اہل مجلس میں سے کسی نے کہا امیر المومنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارا مسکین کیا جان سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا لیکن رب المساکین یعنی مساکین کا رب تو جانتا ہے کہ کیا ہے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہو۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ ہم سب کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور نے فرمایا سوچ لو کیا کہہ رہے ہو۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں تم سب کو اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ فقال انما مال احدکم ما قدم ومال وارثه ما اخر۔ رواہ البغوی و الطبری۔ تمہارا مال تو وہ ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے سے پہلے بھیج رہے ہو اور وارث کا مال وہ ہے جو تم اپنے پاس رکھتے ہو۔

۲۵ خیرًا اور اعظم۔ تجدوہ کے مفعول ثانی ہیں اس لیے منصوب ہیں۔ ھو ضمیر فصل ہے اس کا کوئی اعراب نہیں اور اجرًا تمیز ہے۔

۲۶ اس سے پہلے بدنی اور مالی عبادات اور اعمال صالحہ کا ذکر کیا گیا۔ یہ ممکن تھا کہ کوئی کوتاہ اندیش اپنے اعمال پر غرور و ناز کرنے لگے اس لیے آخر میں ہدایت فرما دی کہ اپنے اعمال صالحہ اور نیکیوں پر بھروسہ مت کرو۔ تمہارے اعمال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں نقص و عیب سے خالی نہیں اور اگر خالی ہوں بھی تو بارگاہ خداوندی کی عظمتوں اور رفعتوں کے شایان شان نہیں۔ اس لیے تم دل سے ہمیشہ اپنی کوتاہیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور خامیوں پر نادم ہونا چاہیے اور ہر وقت ان کے لیے مغفرت طلب کرنے میں کوشاں رہنا چاہیے۔ اپنی نجات اور بخشش کی امید فقط اس کی رحمت اور مغفرت پر ہونی چاہیے۔ بے شک وہ بہت مغفرت فرمانے والا اور ہر وقت اپنے بندوں کے حال زار پر رحمت فرمانے والا ہے۔

اَللّٰهم اني ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لي من عندك مغفرة وارحمني انك انت الغفور الرحيم. رب ارحمهما كما ربياني صغيرا واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين۔

اَللّٰهم صل وسلم وبارك على الرسول الامي الذي هو حبيبك الاكرم سيدنا ومولانا محمد السيد الرءوف رحمة للعالمين وعلى آله واصحابه ومن نصره و اتبعه الى يوم الدين۔

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ المُدّثر

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام المدثر ہے۔ اس میں دو رکوع، چھپن آیتیں، دو سو پچپن کلمات اور ایک ہزار دس حروف ہیں۔

نزول: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی لیکن ساری سورت بیک وقت نازل نہیں ہوئی بلکہ مختلف اوقات میں ان کے مناسبِ حال آیتیں نازل ہوئیں۔

مضامین: پہلی سات آیتوں کے بارے میں بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ نزولِ وحی کا آغاز ان آیات سے ہوا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہی بات مسلّم ہے کہ سب سے پہلے سورۂ اقراء کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے نزولِ وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ یہ دن حضور کے لیے بڑے کرب و اضطراب کے دن تھے طبیعت ہر وقت بے چین رہتی۔ ایک روز حضور غارِ حرا میں حسبِ معمول عبادت سے فارغ ہو کر گھر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک آسمان پر آپ کو وہی فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا جو پہلی وحی لے کر آیا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر طبیعت میں ہراس پیدا ہوا گھر پہنچ کر فرمایا: دَثِّرُوْنِیْ، دَثِّرُوْنِیْ مجھے لحاف اُڑھاؤ، مجھے لحاف اُڑھاؤ، حضور لحاف اوڑھ کر لیٹ گئے اسی حالت میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں فرائضِ نبوت کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پہلی وحی سے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ آپ کو منصبِ نبوت پر فائز کر دیا گیا اور اس وحی سے فرائضِ نبوت سے آگاہ کیا اور ان کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہونے کی تلقین فرمائی۔

آیات گیارہ تا چھبیس میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل آیات کی تشریح کے ضمن میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان آیات میں ولید ابن مغیرہ کا نام لیے بغیر اس کے اطوارِ بد کا ذکر کر دیا گیا کہ اس کا دل تو حضور کو سچا رسول اور قرآن کریم کو کلامِ الٰہی مانتا ہے لیکن اپنی قوم کی ناراضگی کے خوف سے وہ اس کا برملا اظہار نہیں کرتا اور اپنی سرداری کو برقرار رکھنے کے لیے وہ حضور پر افترا پردازی سے باز نہیں آتا۔ یہ حضور کو ساحر اور آیاتِ قرآنی کو سحر کہتا ہے۔ اس کو بتا دیا کہ اسے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنایا جائے گا۔ اس کے شعلے اس کو جھلس کر رکھ دیں گے، نہ وہ زندوں میں شمار ہوگا نہ مُردوں میں۔

آیت ۲۷ سے رکوع کے اختتام تک دوزخ کے بعض حالات پر روشنی ڈالی۔ دوسرے رکوع میں بھی دوزخ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دوزخیوں کے حالات کا تذکرہ ہے۔ آپ کی خصوصی توجہ کے لائق وہ سوال وجواب ہے جو اہل دوزخ اور اہل جنت کے درمیان ہوگا۔ جنتی اُن سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس نے جہنم میں گھسیٹ دیا۔ وہ جواب دیں گے ہمارے جرائم میں سے دو بڑے جرم یہ تھے کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور ہم غریبوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔ غور فرمائیے قرآن کریم غریب اور حاجتمند طبقہ کی مادی ضرورتوں کی فراہمی کو اسلامی معاشرہ اور اس کے خوشحال افراد کی کتنی بڑی ذمہ داری خیال کرتا ہے۔ جو شخص اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے اُس کا جرم اتنا ہی سنگین ہے جتنا اس شخص کا جو اپنے رب قدوس کو سجدہ نہیں کرتا۔ جس دین میں غریب پروری کو اتنا اہم مقام دیا گیا ہو اُس کے نام لیواؤں کو اپنے معاشرہ سے غربت و افلاس کی بیخ کنی کے لیے مارکس اور لینن کے اشتراکی فلسفہ کی قطعاً ضرورت نہیں اگر ضرورت ہے تو فقط اس بات کی کہ ہم آیات قرآنی کی سرسری تلاوت نہ کیا کریں بلکہ اس کی گہرائیوں میں اُتریں۔ اس کے تقاضوں کو سمجھیں اور پھر ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے سارے وسائل کام میں لے آئیں۔

فما لهم آیت ۴۹ سے کفار کے خبث طبع کا ذکر فرمادیا کہ اگر انہیں اللہ کا کلام سنایا جاتا ہے تو وہ اس سے یوں بدکتے ہیں اور ڈر کر یوں دور بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شیر سے ڈر کر بھاگتے ہوں۔ حالانکہ یہ کتاب سراپا نصیحت ہے۔ اس میں ان لوگوں کی فوز و فلاح کا سامان ہے۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ ذوق وشوق سے اس کو سنتے، خلوص قلب سے اس کو قبول کرتے اور اس کی روشنی میں جادۂ زیست کے نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے منزل مقصود تک جا پہنچتے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۱-۴-۷۷

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المدثر مکی ہے | اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ | اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤

اے چادر لپیٹنے والے ۱ اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے اور اپنے لباس کو پاک رکھیے

۱۔ لباس جو جسم کو مس کرتا ہے اسے عربی میں شعار کہتے ہیں اور اس کے اوپر جو چادر کمبل وغیرہ پہنا جاتا ہے اسے دثار کہتے ہیں۔ مدثر دثار سے ہی مشتق ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے چادر یا کمبل میں اپنے آپ کو لپیٹنے والے۔

اس کی شان نزول کے بارے میں مذکور ہے کہ غار حرا میں جبریل امین جب پہلی مرتبہ وحی لے کر حاضر ہوئے تو اس کے بعد کافی عرصہ تک نزول وحی کا سلسلہ بند رہا۔ اسے فترۃ الوحی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس عرصہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے قراری و اضطراب کی کیفیت طاری رہی۔ کلام الٰہی میں جو چاشنی اور مٹھاس ہے کان اب اس سے آشنا ہو چکے تھے اس کو دوبارہ سننے کے لیے سخت بیتاب تھے۔ آتش الفت و کرم بھڑک چکی تھی وہ بھی اتنا طویل فصل کیسے گوارا کرتی۔ بڑی بیقراری تھی۔ دل بھی بیتاب اور آنکھیں بھی مشتاق۔ آخر دوبارہ رحمت کی گھٹا امڈی اور سلسلہ وحی شروع ہوا۔ اس کی حالت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک آواز سنائی دی میں نے نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان ایک زریں کرسی پر بیٹھا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے خوف محسوس ہوا۔ گھر واپس لوٹ آیا۔ میں نے کہا: زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ۔ فَدَثَّرُوْنِيْ۔ تو انہوں نے چادر یا کمبل مجھ پر ڈال دیا۔ اس وقت جبریل امین آگئے اور یہ پیغام خداوندی مجھ کو سنایا۔

اس خطاب میں بھی ویسی ہی لطف و عنایت اور محبت و پیار کا اظہار ہے جس کا ذکر آپ یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ میں پڑھ آئے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں۔ معنی یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ای المدثر بالنبوۃ والکمالات۔ اے نبوت اور دوسرے کمالات کی چادر اوڑھنے والے۔ صوفیائے کرام نے اس خطاب سے جو معنی سمجھا ہے علامہ آلوسی کے الفاظ میں سماعت فرمائیے۔

قال بعض السادة اي يا ايها الساتر لحقيقة المحمدية بدثار الصورة الآدمية او يا ايها الغائب عن انظار الخليقة فلا يعرفك سوى الله تعالى على الحقيقة۔

ترجمہ: اقلیم معرفت کے بعض سرداروں نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اے انسانی شکل و صورت سے حقیقت محمدیہ کو چھپانے والے یا لوگوں کی نگاہوں سے اپنے آپ کو مستور رکھنے والے کہ تیری حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے چند اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے قصیدہ بردہ کے دو شعر آپ بھی سن لیجیے:

۱۔ وكيف يدرك في الدنيا حقيقته ۔۔۔ قوم نيام تسلوا عنه بالحلم

۲۔ فمبلغ العلم فيه انه بشر ۔۔۔ وانه خير خلق الله كلهم

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱) اس دنیا میں مبعوث ہونے والی قوم جو محض خیالات سے اپنے دلوں کو بہلا رہی ہے حضور کی حقیقت کو کیسے پہچان سکتی ہے۔

(۲) علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ بشر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں۔

قرآن کریم کے معانی کا سمندر ناپیدا کنار ہے۔ اس کی تہ تک کون پہنچ سکتا ہے۔ اس کے اسرار و معارف کے موتی ان گنت ہیں۔ ان کا شمار کون کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وحبیبہ الاکرم۔

۲۔ آغاز نبوت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو جو ہدایات دیں یا جن احکام اور ارشادات سے نوازا ان سے بہتر کوئی لائحہ عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ یا ایہا المدثر کے محبت بھرے خطاب کے بعد حکم ہوا کہ اٹھیے! کاہلی اور بے پروائی سے نہیں بلکہ عزم اور پوری سنجیدگی کے ساتھ اٹھیے۔ آپ کے گرد و پیش پھیلے ہوئے کفر و شرک اور ضلالت کا ایک سیلاب امڈا ہوا ہے۔ جو بے خبر لوگ نیند کے خمار میں مست ہیں ان کو خبردار کیجیے کہ آنکھیں کھولو اپنی روش بدلو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہونے ہی والا ہے۔ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو اس عذاب سے بچنے کا راستہ بھی تمہیں دکھاتا ہوں۔ دعوت حق قبول کیجیے، بیڑا پار ہو جائے گا۔

۳۔ اس دعوت اور تنذیر کے مخاطب اگرچہ کافۃ الناس ہیں لیکن اولین مخاطب اہل مکہ اور قریش تھے جو صدیوں سے شرک کو قبول کیے ہوئے تھے۔ شرکیہ عقیدے ان کے قلوب و اذہان میں رچ بس چکے تھے۔ مزید برآں انہیں اپنی برتری کا ایسا اکڑا ہوا احساس تھا کہ وہ کسی کو خاطر میں ہی نہ لاتے تھے۔ سب سے بڑھ کر معزز، سب سے زیادہ عقلمند، سب سے بڑھ کر دولت مند وہ خود کو خیال کرتے تھے۔ مزید براں یہ کہ وہ کعبہ کے مجاور تھے۔ مذہبی رسوم اور دین کے جملہ حقوق انہی کے نام محفوظ تھے۔ اس لیے ان کو شرک کے عذاب سے ڈرانا اور دعوت حق دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ان کے دلوں کو بدلنا اور سنگلاخ زمین میں ایمان کی تخم ریزی بڑا دشوار مرحلہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرماتے ہیں کہ اپنے رب کی بڑائی کا عقیدہ ہر دم ملحوظ رکھو اور اسی کا اعلان بھی کرتے رہو۔ جب آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے تو پھر دوسرے زورآوروں کی آپ کو پروا نہیں ہو گی۔ ٹھیک ہے یہ لوگ بڑے بنے ہوئے ہیں لیکن ان کی بڑائی چند سیکنڈوں اور چند دنوں کی ہے اور آپ کے رب کی بڑائی کا پرچم بحر و بر، دشت و جبل، عرش و فرش پر ازل سے لہرا رہا ہے اور ابد تک لہراتا رہے گا۔ آپ ان فانی زور آوروں کی پروا مت کریں۔ ان کا جتھا آپ کے راستوں میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دے، آپ کا رب جو حقیقی بڑا ہے وہ انہیں رائی بنا کر اڑا دے گا۔ دل میں اس کی کبریائی کا عقیدہ اور زبان سے اس کی کبریائی کا اعلان، یہی وہ فریضہ ہے جو آپ نے ادا کرنا ہے۔ اللہ اکبر سے نماز کا افتتاح اسی آیت سے ماخوذ ہے۔

۴۔ آپ کو نبوت کے منصب رفیع پر فائز کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کبریائی کے اعلان کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ آپ کے منصب کا جلال اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں وہ میلے کچیلے ہوں یا ناپاک ہوں۔ جس طرح آپ کی زندگی کا ہر شعبہ مقدس ہے اسی طرح آپ کا لباس بھی اجلا، صاف اور پاک ہونا چاہیے۔ اس کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ اپنے اخلاق کو بھی پاک رکھیے۔ آپ کے دامن عصمت پر کسی قسم کا کوئی دھبہ لگنے نہ پائے۔ دشمنان حق کو انگشت نمائی کا کوئی موقع نہ دیجیے کہ ان کے اعتراضات طالبان حق کے لیے رکاوٹ بن جائیں۔ لغت عرب میں پاکدامن آدمی کے لیے طاہر الذیل اور نقی الثوب کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی وہ پاکدامن ہے اور اس کا لباس ہر داغ سے پاک ہے۔ فقہا نے اسی آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نماز کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے اور جب کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے تو نمازی کا اپنا جسم اور وہ جگہ جہاں وہ نماز ادا کر رہا ہے اس کا پاک ہونا بطریق اولیٰ ضروری ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿٧﴾

اور (بتوں کی) پلیدی سے حسب سابق دور رہیے ف۵ اور کسی پر احسان نہ کیجیے زیادہ لینے کی نیت سے ف٦ اور اپنے رب (کی رضا) کے لیے صبر کیجیے ف۷

ف۵ عقیدہ اور عمل کی ہر ظاہری اور باطنی نجاست سے حسب سابق احتراز کرتے رہیے کیونکہ ایک مبلغ کا کلام اس وقت تک مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک وہ خود ان برائیوں سے پاک اور محترز نہ ہو۔ نیز یاد رہے کہ تمام گندگیاں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا باعث بنتی ہیں ان میں سب سے بڑی گندگی بتوں کی پرستش ہے۔ ان سے کنارہ کش رہیے ورنہ لوگ آپ پر طعن دراز کریں گے اور تبلیغ کی کوششیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں گی۔

قرطبی لکھتے ہیں بعض الرُّجْزَ اور الرِّجْزَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ دو لغتیں ہیں مثل الذکر والذکر۔ ابوالعالیہ، ربیع اور کسائی کہتے ہیں: الرُّجْزُ بالضم الصنم وبالکسر النجاسة والمعصية۔ یعنی رُجز بت کو کہتے ہیں اور رِجز پلیدی اور گناہ کو کہتے ہیں۔ کسائی کہتے ہیں بالضم الوثن وبالکسر العذاب۔ (قرطبی) رُجز کا معنی بت اور رِجز کا معنی عذاب۔

ف٦ کیا ہی پیاری نصیحت ہے کتنے اعلیٰ ضابطہ اخلاق کی تعلیم ہے۔ عام طور پر کسی کے ساتھ جب احسان اور بھلائی کی جاتی ہے تو یہ توقع ہوتی ہے کہ جب وقت آئے گا تو یہ مجھ سے بڑھ کر احسان کرے گا۔ لوگ وہاں ہی ایک روپیہ خرچ کرتے ہیں جہاں کم از کم دوگنی بازیافت کی امید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہیں کہ ہدایت کا جو احسان آپ ان پر فرما رہے ہیں، معرفت الٰہی کی جو دولت آپ انہیں عطا فرما رہے ہیں یہ بڑی گرانقیمت چیز ہے۔ لیکن بھول کر بھی یہ خیال آپ کے دل میں کبھی نہ آنا چاہیے کہ آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہونے والے اس احسان عظیم کا معاوضہ آپ کو دیں گے۔ آپ محض اپنے رب کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا کے لیے یہ کام کریں اور کسی انسان سے اس کے معاوضہ کی قطعاً توقع نہ رکھیں۔ آپ کا رب خود آپ کو اس کا اجر عظیم اور اجر غیر ممنون عطا فرمائے گا۔ ہر قسم کے لالچ اور منفعت سے بے نیاز ہو کر آپ دعوت حق کا فریضہ انجام دیں۔

اس آیت کا ایک اور مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ آپ اپنے پروردگار کی عبادت، اس کے دین کی تبلیغ اور اس کے نام کو بلند کرنے کے لیے جو کوششیں کر رہے ہیں ان کو زیادہ اور کثیر سمجھ کر اس پر نازاں نہ ہوں بلکہ جتنا بھی آپ جد و جہد کریں اس کو قلیل اور حقیر ہی سمجھیں۔

قال الحسن لا تمنن علی اللہ بعملک فتستکثرہ۔

ف۷ اس دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں جو تکلیفیں پیش آئیں اور جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے ان پر صبر کیجیے اور صبر بھی محض اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کے لیے۔

ان آیات طیبات میں جو ہدایات مذکور ہیں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ حضور پہلے ان کے خلاف عمل پیرا تھے اور حضور کی اصلاح کے لیے یہ ہدایات نازل کی گئیں۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فطرت پاکیزہ اور طبیعت سعید پہلے ہی مکارم اخلاق سے متصف تھی۔ ہر قسم کی نامہواری اور عیب سے حضور کا دامن پاک تھا۔ یہ احکام یاد دہانی کے لیے ہیں کہ جس طرح آپ ان پر کاربند ہیں قیامت تک آنے والے مبلغین اور علمائے دین کے لیے یہ ایک دستور مقرر کر دیا گیا کہ اگر نبوت کی وراثت سے کچھ حصہ لینا چاہتے ہو تو ان اصولوں پر مضبوطی سے کاربند رہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿٩﴾ عَلَى

پھر جب صور پھونکا جائے گا ف تو وہ دن بڑا سخت دن ہو گا۔ کفار

الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ

پر آسان نہ ہو گا۔ آپ چھوڑ دیجیے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے ف اور دے

لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾

دیا ہے اسے کثیر مال۔ اور بیٹے ایسے جو پاس رہنے والے ہیں۔ اور مہیا کر دیا ہے اسے ہر قسم کا سامان ف

ف اذا نقر فی الناقور جب قیامت کے لیے صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کفار کے لیے بڑا سخت ہو گا ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی ان کا کوئی عذر قبول نہ ہو گا ان کی ساری آسیں اور امیدیں ٹوٹ جائیں گی۔ ناقور، فاعول کا وزن ہے اور اس سے مراد وہ صور ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے اس کی حقیقت و شکل و صورت سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا اور نہ اس کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے۔

ف یہاں سے ولید بن مغیرہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی اور غضب کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اس قسم کا کلام غصہ اور غضب کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس غضب شدید کی وجہ آیت ۱۸ سے شروع ہو رہی ہے۔ یہاں صرف اس کی احسان فراموشی اور کفران نعمت کا ذکر ہو رہا ہے۔ وحیدا کے بارے میں دو قول ہیں۔ یا تو خلقت کی ضمیر فاعل کا حال ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا کہ میں نے کسی مدد کے بغیر اس کو پیدا کیا ہے مجھے اس کو پیدا کرنے کے لیے کسی دوسرے کی اعانت کی ضرورت نہیں یا یہ مفعول کی ضمیر محذوف خلقته کا حال ہو گا۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اس کو میں نے اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ وہ تنہا تھا نہ اس کے پاس مال تھا نہ دولت نہ زمین نہ جائداد نہ اس کے پاس کوئی بیٹا تھا اور نہ کوئی ملازم۔ پھر ہم نے اس پر یہ احسان فرمایا اس کو اتنا مال دیا جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ دس یا بروایت بارہ بیٹے دیے جو کسب رزق سے مستغنی ہیں۔ تجارت و کاروبار کے لیے انہیں دور دراز ملکوں کی خاک چھاننا نہیں پڑتی کھیتی باڑی میں سارا سارا دن مصروف نہیں رہتے بلکہ تمام [illegible] سے بے نیاز ہو کر ہر وقت اپنے باپ کے پاس حاضر رہتے ہیں۔

شہود کا معنی معروف و مشہور بھی کیا گیا ہے یعنی باپ کی طرح نامور اور معزز ہیں۔ لوگ اپنی حاجات میں ان کے پاس بھی حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

ف اس کا مفہوم علامہ پانی پتی کے الفاظ میں پڑھیے: ای بسطت له الریاسة والجاه العریض۔ یعنی میں نے اس کے لیے ریاست و سرداری اور عزت و وجاہت کے اسباب فراہم کیے ہیں اور کوئی شخص اس کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس کی قوم اسے ریحانۃ قریش (قریش کا گلدستہ) کہا کرتی تھی اور یہ اپنے آپ کو وحید بن وحید (یگانہ فرزند یگانہ) کے شاندار الفاظ سے ملقب کیا کرتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ

پھر طمع کرتا ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں ۱۵ ہرگز نہیں ۱۶ وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے۔ میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ

صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ

کٹھن چڑھائی چڑھے ۱۷ اس نے غور کیا اور پھر ایک بات طے کر لی ۱۸ سو مارا جائے اس نے کیسی بُری بات طے کی۔ اسے پھر مارا جائے کیسی

۱۵ اتنے عظیم احسانات کے باوجود شکر کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول سے مخاصمت اور عناد اس کا شغل بن کر رہ گیا ہے۔ بایں ہمہ مزید نعمتوں کا طالب ہے۔

۱۶ ہرگز نہیں۔ اب اس کے لیے انعام و اکرام کے دروازے بند کیے جا رہے ہیں اور عذاب و عتاب کے دروازے کھولے جا رہے ہیں کہتے ہیں کہ اس کے بعد ولید کا کاروبار ماند پڑ گیا۔ زراعت و تجارت کی ترقی رک گئی جائیداد گھٹنے لگی۔

۱۷ ارھقہ: غشاہ۔ سأکلفہ۔ ہم اسے مجبور کر دیں گے کہ وہ اس پہاڑ پر چڑھے۔ آرام و آسائش کی زندگی کا دور ختم ہو گیا اب ذلت و خواری، محرومی و تنگدستی کی زندگی بسر کرنا پڑے گی۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام صعود ہے ایسے پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا جائے گا جہاں ہاتھ رکھے گا پگھل جائے گا جب وہ چوٹی کے قریب پہنچے گا تو اس کا پاؤں پھسل جائے گا اور دھڑام سے نیچے گر جائے گا اور پھر اوپر چڑھنے کا حکم ملے گا اسے ہمیشہ اسی طرح کرنا ہوگا۔ قال ابن عباس: مشقۃ من العذاب لا راحۃ له فیه۔ یعنی حضرت ابن عباس نے اس کا مفہوم یہ بتایا کہ ہم اسے ایک ایسے عذاب کی مشقتوں میں مبتلا کریں گے جس میں اس کو لمحہ بھر کے لیے بھی آرام نصیب نہیں ہوگا۔

۱۸ یہاں سے اس غضب شدید کی وجہ بتائی جا رہی ہے۔ آیات کی تشریح سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہ واقعہ پڑھ لیں جس کا ان آیات میں ذکر ہو رہا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی دعوت کا آغاز کیے ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حج کا موسم آ گیا۔ اس موقع پر ہر سال عرب کے اطراف و اکناف سے لوگ یہاں جمع ہوتے تھے۔ اپنے اپنے رسم و رواج کے مطابق پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ اہل مکہ کو اب یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ابھی تک تو اس نئی دعوت کو کسی حد تک روکے رکھا جب کسی کے کان میں بات پڑی کہہ دیا۔ اب بیرونی قبائل کے لوگ آ رہے ہیں وہ اس نئے داعی کے بارے میں ضرور پوچھیں گے اگر ہم سب نے کوئی متفقہ جواب نہ دیا تو وہ ہمارا نفاق (نااتفاقی) نمایاں ہو گا۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ ایک میٹنگ بلائی جائے اور اس میں طے کر لیا جائے کہ بیرونی لوگ اگر ان کے بارے میں پوچھیں تو انہیں کیا متفقہ جواب دیا جائے۔ چنانچہ دارالندوہ میں ان کا اجتماع ہوا ولید نے ہی گفتگو کا آغاز کیا اور لوگوں کو اس مجلس کے انعقاد کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم سب ایک بات پر متفق ہو جائیں اور جو شخص بھی ان کے بارے میں پوچھے سب ایک ہی جواب دیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کاہن کا لفظ تجویز کیا۔ ولید بولا بخدا وہ کاہن نہیں ہیں۔ کاہنوں کے بے جوڑ بے ربط فقرے میں نے سنے ہیں یہ قرآن کو بھلا ان سے کیا نسبت۔ دوسرے لوگ کہنے لگے کہ انہیں مجنون کہنا چاہیے۔ ولید نے اس کی بھی تردید کی اور کہا کہ اگر تم نے ایسی بیہودہ بات کی تو لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ چند لوگوں نے کہا کہ ان کے لیے مناسب لفظ شاعر ہے۔ ولید نے رد کیا کہنے لگا ہم شعر کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

پھر ہلاک ہو اس نے کیسے طے کی۔ پھر دیکھا۔ پھر منہ بسورا اور ترش رو ہو گیا ۱۳؎ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا۔

تمام اصناف سے واقف ہوں کیا قرآن کی کسی آیت پر ان میں سے کسی صنف کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جو لوگ سب کچھ کلام میں شریک نہیں ہو سکتے تھے وہ کہنے لگے اور کوئی نقصان کے لیے مزید تحقیق بالعموم انہیں نہ سے الجھنا ان سے ساحر کہہ سکتے ہیں۔ ویسے کہا دوستی با دور عرب کی فطانت کی اور پاک کردار اور حسن و کمال اخلاق کے اس حسین و جمیل پیکر سے کوئی نسبت ہو سکتی ہے۔ وہ ان مفلوک سے کوئی فرق ہی نہ کرتے تم نے اشتعال کیا تو پھر اعلان تم پہ گمان ہو جائیگے اور اسے مجنون تسلیم خیال کریں گے۔ پھر کہتا کہ لوگ ... علیہ ... ولا یعلیٰ علیہ۔ بخدا اس کلام میں بڑی شیرینی ہے اس کا ظاہر بہت پر رونق اور باطن بہت سے ... معلوم ہوتا ہے اور کوئی اس سے اونچا نہیں ہو سکتا۔ ولید کہہ کر مجلس سے اٹھا اور گھر چلا گیا۔ قریش نے شور مچایا کہ ولید بے دین ہو گیا۔ ابوجہل نے کہا تم فکر نہ کرو میں حل کر دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ بڑی افسردہ شکل بنا کر اس کے پاس گیا۔ ولید نے پوچھا تو بہت ہی غمگین نظر آتا ہے۔ ابوجہل نے کہا اب غم نہ ہو تو کیا ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ قریش کے لوگ تیرے لیے کچھ رقم جمع کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ولید بے دین ہو گیا ہے اس لیے حضور کا ہم کلام ہوا ہے اور ان کی طرف مائل ہو گیا ہے تاکہ وہ اس کی مالی امداد کریں۔ کہ ولید تو غرور و نخوت سے مشتعل ہو گیا۔ کہنے لگا کہ ... کو تم جانتے ہو کہ مجھے ان کے حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد کی ضرورت نہیں ہو گی۔ لیکن ان کے پاس سے جو الفاظ سنے وہ ... ہیں۔ پھر بڑے غور سے سوچنے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا بڑی گہری فکر میں غوطہ زن ہے تاکہ آپ کے لیے کوئی موزوں لفظ تلاش کرے۔ کافی دیر تک اسی حالت میں رہا۔ آخر کار کہنے لگا کہ ہم اسے ساحر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس نے بھائی کو بھائی سے بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا ہے۔

اب ذرا ان آیات کو غور سے پڑھیں اس شخص کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ اپنے اندر ایک انوکھی شان رکھتی ہے۔

وہ اس بات پر غور کر رہا ہے کہ ان پیغمبر کے لیے کون سا لفظ تجویز کیا جائے کاہن، شاعر، مجنون یا ساحر۔ طویل غور و خوض کے بعد اس نے طے کیا کہ انہیں ساحر کہنا درست ہے۔ ایسی بات کہنا بڑی جسارت ہے کہ آپ کی خوبیوں کو پہچانتے ہوئے اور آپ کے مکارم اخلاق کو تسلیم کرنے کے باوجود ایسا الفاظ سے آپ کو یاد کرتا ہے۔

۱۳؎ معلوم ہوتا ہے اس کا اپنا ضمیر بھی اس کو ملامت کر رہا ہے۔ وہ انتہائی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے اور اس کے آثار اس کے چہرے پر صاف نمایاں ہو رہے ہیں۔

آخری اعلان سے پہلے ایک مرتبہ پھر دہشت سے کانپ اٹھتا ہے۔ پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ منہ بسورتا ہے جیسے کوئی تلخ بات ہو۔ پھر پیٹھ پھیر کر منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے ان هذا الا سحر یؤثر۔ یہ جادو ہے اور اس کتاب کا مقصد اللہ کی طرف سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے نہیں ہے۔ اس کا اعجاز قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ ہر زمانہ کے جادوگر اپنے شاگردوں کو اس کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ ان کو کیسی کیسی چیزیں دکھاتے ہیں اور گھر گھر میں جو انتشار و افتراق پیدا ہو گیا ہے یہ اسی جادو کا کرشمہ ہے۔

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ

پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے۔ یہ نہیں مگر انسان کا کلام۔ عنقریب میں اسے جہنم

سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾

میں جھونکوں گا۔ اور تو کیا جانے کہ جہنم کیا ہے۔ وہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے گی۔ جھلسا دینے والی آدمی کی کھال کو۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ اور ہم نے نہیں مقرر کیے آگ کے داروغے مگر فرشتے۔

اس پر ہم نے تو کتنے احسانات کیے۔ بیٹے دیے، بے اندازہ دولت دی، عزت و سرداری بخشی اور اتنی لمبی عمر عطا فرمائی اور یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ہمارا نبی ساحر نہیں اور نہ یہ کلام سحر ہے لیکن محض اپنی جھوٹی نام و نمود کے لیے اور چند روزہ سرداری کے لیے وہ ایسا پاک کلام ایسے نبی کریم پر لگاتا ہے۔ اس لیے ہم بھی اسے ضرور بالضرور دوزخ کا ایندھن بنائیں گے۔

نہ تو اسے زندہ رہنے دیتی ہے اور نہ اس کو جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ جل کر کوئلہ ہو جاتے ہیں اور پھر عذاب بھگتنے کے لیے زندہ کیے جاتے ہیں۔

لواحۃ: مسوّدۃ للجسد ومغیرۃ الی سواد، یعنی جلد کی رنگت سیاہی مائل کر دینے والی ہے۔ بشر جمع ہے بشرۃ کی۔ اس کا معنی انسانی جلد ہے۔

ہم نے اس کشادہ اور وسیع دوزخ کی حفاظت کے لیے انیس داروغے مقرر کیے ہیں۔ کفار نے جب یہ آیت سنی تو زور زور سے قہقہے لگانے لگے۔ کہنے لگے یہ کیسی عجیب بات ہے اس نبی کے خدا کی فوج۔ ہم تو گنتی میں بے شمار ہیں جو جہنم کو چاروں طرف سے گھیرے کھڑا ہوگا اور ان کی گرفت سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ کوئی نہیں! کیا حقیقت ہے ان انیس کی؟ ان کا کیا مقابلہ؟ یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی تھی، ہر شخص اپنا اپنا اندازہ لگا کر ... کر رہا تھا۔ ابوجہل کہنے لگا وہ تمہارا ساتھی کہتا ہے کہ اس نبی کے خدا کی فوج صرف انیس سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ کیا تم دس دس مل کر بھی ایک ایک کو پکڑ کر اس کا کچومر نہیں نکال دو گے۔ ابو الاشد بن اسید الجمحی جو اپنے قبیلہ بنی جمح کا نامور پہلوان تھا، بھی وہاں موجود تھا۔ کہنے لگا ابوجہل کچھ فکر نہ کرو، ان میں سے سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں۔ باقی رہے دو تو آپ سب مل کر ان دو کو سنبھال لیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے بیوقوفو! یہ تمہاری مانند جیتے جاگتے گوشت پوست کے آدمی نہیں کہ دس دس آدمی مل کر ان کو پچھاڑ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جن کی قوت و طاقت کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر تمہیں کچھ غلط فہمی ہے تو عاد و ثمود اور سدوم و عمورہ سے پوچھو۔ وہ تمہیں ان کی قوت کے بارے میں بتائیں گے۔

جہنم کے داروغوں کی یہ تعداد بیان کرنے میں کیا حکمت ہے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سن کر کفار نے اور مذاق اڑایا اور ان کے

www.KitaboSunnat.com

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ

اور نہیں بنایا ہم نے ان کی تعداد کو مگر آزمائش ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تاکہ یقین کر لیں

أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۙ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ

اہل کتاب اور بڑھ جائے اہل ایمان کا ایمان اور نہ شک میں مبتلا ہوں

أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

اہل کتاب اور مومن اور تاکہ کہیں جن کے دلوں میں روگ ہے

رسول کریم پر تنقید و استہزا بنا لیا۔ اس لیے اس کی حکمت بتائی جا رہی ہے کہ جن کے دلوں میں کفر چھپا ہوا ہے اور وہ کسی مصلحت کے باعث ظاہر نہیں کرتے ہیں ان کا کفر بھی کھل کر سامنے آجائے نیز یہ کہ اہل کتاب کو بھی یقین آجائے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور اپنے رب کا فرمان ہی سنا رہا ہے اور مسلمان جو پہلے ہی نور ایمان سے مشرف ہیں وہ بھی بلا حیل و حجت شرح صدر کے ساتھ اس عدد کو تسلیم کریں گے۔ اس طرح ان کے ایمان اور ایقان دونوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے ایمان میں اضافہ کی بات تو واضح ہے لیکن اہل کتاب کو اس سے کیسے یقین آگیا؟ اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ اہل کتاب کی کتب میں بھی ان کی یہی تعداد مذکور ہے۔ اس پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اہل کتاب کی موجودہ کتب کی ورق گردانی کے باوجود کہیں نہیں ملا کہ ان کے نزدیک بھی دوزخ کے داروغوں کی تعداد انیس ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف و تبدیل کا سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ ہو سکتا ہے یہ عدد بھی تحریف کی نذر ہو گیا ہو اور آپ کو نہ ملا ہو۔ دوسرا شبہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اگر انیس کا عدد ان کی کتب میں پایا بھی جائے تو اس سے بھی ان کے یقین میں اضافہ کی کوئی صورت نہیں۔ وہ تو الٹا یہ کہیں گے کہ آپ نے یہودی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اس کے لیے گزارش ہے کہ تمام اہل کتاب تو ہٹ دھرم اور متعصب نہیں۔ ان میں کئی حق پسند بھی تو ہوں گے وہ تو یہ جانتے ہیں کہ نبی کریم نے عبرانی کتب کا مطالعہ کیا نہ عبرانی زبان ہی [illegible] تک [illegible] سے اخذ کر کے قرآن مرتب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی رہے متعصب تو ایسے لوگوں کے حق میں ہدایت لکھی ہی نہیں ان کا کیا ذکر۔

بعض علماء نے ان کے یقین میں اضافہ کی توجیہ کی ہے کہ ان کے صحائف میں بھی ایسی چیزیں بکثرت مذکور ہیں جن کا تعلق عالم آخرت سے ہے اور اس دنیا میں رہتے ہوئے ان کی کنہ کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ عدد بھی عالم آخرت کے حقائق میں سے ایک حقیقت ہے۔ اگر اس کی حکمت سمجھ نہ آئے کہ اتنے وسیع جہنم اور اتنی بے شمار مخلوق کی حفاظت کے لیے انیس فرشتے کیسے کافی ہو سکتے ہیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو صرف قرآن میں ہو اور ان کی کتابیں اس سے خالی ہوں۔

ایک تیسری توجیہ کی گئی ہے کہ اہل کتاب نے دیکھا یہ تو [illegible] لیکن حضور نے ان کی اس مخالفت اور استہزاء کو کوئی اہمیت نہ دی اور اسی وثوق سے قرآن کا پیغام پہنچایا تو انہیں یقین آگیا کہ مخالفت کے طوفانوں میں حق بات کا اعلان کرتے جانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

اور کفار کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے اس بیان سے ٣١ یونہی اللہ تعالیٰ ایک ہی بات سے

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ

گمراہ کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے ٣٢ اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بجز اس کے ٣٣

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝

اور نہیں ہے یہ بیان مگر نصیحت انسانوں کے لیے۔ ہاں ہاں! چاند کی قسم ٣٤ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرنے لگے

صرف عقل پرستی ہے۔ عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣١ جن کے دلوں میں شک کا روگ ہے اور وہ جن کے دلوں میں کفر سما چکا ہے وہ کہتے ہیں اس تعداد کو بیان نہ کیا جاتا تو کیا کمی تھا۔ اس کو ذکر کرنے کی حالت کو اور زیادہ عجیب بنا دیا گیا ہے۔ اس قسم کی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں ایمان کا نور نصیب نہیں ہوتا۔

اس مرض سے مراد نفاق اصطلاحی نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں منافق ہوا کرتے تھے۔ اس سے مراد شک ہے اور مکہ میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو کفر اور کفریات پر دل سے یقین رکھتے تھے۔ وہاں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اگرچہ اسلام کو قبول نہیں کیا تھا لیکن اسلامی دعوت کے بارے میں وہ تذبذب میں مبتلا تھے کیونکہ ایسا ممکن ہے کبھی کبھی یہ خیال ہے۔ اس آیت کو مکی اس لیے نہ ماننا کہ اس میں مرض کا لفظ موجود ہے سراسر تکلف ہے۔

٣٢ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو گمراہ کر دیتا ہے اور مجبور کر کے کسی کو ہدایت دے دیتا ہے۔ ورنہ جواب دہی کا احساس، نیکی و بدی کی ذمہ داری، ثواب و عقاب جو اسلام کے بنیادی ارکان ہیں سب منہدم ہو کر رہ جائیں گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل و فہم، غور و فکر کی جو صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں اس کے بعد اسے آزادی دی گئی ہے چاہے تو وہ انہیں نیکی کے لیے استعمال کرے چاہے تو گمراہی کے لیے استعمال کرے۔ اگر کوئی شخص ان قوتوں کو ہدایت پذیری کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت بخش دیتا ہے۔ ایمان لانے والے کو جبراً گمراہی کے گڑھے میں پھینک نہیں دیا جاتا اور اگر وہ خود جان بوجھ کر گمراہی کا انتخاب کرتا ہے تو قدرت اسے مجبور نہیں کرتی کہ وہ ضرور ہی صاحب رشد و ہدایت بن جائے۔

٣٣ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کی گنتی اس کے بغیر کوئی جان نہیں سکتا۔ یہ بیچارہ ابوجہل کیا جانے کہ خالق السموات والارض کے لشکروں کی تعداد کیا ہے۔

٣٤ اس کا معنی کیا گیا ہے حقاً والقمر یعنی ہاں ہاں قمر کی قسم۔ اس صورت میں کلا پر وقف نہ ہوگا اور اگر کلا کو ان کے زعم باطل کے رد کرنے کے لیے ذکر کیا ہو تو پھر کلا پر وقف کریں گے معنی ہوگا کہ بیہودہ گمان کیے بیٹھے ہو یہ بات نہیں ہے جیسا تمہارا خیال ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَن

اور صبح کی قسم جب روشن ہو جائے۔ یقیناً دوزخ بڑی آفتوں میں سے ایک آفت ہے ۲۵ ڈرانے والی ہے لوگوں کے لیے ۲۶ ان کے لیے

شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿۳۸﴾

جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا پیچھے رہنا چاہتے ہیں ۲۷ ہر شخص اپنے کسب (عملوں) میں گروی ہے ۲۸

إِلَّآ أَصْحَٰبَ الْيَمِينِ ﴿۳۹﴾ فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۱﴾

سوائے اصحاب یمین کے ۲۹ جو جنتوں میں ہوں گے۔ (اہل جنت) پوچھیں گے مجرموں سے ۳۰

ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ چاند کی قسم، قیامت ضرور آئے گی۔

چاند کی قسم کے بعد رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیر رہی ہو۔ بعض اہل لغت نے اَدْبَرَ اور دَبَرَ کا ایک ہی معنی کیا ہے لیکن بعض نے فرق کیا۔ جب رات پیٹھ پھیر رہی ہو اس کو اَدْبَرَ کہتے ہیں اور جب رات پیٹھ پھیر کر چلی جائے تو دَبَرَ کہتے ہیں۔

۲۵ الکبر جمع ہے کُبْرٰی کی جو اکبر کی مؤنث ہے۔ اس کا مطلب ہے والکبر ہی العظائم من العقوبات یعنی قیامت کا آنا بڑی آفتوں میں سے ایک بڑی آفت ہے۔

۲۶ یہاں صفت مشبہ نہیں کہ اس کا معنی ڈرانے والا ہو بلکہ یہ مصدر ہے قال الخلیل النذیر مصدر کالنکیر ولذلک یوصف به المونث۔ خلیل نے کہا ہے کہ یہ نکیر کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کا معنی ڈراوا ہے۔ ایسی چیز جس سے ڈرایا جائے۔ قال الحسن واللّٰہ ما انذر الخلائق بشیء ادھی منھا۔ حسن بصری فرماتے ہیں انسان کے لیے اس سے بڑا ڈراوا اور کوئی نہیں ہے جس سے اس کو خوفزدہ کیا جائے۔

۲۷ اب تمہاری مرضی کہ تم میں سے کون نیکیوں کی طرف سبقت کرتا ہے اور کون برائیوں میں پھنس کر پیچھے رہ جاتا ہے۔

۲۸ آیت میں رَهِينَةٌ، رَهِين کی تانیث نہیں ہے کیونکہ فعیل کا صیغہ جب فعیل مفعول کے معنی میں ہو تو مذکر مؤنث دونوں کے لیے رھین صفت آتی ہے۔ اگر یہ رَهِينَةٌ بمعنی مرھونۃ ہوتا تو یہاں اس کو مؤنث ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ یہ شتیمۃ کی طرح مصدر ہے۔ اس کا معنی رہن کر دی۔ والمعنی کل نفس بما کسبت من السیئات بکفرھا محبوسة فی النار ابدا۔

۲۹ ان سے کون لوگ مراد ہیں اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ مومنین کے چھوٹے بچے، وہ لوگ جن کو ان کا نامۂ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ایک پسندیدہ قول یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے اعمال اور نیکیوں پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اپنے رب کے فضل و احسان پر ہی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

۳۰ آیت میں یتساءلون کا معنی یسألون ہے۔ اور یعنی اہل جنت دوزخیوں سے پوچھیں گے تمہیں کس جرم کی پاداش میں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کیا گیا؟ وہ جواب دیں گے ہمارے دو قصور تھے جن کی ہم یہ سزا بھگت رہے ہیں۔ (۱) ہم اپنے رب کو سجدہ نہیں کرتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ

تم کس جرم نے تم کو دوزخ میں داخل کیا۔ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

کھانا بھی نہیں کھلایا کرتے تھے۔ اور ہم بیہودہ سرائی کرنے والوں کے ساتھ بیہودہ سرائی میں لگے رہتے۔ اور ہم جھٹلایا کرتے تھے

بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

روز جزا کو۔ یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔ پس انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی شفاعت کرنے

الشَّافِعِينَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ

والوں کی شفاعت ۲۱ پس انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس نصیحت سے روگرداں ہیں۔ گویا وہ

تھے۔ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ نبی کریم کے کرم کے صدقے پیٹ کی حرمت تو تمام سے گزر رہی ہے اسے بھی ہم کو کرنا چاہیے اس کی عبادت بھی ضروری ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم تو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھایا کرتے لیکن غریبوں مسکینوں کی ضرورت کی طرف توجہ نہ دیتے۔ وہ ہمارے پڑوس میں کئی کئی روز بھوکے بلکتے رہتے۔ ہم نے کبھی ان کی پروا نہ کی۔ یہاں بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نماز جو تمام عبادتوں سے اعلیٰ و ارفع ہے اس کا ترک اور فقراء و مساکین کی ضروریات زندگی سے غفلت برتنے والا یکساں عذاب و سزا کے مستحق ہیں۔ اسلام انسان کی معاشی ضروریات کے اہم مسائل کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

۲۱ جس کی موت کفر پر ہوئی ہو اس کی کوئی شفاعت نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اس کی شفاعت کی اجازت ہی نہ ہو گی۔ شفاعت تو مومن گنہگار کے لیے ہے۔ اس موضوع پر پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ وقد انعقد الاجماع على جواز الشفاعة لكل مومن . . . وانكر الشفاعة اهل الهواء من المعتزلة والخوارج وغيرهم قبحهم الله تعالى. وقد تواترت في ذلك الاحاديث تواترا معنويا۔ کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر مومن کے لیے شفاعت جائز ہے۔ البتہ معتزلہ، خوارج اور ان کے علاوہ دیگر اہل ہوا نے شفاعت کا انکار کیا ہے۔ خدا ان کو تباہ کرے۔ حالانکہ احادیث شفاعت اتنی کثرت سے ہیں کہ تواتر معنوی کو پہنچی ہوئی ہیں۔

اس کے بعد آپ نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ یہ حدیث زید بن ارقم اور ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ سے مروی ہے۔ شفاعتي يوم القيامة حق فمن لم يؤمن بها لم يكن من اهلها۔ قیامت کے روز میری شفاعت حق ہے جو شخص شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ شفاعت کا مستحق نہ ہو گا۔ (مظہری)

www.KitaboSunnat.com

حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ

بھڑکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں جو بھاگے جا رہے ہیں شیر سے ۳۲؎ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے

مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾

کہ اس کو کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں ۳۳؎ ایسا ہرگز نہیں ہوگا دراصل وہ آخرت سے ڈرتے ہی نہیں ۳۴؎

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

ہاں ہاں یہ قرآن تو نصیحت ہے۔ پس جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کرے اور وہ نصیحت قبول نہیں کریں گے مگر یہ کہ

يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

اللہ تعالیٰ چاہے ۳۵؎ وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی بخشنے کے لائق ہے ۳۶؎

۳۲؎ ویسے تو ہر جاندار کو قدرت نے ایسی حس دے رکھی ہے جو خطرے کو بھانپ لیتی ہے اور وہ حفاظتی تدبیر کر لیتا ہے لیکن ان تمام جانوروں میں گدھے کی شان نرالی ہے۔ جب وہ شیر کو دیکھ لیتا ہے یا اس کی بو سونگھ لیتا ہے تو بدحواس ہو جاتا ہے اور وحشت کی حالت میں بھاگ نکلتا ہے۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی مثال ایسے گدھے سے دی ہے جو شیر کی آہٹ پا کر دم دبا کر بھاگ نکلا ہو۔ حُمُر۔ حمار کی جمع ہے کہ ابن عباس: اَرَادَ الْحُمُرَ الْوَحْشِيَّةَ۔ جنگلی گدھے۔ قَسْوَرَة شیر کو کہتے ہیں۔ ان تیر اندازوں کو بھی قسورہ کہا جاتا ہے جو شکار کھیلنے کے لیے نکلے ہوں۔ الْقَسْوَرَةُ: الرُّمَاةُ وَالصَّيَّادُوْنَ۔ یہ جمع ہے۔ اس کا واحد قسور ہے۔

۳۳؎ کفار مکہ اپنے ایمان لانے کے لیے کئی کئی شرطیں پیش کرتے تھے۔ کبھی کہتے ہمارے ان مردوں کو زندہ کر دیجئے اور سرسبز و شاداب باغات لگا دیجئے یہاں نہریں جاری ہو جائیں۔ کبھی کہتے آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیں اور ایک کتاب لے آئیں۔ بہ حیثیت ایسے بہانوں کی کمی نہیں ہوتی۔ ان کے ایسے مطالبات میں سے ایک مطالبہ یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے اس نبوی دعوت کو قبول کرنے کے لیے ہم تیار نہیں۔ اگر ہم سب رئیسوں اور سرداروں کے نام علیحدہ علیحدہ آسمان سے خط آجائیں جن میں ہمیں مسلمان ہونے کی دعوت دی گئی ہو تب ہم ایمان لانے کے بارے میں غور کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی ہے کہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔ لوگوں کو اسلام کی ضرورت ہے اسلام کے بغیر وہ گمراہی کی تاریکی سے نہیں نکل سکتے۔ اس ذات جمال و جلال پر پروانوں کی کوئی کمی نہیں۔

۳۴؎ ان کے ان نامعقول مطالبات کی وجہ بتائی جا رہی ہے۔ ان کی اصل بیماری یہ ہے کہ ان کا آخرت پر ایمان نہیں۔ اس لیے یہ ایسی احمقانہ باتیں کرتے ہیں۔ اگر انہیں یقین ہوتا کہ مرنے کے بعد انہیں پھر زندہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں پیش کیا جائے گا اور ان سے ان کے عقائد و اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی تو وہ کبھی ایسی باتیں نہ کرتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۴ قرآن کریم تو سراپا نصیحت ہے۔ یہ غافلوں کو خبردار کرنے کے لیے نازل ہوا ہے۔ ڈنڈے کے زور سے کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا اس کا مقصد نہیں۔ جس کا جی چاہے اس سے نصیحت قبول کرے اور اپنی ابدی سعادت کا اہتمام کرے۔ لیکن یہ سعادت اسی کو مل سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے نوازتا ہے۔ محض علم، فہم اور تجربہ کافی نہیں۔

۳۵ آخر میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ ذات ہے جو اس بات کی مستحق ہے کہ بندہ اس سے ڈرتا رہے۔ خلوت ہو یا جلوت ایسے کاموں سے احتراز کرے جن سے اس نے منع فرمایا ہے اور اس کے احکامات کو بجا لانے میں کسی حالت میں بھی غفلت نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ یہی اس کی شان ہے کہ جب کوئی بدکار اور روسیاہ اس کی بارگاہ میں معافی مانگنے کے لیے حاضر ہو تو اس کو معاف فرمائے۔ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اس کی بخشش عام ہے۔ اس کی مغفرت کا دامن بڑا کشادہ ہے۔

○

اللّٰھم انت اھل التقوی واھل المغفرۃ وانت اکرم المسئولین ان توفقنی ان اکون من عبادک المتقین
وارجوک ان تغفر لی ولوالدی وللمومنین والمومنات انک انت الغفور الرحیم۔
اللّٰھم صل من صلواتک اجمعھا وسلم من تسلیماتک اکملھا ومن تحیاتک احسنھا علی حبیبک ونبیک
وصفیک سید الوری سیدنا ومرشدنا محمد وعلی الہ واصحابہ ومن احبہ واتبعہ الی
یوم الدین۔
فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ القیامۃ

نام: اس سورۃ کے دو نام مذکور ہیں۔ سورۃ "لا اُقسم" اور سورۃ "القیامۃ"۔ اس میں دو رکوع، چالیس آیتیں، ایک سو ننانوے کلمے اور چھ سو باون حروف ہیں۔

نزول: علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق مکی عہد کے ابتدائی دور سے ہے۔

مضامین: قیامت کے بارے میں کفار و مشرکین جن شکوک و شبہات میں بری طرح گرفتار تھے کئی قسمیں کھا کر ان کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ فرمایا جس چیز کو تم محال سمجھ رہے ہو ہمارے لیے وہ بالکل آسان ہے۔ اس کے بعد قیامت کے ہولناک احوال کا ذکر کیا گیا اور غافل انسانوں کی بے بسی اور بے کسی کی تصویر کھینچ دی گئی۔

ابتدا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول وحی کے وقت بڑی مشقت محسوس فرماتے۔ اس بات کا احساس بے چین رکھتا کہ کہیں کوئی لفظ بھول نہ جائے۔ اس لیے جب جبرئیل امین کلام الٰہی کی وحی کرتے تو حضور جلدی جلدی ساتھ ساتھ اس کو دہراتے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خدشہ کو ہمیشہ کے لیے دور کر دیا۔ فرمایا: اے حبیب! وحی کو آپ کے لوح قلب پر ثبت کر دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ اس کے معانی اور مطالب کا سمجھانا، اس کے اسرار و معارف پر آگاہی بخشنا بھی ہم نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے۔ آپ اس بارے میں ہرگز متفکر نہ ہوا کریں۔

اس اطمینان دہی کے بعد بتایا کہ قیامت کے روز اللہ کے نیک بندے جب حاضر ہوں گے تو ان کے چہرے گلاب کے پھول کی طرح شگفتہ ہوں گے اور ان کی مشتاق نگاہیں انوار الٰہی کے دیدار میں مستغرق ہوں گی۔ لیکن بدکار لوگ جب وہاں پکڑ کر لائے جائیں گے تو ان کے چہروں پر نحوست برس رہی ہوگی۔ خوف سے تھر تھر کانپ رہے ہوں گے۔ پھر ایسے لوگوں کی موت کا منظر پیش فرمایا۔ دوسرے رکوع میں نام لیے بغیر مکہ کے ایک مغرور اور خودسر انسان جو ابوجہل ہے، کے اطوار و احوال بیان فرمائے اور اس کو اس کے قطعی انجام سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ عبرت پکڑنے والے عبرت پکڑ سکیں۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۷۷-۴-۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ٤٠ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ القیامہ مکی ہے اس میں ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ

میں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی ١ اور میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی (کہ حشر ضرور ہوگا) ٢ کیا انسان یہ خیال

الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ

کرتا ہے کہ ہم ہرگز جمع نہ کریں گے اس کی ہڈیوں کو ٣ کیوں نہیں ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ ہم اس کی انگلیوں کی پور پور درست

١ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ابو اللیث سمرقندی کا قول ہے اجمع المفسرون ان معنی لا اقسم: اقسم۔ یعنی سب مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لا اقسم کا معنی ہے میں قسم کھاتا ہوں لیکن لا کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لا زائد ہے اور کلام کو مزین و آراستہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ اہل عرب کے ہاں یہ استعمال عام ہے۔ بعض نے کہا کہ لا ان کے انکار قیامت کا رد ہے۔ عرب کہتے ہیں لا واللہ لا افعل فلا ردٌ لکلام متقدم معنی و نفیٌ تاکید القسم فی الرد۔ یعنی لا سے پہلے کلام کا ابطال مقصود ہوتا ہے اور بعد میں قسم اضافی بات ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ قسم مؤکد ہو جائے۔

٢ دوسری قسم نفس لوامہ کی کھائی گئی ہے۔ حسن بصری کے نزدیک نفس لوامہ مومن کا نفس ہے جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ نفس کا سب سے پہلا مرتبہ نفس امارہ ہے جو ہر وقت برے کاموں کا حکم کرتا رہتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں کوشش ہوتی ہے تو مولا کریم کی خصوصی توجہ اور غیب سے اس پر اپنے عیوب و نقائص منکشف ہو جاتے ہیں۔ اس پر وہ پشیمان ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ اس نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں اور جب وہ ہر وقت قلبی تسکین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

یہاں دو قسمیں کھائی گئیں۔ لیکن مقسم بہ مقدر ہے اَیْ لَتُبْعَثُنَّ کہ تم ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے

٣ ہر وہ انسان جو قیامت پر یقین نہیں رکھتا اسی قسم کے وسوسوں میں پھنسا رہتا ہے۔ وہ جب یہ سوچتا ہے کہ لوگوں کو مرے ہوئے سینکڑوں ہزاروں سال گزر چکے ہیں ان کی قبروں کے نشان تک مٹ چکے ہیں، ان کی ہڈیاں گل سڑ کر مٹی میں مل گئیں اور اس مٹی کے ذرات کو ہوا کے جھونکے سینکڑوں بار الٹ پلٹ کر چکے اور کہیں کا کہیں اڑا کر پھینک چکے۔ دشت و جبل کی پہنائیوں میں بکھرے ہوئے ان ذروں کا اکٹھا ہو جانا کیسے باور کیا جائے۔ پھر کئی انسان تو ایسے تھے جو سمندر میں غرق ہوئے اور مچھلیوں کا لقمہ بن گئے۔ کئی لاشوں کو گدھ اور دوسرے پرندے چٹ کر گئے۔ کئی آگ نے جلا کر راکھ کر دیا۔ ان سب کا جمع ہونا، پھر ان کو پہلی حالت میں لوٹ کر دینا انسان یہ بالکل محال اور ناممکن سمجھ بیٹھتا ہے۔ وہ اپنے گھر کے کونے میں بیٹھا ہوتا ہے اور اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قیامت کا برپا ہونا محض گپ ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ

کر دیں گے بلکہ انسان کی خواہش تو یہ ہے کہ آئندہ بھی بدکاریاں کرتا رہے ؎ وہ ازراہِ تمسخر پوچھتا ہے قیامت کب

ہو سکتا ہے الانسان سے مراد کوئی خاص انسان ہو جیسے روایات میں مذکور ہے کہ اس سے عدی بن ربیعہ مراد ہے۔ وہ ایک دن حضور کے پاس آیا اور قیامت کے بارے میں پوچھنے لگا حضور نے اس کو بتایا قیامت ضرور ہوگی۔ ہر انسان کو اس کی ایک ایک ہڈی جو اس دنیا میں مل چکی اور مٹی ہو چکی ہے اس کی ہڈیوں کی پوری ہیئت باقی ہے انسان کے پاس اور یہ تعجب ہے کہ ایسا دن آنے سے پہلے عمل کا فیصلہ کر لیا جائے۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا و سزا ملے گی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ہر پہلو سے سمجھایا۔ آخر وہ کہنے لگا لو رأيت ذلك اليوم لم أصدقك يا محمد ولم أؤمن به۔ اگر میں قیامت کو برپا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تب بھی میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا اور نہ ہی اس پر ایمان لاؤں گا۔ بعض نے کہا ہے الانسان سے مراد ابوجہل ہے۔ بہرحال عدی ہو یا ابوجہل ان کے یہ مخصوص نظریات نہ تھے بلکہ ان تمام لوگوں کے خیالات و نظریات کے ترجمان تھے جو قیامت کے منکر ہیں۔ ان منکرین سے ایک سوال کیا جا رہا ہے اور سوال یہ ہے کہ اس کا جواب اس میں مضمر ہے کیا انہیں یہ وہم ہو گیا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کوئی انسان جمع کرے گا تو یہ اعتراض بجا تھا۔ اگر ہم یہ کہتے کہ منتشر ذرات خود بخود جمع ہو جائیں گے تب بھی تمہاری حیرت بجا تھی۔ ہم نے تو یہ بات کہی ہی نہیں ہم نے تو تمہیں بار بار یہ بتایا ہے کہ اللہ جو خالق ہے اپنی قدرت سے جس نے پہلی بار اجزا کو ترتیب دیا اور تمہیں پیدا کیا وہی ان بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کا انکار تو وہ مشرک ہی نہیں کر سکتے جو اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کا خالق مانتے ہیں۔

؎ تمام بڑے بڑے اعضاء انسانی جو ہڈیاں ہیں ان کو بنانا تو کیا نئے سرے سے ان کو انسانی اعتقاد نہیں کہ تمام سے اعضاء بناتے ہیں اس کی چھوٹی چھوٹی انگلیاں اور پوروں کے پوشیدہ چھوٹے چھوٹے پوروں کو بھی جوڑ کر درست کر کے انہیں پہلی حالت پر لا سکتا ہے۔ بڑی ہڈیوں کو پہلی حالت پر لانا اس کے لیے کیونکر مشکل ہو سکتا ہے۔

؎ ان کی یہ جھجک قیامت پر ایمان لانے کی طرف کیوں مائل نہیں ہوتی۔ ان کے دلوں میں ایسی صاف اور سیدھی بات کو قبول کرنے سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ اس آیت میں ذکر کر دی۔ اصل بات یہ ہے کہ فسق و فجور سے پرستی ان کی رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہے اپنے کردار پر ظلم و ستم نفس کو پرستش کی انہیں ایسی لت پڑ گئی ہے کہ اب وہ اس سے باز آنے کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتے مگر یہ قیامت کے دن پر ایمان لے آئیں اور ان کے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ ان کے سارے اعمال پر ان کا حساب ہوگا تو سارا دنیا کی سیاست و ریاست کی خود سرانیاں ختم ہو کر رہ جائیں ان کی اخلاق باختگی اسے طرح ہو جن میں ان کی ساری قوتیں اور حرکتیں مرکز میں سب ختم ہو جائیں۔ ہر قدم پر اٹھانے سے پہلے انہیں یہ سوچنا پڑے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا کرنے کا کیا حال ہے۔ یہ پابندیاں انہیں منظور نہیں۔ اس لیے وہ اس عقیدہ کے نزدیک ہی نہیں جاتے جو ان کی بزم نشاط کو الٹ کر رکھ دے جو ان کو کسی ضابطۂ اخلاق کا پابند بنا دے۔

www.KitaboSunnat.com

الْقِيٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

آنے کی ہے ؂ پھر جب آنکھ خیرہ ہوجائے گی ؂ اور چاند بے نور ہوجائے گا ؂ اور جمع کر دیئے جائیں گے سورج اور

وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾

چاند یکساں بے نور ہو جائیں گے۔ اس روز یہ انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے ؂ ہرگز نہیں۔ وہاں کوئی پناہ گاہ نہیں

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ

صرف آپ کے رب کے پاس ہی اس روز ٹھکانا ہوگا۔ آگاہ کر دیا جائے گا انسان کو اس روز جو عمل اس نے پہلے بھیجے اور جو

وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى

بعد میں پیچھے چھوڑ آیا ؂ بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس کے احوال پر نظر رکھتا ہے۔ خواہ وہ زبان سے ہزار بہانے

؂ یہ سوال بھی محض مذاق اڑانے کے لیے ہے جو ان کا معمول تھا۔

؂ قیامت کے ساتھ مذاق کرنے والوں کے سامنے قیامت کا ہولناک منظر پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ مسخرے جو بڑی بے باکی سے پوچھا کرتے تھے ان کی ہولناکیوں کو دیکھ کر دہشت اور خوف کے مارے آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ برق یبرق العین ہو تو اس کا معنی لمع تلألؤ چمکا اور سب برق (بکسر العین) ہو تو اس کا معنی دُهش وتحيّر ولم يطرف۔ وحشت اور حیرت کے مارے اسے کچھ نظر نہ آیا۔

؂ جب قیامت برپا ہوگی تو ابتدائی مرحلوں میں یہ سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔ جمع کا مطلب یا تو یہ ہے کہ دونوں بے نور ہونے میں یکساں ہو جائیں گے اور یا اس کا یہ مطلب ہے کہ کشش کا قانون جو اس عالم میں کارفرما ہے اور نظام شمسی کے ثبات و ترتیبات اپنے اپنے مقام پر وابستگی کے ساتھ موجود ہیں یہ ختم ہو جائے گا اور چاند سورج کے ساتھ جا ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

؂ یہ انسان جو آج نخوت و غرور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم نہیں کرتا جب قیامت برپا ہوگی تو اس وقت اس پر عیاں ہوگا کہ وہ آج تک جس حقیقت سے جھگڑ رہا ہے وہ روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔ چلائے گا کہ کوئی پناہ کی جگہ ہے تو بتاؤ۔ میں بھی جا کر پناہ لوں لیکن اس روز اسے کوئی پناہ نہیں ملے گی۔ الوزر فی اللغۃ ما یلتجأ الیہ من حصن او جبل او غیرھما (قرطبی) وہ قلعہ، پہاڑ یا غار جہاں انسان جا کر پناہ گزیں ہو سکے اسے لغت میں وزر کہتے ہیں۔ المستقر المنتہی آخرکار ٹھہرنے کی جگہ۔

؂ بما قدم و اخر کی بہترین تفسیر وہ ہے جو ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ای بما اسلف من عمل سیئ او صالح او اخر من سنۃ سیئۃ او صالحۃ یعمل بھا بعدہ (قرطبی) یعنی جو بھی نیک کام اس نے اپنے سے پہلے بھیجا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ

بہانے بنالے ۔ (اے حبیب!) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ جلدی یاد کر لیں اس کو ۔ بلاشبہ ہمارے ذمہ ہے اس کو (سینہ مبارک میں) جمع کرنا

اور اَخَّرَ سے مراد وہ برا یا اچھا طریقہ ہے جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آیا اور جس پر لوگ عمل کرتے رہے۔ قَدَّمَ سے مراد بعض نے یہ لیا ہے کہ ایسے کام جن کا فیض جاری ہے اس کے مرنے کے بعد بھی ان کاموں کا اجر اسے ملتا ہے کہ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبع یجری للعبد اجرھن بعد موتہ وھو فی قبرہ من علم علما او اجری نہرا او حفر بئرا او غرس نخلا او بنی مسجدا او ورث مصحفا او ترک ولدا یستغفر لہ بعد موتہ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات کام ایسے ہیں جن کا اجر بندے کو اس کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا وہ اپنی قبر میں ہو گا۔ (۱) جس نے علم پڑھایا۔ (۲) جس نے کوئی نہر جاری کی۔ (۳) جس نے کنواں کھدوایا۔ (۴) جس نے درخت لگایا۔ (۵) جس نے مسجد بنائی۔ (۶) یا قرآن پیچھے چھوڑا۔ (۷) یا ایسی اولاد چھوڑ گیا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے مغفرت طلب کرتی رہی۔

بصیرۃ کا معنی ہے شاہد، گواہ۔ معاذیر، معذار کی جمع ہے تو اس کا معنی ہو گا پردے اور اگر یہ عذر سے ماخوذ ہو تو پھر اس کا معنی ہو گا عذر بہانے۔ ان دو آیتوں میں ایک راز سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے کہ انسان جو برائیاں کرتا ہے ان کا اسے بخوبی علم ہوتا ہے دنیا کے سامنے اپنی راست گفتاری، راست روی، تقویٰ اور دیانت داری کو ثابت کرنے کے لیے وہ لاکھ پاپڑ بیلے، ہزاروں جتن کرے ممکن ہے لوگ اس کی بات کو مان بھی لیں۔ ممکن ہے عدالت کو اس کی چالبازیوں کے باعث اسے بری قرار دینے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ وہ اپنے ضمیر کے سامنے بھی اپنے آپ کو بے گناہ اور معصوم ثابت کر سکتا ہے۔ اس کا ضمیر تو اس وقت بھی اسے لعن طعن کر رہا ہوتا ہے جب وہ اپنے عیوب کا بھرم رکھنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کا ضمیر مطمئن ہو کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا اس کا دامن کسی آلودگی سے میلا نہیں۔ اگر یوسف صدیق علیہ السلام کی طرح تیرا دامن پاک ہے تو پھر سارا مصر یک زبان ہو کر تجھ پر الزام لگاتا رہے تیری زندگی میں خلل نہ ہو گا تیرے دل کی دنیا میں اطمینان کا نور برس رہا ہو گا۔ لیکن اگر ساری دنیا تجھے پاکباز کہتی ہو اور تیرا دل تجھے خائن گردانتا ہو پھر تجھے سکون اور اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہاں قیامت کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس روز انسان کو اس کے اعمال نامہ سے پوری طرح آگاہ کر دیا جائے گا تاکہ عدل و انصاف کے ظاہری ضابطے بھی پورے ہو جائیں ورنہ ہر انسان پر اس کے اعمال آشکارا ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہر حیلے بہانے تراشا کرے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

نبوت کی نازک اور گراں ذمہ داریوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شدید احساس تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو حضور پوری طرح متوجہ ہوتے اور جبریل امین جونہی اللہ تعالیٰ کے کلام کی قرأت شروع کرتے حضور بھی اسے جلدی جلدی سے تلاوت کرتے مبادا کوئی لفظ رہ جائے۔ بیک وقت تین کام۔ سننا، یاد کرنا، پھر اسی وقت اس کی تلاوت کرنا اور اس کے مفہوم کو سمجھنا بڑا توجہ طلب اور تکلیف دہ کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ تکلیف گوارا نہ ہوئی۔ اس زحمت سے بچانے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اس سیاق و سباق میں یہ آیات شاید کسی کو بے ربط معلوم ہوں لیکن حقیقت یہ نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انہیں ہونا چاہیے تھا۔ حضور

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَقُرْاٰنَهٗ ۚ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹

اور اس کو پڑھانا۔ پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اسی پڑھنے کا۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا ۱۳؎

کا معمول اگرچہ ابتدا سے یہی تھا کہ آپ سننے، سمجھنے اور یاد رکھنے کی بیک وقت کوشش فرماتے جس سے یقیناً طبیعت پر بوجھ پڑتا لیکن یہاں قیامت کا، قیامت کے منکرین اور قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر حضورؐ نے اپنے سہ گونہ عمل میں مزید کوشش فرمائی ہوگی۔ جب اس طریقۂ کار کی گرانی کو حضورؐ شدت سے برداشت فرما رہے تھے۔ وہی بہترین موقع تھا کہ اس شدت سے رہائی کا مژدہ سنایا جاتا۔ اس مژدہ کو سنانے کے بعد سلسلۂ کلام دوبارہ شروع ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ سہ گونہ زحمت کی ضرورت نہیں۔ جب جبریل ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہوں تو اس وقت آپ صرف دھیان سے سنتے جائیں اور یہ فکر نہ کریں کہ کلام کا کوئی حصہ فراموش ہو جائے گا یا کوئی حکم پوری طرح سمجھا نہ جائے گا، یہ فکر دل سے نکال دیں۔ یہ دونوں کام ہم نے اپنے ذمہ لے لیے ہیں۔ جب جبریل وحی کا القا کر چکیں گے تو اس کا ایک ایک کلمہ بلکہ ایک ایک حرف آپ کے حافظہ میں نقش ہو جائے گا۔ اس سارے کلام کو ہم آپ کے سینۂ مبارک میں جمع کر دیں گے اور پھر ہر آیت کا، آیت کے ہر کلمہ کا مقصد اور مفہوم آپ کو سمجھا دینا یہ بھی ہمارا کام ہے۔

۱۳؎ ان چار آیتوں نے فتنۂ انکارِ سنت کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دی ہے۔ منکرینِ سنت کے زبردست اعتراضات کا قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر وہ شخص جو قرآن کو خداوندِ عالم کا کلام سمجھتا ہے اس کے لیے نجات کا راستہ کشادہ ہو جاتا ہے۔

منکرینِ حدیث کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر صرف قرآن کریم نازل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وحی حضور پر نہیں اتری۔ قرآن کی جو تفسیر یا احکام قرآنی کی جو تفصیل ہمیں کتبِ احادیث میں ملتی ہے یہ حضور کی ذاتی رائے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخصوص حالات اور معاشرتی تقاضوں کی روشنی میں قرآن کو جس طرح سمجھا لوگوں کو بتا دیا۔ اب جبکہ چودہ صدیاں بیت چکی ہیں، انسانیت کا کارواں کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ عصری تقاضے یکسر بدل گئے۔ ان بدلے ہوئے حالات میں قرآن کریم کو ایک مخصوص زمانہ کی فضا میں سمجھے ہوئے مفہوم کا زندانی بنا دینا قرآن پر بڑا ظلم ہے اور ملتِ اسلامیہ کی اس سے بڑی دشمنی کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں قرآن کریم کی اس تفسیر کی پابندی لازمی قرار دی جائے اور اس طرح قوم کی ترقی کے سامنے رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دیے جائیں۔

قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی آیت نے اعتراضات کے اس طومار کو نیست و نابود کر دیا۔ فرمایا ثم ان علینا بیانہٗ۔ کہ جو کلام آپ پر نازل کیا جا رہا ہے اس کا یاد کرا دینا، اس کو آپ کے سینۂ پُر نور میں جمع کر دینا بھی ہمارا کام ہے اور اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے ——— یعنی قرآن کریم کے احکامات، ارشادات کے مفہوم اور مُدّعا کو پوری طرح سمجھا دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ آپ کی صوابدید یا اجتہاد پر موقوف نہیں بلکہ ہم نے جو عالم الغیب والشہادہ ہیں، ماضی، حال، مستقبل کے زمانوں اور ان کے ہر لحظہ بدلتے ہوئے تقاضوں کے خالق ہیں، ہم نے خود انہیں کھول کر آپ کو سکھایا ہے۔ جب قرآن اور قرآن کا بیان دونوں مُنزّل من اللہ ہیں تو دونوں کا اتباع ہر مومن پر لازم ہوگا اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ایک کو تو واجب العمل قرار دے اور دوسرے کو ساقط العمل۔

منکرینِ سنت نے ان علینا بیانہٗ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ایک حکم جو ایک جگہ قرآن میں مجملاً مذکور ہے دوسری آیت میں اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَ

ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم محبت کرتے ہو جلدی ملنے والی (نعمت) سے اور چھوڑ رکھا ہے تم نے آخرت کو ١٤ کئی چہرے اس روز ترو

نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُ

ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے ١٥ اور کئی چہرے اس دن اداس ہوں گے۔ خیال کرتے ہوں

تفصیل درج کر دی گئی ہے اور یہی وہ بیانِ قرآن ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کو وہ تفسیر القرآن بالقرآن کی بھاری بھرکم اور رعب دار اصطلا
سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم بصد ادب ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ سارے قرآن سے حج کرنے کا طریقہ ہی ہمیں سمجھا دیں۔ ہم ان کی
فہمی کی داد دیں گے۔ اگر وہ حضرات سنت کی روشنی کے بغیر حج ادا کرنے کے حکم کی تعمیل کریں گے تو نہ انہیں نویں ذی الحجہ کا تعین ملے گا، نہ طو
کا طریقہ، نہ احرام کی تفصیلات، نہ دیگر ارکانِ حج کا انہیں صحیح علم ہوگا۔ ان کے اجتہاد کے مطابق ملتِ اسلامیہ کا یہ بین الاقوامی اجتماع انتشا
اختلاف کی نذر ہو جائے گا۔

حج سے بھی زیادہ اہم عبادت نماز ہے۔ آپ نماز کے بارے میں قرآن کریم کی سب آیتوں کو چن کر جمع کر لیں، پھر عربی لغات کی سا
کتب جو آپ کو دستیاب ہو سکتی ہیں وہ بھی فراہم کر لیں۔ مزید برآں عربی زبان کے ماہرین کی ایک جماعت کو بھی پاس بٹھالیں اور ہمیں اقی
الصلوٰۃ کا معنی سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس حکم کی تعمیل ہم سے کس صورت میں چاہتا ہے۔ آپ برسوں مغز ماری کرتے رہیں سنتِ نبو
مدد کے بغیر آپ آیت کے ان دو لفظوں کا معنی نہیں بتا سکتے، چہ جائیکہ سارے قرآن کو سمجھنے کا آپ دعویٰ کریں۔

قرآن اور بیانِ قرآن (یعنی سنتِ نبوی) اس آیت کے مطابق سب مُنَزَّل مِن اللہ ہیں۔ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ آپ عمل کرنا چاہتے
تو آپ کو دونوں پر عمل کرنا ہوگا۔ اگر آپ بیانِ قرآن کو نظر انداز کر دیں گے تو آپ کے لیے ممکن ہی نہ ہوگا کہ آپ قرآن کا اس طرح اتباع کریں جس ط
اس کے نازل کرنے والے کا منشا ہے۔

اس موضوع پر فقیر کی تالیف سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ حق کی جستجو کرنے والوں کے لیے مفید ثابت ہوگا اور
بفضلہٖ تعالیٰ سارے شبہات دور ہو جائیں گے۔

١٤ عقیدۂ قیامت سے ان کے بدکنے اور برافروختہ ہونے کی حقیقی وجہ کو پھر دہرایا جا رہا ہے کہ تم دنیائے فانی کی لذّت میں مگن ہو ان
سے تمہاری وابستگی، عشق کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور اس اندھی محبت نے تم کو یومِ آخرت سے بالکل غافل کر دیا ہے۔

١٥ مغضوبین اور محرومین کے ذکر کے بعد اب ان سعادت مندوں کی طرف توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے جو ساری عمر اپنے رب
کی محبت اور یاد میں سرشار رہے ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے محبوبِ کریم کے عشق سے رنگین رہا اور ان کا ایک ایک سانس
کے لائے ہوئے دینِ حنیف کی سربلندی کے لیے وقف رہا۔ فرمایا کئی ایسے چہرے ہوں گے جن کے حسن و جمال، ترو تازگی و شگفتگی کو د
آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور وہ اپنے رب کے مشاہدۂ دیدار میں مستغرق ہو جائیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہلِ سنّت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اپنے دیدار سے مشرّف فرمائیں گے۔ لیکن معتزلہ، خوارج اور دیگر بدعتی فرقے اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رؤیت کے لیے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ذاتِ باری ان سے مبرّا ہے اس لیے رؤیت کا تحقّق ناممکن ہے۔ وہ کہتے ہیں رؤیت کے لیے دیکھنے والے کا بینا ہونا، جس کو دیکھا جا رہا ہے اس کا محسوس ہونا، کسی جہت میں پایا جانا، نہ زیادہ نزدیک اور نہ زیادہ دُور ہونا ضروری ہے اور جب اللہ تعالیٰ جہت سے، محسوس ہونے سے، دُوری اور نزدیکی سے پاک ہے تو اس کی رؤیت کیسے متحقّق ہو سکتی ہے۔

اہلِ سنّت اس کا جواب دیتے ہیں کہ تم عالَمِ آخرت کے حقائق کو عالَمِ دنیا پر قیاس کر رہے ہو جو سراسر نادانی ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ رؤیت متحقّق ہوگی اور ان شرائط کے پائے جانے کے بغیر متحقّق ہوگی۔ کیف، جہت اور ثبوتِ مسافت کے تکلّفات کے بغیر آنکھیں ربِّ رحیم کا دیدار کریں گی۔ نیز کثیر احادیث سے جو مجموعی طور پر حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، رؤیتِ خداوندی کا ثبوت ملتا ہے۔ اتنی کثیر احادیث کا انکار کیونکر ممکن ہے۔

صحیحین کی حدیث ہے جو جریر البجلی سے منقول ہے: قال کنا جلوسًا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نظر الی القمر لیلة البدر فقال انکم سترون ربکم کما ترون هٰذا القمر لیلة البدر لا تضامون فی رؤیته

ترجمہ: ہم حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک حضورؐ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔

زید ابنِ حارثہ کہتے ہیں کہ حضور یہ دعا مانگا کرتے: اللّٰھم انی اسئلك برد العیش بعد الموت ولذة النظر علی وجھك والشوق الی لقائك۔ الٰہی! میں تجھ سے موت کے بعد آرام دہ زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ مجھے اپنے رُخِ انور کو دیکھنے کی لذّت عطا فرما اور اپنی ملاقات کا شوق بخش!

اہلِ جنّت جب لذّتِ دیدار سے محظوظ ہوں گے تو جنّت کی کسی اور نعمت کی طرف وہ توجہ ہی نہ کریں گے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اهل الجنة فی نعیمهم اذ سطع علیهم نور فرفعوا رؤسهم فاذا الرب تبارك وتعالیٰ قد اشرف علیهم من فوقهم و قال السلام علیکم یا اهل الجنة وذلك قوله تعالیٰ سلام قولًا من رب رحیم۔ قال فینظر الیهم وینظرون الیه ولا یلتفتون بشیئ من النعیم ما داموا ینظرون الیه حتی یحجب عنهم ویبقیٰ نوره وبرکته فی دیارهم رواہ ابن ماجہ والدارقطنی۔ (مظہری)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہلِ جنت اپنی نعمتوں سے لُطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اچانک ایک نور چمکے گا۔ وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے، پس وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب تبارک وتعالیٰ ان کی طرف توجہ فرما ہے اور انہیں سلام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف دیکھے گا اور وہ بندے مشاہدۂ جمالِ الٰہی میں یوں مستغرق ہوں گے کہ جنت کی نعمتوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی نہیں گوارا نہ ہوگا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوپر حجابِ عظمت ڈال لیں گے۔ اس کا نور اور اس کی برکت ان میں باقی رہے گی۔

www.KitaboSunnat.com

أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَـ

کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہو گا ۱۶؎ ہاں ہاں جب جان پہنچے گی ہنسلی تک ۱۷؎ اور کہا جائے گا ہے کوئی جھا

رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِ

پھونک کرنے والا۔ اور (مرنے والا) سمجھ لیتا ہے کہ جدائی کی گھڑی آپہنچی اور لپٹ جاتی ہے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے ۱۸؎ ع ١ ١٧

رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِ

اس دن آپ کے رب کی طرف کوچ ہوتا ہے۔ (اتنی فہمائش کے باوجود) نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی ۱۹؎ بلکہ اس نے (حق

۱۶؎ باسرة : كالحة عابسة شديد العبوس۔ سیاہ، بڑے ترش رُو۔ الفاقرة : الداهية والامر العظيم۔ يقال فقرته الفاقرة ای کسرت فقار ظهره۔ یعنی بہت بڑی مصیبت، ہولناک حادثہ، جو ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالے۔

۱۷؎ اے کفار! جو دنیوی زندگی کی خوشیوں، نعمتوں اور فائدوں کو آخرت کی ابدی سعادت پر ترجیح دے رہے ہو، یہ فعل ہرگز معقول نہیں۔ اس کے بعد موت کا منظر پیش کیا جا رہا ہے۔ ہنسلی کی ہڈی کو التراقی کہا جاتا ہے۔ یعنی جب رُوح گلے کی ہنسلی تک پہنچ جائے گی، حکیم، طبیب آس توڑ دیں گے، گھر والے اس کی جان بچانے کے لیے جھاڑ پھونک والے کو تلاش کر رہے ہوں گے کہ شاید اس کے کسی چھو منتر سے اس کی جان بچ جائے لیکن مرنے والے کو معلوم ہو گا کہ جہانِ فانی سے اس کے کوچ کا وقت آپہنچا ہے اور یہ بیماری جس کے شکنجہ میں وہ کسا ہوا ہے، فراق و جدائی کا پیغام لے کر آئی ہے۔

۱۸؎ یا تو کمزوری کی وجہ سے پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جاتی ہے اور آیت میں اسی حالت کو بیان کیا گیا ہے، یا محاورہ عرب کے مطابق کہا گیا ہے کہ اس وقت جان بڑی مصیبت میں پھنسی ہو گی۔ دنیوی زندگی کے آخری لمحوں کی شدت، اخروی زندگی کے ابتدائی لمحوں کی شدت سے مل جائے گی۔ فاتصلت الشدة بالشدة شدة آخر الدنيا بشدة اول الآخرة۔

۱۹؎ ابو جہل جو منکرینِ نبوت اور منکرینِ قیامت کا سربراہ اور نمائندہ تھا اس کا ذکر ہو رہا ہے اور اس کے ہم مسلک جو ان عیوب میں اس کے برابر کے شریک ہیں ان کے کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا نہ اس نے قرآن کی تصدیق کی اور نہ اس نے اپنے پروردگار کے حضور کبھی نماز ادا کی، بلکہ ان کا یہ ہر روز کا معمول بن گیا ہے کہ جب حضور قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہوتے ہیں تو یہ دوسرے کفار کی طرح اس مجلس میں آبیٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ پھر بڑے حقارت آمیز انداز سے منہ موڑنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم تو خیال کر رہے تھے کہ بڑی حکیمانہ باتیں ہوں گی، یہاں آکر وقت ہی برباد کیا۔ سوائے من گھڑت قصوں کے ان کے کلام میں اور کیا رکھا ہے۔ چلو چلیں۔ وقت نہ ضائع کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ﴿۳۳﴾ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾

جھٹلایا اور اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر گیا گھر کی طرف نخرے کرتا ہوا ۲۰ تیری خرابی آگئی اب آگئی ۲۱

ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ﴿۳۶﴾

پھر تیری خرابی آگئی اب آگئی۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا ۲۲

۲۰ وہاں سے بڑبڑاتا ہوا اٹھتا ہے اور گھر روانہ ہوتا ہے، لیکن اس کی رفتار عام قسم کی رفتار نہیں ہوتی۔ اس میں غرور ہے نخوت ہے، بے پروائی ہے، بے نیازی ہے۔ غرور تو اس بات پر کہ اس نے آج محفل میں خوب باتیں کیں، ان کے کلام کے خوب بخیے ادھیڑے، عبارت آرائی کا اثر جو سامعین کو مسحور کر رہا تھا اس کو توڑ کر رکھ دیا اور بے پروائی اس لیے کہ اس کے ہوتے ہوئے ان کی دال نہیں گلے گی۔ چند روز تک اگر یہ ان کی محفل میں حاضر ہوتا رہا تو کوئی بھی ان کے نزدیک نہیں آئے گا، ان کی محفل سونی ہو جائے گی۔

التمطی: التبختر ومد الیدین فی المشی۔ یقال التمطی ماخوذ من المطیطة وهو الماء الخاثر فی اسفل الحوض۔ یعنی تمطّی کا معنی ہے نخوت وغرور سے ہاتھ پھیلا پھیلا کر چلنا۔ ایسی چال غرور اور بے نیازی دونوں پر دلالت کرتی ہے۔

۲۱ علمائے لغت کہتے ہیں کہ اس میں دھمکی اور تہدید ہے یعنی تیری مہلت کی مدت ختم ہونے والی ہے، تیری بربادی کی گھڑی قریب آگئی ہے۔ معناه التوعد والتهدد۔ ای الشر اقترب الیک۔ ثعلب نے اس کا معنی یہ بتایا ہے دنوت من الهلکة۔ تو ہلاکت کے قریب آگیا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کو تو ناپسند کرتا تھا، وہ اب تیرے قریب آگئی ہے۔ اب تو اس سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ قال الاصمعی اولی لك: قاربك ماتکره ای نزل بك یا ابا جهل ماتکره۔

قتادہ سے منقول ہے کہ ابوجہل ایک روز بڑی متکبرانہ چال چلتا آرہا تھا۔ فخر دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑا، اس کو جھنجھوڑا اور پھر فرمایا: اَولٰی لك فاولٰی ثم اولٰی لك فاولٰی۔ وہ بدبخت کہنے لگا کہ آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔ آپ اور آپ کا رب، میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنے لوگ آباد ہیں میں ان سب سے زیادہ معزز ہوں۔ جب بدر کا دن آیا تو وہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ لا یُعبد الله بعد هٰذا الیوم ابدا۔ آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہرگز پرستش نہیں کی جائے گی۔ اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمائی تھی۔ وہ قتل کر دیا گیا اور اس کی عزت وسرداری سب خاک میں مل گئی۔

علامہ قرطبی نے اس کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا ہے انت اولٰی واجدر بهذا العذاب۔ کہ تو اس عذاب کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ علامہ ابن کثیر نے خوب نکتہ آفرینی کی ہے۔ فرماتے ہیں: ای یحق لك ان تمشی هٰکذا وقد کفرت بخالقك وبارئك: یعنی تو جو اپنے خالق اور اپنے پروردگار کو ماننے سے انکار کرتا ہے، تیرے لیے یہی چال موزوں ہے۔ تجھے یوں فخر وغرور سے ڈھلک ڈھلک کر چلنا ہی زیب دیتا ہے۔

۲۲ وہ اونٹ جو کسی چرواہے کے بغیر ہی چرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے اسے ابلٌ سُدًی کہتے ہیں۔ ابل سُدًی ترعٰی بلا راع۔ (قرطبی) علامہ ابن منظور نے سُدًی کا معنی لکھا ہے۔ السُدٰی: المهمل ای یُترك مهملاً غیر مامور وغیر منهی۔ (لسان العرب) یعنی ایسی چیز

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَ

کیا وہ (ابتدا میں) منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے ۲۳؎ پھر اس سے وہ لوتھڑا بنا پھر اللہ نے اسے بن

فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَ

اور اعضا درست کیے۔ پھر اس سے دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت ۲۴؎ کیا وہ (ذ

ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۸

والا) اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو پھر زندہ کر دے ؟

جس کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے، نہ اس کو کوئی کام کرنے کا حکم دیا جائے اور نہ اس کو کسی چیز سے منع کیا جائے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ انس جس کو ہم نے اشرف المخلوقات بنایا، اسے گوناگوں صلاحیتیں بخشیں، اس کو بالکل نظر انداز کر دینا حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔ اگر یہ لوگ کر رہے ہیں کہ انسان کو مہمل اور بیکار سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے گا، اس کی رہنمائی کے لیے دنیا میں اسے کوئی ضابطۂ حیات نہیں دیا جائے گا قبروں سے اٹھا کر انہیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں وہ سخت نادان ہیں۔ انسان جیسی عظیم المرتبت مخلوق کو حکمتِ خدا کیسے نظر انداز کر سکتی ہے۔

علامہ ابنِ کثیر اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ای لیس یُترك فی هٰذا الدنیا مهملاً لا یُؤمر ولا یُنهٰی ولا یُترك فی قب سُدیٰ لا یُبعث بل هو مأمور منهی فی الدنیا محشورٌ الی الله تعالٰی فی الدار الأخرة۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان کو دنیا چھوڑ دیا جائے، نہ اسے کسی چیز کا حکم کیا جائے اور نہ اسے کسی چیز سے روکا جائے۔ اسی طرح اسے قبر میں بھی مہمل نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ اس دنیا میں اسے احکام بجا لانے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور بعض امور سے اسے روکا بھی گیا ہے اور قیامت کے دن اسے زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی جناب میں حا کیا جائے گا۔

۲۳؎ النطفة: الماء القلیل۔ (قرطبی) یعنی پانی کا قطرہ۔ پہلے قیامت کے قیام کی حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اب اس کے وق ناممکن کہنے والوں کی غلط فہمی دُور کی جا رہی ہے کہ کائنات کی دوسری حیران کن چیزوں کو تم رہنے دو۔ ذرا اپنی تخلیق پر غور کرو۔ یہ عقدہ خود بخود کھل جائے کہ جو قادرِ مطلق ایک قطرۂ آب سے تمہیں پیدا کر سکتا ہے، اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا قطعاً مشکل نہیں۔ وہ بوند جو رحمِ مادر میں ٹپکی، اسی سے تمہارا یہ قدِ رعنا، چاند سا مکھڑا، یہ گلاب کو شرمانے والے رخسار، یہ غزالی آنکھیں، یہ عقل و خرد، ظاہری اور باطنی حواس کی پیچیدہ مشینری، یہ مضبوط بازو یہ لمبے لمبے ہاتھ، یہ چوڑا چکلا سینہ، سب اسی سے بنے ہیں۔ تم طاقتور خوردبینوں سے اس کا تجزیہ کرو۔ کیا تمہیں ان متنوع اعضا اور گوناگوں قوتوں کہیں سراغ ملتا ہے۔ جو ذاتِ مقدس اس بوند میں یہ گلکاریاں کر سکتی ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا بالکل آسان ہے۔

۲۴؎ ذرا غور کرو تاریک رحم میں ایک بوند ٹپکی پھر اس کا منہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد انسانی تخلیق جن پیچیدہ مرحلوں سے گزری ا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعضا اس میں پیدا ہوئے ان میں جو مخفی قوتیں تھیں وہ ودیعت کی گئیں پھر انسان کو کامل الاعضاء بنا کر اس تاریک کوٹھڑی سے نکالا اور اس رزم گاہ حیات میں کھڑا کر دیا۔ پھر کسی کو باپ بننے کی اور کسی کو ماں بننے کی صلاحیتیں رکھ دیں۔ وہ قوتیں جو قدرت کے غیر مرئی ہاتھوں نے اس نطفے میں ودیعت کی تھیں وہ اس دنیا میں آ کر ظاہر ہونے لگیں اور انسان اپنی پیہم کوششوں کے باعث آج چاند کی سطح پر اپنی عقلمندی کے پرچم گاڑ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا شاہکار خود حضرت انسان ہے کیا اتنی قدرت والا خدا اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰى

اے اللہ! تو ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ تو مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

الٰہی! ہمارے مردہ دلوں کو بھی نعمت حیات بخش! ہمارے سینوں میں اپنے ذکر کی شمع روشن کر دے۔ اللھم اعنا علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک. وصل وسلم وبارک علی شمس الضحی بدر الدجی سیدنا ومولانا محمد المصطفی وآلہ الکرام واصحابہ الاتقیاء ومن احبہ واتبعہ الی یوم القیام.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الدھر

نام : اس کو سورۃ الدہر اور سورۃ الانسان کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے اور نام بھی ہیں لیکن وہ زیادہ مشہور نہیں۔ یہ دو رکوعوں اکتیس آیتوں، دو سو چالیس کلموں اور ایک ہزار چون حروف پر مشتمل ہے۔

نزول : اس کے متعلق علماء میں شدید اختلاف ہے۔ بحر المحیط میں ہے کہ یہ جمہور کے نزدیک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ مدنی ہے۔ حضرت حسن بصری، عکرمہ اور کلبی کی رائے ہے کہ یہ سورت مدنی ہے سوائے آیت ۲۴ کے کہ وہ مکی ہے۔ (روح المعانی)

مضامین : انسان جو آج اپنے بازو کی قوت، ساز و سامان اور مال و دولت پر نازاں ہے اور اپنے خالق کو بھول چکا ہے اسے بتایا جا رہا ہے کہ تو ہمیشہ سے ایسا نہ تھا بلکہ تجھے نیست سے ہست کیا گیا ہے اور تمہیں بخشش و کرم کی جو قوتیں عطا کی گئی ہیں ان کا مقصد تمہاری آزمائش ہے کہ کیا تم اللہ کے شکر گزار بندے بننا چاہتے ہو یا کفران نعمت کر کے نافرمانوں کے گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ پھر ان انعامات کا ذکر فرمایا جو شکر گزار بندوں پر کیے جائیں گے۔

وہ دور خود بینی اور خود غرضی کا دور تھا۔ دوسروں کی خستہ حالی کو دیکھ کر رحمت و شفقت کے بجائے نفرت و حقارت کے جذبات اُمڈ آیا کرتے تھے۔ ایسے زمانے میں ان لوگوں کی توصیف فرمائی جا رہی ہے جو مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو محض اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ پھر ان نوازشات کا ذکر فرمایا جن سے ایسے لوگوں کو نوازا جائے گا۔ آخری رکوع میں پھر اپنے محبوب کو بتا دیا کہ یہ کتاب مقدس ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے۔ اس کی تبلیغ میں جو تکلیف آئے اس پر صبر کیجیے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہیے تاکہ روحانی قوتیں نشو و نما پائیں اور حوصلے بلند رہیں۔

اس کے بعد دنیا پرستوں کے حالات بیان کیے اور ان کی کوتاہ نظری پر انہیں تنبیہ کی کہ وہ فانی زندگی کی لذتوں میں مگن رہے اور آخرت کی ابدی راحتوں کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ آخر میں بتایا کہ یہ کتاب پند و موعظت ہے اب جس کی مرضی ہے وہ اس کی نصیحتوں پر عمل کرے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۱-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الدہر مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

بے شک گزرا ہے انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت جبکہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ۱

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا

بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے ۲ تاکہ ہم اس کو آزمائیں ۳ پس اس غرض سے ہم نے بنا دیا

۱۔ یہاں ھل استفہام کے لیے نہیں بلکہ بمعنی قد ہے۔ یعنی ضرور انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے جبکہ یہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

حین: الزمان المطلق۔ طال او قصر [illegible]۔ الدھر: فی الاصل اسم لمدۃ العالم من مبدأ وجودہ الی انقضائہ۔ دہر یعنی عالم کی ابتداء سے لے کر انتہا تک کے عرصہ کو دہر کہتے ہیں۔ (لسان العرب)

ان الفاظ کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد آیت کا معنی سمجھنا آسان ہے کہ دنیا کی لمبی عمر میں ایک وقت ہر شخص پر ایسا گزرا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ پیدا ہونے سے پہلے تو یہ بیچارہ معدوم تھا۔ اس کے ذکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب شکم مادر میں اس نے قرار پکڑا تب بھی کسی کو کیا خبر تھی کہ اس کی صورت کیسی ہے، کس نوعیت، کس آب و تاب اور کس قدر و قیمت کا موتی پرورش پا رہا ہے۔ اور جب وہ پیدا ہوا تو کمزور سا بچہ۔ نہ چل سکے نہ بول سکے۔ بہرحال ہر شخص پر کوئی نہ کوئی ایسا دور گزرا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ آج اگر وہ شہرت یافتہ بن گیا ہے، آج اگر وہ مشہور زمانہ بن گیا ہے۔ آج اگر دولت و ثروت کے انبار اس کے قدموں میں لگ گئے ہیں تو اس کو مغرور ہو کر اپنے ماضی کو فراموش نہیں کر دینا چاہیے بلکہ ہر لحظہ اپنی اصلیت پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

۲۔ انسان کی پیدائش کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے۔ آیت میں غور کرنے سے پہلے دو لفظوں کی تشریح سمجھ لیں۔ نطفۃ: الماء القلیل یبقی فی الدلو۔ وقیل ھی الماء الصافی۔ (لسان العرب) وہ پانی کے چند قطرے جو ڈول میں رہ جاتے ہیں۔ صاف ستھرے پانی کو بھی نطفہ کہتے ہیں۔ مرد کے مادہ منویہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور یہاں یہی معنی مراد ہے۔ امشاج: یہ جمع ہے۔ اس کا واحد مشیج ہے جیسے یتیم کی جمع ایتام۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ مرد و عورت کے پانی کے خلط ملط ہونے کو مشیج کہتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مرد کا پانی جو عورت کے پانی کے ساتھ مل جاتا ہے اسے مشیج کہا جاتا ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں الامشاج: الاخلاط یرید اختلاط النطفۃ [illegible] من انواع ولذلک یولد الانسان ذا طبائع مختلفۃ۔ (لسان العرب) امشاج ان عناصر کو کہتے ہیں جن سے نطفہ کا قوام تیار ہوتا ہے کیونکہ یہ مختلف اجزاء سے مرتب ہوتا ہے۔ عناصر کے اسی تنوع کے باعث انسان کی طبائع میں اختلاف اور صلاحیتوں میں تفاوت ہوتا ہے۔

نطفہ واحد ہے۔ اس کی صفت بھی واحد ہونا چاہیے تھی۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ امشاج جمع نہیں واحد ہے اور جو اسے

بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝ إِنَّا أَعْتَدْنَا

ہے اس کو سننے والا، دیکھنے والا ۔ ہم نے اسے دکھا دیا ہے (اپنا) راستہ ۔ اب چاہے شکر گزار بنے چاہے احسان فراموش ۔ بے شک ہم نے (پہلے)

لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ

تیار کر رکھی ہیں کفار کے لیے زنجیریں، طوق اور بھڑکتی آگ ۔ بے شک نیک لوگ پئیں گے شراب کے ایسے

كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا

جام میں سے جس میں آمیزش ہوگی کافور کی ۔ (کافور) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے اور جدھر چاہیں گے

مشیج کی جمع ہے ... نطفہ اگرچہ واحد ہے لیکن یہ متعدد عناصر سے مرکب ہے اس لیے اس کے اجزا کا اعتبار کرتے ہوئے صفت جمع ذکر کی گئی۔

۲؎ فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے انسان کو گوناگوں خوبیوں اور قوتوں سے آراستہ کر کے اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہم اسے آزمائیں کہ آیا وہ ہمیں پہچانتا ہے یا نہیں، پہچان کر ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں۔ ای مختبرین له۔ وقیل نبتلیه بالتکلیف۔ دوسرا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ ہم اسے اوامر و نواہی کا مکلف کر سکیں۔ عقل، ارادہ اور اختیار کی جو قوتیں اسے دی گئی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ احکام شرعیہ کا بار اٹھا سکے۔

۳؎ اسی لیے ہم نے اسے مشاہدہ اور فہم کی قوتیں بخشی ہیں۔ سمیعا صرف سننے والا نہیں بلکہ بصدق دل حق کو سننے والا۔ بصیرا: عبرت کی نگاہ سے دیکھنے والا۔ ہم نے اپنے فضل و کرم سے اس کو یہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ اب اس کی مرضی کہ وہ ان سے کام لیتا ہے یا انہیں بیکار چھوڑے رکھتا ہے۔

۴؎ ہم نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنی کتابوں کے ذریعے اسے بتا دیا کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور یہ ٹیڑھا راستہ۔ یہ ہدایت ہے یہ گمراہی ہے۔

۵؎ ہم نے اسے ہر قسم کی صلاحیتیں بھی بخشیں، پیغمبروں کے ذریعے حق و باطل کی پہچان بھی کرا دی، اس کے بعد ارادہ اور عمل کی آزادی بھی عطا فرما دی تاکہ ہم دیکھیں کہ کون اپنے آپ کو ثابت کرتا ہے: شکر کرنے والا، ہمیں یاد کرنے والا، ہمارے احکام کی تعمیل کرنے والا یا احسانات و انعامات پر ناشکری کرنے والا، ... اور نفس امارہ کے ہاتھوں اپنی باگ ڈور دے کر فسق و فجور کے گرداب میں ...

۶؎ انسان نے دوسری روش اختیار کی اور کفر و انکار کا ... اس کے لیے وہ آتشیں زنجیریں جن میں اس کو جکڑا جائے گا، وہ آتشیں طوق جو اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ جس میں اسے جھونک دیا جائے گا ہر چیز تیار ہے۔ جب یہ مجرم وہاں پہنچیں گے تو انہیں ایک لمحہ بھی انتظار نہیں کرنا پڑے گا ... طوق و سلاسل پہلے سے حاضر ہوں گے۔

۷؎ ابرار کے ساتھ جو ... فرمائی جائے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ چند الفاظ کی تشریح پہلے سن لیں۔ الابرار: جمع ہے اس کا واحد بَرّ ہے ... نیکی کرنے اور صدق و احسان کرتے ہیں۔ بعض نے ابرار کا واحد بَارّ لکھا ہے لیکن بَارّ کی جمع

تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾

لے بہا کر جہاں چاہیں گے ۱۰ جو پورا کرتے ہیں اپنی نذریں ۱۱ اور ڈرتے ہیں اس دن سے جس کا شر ہر سو پھیلا ہوگا ۱۲

تَفْجِيرًا بہنا ہے ۔ جیسا کہ کہتے ہیں جو اپنی زندگی اپنے رب کی فرمانبرداری میں گزار دے ۔ موضع امتثل امر الله ۔ یعنی مومن صادق ۔ کاس : اس پیالے کو کہتے ہیں جس میں شراب بھری ہو ۔ لا تسمی الکاس کاسا الا و فیھا الشراب ۔ (صحاح)

مزاج : ملاوٹ ، آمیزش ۔ کافور : اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں کافور ملا ہوگا بلکہ خود تصریح فرما دی کہ کافور جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہو سکتی ہے کہ کافور کی طرح اس چشمہ کے پانی کی رنگت سفید براق ہوگی ۔ اس کی تاثیر ٹھنڈی ہوگی اور اس سے کافور کی مہک آ رہی ہوگی ۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جنت میں تشریف فرما ہوں گے تو انہیں شراب طہور کے جام بھر بھر کر پلائے جائیں گے اور اس میں جو پانی ملایا جائے گا وہ اس چشمہ کا ہوگا جس کی رنگت خوشبو اور ٹھنڈک کافور کی مانند ہوگی ۔

۱۰ ایسا نہیں ہوگا کہ اہل جنت کو جب پانی کی ضرورت ہو گی تو اپنے بالاخانوں سے نیچے اتریں ۔ انہیں تکلیف اٹھانے کی زحمت ہو بلکہ جدھر وہ اشارہ کریں گے اس چشمہ کا پانی اسی طرف بہتا چلا جائے گا ۔ بلندی پستی کا کوئی گڑھا اور وادی اس پانی کے رواں ہونے میں رکاوٹ نہیں بنے گی ۔

۱۱ ابرار کے جن اعمال حسنہ اور اخلاق حمیدہ کے باعث ان نوازشات سے مالا مال کیا جا رہا ہے اب تفصیل سے ان کو بیان ہو رہا ہے ۔ فرمایا ایک تو ان کا یہ معمول تھا کہ جو نذر مانتے تھے اس کو پورا کیا کرتے تھے ۔ النذر کی تشریح کرتے ہوئے علماء کرام لکھتے ہیں ۔ النذر ھو ایجاب المکلف علی نفسہ من الطاعات ما لم یوجب لولا ایجابہ ۔ یعنی کسی مکلف عاقل بالغ مومن کا اپنے اوپر کسی ایسی نیکی اور عبادت کو واجب کر لینا کہ اگر وہ خود اسے اپنے اوپر لازم نہ کرے تو یہ اس پر لازم نہ ہو ۔ اس کی تفصیلی بحث کا یہ مقام نہیں ۔ اس کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں ۔ قتادہ نے النذر کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا ہے ۔ فرماتے ہیں بما فرض الله علیھم من الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم والحج والعمرۃ وغیرہ من الواجبات ۔ یعنی نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج ، عمرہ اور ان کے علاوہ دیگر واجبات کو وہ پابندی سے ادا کرتے ہیں ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جو عبادتیں اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کی ہیں ان کی ادائیگی میں بھی سستی نہیں کرتے اور جن نیکیوں اور اعمال کو خود اپنے اوپر لازم کر لیا ہے ان کو بھی پابندی سے بجا لاتے ہیں ۔

۱۲ ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر وقت قیامت سے خائف رہتے ہیں ۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ دن ضرور آئے گا ۔ اس کی سختیاں اور ہولناکیاں چار سو پھیل جائیں گی ۔ ذرہ ذرہ کہیں گوشہ عافیت نظر نہیں آئے گا ۔

مستطیرا : فاشیا ، وصف الشدة ، منتشرا (قرطبی)

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا

اور وہ کھانا کھلاتے ہیں سٹلہ اللہ کی محبت میں سٹلہ مسکین، یتیم اور قیدی کو (اور کہتے ہیں) ہم

سٹلہ ان کی تیسری خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث اس کی حاجت مند مخلوق کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ حاجت مندوں کی فہرست اگرچہ طویل ہے ان میں سے تین اہم اقسام کا ذکر کر دیا۔ اگر کوئی بھوکا ہو، کوئی یتیم ہو یا کوئی قیدی ان کے دروازے پر آ کر دستک دے تو وہ اسے دھتکارتے نہیں بلکہ اس کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے ہیں۔

مکہ کے مادہ پرستانہ ماحول میں اس قسم کے فقیروں کی جو درگت بنتی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ غریبوں اور مسکینوں سے ان کی نفرت اظہر من الشمس تھی۔ حضور کے پاس اگر غریب لوگ بیٹھے ہوتے تو مشرکین اس محفل میں بیٹھنا اپنے لیے باعث ہتک سمجھتے۔ جو لوگ اس قسم کے غرباء و فقراء پر احسان کیا کرتے اللہ تعالیٰ ان کی عزت افزائی کر رہا ہے تاکہ دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو تاکہ اسلامی معاشرہ میں کوئی مسکین بھوکا نہ رہے، کوئی یتیم اور کوئی اسیر ایسا نہ ہو جو حاجات کو بیچارا سوئے۔

بعض مفسرین نے ایک واقعہ کو ان آیات کی شان نزول بتایا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ایک دفعہ حضرات حسنین کریمین بیمار ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر صحابہ عیادت کے لیے گئے۔ کسی نے یہ تجویز پیش کی اے علی! آپ نذر کیوں نہیں مانتے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کو صحت دی تو آپ نذر کو پورا کریں گے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے تین روزے رکھنے کی منت مانی۔ اسی طرح حضرت سیدۃ النساء اور آپ کی کنیز فضہ نے بھی تین روزے رکھنے کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات حسنین کو شفا بخشی۔ اب نذر کے ایفا کا وقت آ گیا۔ کاشانۂ حیدری میں روزہ کے افطار کے لیے بھی کوئی چیز نہ تھی۔ چنانچہ آپ شمعون یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور تین صاع جو بطور قرض یا بعوض اجرت لے آئے۔ پہلے روز حضرت سیدہ نے ایک صاع جو پیسا اور اس کی پانچ روٹیاں پکائیں۔ شام کی نماز کے بعد حضرت علی گھر تشریف لائے تو سب اہل خانہ کھانا تناول کرنے کے لیے بیٹھے۔ ایک سائل نے دروازے پر دستک دی اور کہا میں مسکین ہوں، بھوکا ہوں۔ آپ نے سب روٹیاں اٹھا کر اسے دے دیں اور خود سادہ پانی پی کر سو گئے۔ دوسرے روز افطار کے بعد کھانا کھانے بیٹھے تو دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ آواز آئی میں یتیم ہوں بھوکا ہوں۔ پھر پانچوں روٹیاں اٹھا کر اسے دے دی گئیں۔ تیسرے روز پھر روزہ رکھا گیا۔ جب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک سائل نے آواز دی میں اسیر ہوں بھوکا ہوں۔ چنانچہ سارا کھانا اس کو دے دیا گیا۔ تین دن اور تین رات کے مسلسل فاقے سے بچوں کی کمزوری کی یہ حالت ہو گئی کہ چوزوں کی طرح کانپ رہے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ انہیں لے کر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور سب کو لے کر حضرت سیدہ کے گھر تشریف لائے۔ دیکھا کہ فرط نقاہت سے حضرت سیدہ ایک کونے میں لگی پڑی ہیں۔ حضور سخت پریشان ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل سورۃ الدہر کی یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

لیکن اہل تحقیق نے اس روایت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روایت اور درایت دونوں لحاظ سے یہ درست نہیں۔ علامہ قرطبی نے بڑی تفصیل سے اس پر جرح و تنقید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک تہائی آٹے سے ایک روٹی دے دی جاتی اور باقی چار روٹیاں پانچوں حضرات کھا لیتے۔ اس طرح دوسرے دن، تیسرے دن ایک سائل کو پانچوں روٹیاں دے دینے میں کوئی معقولیت نظر نہیں

www.KitaboSunnat.com

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ

ہم تمہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لیے نہ ہم تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں اور نہ شکریہ کے۔ ہم ڈرتے ہیں

مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

اپنے رب سے اس دن کے لیے جو بڑا ترش رُو اور سخت ہے ۱۴ پس بچا لے گا انہیں اللہ تعالیٰ اس دن کے شر سے

آلِ نبی معصوم بچے ویسے ہی مکلف نہیں اور پھر ابھی ابھی وہ بیماری سے شفایاب ہوئے ہیں ان کو لگاتار تین دن تک روزہ رکھنے کی اجازت دینا شرعاً جائز نہیں۔ حضرت سیدنا علی اس کو کیسے روا رکھ سکتے تھے۔ تیسرا یہ کہ اسلام نے قیدیوں کی خاطر تواضع کا حکم دیا ہے ان کے کھانے اور پینے اور لباس کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ عہد جاہلیت کے قیدیوں کی طرح انہیں بھیک مانگ کر پیٹ بھرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اس لیے قرطبی لکھتے ہیں فھذا حدیث مزوّق مزیّف۔ یہ حدیث من گھڑت اور ضعیف ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: قال الحکیم الترمذی فھذا حدیث مفتعل لا یروج الا علی احمق جاہل۔ واوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات۔ حکیم ترمذی کا قول ہے کہ اس حدیث کو صرف احمق اور جاہل آدمی ہی قبول کر سکتا ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوع احادیث میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اہل بیت کو جن کمالات، خصائل حمیدہ، اعمال رشیدہ سے مشرف فرمایا ہے اور جن مراتب عالیہ اور مقامات رفیعہ پر سرفراز کیا ہے انہیں اس قسم کی خلاف عقل روایات کے سہارے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ان آیات کے اولین مصداق خاندان نبوت کے یہ حضرات ہیں۔ جن لوگوں نے ان نفوس قدسیہ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے ان پر مخفی نہیں کہ خاندان نبوت نے ساری زندگی اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورتوں کو فوقیت دی۔ خود تکلیف برداشت کی لیکن دوسروں کو خوش و خرم رکھا۔ اگر یہ واقعہ نہ بھی ہو تب بھی ان آیات کے اولین مصداق یہی حضرات ہیں۔

۱۳؎ حُبِّہٖ کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو قول ہیں۔ (۱) اس کا مرجع طعام ہے یعنی انہیں خود کھانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو نظرانداز کر کے دوسروں کی بھوک کا ازالہ کرتے ہیں۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یعنی یہ کام وہ محض اللہ تعالیٰ کی محبت میں کرتے ہیں۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ اسی کی تائید کرتی ہے۔ یعنی اپنے قول یا اپنے طرز عمل سے ان پر یہ بات واضح کر دیتے ہیں کہ اس خدمت کا وہ ان سے کوئی معاوضہ نہیں مانگیں گے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ وہ ان کا شکریہ ادا کریں اور لوگوں کے سامنے ان کی سخاوت کا تذکرہ کریں۔ انہوں نے یہ کام محض اپنے رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔

۱۴؎ وہ کہتے ہیں کہ ہم آج اپنے رب کریم کو راضی کر لینا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ایک بہت سخت دن آنے والا ہے جس کی ہولناکیوں کا تصور کر کے ہمارے دل آج بھی لرز رہے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے رب کو خوش کر لیا تو ہمیں یقین ہے کہ قیامت کے روز ہمیں کوئی گزند نہ ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

اور بخش دے گا انہیں چہروں کی تازگی اور دلوں کا سرور ۔[1] اور مرحمت فرمائے گا انہیں صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس ۔[2]

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

وہاں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ۔ نہ دکھائی دے گی انہیں وہاں سورج کی تپش اور نہ ٹھنڈک ۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ

اور قریب ہوں گے ان سے اس کے درختوں کے سائے اور میوؤں کے گچھے جھکے ہوئے نزدیک رکھے ہوں گے ۔ اور گردش میں لائے جائیں گے

عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠

ان کے سامنے چاندی کے ظروف اور شیشہ کے چمکدار گلاس ۔ وہ شیشے بھی

عَبُوس: اس شخص کو کہتے ہیں جس غصہ کی وجہ سے پیشانی پر بل پڑے ہوں اور اس کے چہرے سے غصہ اور وحشت برس رہی ہو۔ القمطریر: الشدید بہت سخت۔ بہت کرخت۔ ہولناک منظر اور اس پر اس کی قیامت چھا جائے۔

[1] جن لوگوں کی یہ صفات ہوں گی اللہ تعالیٰ انہیں ہول قیامت سے محفوظ رکھے گا۔ ولقّٰی: اعطی۔ ان کے چہرے پھولوں کی طرح تروتازہ ہوں گے اور ان کے دل شاداں و فرحاں ہوں گے۔

[2] مومن کی ساری زندگی صبر سے عبارت ہے۔ احکام الٰہی کی ادائیگی پر صبر، نواہی سے اجتناب پر صبر، آلام و مصائب پر صبر، نفسانی خواہشات پر صبر۔ دشمنانِ اسلام کے سامنے سرنگوں ہونے کے بجائے میدانِ جنگ میں سینہ سپر ہونے کے بعد بھی استقلال کا مظاہرہ کرنے پر صبر۔ الغرض مومن کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں جہاں صبر کا دامن تھامنا نہ پڑتا ہو۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اہل ایمان نے زندگی کا سفر جس صبر و استقامت سے طے کیا، نفس کے سرکش گھوڑے کو جس عزم سے قابو میں رکھا، ان تمام کاموں کا انہیں صلہ ملے گا۔

یہاں سے کئی آیات تک ان الطاف و عنایات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عالم آخرت میں سرفراز فرمائے گا۔ آیات کے مشکل الفاظ کی وضاحت کر دی جاتی ہے، مطلب سمجھنا مشکل نہیں۔ ارائک جمع ہے اریکہ کی۔ اس کا معنی ہے وہ پلنگ جس کو سجا کر دلہن کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ ای السریر المحجلة۔ زمہریر: شدة البرد۔ سخت ٹھنڈک۔ دانیة: دنا یدنو سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے قریب، نزدیک۔ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا: سُهِّلَ التناول۔ کہ انگور کے گچھوں کو نیچے لٹکا دیا جائے گا اور بیٹھے بیٹھے آسانی سے توڑ سکیں گے۔ آنیة: جمع ہے اناء کی، ظرف، برتن۔ اکواب: کوب کی جمع ہے۔ وہ پیالہ یا پیالی جس کے ساتھ کنڈا نہ ہو۔ کانت قواریر من فضة کا مفہوم حضرت ابن عباس نے ان الفاظ میں بیان کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

چاندی کی قسم کے ہوں گے ساقیوں نے انہیں پورے اندازے سے بھرا ہوگا اور انہیں پلائے جائیں گے وہاں جام شراب جس میں زنجبیل کی

زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

آمیزش ہوگی۔ یہ زنجبیل الجنۃ میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے ؎ اور چکر لگاتے رہیں گے ان کی خدمت میں ایسے بچے جو ایک

مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ

ہی حالت پر رہیں گے ؎ جب تم انہیں دیکھو تو یوں سمجھو گویا یہ موتی ہیں جو بکھیر دیئے گئے ہیں۔ اور جب بھی تم وہاں دیکھو گے

رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ

تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں اور وسیع مملکت نظر آئے گی ؎ ان کے اوپر لباس ہوگا باریک سبز ریشم کا بنا ہوا اور

؎ آیت من فضۃ ... قواریر ... یعنی سارے برتن چاندی کے بنے ہوں گے لیکن ان میں چمک آئینہ جیسی ہوگی کہ خیال گزرے گا کہ شیشہ اور بلور ہے حالانکہ انہیں بنایا گیا ہے چاندی سے۔ قواریر کائنات کے اسم کا اول ہے دوسرا قواریر بدل ہے پہلے قواریر کا۔

؎ یعنی ساقی گری کی خدمت پر جو غلام مقرر ہوں گے وہ بھی ہمیشہ ایک حالت پر رہیں گے عمر میں زیادہ ہوں گے نہ تعداد میں۔ شراب طہور کے علاوہ پینے والا چاہے گا جتنی اس کی خواہش ہوگی ان کی تعداد میں کمی نہ ہوگی جن کو چند گھونٹ کی خواہش ہو ان کے پاس پہنچ جائیں اور جو زیادہ پینا چاہتا ہو اسے چند قطروں پر نہ ٹالا جائے ان کی شائستگی اور عزت افزائی مقصود ہے وہ ان کی خواہشات کو پورا پورا احترام کریں گے۔

؎ ایک دوسری قسم کی شراب کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ ساتھ ہی یہ بتایا کہ یہ جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے جس کو سلسبیل بھی کہا جاتا ہے۔ اہل عرب شراب میں سونٹھ ملا کر پیتے تھے۔ انہی کی پسند کا لحاظ کر کے فرمایا کہ جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا پانی پینے میں سونٹھ کی خوشبو ہوگی لیکن اس کے ذائقہ کی تلخی نہ ہوگی۔

؎ لڑکے ہر وقت ان کی خدمت بجا لانے کے لیے اور ان کے احکام کی تعمیل کے لیے ان کے آگے پیچھے پھرتے رہتے ہوں گے۔ مرور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی شکل و صورت اور ان کے رنگ روپ میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور جب وہ جنت کے ہزاروں اہل جنت کی خدمت میں ادھر ادھر جا رہے ہوں گے تو یوں معلوم ہوگا کہ موتیوں کی لڑی ٹوٹ گئی ہے اور اس کے آبدار موتی بکھرے ہوئے ادھر ادھر لڑھکتے چلے جا رہے ہیں۔

؎ ثم ظرف اشارہ الی المکان یعنی بہ الجنۃ یہ ظرف ہے۔ رویت کے فعل کے لیے یعنی جنت میں جدھر بھی آنکھ اٹھا کر دیکھو گے تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں نظر آئیں گی اور ایک وسیع مملکت ہوگی جو خداوند کریم نے اپنے ایک ایک بندے کو عطا کی ہے۔ ... ایک ادنیٰ جنتی کا ... است ...

www.KitaboSunnat.com

إِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا

اطلس کا اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے ۲۱ اور پلائے گا انہیں ان کا پروردگار نہایت پاکیزہ

طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾

شراب ۲۲ (انہیں کہا جائے گا) یہ تمہارا صلہ ہے اور (مبارک ہو) تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں ۲۳

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ

ہم نے ہی اے حبیب! آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے کلام نازل کیا ۲۴ اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور

الدیباج الغلیظ، موٹا ریشمی کپڑا۔

۲۱ انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے ہوں گے۔ ایک مقام پر پہلے گزر چکا ہے کہ انہیں سونے کے کنگن پہنائے گئے ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس سونے اور چاندی کے بنے ہوئے کنگن ہوں گے۔ جب ان کا جی چاہے گا سونے کے اور جب جی چاہے گا چاندی کے کنگن پہن لیں گے یا انہوں نے دونوں قسم کے کنگن پہنے ہوئے ہوں گے۔

۲۲ دو قسم کی شرابوں کا ذکر پہلے ہو چکا۔ ایک وہ جس میں کافور کے چشمے کا پانی ملا ہوگا۔ دوسری وہ جس میں زنجبیل کے چشموں کا پانی ملا ہوگا۔ اب تیسری قسم کی شراب کا ذکر ہے لیکن اس میں وہ ملاوٹی خصوصیتیں نہیں جو پہلی دو قسموں میں تھیں پانی ملا ہوتا۔ اس شراب کو شراب طہور کہا گیا ہے۔ نیز اس کو پلانے والا خود رب العالمین ہے۔ اس لیے حضرت یعقوب چرخی لکھتے ہیں:

سابقین و مقربان حضرت حق جل جلالہ از زیر عرش قدحہائے شراب طہور بے واسطہ دست ساقیان و خدمتگاران بنوشند و چوں از شراب بہشتی کہ بدست ولدان و غلمان دہند بے واسطہ حق تعالیٰ ... اللھم ارزقنا ولجمیع المسلمین بکرمک من المقربین۔ (تفسیر چرخی)

یعنی سابقین اور مقربین کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سے شراب طہور کے بھرے ہوئے پیالے بلا واسطہ پلائے گا۔ درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ عام لوگوں کو فرشتے پلائیں گے اور عام لوگوں کے ساقی غلمان ہوں گے۔ جب وہ بہشت کے شراب کو پئیں گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست ہو جائیں گے۔ پردوں کو الٹ دیا جائے گا۔ بے حجاب و بے کیف وہ جنت حق تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اے اللہ! ہم سب کو بھی محض اپنے لطف و احسان سے اپنے کرم سے مقربین میں شامل فرما۔

۲۳ یہ نوازشیں یہ عنایتیں تمہارے ان مخلصانہ اعمال کی جزا ہیں اور تمہیں مبارک ہو کہ اس کریم و رحیم نے محض اپنے رحم و کرم سے تمہارے ناقص اعمال کو قبول فرما لیا ہے۔ ایک بندے کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کا اور کیا مقام ہوگا جب اسے یہ مژدہ سنایا جائے گا۔

۲۴ کفار کی طرف سے جب انہیں اعتراض حضور کے نبی کا الزام بنا دیا تھا جب اور کوئی اعتراض کارگر ثابت نہ ہوا تو کہنے لگے کہ ہم قرآن کریم کو یہ دلیل سے یہ بات کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ ان کا اپنا اختراع کردہ ہے۔ اگر خدا کی طرف سے ہوتا تو سارے کا سارا یکبارگی نازل ہو جاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

اور کہنا نہ مانیے ان میں سے کسی بدکار یا احسان فراموش کا ۳۵؎ اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو صبح کو اور شام بھی ۳۶؎

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ

اور رات کی گھڑیوں میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجیے اور رات کا لمبا وقت اس کی تسبیح کیا کیجیے۔ بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت

الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ

کرتے ہیں اور پس پشت ڈال رکھا ہے انہوں نے بڑے سخت دن کو۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور

شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ

ان کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں ۳۷؎ اور جب ہم چاہیں گے ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں ۳۸؎ بے شک یہ ایک

موسیٰ علیہ السلام کو تورات ایک مرتبہ دی گئی تھی۔ یہ چونکہ خود گھڑتے ہیں اس لیے تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے ہیں۔ کبھی کم کبھی زیادہ۔ ان کے اس الزام کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ ہم نے سوچ سمجھ کر اسے بتدریج نازل کیا ہے۔ حالات و واقعات کے حسب حال اور حسب ضرورت نازل کرنے میں حکمتیں ہیں۔

۳۵؎ اے محبوب! آپ کو اپنے رب کا حکم ہے کہ جو احکام وہ نازل کرے ان کی پابندی کرتے رہیے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجیے۔ یہ بدکار اور احسان فراموش آپ کو اگر فرائض نبوت سے منحرف کرنا چاہیں تو آپ ان کا کہنا مت مانیے۔

۳۶؎ مومن کی طاقت کا سرچشمہ اور اس کی قوت کا راز ذکر الٰہی میں پوشیدہ ہے۔ پہلے اپنے نبی کریم کو صبر کی تلقین فرمائی اب ذکر کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ وہ شخص جو ہر وقت اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے اور جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے باطل کی طاغوتی طاقتیں اس کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ بعض علماء نے اس سے پنجگانہ نماز مراد لیے ہیں۔ بکرۃ سے مراد صبح کی نماز اور اصیل زوال سے غروب کے وقت تک کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ظہر اور عصر کی نماز اور ومن اللیل سے مغرب و عشاء کی نماز اور وسبحہ لیلا طویلا سے تہجد کی نماز مراد ہے۔

۳۷؎ اسر کا معنی ہے ایک چیز کو دوسری کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دینا۔ حسب ارشاد الٰہی انسان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ پٹھوں، ریشوں اور رگوں کے ذریعے بڑی مضبوطی سے باندھا گیا ہے۔ سب اعضاء اپنے فرائض منصبی الگ الگ ادا کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک دوسرے سے پیوستہ بھی ہیں۔ ایک دوسرے کی قوت و طاقت کا ذریعہ بھی ہیں۔ ایک دوسرے کا بوجھ بھی اٹھاتے ہیں۔ اگر انسان اپنی ذات پر غور کرے تو قدرت کی حکمت کے اسرار کی بہت سی گرہیں کھل جائیں گی۔

۳۸؎ اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ہلاک کر دیں یعنی نیست و نابود کر دیں اور ان کی جگہ کوئی نئی قوم پیدا کر دیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ان کے چہروں کی رنگت اور خد و خال کو مسخ کر دیں کسی ایسی صورت میں بدل دیں کہ دیکھنے والے انہیں پہچان نہ سکیں۔

www.KitaboSunnat.com

تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا

نصیحت ہے۔ پس جس کا جی چاہے اختیار کر لے اپنے رب کے قرب کا راستہ ۲۹ اور نہیں چاہ سکتے تم (کچھ بھی) بجز اس کے

أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ

کہ اللہ خود چاہے ۳۰ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکیم ہے ۳۱ جس کو چاہتا ہے اپنے دامن رحمت

فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

میں داخل کر لیتا ہے ۳۲ اور ظالموں کے لیے تو اس نے تیار کر رکھا ہے دردناک عذاب۔

۲۹ یہ قرآن ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اس نصیحت کو قبول کرے۔ ہدایت کی اس روشنی میں سفر طے کرتا ہوا قرب و رضا کی منزل پر پہنچ جائے اور جس کا جی چاہے ٹھوکریں کھا کر برباد ہو جائے۔

۳۰ یہ مت سمجھو کہ صرف تمہاری خواہش اور ارادہ سے کچھ ہو سکتا ہے جب تک میری مشیت تمہاری سعادت کا فیصلہ نہ کرے اس وقت تک تمہاری کوششیں اور اعمال تمہاری بہبود کا سبب نہیں بنتے جب توفیق الٰہی دستگیری فرماتی ہے تب ذرہ آفتاب بنتا ہے رحمت حق تب خاک کو نوازتی ہے۔ دل میں شوق کا طوفان امنڈتا ہے۔ ہستی کی ساری کثافتیں دھل جاتی ہیں اور صاحب الطاف و عنایات کا اپنے ہم و دیدار کا نور برستا ہے۔

۳۱ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس بندے کو کس درجہ کی ترقی ملنی چاہیے۔ کس کے دل میں کیسی تڑپ ہے۔ کون مضطرب ہے۔ کون اس کی یاد میں آنسو بہا رہا ہے۔ کون اپنے جمال جہاں آرا کے دیدار کو ترس رہا ہے۔ وہ حکیم ہے اس کے ہر کام میں بے شمار حکمتیں ہیں اس کی ہر ادا نرالی ہے۔

۳۲ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کی آغوش میں لے کر ہدایت کے نور سے منور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے عفو و غفران کی چادروں سے ڈھانپ کر ثواب و عطا کی دولت سے شاد کام کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے غفلت کی نیند سے بیدار کر کے اپنی یاد کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

○

اللھم انت ربی ذوالشان الارفع تشاھد ما بی وبیدک ناصیتی کن لی رؤفا رحیما۔ فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ و احشرنی تحت لواء حبیبک المکرم ورسولک المعظم شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورہ المرسلت

نام: اس کا نام المرسلت ہے جو اس سورۃ کا پہلا کلمہ ہے۔ اس میں دو رکوع، پچاس آیتیں، ایک سو اسی کلمے اور آٹھ سو سولہ حروف ہیں۔

نزول: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: متعدد چیزوں کی قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ پھر قیامت برپا ہونے کے ہولناک منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ آیات نمبر ۱۶ تا ۱۸ میں ایک سنت الٰہی ذکر کی گئی ہے کہ جو شخص راہ راست کو چھوڑ کر وادیٔ ضلالت میں بھٹکتا ہے۔ فسق و فجور کے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس کی مخلوق پر ظلم اور تشدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ ایسے شخص کو ہلاک و برباد کر دیا جائے۔ اس کے بعد انسان کی تخلیق پھر اس کی بقا اور نشوونما کے لیے جن اسباب و وسائل کی ضرورت ہے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور آیت انتیس سے لے کر آخر تک کفار کے ساتھ روز حشر جو معاملہ کیا جائے گا اس کو بیان فرما دیا۔ ساتھ ہی آیت نمبر اکتالیس تا چوالیس میں متقین پر جو عنایات اور نوازشات کی جائیں گی وہ بتا دیں تاکہ لوگ دونوں گروہوں میں سے جس گروہ میں شامل ہونا چاہیں سوچ سمجھ کر شامل ہوں۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۷۷-۴-۲۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المرسلٰت مکی ہے اس میں — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — پچاس آیات اور دو رکوع ہیں۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾

ان ہواؤں کی قسم جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں لہ پھر ان کی قسم جو تند و تیز ہیں اور ان کی قسم جو بادلوں کو پھیلانے والی ہیں

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا

پھر ان کی جو بادلوں کو پھاڑ کر جدا جدا کرنے والیاں ہیں پھر ان کی قسم جو وحی لانے والیاں ہیں حجت تمام کرنے کے لیے یا ڈرانے کے لیے۔ بے شک جس

تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾

بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی پس اس وقت جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے لہ

لہ صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان آیتوں میں جو قسمیں مذکور ہیں نہ پہلی صفات ہیں جن کے موصوفات ظاہر میں مذکور نہیں۔ اسی لیے مفسرین نے ان کی تفسیر میں بہت وجوہ ذکر کیے ہیں۔ بعض نے ہواؤں کی مختلف حالتوں کی قسم قرار دیا ہے، ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ بعض نے ملائکہ کی، بعض نے آیات قرآنی کی، بعض نے نفوس کاملہ کی جو تکمیل کے لیے ابدان کی طرف بھیجے جاتے ہیں پھر ریاضتوں کے جھونکوں سے ماسوی اللہ کو اڑا دیتے ہیں پھر تمام اعضا میں اس کا اثر پھیلاتے ہیں پھر حق و باطل اور ذات و صفات میں فرق کرتے ہیں اور ذات باری کے سوا ہر شے کو ہالک دیکھتے ہیں پھر ذکر الٰہی کا القا کرتے ہیں اس طرح کہ دلوں میں بجز اللہ تعالیٰ کے کچھ نہیں رہتا اور ایک وجہ یہ ذکر کی ہے کہ پہلی تینوں قسموں سے ہوائیں مراد ہیں اور باقی دو سے فرشتے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ قسم ان ہواؤں کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں پھر زور سے چلتی ہیں آندھیاں ہو کر اور غالب آ جاتی ہیں اور ناشرات سے مراد وہ رحمت کی ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ اس کے بعد جو قسمیں ذکر کی ہیں وہ قول مذہب پر ملائکہ کی ہیں۔ ابن کثیر نے ان کو خارجات اور مطلقات سے ملائکہ مراد لیے ہیں وغیرہ ذکر فرمایا ہے (خزائن العرفان)

لہ جب قیامت برپا ہو گی تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ ان گنت ستارے جو روشنی پھیلاتے ہیں کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں سب بے نور ہو جائیں گے۔ یہ آسمان کی نیلگوں چھت جس پر ہزار ہا سال گزرنے کے باوجود بوسیدگی اور شکستگی کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی اس میں شگاف اور دراڑیں پڑ جائیں گی اور پہاڑ جن کے عظیم الشان طبقے ہیں، غبار بن کر اڑ جائیں گے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ مختلف اوقات میں اور مختلف امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول اپنی امتوں پر گواہی دینے کے لیے وقت مقررہ پر اکٹھے ہو جائیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ﴿١٢﴾

اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ کر کے) اڑا دیے جائیں گے اور جب رسولوں کو (گواہی کے لیے) مقررہ وقت پر اکٹھا کیا جائے گا۔ کس دن کے لیے یہ (معاملہ) ملتوی کیا گیا ہے؟ [2]

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

فیصلے کے دن کے لیے۔ اور (اے مخاطب!) تجھے کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ تباہی ہوگی اس روز

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ

جھٹلانے والوں کے لیے [3]۔ کیا ہم نے ہلاک نہیں کر دیا ان سے پہلے تھے [4]۔ پھر ہم ان کے پیچھے بھیجیں گے بعد

[1] اس ہولناک منظر کے ذکر سے مقصود ان لوگوں کو احساس دلانا ہے جو خواب غفلت میں پڑے ہوئے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو برباد کر رہے ہیں۔

[2] یہ مذکورہ بالا واقعات کب رونما ہوں گے؟ اس کے لیے کون سی تاریخ اور کون سا دن مقرر کیا گیا ہے۔ بتایا کہ ان کے لیے یوم الفصل کی تاریخ مقرر ہے۔ اے مخاطب! تم یوم الفصل کی حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہو؟ یہ وہ دن ہوگا جب تمام تنازعات اور سارے اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

[3] اس روز بڑی تباہی اور ہلاکت کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑے گا جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کی لائی ہوئی کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو وقوع قیامت کا انکار کرتے ہیں اور اسے ناممکن یقین کیے ہوئے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں مشکل الفاظ کی تشریح:

طُمِسَتْ: ذہب نورہا یقال طمس الشیء اذا ذہب اثرہ۔ یعنی طمس اور مطموس بےنور ہونا۔ طمست کا مطلب یہ ہے کہ ستارے یا تو بے نور ہو جائیں گے یا ان کی روشنی ماند پڑ جانے کی وجہ سے نظر نہ آئیں گے۔ النسف: تفریق الاجزاء حتی تذروہا الریاح یعنی کسی چیز کو ریزہ ریزہ کر دینا کہ ہوائیں اس کے اجزاء کو اڑا لے جائیں۔ فُرِجَتْ: شُقَّتْ فصارت فیہا فروجا یعنی پھٹ جانا اور اس میں دراڑیں اور شگاف پڑ جانا۔ وَیْلٌ: مصدر بمعنی حلول الشر والہلاک۔ یہ مصدر ہے اور اس کا معنی ہے تباہی اور ہلاکت نازل ہونا۔

[4] انہی لوگوں کو جو بڑی شدت سے وقوع قیامت کا انکار کیا کرتے تھے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے گزری ہوئی قوموں کے انجام پر غور کریں اور اس کی وجہ تلاش کریں کہ آخر یہ قیامت پر ایمان نہ لانے میں کوئی وقت نہ ہوگی۔ عاد، ثمود، قوم نوح، قوم فرعون جیسی طاقتور قومیں کسی سے کم نہ تھیں۔ دولت و ثروت کے بھی ان کے پاس انبار لگے تھے۔ ان کے پاس لشکر جرار تھے ان کے سپاہی تجربہ کار اور جنگجو تھے ان کے پاس ماہرین حرب اور جرنیلوں کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ اپنے زمانے کے معیار کے مطابق وہ علوم و فنون میں کسی قوم سے پیچھے نہ تھے ان کی معاشرت بھی لاجواب تھی۔ مگر ان چیزوں کو پیش نظر رکھا جائے تو ان قوموں کو تہذیب و ارتقاء کی عزت و اقبال سے نوازا گیا تھا ان کے

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

بعد میں آنے والوں کو۔ گنہگاروں کے ساتھ ہم ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ تباہی ہوگی اس روز

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ

جھٹلانے والوں کے لیے۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا۔ پھر ہم نے رکھ دیا اسے ایک

قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾

محفوظ جگہ (رحم مادر) میں سلہ ایک معین مدت تک شہ پھر ہم نے ایک اندازہ مقرر کیا پس ہم کیا خوب اندازہ مقرر فرمانے والے ہیں شہ

اقتدار کا نشہ دوچند ہوگیا تھا لیکن وہ اصلاح پذیر نہ ہوئے یہاں تک کہ انہیں نابود کر دیا گیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ان کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے اعمال برے تھے۔ ان کی حرکتیں نہایت ذلیل اور ان کے اخلاق بہت بگڑے ہوئے تھے۔ جھوٹ، بدعہدی، کم تولنا، کم ناپنا، کمزوروں پر ظلم و تشدد، دوسروں کا خون بہانا، عیاشی و عشرت، بڑی بڑی آبادیوں سے اپنی دولت کے بل پر ان معصوم عصمتوں کو بڑی بے دردی سے لوٹتے، ان کی برائیاں اور بدکاریاں کہ ان کے یوں مگن ہونے کا سبب یہی تو تھا کہ انہیں اپنے محاسبہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اگر انہیں یہ خیال ہوتا کہ ایک دن انہیں خود اپنے سب کئے دھرے کا پیش ہو کر حساب دینا ہے تو وہ یوں فسق و فجور میں غرق نہ ہو جاتے۔ روز حساب سے بے فکر ہو کر وہ فسق و فجور کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی بد اعمالیوں کے عملی نتائج اس دنیا میں ہی ظاہر ہو گئے اور انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اے اہل مکہ! اگر تم بھی اسی قسم کے ہولناک انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو تو بے شک اس روش کو مت چھوڑو اور اگر تم اپنے آپ کو تباہ و برباد نہیں کرنا چاہتے تو روز قیامت پر ایمان لاؤ۔ محاسبہ کے تصور ہی سے تمہارے بگڑے ہوئے دماغ درست ہو سکتے ہیں

سلہ اپنی قدرت و حکمت کے ان شاہکار کرشموں کا ذکر کر کے وقوع قیامت کے امکان کی طرف انہیں متوجہ کیا جا رہا ہے۔ قرار مکین کے کمالات خوب عجیب ہیں۔ رحم مادر میں جب نطفہ قرار پکڑتا ہے تو اس کی حفاظت کے کتنے مکمل اور مضبوط انتظامات کیے جاتے ہیں کہ وہ ایام تغیرات کے نازک ترین مرحلوں سے بخیر و خوبی گزر جاتا ہے۔ خارجی عوامل اس کی نشوونما میں آسانی سے دخل انداز نہیں ہو سکتے۔ ماں اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی ہے، بڑی مشقت کے کام بھی وہ کیا کرتی ہے لیکن کسی غیر معمولی حادثہ کے سوا حمل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ایسے خوفناک بھی پیچ پیش آتے ہیں۔ اسے حرکت کرنے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ان احسن تدابیر سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا پتہ چلتا ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ جو خالق حکیم اور قادر مطلق یہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کے لیے قیامت کا برپا کرنا قطعاً مشکل نہیں۔

شہ اس محفوظ جگہ میں اس کے رہنے کی ایک مدت مقرر ہے جسے کوئی سائنس دان بھی کم زیادہ نہیں کر سکا۔

شہ یعنی ہم نے اس کے متعلق تمام امور کا اندازہ کر لیا، جملہ امور کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ مالک حقیقی ذوالجلال کا کرم ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝

تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ۔ ۱۳ کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو سمیٹنے والی

اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ

زندوں اور مُردوں کو ۔ ۱۴ اور ہم نے رکھ دیئے اس میں بہت اونچے اونچے پہاڑ ۔ ۱۵ اور ہم نے پلایا تمہیں

بتدریج کس طرح اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ عن ابن مسعود قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ ملکا باربع کلمات۔ فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا حضور سچے ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ چالیس دن اس کی ماں کے شکم میں نطفہ کی صورت میں رہتا ہے پھر اتنی مدت وہ لوتھڑا کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنی مدت وہ گوشت کا ٹکڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ چار باتوں کے ساتھ ایک فرشتہ کو مبعوث کرتے ہیں۔ اس وقت اس کا عمل، اس کی موت کا دن، اس کا رزق اور یہ بات کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے اندر روح پھونک دی جاتی ہے۔

۱۳ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس شاہکار کو دیکھتے ہیں اور پھر اس کے نبی کی تکذیب کرتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے قیامت کے دن تباہی و بربادی کے سوا اور کیا ہوگا۔

۱۴ منکرین قیامت کا انکار کرنے والو! ہماری قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا مشاہدہ کرو۔ دیکھو زمین کو ہم نے کس طرح پیدا فرمایا ہے کہ ہر قسم کی زندہ اور مردہ مخلوق اس کے دامن میں سما جاتی ہے۔ ہر قسم کے جانداروں کے لیے ان کے مزاج کے مطابق رزق کا اہتمام یہیں سے ہوتا ہے۔ گوشت خوروں کے لیے گوشت، سبزی خوروں کے لیے طرح طرح کے پھل، سبزیاں، ترکاریاں طرح طرح کی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر انسان کی اپنی بے تدبیری حرص و ہوا کا میلان نہ ہو تو کسی کو خوراک کی قلت کی شکایت نہ رہے۔ پھر اپنے مکانات، فلک بوس پلازے اور رنگین محلوں کی تعمیر کے لیے جس قسم کے سامان کی ضرورت ہو وہ بآسانی دستیاب ہو سکتا ہے۔ جب یہاں سے اپنی زندگی کے مقررہ دن پورے کر کے کوئی کوچ کرتا ہے تو یہی زمین جو اس کا بوجھ اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے تھی اپنا سینہ چیر کر اسے اپنے اندر چھپا لیتی ہے۔

۱۵ ہماری حکمت کا عجیب شاہکار دیکھنا ہو تو ان فلک بوس پہاڑوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھو ان کے شکموں میں کیسی قیمتی معدنیات کے انبار لگے ہیں۔ کہیں نمک ہے، کہیں کوئلہ، کہیں تانبا ہے، کہیں چاندی، کہیں سونا ہے اور کہیں فولاد۔ ان کی برف سے لدی سفید سفید بلند چوٹیاں، ٹھنڈے میٹھے اور صاف شفاف پانی کی بہم رسانی کے مرکز ہیں۔ چشمے ابل رہے ہیں، ندیاں بہہ رہی ہیں اور دریا رواں دواں ہیں۔ پہاڑوں پر کئی قیمتی درخت اگتے ہیں جو مکان بنانے کے کام آتے ہیں۔ ان میں ان گنت جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں جو تمہارے امراض کے لیے اکسیر

www.KitaboSunnat.com

مَآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى

میٹھا پانی پلایا ۔ تباہی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ۔ ۳۰ (انہیں حکم ہوگا کہ) چلو اس آگ

مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ

کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ۔ ۳۱ چلو اس سایہ کی طرف جو تین سمتوں

شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ

والا ہے ۔ جو نہ سایہ دار ہے اور نہ وہ بچا سکتا ہے آگ کی لپٹ سے ۔ وہ (جہنم) یقیناً ایسی چنگاریاں پھینکتی ہے جو بڑے محلات

محرکات کئی ایک ہیں اس کے علاوہ بادلوں کی قدرتی صفائی اور دوسرے کئی ذریعے ہیں ان کو غیر معمولی وقفہ بارشوں میں ان کا حصہ کسی کی خاطر کبھی کم نہیں کیے جاتے پھر بارش برسانا کا یہ پورا نظام بھی تمہارے ہی فائدے کے لیے ہے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پانی کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ ورنہ اگر وہیں سے ندیاں بہہ کر میدانوں میں بھی دریا بنا کر روانہ کیے جاتے ہیں اور جہاں ہے نہیں وہاں کنوئیں کھود کر ٹیوب ویل نصب کر کے تم پانی کے زیر زمین خزانے سے سیراب ہو سکتے ہو۔

۳۰ اگر ان تمام دلیلوں کے باوجود تم قیامت پر ایمان نہ لاؤ گے تو پھر تمہاری تباہی یقینی ہے اس لیے کہ تم خود ہی اس کے مستحق ہو گے۔ ... جب کوئی چیز لپیٹ لی جائے تو سمٹ جاتی ہے۔ ... (دیکھیے ...) ... حذیبیہ شیبانی۔

۳۱ جب قیامت برپا ہوگی اور موجود ہوگی تو کسی صاحب عقل سلیم کے لیے انکار کی گنجائش نہیں رہے گی۔ اس وقت منکرین قیامت کو حکم ہوگا کہ چلو اس جہنم کی طرف جس کا تم انکار کیا کرتے تھے پھر اس سایہ کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں یعنی ایسا سایہ جو بظاہر ٹھنڈا سایہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیچے آگ کی تپش سے نجات مل جائے۔ بظاہر یہ سایہ معلوم ہوگا مگر حقیقت میں یہ دھواں ہوگا جو دھواں ہے۔ اگر کوئی جہنم کی تپش سے بچنے کے لیے پناہ لینا چاہے گا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ اس کی کوئی چھاؤں نہیں اس کے نیچے کھڑے ہونے سے کوئی ٹھنڈک محسوس نہیں ہوگی۔ تنور سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کو آپ دیکھیں تو پہلے وہ ایک ستون کی طرح اٹھتا ہے جب وہ فضا میں بلند ہوتا ہے تو اس کی کئی شاخیں الگ الگ بنتی ہیں۔ دوزخ سے جو دھواں اٹھے گا اس کی تین شاخیں ہو جائیں گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾

پیلے محل ۔ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں ۔ تباہی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾

یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ

تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ۔ یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور

وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اگلوں کو جمع کر لیا ہے ۔ پس اگر تمہارے پاس کوئی چال ہے تو میرے خلاف استعمال کرو ۔ تباہی ہوگی اس روز

ف یہاں آتش جہنم کی ہولناکی کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس کی آگ سے جو شرارے اٹھیں گے وہ اتنے بڑے بڑے ہوں گے جیسے کوئی شاہی محل ہو۔ بلکہ جیسے جنگل کے درختوں کے شرارے اور چنگاریاں ہوں گی اور ان کی رنگت زرد ہوگی دیکھنے والا یہ سمجھے گا جیسے زرد رنگ کے اونٹوں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہوں۔ پہلے ان کے حجم کا ذکر کیا اب ان کی زرد رنگت کی کیفیت بیان کی۔ بعض نے صفر کا معنی سیاہ بھی کیا ہے۔

ف جنہوں نے اتنے خوفناک دن اور ایسے دردناک عذاب کو دنیا میں تسلیم نہ کیا بلکہ اس کا انکار کر کے ہمیشہ اس کا مذاق اڑاتے رہے وہ خود ہی بتائیں کہ قیامت کے دن ان کے حصے میں تباہی، رسوائی اور ہلاکت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ف اس روز ان منکرین کا کیا حال ہوگا۔ فرط خوف کے باعث زبانیں گنگ ہو جائیں گی۔ قوت گویائی سلب ہو جائے گی۔ یہ وقت قینچی کی طرح تیز چلنے والی زبانیں ایک لفظ بھی نہ بول سکیں گی۔

ف دنیا میں یہ بہانہ سازی کے فن میں بڑے طاق سمجھے جاتے تھے جب کہیں پھنس جاتے کوئی نہ کوئی ایسا عذر تراشتے کہ ان کی گلوخلاصی ہو جاتی ان کو اپنی اس قابلیت پر بڑا ناز تھا اور اسی چیز نے انہیں بدکاریوں پر دلیر کر دیا تھا۔ دنیا میں تو بے شک ان کی یہ مہارت مسلم تھی لیکن قیامت کے دن ان کے لبوں پر مہر لگا دی جائے گی اور انہیں کسی قسم کا عذر بہانہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ف جب وہ اس طرح پھنسے ہوں گے تو ان کی تباہی و بربادی میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے۔

ف انہیں کہا جائے گا یہ کوئی بازار نہیں، یہ کوئی میلہ نہیں، یہ پیریں اور چودھریوں کے جو ہتھکنڈے یہاں چل سکیں جو کسی کے آگے پیچھے آنے کا سہارا لیا جائے۔ یہ تمام کے سامنے فیصلہ کا دن ہے۔ یہاں کسی بدکار کو کوئی دھوکا دینے کی اجازت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَفَوَاكِهَ

جھٹلانے والوں کے لیے ۲۱ بے شک پرہیزگار اللہ کی رحمت کے سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے اور من بھاتے پھلوں میں ہوں گے

مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا

جن کو وہ پسند کریں گے۔ (انہیں کہا جاتا ہے کہ) مزے سے کھاؤ اور پیو ان اعمال کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔ ہم

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا

یونہی صلہ دیا کرتے ہیں نیک کرداروں کو ۲۲ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ۲۳ (جھٹلانے والو!) اب

نہیں مل سکتی۔

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ان پر فرد جرم ثابت ہو جانے کے بعد فرشتوں کے گلے میں ... ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان پر گواہی دے چکے ہوں گے۔ اس سے پہلے تو وہ بڑے بڑے سوالات اٹھائیں گے۔ کبھی کہیں گے ہم دنیا میں دن بھر کے لیے گئے اور واپس بلا لیے گئے۔ اس قلیل مدت میں ہم کیا کرتے؟ کبھی کہیں گے کہ ہمارے پاس آپ کا بھیجا ہوا کوئی رسول نہیں گیا اور کسی نے ہم کو خواب غفلت سے جگایا ہی نہیں۔ کبھی اپنے آپ کو بالکل معصوم بنا کر کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر کوئی نافرمانی نہیں کی، کوئی ظلم نہیں کیا۔ غرض ہر ایک کے جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن جب دلائل سے ان کا مجرم ہونا ثابت ہو جائے گا اس وقت ان سے قوت گویائی سلب کر لی جائے گی۔

۲۰ یعنی تمہیں جو چالاکی اور عیاری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ دنیا میں تم اپنے دشمنوں کے خلاف بڑی خطرناک چالیں چلا کرتے تھے۔ اے بے حیاؤ! بے وفاؤ! اگر تمہاری پٹاری میں کوئی مکر کوئی چال ہو تو اسے باہر نکالو اور اسے ہمارے خلاف استعمال کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں تمہیں اس فن میں کتنا کمال حاصل ہے۔ یقیناً اس وقت انہیں جان کے لالے پڑے ہوں گے۔ بھڑکتے ہوئے دوزخ کو سامنے دیکھ کر ان پر جو گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوگی بجز خاموشی کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔

۲۱ اس دن جھٹلانے والوں کے حصے میں جو ذلت و تباہی ہوگی وہ آج کیوں اس تباہی سے بچنے کے لیے فکر نہیں کرتے۔

۲۲ مجرموں کے ساتھ تو یہ سلوک ہوگا لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گزاری، اس کے احکام کی پابندی کرتے رہے، قیامت کے تصور سے ہی ان کے دل لرزتے رہے۔ ان پاکباز اور نیک بخت لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا اب اس کا بیان ہو رہا ہے۔

۲۳ اہل جنت کے ذکر کے بعد اس چھوٹے سے جملہ میں کیا حکمت ہے۔ ... حیث نال اعداءهم ... الثواب العظیم ومصیرهم الی العذاب الالیم۔ یعنی ان کے دشمن جن کو زندگی بھر وہ ستاتے رہے آج ان پر کیا گزر رہی ہے ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾

کھالو اور عیش کرلو تھوڑا سا وقت، بے شک تم مجرم ہو ۲۴ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

اور (آج) جب ان سے کہا جاتا ہے اپنے رب کے سامنے جھکو تو نہیں جھکتے ۲۵ تباہی ہوگی اس روز

لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

جھٹلانے والوں کے لیے ۲۶ آخر کس بات پر وہ اس (کتاب) کے بعد ایمان لائیں گے؟ ۲۷

طرح طرح کی انگشت نمائیاں کرکے ہنستے، ان کو حقیر و نادان سمجھتے تھے وہ آج اپنے پروردگار کے پاس اس کے لطف و کرم سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ فرشتے، غلمان اور حوریں ان کی ناز برداریاں کر رہی ہیں اور یہ جو بڑے معزز اور محترم بنے ہوئے تھے آج اس ذلت میں گرفتار ہیں۔

۲۴ سورت کے اختتام سے پہلے منکرین قیامت کو پھر جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ طرح طرح کے لذیذ کھانے خوب سیر ہو کر کھا لو، تمہیں جو حرمتیں اور رنگ رلیاں میسر ہیں اور جو عیش و عشرت کا سامان تمہیں میسر ہے اس سے جی بھر کر لطف اٹھا لو، یہ دن بس چند روزہ ہے۔ در حقیقت تم بدترین مجرم ہو۔ صرف مہلت کی مدت گزرنے اور حقیقت کے ظاہر ہونے کا انتظار ہے۔ تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۲۵ یعنی ان کو جب کہا جاتا ہے کہ سرکشی اور نافرمانی کی روش ترک کر دو اور اپنے رب کے حضور میں تواضع و انکساری اختیار کرو، اس کے احکام کے سامنے اپنی اکڑی ہوئی گردنیں جھکا دو۔ اس کے رسول کے فرمان کو قبول کر لو اور نمازیں پڑھا کرو تو انہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ نماز کو ادا کرنے کے لیے ان کے دل میں شوق پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ارکعوا سے مراد پوری نماز ادا کرنا ہے۔ نماز کو رکوع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بنی ثقیف کو جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور نماز کا طریقہ بتایا تو کہنے لگے کہ ہم ایسی نماز نہ پڑھیں گے جس میں یہ رکوع اور سجود ہو۔ ہم غیرت مندوں کے لیے یوں جھکنا اور پھر زمین پر منہ کے بل گر پڑنا بڑے عیب کی بات ہے تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود۔ اس دین میں کوئی خوبی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکوع و سجود نہیں۔ وہ مسلمان جو اپنے رب کو سجدہ نہیں کرتے، رکوع نہیں کرتے، نماز ادا نہیں کرتے اور پھر مسلمان ہونے کے دعویدار بھی ہیں اور اسی اقرار پر خوش بھی ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں غور کریں۔

۲۶ جن لوگوں کی پیشانیوں کو اپنے رب کی جناب میں سجدہ کرنے اور جھکنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی بار بار سمجھانے کے باوجود اس شرف سے محروم ہیں ان کے لیے روز قیامت بجز ویل و ہلاکت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۲۷؎ اگر وہ عقل و خرد سے کام لیتے اور غور و فکر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے تو قرآن کریم کے چشمہ صافی و شیریں سے وہ اپنی تشنہ لبی کا درمان کر لیتے۔ اس آفتاب ہدایت کے انوار سے وہ اپنی زندگی کی جلوتوں اور خلوتوں کو روشن کر لیتے۔ لیکن ان بدنصیبوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب کے بعد اس سے زیادہ موثر، اس سے زیادہ شیریں، اس سے زیادہ حقیقت افروز کتاب انہیں کہاں نصیب ہوگی کہ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ وہ ازلی بدبخت ہیں۔ ان کی قسمت میں ہدایت کی نعمت ہے ہی نہیں۔

اللهم إياك نعبد ولك نصلي ونسجد وإليك نسعى ونحفد ونرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك بالكفار ملحق. اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا ومولانا وحبيبنا وشفيعنا

محمد مصطفىٰ

المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وأصحابه ومن أحبه واتبعه إلى يوم الدين. رب أوزعني أن أشكر نعمتك التي أنعمت علي وعلى والدي وأن أعمل صالحا ترضاه وأصلح لي في ذريتي إني تبت إليك وإني من المسلمين. فاطر السماوات والأرض أنت وليي في الدنيا والآخرة توفني مسلما وألحقني بالصالحين.

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ النّبا

نام : اس سورت مبارکہ کا نام النبا ہے جو دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ اسے سورۂ عم، سورت عم یتساءلون اور التساؤل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دو رکوعوں اور چالیس یا اکتالیس آیتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد ۱۷۳ اور حروف کی تعداد ۹۷۰ ہے۔

نزول : باتفاق علماء یہ عہد نبوت کی ابتدا میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات جیسے اہل مکہ کے لیے حیرت انگیز تھی وہ لوگ حضور کی باتیں سنتے اور حضور کے اعمال کا مشاہدہ کرتے تو ان پر عجیب قسم کی سراسیمگی طاری ہو جاتی۔ سب سے زیادہ جس چیز نے انہیں پریشان کر رکھا تھا وہ نبی کریم کا یہ ارشاد تھا کہ اس جہانِ رنگ و بو کے بعد ایک اور جہان بھی ہے۔ اس چند روزہ زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی بھی ہے جس کی انتہا نہیں۔ قیامت کے دن انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو قبروں سے نکال کر رب کائنات کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہاں ان سے ان کے چھوٹے بڑے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ ان کی عقل جس کی دوڑ محدود تھی یہ انہیں بڑا الجھن تھا اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھی۔ ہڈیوں صدیوں کی پیوند خاک ہیں ان کی خشت غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کون جمع کرے گا اور پھر ان میں روح کیسے پھونکی جائے گی۔ وہ اس مسئلہ پر شب و روز غور کرتے آپس میں بحث و تمحیص کرتے ان کی مجلسوں میں اسی موضوع پر گرما گرم مذاکرے ہوتے لیکن وہ کسی صورت میں وقوع قیامت کو ماننے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہ پاتے۔ اس زمانے میں ایک نفسیاتی مجبوری بھی سدِ راہ بنی ہوئی تھی۔ اگر وہ وقوع قیامت کو تسلیم کرتے ہیں تو ان کی زندگی کا سارا نقشہ تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس معاشرہ میں انہیں لوٹ کھسوٹ کی جو آزادی میسر تھی عیش و طرب کی محفلیں جن میں مست اور بدمست جوانیاں ساری ساری رات محو رقص رہا کرتیں۔ بادہ ارغوانی کے بلوریں جام مصروف گردش رہتے۔ جہاں کسی کی عصمت کا استحصال مباح تھا۔ جہاں قرض خواہ اپنے مقروض سے من مانی شرح پر سود لیا کرتا تھا۔ اگر وہ روزِ حساب پر ایمان لاتے ہیں تو ان کو تمام تفریحات سے دست کش ہونا پڑتا ہے جس کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ اس سنگ گراں کو ان کی راہ سے ہٹانے کے لیے قرآن کریم میں متعدد بار بڑے زور شور سے بڑے زوردار دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ میں بھی یہی موضوع زیر بحث ہے۔

پہلے تو دو ٹوک الفاظ میں یہ بتا دیا کہ تمہارے انکار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ قیامت ضرور برپا ہوگی تم خود اپنی آنکھوں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس کا مشاہدہ کرو گے اور اس کا اعتراف بھی کرو گے لیکن اس وقت تمہارا قیامت پر ایمان لانا تمہیں جہنم سے بچا نہ سکے گا۔

پھر ان کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ ان کے منتشر ذرّوں کو کیسے جمع کیا جائے گا۔ بتایا کہ ان ذرّوں کو جمع کرنے والا وہ قادر مطلق اور حکیم و علیم خدا ہے جس کی قدرت اور حکمت کے جلوے قدم قدم پر اس کی کبریائی کی گواہی دے رہے ہیں جو ایسے محیر العقول کام سرانجام دے سکتا ہے اس کے لیے تمہیں از سر نو زندہ کرنا قطعاً مشکل نہیں ہے۔

اس کے بعد قیامت برپا کرنے کی حکمت بتائی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان ساری عمر لوگوں پر ظلم و ستم کرتا رہے عمر بھر گزارتا رہے داد عیش دیتا رہے، اپنے خالق کی نافرمانی کرتا رہے اور دوسرا شخص ساری عمر بنی نوع انسان کی خدمت کرتا رہے دکھیوں کی غمگساری اور محتاجوں کی امداد، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرتا رہے۔ اپنے رب کریم کی اطاعت سے سرمو انحراف نہ کرے ان دو شخصوں کے عملوں میں اتنے سنگین تفاوت کے باوجود اس کا انجام یکساں رہے۔ اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے۔ بتا دیا کہ قیامت برپا کرنے میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ بدکاروں کو ان کی بدی کی سزا دی جائے اور نیکوں کو ان کی نیکی کا اجر عظیم مرحمت فرمایا جائے۔

آخر میں اس غلط فہمی کا بھی ازالہ کر دیا جس میں اکثر کفار مبتلا تھے۔ وہ کہا کرتے کہ اگر قیامت آ بھی گئی تو اس روز بھی اللہ کی نعمتیں ہمیں ہی ملیں گی۔ ہمیں جو عزت اور سرفرازی اس دنیا میں نصیب ہے۔ قیامت کے دن بھی یہ ہمیں نصیب ہوگی۔ ہمارے جان نثار خدام اور وفادار غلام اس وقت ہمارے اردگرد حلقہ زن ہوں گے اگر کسی فرشتے نے ہماری طرف دست تعدی دراز کیا تو ہمارے ورزش جوان سال اور بہادر بیٹے اس کو مزا چکھا دیں گے اور یہ ہمارے بت جن کی ہم پرستش کرتے ہیں قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے اس لیے ہمیں دوزخ کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ان کو آگاہ کر دیا گیا کہ اس قسم کے تمام خیالوں کو اپنے دل سے نکال دو۔ وہاں کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دم مار سکے۔ شفاعت کے لیے وہی زبان کھول سکے گا جس کو رحمٰن و رحیم نے منصب شفاعت پر سرفراز کیا ہوگا۔ تمہارے یہ بت اس روز خود دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ تمہاری نجات کا انہیں کب خیال ہوگا۔ آخر میں تنبیہ فرما دی کہ آج راہ حق اختیار کر لو اس فرصت کو غنیمت جانو ورنہ قیامت کے روز تمہاری حالت اتنی ناگفتہ بہ ہوگی کہ تم اپنی زندگی سے بے زار ہو گے اور بصد حسرت یہ کہہ رہے ہو گے۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (کاش کہ میں مٹی ہو جاتا)۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

٦-٤-٧٧

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ النَّبَإِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۃ النبا مکی ہے اور یہ چالیس آیتوں پر مشتمل ہے اور اس میں دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ﴿٢﴾ الَّذِي هُمْ فِيهِ

وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں کیا اس بڑی اہم خبر کے متعلق پوچھ رہے ہیں سلے جس میں وہ اختلاف

مُخْتَلِفُونَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ

کر رہے ہیں سلے یقیناً وہ جان لیں گے پھر یقیناً وہ جان لیں گے (کہ قیامت برحق ہے) سلے کیا ہم نے نہیں

سلے یہ سورت ان سورتوں میں سے ایک ہے جو اعلان نبوت اور آغاز بعثت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس ہمہ گیر انقلاب کے داعی بن کر تشریف لائے تھے اس کی کامیابی کا انحصار عقیدہ قیامت پر تھا اور اسی عقیدہ کو تسلیم کرنا کفار کے لیے از حد مشکل تھا۔ اس لیے اس سورت میں منکرین قیامت کے بارے میں کفار کی غلط فہمیوں کو دور کیا جا رہا ہے اور ان کے سامنے اپنی قدرت کاملہ کے ایسے دلائل پیش کیے جا رہے ہیں کہ اگر وہ تعصب سے بلند ہو کر ان میں غور کریں تو انہیں وقوع قیامت پر یقین آ جائے اور اس کے متعلق جو شکوک ہیں وہ ان پر آشکارا ہو جائیں۔

عَمَّ اصل میں عَنْ مَا تھا۔ مَا استفہامیہ پر جب حرف جار داخل ہو تو تخفیف کے لیے الف کو گرا دیتے ہیں جیسے لِمَ، بِمَ، فِيمَ، عَمَّ وغیرہ۔ اس طرح مَا استفہامیہ اور تعجب میں استعمال ہوتا ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ یہ لوگ کس موضوع پر باہم قیل و قال کرتے رہتے ہیں کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ دوسری آیت میں خود بتا دیا کہ یہ بحث و تمحیص، یہ چہ میگوئیاں ایک بڑی اہم خبر کے بارے میں ہو رہی ہیں۔

علامہ راغب لکھتے ہیں النبأ خبرٌ ذو فائدةٍ عظيمةٍ۔ نبا اس خبر کو کہتے ہیں جس میں بہت بڑا فائدہ ہو۔ دراں حالیکہ یہاں اس کو عظیم کی صفت سے موصوف کیا یعنی یہ خبر معمولی قسم کی نہیں جس کا جاننا نہ جاننا برابر ہے بلکہ اس خبر کا بہت بڑا فائدہ ہے اور یہ اپنی ذات میں بہت ہی بڑی اہم ہے۔ اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ اس سے مراد قیامت کے وقوع کی خبر ہے۔

سلے فرمایا کہ ان کی یہ چہ میگوئیاں اور بحث و تمحیص کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اس کے بارے میں وہ متفق الرائے نہیں ہیں بلکہ جتنے منہ اتنی باتیں گونا گوں بولیاں بول رہے ہیں۔ اس کے بارے میں ان کی آرا کے اختلاف کی کوئی حد نہیں۔ بعض لوگ وقوع قیامت کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں کہ ان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نزدیک یہ عالم قدیم ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ نیلگوں آسمان، اس میں آویزاں یہ روشن چمکتے دمکتے ستارے، یہ شمس و قمر، یہ پہاڑ، یہ فلک بوس چوٹیاں، یہ مختلف مناظر، یہ سب چیزیں ہمیشہ ہمیشہ یونہی برقرار رہیں گی۔ ان کے معدوم ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ان کو معدوم کر دینا کوئی حکیمانہ فعل ہے۔ اس لیے قیامت کے بارے میں جو کچھ بتایا جاتا ہے یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ ہماری صرف یہی دنیوی زندگی ہے۔ اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں۔ وہ کہتے ہیں ان ھی الا حیاتنا الدنیا وما نحن بمبعوثین (الانعام آیت ۲۹) یعنی ہماری یہی دنیوی زندگی ہے اور ہمیں دوبارہ زندہ کر کے ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے جو کہا کرتے، من یحیی العظام وھی رمیم۔ جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور مٹی میں مل جائیں گی ان ذرات کے مجموعے کو جنہیں ہوا ادھر ادھر بکھیر دے گی تو پھر ان کو یکجا جمع کر کے زندہ کرنا کیونکر ممکن ہے۔ اور بعض لوگ قیامت کو ناممکن تو خیال نہیں کرتے تھے لیکن انہیں یہ یقین نہ تھا کہ قیامت ضرور بپا ہو گی۔ وہ اس کی کیفیت میں شک کرتے تھے۔ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین۔

اور بعض اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ پہلے تو قیامت برپا نہ ہو گی اور اگر بالفرض محال برپا ہو گئی بھی تو اس روز بھی اللہ تعالیٰ اپنے الطاف و احسان سے ہمیں بہرہ ور فرمائے گا۔ یہ لوگ جو آج ثروت کے نشہ میں مست ہیں ان کا اس روز بھی کوئی برا حال نہ ہو گا۔ ان میں سے کئی ایسے لوگ بھی تھے جنہیں علمائے نصاریٰ کے پاس اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا تھا اور ان کی باتوں سے متاثر ہو کر وہ جسمانی بعثت کے قائل نہ تھے لیکن روحانی بعث کو وہ تسلیم کرتے تھے اور بعض تناسخ کے قائل تھے کہ روح اپنے نیک و بد اعمال کے مطابق جسم بدلتی رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ مختصر [illegible]۔

۳۵ ان آیتوں میں کلاً کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ علامہ بدر الدین زرکشی نے اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں اس کی خوب تحقیق کی ہے وہیں سے استفادہ کرتے ہوئے چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں۔

سیبویہ کے نزدیک کلاً حرف ردع اور زجر ہے۔

مفسرین کہتے ہیں یہ اس جگہ آتا ہے جہاں کسی کلام کو رد کرنا مقصود ہو جیسے قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلاً یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پکڑے گئے۔ آپ نے ان کے اس کلام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کلاً۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نزول قرآن میں اس سے کا صحیح استعمال ہے اور کبھی یہ حقاً کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ کلاً ردع اور زجر کے لیے استعمال ہوا ہے یا حقاً کے معنی میں مستعمل ہے۔ علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ اگر وقف کلاً پر ہو تو اس وقت ردع اور زجر کے معنی میں ہو گا اور کلاً سے پہلے وقف ہو اور کلاً سے اگلے جملے کی ابتدا ہو تو اس وقت یہ حقاً کے معنی میں ہو گا۔ ان دو آیتوں میں کلاً سے اگلی آیت کا شروع ہے اور وقف اس سے پہلے ہے اس لیے یہاں حقاً کے معنی میں ہو گا۔ وہ مزید کہتے ہیں فتنظر الی المعنی فیقف علیہا اذا کانت بمعنی الردع ویبتدئ بہا اذا کانت بمعنی التحقیق وھو اولی (البرہان) یہ اختلاف صرف اولیت میں ہے کہ اسے ردع اور رد کے معنی میں لیا جائے [illegible] زرکشی اس کی ترکیب کے متعلق لکھتے ہیں: ویکون بمعنی حقاً [illegible] موضع المصدر ویکون موضعہا نصباً علی المصدر والعامل محذوف ای احقق ذلک حقاً (البرہان) یعنی کسائی کے نزدیک کلاً حقاً کے معنی میں ہو گا اور اس سے اگلے جملے کی ابتدا ہو گی۔ اس کا مقصد بعد میں آنے والے کلام کی تاکید کرنا ہوتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

الْأَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ أَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَّجَعَلْنَا

بنایا زمین کو بچھونا ٦ اور پہاڑوں کو میخیں ٧ اور ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں جوڑا جوڑا ٨ اور ہم نے بنا دیا ہے

نے علامہ زمخشری کی تحقیق کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

علامہ قرطبی نے بھی کلا کا معنی حقا ذکر کیا ہے ای حقا سیعلمون۔ (قرطبی)

سیعلمون کا مفعول مذکور نہیں لیکن سیاق کلام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق وہ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں یا جس کا پہلے بتایا گیا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قیامت ہے۔

٦ منکرین قیامت سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے اس کرۂ ارض کو تمہارے لیے بچھونے کی طرح آرام دہ نہیں بنا دیا۔ تمہاری بقا، تمہاری نشوونما اور آرام و آسائش کے لیے جو چیزیں مطلوب تھیں ان سب کی بہم رسانی سے تمہارے لیے مہیا کر دی گئی ہیں۔ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے سرسبز میدان، ان میں لہلہاتے ہوئے کھیت، سربسبز باغات، ابلتے ہوئے چشمے، بہتے ہوئے اور میٹھے پانی کے دریا کس نے بہا دیے ہیں۔ جس علیم و قدیر نے تمہیں زندہ و سلامت رکھنے کے لیے کمال حکمت سے ہر چیز فراہم کر دی ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

٧ ذرا ان سلسلہ ہائے کوہ کی طرف دیکھو، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میخ کی طرح انہیں زمین میں گاڑ دیا گیا ہے تاکہ اس کے وزن سے کرۂ زمین کی اضطرابی حرکت رک جائے۔ اس کے علاوہ ان پہاڑوں میں تمہارے لیے ان گنت فوائد و منافع ہیں۔ جو ذات اتنے بڑے بڑے پہاڑ پیدا کرنے پر قادر ہے اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ بالشت بھر کے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتی کتنا بڑا دھوکہ ہے۔

٨ اگر تمہاری نظر آفاق تک نہیں پہنچ سکتی، اگر زمین اور فلک بوس پہاڑوں میں اس کی حکمت کے جلووں کو دیکھ کر تم قائل نہیں ہوتے تو اپنی ذات میں غور کرو۔ اس نے تم سب کو مرد ہی پیدا نہیں کیا اور نہ سب کو عورتیں بنایا بلکہ تم مرد و زن دونوں کی تخلیق ایک قطرۂ آب سے ہوتی ہے۔ ایک ہی جسم میں نشوونما پاتے ہیں۔ خوراک بھی دونوں کی یکساں ہے لیکن کسی کو لڑکا بنا دیا اور کسی کو لڑکی۔ ایک باپ بننے کے قابل ہے دوسری ماں بننے کے قابل ہے۔ جسے باپ بننا ہے اس کو تمام ایسے آلات، قوتیں اور صلاحیتیں بخش دی ہیں جن کے باعث وہ باپ بننے کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ جس کو ماں بننا ہے وہ ماں بننے کی تمام جسمانی و نفسیاتی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے۔ اگر تمہیں جوڑا جوڑا نہ بنایا جاتا تو افزائش نسل کیسے ہوتی۔ اگر تم جوڑا جوڑا پیدا نہ کیے جاتے تو زندگی کا یہ کٹھن سفر پر کیف و رنگ سے محروم ہوتا۔ جس ذات پاک نے نسل انسانی کو مرد و زن میں تقسیم کر کے ان کی تمام جنسی ضروریات کا اہتمام کیا ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا قطعاً مشکل نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾

تمہاری نیند کو باعث آرام ۸ نیز ہم نے بنایا رات کو پردہ پوش ۹ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا ۱۰

۸ اگر انسان ایک نیند پر ہی غور و فکر کی مہلت نکالے تو اپنی نیند اور بیداری کی دو مختلف حالتوں میں غور کرو۔ بیداری کی حالت میں تم ذہنی یا جسمانی مشقت کرتے ہو۔ تم تھک کر چور ہو جاتے ہو۔ تم میں مزید کام کرنے کی سکت باقی نہیں رہتی۔ اچانک نیند تمہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ کچھ وقت کے لیے تم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ہو۔ جملہ تفکرات اور اندیشوں سے تمہیں نجات مل جاتی ہے۔ کچھ دیر سو لینے کے بعد جب تم بیدار ہوتے ہو تو ساری ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کافور ہو چکی ہوتی ہے۔ جوش و نشاط کی کیفیت عود کر آتی ہے اور تم از سر نو جواں زندگی کا آغاز کر دیتے ہو۔

سنو! ہم نے ہی تمہارے لیے نیند کو آرام و راحت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر ہم تمہیں نیند کی نعمت سے محروم کر دیں تو یہ زندگی تمہارے لیے موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ بن جائے اور دنیا کی ساری لذتیں ہیچ ہو جائیں۔ یہ میری قدرت ہے جس نے نیند جسے تم موت کی بہن کہا کرتے ہو، اس کو ہم نے قوت و نشاط کا سرچشمہ بنا دیا ہے۔ جس کی قدرت کاملہ کا یہ عالم ہے کیا اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا ناممکن ہے؟ کچھ تو انصاف سے کام لو۔

لفظ سبات کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں: وجعلنا نومكم سباتا اي قطعا للعمل واصل السبت القطع۔ یعنی سبات کا معنی کسی چیز کے تسلسل کا منقطع ہو جانا۔ جب انسان کو نیند آتی ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور وہ بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے یا دراز ہو جاتا ہے۔ لیکن جوہری نے صحاح میں لکھا ہے السبات النوم واصله الراحة ومنه قوله تعالى وجعلنا نومكم سباتا۔ یعنی سبات کا اصلی معنی راحت و سکون ہے اور اس آیت میں سبات اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

۹ شب دیجور کے اس تسلسل پر غور کرو، رات آتی ہے ساری کائنات پر تاریکی کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اس میں لپیٹ کر رہ جاتی ہے۔ جو کام دن کے اجالے میں تم نہیں کر سکتے وہ رات کی گھپ تاریکی میں تم بلا تکلف انجام دے سکتے ہو۔ دن بھر کی تھکن دور کرنے کے بعد تم گھر واپس آتے ہو۔ اپنے بال بچوں کے ساتھ رات بسر کرتے ہو۔ تمہیں رات کے ایک سناٹوں میں جو آرام ملتا ہے اور جو گہری نیند تم سو سکتے ہو وہ آرام اور میٹھی نیند دن کے اجالے میں کہاں نصیب ہوتی ہے۔ شیطان اور نفس کے پرستار رات کی تاریکی میں اپنے عشرت کدوں کی رونق بڑھاتے ہیں اور خداوند ذوالجلال کے بندے رات کی تنہائی میں جب ساری دنیا سو رہی ہے اور تنہا عبادت و نیاز سے اپنے مالک کے حضور گڑگڑاتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے اپنی گزشتہ غفلت پر چراغاں کرتے ہیں۔ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی کہ کس نے کیسے رات گزاری ہے۔ رات کو ایسا لباس اور مکمل پردہ ہم نے بنایا ہے۔

۱۰ معاشا ای سببا للمعاش (مظہری)۔ رات کے برعکس جب دن نمودار ہوتا ہے ہر چیز نظر آنے لگتی ہے۔ ہر چیز میں چہل پہل آ جاتی ہے۔ زندگی کی نئی لہر انگڑائی لے کر حرکت کرنے لگتی ہے۔ بازار کھل جاتے ہیں۔ منڈیوں میں چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔ کاشتکار اپنے کھیتوں میں ہل چلاتے ہیں۔ غرضیکہ ہر طرح کے لوگ کسب معاش کے لیے جد و جہد اور تگ و دو کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَّاَنْزَلْنَا

اور ہم نے بنائے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان ۱۲؎ اور ہم نے ہی ایک نہایت روشن چراغ بنایا ۱۳؎ اور ہم نے برسایا

مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ

بادلوں سے موسلا دھار پانی ۱۴؎ تاکہ ہم اگائیں اس کے ذریعہ اناج اور سبزی نیز گھنے

۱۲؎ ہماری قدرت اور صنعت کاری کی شان ملاحظہ کرنی ہو تو ان سات آسمانوں کی اس نیلگوں چھت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو جو ہزارہا سال سے یونہی
تنی ہوئی ہے۔ اس سائبان کو تنے ہوئے بے شمار سال بیت گئے لیکن شکست و ریخت کا کوئی نشان اس میں نظر نہیں آتا۔ کہیں کوئی شگاف، کوئی علامت کمزوری کی نظر نہیں آتی۔ ینقلب الیک
البصر خاسئا وھو حسیر۔ بار بار دیکھو، غور سے دیکھو، تمہاری نگاہ تھک کر لوٹ آئے گی اور کوئی رخنہ یا کوئی علامت کمزوری کی نہ پائے گی۔ ان کو اتنا مضبوط بنایا گیا ہے کہ
بے شمار سال اس میں گزر گئے ہیں لیکن کہیں کوئی معمولی سی کمزوری یا خلل نہیں آیا۔ اپنے عالم سے بے نیاز ... اس کا تقاضا ہے کہ اس یوم فصل کا انعقاد
اس کے لیے ضروری ہے اس میں ایک حکیم اور قادر مطلق کی قدرت و صنعت کاری کی جھلک دیکھو اور یقین کرو کہ جو ایسی قدرت والا ہے اس کے لیے مردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

۱۳؎ سراج سے مراد سورج ہے۔ اس کی دو نمایاں صفتیں ہیں، روشنی اور حرارت۔ اس کو وہاج کی صفت سے موصوف کیا۔ وہاج وھو مضئ النور والحرارۃ۔ وہاج اس کو کہتے ہیں جو نور اور
حرارت کا منبع ہو۔ لفظ وہاج ان دونوں معنوں کو جامع ہے۔ الجامع للنور والحرارۃ۔ یعنی حق تعالیٰ نے سورج میں نور اور حرارت دونوں جمع کر دیے ہیں۔
وہ ایک چراغ بھی ہے اور ساتھ ہی گرم بھی۔ صرف روشنی ہی نہیں گرمی بھی ہے۔ روشنی اور حرارت دونوں
زندگی کا سرچشمہ ہیں۔ اہل علم سے مخفی نہیں کہ کائنات کی یہ ساری چہل پہل، یہ رنگینیاں اور رعنائیاں اور جملہ آثار حیات نور اور حرارت دونوں کا کرشمہ ہیں۔
اگر صرف نور ہوتا یا صرف حرارت ہوتی تو زندگی نام کی کوئی چیز یہاں نظر نہ آتی۔
اس سورج کے بارے میں اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے عجائب سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ زمین کے حجم سے اس کا حجم تیرہ
لاکھ گنا بڑا ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ کروڑوں میل ہے۔ اس کی حرارت کا یہ عالم ہے کہ ... اس کی سطح کی حرارت چھ ہزار درجہ ہے۔ اس کا مرکز
کتنا گرم ہوگا۔ اگر یہ آفتاب اپنی موجودہ جگہ سے ذرا قریب ہو جاتا تو ہر چیز جل کر راکھ ہو جاتی اور اگر ذرا دور ہو جاتا تو ہر چیز سردی سے
ٹھٹھر کر منجمد ہو جاتی۔ والناظر الیہ یرتد ...
زمین سے اتنا دور ہونے کے باوجود وہ مناسب مقدار میں روشنی اور حرارت پہنچا رہا ہے جس کے باعث اس کا وجود ہمارے لیے رحمت ہے اور مناسب مقدار
میں حرارت بھی فراہم کر رہا ہے جس سے انسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی کو قرار ہے۔ زمین سے اس کی مناسب دوری، اس کے طلوع و غروب کا انتظام،
موسموں کا تغیر و تبدل، سب کا یہ نظام ہر چیز پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا، اس کو مناسب فاصلہ پر رکھنے والا،
اس کے نظام طلوع و غروب کو ایک اٹل نظام کا پابند کرنے والا قادر مطلق ہی ہے جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی۔

۱۴؎ معصرات، وھی السحاب۔ تفسیر السحاب یعنی معصرات سے مراد وہ بادل ہیں جو پانی کو نچوڑتے ہیں اور بارش برساتے ہیں۔ معصرات
ان بادلوں کو کہتے ہیں جو بارش کے قریب ہوں ... یہاں انہی سے مراد بارش برسانا ہے۔ قال الفراء المعصرات السحاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَلْفَافًا ﴿١٦﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ

باغات گھنے ۔ بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے ۔ ۱۴؎ جس روز صور پھونکا جائے گا تو

یعلب بالمطر ولم یمطر۔ ثجاجا: منصبا متدارکا۔ پانی کا زور سے گرنا، موسلا دھار بہنا۔

۱۳؎ بادلوں سے برسنے والی موسلا دھار بارش بے مقصد اور عبث نہیں بلکہ اس سے ہم انسانوں کے لیے طرح طرح کا اناج، حیوانات کے لیے قسم قسم کا چارہ اگاتے ہیں اور اسی کے پانی سے گنجان باغات پیدا ہوتے ہیں جن کی شاخیں باہم پیوستہ ہیں اور مختلف ذائقوں کے رنگ برنگ پھل تمہارے کام و دہن کی ضیافت کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ یہ سب چیزیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے شاہکار ہیں جو اس کی حکمت بالغہ اور علم محیط کی گواہی دے رہے ہیں۔ جس کی قدرت کے عجائبات کا تم مشاہدہ کر رہے ہو خود انصاف سے بتاؤ کیا ایسی ہستی دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی نیز اس کی ہر قدرت کا ذرہ ذرہ اس کی بے پایاں حکمت کے جلوے دکھا رہا ہے جس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے کیا تم اس کے بارے میں یہ باور کر سکتے ہو کہ اس نے انسان کو بے مقصد پیدا کیا۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، غور و فکر کی استعداد بخشی، عمل اور ارادہ کی آزادی مرحمت فرمائی، اپنی کائنات کو مسخر کر کے اس کی تگ و تاز کے لیے میدان ہموار کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان قوتوں کو اپنی مرضی اور خواہش سے استعمال کر رہا ہے۔ کسی نے اپنی قوتوں کو دوسروں کی تباہی کے لیے صرف کیا، علم و حکمت کے کاروان کی قیادت کی۔ زندگی کے سنسان صحراؤں میں نیکیوں کے خیابان آباد کیے اور شاہراہ حیات پر ہر قدم پر لٹنے والوں سے اٹھایا اور آخر دم تک اس نے اپنے پروردگار کی بندگی میں کاٹ دی زندگی۔

اور بعض لوگ انسانیت کے ماتھے کا کلنک ثابت ہوئے۔ گلشن ہستی کو ویرانیوں اور بربادیوں کے شعلوں سے بھسم کر کے رکھ دیا، اپنی سفاکیوں اور خون آشامیوں سے بے گناہوں کے معصوم خون سے ہولی کھیلتے رہے۔ نہ انہوں نے اپنے خالق کو پہچانا اور نہ اپنے معبود کی بندگی اختیار کی اور نیکی کے جتنے چراغ ان کی زد میں آئے انہیں گل کرتے رہے اور اسی طرح اپنی زندگی کو برباد کر دیا۔ تم خود سوچو کہ اگر ان دونوں کو دوبارہ زندہ کر کے جزا و سزا نہ دی جائے تو اس سے بڑا ظلم بھی کوئی اور ہو سکتا ہے؟ کیا تم اس اندھیر گردی کی اپنے رب سے توقع کر سکتے ہو جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی اور حکیم بھی۔ اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے نیک بندوں کو وہ زندہ کرے اپنی ابدی نعمتوں سے سرفراز کرے تاکہ انہیں اپنے اعمال صالحہ کا شایان شان بدلہ ملے۔ اور بدکاروں اور ظالموں کو دوبارہ زندہ کر کے جہنم میں جھونک دے تاکہ انہیں اپنی بداعمالیوں اور بدکاریوں کی پوری پوری سزا ملے۔ یہ دنیا دار العمل ہے اور وہ عمل جس پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہو وہ فضول اور عبث ہے۔ اس دار العمل میں انسان کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا نہیں مل سکتی۔ خود سوچیے کہ جو حق کی سربلندی کے لیے، اپنے وطن اور قوم کی آزادی کے حصول کے لیے لڑتا ہوا شہید ہو گیا، اس کو اس دنیا میں اس کا کیا اجر ملا۔ کیا آپ اس عمل کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ اس کا اسے کوئی اجر نہ ملنا چاہیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہو تا کہ اس نظام کو چلانے والا اور بنانے والا ایک اور جہان ہو جہاں ہر شخص کو اپنے نیک یا برے اعمال کی پوری پوری جزا ملے۔

۱۴؎ کفار از راہ مذاق پوچھا کرتے تھے کہ جس قیامت کی آمد کے بارے میں اتنا شور مچایا جا رہا ہے اسے کیوں برپا نہیں کیا جاتا۔ ہم بھی تو اپنی

www.KitaboSunnat.com

فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ

تم چلے آؤ گے فوج در فوج ۱۸ اور کھول دیا جائے گا آسمان تو وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا ۱۹ اور حرکت میں لائے جائیں گے

الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِلطَّاغِينَ

پہاڑ تو وہ سراب بن جائیں گے ۲۰ درحقیقت جہنم ایک گھات ہے ۲۱ ٹھکانا ہے سرکشوں کا

آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جو آپ کہہ رہے تھے وہ حق ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کا برپا ہونا کوئی کھیل تماشا تو ہے نہیں کہ جب کسی نے کہا اسی وقت اس کی نمائش شروع ہو گئی۔ یہ تو ایک نہایت سنگین حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے تم ہزار باتیں بناؤ وقت مقررہ سے پہلے ایک منٹ بھی یہ برپا نہ ہو گی اور جب اس کا وقت آجائے گا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہ سکے گی۔ تمہارا بھلا اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی بات پر یقین کرو اور اس دن کے لیے تیاری شروع کر دو تاکہ اس دن تمہیں پچھتانا نہ پڑے۔

۱۸ آج تو تم اس کا انکار کر رہے ہو لیکن جب صور پھونکا جائے گا تو زمین کے جس دور دراز گوشے میں تم مدفون ہو گے یا جہاں تمہارے ذرے بکھرے پڑے ہوں گے سب جمع ہو جائیں گے اور فوج در فوج کشاں کشاں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ گے کسی کی مجال نہ ہو گی کہ چادر تان کر سویا رہے یا کسی غار میں چھپ جائے یا کہیں بھاگ کر چلا جائے۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز گروہ بندی نسل، زبان یا وطن کی بنیادوں پر نہ ہو گی بلکہ نیک و بد اعمال کی اساس پر ہو گی۔ مشرق و مغرب کے سود خور، حرام خور ایک صف میں اکٹھے ہوں گے، عرب و عجم کے ظالم و سفاک ایک جگہ جمع ہوں گے، اشتراکی اور سرمایہ دار لوگوں میں بٹنے والے سیاست دان اور تاجر ایک مقام پر جمع ہوں گے اور سب ایک ساتھ بارگاہ رب العزت میں حاضر کیے جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی بھی الگ الگ گروہ بندیاں ہوں گی۔ مجاہد اور شہید ایک جگہ، علماء ربانیین ایک جگہ، اولیاء کاملین ایک جگہ جمع کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم ناچیز بندوں کا حشر بھی اس گروہ کے ساتھ کرے جن کے دلوں میں اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی شمع فروزاں ہے۔ آمین ثم آمین۔

۱۹ روز حشر کی کیفیت پہلے بیان ہو گئی۔ قیامت کے ابتدائی مرحلوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس روز یہ مضبوط آسمان جگہ جگہ سے پھٹ جائے گا یوں معلوم ہو گا جیسے ہر جگہ دروازے ہی دروازے ہیں۔ آلام و مصائب کا طوفان کسی رکاوٹ کے بغیر ان سے امنڈا چلا آ رہا ہے۔

۲۰ یہ جمے ہوئے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ علامہ قرطبی نے سرابا کا معنی یوں تشریح کیا ہے۔ جس طرح سراب کو دیکھنے والا اسے پانی سمجھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے جب قریب پہنچتا ہے تو وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا۔ سُیِّرَتْ کا معنی ہے جڑوں سے اکھڑ جانا اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ لا شيء كالسراب يظنه الرائي ماء وليس بماء۔ وقيل سيرت: نسفت من اصولها وقيل أزيلت عن مواضعها۔ (قرطبی)

۲۱ منکرین قیامت کو جس عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اب اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ علامہ جوہری لفظ مرصاد کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾

ٹھکانا ہے ١٩ پڑے رہیں گے اس میں مدتہائے دراز ٢٠ وہ نہیں چکھیں گے اس میں کوئی ٹھنڈی چیز اور نہ پانی۔

ہیں کہ جو شخص کسی کی گھات میں بیٹھا ہوا ہو اس کو راصد کہتے ہیں کسی کی گھات میں تیار ہو کر بیٹھنے کو ترصد کہتے ہیں۔ اصمعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی پر اچانک جھپٹنے کے لیے بالکل تیار ہو کر بیٹھ جائے تو کہتے ہیں رصدتہ ارصدہ رصدًا۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ قرطبی اس آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں:

تُحَدِّقُ بِجَهَنَّمَ مُعَدَّةٌ مُتَرَصِّدَةٌ اَیْ فِیْ حَظِیْرَۃٍ لِمَنْ یَاْتِیْہَا یعنی جہنم تیار ہو کر بڑی بے تابی سے آنے والوں کے لیے گھات لگائے بیٹھی ہوگی۔

مرصاد کا معنی راستہ، رہگزر بھی بتایا گیا ہے۔ اس وقت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ سب لوگ جہنم کے اوپر سے گزر جائیں گے جو اس میں گر پڑیں گے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور جو سلامتی سے اسے عبور کرلیں گے جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت گزرنے لگے گی تو حضور پل صراط کے قریب کھڑے ہو کر فرمائیں گے رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ الٰہی! میری امت کو سلامتی سے گزار دے۔ (مظہری)

علامہ قرطبی نے مرصاد کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے: مِرْصَادٌ مِفْعَالٌ مِنْ اَرْصَدَ لِلْمُبَالَغَۃِ فَکَاَنَّہٗ یَکْثُرُ مِنْ جَہَنَّمَ انْتِظَارُ الْکُفَّارِ۔ یعنی مرصاد کا وزن مفعال ہے، یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ جہنم کفار کا بڑی شدت اور بے تابی سے انتظار کر رہا ہوگا۔

١٩؎ طاغی کا معنی سرکش۔ کفر بھی سرکشی ہے اور بدکاری بھی سرکشی ہے اس لیے طاغین کا لفظ کفار کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور گنہگاروں کے لیے بھی۔ مآب، مرجع، منزل، جہاں گھوم پھر کر انسان لوٹ کر آتا ہے۔

٢٠؎ احقاب، حُقُب اور حُقْب کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے دہر، یعنی زمانہ۔ احقاب کا معنی ہے مدتیں۔ قرآن حکیم کے ترجمان، عرب اور نحو کے امام ابن الانباری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حقب اسی سال کی مدت کو کہتے ہیں۔ ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے اور آخرت کا ہر دن ایک ہزار دنیوی سالوں کے برابر ہوگا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس آیت سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ جب یہ طویل مدت گزر جائے گی تو جہنمی دوزخ سے رہائی پا لیں گے کیونکہ یہاں احقاب کی تعداد بیان نہیں کی گئی۔ اگر احقاب کی تعداد بیان کی جاتی، مثلاً دس احقاب، تو یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہاں احقاب کی تعداد مذکور نہیں۔ اس لیے آیت کا معنی یہ ہے کہ اِنَّہُمْ یَلْبَثُوْنَ فِیْہَا اَحْقَابًا کُلَّمَا مَضٰی حُقُبٌ تَبِعَہٗ حُقُبٌ اٰخَرُ۔ یعنی وہ قرنہا قرن وہاں رہیں گے جب ایک قرن ختم ہو جائے گا تو اس کے بعد دوسرا قرن شروع ہو جائے گا پھر تیسرا، پھر چوتھا اور یہ سلسلہ ابد الآباد تک جاری رہے گا۔ اس لیے کفار کے جہنم سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لغت عرب کے ایک امام کی اس تشریح کے بعد کسی کج فہمی میں مبتلا ہونا سراسر نادانی ہے۔ خصوصاً جب قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ تصریح کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور بعض مقامات پر صرف خالدین پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ابداً کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اس لیے قرآن کریم کی کسی آیت کا ایسا مفہوم بیان کرنا جو دوسری کثیر آیات کے خلاف ہو کسی مومن کو زیب نہیں دیتا۔ [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ

بجز کھولتے پانی اور گرم پیپ کے ۲۱ (ان کے گناہوں کی) پوری پوری سزا۔ یہ لوگ (روز) حساب کی توقع ہی نہیں

حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾

رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو سختی سے جھٹلایا ۲۲ حالانکہ ہر چیز کو ہم نے گن گن کر لکھ رکھا تھا۔

ع ۱

فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾

پس (اب) چکھو (مزہ) اپنے کیے کا، اب ہم تمہارے عذاب ہی میں اضافہ کریں گے ۲۳ بلاشبہ پرہیزگاروں کے لیے کامیابی (ہی کامیابی) ہے

حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

(ان کے لیے) باغات ہوں گے اور انگوروں کی بیلیں ہیں۔ اور جوان سال ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتا ہوا جام ۲۴

الطویل غیر المحدود۔ یعنی امام محمد قرطبی نے لکھا ہے کہ حقب بہت لمبے زمانہ کو کہتے ہیں جس کی کوئی حد نہ ہو۔

۲۱ حمیم: کھولتا ہوا پانی۔ غساق: پیپ، کچ لہو جو دوزخیوں کے جسموں سے ٹپکے گا۔ غساق: صدید اہل النار و قیحہم۔

۲۲ یعنی یہ سزا ان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔ جزاء فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، اس لیے منصوب ہے۔ ای جازیناہم جزاءً وافق اعمالہم۔ کِذّاب باب تفعیل کے مصادر میں سے ایک ہے۔ وھو احد مصادر المشدد لان مصدره یجیء علی تفعیل مثل تکلیم وعلی فِعّال مثل کِذّاب وعلی تفعلة مثل توصیة وعلی مُفَعَّل مثل مُمَزَّق۔ (قرطبی) باب تفعیل کے مصدر کے یہ چار وزن ہیں۔ ان میں ایک فِعّال ہے۔

۲۳ یعنی تمہارے چھوٹے بڑے ہر عمل کو لکھ لیا گیا ہے جو تم سے سرزد ہوا ہے، کوئی بات رہ نہیں گئی۔ تمہارے اعمال، تمہارے افکار اور تمہارے ارادوں کو کراماً کاتبین نے ضبط تحریر میں لایا ہے۔ یہ سارا ریکارڈ قیامت کے دن تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔

۲۴ اب ان لوگوں پر اپنے لطف و کرم کا ذکر ہو رہا ہے جو روز قیامت پر ایمان رکھتے تھے، خدائے ذوالجلال کے حضور پیشی کا خوف ان کو ہر گناہ سے باز رکھتا تھا۔ مفاز: مصدر میمی، فوز و نجاۃ، کامیابی اور نجات کی جگہ۔ یہ کامیابی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ حدائق، حدیقۃ کی جمع، وہ باغ جس کے ارد گرد چار دیواری تعمیر کر دی گئی ہو۔ اعناب: انگور۔ کواعب: ان لڑکیوں کو کہتے ہیں جن کا سینہ ابھرا ہوا ہو۔ اتراب: ہم عمر۔ دھاق: لبریز، چھلکتا ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾

نہ سنیں گے وہاں کوئی بیہودہ بات اور نہ جھوٹ۔ یہ بدلہ ہے آپ کے رب کی طرف سے بڑا کافی انعام ۳۵

رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ

جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، جو بے حد مہربان ہے۔ انہیں طاقت نہ ہوگی کہ بغیر اجازت اس سے

خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا

بات بھی کر سکیں ۳۶ جس روز روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے ۳۷ کوئی نہ بول سکے گا بجز اس

۳۵؎ آپ کے رب کی طرف سے ان متقین کو یہ بدلے ملیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوگا ورنہ یہ فرض تو ان پر تھا جو یہ بجا لاتے رہے ہیں۔ انہیں اتنا کافی ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ انعام و اکرام کہ ان کے اعمال صالحہ کے عوض ہیں اس لیے اسے جزاء کہا گیا کیونکہ اس میں اس کا فضل و احسان جلوہ فگن ہے اس لیے اسے عطاء کہا گیا ہے۔ پھر عطاء کی صفت حساباً ذکر کی گئی۔ قاموس میں اس کا معنی کثیر لکھا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اعطیتہ عطاء حسابا ای کثیرا حتی قال حسبی۔ جب کسی کو کوئی چیز اتنی وافر مقدار میں دی جائے کہ وہ خود کہہ اٹھے بس بس مجھے اتنا کافی ہے تو اہل عرب یہی کہتے ہیں احسبت فلانا۔ میں نے اسے بہت عطا کیا یہاں تک کہ اس نے کہا حسبی۔ یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا کچھ ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے عطا اس کے مطابق ہوگی۔ بعض کو ایک کے بدلے دس، بعض کو ایک کے بدلے سات سو اور بعض کو بے حد و حساب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب۔ ہر شخص کو اس کے خلوص نیت اور نیکی کی کیفیت کے مطابق اجر ملے گا۔ (قرطبی)

جزاء من ربك کے الفاظ اہل محبت کے لیے اپنے اندر خصوصی کشش رکھتے ہیں۔ جب دوزخیوں کی سزا کا ذکر ہوا تو صرف جزاء وفاقا فرمایا گیا اور جب اہل جنت پر لطف و کرم کی بارش فرمانے کا موقع آیا تو اس کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا اور اپنی شان ربوبیت کی نسبت اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمائی۔ رب کریم کی صفت ربوبیت کا جو خصوصی تعلق ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ نہ عرش کو نہ کرسی کو، نہ جبریل کو نہ ذبیح و خلیل کو۔

۳۶؎ یہ بدل ہے اس کا پہلا منصوب ربك ہے۔ مصاحف میں قرأت ہے۔ مقصد ہے تعظیم و تفخیم۔ اس بدل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان اور بھی ظاہر ہو رہی ہے جو کسی پر مخفی نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: وفیہ ایماء علی ما قیل او ما یروی فی کتب الصوفیة من الحدیث القدسی لولاك لما خلقت الافلاك۔ اس میں صوفیہ کی روایت کردہ اس حدیث قدسی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اے حبیب! اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔ الرحمن بھی بدل ہے یا صفت۔

۳۷؎ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے زبان نہ کھول سکے گا۔ کسی میں دم مارنے کی ہمت نہ ہوگی۔ گنہگار و متکبر جو آج بڑے زبان دراز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ

کے سوا جسے رحمٰن اذن دے اور وہ ٹھیک بات کرے ۴۹؎ یہ دن برحق ہے۔ سو جس کا جی

بخشے جانے میں اذن اور ترتیب کا بھی خیال رکھیں۔

۴۸؎ روح سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک جبریل امین ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ خداوندی ذوالجلال میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور مارے خوف کے کانپ رہے ہوں گے اور ان کی زبان پر یہ جاری ہو گا: لا الٰہ الا انت ما عبدناک حق عبادتک۔ جبریل کے علاوہ دوسرے ملائکہ بھی صف بستہ حاضر ہوں گے۔

۴۹؎ جلال خداوندی کا یہ عالم ہو گا کہ سب چپ سادھے ہوں گے۔ کسی میں لب ہلانے کی ہمت نہ ہو گی۔ البتہ وہ محبوب … وہ اپنے رب کے حضور اپنی گذارشات اور اپنی التجائیں پیش کر رہے ہوں گے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث شفاعت بڑی تفصیل سے ذکر کی ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

"کل قیامت کے روز سب لوگ شدت غم سے سراسیمہ ہو رہے ہوں گے اور پسینے میں شرابور ہوں گے۔ کسی کا ٹخنوں تک پسینہ ہو گا، کسی کا گھٹنوں تک، کوئی کمر تک، کوئی گردن تک پسینے میں ڈوبا ہو گا۔ آخر سب آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کے لیے درخواست کریں گے۔ آپ اپنی معذرت بیان کریں گے۔ چنانچہ مختلف انبیاء کے پاس باری باری حاضر ہوں گے لیکن یہی جواب پا کر لوٹیں گے۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب جائیں گے تو آپ جواب دیں گے کہ میں خود تو شفاعت کی جرأت نہیں کر سکتا البتہ تمہیں ایک ایسی ہستی کا پتہ بتاتا ہوں جس کے پاس سے کوئی سائل نامراد واپس نہیں لوٹتا۔ وہ سب کے آقا محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء کی طرف جانے کا حکم دیں گے۔ جب وہ در در کی ٹھوکریں کھانے کے بعد حضور کے آستانہ پر حاضر ہوں گے … شفاعت کی درخواست کریں گے … شفاعت مصطفیٰ کا انکار کرتے ہیں اور جو لوگ اس کا انکار نہیں کرتے وہ اس کی اہمیت کا احساس نہیں کرتے … حضور سب کی فریاد سن کر فرمائیں گے انا لها۔ انا لها۔ ہاں میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ ہاں مجھے یہ منصب عطا ہوا ہے کہ میں تمہاری شفاعت کروں۔ چنانچہ حضور عرش الٰہی کے قریب جا کر سجدہ ریز ہو جائیں گے اور اپنے رب کی حمد و ستائش کریں گے۔ عرش سے ندا آئے گی یا محمد ارفع راسک۔ سل تعطہ۔ اشفع تشفع۔ اے میرے پیارے سر اٹھاؤ اور جو مانگتے ہو مانگو تمہیں دیا جائے گا تم شفاعت کرتے جاؤ تمہاری شفاعت قبول کی جاتی رہے گی۔ … ہوں گے … اور … آپ کو دعائیں دیتے پائیں گے۔"

اللھم صل علی شفیع الامم۔ اللھم سلم علی صاحب المقام المحمود۔ اللھم بارک علی حامل لواء الحمد من الصلوات ازکاھا ومن التسلیمات اسناھا ومن البرکات اعلاھا وعلی آلہ واصحابہ وعلینا معھم اجمعین۔ اللھم ارزقنا شفاعتہ واحشرنا فی زمرتہ تحت لواء الحمد۔ اللھم آمین یا اکرم الاکرمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ

چاہے بنالے اپنے رب کے جوارِ رحمت میں اپنا ٹھکانا ۳۰ بے شک ہم نے ڈرا دیا ہے تمہیں جلد آنے والے عذاب سے ۔ اس دن

يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

دیکھ لے گا ہر شخص وہ ان عملوں کو جو اس نے آگے بھیجے تھے اور کافر (بصد حسرت) کہے گا کاش! میں خاک ہوتا ۳۱

۳۰۔ آخر میں پھر بتا دیا کہ اس دن کا آنا برحق ہے اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس کا جی چاہے آج اس راستہ پر چل کھڑا ہو جو اس کو اس کے رب کی طرف لے جاتا ہے۔ مآبا: مرجعا و سبیلا۔

۳۱۔ کفار کے اعمال کا کچا چٹھا ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت ساری شیخیاں ہرن ہو جائیں گی۔ سرکشی اور تمرد ندامت میں تبدیل ہو جائیں گی۔ بصد حسرت و یاس کہیں گے کاش! ہم تو مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے ہوتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

بعض علماء نے الکافر سے مراد ابلیس لیا ہے۔ اس روز جب اولادِ آدم کے نیکوکاروں کی عزت افزائیاں دیکھے گا تو کہے گا کاش! میں بھی آگ سے پیدا نہ کیا جاتا اور اس کی وجہ سے مغرور ہو کر میں گمراہ ہوتا۔ کاش! میری تخلیق مٹی سے ہوتی۔ میں اپنے رب کے حضور عجز و انکسار کا اظہار کرتا اور آج اس رسوائی سے دوچار نہ ہوتا۔

○

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والھیبة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس ربنا و رب الملائکة والروح لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین وارزقنی مرافقة حبیبک المکرم فی الدنیا والآخرة۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علی شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطاھرین واصحابہ المکرمین وعلی سائر امتہ اجمعین۔

○

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ النّٰزعٰت

نام : اس سورۃ کا نام 'النازعات' ہے۔ یہ کلمہ اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اس کو الساہرۃ اور 'الطامۃ' بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں دو رکوع چھیالیس آیتیں ہیں۔ اس کے کلمات کی تعداد ایک سو ترانوے اور حروف کی تعداد سات سو تریپن ہے۔

نزول : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا نزول سورۃ "النبأ" کے معاً بعد ہوا۔ گویا یہ بھی عہد ہجرت کے آغاز میں نازل ہوئی۔

مضامین : کفار کسی قیمت پر وقوع قیامت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ ان کی اسی الجھن کو دور کرنے کے لیے اس سورت میں بھی خصوصی توجہ مبذول فرمائی گئی ہے۔

اہم تکوینی فرائض کی انجام دہی پر مامور ذی شان فرشتے مقربین ان کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ دنیا بھر کے کفار و مشرکین اگر اس کا انکار بھی کرتے رہیں اور اس کے ناممکن ہونے کا فتویٰ بھی صادر کرتے رہیں اور اس کے وقوع پر اپنی شدید ناگواری اور بیزاری کا اظہار بھی کرتے رہیں تب بھی قیامت برپا ہو کر رہے گی۔ خداوند ذوالجلال کا یہ اعلان وقوع قیامت کی جملہ دلیلوں سے قوی اور ناقابل تردید ہے۔ بات اسی پر ختم کر دی جاتی تو مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہ تھی لیکن اس کے بعد ان کے اس اعتراض کو بھی پیش کر دیا جو وہ بڑی شدومد سے کیا کرتے تھے کہ بھلا یہ ہڈیاں جب بوسیدہ اور خستہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور ہوا کے تیز جھونکے ان کو زمین کے گوشہ گوشہ میں بکھیر دیں گے۔ ان ذرات کو پھر یکجا کرنا اور ان میں روح پھونکنا قطعاً ممکن نہیں۔ اس کا جواب یہ کہہ کر دے دیا کہ جس چیز کو تم ناممکن تصور کر رہے ہو اس کے لیے تو صرف ہمارے ایک جھڑکنے کی ضرورت ہے سب قبروں سے نکل کر میدان حشر میں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم ایسا نہیں کر سکتے یہ درست ہے۔ تم ان بکھرے ہوئے ذرات کے مقام کو نہیں جانتے یہ درست ہے۔ تم ان میں از سر نو روح نہیں پھونک سکتے یہ درست ہے لیکن کیا خالق کائنات بھی ایسا نہیں کر سکتا؟ کچھ تو سوچو کچھ تو عقل سے کام لو۔

پھر انہیں بتایا گیا کہ ان سے پہلے بھی اس قسم کے سرکش لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ انہیں اپنی قوت اور سلطنت پر بڑا ناز تھا۔ لیکن جب غضب الٰہی کی بجلی کوندی تو ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ فرعون کو اسے ابھی تک تم سب جانتے ہو اس نے میری مخلوق پر جو مظالم کیے، میرے کلیم کے خلاف جو محاذ آرائی کی اسکا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انجام تمہیں خوب معلوم ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو اس عبرت ناک انجام سے بچانا چاہتے ہو تو فرعونی روش کو ترک کر دو، میرے حبیب کی نافرمانی چھوڑ دو۔ جو دعوت وہ پاک نہاد تمہیں دے رہا ہے اس کو بطیب خاطر قبول کرو۔ دونوں جہانوں میں فوز و کامرانی ملے گی۔

اس کے بعد پھر اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے شواہد پیش کیے اور لوگوں کو دعوت دی کہ چشم بصیرت کھولیں اور خود فیصلہ کریں کہ جو ذات ان امور پر قادر ہے، اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ذرا مشکل نہیں۔ ساتھ ہی وقوع قیامت میں جو حکمت ہے اس کا ذکر فرمایا۔

کفار بار بار یہ پوچھتے کہ اگر قیامت آنی ہے تو آپ ذرا اس کی تاریخ تو بتا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب اس کی تاریخ بیان کرنا آپ کے فرائض میں سے نہیں اور حکمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ خبر سینہ راز میں رہے۔ آپ کا بس اتنا ہی فرض ہے کہ آپ انہیں ڈراتے رہیں تاکہ یہ لوگ اپنی بروقت اصلاح کر لیں۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۶-۳-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورہ النازعات مکی ہے اس کی چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿١﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿٢﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿٣﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر (جان) کھینچنے والے ہیں۱ اور بڑی آسانی سے (بند) کھولنے والے ہیں۲ اور تیزی سے تیرنے والے ہیں۳

۱ اس سورت کا آغاز بھی پانچ قسموں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہاں بھی مقسم بہ کے بجائے ان کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ پانچ کون سی چیزیں ہیں جن کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ یہاں صرف دو قول پر اکتفا کیا جائے گا۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ ملائکہ کی صفات ہیں۔ اس قول کے مطابق آیات کا مفہوم یہ ہوگا قسم ہے ان فرشتوں کی جو جسموں میں غوطہ لگا کر بڑی سختی اور شدت سے روحوں کو باہر نکالتے ہیں۔ النزع: جذب بالشدۃ۔ سختی سے کسی چیز کے کھینچنے کو نزع کہا جاتا ہے اور جب اس پر غرقا کا اضافہ کر دیا جائے تو پھر اس شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ ای اغراقا فی النزع من اقاصی الاجساد۔ وبدنا اقصی الانامل، یعنی جسم کے دور دراز حصوں میں ڈوب کر روح کو نکالنا۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کفار کی روحوں کو قبض کرتے ہیں کیونکہ جب موت آتی ہے تو کافر کی روح جسم سے نکلنے سے انکار کرتی ہے فرشتے اس کے رگ و ریشہ میں گھس کر اسے کھینچ لیتے ہیں۔

۲ النشط: الاخراج برفق وسہولۃ۔ کسی چیز کو نرمی اور آسانی سے باہر نکالنے کو عربی میں نشط کہتے ہیں جیسے کنویں سے پانی کا ڈول نکالا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مومن کی روح کو قبض کرنے آتے ہیں۔ وہ مومن جسے اپنے محبوب حقیقی کے وصال کے لیے بے تاب ہوتی ہے اور اس گھروندے کو بے چینی سے انتظار کر رہی ہوتی ہے جب قفس جسم سے آزادی پائے۔ چنانچہ فرشتوں کو مومن کی روح قبض کرنے کے لیے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ اشارہ ملتے ہی وہ بدن کی قفس سے روح کو آزاد کر کے باہر نکل آتی ہے۔

۳ سبح کا معنی ہے پانی میں تیرنا، تیز رفتار گھوڑے کو بھی سابح کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ان روحوں کو لے کر فضائے عالم میں تیرتے ہوئے بڑی برق رفتاری سے بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ یا وہ فرشتے ہیں جو احکام کی تعمیل میں آناً فاناً شرق سے غرب تک تیرتے ہوئے پرواز کرتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿٥﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾

پھر تیزی سے بڑھتے ہیں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے ہیں پھر جو ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں ۵ جس روز تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی ٦

٤ وہ فرشتے جو احکام خداوندی کے بجا لانے میں ذرا سستی نہیں کرتے بلکہ دوڑ دوڑ کر ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوئے ان کی تعمیل ارشاد بجا لانے میں بڑی گرمجوشی اور مستعدی کا اظہار کرتے ہیں۔

٥ یعنی جن کے ذمہ مختلف فرائض کی انجام دہی ان کو سونپی گئی ہے ان کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ اس کائنات میں موت و حیات صحت و بیماری، بارش و خشک سالی، ہوائیں اور آندھیاں اور دیگر مختلف کیفیات اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مختلف فرشتوں کو تفویض کیے ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے ملائکۃ وکلت بتدبیر احوال الارض فی الریاح والامطار وغیر ذلک کہ زمین کے مختلف احوال کی تدبیر مثلاً ہوائیں، بارشیں وغیرہ مختلف فرشتوں کو سونپی گئی ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن سابط سے منقول ہے کہ امور دنیا کی تدبیر چار فرشتوں کے سپرد ہے جبرئیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل۔ ہواؤں اور لشکروں کا انتظام جبرئیل کے ذمہ ہے، بارش اور نباتات کی روئیدگی کا کام میکائیل کے سپرد ہے، جانداروں کی روحوں کو قبض کرنا عزرائیل کی ذمہ داری ہے اور اسرافیل تمام احکام ان تک پہنچاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صفات نفوس کاملہ اور ارواح طیبہ کی ہیں اور انہی کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ نازعات سے مراد ان کا جسموں سے اپنا تعلق منقطع کرنا ہے۔ پھر جسم کے گھونسلے سے پرواز کر کے انہوں نے عالم ملکوت اور قرب خداوندی کی منزلیں طے کیں، یہ اس سے مراد انہیں شوق اور آرزو سے عالم ملکوت کی طرف عروج کرنے کا جب انہیں حکم ملتا ہے تو ان کی خوشی و نشاط کی حد نہیں رہتی۔ شاداں و فرحاں وہاں سے وہ دوڑتے ہیں، فضائے بسیط میں تیرتے ہوئے وہ حظائر قدس کی طرف تیزی سے پرواز کرتے ہیں۔ اپنے شرف و تقدس و کمال کے باعث انہیں المدبرات کے زمرے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ جن کے اس مقام پر فائز ہونے کے باعث دنیا سے رحلت کے بعد بھی ان سے ایسے آثار و احوال ظاہر ہوتے ہیں جن کا مشاہدہ اہل دنیا کرتے رہتے ہیں۔

یہ بیان کرنے کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں ولا شک فی ان یحصل لزائرھم مدد روحانی ببرکتھم وکثیرا ما تحل عقد الامور بالتوسل الی اللہ تعالیٰ بحرمتھم (روح المعانی) یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان کی زیارت کے لیے جاتا ہے ان کی برکت سے اسے روحانی مدد نصیب ہوتی ہے اور اکثر مشکل امور کی گرہیں اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کی حرمت کے وسیلے سے کھل جایا کرتی ہیں۔

یہ پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن جواب قسم محذوف ہے یعنی لتبعثن کہ تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

٦ رجف: اضطرب اضطرابا شدیدا تقال رجفت الارض ای اضطربت۔ الرجفۃ: الزلزلۃ، تحرک شدید (لسان العرب) کسی چیز کے تھرتھرانے کو رجف کہتے ہیں۔ ابو اسحاق کا قول ہے کہ راجفہ سے مراد زمین ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں الراجفۃ ہی الاجرام الساکنۃ التی تشتد حرکتہا حینئذ کالارض والجبال (روح المعانی) یعنی راجفہ سے مراد وہ تمام ساکن چیزیں ہیں جو اس وقت زور زور سے کانپنے لگیں گی جیسے زمین، پہاڑ وغیرہ یعنی جب نفخہ اولیٰ ہوگا اور نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا حکم صادر ہوگا تو یوں محسوس ہوگا کہ زبردست زلزلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا ہوگا ۔ کتنے ہی دل اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے ۔ ان کی آنکھیں (ندامت سے) جھکی ہوں گی ۔

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا

کافر کہتے ہیں کیا ہم پلٹائے جائیں گے الٹے پاؤں ۔ (یعنی جب) ہم بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں

نَّخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝

گے ۔ کہنے لگے یہ واپسی تو بڑے گھاٹے کی ہوگی ۔ (ہمیں اس واپسی کے لیے) تو فقط ایک جھڑک کافی ہے ۔

کے جھٹکوں سے زمین پہاڑ ٹوٹ گئے ہوں گے اور ان کے ساتھ ہی دہشت سب لرزنے لگے ہوں گے۔

۳ نفخہ ثانیہ جو اس کے پیچھے آئے گا اس کو رادفہ کہتے ہیں یعنی اس کے فوراً بعد علامہ الالوسی کہ رازی جائے کہ آسمان منشق
ہو جائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے ہر چیز اپنی اپنی جگہ سے الگ ہو جائے گی۔ وقیل الرادفۃ السماء والکواکب تنشق وتنتثر۔

بعض علما کے نزدیک رادفہ سے مراد زلزلہ ہے جو پہلے نفخہ کے بعد آئے گا جس کے باعث سب کچھ زیر و زبر ہو جائیں گے۔

۴ بڑے بڑے شیر دل بہادروں کے دل بھی لرز رہے ہوں گے۔ قلوب یومئذ واجفۃ ای مضطربۃ من شدۃ الفزع یعنان
کی آنکھیں خوف سے جھکی ہوں گی اوپر آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی انہیں ہمت نہیں ہوگی۔

یہ حال کفار و منافقین کا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس روز ہر قسم کے خوف و ہراس سے محفوظ ہوں گے۔ ان کے دل مطمئن ہوں گے ان
کی جبینوں پر کسی قسم کا اضطراب ہویدا نہ ہوگا۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔ (الانبیاء: ۱۰۳)
یعنی انہیں غمگین نہیں کرے گی بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

۵ جب کوئی شخص اسی راستے پر پلٹ جائے جس پر چل کر آیا ہے تو عرب کہتے ہیں رجع فلان فی حافرتہ ای طریقتہ التی جاء
فیھا فحفرھا۔ یعنی جس راستے کو وہ اپنے قدموں سے کھود کر گیا تھا اسی راستہ پر واپس لوٹ گیا۔

ان آیات طیبات کا مضمون کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے آنے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد منکرین کا تحیر بیان ہوتے ہیں کہ اللہ نے خلق
ایک دوسرے سے کہتے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں پھر الٹے پاؤں پلٹایا جائے گا یعنی جس طرح ظاہری حیات سے چل کر ہم قبر کی منزل تک پہنچے ہیں کیا پھر اسی طرح لوٹ
کر زندگی کی اسی منزل کی طرف ہمیں چلنا پڑے گا۔

۶ اور یہ واپسی اس کے بعد ہوگی جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر بوسیدہ ہوں گی اور کھوکھلی ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی۔ یہ
بالکل انہونی بات ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نخرۃ: من نخر العظم اذا بلی وصار اجوف تمر بہ الریح فیسمع لہ نخیر ای صوت۔
(روح المعانی) جب ہڈی بوسیدہ ہو جائے اس کے اندر کا گودا گل جائے اور وہ کھوکھلی ہو جائے اور اس میں سے ہوا گزرتے ہی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ

پھر وہ فوراً کھلے میدان میں جمع ہو جائیں گے ۱۲ (اے نبی!) کیا آپ کو موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ جب ان کے رب نے

رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾

انہیں طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا ۱۳ (کہ) جاؤ فرعون کے پاس وہ سرکش بن گیا ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾

پس اس سے دریافت کرو کیا تیری خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے اور (کیا) تو چاہتا ہے کہ میں تیرے پروردگار کی طرف تیری رہنمائی کروں تو تیرے دل میں اس کا خوف پیدا ہو جائے ۱۴

نخرۃ کا اطلاق بوسیدہ۔ ایسی ہڈیوں کو عظام نخرۃ کہتے ہیں۔

۱۱ کہنے لگے اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ تو بڑے خسارے کی بات ہوگی کیونکہ ہم ساری عمر اس کی تکذیب کرتے رہے ہیں اس کے لیے ہم نے کوئی عمل ہی نہیں کیا کوئی تیاری ہی نہیں کی۔ یہ بات وہ بطور استہزاء کہتے۔

۱۲ تم وقوع قیامت کو محال سمجھتے ہو اور بوسیدہ ہڈیوں اور مٹی میں ملے ہوئے مردوں کا اٹھنا اور ان کو زندہ کرنا تمہیں بڑا مشکل نظر آ رہا ہے۔ ایسا کرنا بے شک تمہاری عقل و تجربہ سے باہر ہے لیکن ہمارے لیے یہ کوئی مشکل نہیں۔ صرف ایک جھڑکی اور ڈانٹ کی دیر ہے۔ تمہارے ذرے جو شرق و غرب میں منتشر ہو چکے ہیں سب جمع ہو جائیں گے اور تم زندہ ہو کر حساب دینے کے لیے تروتازہ ہو کر ایک صاف چٹیل کھلے میدان میں کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔ الساہرۃ: ای الیقظۃ۔ (قرطبی)

۱۳ قیامت کا ذکر ہو رہا ہے کہ یکایک سلسلہ کلام حضرت موسیٰ اور فرعون کی طرف پھر گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ کا انکار قیامت پر کسی دلیل سے وہ متاثر نہیں ہو رہے تھے اس لیے ان کے سامنے ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے جو قیامت کا منکر تھا اسی وجہ سے وہ سرکشی اور طغیان میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اپنے رسول کے ساتھ کج بحثی کرنے والے اور اس کی باتوں کا انکار کرنے والے تم سے پہلے فرعون جیسے مطلق العنان حکمران گزرے ہیں۔ رسول موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا معاملہ تھا۔ وہ بھی ان کی تکذیب کرتا اور قیامت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس کا جو انجام ہوا تم سب جانتے ہو۔ کیا تم اپنے لیے بھی اسی قسم کا انجام پسند کرتے ہو؟ نیز اس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ ان کفار کے انکار اور ان کی ہٹ دھرمی پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ جس طرح ہم نے موسیٰ کو کامیاب کیا اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد کیا۔ اسی طرح ہم آپ کے دین کا بول بالا کریں گے اور آپ کی دعوت کا پرچم ہر جگہ لہرا دیں گے۔ طویٰ اس وادی کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

۱۴ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرعون نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے۔ اس نے بڑی سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔ رعایا کو اس نے مختلف طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے اور ان کے مفادات کو آپس میں متصادم کر رکھا ہے تاکہ وہ متحد ہو کر اس کے ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کر سکیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ﴿٢١﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ﴿٢٢﴾

پس آپ نے دکھائی اسے بڑی نشانی۔ پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ۲۰؎ پھر پیٹھ پھیر کر فتنہ انگیزی میں کوشاں ہو گیا

فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٤﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ

پھر لوگوں کو جمع کیا پس پکارا اور کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ آخر کار پکڑ لیا اسے اللہ نے آخرت اور

الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢٦﴾ أَأَنتُمْ

دنیا کے عذاب میں ۲۱؎ بیشک اس میں بڑی عبرت ہے اس کے لیے جو (اللہ سے) ڈرتا ہے ۲۲؎ کیا تمہیں

پر اس کے مظالم کی حد ہو گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ کہاں سے خدا بننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ آپ اس کے پاس جائیں اور اسے سمجھائیں کہ اس سرکشی کو چھوڑ دے، اگر تو چاہے تو میں تجھے رذائل سے پاک ہونے کا طریقہ سکھا سکتا ہوں۔ اگر تیری مرضی ہو تو اس راہ پر تجھے چلا سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی راہ ہے۔ اس طرح تیرے دل سے غرور و پندار دور ہو جائے گا اور تیرے دل میں اپنے خدا کا خوف پیدا ہو جائے گا اور جب اس کا خوف پیدا ہو گیا تو یہ ساری سرکشیاں ختم ہو جائیں گی اور تو راہ راست پر گامزن ہو جائے گا۔

۲۰؎ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے اسے دعوت حق دی اور اپنی صداقت پر دلیل پیش کی۔ اپنا عصا اس کے سامنے زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن کر پھنکارنے لگا۔ لیکن اس نے اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی آپ کی تکذیب سے باز نہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ سب جادو کا کرشمہ ہے۔

۲۱؎ پھر اس نے آپ کی طرف سے منہ موڑ لیا اور آپ کے اس معجزہ کا توڑ پیش کرنے کے لیے کوشاں ہو گیا۔ مصر کے گوشے گوشے سے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کیا اور ان کو بڑے بڑے انعامات کا لالچ دیا۔ وہ لوگ جنہیں اپنے فن پر بڑا ناز تھا بڑے کروفر سے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آئے اور اپنی رسیاں پھینکیں جو سانپ بن کر لہرانے لگیں۔ یہ دیکھ کر اس کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آیا اور اسے دنیا و آخرت کے عذابوں میں مبتلا کر دیا۔

دنیا کے عذاب سے مراد وہ ذلت و رسوائی ہے جو اس کو مجمع عام میں اٹھانی پڑی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن کر ان سانپوں کی طرف لپکا اور انہیں نگل گیا۔ صرف یہی شکست فرعون کو نہیں ہوئی بلکہ جن ساحروں کو وہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لیے لایا تھا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ یہ ذلت و رسوائی اس میدان میں ہوئی اس کی نظیر نہیں مل سکتی اور قیامت کے دن تو اس کے ساتھ جو برتاؤ ہو گا اس کا آج تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

۲۲؎ فرعون کی اس عبرت انگیز تباہی میں ہر اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے اور جو دل اس نعمت سے بہرہ ور نہیں وہ کسی قیمت پر ہدایت قبول نہیں کریں گے۔ ان کی آنکھیں صرف اسی وقت کھلیں گی جب قہر کا عذاب انہیں چاروں طرف سے گھیرے گا اور اس کے غضب کی بجلیاں گر کر انہیں بھسم کر دیں گی۔

www.KitaboSunnat.com

اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ

پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا۔ اس نے اسے بنایا ۱۸ اس کی چھت کو خوب اونچا کیا پھر اس کو درست کیا ۱۹ اور

اَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾

تاریک کیا اس کی رات کو اور ظاہر کیا اس کے دن کو ۲۰ اور زمین کو بعد ازاں بچھا دیا ۲۱

۱۸ وقوعِ قیامت کا مسئلہ جو زیر بیان ہے متشکک کو یا کیا سمجھایا جا رہا ہے۔ زیادہ دشوار کیا ہے جسے تم بہت بعید از عقل سمجھتے ہو تمہیں دوبارہ زندہ کرنا بڑا مشکل کام ہے؟ تم چند بالشت قد و قامت کے مالک ہو۔ ذرا آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا، پھر اس میں ان گنت ستارے اور کہکشاؤں کا محیر العقول اور لامتناہی سلسلہ، ان سب کو کس نے پیدا کیا ہے۔ اگر تم عقل و انصاف سے بالکل محروم نہیں ہو گئے ہو تو تم بآسانی سمجھ سکتے ہو کہ جو عالم بالا کا خالق ہے اس کے لیے تمہیں پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔

۱۹ آسمان کی تخلیق میں اپنی قدرت کے کرشموں کا ذکر ہو رہا ہے۔ سَمۡك کا معنی سقف یعنی چھت ہے یعنی آسمان کو بہت اونچا کیا اور سمک درازی، ارتفاع اور بلندی کو بھی کہتے ہیں یعنی اس کی بلندی اور اونچائی اتنی ہے جس کا تم اندازہ نہ کر سکو۔ اس نے آسمان کی بلندی کو اتنا اونچا کر دیا ہے کہ تم اس کو پا نہیں سکتے۔ پھر اس کے حسن و جمال کو اس طرح درست کر دیا ہے کہ اس میں کوئی جھول، کوئی شکن اور کوئی شگاف نہیں۔

۲۰ رات کی تاریکی اور دن کے اجالے کو آسمان کی طرف منسوب کیا کیونکہ اس کا تعلق آفتاب کے طلوع و غروب سے ہے جو اجرامِ سماوی میں سے ہے۔ اغطش لیلها ای جعله مظلما۔

۲۱ دَحَا الْاَرْضَ يَدْحُوهَا دَحْوًا: بَسَطَهَا۔ زمین کو پھیلا دینا، بچھا دینا۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی اور مثالیں بتاتے ہیں کہ جس نے یہ زمین تمہارے لیے بچھا دی ہے اور راستے وسیع اور کشادہ کر دیئے ہیں تاکہ ان گنت مخلوقات اس پر اپنی زندگی بسر کریں۔

اس مقام پر یہ شبہ دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کی تخلیق آسمان کی تخلیق اور تسویہ کے بعد ہوئی حالانکہ سورۂ بقرہ کی آیت خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِي الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ثُمَّ اسۡتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ اور سورۂ فصلت میں یہ صراحت مذکور ہے کہ زمین کی تخلیق پہلے ہوئی اور آسمان کو اس کے بعد پیدا کیا گیا۔ علمائے کرام نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ زمین کا مادہ پہلے پیدا کیا گیا اس کے بعد آسمان کی تخلیق ہوئی۔ لیکن زمین کو انسانی زندگی کے قابل بنانا اور اس میں ضروریاتِ زندگی کا مہیا کرنا آسمان کی تخلیق کے بعد ہوا اور یہاں دحو زمین سے یہی مراد ہے۔ لیکن اس جواب کو دوسرے حضرات نے پسند نہیں کیا کیونکہ سابقہ آیات میں صراحت موجود ہے۔ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِي الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا تمہارے لیے زمین میں ہر چیز کو پیدا کیا اس کے بعد آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔ اس لیے دوسرے حضرات نے اس کا یہ جواب فرمایا ہے کہ زمین میں زندگی کی ضروریات کی بہم رسانی کی صلاحیت اور استعداد تو پہلے ہی رکھ دی گئی لیکن اس کا بالفعل ظہور اس وقت ہوا جب آسمان بنا اور اس میں سورج [illegible] آیا حرارت ہے اس کو پیدا کیا گیا۔ اس کی حرارت اور کرنوں کی تاثیر سے مختلف چیزیں پیدا ہوئیں۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ یہاں بعد ذٰلك

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَكُمْ

نکالا اس سے اس کا پانی اور اس کا سبزہ ۔ اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے ۔ سامان زیست ہے تمہارے لیے

وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

اور تمہارے مویشیوں کے لیے ۲۲؎ پھر جب آئے گی سب سے بڑی آفت ۲۳؎ اس دن انسان یاد کرے گا جو

الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ﴿٣٧﴾

دوڑ دھوپ اس نے کی تھی ۲۴؎ اور ظاہر کر دی جائے گی جہنم ہر دیکھنے والے کے لیے ۲۵؎ پس جس نے سرکشی کی ہو گی

سے تخلیق کی بعدیت مراد نہیں بلکہ ترتیب کی بعدیت ہے۔ لیکن اس کی جو تفسیر حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ اتنی واضح ہے کہ اس کے بعد کسی اور تاویل کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں بعد ذٰلک اسی طرح مع ذٰلک کے معنی میں ہے جیسے دوسری جگہ عتل بعد ذٰلک زنیم میں ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں: و از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما منقول است کہ بعد ذٰلک دریں جا بمعنی مع ذٰلک است چنانچہ آیت عتل بعد ذٰلک زنیم۔ میں بعد کا لفظ بھی اسی معنی میں آیا ہے۔

۲۲؎ پانی کے میٹھے چشمے جاری کیے۔ اس میں طرح طرح کی نباتات اور ہریالی اور چارہ پیدا ہونے لگا جس سے تم اپنی غذا بھی پیدا کرتے ہو اور تمہارے مویشیوں کا چارہ بھی۔ گوشت، دودھ وغیرہ کی خوراک کا سامان بھی مہیا ہو جاتا ہے۔ جو قادر مطلق ان تمام کاموں کو بڑی حکمت سے انجام دے رہا ہے اس کے بارے میں کیوں شک ہے کہ وہ قیامت کے دن تمہیں پھر زندہ کرے گا۔

ہماری آسائش اور تحفظ کے لیے جو انتظامات حکمت سے کیے گئے ہیں، اس میں آسمان کی بلندی، سورج اور چاند کی گردش کے اثرات اور سلسلہ ہائے کوہ اور زمین کی زرخیزی، ساری چیزوں کا جو حصہ ہے وہ اہل دانش سے مخفی نہیں۔ کائنات کے مختلف اجزاء میں اگر یہ نظم و نسق بدل دیا جائے تو یہ چیزیں بیکار ہو کر رہ جائیں گی۔

۲۳؎ اب یوم الحساب قیامت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ الطامۃ: اعظم الدواھی۔ سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت کو الطامۃ کہتے ہیں۔ جو چیز اپنی مقدار یا تعداد کی کثرت کے باعث دوسری چیزوں پر چھا جائے اسے الطامۃ کہا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں جاء السیل فطم الرکیۃ۔ سیلاب آیا اور اس نے تمام کنوؤں اور گڑھوں کو لبریز کر دیا۔ جری الوادی فطم علی القری۔ وادی میں پانی کا ریلا آیا اور اس نے تمام حوضوں کو بھر دیا۔ قیامت کی مصیبت دوسری تمام مصیبتوں سے بڑھ کر شدید اور ہولناک ہے۔ اس لیے اس کو طامہ کہا گیا اور ساتھ ہی کبریٰ کا اضافہ کر کے یہ بتا دیا گیا کہ اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

۲۴؎ اس وقت انسان کی نگاہوں کے سامنے اس کی زندگی کا نامۂ اعمال کھل جائے گا۔ وہ اعمال جو اس نے بالکل بھول گئے تھے ایک ایک کر کے نسیان کی گرد سے ابھر نے لگیں گے۔ اگر اس نے اپنی عمر نیکی میں گزاری تھی تو اس کی خوشی کی انتہا نہ ہو گی اور اگر بد اعمالیوں میں عمر برباد کر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ

اور ترجیح دی ہوگی دنیوی زندگی کو ۔ تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا ۳۶ اور جو

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ

ڈرتا رہا ہوگا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے اور روکا ہوگا اپنے نفس کو (ہر) بری خواہش سے ۔ یقیناً جنت ۳۷ ہی

هِيَ الْمَاْوٰى ۝ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ

اس کا ٹھکانا ہوگا ۳۸ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی ۔ آپ کو اس کے بیان

آیا تھا۔ اس روز اس کا حال یہ ہوگا کہ اس کے سامنے اس کے صحیفۂ اعمال کھول کر رکھ دیے جائیں گے۔ جو باتیں اس کو فراموش ہو گئی تھیں وہ بھی یاد آنے لگیں گی۔

۳۵ جس جہنم کا وہ آج تک مذاق اڑایا کرتا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔

۳۶ اس وقت اولاد آدم دو گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے سرکشی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑ دیا اور دنیوی زندگی کے آرام و آسائش کو ابدی زندگی کے آرام و آسائش پر ترجیح دی۔ ان کی ساری جدوجہد دولت کے حصول، شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے لیے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔ ان کے شب و روز اس دنیا کی ادھیڑ بن میں گزرتے رہے کہ وہ اس دنیا میں سب سے اونچے منصب پر فائز ہوں۔ اپنی اخروی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے وہاں سرفرازی حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی وقت نہ تھا اور کبھی اس کے بارے میں انہوں نے سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ فرمایا ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جن چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے وہ لگے رہے وہ فانی تھیں۔ چند روز ان کی عظمت کا ڈنکا بجا اور پھر ہمیشہ کے لیے فنا کی وادیوں میں گم ہو گئے۔

۳۷ اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو عمر بھر اس بات سے ڈرتے رہے کہ ایک دن اپنے رب کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ انہوں نے اپنے نفس کے گھوڑے کو کبھی بے لگام نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے شریعت کی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑنے کی اسے ہرگز اجازت نہیں دی۔ وہ اس کو ان خواہشات سے جو احکام الٰہی سے متصادم تھیں سختی سے باز رکھا کرتے تھے۔ آج جنت کی بہاریں ان کے لیے چشم براہ ہیں۔ حوریں اور خوشبودار پھولوں کے گلدستے لیے ان کا استقبال کر رہی ہیں۔

صاحب روح المعانی ہویٰ کا معنی کرتے ہیں المیل الی الشہوات ... یعنی ناجائز چیزوں کی طرف مائل ہونا۔

علامہ سید اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ الہویٰ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الھوی میلان النفس الی ... من غیر داعیۃ الشرع۔ شریعت کی اجازت کے بغیر نفس کا کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ فرماتے ہیں ہویٰ کو ہویٰ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کو دنیا میں ہر مصیبت میں پھنسا دیتا ہے اور آخرت میں ھاویہ (جہنم) میں گرا دیتا ہے۔ سمی بذلک لانہ یھوی بصاحبہ فی الدنیا الی کل داھیۃ وفی الآخرۃ الی الھاویۃ۔ پھر فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے ترک کئے ...

مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝

کس لیے آپ کا اس کا ذکر کرنے لگے آپ کے رب تک ہی اس کی انتہا ہے آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو اس سے ڈرتا ہو

سب سے نیچے والا درجہ یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی مخالفت سے اجتناب نیز اقطاب کرام کے حق میں عقیدت کی مخالفت سے پرہیز۔ اس کا بیان یہ ہے کہ انسان کسی گناہ کا ارادہ کرے اور پھر قیامت کی حاضری کے خوف سے اس سے رک جائے اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا سب سے نزدیک راستہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی مخالفت کرتا رہے۔ وجدت طریقۃ اقرب طرق الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ مخالفۃ النفس۔ فرماتے ہیں کہ نفس کی چاہت نہ ہو بلکہ حق ہی کی چاہت ہو۔ انسان کا اپنے نفس کا غلبہ سے بچنا ہر حال میں [illegible] ہے۔

شیخ ابوالبرکات کہتے ہیں والحصن الحصین فی هذا المقام: التشبث بذیل شیخ کامل فانه یطلعه علی دقائق الریاء ویرشده الی [illegible] اجلهم۔ یعنی اپنے نفس کی دست درازیوں اور شیطان کے خطرات سے بچنے کا محفوظ ترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے شیخ کامل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اس کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔

حضرت یعقوب چرخی نے اپنے شیخ خواجہ نقشبند سے پوچھا کہ کسی کا ایسا شیخ کامل نصیب نہ ہو تو وہ کیا کرے تو آپ نے فرمایا کہ وہ کثرت سے استغفار پڑھا کرے اور ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ یہ استغفار پڑھے: استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔

آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پاک بھی سن لیجئے: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلٰث مهلكات هوًى متبع وشح مطاع واعجاب المرء بنفسه وهي اشدهن۔ (رواہ البیہقی عن ابی ہریرہ)

ترجمہ: امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں: پہلی نفس کی وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے۔ دوسری وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے اور تیسری یہ کہ انسان اپنے نفس کو بہتر سمجھنے لگے۔ فرمایا تیسری چیز سب سے زیادہ ہلاکت والی ہے۔

۲۸؎ جب کفار کو قیامت کے متعلق بتایا جاتا تو وہ پوچھنا شروع کر دیتے کہ بتاؤ یہ قیامت کس تاریخ کو برپا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے محبوب! آپ کو اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ آپ قیامت کے دن کا تعین کر کے انہیں بتائیں بلکہ آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہ ہے کہ آپ انہیں خواب غفلت سے بیدار کریں، انہیں دعوت حق سنائیں تاکہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کریں اور آپ کے ارشادات پر عمل کر کے قیامت کے دن سرخروئی حاصل کر سکیں۔ اسی میں ان کا فائدہ ہے۔ اگر ان کو قیامت کی تاریخ بتا بھی دی جائے تو اس سے انہیں کیا فائدہ؟ یہ لوگ بے مقصد باتوں میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور وہ امور جن میں ان کا نفع ہے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ بعض نے فیم پر وقف کیا ہے اور انت من ذکرٰها ان کے سوال کا جواب ہے کہ آپ اس قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہیں۔

۲۹؎ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جب وہ چاہے گا قیامت برپا ہو جائے گی۔

۳۰؎ آپ کو اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ آپ ان کے لیے قیامت کی تاریخ کا تعین فرمائیں بلکہ آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان

www.KitaboSunnat.com

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿٤٦﴾ ع

گویا وہ جس دن اس (قیامت) کو دیکھیں گے (انہیں یوں محسوس ہوگا) کہ وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک شام یا ایک صبح ۳۳

لوگوں کو بروقت خبردار کردیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔

۳۳ آج تو انہیں دنیا کی زندگی بڑی طویل معلوم ہو رہی ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جو چیز ابھی تک ہزاروں برس میں وقوع پذیر نہیں ہوئی اس کے بعد اس کے وقوع پذیر ہونے کا امکان ہی نہیں۔ اس کا انتظار کرنا عبث اور بے سود ہے۔ مگر جب قیامت برپا ہوگی تو اس وقت انہیں یہ طویل زندگی بڑی مختصر معلوم ہوگی۔ اس وقت وہ مدت کا شمار کریں گے کہیں گے ہم تو بس ایک پہر ہی کے لیے دنیا میں ٹھہرے تھے اور پھر واپس بلا لیے گئے۔ ہمارا قیام تو اتنی دیر کا تھا جتنی دیر صبح یا شام کا وقت ہوتا ہے۔ ہمیں تو سمجھنے سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ہمیں سوچ بچار کا وقت ہی نہیں دیا گیا۔ اتنے قلیل وقت میں ہم اس حقیقت کو کس طرح سمجھ سکتے تھے۔

○

اللّٰهم اجعلنا من السعداء الذين خافوا مقام ربهم ونهوا النفس عن الهوى وارزقنا اتباع حبيبك الاكرم صلى الله تعالى عليه وآله وسلم۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ عَبَسَ

نام: اس سورت کا نام عَبَسَ ہے جو اس سورت کا پہلا کلمہ ہے۔ اس میں ایک رکوع، بیالیس آیتیں، ایک سو تیس کلمات اور پانچ سو تینتیس حروف ہیں۔

نزول: یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کا شمار "السابقون الاولون" میں ہوتا ہے، نابینا تھے۔ ایک روز بارگاہ رسالت میں شیبہ، عتبہ پسران ربیعہ، ابوجہل، امیہ ابن خلف، ولید ابن مغیرہ، عباس ابن عبدالمطلب اور دیگر رؤسائے قریش حاضر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی دلسوزی اور محبت سے انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کی سعی فرما رہے تھے۔ "حریص علیکم" کی شان اپنے پورے جوبن پر تھی۔ وہاں اچانک عبداللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوئے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے محفل کا رنگ نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے اپنے شوقِ فراواں سے مجبور ہو کر آتے ہی عرض کی "یا رسول اللہ علمنی مما علمک اللہ" (اے اللہ کے رسول! جو اللہ نے آپ کو سکھایا اس میں سے مجھے بھی سکھائیے)

یہ مداخلت بیجا حضور کو پسند نہ آئی۔ رخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے۔ آداب مجلس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ جو سلسلہ کلام پہلے شروع ہے وہ ختم ہو جائے تو نئی بات چھیڑی جائے۔ یہاں تو حضور تبلیغ کا نہایت اہم ترین فریضہ ادا کرنے میں مصروف تھے۔ عبداللہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس بے شمار مواقع تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ کی دلجوئی کرتے ہوئے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اس بارگاہ میں شکستہ دلوں اور ٹھکرائے ہوؤں کی جو قدر و منزلت ہے وہ کسی اور کی نہیں۔

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے۔ وہاں محبت، پیار اور دلجوئی کی حد کر دی گئی ہے لیکن ان مقامات کے برعکس یہاں اسلوب بیان میں بڑا جلال ہے۔ انداز خطاب میں تندی کا پہلو غالب ہے۔ بظاہر غلطی حضرت عبداللہ کی ہے کہ انہوں نے مجلس نبوت کے ادب کا پاس نہ رکھا نیز حضور کسی اپنے ذاتی کام میں مصروف نہ تھے بلکہ "بلّغ ما انزل الیک" کے حکم کی تعمیل میں مشغول تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ عبداللہ کو سرزنش کی جاتی کہ انہوں نے فرائض نبوت کی ادائیگی میں مداخلت کیوں کی ہے لیکن ان کے بجائے اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محبوب کریم کو تنبیہ فرمادی کہ آپ نے ناگواری کا اظہار کیوں کیا اور اس سے بے رخی کیوں برتی۔ اس میں کیا حکمت ہے۔
آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا تند لہجہ اختیار کرکے رؤسائے مکہ کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے جس میں وہ بری طرح مبتلا تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کو ان کی بڑی ضرورت ہے۔ ان کے مسلمان ہونے سے اسلام کو چار چاند لگ جائیں گے پیغمبر اسلام کی عزت اور توقیر میں اضافہ ہوگا۔ انہیں اسلام کی چنداں ضرورت نہیں اس لیے جس محفل میں وہ موجود ہوں کسی دوسرے شخص کو وہ قطعاً نہیں سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدائی آیتوں میں ان کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ یہاں تو اسی کو پذیرائی بخشی جاتی ہے جو خلوص اور طلب صادق لے کر حاضر ہوتا ہے۔ خواہ وہ مفلس و کنگال ہی کیوں نہ ہو جس شخص کو اپنی دولت اور جاہ و منصب پر گھمنڈ ہے جس کے دل میں جذبہ صادق نہیں اس کی یہاں کوئی گنجائش نہیں، انہیں اسلام کی ضرورت ہے تاکہ اس کی برکتوں اور ضیا پاشیوں سے ان کا تاریک مستقبل درخشاں ہو جائے۔ اسلام کو ان کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اگر وہ اس سے فیض یاب نہیں ہوں گے تو کئی دوسرے خوش نصیب اس چشمہ شیریں سے آکر سیراب ہوں گے۔ قیامت تک آنے والے رئیسوں، دولتمندوں، خاقانوں اور قیصروں کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا۔ آیات کے لہجہ میں یہ تندی ایک اہم ضرورت کے پیش نظر اختیار کی گئی۔
جو لوگ ان آیات سے سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ عالیہ کی تنقیص کرتے ہیں وہ برلے درجے کے کم فہم ہیں بلکہ بعض اہل نفاق کا پیشہ تھا۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک امام ہمیشہ نماز میں اسی سورت کی قراءت کرتا ہے تو آپ نے ایک آدمی بھیجا جس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ چونکہ وہ حضور کے مرتبہ عالی کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قراءت کیا کرتا تھا تاکہ مقتدیوں کے دل میں بھی حضور کی عظمت کم ہو جائے۔ اس لیے نگاہ فاروقی میں وہ مرتد تھا، اور مرتد واجب القتل ہوا کرتا ہے (روح البیان)۔ ایسے مقامات پر انسان کو سنبھل کر قدم اٹھانا چاہیے مبادا ایمان کی پونجی لٹ جائے۔
آیت نمبر ۱۷ سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ انسان کی ناشکری کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ جس رب کریم نے اس کو پیدا کیا اور اس کے ظاہری اعضاء اور باطنی قوتوں میں موزونیت کا خیال رکھا۔ پھر اس کی خوراک کا سامان مہیا فرما دیا اس کو کبھی خیال نہ آیا کہ وہ اپنے کریم پروردگار کا شکریہ ادا کرے۔ اس سے بڑھ کر اور بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے۔
آیت نمبر ۳۳ سے آخر تک احوال قیامت کی طرف متوجہ کر دیا تاکہ انسان آج ہی اس امتحان کے لیے تیاری شروع کر دے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۳-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ عبس مکیۃ وھی اثنتان واربعون آیۃ وفیھا رکوع واحد

سورۂ عبس مکی ہے اس کی بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝١ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝٣

تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا ۱ اس وجہ سے کہ آیا ان کے پاس ایک نابینا۔ اور آپ کو کیا معلوم شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا ۲

۱۔ ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں رؤسائے قریش عتبہ، شیبہ پسران ربیعہ، ابوجہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ وغیرہ حاضر تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں بڑی رغبت سے اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک عبداللہ ابن ام مکتوم آگئے۔ وہ [illegible] مجلس کی کیفیت [illegible] عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اقرئنی وعلمنی مما علمک اللہ۔ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھایا ہے مجھے بھی وہ سکھائیے اور مجھے پڑھ کر سنائیے۔ ان کا یہ انداز گفتگو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزرا۔ ناگواری کے آثار چہرہ مبارک پر [illegible] اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

امام فخر الدین رازی یہاں ایک سوال اٹھاتے ہیں پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ [illegible] حضرت عبداللہ نے [illegible] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کفار کو دعوت اسلام دے رہے تھے انہوں نے قطع کلام کرتے ہوئے اپنی بات چھیڑ دی نیز ایک کافر کو دعوت اسلام دینا، ایک مسلمان کو قرآن کی تعلیم سے مقدم ہے نیز بارگاہ رسالت کے جو آداب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو سکھائے تھے وہ تو یہ تھے کہ [illegible] حجروں سے باہر کھڑے ہو کر حضور کو نہ بلائیں بلکہ حضور کی آمد کا انتظار کریں۔ [illegible] حضور تبلیغ سے فارغ ہوں [illegible] اپنی گزارش کرتے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر عتاب حضرت عبداللہ کو ہونا چاہیے تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عتاب کرنے میں کیا حکمت ہے۔

رازی خود لکھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں بجا ہیں اور عتاب کی اس کے علاوہ کوئی حکمت نہیں کہ وہ لوگ جو اس وقت حاضر تھے وہ مکہ کے سردار اور دولت مند لوگ تھے انہیں اپنی امارت و برتری کا احساس [illegible] ان کی موجودگی میں اپنے کسی [illegible] کے ساتھ [illegible] لوگوں کو اس غلط فہمی میں [illegible] تبلیغ میں [illegible] کی وجہ سے [illegible] بلکہ محض [illegible] دولت و ثروت اور ان کی ریاست کی وجہ سے [illegible] عبداللہ کو محض اس لیے نظر انداز کیا گیا ہے کہ وہ غریب [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] غریب [illegible] کی عزت [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن ام مکتوم کے دل پر ذرا سا بھی صدمہ پہنچے تو عتاب و تنبیہ کیے جاسکتے ہیں۔ بارگاہ نبوت کے ان درویشوں اور فقیروں کی دلجوئی و خاطر کے سامنے دنیا بھر کے رئیسوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

قطرۂ آبست و خمے قیمتے

خم بترازوئے او آبست قیمتے

تنبیہ کے ضمن میں آپ کا لطف و کرم قیصر کے خزانوں سے قیمتی ہے کہیں فروزاں تر ہے۔

لیکن اس عتاب میں بھی لطف و کرم اور پیار کے جلوے دیکھ رہے ہیں۔ عتاب کرتے ہوئے حبیب و محبوب خطاب کے صیغے استعمال نہیں کیے بلکہ غائب کے صیغے میں عتاب کیا گیا ہے کیونکہ روبرو عتاب خاطر عاطر پر بہت گراں گزرتا۔

ان آیات کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب حضرت عبداللہ حاضر ہوتے تو حضور فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی۔ تشریف لانے والے خوش آمدید جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا۔ پھر پوچھتے هل لك من حاجة کوئی کام ہے تو بتاؤ۔ کسی مہم کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تو مدینہ میں اپنا نائب بناتے۔ حضرت عبداللہ کو یہ شرف دو بار حاصل ہوا۔

۱۔ حضرت عبداللہ کو نابینا کہنے میں ان کی تحقیر مقصود نہیں بلکہ ان کی طرف سے معذرت پیش کی جا رہی ہے۔ یعنی یہ نابینا شخص تھا، نہ محفل کو دیکھ سکا نہ حاضرین کو پہچان سکا اور جلدی سے پوچھنے لگا۔ آپ اسی وجہ سے معذور ہیں۔ ان کا نام عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعۃ الفہری ہے۔ بنی عامر بن لؤی کے قبیلہ سے ہیں۔ سابقین اولین میں سے تھے۔ ام مکتوم ان کی دادی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ام مکتوم ان کی والدہ کا لقب ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ کی بے اعتنائی کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ وہ کفار جن کی طرف آپ ہمہ تن متوجہ تھے ان میں سے کسی کے دل میں طلب حق کا جذبہ نہ تھا۔ انہیں تو اپنی دولت کا گھمنڈ اور اپنے نفس پر غرور تھا۔ وہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیں گے، اس کو قبول کرنے کی نیت سے حاضر نہیں ہوئے تھے۔ مگر آپ کی خصوصی توجہ کے باعث وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اسلام کو ان کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو اسلام کی ترقی اور عروج کے امکانات ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ ان نادانوں نے یہ حقیقت نہ سمجھی کہ بیمار ہی طبیب کا محتاج ہوا کرتا ہے نہ کہ اس کے برعکس۔ تجربات شاہد ہیں کہ کوئی بھی تب تک فلاح نہیں پا سکتا جب تک وہ اپنے دل میں اسلام اور داعی اسلام کے متعلق غلط تصورات کو مٹا کر حق کی شمع اپنے سینے میں فروزاں نہ کر لے۔ اور حضور کی غلامی سے عہد وفا باندھ چکا تھا۔ ان ازلی محروموں کے ساتھ جو کوشش ہو رہی تھی انہیں اس کا کوئی فائدہ پہنچنے والا نہ تھا، البتہ اسے جو آپ کے عاشق صادق دل سے اس پر ملال کا اثر پڑتا، اس کا دل زیادہ شفاف اور تابناک ہو جاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٤﴾ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾ فَأَنتَ لَهُ

یا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتا اسے یہ نصیحت ۴؎ لیکن وہ جو پروا نہیں کرتا ۔ آپ اس کی طرف تو

تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ﴿٨﴾

توجہ کرتے ہیں اور آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سدھرے ۔ اور جو آپ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا

وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَن

اور وہ ڈر رہا ہے تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں ۵؎ ہرگز ایسا نہ چاہیے یہ تو نصیحت ہے ۔ سو جس کا

۴؎ یا آپ اسے جو کلام الٰہی سناتے وہ اس میں مزید غور و فکر کرتا اس سے نصیحت قبول کرتا اور آپ کی یاد دہانی اس کے لیے بہر صورت نفع بخش ہوتی۔ دعوتِ اسلام اگرچہ تمام کے لیے ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے جو اس میں غور و فکر کرے۔

۵؎ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا رأفت و رحمت تھے۔ حضور کی یہ دلی تمنا تھی کہ کوئی بھی شخص نعمتِ ایمان سے محروم نہ رہے اس لیے پوری دل سوزی سے ہر مخاطب کو اس کے جواب سے عبد اللہ والے کی آواز سے حضور کی اسی کیفیت کو قرآن نے عبس و تولی کے کلمات سے بیان کیا ہے لیکن ان کی استعداد یکساں نہ تھی۔ ان کے نظریات و افکار میں بڑا تفاوت تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جن کے دلوں میں حق کی تلاش کا ذوق موجود تھا اور وہ حضور کی ذات اقدس کی ایک ایک بات سے نصیحت حاصل کرتے تھے جہاں سے ان کے ذوق کی تسکین ہو سکتی تھی۔ اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے پہلے سے طے کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ اسلام کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ اگر وہ داعی ان نااہلوں کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرے اور حق کے متلاشیوں کی طرف سے بے اعتنائی برتے تو اس دعوت کی ترقی میں غیر معمولی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی تادیب و تربیت خود فرماتے ہیں اور ارشاد ہے کہ وہ شخص جو اس دعوت کی طرف سے بے نیازی کا مظاہرہ کیے ہوئے ہے آپ اس کی طرف تو بہت توجہ دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ مسلمان نہ ہو تو آپ کی بلا سے۔ نہ آپ پر اس کے اسلام لانے کی کوئی ذمہ داری ہے اور نہ آپ کو اس کے کفر سے کوئی ضرر پہنچ سکتا ہے۔ لیکن وہ طالب حق جو پیغام حق سننے کے لیے سخت بے تاب ہے بڑے ذوق شوق سے آپ کے قدموں میں دوڑتا ہوا آیا ہے اور اس کے دل میں خدا کا خوف ہے آپ اس کی طرف سے کیوں بے اعتنائی برتیں۔ اے میرے حبیب! آپ کریم ہیں آپ کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔ شمع ہدایت پر پروانہ وار نثار ہونے والوں کی طرف سے بے رخی آپ کے شایانِ شان نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿۱۲﴾ فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَرْفُوعَةٍ مُطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِأَيْدِي

بس جو چاہے اسے قبول کرے ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو معزز ہیں۔ جو بلند مرتبہ پاکیزہ ہیں ایسے کاتبوں کے

سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ﴿۱۷﴾ مِنْ أَيِّ

ہاتھوں سے لکھے ہوئے جو بڑے بزرگ اور نیکوکار ہیں ہلاک ہو (کافر) انسان کس قدر احسان فراموش ہے کس چیز سے

شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُطْفَةٍ ۖ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيلَ

اللہ نے اسے پیدا کیا۔ ایک بوند سے۔ اسے پیدا کیا پھر اس کے ہر عضو کو اندازے سے بنایا۔ پھر زندگی کی راہ اس پر

۱۲ اگر وقت تنگ ہو [illegible] ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے اور اگر [illegible] کے معنی میں

یعنی قرآنی آیات مبارکہ یاد دہانی ہیں۔ جس کا جی چاہے ان سے نصیحت قبول کرے [illegible] جو چاہے ان سے اعراض

کرے۔ ان لوگوں کو زور و قلم سے قائل کرنے کے لیے اس دعوت کی حاجت ہے۔ اس دعوت کو ان کی ضرورت نہیں۔

۱۳ قرآن کریم کی عظمت شان کا ذکر ہو رہا ہے [illegible]

[illegible] ہر طرح سے پاک ہے کسی باطل [illegible]

۱۵ سفرۃ، سافر کی جمع ہے اس کا معنی ہے [illegible] کاتب کو سافر کہتے ہیں کہ وہ اپنی تحریر سے اپنے

مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے۔

یہاں سے ان فرشتوں کی تعریف کی جا رہی ہے [illegible]

[illegible]

لیے ممکن ہے۔

۱۷ مجاہد کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی قُتِلَ الْاِنْسَانُ کے الفاظ آئے ہیں وہاں انسان سے مراد کافر ہے [illegible]

احسانات سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

اور ان کی مجلس میں بیٹھنا اپنی ہتک خیال کرتے تھے۔

[illegible]

[illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا

آسان کر دی ۲۱ پھر اسے موت دی اور اسے قبر میں پہنچایا ۲۲ پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا ۲۳ یقیناً وہ بجا نہ لایا جو

يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا

خدا نے اسے حکم دیا تھا ۲۴ پس ذرا انسان غور سے دیکھے اپنی غذا کو ۔ بے شک ہم نے برسایا

جس نے اس کے اعضا کی ساخت، شکل و صورت کا تعین، اس کی باطنی صلاحیتوں، اس کے عمر کی لمبائی یا قصر اور اس کی حسب ضرورت کے لیے [illegible] میں آخری فیصلہ صادر فرمایا۔ آج جبکہ ان کا [illegible] ابھی وقت بھی ان کو [illegible] ایسی [illegible] اور [illegible] کو [illegible] ہے۔

۲۱ یہ بڑی جامع آیت ہے۔ اس کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ رحم مادر سے باہر آنے کی راہ آسان کر دی۔ اور یہ بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے کہ [illegible] کی جب سے اس دنیا میں پیدا کیا تو اس کے سامان [illegible] سے مہیا کر دیئے [illegible] اگر اللہ تعالیٰ ان کی [illegible] کے لیے [illegible] بلکہ یہ [illegible] انسان [illegible] کہ اس راہ تک پہنچنے میں قدرت کے لطف و کرم کا ہاتھ ہے [illegible] کی منزل کی طرف جانے والی شاہراہ پر [illegible] ہیں جس سے سالک کا اپنی منزل تک پہنچنا آسان ہو گیا ہے۔ اگر رسالت کی [illegible] کے نشیب و فراز [illegible] تو انسان کی کیا طاقت تھی کہ وہ [illegible] منزل تک پہنچ سکتا [illegible] سے [illegible] میں [illegible] اور [illegible] پہنچا۔

۲۲ جب تک اس کی موت کا مقرر وقت نہیں آتا [illegible] سلامت رہتا ہے [illegible] اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے [illegible] جب مقررہ [illegible] کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو [illegible] کے [illegible] اس کو [illegible] نہیں سکتا [illegible] اور [illegible] اس کے خالق کی مرضی ہوتی ہے وہاں اسے دفن کر دیا جاتا ہے۔ زمین کا شکم [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] اور اس پر [illegible]

۲۳ وہ قادر مطلق جس کے قبضہ [illegible] پیدائش، اختتام حیات اور موت کے بارے میں [illegible] تھے وہ جب چاہے گا انہیں زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے گا۔

۲۴ یہاں [illegible] کے [illegible] ہے یعنی انسان کو اس کے مالک نے جن احکام کو بجا لانے کا حکم دیا، افسوس کہ وہ ان کو بجا لانے میں [illegible] کے باعث وہ ان احکام کو [illegible] کی راہ میں [illegible] خیال کرتا رہا [illegible] کی [illegible] کرتا رہا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۝

سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے [illegible] زمین کو [illegible] پھر ہم نے اگایا اس میں [illegible]

وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ۝ وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ۝ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ۝ وَّ فَاكِهَةً

اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغات اور طرح طرح کے پھل

وَّ اَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝

اور گھاس۔ سامان زیست تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے [۱۱] پھر جب کان بہرا کرنے والا شور اٹھے گا [۱۲]

اس کا اپنا جلا دی۔

[۱۱] انسان کے احوال بعد وکر کرنے کے بعد اب اس کے مطالب معاش کا ذکر ہو رہا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور بے شمار نوازشات کے جلوے دکھائے جا رہے ہیں ان کی طرف انسان کو متوجہ کیا جا رہا ہے۔ یعنی تم اپنے دسترخوان پر چنے ہوئے رنگا رنگ کے کھانوں کو خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہو اور یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو پیدا کیا ہے۔ [illegible] زمین کا سینہ شق کر کے [illegible] کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں [illegible] کہیں انگور کی بیلیں زمین پر پھیلی ہوئی ہیں کہیں [illegible] جانوروں کے لیے چارہ اگ رہا ہے، زیتون اور کھجور کے درخت کہیں بہار دکھا رہے ہیں کہیں شاداب اور گھنے باغات ہیں جن کے درختوں کی ٹہنیاں [illegible] پھولوں اور پھلوں سے لدی ہوئی ہیں کہیں گھاس اگا دی ہے جو تمہارے جانوروں کے کام آتی ہے۔ اس طرح ہم نے اپنی رحمت و قدرت سے تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے سامان زیست فراہم کیا ہے۔
مشکل الفاظ کی تشریح: صب: پانی کو اوپر سے انڈیلنا۔ شقا: زمین کا پھٹنا اس کا چیرنا۔ حبا سے مراد ہر قسم کا اناج ہے [illegible] قضب: [illegible] کو کہتے ہیں [illegible] بار بار کاٹا جاتا ہے [illegible] قضب کہا جاتا ہے علامہ قرطبی لکھتے ہیں ھو القت والعلف [illegible] سمی بذلک لانہ یقضب ای یقطع بعد ظہورہ مرۃ بعد مرۃ [illegible] غلبا: [illegible] موٹی گردن والے کو اغلب کہتے ہیں [illegible] حدیقۃ غلباء کا معنی ہے [illegible] گھنے باغات جن کے درخت [illegible] اباً [illegible] ما تاکلہ البھائم من العشب [illegible] وہ گھاس جو جانوروں کے کھانے کے کام آتی ہے۔

[۱۲] ذکر معاش کے بعد پھر [illegible] ذکر ہو رہا ہے [illegible] الصاخۃ: خلیل اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں [illegible] صیحۃ تصخ الآذان ای تصمھا بشدۃ وقعھا (قرطبی) [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَ

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور

بَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ

اپنے بیٹوں سے۔ ہر شخص کو ان میں سے اس دن ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (سب سے) بے پروا کر دے گی ﷺ کتنے ہی چہرے

يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ

اس دن (نور ایمان سے) چمک رہے ہوں گے۔ ہنستے ہوئے خوش خوش و خرم ﷺ اور کتنے ہی چہرے

يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ

اس دن غبار آلود ہوں گے۔ ان پر کالک لگی ہوگی۔ یہی وہ کافر و فاجر

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

فاجر لوگ ہوں گے ﷺ

گویا بلند آواز کہتے ہیں جس کی شدت سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے جبکہ سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ﷺ اس دن ہر ایک کو صرف اپنی ہی فکر ہوگی اور ہر ایک اپنی مصیبت میں پھنسا ہوگا۔

ﷺ اس ہولناک دن بھی بعض چہرے ایسے ہوں گے جو چمک رہے ہوں گے خوشی سے ان کے ہونٹ کھل رہے ہوں گے اور ان کے چہروں پر مسرت و فرحت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ انہیں کوئی اندیشہ نہ ہوگا ... نظر ... ہوگی۔

ﷺ لیکن بدنصیب مجرموں کے ... ان کے چہروں پر ... سیاہی چھائی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو ... کفر کرتے ہیں اور فسق و فجور میں ... ہے۔

اللّٰهمّ ربّنا انت الرحمٰن الرحیم اجعل وجوهنا یومئذ مسفرة ضاحكة مستبشرة. انت اهل التقوی و

اهل المغفرة بجاه حبیبك الكریم ورسولك المعظم الذی ارسلته رحمة للعٰلمین والبسته تاج الشفاعة للمذنبین

الصابحه مقاما محمودا یغبطه فیه الاولون والآخرون وصلّ وسلّم وبارك علیه وعلی آله واصحابه ومن احبه و

اتبعه الی یوم الدین یا اكرم الاكرمین ویا ارحم الراحمین. فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیی فی الدنیا والآخرة توفنی

مسلما والحقنی بالصالحین.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سُورَۃُ التّکویر

نام : پہلی آیت میں کُوِّرَتْ باب تفعیل سے ماضی مجہول کا صیغہ مذکور ہے جس کا مصدر تکویر ہے یہی اس سورۃ کا نام ہے۔

زمانۂ نزول : آیات کا اسلوب گواہی دے رہا ہے کہ یہ آغاز رسالت کے عہد میں نازل ہوئی نیز جن دو مضامین قیامت اور رسالت کو یہاں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

مضامین : قیامت اور رسالت کے بارے میں ہی یہاں دلائل و شواہد ذکر فرمائے جارہے ہیں۔ قیامت کے دو مرحلے ہیں۔ پہلا مرحلہ وہ ہے جب یہ موجودہ نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا۔ نہ چرخ نیلوفری رہے گا نہ مہر و ماہ کی تابانیاں ہوں گی اور نہ ان گنت ستارے چمکتے رہیں گے۔ فلک بوس پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں میں غبار کی طرح اُڑنے لگیں گے۔ چرند و پرند کی حالت دیدنی ہوگی۔ اس کے بعد اس کے دوسرے مرحلے کا ذکر فرمایا گیا جب دوسری مرتبہ صُور پھونکا جائے گا ہر چیز اپنی اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اُٹھ کھڑی ہوگی اور سب کو بارگاہ خداوند ذوالجلال میں محاسبہ کے لیے پیش کر دیا جائے گا۔
ایک طرف آنکھوں کے سامنے دوزخ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ دوسری طرف جنت اپنی تمام زینت اور آرائش کے ساتھ بندگان خدا کے لیے چشم براہ ہوگی۔

ذکر قیامت کے بعد رسالت کا تذکرہ فرمایا پہلے متعدد قسمیں کھائیں پھر بتایا کہ حامل قرآن اللہ کا رسول ہے۔ یہ کلام جو وہ تمہیں پڑھ کر سناتا ہے۔ یہ نہ اس نے خود تالیف کیا ہے اور نہ کسی نے اُسے سکھایا اور پڑھایا ہے بلکہ ایک معزز و محترم فرشتہ جس کی امانت و دیانت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ وہ فرشتہ اللہ کی جانب سے لے کر آیا ہے۔

اے نادانو! اس چشمۂ شیریں کو چھوڑ کر تم سراب کے پیچھے کیوں دوڑے جا رہے ہو ذرا ہوش سے کام لو اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۶ - ۳۰ ۷۷

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ التکویر مکی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اس میں ۲۹ آیات ہیں۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَ

(یاد کرو) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا [1] اور جب ستارے بکھر جائیں گے [2] اور جب پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا [3] اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی [4] اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے [5] اور

[1] قرب قیامت کے وقت جو ہولناک تغیرات رونما ہوں گے ان کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ خواب غفلت سے آنکھیں کھولیں اور قیامت کی علامات دیکھ کر اس دن سے ڈریں اور اپنے اعمال پر پشیمانی کا اظہار کر سکیں۔

نظام شمسی میں آفتاب کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں۔ جب یہ بے نور ہو جائے گا تو اس کی کشش بھی ختم ہو جائے گی۔ اس کی حرارت سے زمین تنور کی طرح تپ رہی ہو گی ... اس کے ساتھ ہی سورج لپیٹ دیا جائے گا ... اور جب اس کی روشنی ختم ہو جائے گی تو اس وقت جو اندھیرا چھائے گا وہ کس قدر گہرا اور کتنا ہیبت ناک ہوگا اس کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔

جب کوئی شخص اپنی پگڑی کو سر کے اوپر لپیٹ لیتا ہے تو عرب کہتے ہیں کَوَّرَ الْعِمَامَةَ عَلٰی رَأْسِہٖ۔ اسی سے تکویر کا لفظ لیا گیا ہے۔

[2] سورج کے بے نور ہو جانے کی حالت کا بیان ہے ... ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر جائیں گے ... وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ... ستارے اپنے مدار میں ... ٹکرا جائیں گے ... اور ان کی روشنی ختم ہو جائے گی۔

[3] اس کی تشریح کے لیے ... پہاڑوں کا ... روئی کے گالوں کی طرح ... اڑتے پھریں گے ... کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

[4] عشار: عشراء کی جمع ہے ... دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ... عرب کے ہاں ایسی اونٹنی ... سب سے قیمتی مال سمجھی جاتی تھی ... قیامت کے وقت لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ ایسی قیمتی چیز کی بھی کوئی پروا نہ کرے گا ... انہیں اپنی جان کی پڑی ہوگی۔

[5] وحشی جانور انسانوں سے دور بھاگتے ہیں ... انسان کی آبادی میں آ جائیں گے ... دہشت کے مارے ... اکٹھے ہو جائیں گے ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

إِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ

جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے ؂ اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی ؂ اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی

سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا

سے پوچھا جائے گا ؂ کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی ۔ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب

بیابان چھوڑ کر شہروں میں آ گھسیں گے۔ درندگی بھول کر بیٹھ رہیں گے۔ کوئی سانپ کسی کو ڈسے گا نہ کوئی شیر کسی بکری کو پھاڑ کھائے گا بلکہ خوف کی وجہ سے سب دم بخود ایک جگہ جمع ہوں گے۔

ؔ سمندروں میں اس وقت پانی کی بجائے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ پہلی نظر میں یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے لیکن اگر پانی کے اجزائے ترکیبی پر غور کیا جائے تو تعجب اس پر نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے آگ بھڑک اٹھے گی بلکہ حیرت اس پر ہے کہ پانی ڈالنے سے آگ کیوں بجھ جاتی ہے۔ پانی دو گیسوں آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے۔ ان میں سے ایک گیس بھڑکانے والی ہے اور دوسری خود بھڑک اٹھنے والی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب ان کو اکٹھا کیا جائے تو آگ کی صورت اختیار کر لیں لیکن قدرت نے ان کے مرکب کو پانی کی شکل دے دی اور اس میں آگ بجھانے کی تاثیر رکھ دی۔ قیامت کے دن جب دوسرے نظریات کی طرح یہ الٹ پلٹ ہو جائیں گے، سورج سمٹ کر بے نور ہو جائے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پانی کی یہ خاصیت بھی ختم ہو جائے گی۔ آکسیجن اور ہائیڈروجن اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیں گی اور سمندر پانی کی صورت میں نہیں رہیں گے بلکہ بھڑکتے شعلے بن جائیں گے۔ سبحان من لا تنتہی حکمتہ ولا یحاط بآیاتہ علما۔

ؔ اس کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال و اخلاق کے مطابق انسانوں کی گروہ بندی کر دی جائے گی۔ متقیوں کا ایک گروہ ہوگا، اصحاب یمین کا ایک گروہ ہوگا اور اصحاب شمال کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا

ع کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

قال الحسن: الحق کل امرئ بشیعتہ۔ اور عکرمہ سے اس کا یہ معنی منقول ہے: قرنت الارواح بالاجساد۔ یعنی قیامت کے دن روحوں کو ان کے جسموں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ (قرطبی)

ؔ عہد جاہلیت میں کئی قبیلے اور خاندان اپنی بچیوں کو بڑی بے دردی سے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اس غیر انسانی رسم کے یہ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اس پر وہ پشیمان ہونے کے بجائے وہ فخر و مباہات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس کا آغاز جس حرکت سے ہوا اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ ربیعہ پر ان کے دشمنوں نے حملہ کیا اور ربیعہ کے ایک سردار کی بیٹی کو وہ اٹھا لے گئے۔ جب دونوں قبیلوں کے درمیان صلح ہو گئی تو اس لڑکی کو بھی واپس کر دیا گیا اور اسے اختیار دیا گیا کہ چاہے اپنے باپ کے پاس رہے اور چاہے تو اسیر بنانے والے کے ساتھ چلی جائے۔ اس نے اس شخص کے پاس جانا پسند کیا۔ اس کے باپ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے اپنے قبیلے میں یہ رسم جاری کر دی کہ جب کسی کے ہاں بچی پیدا ہو تو اس کو زندہ زمین میں دبا دیا جائے تاکہ آئندہ ان کی ایسی رسوائی نہ ہو۔ پھر آہستہ آہستہ یہ

قتل میں بھی یہی رواج شہرت اختیار کر گیا اور اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ① اہل عرب کی معاشی حالت بڑی خستہ ہوا کرتی تھی بچیوں کو پالنا ان کی جوانی کی شادی کرنا وہ اپنے لیے ناقابل برداشت بوجھ محسوس کرتے تھے اس لیے ان کو بچپن ہی میں ٹھکانے لگا دیا کرتے تھے۔ قبائل میں باہمی کشت و خون روزمرہ کا معمول بن گیا تھا لڑکے جوان ہو کر ایسی لڑائیوں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے لڑکیاں ان لڑائیوں میں بھی شرکت نہ کر سکتیں اور دشمن کی دست برد سے بچانے کے لیے بھی انہیں کافی تگ و دو کرنا پڑتی، اس لیے وہ ان کو زندہ رکھنا اپنے لیے وبال جان سمجھتے ② ان کی جاہلانہ نخوت بھی اس کا ایک سبب تھی۔ وہ کسی کو اپنا داماد بنانا اپنی توہین سمجھتے تھے اس سے بچنے کا یہی آسان طریقہ تھا کہ بچی زندہ دفنا دی جائے اور نہ کوئی ان کا داماد بنے۔

وجوہات اگرچہ مختلف اور متعدد تھیں لیکن یہ ظالمانہ رسم عرب کے جاہلی معاشرہ میں بہت پختہ گہری جڑ پکڑ چکی تھی عام طور پر اسے کوئی عیب اور جرم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ باپ اپنی بچی کا مالک کل ہے جب چاہے اسے ختم کر دے جب چاہے قتل کر دے کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن اس سنگ دل معاشرہ میں بھی خال خال ایسے لوگ موجود تھے جو معصوم بچیوں کی بے کسی پر خون کے آنسو بہاتے اور ان سے جتنا بھی بن آتا اس سے دریغ نہ کرتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل کو جب پتہ چلتا کہ فلاں کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اور وہ اس کو زندہ دفن کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً اس کے پاس جاتے اور اس بچی کی پرورش اور اس کی شادی وغیرہ کے اخراجات کی ذمہ داری اٹھاتے اور اس طرح اس معصوم کی جان بچا لیتے۔

مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ المجاشعی کا بھی یہی معمول تھا۔ علامہ آلوسی نے طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں بھی کچھ نیک کام کیے ہیں کیا مجھے ان کا بھی اجر ملے گا؟ میں نے تین سو ساٹھ بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا اور ہر ایک کے عوض دو دو دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں اور ایک ایک اونٹ بطور فدیہ ان کے باپوں کو دیا ہے۔ اس عمل کا کوئی اجر ملے گا؟ تو حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لک اجرہ اذ منّ اللہ علیک بالاسلام۔ نبی رحمت نے فرمایا اس عمل کا اجر تجھے مل گیا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اسلام لانے کی توفیق مرحمت فرمائی اور نعمت ایمان سے تجھے سرفراز کر دیا۔ (روح المعانی)

چنانچہ فرزدق اپنے دادا کے اس کارنامہ پر فخر کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک شعر ہے:

وجدی الذی منع الوائدات ۔۔۔ واحیا الوئید فلم یوأد

میرا دادا وہ ہے جس نے زندہ دفن کرنے والوں کو روکا اس طرح ان بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچا کر زندگی بخش دی۔

لیکن اس ظالمانہ رسم کا پوری طرح قلع قمع اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ کا محبوب رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لایا اور بچیوں کو وہ شان بخش دی کہ وہ باعث صد رحمت سمجھی جانے لگیں۔ اپنے والدین کے لیے حصول جنت کا ذریعہ بن گئیں۔ حضور نے اپنے دلآویز ارشادات سے اس غلط فہمی کو اہل عرب کے دلوں سے نکال دیا کہ بچی کوئی نکمی اور بوجھ ہے یا خاندان کی ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ چند ارشادات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کے دل میں بھی اپنی بچیوں کی قدر و منزلت پیدا ہو۔

① من ابتلی من ھذہ البنات بشیء فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار۔ جو شخص ان بچیوں کا باپ بنا کر آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آتش جہنم سے پردہ ثابت ہوں گی۔ (بخاری و مسلم)

www.KitaboSunnat.com

④ امام مسلم کی روایت ہے من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامۃ انا وھو ھکذا وضم اصابعہ۔ جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح اکٹھے ہوں گے یہ فرمایا اور اپنی انگلیوں کو باہم پیوست کر دیا

⑤ ابوداؤد کی حدیث ہے من کانت لہ انثی فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا ادخلہ اللہ الجنۃ۔ جس کی ایک بچی ہو وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اس کی توہین بھی نہ کرے، اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح بھی نہ دے تو اس امر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

آخر میں تعلیم نبوی کی ہمہ گیری کا اندازہ کرنے کے لیے آپ یہ حدیث پاک پڑھیں۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لسراقۃ بن جعشم الا ادلک علی اعظم الصدقۃ او من اعظم الصدقۃ قال بلی یا رسول اللہ، قال ابنتک المردودۃ الیک لیس لھا کاسب غیرک۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے صدقہ کا نہ بتاؤں، عرض کیا ضرور یا رسول اللہ، فرمایا تیری وہ بیٹی جو طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے اور تیرے سوا اس کے لیے کمانے والا کوئی نہ ہو۔

کتب تفسیر و احادیث میں سے صرف چند احادیث یہاں ذکر کی گئی ہیں جن سے اس قسم کے ارشادات اور ان دختران عالی مرتبت کے ساتھ آپ کا ملاحظہ فرمائیں اور جہاں ان کی عظمت کے باعث بچیوں کے متعلق صرف اہل عرب کے نظریات میں ہی انقلاب نہیں آیا بلکہ دنیا بھر میں بچیوں کی قدر و منزلت بلند ہو گئی۔

اب ذرا آیت کا مفہوم سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔

یہ نہیں فرمایا کہ اس کے سنگدل باپ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنی بچی کو کیوں زندہ درگور کیا بلکہ فرمایا کہ اس بچی سے پوچھا جائے گا کہ تیرا باپ جس نے اپنی بے گناہ بچی پر ایسا ظلم کیا ہے بخاطب بنانے کا بھی اہل نہیں۔ اس قابل ہی نہیں کہ اس کو خطاب کیا جائے اسے منہ لگایا جائے۔ اظہار لکمال الغیظ والسخط لوائدھا واسقاط لہ عن درجۃ الخطاب والمبالغۃ فی تبکیتہ۔ (روح المعانی) یعنی اس انداز میں اپنے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ اس کو خطاب کے لائق نہ سمجھنے کی وجہ سے یہی گوارا کیا گیا اور اس کو رسوا کرنے میں مبالغہ سے کام لیا گیا۔

نیز ظالم سے اگر اس کے ظلم کے بارے میں پوچھا جائے تو اس کے لیے کئی حیلے بہانے تراشے جا سکتے ہیں اس لیے مناسب یہی تھا کہ مظلوم سے پوچھا جائے کہ وہ اپنے ظلم و الم کی داستان بیان کرے۔

اس میں ایک اور حکمت بھی ہے وہ یہ کہ دنیا میں کئی مظلوم ہوتے ہیں جنہیں قتل کر دیا جاتا ہے لیکن ان کا انتقام لینے کے لیے کوئی نہیں ہوتا اور وہ بیتیم ہو جاتے ہیں یا بے کس ان کی مظلومیت پر رنج و غم کے آنسو بہائے جاتے ہیں ایسی مظلوم بچی جس پر ظلم اس کے ماں باپ نے کیا اس کی مظلومیت پر کسی نے صلے سے احتجاج بھی نہ کیا اس کی یاد میں آنسو بہانے والا کوئی نہ ہوا بلکہ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ اس کے قتل پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کیے گئے۔ اسے غیرت مندی اور اپنے خاندان کی ناموس کے پاسبان کا خطاب ملا کیا مظلومیت میں اس کا کوئی ہمسر ہے۔ مگر ایسی معصوم ستم رسیدہ بچی کی طرف بھی اللہ تعالیٰ کا انصاف متوجہ ہوگا اور اس کے ساتھ انصاف کرے گا۔

اس سوال میں قیامت کے برپا کرنے کی حکمت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ تم خود سوچو کہ اگر قیامت برپا نہ ہو تو کیا اس مظلوم کی داد رسی ہو سکے گی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾

آسمان کی کھال ادھیڑ لی جائے گی ۱۰ اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب کر دی جائے گی۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ

(تو) اس روز ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے ۱۱ پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے ستاروں کی (اور) سیدھے چلنے

الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُ

والے چھپ جانے والوں کی ۱۲ اور رات کی قسم جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ سانس لے ۱۳ کہ یہ قرآن ایک

صورت ہو سکتی ہے ایسے ظالم کو سزا دینا لازمی ہے اگر اسے اس ظلم پر داد دی جائے یا ظلم معاف کر دیا جائے تو اس سے بڑی اندھیر گردی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عدل ہے، انصاف ہے، اندھیر گردی اور بیداد گری نہیں۔

۱۰ قیامت کے دوسرے واقعات بیان کیے جا رہے ہیں۔ کشطت کے معنی ہیں کسی کی کھال ادھیڑ لینا۔ فاصل الکشط: السلخ یعنی آج انسان جب اس نیلگوں چھت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو اس کے جلال و جمال کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ لیکن اس روز جب اس کی کھال اتار لی جائے گی تو جلال و جمال سب تباہ ہو جائے گا اور اس کے پیچھے چھپی ہوئی وحشت رہ جائے گی۔

۱۱ اس وقت غفلت کے سارے پردے اٹھ جائیں گے۔ ہر شخص کو خواہ آدمی ہو یا عورت اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اپنی زندگی میں کیا کھویا کیا پایا؟ اس کے اعمال نیک و بد اپنے سامنے نظر آنے لگیں گے۔

یہاں تک سورت کا ایک مضمون اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہ ہے حضور کی رسالت کا بیان۔

۱۲ پہلے خنس، جوار، الکنس کا لغوی معنی ذہن نشین کر لیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: الخنس جمع خانس من الخنوس وهو الانقباض والاختفاء۔ خنس کا واحد خانس ہے جو خنوس سے مشتق ہے۔ اس کا معنی سمٹ جانا اور چھپ جانا ہے۔ الجواري جمع جارية من الجري وهو المشي السريع: جواری کا واحد جاریۃ ہے یہ جری سے مشتق ہے۔ اس کا معنی تیزی سے گزرنا۔

الکنس: جمع کانس وکانسة من کنس الوحش اذا دخل کناسه۔ کنس کا واحد کانس اور کانسۃ ہے۔ یہ کنس الوحش سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ جنگلی جانور اپنے ٹھکانے میں داخل ہو گیا۔ اب ان الفاظ سے کیا مراد ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا اس سے تمام ستارے مراد ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ دن کے وقت آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں خنس کہا اور رات کے وقت پھر نمودار ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں کنس کہا۔ ابن ابی حاتم نے سیدنا علی مرتضیٰ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے انه قال هي خمسة انجم زحل وعطارد والمشتري والمريخ والزهرة۔ کہ آپ نے فرمایا ان سے پانچ ستارے مراد ہیں۔ ان کو نجوم متحیرہ کہتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾

معزز قاصد کا لایا ہوا قول ہے ۔ ۱۸؎ جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے ۔

مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ

وہاں (فرشتوں کا) سردار اور وہاں کا امین ہے ۔ اور تمہارا یہ ساتھی کوئی دیوانہ نہیں ۔ ۱۹؎ اور بیشک اس نے اس

بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ

کو دیکھا ہے روشن کنارے پر ۔ ۲۰؎ اور یہ نبی غیب بتانے میں ذرا بخیل نہیں ۔ ۲۱؎ اور یہ (قرآن)

کیونکہ ان کی رفتار کا حال یکساں نہیں ہوتا بلکہ مختلف ہوتا ہے کبھی تو انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ ایک سمت کی طرف جا رہے ہیں پھر وہ اس کے برعکس دوسری سمت کی طرف لوٹتے ہیں کبھی وہ متحرک ہوتے ہیں اور کبھی وہ ٹھہرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ اس صورت میں خنّس کا معنی ہو گا یعنی پیچھے ہٹنے والے ہوں گے اور کنّس کا معنی اختفاء ہے یعنی اس کا اپنے مغیب میں چھپ جانا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

۱۶؎ عسعس کے دو معنی کیے گئے ہیں اقبل بظلامہ او ادبر یعنی جب اس کا اندھیرا آئے یا جب رات کے اختتام کے وقت چھٹتا ہے ۔ اندھیرا آ جاتا ہے ابتدائے شب میں ہوتا ہے یہ دونوں معنی حضرت ابن عباس سے مروی ہیں پہلی صورت میں معنی ہو گا رات جب پیٹھ پھیرے اور دوسری صورت میں معنی ہو گا رات جب چھا جائے ۔

۱۷؎ تنفس: جب صبح سانس لے یعنی جب اس کی روشنی پھیلنے لگے ۔ زمخشری کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صبح طلوع ہوتی ہے تو نسیم سحر چلنے لگتی ہے ۔

۱۸؎ یہ پانچ قسمیں کھانے کے بعد فرمایا تمہارا یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ یہ قرآن حضور محمد مصطفیٰ نے یا کسی انسان سے سیکھ کر لوگوں کو سناتے ہیں بلکہ یہ وہ کلام ہے جو ایک محترم قاصد لے کر آیا ہے ۔ اس سے مراد جبریل امین ہے جن کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ بڑے طاقتور ہیں مالک عرش کی جناب میں ان کا مرتبہ بڑا بلند ہے اور تمام فرشتے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کی امانت میں کوئی شک نہیں ۔ جب کلام لانے والا ان صفات عالیہ سے متصف ہو اور قابل اعتماد ہو تو کون یہ خیال کر سکتا ہے کہ اس نے اس کلام میں کوئی کمی بیشی کی ہو گی ۔

۱۹؎ فرشتے کی ملکوتی شان بیان کرنے کے بعد اس ذات اقدس کا ذکر ہو رہا ہے جن کے پاس جبریل یہ کلام لے کر آیا فرمایا وہ کوئی اجنبی شخص ہے جس کی گزشتہ زندگی سے تم بے خبر ہو جس کی سیرت و کردار کا تمہیں تجربہ نہ ہو ۔ اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال کا عرصہ انہوں نے تمہارے ساتھ بسر کیا ہے ۔ زندگی کی مختلف منزلیں انہوں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے طے کی ہیں تم ان کی دیانت، پاکبازی، اولوالعزمی اور استقلال کے خوگر ہو ۔ تم ہوش و حواس میں ہوتے ہوئے ان کو مجنون کہنے کی جرات نہیں کر سکتے ۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿٢٥﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

کسی شیطان مردود کا قول نہیں ۔ ۲۵؎ پھر تم (منہ اٹھائے) کدھر چلے جا رہے ہو ۔ ۲۶؎ نہیں ہے یہ مگر نصیحت

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ

سب اہل جہان کے لیے ۔ ۲۷؎ (یعنی) ہدایت (صرف) اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے ۔ اور تم نہیں چاہ سکتے

۲۳؎ یعنی جبرئیل امین کو جس نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا آپ نے ان کو اچھی طرح پہچانا ہے ۔ صاف دن کی روشنی میں آسمان کے افق پر اس کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ اس لیے انہیں پہچاننے میں کوئی غلط فہمی نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جسے معزز فرشتہ لے کر وہ کسی طرح پہنچتے ہیں جیسے کاہنوں پر نازل ہوتا ہے ۔

۲۴؎ تمہارا انہیں کاہن کہنا سراسر زیادتی ہے ۔ کاہن کے پاس تو غیب کا علم ہوتا نہیں اور جو کچھ قیاس آرائی یا ظن و تخمین کی بنا پر وہ کہہ جاتا ہے اس کو بتانے کے لیے تیار نہیں ہوتا جب تک اس کی مٹھی ساتھ میں دکھا نہ دی جائے ۔ اس کا معاملہ پیش نہ کیا جائے وہ منہ سے کچھ نکالتا ہی نہیں ۔ اور یہاں تو یہ حال ہے کہ علوم غیب کے خزانے ۔ جو بیش قیمت ہیں وہ معارف الٰہیہ میں سے ان کا سلسلہ ہے وہ تجلیات ربانی ۔ جہان کے قلب منیر پر ہر لمحہ نازل ہوتی ہیں اور بیان کر کے کسی سے کوئی صلہ نہیں لیتے ۔ بلکہ ان کے علوم و معارف کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور ہر تشنہ لب کو اپنی طرف بلا رہا ہے ۔ کیا ایسی نورانی ہستی کو کاہن کہہ سکتے ہو ۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت پر اپنی تفسیر کا حاشیہ لکھا ہے وہ حضور کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں کے لیے باعث ہدایت ہو سکتا ہے ۔ لکھتے ہیں :

" یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا ۔ " (تفسیر عثمانی ، الضنین ، البخیل ۔ بخیل اور کنجوس)

۲۵؎ یعنی یہ کلام جو توحید کی دعوت دیتا ہے کفر و شرک سے احتراز کا حکم دیتا ہے اخلاق حسنہ کا داعی ہے شیطان کا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلائے کفر و شرک اور صفات رذیلہ سے اجتناب کی تاکید کرے ۔ یہ کلام اپنے مقاصد کے اعتبار سے شیطانی [illegible] غلط فہمی کی پرزور تردید کر رہا ہے ۔

۲۶؎ اس چشمہ صافی کو چھوڑ کر سراب کی طرف بھاگ کر جانا کہاں کی عقل مندی ہے ۔ اس نور ہدایت کی تابانیوں سے منہ موڑ کر گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہنا تمہارے جیسے دانش مندوں کو زیب نہیں دیتا ۔

۲۷؎ جس طرح اس کو نازل کرنے والا رب العالمین ہے اور جس پر یہ نازل ہوا ہے وہ رحمۃ للعالمین ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ذکر للعالمین ہے ۔ زمان و مکان کی حد بندیوں سے آزاد ہے ۔ تمام بنی نوع انسان کے لیے قیامت تک کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

بجز اس کے کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے

آفتاب سے بڑھ کر ان سے مستفید وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں یہ خواہش ہو کہ وہ راہ راست پر گامزن ہو۔

۲۹ اور حقیقت یہ ہے کہ تم از خود اس کی خواہش بھی نہیں کر سکتے جب تک توفیق الٰہی دستگیری نہ کرے ظلم و غرور کے سائے چراغ بجھے رہتے ہیں راہ راست پر ایک قدم بھی نہیں اٹھ سکتا اور جب اس کی نظر لطف چارہ سازی کرتی ہے تو سب حجاب اٹھ جاتے ہیں ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان پوری یکسوئی کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔

○

ما تشاءون الا ان يشاء الله رب العالمين لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم يا حي يا قيوم برحمتك استغيث لا تكلني الى نفسي طرفة عين واصلح لي شأني كله

اللهم صل وسلم وبارك على حبيبك المصطفى ونبيك المرتضى سيدنا محمد افضل الصلوات واجمل التسليمات واكمل التحيات وعلى آله ذوي الدرجات واصحابه اولي الطاعات وعلينا بجاههم الكريم آمين

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الانفطار

نام: اس کی پہلی آیت میں "انفطرت" کا کلمہ ہے جس کا مصدر انفطار ہے۔ یہی اس سورت کا نام ہے اس میں ایک رکوع انیس آیتیں، اسی کلمے اور تین سو ستائیس حروف ہیں۔

نزول: یہ بھی مکی دور کے آغاز میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے۔

مضامین: وقوع قیامت کا ہولناک منظر پیش کرنے کے بعد بتایا کہ اس روز غیب کے سارے پردے چاک ہو جائیں گے۔ حقیقت اپنی صحیح صورت میں نمایاں ہو جائے گی۔ ہر شخص کو خود بخود اپنے کارناموں کے بارے میں پتہ چل جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا؟ نیکی یا بدی کا جو بیج وہ بو گیا تھا اس کے اچھے یا برے کیا نتائج مرتب ہوئے؟

پھر انسان کو کہا جا رہا ہے کہ اے انسان جس رب کریم نے تجھے اپنے لطف و کرم کے آغوش میں پالا اپنے بے پایاں احسانات سے نوازا تم اسی کی نافرمانی کر رہے ہو۔ تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ فراموش کر دیا جائے گا اور روز محشر اس کا کوئی باضابطہ ثبوت پیش نہ کیا جا سکے گا۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ ہم نے معتبر فرشتے مقرر کر دیے ہیں جو تیرے ہر فعل اور تیرے ہر قول کو ضبط تحریر میں لا رہے ہیں۔ اس ناقابل تردید ریکارڈ کے مطابق نیکوں کو ان کی نیکی کا اجر اور مجرموں کو ان کی برائی کی سزا ملے گی۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۹-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوۡرَةُ الۡاِنۡفِطَارِ مَكِّيَّةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَهِيَ تِسۡعَ عَشۡرَةَ اٰيَةً

سورۃ الانفطار مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس کی انیس آیات ہیں

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ وَاِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۲﴾ وَاِذَا الۡبِحَارُ

جب آسمان پھٹ جائے گا — اور جب ستارے بکھر جائیں گے — اور جب سمندر بہنے

فُجِّرَتۡ ﴿۳﴾ وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ

لگیں گے — اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں گی ۔ ۱ (اس وقت) جان لے گا ہر شخص جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے اور

اَخَّرَتۡ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ﴿۶﴾ الَّذِيۡ

جو اس نے پیچھے چھوڑے تھے ۔ ۲ اے انسان! کس چیز نے تجھے دھوکے میں رکھا اپنے رب کریم کے بارے میں ۔ ۳ جس نے تجھے

۱۔ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا ۔ آج یہ جو تارے چمک رہے ہیں ان کی شان ختم ہو جائے گی ستارے ٹوٹ
ٹوٹ کر بکھر جائیں گے ۔ سمندر جو آج ساکن ہیں سیلابوں کی طرح بہنے لگیں گے ۔ میٹھا اور کھاری ایک سمندر دوسرے سمندر میں خلط ملط ہو جائیں گے
دیے جائیں گے اور سمندروں کا پانی بہنا شروع ہو جائے گا ۔ قبروں کو الٹ پلٹ کر دیا جائے گا ۔ ان میں جو لوگ دفن ہیں وہ باہر نکل آئیں
گے ۔ اس وقت انسان پر احساس کے ٹیکے ہوئے اعمال کی حقیقت آشکارا ہو گی ۔ مشکل الفاظ کی تشریح : انفطار : پھٹ جانا ۔ انتثار : بکھر جانا ۔
تفجیر : بہنا ۔ بعثرۃ : زیر و زبر ہونا ۔

۲۔ اس کا ایک مفہوم تو وہی ہے جس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے یعنی جو اعمال ، عبادات ، صدقات اس نے آخرت کے دن کے لیے
پہلے بھیج دیے تھے ان کا بھی علم ہو جائے گا اور جن نیک کاموں کی اس نے بنیاد رکھی تھی اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جو نیک نتائج
مرتب ہوئے وہ بھی سب اس کے سامنے آ جائیں گے ۔ اسی طرح جن برے کاموں کی اس نے اپنی زندگی میں بنا ڈالی تھی اس سے جو برے
اخلاق پیدا ہوئے اس کا بوجھ بھی اس کی گردن پر لاد دیا جائے گا ۔
اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جن احکام الٰہیہ کی اس نے تعمیل کی اور جن کو اس نے پس پشت ڈال دیا ان سب کا اسے علم ہو جائے گا ۔ اس کا
یہی مطلب بتایا گیا ہے کہ جو کام اس نے اپنی زندگی میں کیے اور جو نہیں کیے سب کے سب اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے ۔

۳۔ کتنے پیارے انداز میں غافل انسان کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کس محبت بھرے اسلوب سے اس کو خواب غفلت سے جگایا جا رہا ہے ۔
ارشاد ہے اے انسان! تیرا پروردگار جو کریم ہے جس کے لطف و عنایت کی آغوش میں تو پل کر جوان ہوا ہے جس کے انعام و احسان کا دستر خوان
ہر وقت تیرے لیے بچھا رہتا ہے جس کی رحمت و رأفت کے دروازے تیرے لیے کھلے ہیں اس سے تجھے کس نے دور کر دیا ہے کس چیز نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝٨

جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تیرے عناصر کو معتدل بنایا ۵ (اور پھر) جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا

ہرگز نہیں بلکہ تم جھٹلاتے ہو روزِ جزا و سزا کو ۶ حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں ۷ جو معزز (اعمال نامہ)

كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَّ

لکھنے والے ہیں۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ۸ بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے۔ اور

دامِ فریب میں مبتلا کر دیا ہے کہ تو اس کے مقابلہ میں بغاوت پر اتر آیا ہے۔ شریف آدمی کیا کبھی ایسا کر سکتا ہے؟ کیا تیرے نزدیک احسان کا بدلہ سرکشی اور بغاوت
ہی ہونا انسانیت ہے۔ اگر کوئی کسی پر مہربانی کرے اس کا معیار شکرگزاری ہونا چاہیے کہ یہ کہ تیرے سر پر چڑھ جائے؟ یا اس کی پرستش کرے گا۔
۵ اس کے بعد اللہ نے تجھ پر جو کئی احسانات فرمائے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ تجھے پیدا کیا تیری ساخت کو ایسا بنایا کہ تیرے عناصر ترکیبی میں اعتدال
کر رکھا ہے۔ اگر کوئی ایک عنصر بھی کم یا زیادہ ہو جاتا تو تیری خلقت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔ اس نے تجھے پیدا کیا تجھے کامل اعضا بخشے ان میں مناسبت
کا پورا پورا لحاظ رکھا پھر تیری جبلی، ذہنی اور نفسیاتی ساخت کو تیرے اختلافات سے پاک رکھا اور تجھے بہترین صورت میں پیدا کیا۔ اور تیرے لیے اس کی طرف سے فائدہ ہے اس
کے ذکر اور اس کے شکر کی تجھے فرصت ہی نہیں ملتی اور اسی کی نافرمانی تیرے لیے باعث فخر بنی ہوئی ہے۔
۶ بات دراصل یہ ہے کہ تمہیں روزِ جزا پر یقین نہیں اگر تمہیں یقین ہوتا کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جب تم اپنے خالق کریم کے روبرو
پیش کیے جاؤ گے اور تم سے تیرے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا تو تمہاری یہ روش ہرگز نہ ہوتی کہ تم اس کی نعمت اور مہربانی کی ناقدری
کرتے۔ ذمہ داری کا احساس اور جواب دہی کا خوف تمہیں نیکی پر آمادہ کرتا اور برائی سے روکتا۔ ہر کام کرنے سے پہلے تم سوچتے
اور بار بار سوچتے کہ ایسا کرنے سے روزِ جزا اپنے پروردگار کے روبرو شرمندگی تو نہ ہوگی۔
۷ تمہارے اعمال قیامت کے دن تم پر ظاہر ہو جائیں گے کہ ہم اس دن کے لیے پورے انتظامات کر رہے ہیں۔ تمہیں خبر ہو
کہ ساتھ ہم نے ایسے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو تمہارے جملہ اعمال کی یادداشت تیار کر رہے ہیں۔ جو اسی کام کے لیے مقرر کیے گئے ہیں
جو کچھ تم کرتے ہو وہ نہ تو اس سے غافل ہیں نہ بددیانت ہیں۔ نہ تمہاری رشوت سے ان پر اثر ہو سکتا ہے۔ اس پر کیا ہے کہ تمہارے اعمال
کو ضبط تحریر میں لانے میں وہ کوتاہی کر سکتے ہیں نہ ان کی کسی سے ذاتی دشمنی ہے اور نہ عداوت۔ جو کچھ تم کرتے ہو بلا کم و کاست وہ حرف بحرف
لکھ رہے ہیں۔
۸ ان کا علم اور احساس انسان کی معلومات ناقص نہیں۔ تمہاری ہر بات تمہارا ہر کام بلکہ اس کے پیچھے جو تمہارے جذبات اور نیتیں ہیں
وہ ان سے بھی باخبر ہیں۔ تم خود غور کر لو کیسے غیر جانبدار دیانتدار اور ہر بات سے باخبر ہیں تمہارے اعمال کا جو ریکارڈ تیار کریں گے ان کو تم کیسے جھٹلا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا

یقیناً بدکار جہنم میں ہوں گے ۔ داخل ہوں گے اس میں قیامت کے روز ۔ اور وہ اس سے غائب

بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ

نہ ہو سکیں گے ۔ اور آپ کو کیا علم کہ روز جزا کیا ہے ۔ پھر آپ کو کیا علم کہ روز جزا

الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾ ع ۱

کیا ہے ۔ یہ وہ دن ہو گا جس روز کوئی کسی کے لیے کچھ کر سکنے کا بس نہ ہو گا ۔ اور سارا حکم اس روز اللہ ہی کا ہو گا ۱۹

بھگتائیں گے۔

۱۹ قیامت کا دن کوئی معمولی دن نہیں ہو گا۔ اس دن سارے مجازی بادشاہوں کی بادشاہیاں ختم ہو جائیں گی۔ کوئی نمرود کوئی فرعون کوئی بڑے سے بڑا فرمانروا کسی کی حمایت و سفارش نہ کر سکے گا۔ اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہو گی اور اسی کا فرمان نافذ ہو گا کسی کی یہ مجال نہ ہو گی کہ اس کی مرضی کے خلاف دم مار سکے یا اس کے فیصلہ کو رد کر سکے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت کے لیے لب کشائی کا اختیار رکھتا ہو گا۔

○

مالك يوم الدين إياك نعبد وإياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم
غير المغضوب عليهم ولا الضالين آمين۔

اللهم صل وسلم وبارك على سيد الأولين والآخرين إمام الأنبياء والمرسلين سيدنا ومولانا محمد
المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله الطيبين وأصحابه الأكرمين ورضي عنهم أجمعين إلى يوم الدين۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ المطففین

نام : اس سورۂ پاک کا نام المطففین ہے جو اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس میں ایک رکوع، چھتیس آیتیں ایک سو انہتر کلمات اور سات سو تیس حروف ہیں۔

نزول : حضرت ابن مسعود، ضحاک اور ان کے ہم خیال لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی لیکن حضرت ابن عباس کی رائے یہ ہے کہ اس کا نزول ہجرت کے فوراً بعد مدینہ طیبہ میں ہوا۔ وہاں ایک تاجر تھا جس کا نام ابوجہینہ تھا۔ اس نے دو قسم کے باٹ رکھے ہوئے تھے۔ جب کوئی جنس خریدتا تو اس کے لیے اور باٹ استعمال کرتا اور جب فروخت کرتا تو اس کے لیے دوسرے باٹ۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اس سورت کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔ ایک تیسرا قول بھی منقول ہے کہ اس کا نزول حالتِ سفر میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ہوا۔

مضامین : اصلاحِ معاشرہ کے لیے آخرت پر ایمان جو مؤثر کردار انجام دیتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ جو لوگ روزِ جزا پر پختہ یقین رکھتے ہیں اُن کی اخلاقی تربیت ایسے خطوط پر ہوتی ہے اور وہ دیانتداری کی راہ پر ثابت قدمی سے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی لالچ اور کوئی خوف انہیں جادۂ حق سے سرِ مو منحرف نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ معاشرہ جس کے افراد قیامت پر یقین نہیں رکھتے اُن میں طرح طرح کی خرابیاں بڑی آسانی سے راہ پا لیتی ہیں۔ تھوڑا سا خوف اور تھوڑا سا لالچ انہیں راہِ راست سے بھٹکانے کے لیے کافی ہے۔ اہلِ مکہ چونکہ عام طور پر تجارت پیشہ تھے اس لیے لین دین میں ڈنڈی مارنا ان کے ہاں عام مروج تھا۔ اس کی خرابی صرف یہی نہیں تھی کہ دوسرے کی حق تلفی ہوتی تھی بلکہ انجامِ کار ایسا کرنے والے کی تجارت کا بھی ستیاناس ہو جایا کرتا تھا۔ اس لیے انکارِ وقوعِ قیامت کی ضرورت اور حکمت پر غور کرنے کے لیے اس سورت میں جو دعوت دی جا رہی ہے۔ اس کی ابتدا "ویل للمطففین" سے کی اور انہیں بتایا کہ اگر وہ اس خبیث حرکت سے اپنی کاروباری سرگرمیوں کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو اس کی یہی ایک صورت ہے کہ وہ قیامت پر ایمان لے آئیں۔ اس صورت میں کسی کی جرأت نہ ہوگی کہ اس بددیانتی کا ارتکاب کرے۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ قیامت تو ہر حال میں برپا ہوگی لیکن جو لوگ اس کے برپا ہونے کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ ساری عمر بدکاری اور دھوکہ بازی میں بربادکر کے آئے۔ آج وہ اس کی سزا بھگتیں گے جو بڑی دردناک ہوگی لیکن جن لوگوں نے قیامت کے وقوع کو تسلیم کر لیا اور اس روزِ جزا کے ہولناک منظر سے ساری عمر ڈرتے رہے اور کبھی بھولے سے بھی غلط راستے پر قدم نہ رکھا۔ قیامت کے روز ان کی جس طرح عزت افزائی کی جائے گی اس کا دلکش منظر بھی پیش کر دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخر میں کفار کی ایک خصیص حرکت کا تذکرہ کر دیا گیا کہ وہ خود ساری خرابیوں کا مجسمہ ہیں۔ اپنی غلاظتوں کو دیکھ کر انہیں کبھی ندامت نہیں ہوتی۔ ہاں ہم اہل حق کو وہ بڑی حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہیں کنکھیوں سے اشارے کرتے ہیں۔ الله والوں کی تذلیل کے بعد جب گھر لوٹتے ہیں تو بڑے شاداں و فرحاں۔ گویا کوئی بڑا معرکہ سر کر کے آئے ہیں۔ خود بادیۂ ضلالت میں بھٹک رہے ہیں اور گمراہی کا الزام اُن پاک طینت لوگوں پر لگاتے ہیں جن پر انسانیت فخر کرتی ہے اور دینِ حق کو بجا طور پر ناز ہے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۷۷-۴-۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۃ المطففین مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں چھتیس آیات ہیں

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿١﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿٢﴾

بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ۱ جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

۱ اہل لغت کہتے ہیں مُطَفِّف: طفیف سے ماخوذ ہے بمعنی القلیل، اس کا معنی قلیل ہے۔ تطفیف کرنے والے کو اس لیے مطفف کہا جاتا ہے کہ وہ حق دار کو اس کا پورا حق نہیں دیتا بلکہ اس میں کمی کر دیتا ہے۔ زجاج نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے انما قیل للذی ینقص المکیال والمیزان الا الشیء الطفیف الخفیف۔ کیونکہ پیمانہ کو جھکا کر یا ترازو میں ڈنڈی مار کر گاہکوں کے حساب سے تو تھوڑا تھوڑا کر کے چند ٹکے ہی ناحق ہتھیاتا ہے اس لیے اسے مُطَفِّف کہا۔

دورِ جاہلیت میں صرف عقائد ہی کا بگاڑ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ معاملات اور کاروبار میں بھی بددیانتی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ قرآن کریم نے صرف عقیدے کی اصلاح پر ہی زور نہیں دیا بلکہ معاملات میں دیانت و امانت کی بھی تلقین کی ہے۔ اہل مکہ اور مدینہ کا پیشہ ہی تجارت تھا ان کے ہاں اس قسم کی خرابیاں بہت شدت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کاروباری بددیانتی سے باز رکھنے کے لیے جب نصیحت کی گئی اس کے لیے بڑا پر جلال انداز اختیار فرمایا گیا ویل للمطففین الخ یعنی ایسا کرنے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے یہ الفاظ ان کا مقصد ہے کہ عذاب شدید ہے۔ قیل الویل شدة الشر۔ وقیل الحزن والہلاک۔ آخرت میں تو اس کی جو سزا ملے گی وہ ملے گی اس دنیا میں بھی اس کے برے اثرات کاروبار کو ٹھپ کر کے رکھ دیں گے جب لوگوں کو اس کی بددیانتی کا پتہ چلے گا تو کوئی گاہک اس کی دکان کا رخ نہ کرے گا اور یہ ساری دھوکا بازی کی کمائی ان کا سبب بنے گی۔ انجام کار شہرت و نیک نامی بھی اس کا مقدر بن جائے گی۔ صرف وہی تاجر کامیاب ہوتا ہے جس کی دیانت داری پر لوگوں کو پورا اعتماد ہو۔ صرف اُخروی ہی کامیابی نہیں بلکہ تمہاری دنیوی فلاح کا انحصار بھی اسی پر ہے کہ تم خیانت سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ قرآن کریم میں جابجا اس فعل شنیع سے باز آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا جہاں تذکرہ ہے وہاں بتایا گیا ہے کہ انہیں کلام الٰہی اور دیانت داری کی دعوت ملی پر باز نہ آئے تو برباد کر دیا گیا۔

اس قسم کے جرائم کی پوری سزا تو قیامت کو ہی ملے گی لیکن ان کے برے اثرات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور ان کی نوعیت اتنی سنگین ہوتی ہے کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث پاک سماعت فرمائیے:

قال ابن عباس قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خمس بخمس ما نقض قوم العہد الا سلط اللہ علیہم عدوہم ولا حکموا بغیر ما انزل اللہ الا فشا فیہم الفقر وما ظہرت فیہم الفاحشة الا فشا فیہم الطاعون وما طففوا الکیل الا منعوا النبات واخذوا بالسنین ولا منعوا الزکاة الا حبس اللہ عنہم المطر (رواہ الطبرانی بحوالہ مظہری و ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانچ چیزوں پر پانچ سزائیں ملتی ہیں۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن مسلط کر دیتا ہے۔ جو قوم احکام الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو تنگ دست کر دیتا ہے۔ جس قوم میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿٣﴾ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم

اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو ان کو نقصان پہنچاتے ہیں ۔ کیا وہ (اتنا) خیال بھی نہیں کرتے کہ انہیں

مَّبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾

قبروں سے اٹھایا جائے گا ایک بڑے دن کے لیے ۱؎ جس دن لوگ جواب دہی کے لیے کھڑے ہوں گے پروردگار عالم کے سامنے ۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾

ہرگز نہیں بےشک بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہوگا ۲؎ ۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ سجین کیا ہے ۔

كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ

یہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ۳؎ ۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ۔ جو جھٹلاتے ہیں

ہے کہ یہ عام بیماری ہے اس لیے اس کا علاج بھی عام ہونا چاہیے۔ جو قوم اپنے ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہاں زمین کی پیداوار میں برکت ختم ہو جاتی ہے اور قحط سالی چھا جاتی ہے۔ جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی اللہ تعالیٰ ان پر بارش نازل نہیں کرتا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ اس عادت بد میں مبتلا تھے جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو انہوں نے اس عادت کو ترک کر دیا۔ اہل مدینہ اب ناپ تول میں سب سے زیادہ محتاط ہیں۔

۱؎ ان کفار کے دلوں میں روز قیامت کی باز پرس کا کوئی خوف نہیں۔ اگر انہیں ذرا بھی یقین ہوتا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب سب لوگ بارگاہ الٰہی میں حاضر کیے جائیں گے اور ان سے ان کی ہر حرکت کے بارے میں باز پرس ہوگی تو یہ لوگ اس طرح بے خوف ہو کر ایسے جرم کا ارتکاب نہ کرتے۔

۲؎ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قیامت تو عرصہ دراز کے بعد برپا ہوگی۔ اس وقت تک کسے یاد رہے گا کہ کس نے کیا کیا اور وہ بھول چکے ہوں گے۔ ان کے اعمال لکھے جا رہے ہیں وہ کہیں گم نہیں ہو جائیں گے۔ ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ ان کے لیے ایک بہت بڑا دفتر ہے جس کا نام سجین ہے جب یہ مر جائیں گے اور ان کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو ان کے تمام اعمال اس رجسٹر میں محفوظ کر دیے جائیں گے۔ اس لیے ان کے کرتوتوں کے فراموش ہو جانے یا ضائع ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سجین کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے لیکن جب خود قرآن نے اس کی وضاحت کر دی کہ یہ اس کتاب کا نام ہے جس میں ان کے اعمال سیاہ کو محفوظ کر دیا جائے گا تو پھر مزید چھان بین کی ضرورت نہیں۔ اس لیے ان آیات کی تفسیر سے یہ بیان واضح ہے کہ اہل جہنم کے اعمال اور ان کے اعمال نامے ہوں گے۔ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سجین ایک جگہ کا نام ہے جہاں دوزخیوں کی روحیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا

روزِ حساب کو ۔ اور نہیں جھٹلاتا اسے مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا گنہگار ہے ۔ جب

تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ رَانَ

پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں ۔ ہرگز نہیں بلکہ درحقیقت زنگ چڑھ گیا ہے

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے ۔ یقیناً انہیں اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن

جہاں تک اس لیے علامہ آلوسی لکھتے ہیں وفی الکشف لو قیل انہ یکون السجین علما للکتاب من علم الموضع فیما جمعا بین ظاهر الآیۃ و ظاهر الاخبار ۔ الکشف میں ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کا نام بھی سجین ہو اور اس مقام کا نام بھی سجین ہو جہاں یہ کتاب رکھی جاتی ہے تاکہ آیت اور اخبار میں کسی قسم کا تعارض نہ رہے ۔ (روح المعانی)

ے علامہ ابن منظور رَیْن کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں الرَّیْنُ: الصدأ الذی یعلو السیف والمرآۃ والرین کالصدأ یغشی القلب ومثلہ الحسن هو الذنب علی الذنب حتی یسود القلب ۔ (لسان العرب) یعنی لوہے پر جو زنگ لگ جاتا ہے اور آئینہ کو زنگ لگ جاتا ہے ۔ جو غبار دل پر چھا جاتا ہے اس کو بھی رین کہتے ہیں ۔ حسن بصری فرماتے ہیں پے در پے گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے ۔ اس سیاہی کو رین کہتے ہیں ۔ اس کی وضاحت حدیث شریف میں بھی آئی ہے ۔

عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب ونزع واستغفر صقل قلبہ وان عاد زادت حتی تعلو قلبہ فذالک الرین الذی ذکر اللہ تعالیٰ فی القرآن بل ران علی قلوبهم الخ ۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بندہ جب گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ داغ بن جاتا ہے ۔ اگر وہ توبہ کر لے اس گناہ سے باز آجائے اور استغفار کرے تو دل صاف ہو جاتا ہے ۔ اگر بار بار گناہ کرتا ہے تو وہ داغ بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ سارے دل کو گھیر لیتے ہیں ۔ یہی وہ رین ہے جس کا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے ۔

جس طرح نیک اعمال کے نتیجہ میں نورانیت پیدا ہوتی ہے ۔ آئینہ دل شفاف ہو جاتا ہے اسی طرح بد اعمالیوں اور نافرمانیوں کے باعث دل کا آئینہ گرد آلود ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی چمک بالکل ناپید ہو جاتی ہے ۔ ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ ان سرکشوں کا آئینہ دل زنگ آلود ہو گیا ہے ان کی فطرت سلیم مسخ ہو گئی ہے ۔ اسی لیے یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھوٹی کہانیاں اور بے سروپا افسانے خیال کرتے ہیں اور جزا سزا کے دن (قیامت) کا انکار کر رہے ہیں اور اس انکار کی وجہ سے یہ گناہوں کی دلدل میں پھنستے چلے جا رہے ہیں ۔

---

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي

روک دیا جائے گا [۱۱] پھر وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے پھر (ان سے) کہا جائے گا یہی وہ جہنم ہے

كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَ

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ یہ حق ہے نیک لوگوں کا صحیفہ عمل علیین میں ہوگا۔ اور

مَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾

تمہیں کیا معلوم کہ علیون کیا ہے [۱۲] وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (حفاظت کے لیے) دیکھتے ہیں اسے مقربین۔

[۱۱] ان نافرمانوں کو دیدار الٰہی کی نعمت عظمیٰ سے اس دن محروم کر دیا جائے گا۔ ان کے بداعمال ان کے گناہ حجاب بن کر درمیان میں حائل ہو جائیں گے۔ اولیاء اللہ جب اللہ تعالیٰ کے دیدار سے شاد کام ہو رہے ہوں گے تو یہ بدنصیب ان حجابات کے پیچھے سرگرداں رہے ہوں گے اور اللہ کی رحمت کوسوں دور ہوں گے۔

[۱۲] جس دیوان میں ابرار (صالحین) کے اعمال نامے محفوظ کر لیے جاتے ہیں اس کا نام علیین ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ علیین جنت کی زبرجد کی ایک لوح ہے جو عرش کے ساتھ معلق ہوگی اور اس میں صالحین کے اعمال مکتوب ہوں گے۔ اس مقام پر علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے ایک بحث لکھی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ شہداء اور مومنین کی ارواح جنت کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ مومن کی روح اس کے جسم پر اترتی اور قبر میں اس کا تعلق باقی رہتا ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں مروی ہے کہ شب معراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ احادیث میں اس تعارض کا کیا جواب ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ ان متعارض احادیث کی تطبیق اس طرح ہے کہ مومنین کی ارواح کا مستقر (ٹھکانا) تو علیین ہی ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہوتا ہے اور کفار کی ارواح کا ٹھکانا تو سجین ہی ہے۔ ومع ذٰلک لکل روح منھا اتصال بجسدہ فی قبرہ ولا یدرک کنھہ الا اللہ وبھذا الاتصال یسمع سلام الزائرین ویجیب الملکین وغیر ذٰلک۔ یعنی اس کے باوجود ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ اپنی قبر میں ایک تعلق ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اسی تعلق کی وجہ سے میت اپنے زائر کے سلام کو سنتی ہے اور منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دیتی ہے اور اسی طرح دوسرے احوال جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ موصوف اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جبریل کا اصل مقام تو آسمانوں میں ہے لیکن وہاں ہوتے ہوئے بھی وہ بارگاہ رسالت کے اس قدر نزدیک ہو جاتا کہ اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھ دیتا۔

علیین کے اعراب کے بارے میں فراء کا قول ملاحظہ فرمائیے۔ قال الفراء ھو اسم موضوع علی صفۃ الجمع ولا واحد لہ من لفظہ کقولک عشرون وثلاثون۔ یعنی یہ اسم ہے جو جمع کے معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اس کے اپنے لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي

بیشک نیکوکار راحت و آرام میں ہوں گے۔ پلنگوں پر بیٹھے (جنت کا) نظارہ کر رہے ہوں گے ؎ آپ پہچان لیں گے

وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ

ان کے چہروں پر راحتوں کی شگفتگی۔ انہیں پلائی جائے گی سربمہر خالص شراب اس کی مہر

مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن

کستوری کی ہوگی۔ اس کے لیے چاہیے کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے ؎ اس میں تسنیم کی

تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

آمیزش ہوگی ؎ یہ وہ چشمہ ہے جس سے صرف مقربین پئیں گے۔ بیشک جو لوگ جرم کیا کرتے تھے

جیسے مشہور … حالت … اور نصیب … ہوگا۔

؎ ابرار و صالحین کے ساتھ جو لطف و کرم فرمایا جائے گا اس کا بیان ہو رہا ہے۔

رحیق: پاکیزہ اور صاف شراب کو کہتے ہیں۔ مقاتل نے کہا ہے الرحیق: الخمر العتیقة البیضاء الصافیة من الغش النیرة (قرطبی)
عمدہ پرانی شراب جس کا رنگ سفید ہو جو ملاوٹ سے پاک اور چمکدار ہو اسے رحیق کہتے ہیں۔ ختامه مسك۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بوتلوں میں … ہوگی وہ سربمہر ہوں گی اور مہر کستوری کی لگی ہوگی تاکہ کوئی دوسرا ان کو ہاتھ نہ لگا سکے جب … وہاں تشریف لے جائیں گے … کے سامنے کھولے جائیں گے اور خوبصورت نقرئی … میں ڈال کر یہ شراب انہیں پیش کی جائے گی۔ بعض نے کہا ہے کہ ختم کا معنی آخر ہے یعنی اس میں … ملی ہوگی۔ دنیا کی شرابوں کی طرح اس سے بدبو نہیں آئے گی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس شراب کا آخری گھونٹ پئیں گے تو انہیں یوں محسوس ہوگا کہ اس میں مشک گھول دی گئی ہے اور دیر تک مشک کی خوشبو محسوس ہوتی رہے گی۔

؎ تنافس: تسابق۔ … یعنی اگر کسی چیز کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہو تو یہ نعمت اس قابل ہے کہ اس کی طرف تم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ وفی ذلک فلیتبادر المتبادرون (قرطبی)

؎ اس شراب میں تسنیم کے چشمہ کا پانی ملایا جائے گا۔ جنت کی تمام شرابوں سے اعلیٰ درجہ کی شراب ہوگی یہ نہروں میں عام نہ بہتی ہوگی بلکہ … میں … ہوگی جو … سے سرفراز ہوں گی۔ ان میں … کے لیے … چشمے تسنیم کا پانی ملا دیا جائے گا اور اس چشمہ شیریں کا پانی ہر ایک کو پینا نصیب نہیں ہوگا صرف مقربین کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾

وہ اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے سلہ اور جب ان کے قریب سے گزرتے تو آپس میں آنکھیں مارا کرتے

وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا

اور جب اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے واپس آتے ۔ اور جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ

یقیناً یہ لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں سلہ حالانکہ وہ اہل ایمان پر محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے تھے سلہ پس آج

الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٥﴾

مومنین کفار پر ہنس رہے ہیں جبکہ وہ مسندوں پر بیٹھے کفار کی خستہ حالی کو دیکھ رہے ہیں سلہ

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ ع

کیوں؟ پورا بدلہ مل گیا کفار کو اپنے کرتوتوں کا، جو وہ کیا کرتے تھے ۔

مخصوص ہو گا۔

سلہ اب ان مجرموں کی شرارتوں اور خبث باطنی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اہل ایمان کو دیکھ کر ان کا تمسخر اڑاتے اور ایک دوسرے کو آنکھیں مار کر اشارہ بازی کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی دل آزاری کر لیتے اور پھبتیاں کسنے کے بعد یہ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو دل لگیاں کرتے جاتے ہیں۔ گویا کوئی بڑا قلعہ فتح کر کے گھر لوٹ رہے ہیں۔ یتغامزون : یغمز بعضہم بعضا ویشیرون باعینہم (قرطبی)

سلہ مسلمانوں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو راہ راست سے بھٹک گئے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اپنے خاندانی معبودوں سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔

سلہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کمینہ حرکت پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ تمہیں ان لوگوں کی کیا فکر ہے۔ تم ان کے بارے میں کیوں ہر وقت چہ میگوئیاں کرتے رہتے ہو۔ کیا تم ان کے نگران ہو۔ کیا تم پر ان کو راہ راست پر چلانے کی ذمہ داری عائد ہے۔ تم اپنی خبر لو۔ اپنے انجام کا خیال کرو۔ ان درویشوں کو خواہ مخواہ کیوں تنگ کرتے ہو۔ ان کا دل دکھانے سے تمہیں کیا ملے گا۔

سلہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس روز کفار روئیں گے۔ اپنی بربادیوں پر آہ و فغاں کریں گے اور میرے محبوب کے یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

پر ملنے والی ابدی عزت و فلاح پر خوش ہو رہے ہوں گے۔ اپنے زرنگار تختوں پر بیٹھے ہوئے کفار کی تباہ حالیوں کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔ اس وقت سب کو پتہ چل جائے گا کہ مشرکین نے جو کرتوت کیے تھے ان کا کس طرح انہیں پورا پورا بدلہ مل رہا ہے۔

○

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله و اصحابه اجمعين۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم۔

○

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سُورۃ اِنشقاق

نام : اس سورت کا نام "الانشقاق" ہے جو "انشقت" کا مصدر ہے۔ اس میں ایک رکوع، ۲۵ آیتیں، ایک سو سات کلمات، چار سو تیس حروف ہیں۔

نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : ابتدائی آیات میں اُن ہولناک حادثات کا تذکرہ ہے جو وقوعِ قیامت کے وقت رونما ہوں گے۔ انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ اُسے بالآخر ہر حالت میں اپنے رب کے حضور میں پیش کیا جائے گا۔ اس روز تمام اولادِ آدم دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہوگی۔ ایک گروہ وہ ہوگا جن کو ازراہِ بشارت ان کا صحیفۂ عمل اُن کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ اس وقت اُن کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔ دوسرا وہ گروہ ہوگا جن کو ان کا نامۂ عمل پس پشت دیا جائے گا۔ اُن کی خستہ حالی اور رنج و اندوہ کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اس لیے ہر شخص کو آج یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کس گروہ کے ساتھ اپنا حشر چاہتا ہے۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے اُسے بار بار غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ جو فیصلہ سوچ سمجھ کر اپنے اختیار سے اپنے بارے میں تم کرو گے روزِ حشر اسی کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کیا جائے گا۔

آخر میں کئی قسمیں کھانے کے بعد انہیں بتایا جا رہا ہے کہ انہیں ان مرحلوں سے یکے بعد دیگرے ضرور گزرنا ہوگا۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو یہ جاننے کے بعد ایمان نہیں لا رہے۔ اور جب قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ سرِ نیاز خدا کی بارگاہِ جلال میں جھکا نہیں دیتے۔ اُن کا انجام بڑا دردناک ہوگا۔ روزِ حشر فقط اہلِ ایمان ہی ایسے اجر سے نوازے جائیں گے جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۷ - ۴ - ۷۷

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هِیَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَةً

سورۃ الانشقاق مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس کی پچیس آیات ہیں۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ

یاد کرو جب آسمان پھٹ جائے گا[1] اور کان لگا کر سنے گا اپنے رب کا فرمان[2] اور اسے یہی زیبا ہے[3] اور جب زمین

مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾

پھیلا دی جائے گی[4] اور باہر پھینک دے گی جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی[5] اور کان لگا کر سنے گی اپنے رب کا فرمان اور اسے یہی زیبا ہے

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ

اے انسان! تو مشقت سے کوشش کرتا رہتا ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے تک، پھر تو اس سے ملاقات کرنے والا ہے[6] پس جس کو

[1] قیامت کے برپا ہونے کی ابتدا کس طرح ہوگی، یہاں بتایا جا رہا ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا۔ آسمان پھٹنے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ کمزور ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اس لیے اس میں جگہ جگہ شگاف پڑ جائیں گے۔ جنہیں بھر سکنا کسی کا کام نہیں۔ رب کا حکم ملتے ہی وہ پھٹ جائے گا اور ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ آسمان کا یہی فرض ہے کہ اپنے خالق کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

[2] اذنت کا معنی ہے کان لگا کر سننا اور یہ بات کان لگا کر سننے والے اس کے مطابق عمل کیا جاتا ہے اس لیے اذنت کا معنی اطاعت کیا گیا ہے۔ یعنی وہ اپنے رب کے حکم کو سن کر بجا لائے گا اور تعمیل فرمان کرے گا۔

[3] یعنی یہ اس کا فرض ہے کہ وہ اطاعت کرے۔ تعمیل ارشاد کر کے کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اس کی حیثیت اور حقیقت یہی ہے کہ ہر مخلوق کی طرح اس کا بھی فرض ہے کہ وہ ہمہ وقت اپنے خالق کے حکم کے سامنے سر افگندہ رہے۔

[4] جس طرح اطاعت و انقیاد کا مظاہرہ آسمان کرے گا اسی طرح زمین بھی حکم الٰہی بجا لائے گی۔ جب اسے حکم ملے گا کہ پھیلا دیا جائے تو کوئی نشیب و فراز باقی نہ رہے گا۔ تمام ٹیلے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔ سمندروں کی گہرائیاں بھر جائیں گی۔ اور یہ ساری زمین ایک ہموار میدان بن جائے گی جہاں سب جن و انس اکٹھے حاضر کیے جائیں گے۔

[5] اس کے شکم میں جتنے لوگ اس وقت تک مدفون ہوں گے اور جو خزانے اپنی تہوں میں اس نے سمیٹ رکھے ہوں گے، حکم الٰہی ملتے ہی زمین ان سب کو اگل دے گی۔

[6] الکدح ھو الکد والسعی والمشقۃ۔ قال ابو اسحاق الکدح فی اللغۃ السعی والدءوب فی العمل فی باب الدنیا والآخرۃ (لسان العرب)۔ کسی چیز کے حصول کے لیے پیہم محنت و مشقت کرنا کدح کہلاتا ہے۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ لغت عرب میں اس کا مفہوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ

دیا گیا اس کا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں تو اس سے حساب آسان حساب لیا جائے گا اور وہ واپس لوٹے گا

اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ

اپنے گھر والوں کی طرف شاداں و فرحاں۔ اور جس (بد نصیب) کو اس کا نامہ عمل پس پشت دیا گیا تو وہ چلائے گا

یہ ہے کہ انسان دنیا و آخرت کے سلسلہ میں کسی کام اپنی کوشش میں مصروف ہے جب تک زندہ ہے ان کی خواہشیں ہیں اس کی یہ کوشش لگاتار جاری رہے گی
سب سے کے عبور کر کے کدح کہتے ہیں۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تو خواہ طالب دنیا ہو یا طالب عقبیٰ، دونوں صورتوں میں تو بڑی جانفشانی سے اپنے کاموں کی انجام دہی کی کوشش کر رہا ہے۔ ہر قدم کی صعوبت کو برداشت کرتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ تیرے رب سے تیری ملاقات کا وقت یعنی تیری موت کا وقت آ جائے۔ اس وقت تیری یہ دوڑ دھوپ ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اپنے اعمال شاقہ کا پھل کھانے کا وقت آ جاتا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں ای انك جاهد مجد فی عملك من خیر و شر طول حیاتك الی لقاء ربك اعمالنا الموت فما تلقی له عقیب ذلك۔ (روح المعانی) یعنی تو اپنے ہر طرح کے اعمال کی انجام دہی میں محنت و مشقت سے کام لیتا جا رہا ہے یہاں تک کہ اپنے رب سے تیری ملاقات کا یعنی تیری موت کا وقت آ پہنچتا ہے۔

ہر شخص روز قیامت بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا۔ جس نے اپنی زندگی اس کی یاد اور اس کی عبادت میں گزاری ہوگی وہ جب پیش ہوں گے تو ان کا نامہ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا اور ان سے بڑا آسان حساب لیا جائے گا زیادہ چھان بین نہیں کی جائے گی۔ ان کے اعمال حسنہ کے باعث ان کے اعمال سیئہ سے صرف نظر کر لیا جائے گا اور یہ لوگ جلدی فارغ ہو کر شاداں و فرحاں اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچیں گے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیس احد یحاسب الا هلك۔ جس سے حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر قربان جاؤں کیا یہ اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا فاما من اوتی کتابه بیمینه۔ قال ذلك العرض یعرضون ومن نوقش الحساب هلك۔ یعنی یہ تو سرسری پیشی ہوگی لیکن جس کے ساتھ حساب کے وقت سوال و جواب شروع ہو گیا وہ تو مارا گیا۔

اللہ تعالیٰ شفیع المذنبین کے طفیل ہمارا نامہ عمل ہمارے دائیں ہاتھ میں دے اور ہم سے آسان حساب لے۔ آمین ثم آمین!

لوگ کہتے ہیں کہ وہ دائیں ہاتھ میں اپنا اعمال نامہ لینے سے شرمائیں گے اور اپنا ہاتھ پیچھے کر لیں گے لیکن فرشتے کب چھوڑنے والے ہیں۔ وہ ان کے بائیں ہاتھوں میں ان کی سیاہ کاریوں کے دفتر پکڑا دیں گے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کے دونوں ہاتھ ان کی پیٹھ کے پیچھے باندھ دیے جائیں گے اس لیے اس حالت میں ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دے دیے جائیں گے۔

---

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَدْعُوا ثُبُورًا ﴿١١﴾ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿١٢﴾ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿١٣﴾

ہائے موت! ہائے موت! اور داخل ہوگا بھڑکتی آگ میں۔ بے شک وہ دنیا میں اپنے اہل و عیال میں بڑا خوش و خرم رہا کرتا تھا۔

إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ﴿١٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ﴿١٥﴾ ع ۱۷

وہ خیال کرتا تھا کہ وہ (اللہ کے حضور) لوٹ کر نہیں جائے گا۔ کیوں نہیں، اس کا رب اسے خوب دیکھ رہا تھا۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾

پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ اور رات کی اور جن کو وہ سمیٹ لیتی ہے۔ اور چاند کی جب وہ ماہ کامل بن جائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ

تمہیں (بتدریج) ایک زینہ سے دوسرے زینہ پر چڑھنا ہے۔ سلہ پس انہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔ سلہ اور جب ان کے سامنے

شہ اس وقت اب کیا ہوگا۔ اور واویلا اور شیون بپا کرے گا۔ شور مچائے گا ہائے موت! ہائے موت! کہ کہیں موت ہی آجائے۔ ثبور کا لغوی معنی ہلاکت ہے۔ یا ثبوراہ تعال فہذا اوانک۔ والثبور الہلاک۔ وہ جامع لانواع المکارہ۔ (روح المعانی) ثبور کا معنی ہلاکت ہے۔ مجرم کی کوشش اور اپنی پسندیدہ چیزوں پر حسرت کا اطلاق ہوتا ہے یہاں اس سے مراد موت ہے کیونکہ یہ سب سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

سلہ اس کی یہ حالت کیوں ہوگی۔ وجہ بتائی جا رہی ہے کہ وہ دنیا میں بڑا مگن رہتا۔ خود بھی عیش کرتا اور اپنے اہل و عیال کو بھی عیش کراتا رہا۔ کبھی اس کو بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ اسے ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنی غلط کاریوں اور بداعمالیوں کا جواب دینا ہے۔ اس کی خود فراموشی کا یہی سبب تھا۔ حالانکہ اسے دیکھ رہے ہیں۔

سلہ تین چیزوں کی قسم کھانے کے بعد فرمایا کہ تم منزل بمنزل آگے بڑھتے چلے جاؤ گے۔ رحم مادر سے تم دنیا میں آئے۔ بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا، صحت سے بیماری، قوت سے ضعف، خوشحالی سے بدحالی۔ ان مرحلوں کو طے کرتے ہوئے تم موت کی منزل تک پہنچ گئے۔ پھر قیامت کا دن اس کے بعد کے مرحلے، نہ معلوم کیسی کیسی حالتوں سے گزرتے ہوئے تم اپنے انجام اور آخری ٹھکانے پر پہنچو گے۔

سلہ ان تغیرات کا تم اپنی ذات میں اور اپنے اردگرد ہر روز مشاہدہ کرتے ہو، پھر بھی قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔ وقوع قیامت پر جو شکوک ہیں ان کا اسلام نے جو جوابات دیئے ہیں ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۩ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿۲۲﴾

قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ۲۱ بلکہ یہ کفار اسے جھٹلاتے ہیں ۲۲

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۴﴾ إِلَّا الَّذِينَ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپا رہے ہیں ۲۳ پس آپ انہیں خوشخبری سنا دیں دردناک عذاب کی ۲۴ البتہ جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۲۵﴾

ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہوگا ۲۵

۲۱۔ اور تعجب ہے کہ قرآن کریم کی آیتیں جن کی تاثیر سے پتھر بھی پگھل جاتے ہیں اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، جب ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں، لیکن یہ لوگ اللہ کی بات قبول نہیں کرتے، آخرت کی تکذیب کرتے ہیں اور رب کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوتے۔

۲۲۔ متاثر ہونا یا سجدہ میں سر جھکانا تو بڑی بات ہے، یہ ظالم الٹا قرآن کو جھٹلانا شروع کر دیتے ہیں، یہ بات بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ ان کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ والعیاذ باللہ

۲۳۔ یُوعُون، یجمعون فی الصدور من التکذیب والعداوۃ، قال مجاہد: ما یکتمون فی صدورہم، یعنی جو کفر و عداوت ان کے سینوں میں چھپا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے، اور وہی ان کو ان کے کیے کا بدلہ دے گا۔

۲۴۔ یہ بطور تہکم و استہزاء ہے کہ انہیں آپ دردناک عذاب کی بشارت دیں۔

۲۵۔ ان کا انجام برا ہوگا، لیکن جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے اور ایمان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نیک اعمال کرتے رہے انہیں اجر ملے گا، اجر بھی ایسا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا، ابدالآباد تک ان پر نوازشات و انعامات کا سلسلہ جاری رہے گا، اپنے رب کریم کے لطف و کرم سے ہمیشہ بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے۔

○

اللّٰہم لک الحمد ولک الشکر ومنک التوفیق اللّٰہم ربنا تقبل منا ما نکتب و نقول انک سمیع الدعاء رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبنا وشفیعنا وطبیب قلوبنا وشفاء لارواحنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ البُرُوج

نام : اس سورت کا نام "البروج" ہے جو اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس میں ایک رکوع، بائیس آیتیں، ایک سو نو کلمات اور چار سو پینسٹھ حروف ہیں۔

نزول : یہ سورت مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب اہل ایمان پر کفار کا ظلم و تشدد پورے شباب پر تھا۔ انہوں نے خون، کنبہ اور برادری کے تمام تعلقات کو نظرانداز کر دیا تھا اور ان کے بس میں جتنی قوت تھی اسے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں صرف کر رہے تھے۔

مضامین : اصحاب الاخدود کون تھے؟ جن اہل ایمان کو انہوں نے انگاروں سے بھری ہوئی خندقوں میں پھینکا تھا، وہ کس علاقہ کے باشندے تھے؟ اور یہ کس زمانہ کا واقعہ ہے؟ یہ تفاصیل آپ کو اس سورت کی تشریح کے ضمن میں ملیں گی۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ کفر اور باطل نعمتِ ہدایت سے محروم ہونے کے باعث جوہرِ انسانیت سے بھی عاری ہو جاتا ہے۔ رحمت و شفقت کا کوئی جذبہ اس کے دل میں باقی نہیں رہتا۔ کمزور اور بے بس حق پرستوں پر کفار بپھرے ہوئے وحشی درندوں کی طرح جھپٹتے ہیں۔ زندہ انسانوں کو بھڑکتے ہوئے شعلوں میں دھکے دے کر گرانا اور ان کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے رقص کرنا ان کا معمول ہوا کرتا ہے لیکن جور و تشدد کی انسانیت سوز قربانیوں میں اہل حق کی استقامت اور ثابت قدمی بھی اپنے اندر جو حسن اور دلفریبی رکھتی ہے اس کی بھی نظیر نہیں ملتی۔ وہ مظالم کی چکی میں پس رہے ہوتے ہیں، وہ تنوروں کے شعلوں میں کئے جا رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے کوئی آنسو نہیں ٹپکتا، درد و آہ کرتے ہیں نہ فریاد۔ اپنے مولائے کریم کی خوشنودی کے حصول کو وہ اپنی مسرتوں اور سعادتوں کی معراج یقین کرتے ہیں۔

اس واقعہ کو بیان کرنے سے مدعا یہ ہے کہ مسلمان بھی ظلم و ستم کے اس دور میں عالی ہمتی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں۔ وہ یقین رکھیں کہ کفر کا طلسم بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔ طاغوتی قوتیں سرنگوں ہو جائیں گی۔ مخالفت کے طوفان تھم جائیں گے۔ اسلام کو فتح مبین حاصل ہوگی۔ ابوجہل اور ابولہب سے پہلے بھی کئی فرعون اور نمرود گزرے ہیں لیکن وہ اپنی موت آپ مر گئے اور حق کا پرچم لہراتا رہا اور قیامت تک لہراتا رہے گا۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۲۰-۳-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اِثْنَتَا وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ البروج مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں بائیس آیات ہیں

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③

قسم ہے آسمان کی جو برجوں والا ہے [1]۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے [2]۔ اور حاضر ہونے والے کی اور جس کے پاس حاضر ہوں گے [3]۔

[1] اس سورت کا آغاز قسموں سے کیا گیا ہے اور قسم یہ بات پکی کرنے کے لیے کھائی جا رہی ہے کہ قتل ہوئے اصحاب الاخدود یعنی جن لوگوں نے اہل حق کو محض اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تھے آگ کے شعلوں میں پھینک دیا تھا وہ اپنے آپ کو کامیاب سمجھتے تھے۔ ہر طرف باطل کا غلبہ ہو ہر طرف کفر اور شرک کا اندھیرا چھا جائے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کامیاب ہو گئے، ان کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔ ان کی عظمت خاک میں مل گئی ان کے محلات کھنڈرات بن گئے ان کے تخت و تاج ٹوٹ پھوٹ گئے۔ حق کا بول بالا ہے صداقت کا آفتاب اسی طرح ضوفشاں ہے۔ حق کی شمع پر جو پروانے جل گئے وہ انسانیت کا سرمایہ بن گئے۔ ان کی قربانیوں کی گونج سے باطل آج بھی لرزہ براندام ہے۔ انہی کے نقش قدم سے زندگی کی شاہراہیں روشن ہیں۔ جب تک اس دنیا میں کوئی بھی باقی ہے کوئی بھی انسانی دل ان کی یاد سے خالی نہیں ہوگا۔

وہ بارہ برج جن میں آسمان کو تقسیم کیا گیا ہے ان کی تعریف علمائے ہیئت نے بیان کی ہے۔ ہر برج کی مخصوص شکل ہے اور ان کے نام بھی مقرر ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے ضیاء القرآن سورۃ الحجر آیت ۱۶ کے حواشی۔ ان کی حقیقت کچھ بھی ہو، اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ علماء ہیئت کی تحقیق کیا ہے۔ لیکن خلاف عقل اور کتاب و سنت سے متصادم بات نہیں ہونی چاہیے۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ فرمائیں ضیاء القرآن سورۃ الانبیاء آیت ۳۳۔

جدید سائنسی تحقیقات نے قرآن کریم کے اس بیان کی تصدیق کی ہے کہ آسمان میں ستاروں کے بڑے بڑے جھرمٹ ہیں۔ مراد برجوں سے بعض کے نزدیک ستارے ہیں۔ وقیل المراد بالبروج: عظام الکواکب، سمیت بروجا لظهورها، وقیل الكثرة وجاهد وقتادة رضی اللہ عنہم۔

[2] اس سے مراد روز قیامت ہے جس کے آنے کا بار بار وعدہ کیا گیا ہے۔

[3] شاہد اور مشہود کے بارے میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔ شاہد سے مراد یوم جمعہ ہے۔ مشہود سے یوم عرفہ۔ شاہد سے مراد حضور نبی کریم ہیں اور مشہود سے مراد قیامت کا دن۔ شاہد سے مراد انبیائے کرام اور مشہود سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ شاہد سے مراد اللہ تعالیٰ، فرشتے، کراماً کاتبین، انبیائے کرام، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ اہل ایمان اور مشہود سے مراد توحید اور دین اسلام کی تمام صداقتیں ہیں کہ ان سب کی گواہی دی جاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا

مارے گئے کھائی کھودنے والے ۔ یعنی اس آگ والے جس میں بہت ایندھن تھا ۔ جب وہ اس (کے کنارہ) پر

ﮦ یہ جواب قسم ہے۔ الاخدود: الشق العظیم المستطیل فی الارض کالخندق۔ (قرطبی) یعنی وہ بڑا اور مستطیل گڑھا جو زمین میں خندق کی طرح کھودا جاتا ہے۔ اصحاب الاخدود کون لوگ تھے؟ ان کے بارے میں متعدد روایات مذکور ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سے پہلے مذہبی معاملات میں رواداری نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ عقائد کے اختلاف کی بنیاد پر خون کے دریا بہا دیئے جاتے تھے۔ آبادیوں کی آبادیاں ان کے مخالفین سے بے دریغ قتل کر دی جاتی تھیں۔ خصوصاً یہودیت و عیسائیت کی کشمکش اس قسم کی خونریزیوں سے بھری پڑی ہے۔ اس لیے ہر جگہ اس قسم کے واقعات رونما ہوتے رہتے تھے۔ ان آیات میں کس خصوص واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟ اس سلسلہ میں زیادہ قابل وثوق وہ روایت ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ اس کا ترجمہ حضرت مولانا [illegible] کی تفسیر [illegible] سے پیش کیا جاتا ہے:

"مروی ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ جب اس کا جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میرے پاس ایک لڑکا بھیج دیجیے جس کو میں جادو سکھاؤں۔ بادشاہ نے ایک لڑکا مقرر کر دیا۔ وہ جادو سیکھنے لگا۔ راہ میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس کے پاس بیٹھا اور اس کا کلام اس کے دل کو اچھا لگا۔ اب آتے جاتے اس نے راہب کی صحبت اختیار کر لی۔ ایک دن راستہ میں ایک مہیب جانور ملا۔ لڑکے نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی کہ اے رب اگر راہب تجھے پیارا ہے تو میرے پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے۔ وہ جانور اس کے پتھر سے مر گیا۔ اس کے بعد لڑکا مستجاب الدعوات ہو گیا اور اس کی دعا سے اندھے، کوڑھی اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کا ایک مصاحب اندھا ہو گیا تھا، لڑکے نے دعا کی، وہ اچھا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔ جب بادشاہ کے دربار میں پہنچا، اس نے کہا تجھے کس نے اچھا کیا؟ کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا میرے سوا اور بھی کوئی رب ہے؟ پھر اس پر سختیاں شروع کیں، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتا دیا۔ لڑکے پر سختیاں کیں، اس نے راہب کا پتہ بتایا۔ جب سختیوں کے باوجود اس نے اپنا دین ترک نہ کیا، اس کے سر پر آرا رکھ کر چیر ڈالا۔ پھر مصاحب کو بھی چیر ڈالا۔ پھر لڑکے کو حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا جائے۔ سپاہی اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ اس نے دعا کی، پہاڑ میں زلزلہ آیا، سب گر کر ہلاک ہو گئے۔ لڑکا صحیح سلامت چلا آیا۔ بادشاہ نے کہا سپاہی کیا ہوئے؟ کہا سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ پھر بادشاہ نے لڑکے کو سمندر میں غرق کرنے کے لیے بھیجا۔ لڑکے نے دعا کی، کشتی ڈوب گئی۔ تمام شاہی آدمی ڈوب گئے۔ لڑکا صحیح سلامت بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے کہا وہ آدمی کیا ہوئے؟ کہا سب کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ اور تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک وہ کام نہ کرے جو میں بتاؤں۔ کہا وہ کیا؟ لڑکے نے کہا ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر اور مجھے کھجور کے تنے پر سولی دے۔ پھر میرے ترکش سے تیر نکال کر بسم اللہ رب الغلام (اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے) کہہ کر مار، اس طرح سے تو مجھے قتل کر سکے گا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور وہ انتقال کر گیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگ ایمان لے آئے۔ اس سے بادشاہ کو اور زیادہ صدمہ ہوا اور اس نے ایک خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلائی اور حکم دیا کہ جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے اس آگ میں ڈال دو۔ لوگ ڈالے گئے، یہاں تک کہ ایک عورت آئی، اس کی گود میں بچہ تھا، وہ ذرا جھجکی، بچے نے کہا اے اماں! صبر کر، تو حق پر ہے۔ وہ بچہ اور ماں بھی آگ میں ڈال دیئے گئے۔" یہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔ اس سے اولیاء کی کرامت ثابت ہوتی ہے۔ آیت میں اسی واقعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُعُودٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا

بیٹھے تھے۔ اور وہ جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ سلوک کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے ــــه اور نہیں

نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ

ناپسند کیا تھا انہوں نے مسلمانوں سے بجز اس کے کہ وہ ایمان لائے تھے اللہ پر جو سب پر غالب سب خوبیوں سراہا ہے ــــه جس کے

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹

قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے ــــه اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ

بے شک جن لوگوں نے ایذا دی مومن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے

کا ذکر ہے۔ (خزائن العرفان)

ــــه اُخدود سے بدل ہے۔ النار ذات الوقود میں جو بیان فرمایا گیا ہے یعنی آگ جل رہی تھی اور اس میں لکڑیاں بہ وافر مقدار ڈالی جا رہی تھیں۔

ــــه ان کی سنگدلی کا یہ عالم تھا کہ ان کے بھائی بند ان کے ہم قوم ان کے ہم وطن جل جل کر آگ میں راکھ ہو رہے تھے اور یہ پاس بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔

ــــه کس جرم میں ان کو یہ سزا دی جا رہی تھی کون سا قصور ان سے سرزد ہوا تھا جس کا انتقام ان سے لیا جا رہا تھا۔ ان کی کون سی ایسی حرکت تھی جو انہیں ان کی نگاہ اور ناپسند تھی اور وہ اس سے برافروختہ ہو کر یہ ظلم کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ بتایا جا رہا ہے کہ ان پاکبازوں کا اس کے سوا کوئی جرم نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آئے تھے۔ اس کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ بے جان پتھروں یا اپنے جیسے فرعون صفت حکمرانوں کو خدا ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک سمجھتے تھے جو سب پر غالب، زبردست اور تمام صفات کمال سے موصوف ہے۔

ــــه جس کی حکمرانی کا سکہ آسمانوں اور زمین میں چل رہا ہے۔ کائنات ارضی و سماوی میں کوئی پتہ کوئی ذرہ اس کے حکم کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا۔ بلندیوں اور پستیوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے ۹ جو لوگ ایمان لے آئے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ

نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہی

الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَ

بڑی کامیابی ہے۔ بے شک آپ کے رب کی گرفت بہت سخت ہے ۱۰ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی

يُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ

دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہی بہت بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے ۱۱ عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا۔ کرتا ہے

لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾

جو کچھ چاہتا ہے ۱۳ کیا پہنچی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر یعنی فرعون اور ثمود کے لشکروں کی ۱۴

۹ جو ظالم اپنی طاقت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اذیت پہنچاتے ہیں اور پھر بھی ان غیر انسانی حرکتوں سے تائب نہیں ہوتے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی یہ خود سری گوارا کر لی جائے گی۔ قدرت کا قانون مکافات ان کے معاملہ میں بے اثر ہو کر رہ جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ انہیں دوزخ کی سزا ملے گی اور جلائے جانے کا عذاب۔ جس طرح انہوں نے اہل ایمان کے لیے تجویز کیا تھا بعینہٖ اسی قسم کے عذاب میں انہیں مبتلا کیا جائے گا۔ البتہ دونوں آگوں کی نوعیت میں بعد المشرقین ہوگا۔

۱۰ یعنی کل کے ستمگر آپ کے رب کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ اس کا ہر کام بڑی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ تکبر سے شرابور اور متمرد ظالموں کی طرح غصہ کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ ہر کام کے لیے اس نے ایک معین وقت مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر یوں گرفت کرتا ہے کہ ظالموں کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا، کوئی بچا نہیں سکتا، سارے کروفر دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

۱۱ حضور نبی کریم کی پریشانی یہ بیان کی جا رہی ہے کہ جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا انہیں دوبارہ زندہ بھی کرے گا۔ اس کی مغفرت کا دامن بڑا وسیع ہے۔ اس کو اپنے فرمانبردار بندوں سے بڑی محبت ہے اور بے اندازہ پیار ہے۔ اس کی غیرت انہیں ایذا پہنچانے والوں کو زیادہ دیر مہلت نہیں دیتی۔

۱۲ عرش کا مالک وہ ہے۔ ساری بزرگیاں، ساری عظمتیں، ساری شانیں اسی کے لیے مخصوص ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، سب اس

www.KitaboSunnat.com

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾

بلکہ یہ کفار جھٹلانے ہی میں مصروف ہیں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾

بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے ۲۱ ایسی لوح میں لکھا ہے جو محفوظ ہے ۲۲

کہ جو چیز اور ارادہ ہوتا ہے وہ پورا کر دیتا ہے۔

۱۹ اے میرے حبیب! سرکشی اور بغاوت کا علم بلند کرنے والے صرف یہی لوگ نہیں۔ ان سے پہلے بھی فرعون و ثمود اور ان کے جرار لشکر اپنی جاہ و جلال دکھا چکے ہیں۔ خدا کی مخلوق پر جور و ستم کی انتہا کر چکے ہیں، خدا کی زمین کو بے گناہوں کے خون سے رنگین بنا چکے ہیں۔ لیکن وہ سب تباہ ہو گئے۔ سب کا نام و نشان مٹ گیا۔ وہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ان سے طاقتور اور کوئی نہیں ان کا گھیراؤ نہیں کیا جا سکتا لیکن وہ نادان عالم اسباب کی طاقتوں کو جھٹلاتے ہوئے تھے۔

۲۱ یہ قرآن حقانی ہے۔ اس کو معمولی سمجھ کر اس میں ترمیم و تبدیل کرو اور اس کو زبان بنا دو۔ شاید وہ بات پر چلنے کو تو ترجیح دو ان کے سامنے باتیں ہیں، یہ پریشان کرنے والی چیزیں ہیں بکنے جانے کا کوئی اندیشہ ہے کہ یہ بڑی عظمت و جلال اور اونچی شان والی کتاب ہے۔ اس کے سامنے منسوبات حق ہیں بلکہ یہ ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔

۲۲ یہ ایسی لوح میں مکتوب ہے جو ہر قسم کی رد و بدل اور دخل اندازی سے قطعاً محفوظ ہے۔

○

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه ومن تبعه

واحبه وتمسك بحبله اجمعين الى يوم الدين.

رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضاه واصلح لي في

ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين.

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سُوۡرَۃُ الطَّارِق

نام: اس سورۂ پاک کا نام "الطارق" ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس میں ایک رکوع، سترہ آیتیں، اکسٹھ کلمے، دو سو انتالیس حروف ہیں۔

نزول: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورت میں بھی وقوعِ قیامت پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں لیکن ان کے بیان سے پہلے قسمیں اٹھا کر یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے آوارہ نہیں چھوڑ دیا گیا کہ اس کے دل میں جو آئے کرتا رہے اور اسے کسی باز پرس کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ یہ حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو گوناگوں صلاحیتوں سے مالا مال کر کے پیدا کیا ہے اور یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ ان بخشی ہوئی نعمتوں کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ اس کے محافظ بھی مقرر کر دیے ہیں۔

قیامت کے منکرین کو بتایا جا رہا ہے کہ میری قدرت کا انکار کرنے سے پہلے ذرا اپنی پیدائش پر غور و فکر کرو۔ تمہارا مادۂ تخلیق پانی کی ایک بوند ہے۔ تمہاری چشمِ نرگسیں، چاند کی مانند چمکتا ہوا تمہارا چہرہ، تمہاری خوبصورت پیشانی، موتیوں کی طرح دمکتے ہوئے دانت، یہ قامتِ زیبا سب اسی ایک بوند سے نمودار ہوئی ہے۔ پھر جسمانی قوتیں، ذہنی اور روحانی استعداد بھی اسی میں بڑی خوش اسلوبی سے مخفی ہوتی تھیں۔ جس کی قدرت کا یہ حیرت انگیز شاہکار تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے کیا وہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔ کیا اس میں کسی شک کی گنجائش ہے؟ یاد رکھو اگر تم راہِ راست اختیار نہیں کرو گے تو اس دن تمہیں کوئی ایسا دوست اور مددگار نہیں ملے گا جو خداوندِ قہار کے عذاب سے تمہیں چھڑا سکے۔

سورت کے اختتام سے پہلے صاف طور پر بتا دیا کہ اہلِ مکہ اسلام کو ناکام کرنے کے لیے سازشوں میں مصروف ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بھی بے خبر نہیں۔ وہ ان کی کارستانیوں کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنی قدرت سے ان کے تمام منصوبوں کو ناکام بنا کر رکھ دے گا۔ یہ کروفر، یہ شان و شوکت جو انہیں بدمست کیے ہوئے ہے چند روزہ ہے۔ غور و تدبر کے لیے جو مہلت انہیں دی گئی ہے وہ جب اختتام پذیر ہو گی تو پھر غضبِ الٰہی کی بجلی کوندے گی اور انہیں خاکِ سیاہ بنا کر رکھ دے گی۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۷-۴-۷۷

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الطارق مکی ہے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس میں سترہ آیات ہیں۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ اور آپ کو کیا معلوم رات کو آنے والا کیا ہے۔ ایک ستارہ نہایت تاباں۔ ۱

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی محافظ نہ ہو۔ ۲ سو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ۳

۱۔ طارق، طرق سے مشتق ہے۔ اس کا لغوی معنی کوٹنا، کھٹکھٹانا ہے۔ رات کے وقت آنے والے مہمان کو طارق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سوتے ہوئے میزبان کو جگانے کے لیے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ ستارے کو بھی طارق کہتے ہیں کیونکہ وہ صرف رات کے وقت نمودار ہوتا ہے۔ یہاں الطارق سے مراد ستارہ ہے کیونکہ اگلی آیت میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ الثاقب، ثقب سوراخ کرنے کو کہتے ہیں۔ اندھیرے میں روشنی کی کرن ایسے دکھائی دیتی ہے گویا اس نے اندھیرے کی دیوار میں سوراخ کر دیا ہے۔ اس لیے ستارہ جو نہایت چمکدار ہو اور جس کی تیز روشنی تاریکی کو چیرتی ہوئی دور سے نظر آئے اسے النجم الثاقب کہتے ہیں۔ اس سے مراد کوئی خصوص ستارہ نہیں بلکہ جنس ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ صبح کے وقت نمودار ہونے والے ستارے کو الطارق کہتے ہیں کیونکہ وہ صبح کا پیغامبر بن کر طلوع ہوتا ہے اس لیے اس کی بڑی شان ہوتی ہے۔ ہند ابو سفیان کی بیوی احد کی جنگ میں یہ رجز پڑھا کرتی تھی

نحن بنات طارق ۔ نمشی علی النمارق

اس میں طارق سے مراد ستارہ صبح ہے۔ وہ کہتی ہے ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں، نرم و گداز قالینوں پر چلتی ہیں۔

۲۔ آسمان اور چمکدار ستارے کی قسم کھانے کے بعد جواب قسم ذکر کیا جا رہا ہے۔ فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو۔ ہم نے انسان کو پیدا کر کے اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا۔ ایسا نہیں بلکہ ہم نے ہر ایک کی نگہداشت کا پورا انتظام کر دیا ہے تاکہ وہ اپنی منزل موت تک پہنچنے سے پہلے کہیں راستہ میں نہ رہ جائے۔ ناگہانی حادثات اسے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کی حفاظت کے لیے ایک سو ساٹھ فرشتے مقرر ہیں جو ایسے حادثات و مصائب سے اس کی پاسبانی کرتے ہیں جو اس کی تقدیر میں نہیں۔ ۔ ۔ اگر انسان کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو شیاطین اور موذی انسان اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دیں۔

غیر مرئی حادثات اور ان گنت آفات کے جو جھکڑ چلتے رہتے ہیں ان میں سے انسان کا بچ نکلنا معجزے سے کم نہیں۔ ہر انسان نے اپنی زندگی میں بارہا یہ تجربہ کیا ہو گا کہ کوئی غیبی طاقت اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ درندہ سانپ بچھو اس کے پاؤں کو چھو کر نکل گیا ہے مگر اسے ڈس نہ سکا۔ کبھی بلندی سے گرا ہے مگر کوئی ہڈی پسلی نہ ٹوٹی۔ ہم سے ہر ایک کو یہ تجربہ ہوا ہے اس سے اس کا بچ جانا عقل مند کے لیے طلب کا

www.KitaboSunnat.com

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝

اسے پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے جو (مرد و زن کی) پشت اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے

بیان کیا گیا ہے کہ انسان آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا۔ بلکہ جب تک اس کا ایک لمحہ بھی باقی ہے اس کے تمام اعمال کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن سورۂ رعد آیت ۱۱۔

لما کا میم اگر مشدد ہو تو یہ الا کے معنی میں ہو گا اور ان نافیہ ہو گا اور میم مخفف ہو تو ان اصل میں ان تھا اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہو گا اور ما زائدہ ہو گی (مظہری۔ قرطبی)

۲ جب انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منظر بچشم ہوش دیکھ لیتا ہے تو وقوع قیامت کا اسے یقین ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر انسان اپنی آفرینش کی ابتدا میں غور کرے۔

۳ صلب کہتے ہیں ریڑھ کی ہڈی کو۔ ترائب: تریبۃ کی جمع ہے۔ هي موضع القلادة من الصدر۔ (قرطبی) حضرت ابن عباس کے نزدیک سینہ پر جس جگہ ہار لٹکتا ہے اس کو ترائب کہتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی کیا ہے کہ مادہ منویہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے لیکن دوسرے مفسرین جن کے سرخیل حسن بصری ہیں وہ کہتے ہیں۔ وقال الحسن المعنى يخرج من صلب الرجل وترائب الرجل ومن صلب المرأة وترائب المرأة (قرطبی) یعنی یہ مرد کی ریڑھ کی ہڈی اور اس کے سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے۔ اسی طرح عورت کی ریڑھ کی ہڈی اور اس کے سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یہی قول طبی تحقیقات کے مطابق ہے۔

اس آیت پر بعض ملحدین نے اعتراض کیا ہے کہ مادہ منویہ کے خروج کا کیا مطلب ہے۔ اگر خروج کا مطلب اس کا جسم سے باہر خارج ہونا ہو تو یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ منی کا خروج یہاں سے نہیں ہوتا۔ اگر خروج کا معنی اس کا منبع ہے جہاں وہ جمع ہوتی ہے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس کا ذخیرہ الحويصلة المنوية، خصیتین میں ہوتا ہے نہ کہ پشت وغیرہ۔ اگر خروج کا مقصد یہ ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی یہاں تیار ہوتے ہیں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس کے بنانے میں سب سے زیادہ حصہ دماغ کا ہے نہ کہ صلب و ترائب کا۔

جن لوگوں نے ان امور کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے ان کے نزدیک یہ اعتراض ان کی جہالت اور ان کے الحاد کی دلیل ہے۔ قرآن کریم نے بين الصلب والترائب کے مختصر اور جامع الفاظ سے حقیقت کی جس طرح ترجمانی کی ہے اس سے بہتر ناممکن ہے۔ جسم میں کوئی ایک عضو ایسا نہیں جو تنہا اس مادہ کو تولید کرتا ہو بلکہ تمام اعضائے رئیسہ کے اشتراک سے یہ مادہ تیار ہوتا ہے۔ دماغ، دل اور جگر کا حصہ اس میں نمایاں اور سب سے زیادہ ہے۔ دل اور جگر کا مقام تو بلاشبہ بين الصلب والترائب ہے۔ باقی رہا دماغ تو ریڑھ کی ہڈی میں نخاع (حرام مغز) وہ سفید رنگ کی تہہ جو دماغ سے گردن سے گزرتی ہوئی ریڑھ کی ہڈی کے سارے مہروں سے ہو کر آخر تک پہنچتی ہے۔ اس مادہ کی تیاری میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہیں اس کے اصل عناصر تیار ہو کر خصیتین تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے نکل کر نالیوں کے ذریعے باہر نکلتے ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے اس حقیقت کو ذیل کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

واقتصر على ذكر اعظم الاعضاء والقوى الدماغية والقلبية والكبدية فكلها تشترك في انتاج ذلك الفضل على ما هو عليه علماؤه

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿٩﴾ فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ

بے شک وہ اس کو پھر واپس لانے پر قادر ہے جس دن جانچ پڑتال کی جائے گی سب رازوں کی تو نہ ہوگا اس کے پاس کوئی زور اور نہ

وَلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾

کوئی مددگار ہوگا۔ قسم ہے آسمان کی جس سے بارش برستی ہے اور زمین کی جو (روئیدگی) سے پھٹ جاتی ہے

لا يبعد ... من الصلب والترائب ... بين الصلب والترائب عبارة مختصرة جامعة ... [illegible] ... والصلب النخاع يتصل بالدماغ (روح المعانی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کا رشتہ دماغی، قلبی اور جگری قوتوں سے ہے اس مادہ کو ان تمام اعضاء میں ایک دوسرے کی امانت کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ انسان کا مبدأ بن جاتا ہے۔ من بین الصلب والترائب کی مختصر اور جامع عبارت اسی امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ترائب قلب اور جگر کو شامل ہے اور صلب سے وہ ریڑھ کی ہڈی کا نخاع مراد ہے جس کے ذریعے دماغ اس کی تیاری میں حصہ لیتا ہے۔

علاوہ ازیں اور حضرات نے بھی تحقیق فرمائی ہے ... [illegible] ... قلب اور ترائب کے درمیان واقع ہے اور دماغ سے ... [illegible] ... قرآن کریم کا بیان علم طب کی جدید تحقیقات کے عین مطابق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

شہ ایسی قدرت والی ہستی کے لیے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

ے تُبلی کے معنی ہیں جانچے جائیں گے۔ السرائر ... [illegible] ... ہر پوشیدہ بات ...

دوسرا معنی تُبلی: تُمتحن و تُختبر ... [illegible] ... ان کو پرکھا جائے گا ... [illegible] ... ایسی وہ باتیں بھی ہیں جن کو ... [illegible] ... اس کا علم ... [illegible] ... کا فرق ... [illegible] ... اس کے نتائج ... [illegible] ... اور ان نتائج کے اثرات ... [illegible] ... یہ ساری باتیں اس روز کھول کر سامنے رکھ دی جائیں گی۔

شہ ... [illegible] ... وہ اپنے آپ کو بچا سکے گا اور نہ اس کے دوست احباب اس کی مدد کو آ سکیں گے اور اس کو عذاب الٰہی سے چھڑا کر لے جا سکیں گے۔

شہ رجع کا معنی لوٹنا ہے یہاں اس سے مراد بارش ہے کیونکہ یہ لوٹ لوٹ کر آتی ہے ... [illegible] ...

www.KitaboSunnat.com

إِنَّهُۥ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَمَا هُوَ بِٱلْهَزْلِ ﴿١٤﴾ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾

بلاشبہ یہ قرآن قول فیصل ہے [illegible] اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں [illegible]

وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ ٱلْكَـٰفِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًۢا ﴿١٧﴾

اور میں بھی تدبیر فرما رہا ہوں۔ پس آپ کفار کو (تھوڑی سی) مہلت دیں انہیں کچھ وقت کچھ نہ کہیں [illegible]

اسی طرح اور یہ چند گھڑیوں کی بات ہے جب وقت مقرر آئے گا [illegible] ہے۔ پھر جب اسے مناسب
[illegible] ہے۔

صدع: شگاف کو کہتے ہیں۔ جب کاشتکار زمین میں بیج بوتا ہے تو زمین پھٹ کر اس کو اوپر کر دیتی ہے۔ جب [illegible]
تو اس سطح میں سوراخ کر کے باہر نکلتا ہے۔

[illegible] ان حقیقتوں کی قسم کھا کر [illegible] کوشش کرو [illegible] نہیں کر سکتے
اسی طرح قرآن بھی ایسے روشن حقائق کا مجموعہ ہے جن کا انکار کسی ہوش مند انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ قول فیصل ہے۔ اس کا ہر فیصلہ قطعی
اور اٹل ہے۔ جس چیز کو اس نے حق کہہ دیا وہ حق ہے جس کو اس نے باطل کہا وہ باطل ہے۔ زمانہ کے تغیرات حالات کے تقاضے قرآنی حقائق کو
الٹ پلٹ نہیں کر سکتے [illegible]

[illegible] کفار اسلام کو زک پہنچانے کے لیے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو [illegible] ہر وقت سازشیں کرتے رہتے تھے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
یہی حال [illegible] کا ہوا۔

[illegible] اپنے محبوب [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبی المرسلین رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن احبہ [illegible] الی یوم الدین۔

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقہوا قولی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سُورہ الاعلیٰ

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام "الاعلیٰ" ہے۔ اس میں ایک رکوع، انیس آیتیں، بہتر کلمات اور دو سو اکہتر حروف ہیں۔

نزول: جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ بعض نے اسے مدنی بھی کہا ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے امام بخاری اور دیگر محدثین سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت براء ابن عازب ہیں، وہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سب سے پہلے ہجرت کر کے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم مدینہ تشریف لائے اور ہمیں قرآن کریم کی تعلیم دینی شروع کی۔ ان کے بعد عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہم یہاں پہنچے۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ یہاں آ گئے۔ ان کے بعد رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین یثرب کو اپنے قدوم سے سرفراز کیا۔ میں نے اہل مدینہ کو جتنا اس روز شاداں و فرحاں دیکھا ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچے اور بچیاں کہہ رہے تھے: "یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے ہاں تشریف لے آئے ہیں۔" اس وقت میں نے یہ سورت پڑھی ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے ہجرت کرنے سے پہلے ہی یہ نازل ہو چکی تھی۔

مضامین: اس سورت کا آغاز اس حکم سے ہو رہا ہے کہ اپنے رب الاعلیٰ کی تسبیح بیان کرو یعنی وہ ہر نقص، ضعف اور ناتوانی سے پاک ہے۔ اس کی ذات قدرت و حکمت کا سرچشمہ ہے۔ آسمان، آفتاب و ماہتاب، فضا کی پہنائیاں، پہاڑوں کی بلندیاں، سمندروں کی بے قراریاں اسی نے پیدا فرمائی ہیں۔ ان تمام چھوٹی بڑی چیزوں کی تخلیق بے ہنگم اور بے جوڑ نہیں بلکہ ہر چیز کو اس نے ایک اندازے اور سلیقے کے مطابق پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو اپنے طبعی فرائض انجام دینے کے لیے ظاہری اور باطنی قوتیں اور ان قوتوں سے کام لینے کے لیے آلات و جوارح بھی مرحمت فرمائے ہیں۔ اس نے ہر چیز کی جسمانی خوراک کا بھی مناسب انتظام فرمایا ہے اور ان کی اخلاقی اور روحانی بالیدگی کے لیے یہ صحیفۂ رشد و ہدایت نازل کیا ہے اور اس کے ہر کلمہ کو آپ کی لوح قلب پر یوں ثبت کر دیا ہے کہ اب اس کے بھول جانے کا امکان تک بھی نہیں۔

اس کے بعد اپنے حبیب کو فرمایا کہ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے جس کے دل میں حق پذیری کی صلاحیت ہو گی وہ اسے بصد ذوق و شوق قبول کرے گا لیکن جو ازلی بدبخت ہے وہ اس سے دور بھاگے گا۔ اور اس انکار کی اسے جو سزا ملے گی بڑی المناک ہو گی۔

www.KitaboSunnat.com

آخری آیات میں بتا دیا کہ دارین کی کامیابی کا تاج فقط اس شخص کے سر کی زینت بنتا ہے جو فکری اور عملی گمراہیوں سے اپنا دامن بچاتا ہے اور ذکر الٰہی میں شب و روز مصروف رہتا ہے۔ یہ ایک ابدی حقیقت ہے جسے قرآن کریم میں بھی بیان کر دیا گیا ہے اور اس سے پہلے جو آسمانی صحیفے انبیائے سابقین پر نازل ہوئے اُن میں بھی اس حقیقت کو بیان کر دیا گیا تھا۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۷ - ۳ - ۲۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الاعلیٰ مکی ہے | اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ | اس میں انیس آیات ہیں

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ

(اے حبیب!) آپ پاکی بیان کیجئے اپنے رب کے نام کی جو سب سے برتر ہے۔ جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا پھر اسے ٹھیک ٹھیک بنایا۔ اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥

(ہر چیز کا) اندازہ مقرر کیا پھر (اسے) راستہ دکھایا۔ اور جس نے سبز چارہ (زمین سے) نکالا۔ پھر اسے بنا دیا کوڑا کرکٹ سیاہی مائل۔

۱ـــــہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اپنے پروردگار کی پاکی بیان کیا کرو۔ یعنی اپنے دل میں بھی اس کا تصور کرو اور اپنی زبان سے بھی اس کا اعتراف کرو کہ میرا پروردگار ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ہر چیز پر ربوبیت کا اور کرتا ہے ہر قسم کے تخیلات کا شک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ اس کے لیے لفظ اسم کا استعمال کیا جاتا ہے جس میں کسی نقص یا عیب کا شائبہ ہو یا اس کی عظمت و کمال کے منافی ہو نیز اس کا ذکر کسی ایسی جگہ نہ کیا جائے یا ایسی حالت میں نہ کیا جائے جو شایان شان نہ ہو، جہاں طرح طرح کے لوگ ہوں وہاں اس انداز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے کہ وہ مذاق اڑانے لگیں۔ اس شخص کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے جو اس کا نام ادب و شوق سے سننے کے لیے تیار نہ ہو۔

۲ـــــہ ربک فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بحیثیت پروردگار پیش کر دیا۔ جس نے تجھے کمال تک پہنچانا ہے دونوں حرفوں سے ظاہر ہے جس نے اس کی حسن تربیت اور تعلیم کا عمومی مظاہرہ ہے جس نے تمام مخلوق کو ... اسے فتح و نصرت عطا فرمائی ہے جس نے اپنے برگزیدہ بندے کو ... ہر عیب سے پاک ہے، ہر برائی سے منزہ ہے۔ عزت و شان میں، قدرت و کبریائی میں، علم و حکمت میں وہ سب سے اعلیٰ، سب سے برتر، سب سے بالا ہے سب اس سے نیچے کمتر اور فروتر ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا اس کو اپنے سجدہ کی تسبیح بنا لو۔

۳ـــــہ یہاں فعل خلق کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا تاکہ عموم پر دلالت کرے کہ ہر چیز کا وہی خالق ہے ... نسبت ... لایا گیا ہے اس کو ... بہت اچھی طرح ...

۴ـــــہ ... ہر چیز ... ترتیب اور کیفیت ... ترتیب ... اللہ ... کی طرح ... پہنچ گیا ہے۔

۵ـــــہ ہر چیز کی تخلیق کا مقصد بھی متعین کر دیا ہے ... جس مقصد کے لیے ... استعمال کیا جانا ہے ... تمام ... تفصیل

www.KitaboSunnat.com

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا

ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ اسے نہیں بھولیں گے۔ بجز اس کے جو اللہ چاہے۔ بیشک وہ جانتا ہے ظاہر کو اور

سے قبل از وقت طے کر دیئے گئے ہیں۔ نفس عنصری کو جنم دیا اور اس کی طرف متوجہ کیا کہ صرف غرض کا اظہار کر کے کسی چیز کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ ان کی بقا اور نشو و نما کے لیے جن جسمانی اور ذہنی طاقتوں کی ضرورت تھی جو بیرونی اسباب و وسائل درکار تھے سب کے سب ہر چیز کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق مہیا کر دیئے گئے۔ یہ ہدایت کائنات کی ہر چیز کو دی گئی ہے۔ نباتات میں غور فرمائیے اگر گندم کا بیج اس موسم میں کاشت کیا جائے جو اس کی کاشت کے لیے موزوں ترین ہے تو اگتا ہے بڑھتا ہے پھلتا پھولتا ہے اور اس کے خوشے کتنے عجیب ہیں دانوں سے کیسے بھرے ہوتے ہیں اور اگر کسی دوسرے موسم میں کاشت کیا جائے تو یا تو اگتا ہی نہیں زمین کتنی زرخیز ہو اس میں کتنی کھاد ڈالی گئی ہو اس میں کتنی بار آبپاشی کی گئی ہو سب بے سود ہے۔ اس سے بھی زیادہ اس فطری ہدایت کے جلوے حیوانی زندگی میں نظر آئیں گے۔ اگر آپ ایک بطخ کا انڈا اور ایک مرغی کا انڈا لیں۔ دونوں سے بیک وقت بچے نکلیں اگر آپ ان کے سامنے پانی کا برتن رکھیں تو بطخ کا بچہ فوراً اس میں کود جائے گا اور مرغی کا بچہ دور ہٹ جائے گا۔

حضرت انسان تو ایک معجزہ ہے۔ اس کا تو ایک ایک عضو عجیب ہے۔ اس کی جسمانی زندگی کو برقرار رکھنے والے اعضا معدہ جگر دل پھیپھڑے گردے جسم کے اندر گردش کرنے والا اپنا اپنا کام بجا لاتے رہتے ہیں اور آپ کو ان کی نگہداشت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ کے ارادے کا بھی اس میں کوئی دخل نہیں۔ انسانی زندگی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے آپ کو ظاہری حواس کے ساتھ ساتھ باطنی حواس اور ان سے بھی اعلیٰ چیز یعنی عقل عطا فرمائی اور جہاں یہ قوتیں تھک کر بیٹھ جاتی ہیں اور آپ کی راہنمائی سے قاصر ہو جاتی ہیں اور آپ کو بھٹکانے لگتی ہیں تو اس وقت بارگاہِ الٰہی سے نبی نبوت سے سرفراز ہو کر تشریف لاتا ہے اور شکوک و شبہات کے اندھیروں کو دور کر دیتا ہے۔ اس کی حیات آفریں رہنمائی شیطان کی ساری فریب کاریوں اور عیاریوں کو بے اثر کر دیتی ہے۔ پھر اسی نبی کی ہدایت فرمانی اور رہنمائی سے وہ ان گنت درجات ہیں جو یکے بعد دیگرے طے ہوتے جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا دستِ لطف و کرم اپنے بندے کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور اس کو منزلِ مراد پر پہنچا دیتا ہے۔ سبحان من شرف لطفہ عن ان تحصیہ الالسن کرمہ۔ اور قدسہ سبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی العظیم۔

۱؎ مرعیٰ: وہ گھاس پھوس جو مویشیوں کی خوراک کے کام آتی ہے۔ غثاء: ریلا، تنکا، جو سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ احویٰ: اسود جس کی سبزی و شادابی رخصت ہو جاتی ہے جس کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے۔

۲؎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت ہے کہ آپ کو حفظِ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہوگی اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب عظیم بغیر محنت و مشقت اور بغیر تکرار و دور کے آپ کو حفظ ہو گئی۔ (خزائن العرفان)

۳؎ مفسرین نے فرمایا کہ یہ استثنا واقع نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھولیں۔ (خزائن العرفان)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَخْفٰى ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩

چھپی ہوئی ہے۔ اور ہم سہل بنا دیں گے آپ کے لیے اس آسان (شریعت) پر چلنا ۹ پس آپ نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت فائدہ مند ہو ۱۰

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١١ الَّذِيْ يَصْلَى

سمجھ جائے گا جس کے دل میں خدا کا خوف ہوگا ۱۱ اور دور رہے گا اس سے بدبخت ۔ جو (بالآخر) داخل ہوگا بڑی

النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝١٣ قَدْ اَفْلَحَ

آگ میں ۔ پھر نہ وہ وہاں مرے گا اور نہ جیے گا ۔ بے شک اس نے فلاح پائی

مَنْ تَزَكّٰى ۝١٤ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ

جس نے اپنے آپ کو (گناہوں سے) پاک کیا ۱۲ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا ۔ البتہ تم لوگ دنیوی زندگی کو ترجیح

۹ حقیقت میں شریعت اسلامیہ کو اپنانا بہت آسان ہے کیونکہ اس کے قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس کی صلاحیتوں کی نشوونما میں بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں لیکن بعض لوگ جن کے مزاج بگڑ چکے ہیں انہیں اس راہ پر قدم اٹھانا بڑا دشوار معلوم ہوتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر بڑا احسان ہے کہ وہ اس آسان دین کو قبول کرنا آسان بنا دے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے اس پر کاربند ہونا آسان بنا دیا ہے اسی لیے حضرت صدیقہ سے جب حضور کے اخلاق حسنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ

۱۰ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعوت حق میں ہر لحظہ مشغول رہتے۔ جو لوگ تعصب اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا کرتے انہیں بھی حضور بڑے خلوص اور دلسوزی سے تبلیغ فرماتے اور جب وہ انکار کرتے تو حضور کو دکھ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! بے شک لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے۔ لیکن جنہیں اس نصیحت سے کوئی نفع پہنچنے کی امید ہو۔ اور جن کے دل پتھر کی طرح سخت ہیں ان پر [illegible] صرف نہ کیجیے۔

۱۱ بتایا کہ جس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ روز جزا کا ڈر ہے وہ تو ضرور نصیحت قبول کرے گا بلکہ وہ خود ہر وقت اس کوشش میں رہے گا کہ اسے ایسی باتیں بتائی جائیں جن پر عمل کر کے وہ قیامت کے روز سرخرو ہو سکتا ہے۔ لیکن جو ازلی بدبخت ہے شقاوت جس کا مقدر بن چکی ہے اسے اگر آپ دعوت دیں گے تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا اور اسی کو اس عذاب میں جس کا ذکر آگے آ رہا ہے مبتلا کیا جائے گا۔

۱۲ اوپر کی آیت میں سعید اور شقی کا ذکر ہو رہا تھا اب اس چیز پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ فرمایا وہ شخص جو اپنے آپ کو شرک و کفر کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ

دیتے ہو دنیا کی زندگی کو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر ہے اس سے اور باقی رہنے والی ہے۔ یقیناً یہ سب کچھ پہلے صحیفوں میں لکھا ہے

آدمی پر سے بھی ایک کتاب ہے جو ہر ایک پر واجب العمل ہے کہ نفس و شیطان کی نافرمانی و سرکشی سے بچا رہے نہیں ہے صرف ذکر نماز پڑھ لینا ہی کافی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہر وقت مشغول رہنا ہے۔ ان منازل کو طے کرنے میں جو مستعدی نہیں کرتا اس کے سر پر ناکامی کا تاج سجایا جائے گا۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ فصلی کا ایک معنی دعا بھی کیا گیا ہے یعنی جو شخص دعا مانگے اسے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے۔ دعا کے آداب کے سلسلہ میں چند حدیثیں یہاں لکھی جاتی ہیں جنہیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

① حضرت فضالہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا۔ اس نے نماز ادا کی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا اللّٰھم اغفرلی وارحمنی۔ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عجلت ایھا المصلی۔ اے نمازی! تو نے بڑی جلدی سے کام لیا ہے۔ اذا صلیت فقعدت فاحمد اللہ بما ھو اھلہ وصل علی ثم ادعہ۔ جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کر جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھ، پھر دعا مانگ۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ حضور نے فرمایا ایھا المصلی ادع تجب۔ (رواہ الترمذی) اے نمازی! اب دعا مانگ تیری دعا قبول کی جائے گی۔

② حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضور کی خدمت میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر تھے۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ پھر اپنے لیے دعا مانگی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سل تعطہ سل تعطہ (رواہ الترمذی) مانگ! اب تجھے دیا جائے گا۔ مانگ! اب تجھے دیا جائے گا۔

③ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر کے بعد لکھتے ہیں: بخاطر این فقیر چنین آمد واللہ تعالیٰ اعلم کہ درین آیت اشارت است بمنازل سلوک۔ اول توبہ است و تزکیہ نفس است بازالہ صفات مذمومہ و اکتساب صفات حمیدہ۔ دوم مداومت بر ذکر لسانی و قلبی و روحی و سری تا برسد بمشاہدات۔ قد افلح من تزکی اشارت باول است و ذکر اسم ربہ اشارت بدوم فصلی اشارت بسوم چہ صلوٰۃ معراج مومن است۔ وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اشارت بدین است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: اس فقیر کے دل میں یہ بات آئی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے کہ ان آیات میں منازل سلوک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی منزل توبہ اور تزکیہ کی ہے کہ انسان صفات ذمیمہ سے توبہ کرے اور ان سے اپنے آپ کو پاک کرے اور صفات حمیدہ کو اختیار کرے۔ دوسری منزل یہ ہے کہ زبانی، قلبی، روحی اور سری ذکر پر مداومت کرے تاکہ مشاہدات الٰہیہ کے مشاہدہ کی منزل آئے۔ قد افلح من تزکی سے پہلی، ذکر اسم ربہ سے دوسری اور فصلی سے تیسری منزل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نماز کو مومن کی معراج فرمایا گیا ہے اور حضور کا ارشاد گرامی ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع ١٩

الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

پہلے ۔ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں ۔

۱۸؎ عقل سلیم کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم تزکیۂ نفس کی طرف متوجہ ہوتے، ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور نماز ادا کرتے رہتے لیکن تم اخروی زندگی پر دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ ہر وقت تمہاری کوشش یہی لگی رہتی ہے کہ یہ چند دن کم آرام و فارغ البالی سے بسر کر لو۔ یوم آخرت کے بارے میں تم نے سوچنے کی زحمت ہی کبھی گوارا نہیں کی۔ حالانکہ آخرت کی راحتیں اور مسرتیں کہیں زیادہ بہتر ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

○

اللهم وفقنا ان نؤثر الحيوة الآخرة على الحيوة الدنيا ونكثر من تزكية نفوسنا وذكر اسمك ونصلي لك لنفلح في
الدنيا والآخرة. اللهم صل وسلم وبارك على عبدك المصطفى ورسولك المرتضى ونبيك المجتبى سيدنا
ومولانا وحبيبنا محمد وعلى آله شموس الفضل وعلى آله مصابيح الهدى وأصحابه نجوم الرشد
لمن اقتدى بهم صلوات تضاهيها من التسليمات اطيبها ومن البركات ازكاها ومن التحيات اسناها۔
رب اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب۔

○

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الغاشیہ

نام : اس سورت کا نام "الغاشیہ" ہے۔ اس میں ایک رکوع، چھبیس آیتیں، بانوے کلمات اور ۳۸۱ حروف ہیں۔

نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : رسالت کے مکی دور میں سارا زور تین باتوں کو ذہن نشین کرانے پر دیا گیا۔

توحید ۔ رسالت ۔ آخرت۔

یہاں قیامت کا ذکر بڑے اچھوتے انداز سے ایک سوال کی صورت میں کیا جا رہا ہے۔ اے مخاطب! کیا تو نے ایک ایسی چیز کے بارے میں کچھ سنا ہے جو ساری کائنات پر چھا جائے گی۔ بلندیوں اور پستیوں میں کوئی چیز اس سے بچ نہ سکے گی۔ یہی روزِ قیامت ہے۔ اس روز بنی نوع انسان کو فقط دو گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک گروہ ان بدنصیبوں کا ہو گا جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی دعوت کو مسترد کر دیا تھا۔ اس روز ان کی جو درگت بنے گی اس کا ایسا مؤثر ذکر کیا گیا ہے کہ اسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسرا وہ گروہ جس نے اپنے رسولوں کی دعوت کو صمیم قلب سے قبول کیا۔ بڑی مضبوطی سے ان کے دامن کو تھام لیا۔ ہجوم مصائب میں بھی ان کے پاؤں نہ ڈگمگائے۔ اس روز ان کی جس طرح عزت افزائی کی جائے گی اس کا روح پرور نقشہ کھینچ دیا۔

اس تذکرہ کے بعد اہل عرب کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے علم و حکمت پر اب بھی وہ ایمان نہیں لائے تو ذرا ان چار چیزوں کی تخلیق پر غور کریں جن کا مشاہدہ سفر و حضر میں وہ ہر وقت کرتے رہتے ہیں۔ ذرا اونٹ کی طرف دیکھو جو بے آب و گیاہ میدانوں اور لق و دق وسیع ریگستانوں کو عبور کرتا ہے۔ اس کے پاؤں نہ وہ طویل سفر سے تھکتا ہے اور نہ پیاس کی شدت اسے درماندہ کرتی ہے۔ تمہیں اور تمہارے بوجھ کو اٹھائے ہوئے مستانہ وار منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کیا اس کی ساخت، اس کی قوت برداشت، بھوک اور پیاس کے باوجود اس کی بے پناہ توانائی اس بات کی گواہی نہیں دے رہی کہ جس نے اس کو پیدا کیا ہے اس کی قدرت اور اس کی حکمت بے مثال اور بے نظیر ہے۔ ذرا سر اوپر اٹھاؤ اور جزیرہ عرب کے اس نیلگوں آسمان پر نظر ڈالو۔ اس کی وسعت، اس کی بلندی، اس کی دل موہ لینے والی رنگت، دن کے وقت اس میں چمکتا دمکتا سورج اور رات کے وقت ستاروں کی ان گنت آویزاں قندیلیں دیکھ کر تمہیں یقین نہیں آتا کہ یہ ایسے خالق کی تخلیق ہے جس کی قدرت اور حکمت لاجواب ہے۔ یہ سلسلہ کوہ جو تمہیں ہر طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے پتھر اور اس کی چٹانیں، اس کی اونچی چوٹیاں اور پست وادیاں اپنی آفرینش میں جو افادیت رکھتی ہیں کیا تم اس کا انکار کر سکتے ہو؟ یہ فرشِ زمین جو حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا ہے جو اپنی تہوں میں تمہارے لیے بے شمار خزانے سمیٹے ہوئے ہے کیا تمہیں غور و فکر کی دعوت نہیں دے رہے۔

آخر میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ آپ کا کام فقط ان کو نصیحت کرنا ہے۔ یہ فریضۂ نبوت آپ بڑی دلسوزی اور حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اس پر دلگیر کیوں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان نابکاروں سے خود نمٹ لے گا۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۸ - ۴ - ۷۷

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — هِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الغاشیہ مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس کی چھبیس آیات ہیں۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۞ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۞ عَامِلَةٌ

کیا پہنچی ہے آپ کو چھا جانے والی (قیامت) کی خبر ۱ کتنے ہی چہرے اس دن ذلیل و خوار ہوں گے ۲ سخت محنت کرنے والے

نَّاصِبَةٌ ۞ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۞ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۞ لَيْسَ

تھکے ماندے۔ داخل ہوں گے دہکتی ہوئی آگ میں۔ انہیں پلایا جائے گا کھولتے ہوئے چشمہ سے ۳ نہیں

۱ — غاشیہ کا معنی ہے چھا جانے والی۔ اس سے مراد قیامت ہے کیونکہ بندوں اور بستیوں میں کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس پر قیامت کی ہولناک تباہیوں کا اثر ظاہر نہ ہوگا۔ ساری مخلوقات [illegible] ہوگی۔ [illegible] یہاں هل استفہامیہ نہیں بلکہ بمعنی قد ہے یعنی آپ کے پاس اس کی خبر پہنچ گئی ہے۔

۲ — قیامت کے روز [illegible] ساری اولادِ آدم دو حصوں میں بانٹ دی جائے گی۔ ایک وہ جن کے چہرے [illegible] کامیابی اور بشاشت [illegible] دوسرے وہ جو ملامت [illegible] بنائے ہوئے ہوں گے [illegible] اس روز [illegible] حالت ہوگی کہ چہروں پر ذلت و رسوائی برس رہی ہوگی۔ عاملۃ: دوزخ میں بڑی مشقت جھیل رہے ہوں گے [illegible] ان کے گلے میں [illegible] ستر ستر گز لمبی [illegible] زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔ آگ کی تپش [illegible] ناصبۃ: تھکے ماندے [illegible] وقت انسان کی درماندگی اور تھکاوٹ کی جو کیفیت ہوگی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

عاملۃ ناصبۃ کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے یعنی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کو قبول نہیں کرتے اور ریاضات و مجاہدات میں دن رات مشغول رہتے ہیں۔ راہب اور جوگی قسم کے لوگ [illegible] اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو انہوں نے قبول نہیں کیا اس لیے ان کی یہ ساری محنتیں اکارت جائیں گی۔ [illegible] جو لوگ مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کرنے کے لیے رات دن محنت شاقہ کرتے رہتے ہیں [illegible] ساری رات [illegible] ان کے کسی کام نہ آئیں گی۔

۳ — آنیۃ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: آنَى الحميم: انتهى حرّه، وفي التنزيل تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ اي متناهية في شدة الحر (لسان العرب) یعنی حرارت کا انتہائی شدت اختیار کر لینا [illegible] زنجیروں میں جکڑے ہوں گے آگ میں [illegible] پیاس کی شدت ہوگی [illegible] ایسے چشمے کا پانی [illegible] کھولتا ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴿٧﴾

کوئی کھانا سوائے خاردار جھاڑ کے ٦ جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا ٧

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾

کتنے ہی چہرے اس دن بارونق ہوں گے ٨ اپنی کوشش پر خوش ہوں گے ٩ عالی شان جنت میں ١٠

لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ

نہ سنیں گے وہاں کوئی لغو بات ١١ اس میں چشمہ جاری ہوگا ١٢ اس میں اونچے اونچے تخت

مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ

بچھے ہوں گے ١٣ اور ساغر قرینے سے رکھے ہوں گے ١٤ اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے ١٥ اور قیمتی قالین

٦ اور جب بھوک ستائے گی تو کھانے کے لیے خاردار جھاڑ ملے گا۔ قال عکرمۃ و مجاہد الضریع نبت ذو شوک لاصق بالارض [illegible] تسمیہ قریش الشبرق اذا کان رطبا فاذا یبس فھو الضریع (قرطبی) یعنی عکرمہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ضریع ایک کانٹوں والی بوٹی ہے جو زمین سے چمٹی رہتی ہے۔ جب وہ ہری ہو تو قریش اسے شبرق کہتے ہیں اور جب سوکھ جائے تو اسے ضریع کہا جاتا ہے۔

٧ ضریع کا لفظ ہی ان کی خوراک کی حقیقت بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔ مزید بتا کر واضح کیا کہ اس کے کھانے سے نہ جسم فربہ ہوگا اور نہ بھوک کی شدت میں کوئی کمی ہوگی۔ غرضیکہ اس کی ناپسندیدگی کے بارے میں بتا دیا۔

٨ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی حالت کو بیان کیا جا رہا ہے۔

ناعمۃ: ذات نعمۃ۔ یعنی پر مسرت و راحت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ لسعیھا: جو کوشش وہ دنیا میں کرتے رہے ہوں گے ان کی بدولت انہیں جو عزتیں، رفعتیں اور جو حسن و جمال کے عوض جو انعامات انہیں ملیں گے انہیں دیکھ کر ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہے گی۔ وہ بڑے مطمئن اور مسرور ہوں گے۔ کوئی ایسی بات نہ سنیں گے جو انہیں ناگوار ہو۔ ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ بیٹھنے کے لیے اونچے اونچے تخت بچھے ہوں گے۔ قرینے سے ساغر اور طشتریاں رکھے ہوں گے۔ نمارق جمع ہے نمرقۃ کی۔ اس کا معنی ہے چھوٹے چھوٹے تکیے اور وہ گدے جو بیٹھنے کے لیے بچھائے جاتے ہیں ان کو بھی نمارق کہتے ہیں۔ زرابی، اس کا واحد زربیۃ ہے، قالین یا مخمل جو فرش پر بچھایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ان صالحین کی جنت میں جو مدارات ہوگی اس کے تمام لوازمات کے پیش نظر [illegible] انہیں جو شرف بخشا جائے گا ان کا اندازہ کر کے آپ سمجھ لیجئے کہ جو لوگ ان چیزوں کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں وہ انہیں سب کچھ چھوڑ کر یہاں دے کر بھی اللہ تعالیٰ کو [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ

بچھے ہوں گے۔ کیا یہ لوگ (غور سے) اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب طرح) پیدا کیا گیا ہے ۱۷؎ اور آسمان کی طرف نہیں

كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ

دیکھتے کہ اسے کیسے بلند کیا گیا ہے ۱۸؎ اور پہاڑوں کی طرف کہ انہیں کیسے نصب کیا گیا ہے اور زمین کی طرف

كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم

کہ اسے کیسے بچھایا گیا ہے۔ پس آپ انہیں نصیحت کیجئے، آپ کا کام تو بس سمجھا دینا ہے ۱۹؎ آپ ان کو جبر سے منوانے والے

اٹھنا پڑے تو انہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔

۱۷؎ کفار کو پھر اپنی قدرت کے شواہد میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے۔ سب سے پہلے اونٹ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی گئی کیونکہ یہ جانور عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ ہر ایک کو اس سے واسطہ پڑتا ہے اور سب لوگ اس کی عادات سے واقف تھے۔ اس لیے انہیں اس کی تخلیق میں جو عجائب ہیں ان پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی۔

یہ جانور بہت بڑا ہے لیکن ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس کی نکیل پکڑ کر لے جائے تو یہ بلا چون و چرا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ بیٹھے بیٹھے اس پر بوجھ لادا جاتا ہے پھر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے اور آسانی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر بھاری بوجھ اٹھا کر چلتا ہے۔ کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے سفر کر سکتا ہے جہاں پانی کی شدید قلت ہے اس لیے اس کے معدہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام رکھا ہے کہ دوسرے جانوروں کی طرح اسے بار بار پانی پینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کئی کئی روز بغیر پانی کے گزارا کر سکتا ہے۔ وہ جھاڑیاں اور ریگستان کے کانٹے دار پودے کھا لیتا ہے جنہیں دوسرے جانور نہیں کھا سکتے اور یہ پیٹ بھر لیتا ہے۔ ریگستان میں سارے جانوروں کی نسبت سب سے زیادہ کام آتا ہے۔ اس کی پشم سے کپڑے بنتے ہیں، بعض جانور دودھ دیتے ہیں، بعض بوجھ اٹھاتے ہیں، کوئی سواری کے کام آتے ہیں، کسی کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اونٹ ایسا جانور ہے جو دودھ بھی دیتا ہے، بوجھ بھی اٹھاتا ہے، سواری کے کام بھی آتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ سواری کے دوسرے جانوروں پر جب کوئی سوار ہوتا ہے تو وہ بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے رہتے ہیں اور سواری کے وقت بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی گردن لمبی اور اس کے پاؤں میں نرم گدے ہیں، اس کے سینے کے نیچے ایک گدی سی بنی ہوئی ہے۔ الغرض اس کی ہر چیز میں آپ غور کریں گے آپ کو اپنے رب کی حکمتوں کے انمول جواہر نظر آئیں گے۔

۱۸؎ پھر آسمان کی بلندی اور پہاڑوں کے عظیم الشان مظاہر اور فرش زمین کے بچھائے جانے پر غور کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔

۱۹؎ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرما رہے ہیں کہ آپ کا کام ان کو نصیحت کرنا ہے ان کو خواب غفلت سے جگانا ہے۔ آپ اپنا فریضہ ادا کرتے رہیے اس کے بعد اگر یہ ہدایت قبول نہیں کرتے تو آپ فکرمند کیوں ہوں۔ ہم نے آپ کو ان کا داروغہ نہیں بنایا کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں تو آپ سے باز پرس ہو۔ صحاح اور لسان العرب میں مصیطر کا معنی کیا گیا ہے المسلط (المسیطر)

www.KitaboSunnat.com

بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ

تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ ہاں جس نے روگردانی کی اور کفر کیا تو اللہ اس کو سخت عذاب

الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

دے گا۔ بے شک انہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر یقیناً ہمارے ذمہ ان کا حساب لینا ہے۔

المسلط علی الشیء لیشرف علیہ ویتعہد احوالہ ویکتب عملہ۔ یعنی وہ شخص جس کو کسی پر مسلط کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے اس کے احوال کی خبر رکھے اور اس کے اعمال کو لکھتا جائے مُصَیطِر کہتے ہیں۔

جو بدبخت آپ کی طرف سے منہ پھیرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دے گا۔

○

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنا یا اکرم المسئولین یا ارحم الراحمین واحشرنا فی عبادک المقربین وصل وسلم وبارک علی حبیب الفقراء والمساکین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وسائر امتہ الی یوم الدین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الفجر

نام : اس سورت کا نام "الفجر" ہے۔ اس میں ایک رکوع، انتیس یا تیس آیتیں، ایک سو انتالیس کلمے اور پانچ سو ستانوے حروف ہیں۔

نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس کے مضامین پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا نزول اس وقت ہوا جب کفار نے مسلمانوں پر بے حد و حساب مشق ستم شروع کر دی تھی۔ وہ انہیں جبراً پھر کفر کی طرف لوٹنے پر مجبور کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے اس سورت کا نزول ہوا۔

مضامین : ابتدا میں کفار نے اسلام کی دلوں کو مسخر کر لینے والی قوت کا صحیح اندازہ نہ لگایا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ آواز ان کے معتقدات کی پختگی سے ٹکرا کر خود ہی اپنا سر پھوڑ لے گی اور معاملہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن جب اس دعوت کے داعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی تابانیاں تعصب و ہٹ دھرمی کی سنگین فصیلوں میں شگاف پیدا کرنے لگیں اور کفر و شرک کے بڑے بڑے ستون گرنے لگے تو اہل مکہ نے مزید رواداری اور چشم پوشی کا رویہ ترک کر دیا اور کمر کس کر اسلام کے سیل رواں کو روکنے کے لیے میدان میں نکل آئے اور ہر ایسے شخص پر ظلم و ستم کی حد کر دیتے جو اسلام قبول کر لیتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے سرفروشوں اور جانثار بندوں کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے اور انہیں بتا رہا ہے کہ کفار کی یہ سنگدلانہ حرکات نرالی نہیں۔ آج سے پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے۔ بڑے بڑے جابر اور طاقتور قبائل نے اور سنگدل حکمرانوں نے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر اہل حق کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوششیں کیں لیکن عذاب خداوندی نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ اگر مکہ کے ان رئیسوں نے اپنی یہ ظالمانہ روش نہ چھوڑی تو ان کا انجام بھی ایسا ہی المناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے ہر قسم کے اعمال کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہے اور مناسب وقت پر ان کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

یہاں ایک نظریہ کا بطلان کر دیا جس میں اکثر خدا فراموش قومیں اور افراد پہلے بھی مبتلا تھے اور اب بھی مبتلا ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ اگر انسان خوشحال اور باوقار زندگی بسر کر رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا منظور نظر ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو خدا کی پسندیدگی کی سند حاصل ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں اور جو شخص کسمپرسی اور افلاس کی زندگی گزار رہا ہے وہ خدا کی نظروں میں گرا ہوا ہے۔ اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ بتا دیا کہ یہ نظریہ سراسر باطل ہے۔ مال کی فراوانی اور مال کی قلت الٰہی آزمائش کے دو رخ ہیں۔ وہ اپنے بندوں کو قارون کی دولت اور فرعون کا جاہ و جلال دے کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

آزماتا ہے اور کبھی فقر و فاقہ کی سختیوں سے دوچار کر کے ان کو پرکھتا ہے جس نے اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیا، اور مصائب میں صبر کا دامن نہ چھوڑا وہ دربارِ خداوندی میں سرخرو اور کامیاب ہے۔ اے اپنی ثروت کی کثرت اور اپنی ریاست و امارت پر فخر کرنے والے! کبھی تو نے اپنے اعمال کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارا کی ہے۔ نہ یتیم کا احترام، نہ غریب سے ہمدردی، مال و دولت سمیٹنے کے بغیر اور کوئی مقصد ہی پیشِ نظر نہیں۔ جائز و ناجائز ذرائع میں بھی امتیاز روا نہیں رکھتے ہو۔ یاد رکھو! قیامت کا دن آنے والا ہے اس وقت تمہاری چشمِ ہوش کھلے گی لیکن بے سود۔ البتہ وہ پاک نہاد، قدسی صفات لوگ جو ذکرِ الٰہی سے اپنے قلب کی تسکین کا اہتمام کرتے رہے، جب وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوں گے تو انہیں رضائے الٰہی کے مژدہ سے خورسند کیا جائے گا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۹-۴-۷۷

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سورۃ الفجر مکیۃ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ وھی ثلثون آیۃ

سورۃ الفجر مکی ہے ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ۔ اس کی تیس آیات ہیں

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴

قسم ہے سپیدۂ سحر کی۔ اور دس (مقدس) راتوں کی۔ اور قسم ہے جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب گزرنے لگے ۲

۱۔ دعوت اسلامیہ کے ابتدائی دور میں جو بنیادی [illegible] حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت اس وقت دو چیزوں تک محدود تھی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور روز جزا پر ایمان۔ مشرکین قیامت پر طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے اور اسے محال اور خلاف عقل گمان کرتے۔ ان کے شکوک کے ازالہ کے لیے دیگر متعدد مقامات کی طرح اس سورت کا آغاز بھی پانچ قسموں کے ذکر سے فرمایا جا رہا ہے۔ ان پانچ چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں کہ انسان اگر ان پر غور و تدبر کرے تو قیامت کے بارے میں اس کے تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ اس کا وقوع ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی محسوس ہونے لگے گا۔

فرمایا قسم ہے فجر کی۔ اس فجر کے بارے میں متعدد اقوال ہیں کہ کونسی فجر مراد ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اسے کسی فجر سے مخصوص نہ کیا جائے بلکہ ہر صبح مراد ہو جو طلوع ہوتی ہے تو رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوتا ہے۔ پرند چرند انسان جو آرام و سکون سے اپنی اپنی گھونسلوں میں رات بسر کر رہے ہوتے ہیں اب اپنے اپنے مشاغل اور فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا قسم ہے دس راتوں کی جو بڑی شان والی ہیں۔ تنکیر تعظیم شان کے لیے ہے۔ اس سے مراد کون سی راتیں ہیں۔ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں، رمضان کی آخری دس راتیں، محرم کی پہلی دس راتیں۔ علماء سے تینوں قول منقول ہیں۔

اس کے بعد فرمایا قسم ہے شفع (جفت) کی اور وتر (طاق) کی۔ ان کے مصداق کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ سب کا ذکر یہاں بے محل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے شفع سے مراد مخلوق ہے اور وتر سے مراد خالق۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عطیہ، مجاہد اور [illegible] نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی تشریح یوں کی ہے۔ ساری مخلوق دو دو ہے کفر و ایمان، ہدایت و ضلالت، سعادت و شقاوت، لیل و نہار، زمین و آسمان، بحر و بر، شمس و قمر، جن و انس، نر و مادہ، زندگی اور موت، عزت و ذلت، علم و جہالت وغیرہ وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اسماء، شئونات اور صفات میں یکتا ہے۔ وہاں زندگی ہے موت نہیں، عزت ہے ذلت نہیں، علم ہے جہالت نہیں، قوت ہے ضعف نہیں۔ اس کی ذات بھی یکتا، اس کی تمام صفات بھی یکتا۔

بعض نے شفع سے مراد وہ نمازیں لی ہیں جن کی رکعتیں دو یا چار ہوں اور وتر سے وہ نمازیں جن کی رکعتیں طاق ہیں جیسے نماز مغرب اور وتر۔

۲۔ یسر اذا سار و ذھب یعنی جب رات رخصت ہونے لگتی ہے اور صبح کے طلوع کا وقت قریب آ جاتا ہے۔

ان تمام قسموں کا جواب لتبعثن محذوف ہے یعنی تمہیں ضرور زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہ ساری چیزیں جن پر نظر دوڑاؤ اور ان کے ساتھ دوسرا [illegible] بھی اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ [illegible] فطرت کی [illegible] نہیں بلکہ ایک حکیم اور علیم ذات کا ارادہ [illegible]

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝

یقیناً اس میں قسم ہے عقلمند کے لیے ۵؎ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپ کے رب نے کیا کیا عاد سے

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ

یعنی ارم کے ساتھ جو لمبے ستونوں والے تھے ۶؎ نہیں پیدا کیا گیا جن کا مثل دنیا کے ملکوں میں ۷؎ اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا)

کو معرض وجود میں لاتا ہے۔ جس کی قدرت کا یہ عالم ہو اس کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا قطعاً مشکل نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حکیمانہ ہے تو وہ حضرت انسان کو اتنی قوتوں سے بہرہ ور کرنے کے بعد اس کو یونہی چھوڑ نہیں دیتا کہ وہ ان سے یہ پوچھے ہی نہیں کہ انسان نے تمہاری دی ہوئی قوتوں اور نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا ہے۔ یہ بات بھی اس کی حکمت کے سراسر منافی ہے کہ جن لوگوں نے اس کی دی ہوئی قوتوں کو صحیح استعمال کیا اس سے اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا، نیکی اور مخلوق خدا کی بھلائی کی ان کو کوئی جزا نہ ملے اور جنہوں نے ان نعمتوں پر ناشکری کی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی تباہی و بربادی کے لیے انہیں استعمال کیا اور فسق و فجور کی داغ بیل ڈالی ان کو ان کے کرتوتوں کی کوئی سزا نہ دی جائے۔

۳؎ فرمایا جو لوگ عقل و خرد سے بہرہ ور ہیں ان کو ان ساری قسموں کے بعد روز جزا کا یقین آجائے گا اور اس کے بعد انہیں مزید کسی قسم کی ضرورت نہیں رہے گی اور جو لوگ عقل سے محروم ہیں ان کے سامنے جتنی بھی قسمیں کھائی جائیں وہ ان سے کوئی اثر قبول نہیں کریں گے۔ عقل کو حجر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ غلط کاموں سے روکتی ہے۔ غلط راستہ پر کوئی چلنے لگے تو اس کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

۴؎ اہل مکہ دعوت حق کو بنظر حقارت دیکھ رہے تھے جن قوموں کی داستانیں بطور عبرت بیان ہو رہی ہیں وہ قوت و شوکت میں اپنے اپنے زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن خدا کی نافرمانی کی وجہ سے وہ خس و خاشاک کی طرح بہا دی گئیں۔ اپنے برے اعمال کے باعث تباہ و برباد کر دی گئیں اور اہل مکہ اور دیگر عرب قبائل ان کے حالات سے اچھی طرح آشنا تھے

عاد نام کے دو قبیلے بہت مشہور ہیں۔ ایک کو عاد ارم کہا جاتا تھا یا عاد اولیٰ اور دوسرے کو عاد اخریٰ۔ عاد اولیٰ کا نسب نامہ یہ تھا عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح۔ اسی عاد کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی۔ ہود علیہ السلام انہی کی طرف مبعوث ہوئے لیکن انہوں نے ان کی دعوت کو مسترد کر دیا اس لیے تباہ کر دیے گئے۔ اس قبیلہ کے جو لوگ اس عذاب سے بچ نکلے اور پھر ان کی نسل بڑھی وہ بھی قوم عاد ہی کہلائی۔ دونوں میں امتیاز کرنے کے لیے پہلی قوم کو عاد اولیٰ یا عاد ارم کہا جاتا ہے اور دوسری کو عاد اخریٰ۔

۵؎ علامہ جوہری نے عماد کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: العماد الابنیة الرفیعة واحدها عمادة۔ وقال الشاعر عمرو بن کلثوم

ونحن اذا عماد الحی خرت ۔۔۔ علی الاحفاض نمنع من یلینا

وفلان طویل العماد اذا کان منزله معلما لزائره ۔ (الصحاح) بلند ستونوں والے قصر اور محلات کو عماد کہتے ہیں۔ عمرو بن کلثوم شاعر کا شعر ہے کہ ہم جب کسی قوم کا ستون گر جاتا ہے تو ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ جس کا اونچا مکان اس کے زائرین کو دور سے معلوم ہو جائے تو

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۙ الَّذِيْنَ

جنہوں نے کاٹا تھا چٹانوں کو وادی میں ۹ اور (دیکھا) فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا ۱۰ جنہوں نے

طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۙ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۙ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ

سرکشی کی تھی اپنے اپنے ملکوں میں ۔ پھر ان میں بکثرت فساد برپا کر رکھا تھا ۔ پس آپ کے رب نے ان پر

سَوْطَ عَذَابٍ ۚ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۗ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا

عذاب کا کوڑا برسایا ۱۱ بیشک آپ کا رب (سرکشوں اور مفسدوں کی) تاک میں ہے ۔ مگر انسان (کا حال یہ ہے کہ) جب

عرب کہتے ہیں فلان طویل العماد

۸ یہ قوم قد و قامت میں بھی دوسرے لوگوں سے ممتاز تھی اور جسمانی قوت و طاقت میں بھی اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

۹ قوم ثمود سنگ تراشی کے فن میں بڑی مہارت رکھتی تھی۔ انہوں نے پہاڑوں کی چٹانوں کو کھود کر اور کاٹ کر اپنے لیے عالیشان محل تعمیر کر رکھے تھے۔ انہیں ان کی پائیداری اور پختگی پر بڑا ناز تھا۔ انہیں یقین تھا کہ کوئی زلزلہ، کوئی سیلاب، کوئی بجلی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ وادی القریٰ میں اب بھی ان کے تراشے ہوئے مکانات دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیتے ہیں۔ جس مہارت سے انہوں نے ان سخت چٹانوں کو کاٹ کر جس خوبصورتی سے دروازوں پر بیل بوٹے بنائے ہیں انہیں دیکھ کر اس فن میں ان کی مہارت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

۱۰ عاد و ثمود دونوں قومیں جزیرہ عرب کی بسنے والی تھیں۔ اہل عرب ان سے بخوبی واقف تھے۔ ان کی تباہی کی داستانیں بھی اپنے آباء و اجداد سے سنتے آئے تھے۔ فرعون اگرچہ مصر کا فرمانروا تھا لیکن بنی اسرائیل کے ساتھ اہل عرب کا میل جول تھا۔ انہوں نے اس کے مظالم اور پھر اس کی غرقابی کے قصے بھی ادھر سنے تھے اس لیے فرعون کا ذکر ان کے نزدیک اجنبی نہ تھا۔

فرعون کو ذی الاوتاد کہا گیا ہے اوتاد، وتد کی جمع ہے۔ لمبے کیل، میخوں کو کہتے ہیں اور گڑی ہوئی لکڑیاں بھی جن کے ساتھ خیموں کی رسیاں باندھی جاتی ہیں ان کو بھی کہتے ہیں۔ فرعون کا بہت بڑا لشکر تھا۔ جب وہ چڑھائی کرتا تو لشکر کے خیموں کو نصب کرنے کے لیے کیلوں کا ایک انبار ان کے ہمراہ ہوتا۔ یا جن لوگوں پر اس کا عتاب نازل ہوتا ان کو زمین پر لٹا کر ان کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی میخیں گاڑ دی جاتیں۔ اس لیے اس کو ذی الاوتاد کہا گیا ہے۔

۱۱ ان قوموں کی تباہی کی وجہ بتا دی کہ انہوں نے سرکشی اختیار کی۔ ظلم و ستم کی حد کر دی۔ کسی کی آبرو، کسی کی جان، کسی کی جائیداد محفوظ نہ رہی۔ جس طرح چاہتے زیردستوں کو لوٹ لیتے۔ ان کی عصمتوں کو داغدار کر دیتے اور ان کے لہو کے دریا بہا دیتے اور اس بے محابا ظلم کی وجہ یہ تھی کہ انہیں روز حساب کا کوئی خوف نہ تھا۔ جب ان کے مظالم کی حد ہو گئی، ان کے انبیاء ان کی اصلاح سے مایوس ہو گئے، ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی امید نہ رہی تو عذاب الٰہی کا کوڑا اس زور سے ان پر برسا کہ ان کی ناک تک خاک آلود کر دی گئی۔ ان کی عظمتوں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ ان کی داستان عبرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ؕ وَاَمَّاۤ

آزماتا ہے اسے اس کا رب یعنی اس کو عزت دیتا ہے اور اس پر انعام فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب

اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ۚ كَلَّا

اس کو (یوں) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ۱۱ ہرگز ایسا نہیں ہے ۱۲

سامنے کے لیے ان کے تصور و خیالات کے طلسم سے نکلنا از بس لازم ہو گیا۔

۱۰ اے اہل مکہ! اگر تم بھی قیامت کا انکار کرتے ہو اسی لیے تم اپنی باغیانہ روش سے باز نہیں آتے۔ ان گزری ہوئی قوموں کی تباہی میں تمہارے لیے عبرت کے صدہا سامان ہیں۔ اگر تم بھی اپنی اصلاح نہیں کرتے تو اسی انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔

۱۱ بعض لوگوں کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے۔ سب کے لیے آرام و آسائش کے سامان موجود ہیں۔ اولاد کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ معاشرہ میں بھی انہیں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کے برعکس بعض لوگ مفلس اور تنگدست ہوتے ہیں اور کئی قسم کی تکالیف کا شکار ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں کا طرز عمل یکساں نہیں ہوتا۔ مادہ پرست قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ خوشحالی اور قدر و عزت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں وہ بڑے معزز و محترم ہیں۔ اسی لیے ان پر نوازشات کی بارش ہو رہی ہے اور جب وہ تنگدستی اور غربت کا شکار ہوتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نظر کرم سے محروم کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک ہو رہا ہے۔ فصل کاشت کرتے ہیں تو کچھ نہیں ہوتا، باغات ہیں تو وہ پھلتے نہیں، تجارت ہے تو وہ تنزل پذیر۔ ایسے لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کا دارومدار دولت کی کمی بیشی پر ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ پر یقین ہے اور شریعت اسلامیہ کی سچائی پر جن کا پختہ ایمان ہے ان کی سوچ کا انداز بالکل الگ ہوتا ہے۔ وہ دونوں حالتوں کو امتحان سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ دونوں قسم کے امتحانوں میں کامیاب ہوں۔ اگر ان کی مالی حالت اچھی ہوتی ہے اور معاشرہ میں ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو اس پر وہ منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اپنے مال و منال اور اثر و رسوخ کو اس کی مخلوق کی خدمت میں صرف کرتے ہیں۔ غریبوں کی امداد کرتے ہیں۔ کمزوروں اور بے بسوں کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر ان پر کوئی ظلم کرنے لگے تو سپر بن کر آگے بڑھتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی کی بیخ کنی کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اگر فقر و غربت کا دور آتا ہے تو صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ اپنی مالی حالت کو درست کرنے کے لیے حرام ذرائع اختیار نہیں کرتے۔ اس طرح وہ افلاس میں بھی انہیں اپنے حلیم و حکیم پروردگار کی بیسیوں حکمتیں نظر آتی ہیں۔

قرآن کریم کی ان آیات میں ان دونوں حالتوں کو ابتلاء و آزمائش سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ دولت کی قلت و کثرت اللہ تعالیٰ کی رضا و ناراضگی کا معیار نہیں بلکہ ان دونوں صورتوں میں جو طرز عمل آپ اختیار کریں گے اسی کے باعث آپ اپنے رب کی خوشنودی یا غضب کے مستحق ہوں گے۔

۱۲ ان نادانوں کے اس نظریہ کا بطلان کر دیا۔ دولت مندی اس کے فضل کی نشانی نہیں اور افلاس اس کی تحقیر کی وجہ سے نہیں۔ فلیس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝

بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ۱۱ اور نہ تم ترغیب دیتے ہو مسکین کو کھانا کھلانے کی ۱۲

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّا

اور چٹ کر جاتے ہو میراث کا سارا مال ۱۳ اور دولت سے حد درجہ محبت کرتے ہو ۱۴ یقیناً

الغنی بفضلہ ولا الفقر بعولہ . وقرآن حکیم نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت سے اس حقیقت کو بیان فرمایا یقول اللہ عز وجل کلا انی لا اکرم من اکرمت بکثرۃ الدنیا ولا اھین من اھنت بقلتھا انما اکرم من اکرمت بطاعتی واھین من اھنت بمعصیتی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں جس کی عزت کرتا ہوں کثرت دنیا کی وجہ سے نہیں اور جس کو ذلیل کرتا ہوں افلاس کی وجہ سے نہیں بلکہ میں اپنی اطاعت کی وجہ سے کسی کو سرفراز کرتا ہوں اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے کسی کو ذلیل و خوار کرتا ہوں۔

۱۱ ان کی مادہ پرستانہ ذہنیت ان کو یتیم و غریب پر رحمت و شفقت کے جذبہ سے محروم کر دیتی ہے۔ وہ ان یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ بھی نہیں پھیرتے بلکہ ان کو نحوست کی علامت خیال کرتے ہیں اور ان کے سامنے سے بھی دور بھاگتے ہیں۔ حتی کہ قریبی رشتہ دار بھی ان سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔

۱۲ ان کی بدبختی ان کے محلے میں بلکہ ان کے پڑوس میں کئی لوگ فاقہ کشی کرتے رہتے ہیں لیکن یہ اپنی عیش رانیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں بھی ان مسکینوں کی تکلیف کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ خود تو ان کی طرف دست تعاون دراز کرتے ہیں نہ دیگر خوشحال لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ انسان کا دل ہمدردی کے جذبات سے خالی ہو جائے تو اس کی سنگدلی کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

۱۳ صرف یہی نہیں بلکہ جب کوئی قریبی رشتہ دار مر جاتا ہے تو اس کی ساری جائیداد تم خود ہی ہڑپ کر جاتے ہو۔ اس کی بیوی بچوں کو اس میں سے کچھ نہیں دیتے۔ یتیم بچوں کو تم بالکل محروم کر دیتے ہو۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں وکانوا لا یورثون النساء ولا الصبیان بل یاکلون میراثھم مع میراثھم یعنی مشرکین عورتوں اور بچوں کو وراثت سے کچھ نہیں دیتے تھے بلکہ ان کے حصہ کو اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر ہڑپ کر جاتے تھے۔

لَمًّا: جمعا، واصل اللم فی کلام العرب الجمع یقال لممت الشیء الممہ لما اذا جمعتہ۔ ترجمہ: لَمًّا کا معنی ہے جمع کرنا۔ کلام عرب میں لم کا اصل معنی جمع پر دلالت کرتا ہے۔ جب کوئی چیز اکٹھی کرے اور سمیٹ لے تو عرب کہتے ہیں لممت الشیء الممہ لما۔

۱۴ مال کی محبت تمہارے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہے تم حلال و حرام کی تمیز بھی نہیں کرتے۔ جس طرح بھی ہو دولت اکٹھی کرنے میں مصروف رہتے ہو۔ الجم: الکثیر۔ بہت زیادہ۔ مال کی محبت انسان کی فطرت میں ہے اور قرآن کریم ... اس پر غور کرے تو مال کی محبت ... ہے مگر لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے ...

www.KitaboSunnat.com

إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾

جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا ۔ اور جب آپ کا رب جلوہ فرما ہو گا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے

وَجِايْءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ

اور سامنے لائی جائے گی اس دن جہنم اس روز انسان کو سمجھ آئے گی مگر اب سمجھنے کا

الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ

کیا فائدہ ۔ کہے گا اے کاش! میں نے کچھ آگے بھیجا ہوتا اپنی (اس) زندگی کے لیے ۔ پس اس دن اللہ کے عذاب کی طرح

عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ

کوئی عذاب نہ دے سکے گا اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی باندھ سکے گا ۔ اے نفس

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي

مطمئن ۔ واپس چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ۔ پس شامل ہو جا

یہ طریقہ کار صرف زمانہ جاہلیت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ آج بھی اکثر لوگ جن کو اسلام کے بتائے ہوئے نظریات پر پورا یقین نہیں وہ سب اسی چکر میں سرگرداں ہیں۔ اس کے بغیر نجات کی کوئی راہ نہیں کہ لوگوں کے سامنے اسلام کا نظریہ حیات دلنشیں اسلوب میں پیش کیا جائے تاکہ وہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے سرابوں سے منہ پھیر کر قرآن کے چشمہ صافی و شیریں کی طرف متوجہ ہوں۔

۲۱؎ جب قیامت برپا ہو گی زمین ہموار کر دی جائے گی اور تمام ظالم و مجرم کیفر کردار تک پہنچائے جائیں گے اس وقت ان غافل انسانوں کی آنکھ کھلے گی اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے جو بتایا تھا وہی حق تھا۔ جو قرآن نے دعوت دی تھی وہی ان کی فلاح و بہبود کا ذریعہ تھا۔ لیکن اس روز ان کا یہ سمجھنا ان کے کسی کام نہ آئے گا اور انہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

۲۲؎ اس روز انسان کف افسوس ملے گا اور کہے گا کاش! میں نے آج کے دن کے لیے اس چند روزہ فانی زندگی کے لیے کچھ زاد فراہم کیا ہوتا۔ کاش! آخرت میں تہی دست نہ ہوتا۔

۲۵؎ اس روز اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہو گی اور مجرموں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔

۲۹؎ کفار و منکرین کے حسرتناک انجام کے ذکر کے بعد اب اپنے مقبول اور محبوب بندوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔

پہلے آپ یہ سمجھیے کہ نفس مطمئنہ کسے کہتے ہیں۔ علامہ پانی پتی فرماتے ہیں جس طرح مچھلی کو پانی میں سکون اور قرار حاصل ہوتا ہے اسی طرح جس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں ۲۲

شخص کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون و اطمینان نصیب ہو اسے نفس مطمئنہ کہیں گے۔ لکھتے ہیں کہ اس اطمینان کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جاسکتا جب تک انسان سے صفات مذمومہ دور نہ ہو جائیں اور وہ اس وقت تک دور نہیں ہوتیں جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی صفات جمیلہ کی تجلیات سے بہرہ ور نہ ہو۔ ان میں رعنا ہو جانے والے کے ساتھ اس کو جو نصیب ہوا اسی وقت انسان کو ایمان حقیقی نصیب ہوتا ہے اور اسی وقت اسے اطمینان کی دولت ارزانی ہوتی ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ ہر شک و اضطراب کے بعد جو سکون قلب ہے اسے اطمینان کہتے ہیں اور نفس کو مطمئنہ تب کہا جاتا ہے جب وہ یقین، معرفت اور شہود کی منزل پر فائز ہو جائے اور یہ مقام ذکر الٰہی کی کثرت اور دوام سے حاصل ہوتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ جب انسان اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو پھر اسے کسی سے ڈر نہیں لگتا۔ اس کے دل سے ہر قسم کا خطرہ نہیں رہتا۔

علامہ سید شریف جرجانی نے نفس مطمئنہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

النفس المطمئنة هي التي تنورت بنور القلب حتى تخلت عن صفاتها الذميمة وتحلت بالاخلاق الحميدة (التعريفات)

یعنی جو نور قلب سے منور ہو چکا ہو یہاں تک کہ اس کی تمام مذموم صفات ختم ہو جائیں اور وہ اخلاق حمیدہ سے مزین و آراستہ ہو جائے۔

ایسے نفس مطمئنہ کو خطاب ہوتا ہے کہ لوٹ آ اپنے رب کے پاس۔ یعنی اس مخصوص مقام پر جہاں وہ اپنے بندوں کو اپنی خصوصی عنایات سے سرفراز کرتا ہے۔ تو اس کی محبت میں آنسو بہاتا رہا، اس کے عشق کی آگ میں جلتا رہا اور اس کے ہجر و فراق میں تڑپتا رہا۔ اب فراق کی طویل رات ختم ہو رہی ہے۔ نور کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ اٹھ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جا۔

۲۱۔ اور کس شان سے آ۔ اس کی رضا اور خوشنودی کو پا کر۔ تو پریشان نہ ہو، گھبراتے ہوئے نہیں۔ اس خیال سے پریشان ہو کر نہیں کہ معلوم نہیں رب کیا سلوک کرے گا۔ تیری زندگی کی ہر گھڑی اس کی رضا میں بسر ہوئی۔ ان خدشات کو اپنے دل سے نکال کر بلا خوف و خطر اس بارگاہ میں آ۔ تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی۔ کیا بات ہے، کیا کرم ہے، کتنی بلند قسمت ہے، اس خاکسار بندہ کی جس پر یہ عنایت ہوگی۔

۲۲۔ میرے وہ بندے جن پر شیطان کا کوئی قابو نہ چلا، جو عمر بھر میرے ہی رہے، جو میری رضا کے طالب رہے، میری بندگی کے بغیر جن کا اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ اے نفس مطمئنہ! تو بھی ان میں داخل ہو جا اور میری وہ جنت جو میری ذاتی اور صفاتی تجلیات کے لیے مخصوص ہے اس میں تشریف لے آ۔ فادخلي في زمرة الخواص ... وادخلي جنتي ... (روح البیان) یعنی یہاں دو سعادتوں کا ذکر ہوا۔ ایک خاصان بارگاہ خداوندی کی رفاقت، یہ بڑی سعادت ہے۔ دوسری اس کی جنت میں داخلہ، یہ بڑی سعادت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب سے اس روحانی سعادت کے بارے میں التجا کی تھی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ (یوسف آیت ۱۰۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی یہی دعا مانگی تھی۔

یہ بشارت کس وقت دی جائے گی۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ روزِ حشر جب یہ لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت انہیں یہ مژدہ جانفزا سنایا جائے گا۔ بعض کی رائے ہے کہ موت کے وقت یہ بشارت دی جائے گی۔ لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ هٰذَا یُقَالُ لَهَا عِنْدَ الْاِحْتِضَارِ وَفِیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ اَیْضًا۔ یعنی دونوں وقت اسے یہ خوشخبری دی جائے گی۔

یہاں ایک روایت بڑی عجیب ہے قال عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اذا توفی العبد المومن ارسل اللہ ملکین وارسل الیہ بتحفة من الجنة فیقال لها اخرجی ایتها النفس المطمئنة اخرجی الی روح وریحان ورب عنک راض۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب بندہ مومن فوت ہونے لگتا ہے اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو اس کی طرف بھیجتا ہے۔ وہ اسے کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ اس جسد خاکی سے نکل اور راحت و آرام اور گل پوش وادیوں کی طرف چل اور اپنے اس رب کی طرف چل جو تجھ سے راضی ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر بھی مجلس میں حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ما احسن هٰذا۔ اے اللہ کے رسول یہ کتنی پیاری بات ہے۔ فقال اما انہ سیقال لک هٰذا۔ حضور نے فرمایا اے ابوبکر جب تم اس دنیا سے رخصت ہوگے تو تمہیں بھی یہ بشارت دی جائے گی۔ (ابن کثیر)

علامہ ابن کثیر نے حافظ ابن عساکر کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لرجل قل اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ۔ اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے نفس مطمئنہ کا سوال کرتا ہوں جو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو جو تیری قضا پر راضی ہو اور جو تیری عطا پر قانع ہو۔

○

الحمد للہ رب العٰلمین واجمل الصلوات واحسن التسلیمات واکمل البرکات واطیب التحیات علیٰ صاحب المقام المحمود والحوض المورود سیدنا محمد خاتم النبیین ورحمة للعٰلمین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین وازواجہ الطاہرات امہات المومنین وعلیٰ سائر الصحابة والتابعین واولیاء امتہ الکاملین وعلمائہ الربانیین وعلینا معہم الیٰ یوم الدین اللّٰہم انا نسألک نفسا بک مطمئنة تؤمن بلقائک وترضیٰ بقضائک وتقنع بعطائک

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ البلد

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام البلد ہے۔ یہ لفظ اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس میں ایک رکوع، بیس آیتیں، بیاسی کلمے، تین سو بیس حروف ہیں۔

نزول: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مکی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے رئیسوں سے گفتگو کی اور ان کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا تھا۔

مضامین: قسم کھا کر انہیں بتا دیا گیا کہ تمہارا یہ خیال سراسر غلط ہے کہ تم اتنے طاقتور ہو کہ تم پر کسی کا کوئی بس نہیں۔ تم فضول باتوں میں اور جھوٹی نمود کے لیے اپنا سرمایہ پانی کی طرح بہاتے ہو اور پھر اس پر اتراتے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جس نے تمہیں یہ رزق عطا فرمایا ہے وہ تمہارے اس غلط استعمال سے آگاہ نہیں۔

اسلام دین فطرت ہے۔ وہ انسان کے جسمانی اور روحانی دونوں فطری تقاضوں کی تکمیل پر یکساں توجہ مبذول کرتا ہے۔ نہ وہ انسان کو مادی لذتوں میں کھو جانے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ان سے کلیۃً قطع تعلق کر کے صرف روحانی لطافتوں میں کھو جانے کی تلقین کرتا ہے۔ اس سورت میں ان اعضاء اور جوارح کا ذکر کرنے کے بعد جو انسان کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے مرحمت فرمائے گئے ہیں، اسے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تجھے عقاب کی قوت پرواز دی گئی ہے اس سے کام لیتے ہوئے تمہارا فرض ہے کہ اخلاق حسنہ کی بلندیوں کو سر کرنے کے لیے پرکشا رہو۔ اس مقصد کے لیے جو اعمال حسنہ ناگزیر ہیں ان کا ذکر بھی کر دیا۔ غلاموں کو آزاد کرنا۔ قحط سالی کے دنوں میں نادار و تنگدستوں کی خوراک کا اہتمام کرنا، یتیموں اور مسکینوں پر شفقت کرنا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایمان کے چراغ کو ہمیشہ روشن رکھنا، خود صبر کرنا اور دوسروں کو صبر اور ہمدردی کی تلقین کرنا، یہ وہ اعمال ہیں جن کے لیے انسان اپنی منزل پا لیتا ہے لیکن جو غریبوں کی مادی ضروریات کو استطاعت کے باوجود پورا کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا
۹-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ البلد مکیۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وهي عشرون اٰية

سورۃ البلد مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں بیس آیات ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَوَالِدٍ

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی۔ درآں حالیکہ آپ جس رہے ہیں اس شہر میں۔ اور قسم کھاتا ہوں

وَّمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿٤﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ

باپ کی اور (اس کی) اولاد کی۔ بےشک ہم نے پیدا کیا انسان کو بڑی مشقت میں (زندگی بسر کرنے کے لیے)۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ

۱۔ لا زائدہ ہے اور قسم کو مؤکد کرنے کے لیے ذکر ہوا ہے۔

البلد سے مراد مکہ ہے۔ یہاں شہر مکہ کی اس حیثیت سے قسم اٹھائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں تشریف فرما ہے۔ یہ شہر اگرچہ گوناگوں خوبیوں سے متصف ہے لیکن ان کی بجائے اس شان کی وجہ سے جو عزت و شرف اس کو حاصل ہوا ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔

وانت حل۔ واؤ حالیہ ہے۔ مقسم بہ البلد کا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں اقسم اللہ سبحانہ بمکۃ مقیدا بحلولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اظہارا لمزید فضلہا واشعارا بان شرف المکان بشرف اہلہ (روح المعانی)۔ حل کے دو مفہوم اور بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کفار کی ایذا رسانیوں پر اظہار تعجب کیا جا رہا ہے کہ دیکھو اس شہر کو یہ لوگ امن کا شہر قرار دیتے ہیں۔ یہاں کسی جانور کو ستاتے نہیں، نہ اس کے درختوں اور گھاس کو کاٹتے ہیں۔ ان کے باپ کا قاتل بھی اگر حرم میں پناہ لے لے تو وہ اس پر بھی دست درازی نہیں کرتے لیکن اسی حرم میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو دکھ دینے اور اذیت پہنچانے کو اپنے لیے حلال سمجھ رکھا ہے اور حضور کو تکلیف دینے سے وہ لوگ باز نہیں آتے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے لیے یہ شہر حلال کر دیا گیا ہے۔ آپ کسی کو قتل کریں یا اس کو سزا دیں، آپ اس کے مجاز ہیں۔

۲۔ والد سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور ما ولد سے مراد آپ کی ساری اولاد ہے۔ اس کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

۳۔ یہ جواب قسم ہے یعنی ہم نے انسان کی تخلیق اس لیے نہیں کی کہ وہ آرام و آسائش کی زندگی بسر کرکے اس عالم سے رخصت ہو جائے بلکہ اس کی زندگی کا منشور طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے بنایا گیا ہے۔ خطرات و مصائب اور اس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب اس کا حمل رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے اس وقت سے طرح طرح کے خطرات اس کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔ ہر لحظہ اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جب وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو بیماریاں، ناکامیاں، محرومیاں اور منافقین کی منافقت، نفس شیطانی کی ریشہ دوانیاں قدم قدم پر اس کا راستہ روکے کھڑی ہوتی ہیں اور اس کی زندگی کے کاروان کو ان دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لَنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ ۶

اس پر کسی کا بس نہیں چلے گا ؎ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال لٹا دیا ؎

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ ۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ ۸ وَلِسَانًا

کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا ؎ کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لیے دو آنکھیں ؎ اور ایک زبان

انسان کی زندگی کا مقصد مصیبتوں اور تکلیفوں سے نبرد آزما ہونا ہے گویا یہ جو قوا اس میں مضمر ہیں امکانی قوتیں اور صلاحیتیں کبھی نشو و نما پا سکیں اور یہ طلوع بھی وہ شمار نہیں کے تکلیف، المشقة والشدة النجم الشغب اور شدت کو کبد کہتے ہیں۔

؎ اس کے باوجود کہ حقیقت حالات اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس کے گھمنڈ کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس سے بالاتر کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے یا جس کے حکم کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو۔ یہ محض اس کی کم فہمی ہے اس کی بے بسی کی تو یہ کیفیت ہے کہ موت کا ایک ریلا اس کو مٹی کا ڈھیر کر دیتا ہے اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

؎ لُبَدًا لُبْدَۃ کی جمع ہے۔ وہ چیز جس کو ڈھیر کی صورت میں جمع کیا جائے۔

دنیا دار لوگ اپنی شہرت کی نمائش کے لیے بڑی فضول خرچی سے روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں کبھی کوٹھیاں اور عمارتیں تعمیر کر کے اپنی دولت مندی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کبھی کاریں خرید کر اپنی ریاست و شان کا اظہار کیا جاتا ہے بڑے بڑے امراء اور افسروں کی ضیافتیں کی جاتی ہیں شادی بیاہ کے مواقع پر لاکھوں روپے اڑا دیے جاتے ہیں اور اس چیز کو یہ لوگ اپنے لیے فخر و مباہات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس پر شیخی مارتے ہیں کہ ہم نے ڈھیروں مال خرچ کر دیا ہم نے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔

؎ اس آیت سے ان کی اس حرکت کی مذمت کی جا رہی ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اور جس طرح اپنی دولت لٹاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ان حرکتوں کو دیکھ رہا ہے اور ان سے اس فضول خرچی کے بارے میں باز پرس ہو گی کہ تمہارے پڑوس میں جو غریب اور مسکین ضروریات زندگی کے لیے ترس رہے تھے اور تم لوگ اپنی نام و نمود کے لیے دولت لٹا رہے تھے تمہیں یہ خیال نہ آیا کہ یہ دولت تمہیں اللہ نے دی ہے اور تم پر یہ فرض تھا کہ تم اس کے حکم کے مطابق اس کو صرف کرتے اور غریبوں اور مسکینوں کی، یتیموں اور بیواؤں کی ضروریات بہم پہنچاتے۔

؎ یہاں ان نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اس ناشکرے انسان کو عطا کی گئی ہیں اگر وہ ان کی قدر پہچانتا اور ان سے صحیح کام لیتا تو یہ آنکھیں بدکاری کی راہ اختیار نہ کرتا۔ فرمایا ہم نے اس کو دو آنکھیں دی ہیں جن سے وہ اپنے معاشرے کے نشیب و فراز کو دیکھ سکتا ہے ضرورت مند لوگوں کی خستہ حالی کا مشاہدہ کر سکتا ہے اور چہرے سے لوگوں کی حالت کو پہچان سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے ان کی امداد کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کو زبان دی ہے اور اس کو دو ہونٹ عطا فرمائے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنے مافی الضمیر

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَا

اور دو ہونٹ ۔ اور ہم نے دکھا دیے اسے دونوں نمایاں راستے ۔ پھر وہ داخل ہی نہیں ہوا (عمل خیر کی) دشوار گھاٹی میں ۔ اور

أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي

کیا آپ سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے ۔ وہ غلامی سے گردن چھڑانا ہے ۔ یا کھانا کھلانا ہے بھوک کے دن

مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ

(قحط سالی) میں ۔ یتیم کو جو رشتہ دار ہے ۔ یا خاک نشین مسکین کو ۔ پھر

جس سے اظہار کر سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کو نیکی کی دعوت دے سکتا ہے ۔ فریب دہ ساتھیوں کی اطلاع پا نہیں ہوا اور انگیختہ کر سکتا ہے ۔

۹ النجد : الطریق فی ارتفاع ۔ بلند جگہ پر جو راستہ ہو اس کو نجد کہتے ہیں ۔ یعنی ہم نے صرف انسان کو حواس ظاہری اور باطنی ہی عطا نہیں فرمائے بلکہ اچھے برے کی پہچان کے ذریعہ اس کے سامنے نیکی اور برائی کے راستوں کو واضح کر دیا ہے اسے ارادہ اور اختیار کی آزادی دی ہے کہ اب جس راستے پر وہ چلنا چاہے چل سکتا ہے ۔ اس کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یایھا الناس انما هما النجدان نجد الخیر ونجد الشر فما جعل نجد الشر احب الیکم من نجد الخیر (قرطبی) اے لوگو! تمہارے لیے دو راستے ہیں ایک بھلائی کا راستہ ایک برائی کا راستہ ۔ پس تم کیوں برائی کے راستے کو نیکی کے راستے سے زیادہ پسند کرتے ہو ۔

۱۰ اقتحام کا معنی ہے بلا سوچے سمجھے بے خطر کسی چیز میں کود پڑنا ۔ الاقتحام الرمی بالنفس فی شیء من غیر رویة ۔ جب کوئی اپنے آپ کو کسی مصیبت میں ڈال دے تو عرب کہتے ہیں ۔ قحم الرجل نفسه فی الامر ۔ العقبة : الطریق الصعب من الجبال الطریق فی اعلی الجبال ۔ والنجد ۔ دشوار گزار پہاڑی راستہ ۔ وہ راستہ جو پہاڑ کی بلندی کی طرف جاتا ہو ۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے بھلائی کا راستہ اختیار کرتا اور جب اس کے سامنے بھلائی اور برائی کے راستے واضح کر دیے گئے تھے تو وہ اس راستے پر چلتا جو بلندیوں کی طرف جاتا ہے اگرچہ وہ راستہ کٹھن ہے اور اس پر چلنا بڑا دشوار ہے لیکن جس منزل کی طرف وہ جاتا ہے وہ منزل انسان کی عظمتوں کے شایان شان ہے ۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے ہر قسم کی مشقت کو بخوشی برداشت کرنا چاہیے تھا لیکن محنت کرنے سے انسان کی سہل انگار طبیعت کو کوئی مناسبت نہیں ۔ وہ نشیب کی طرف جاتے ہیں اور بلندیوں کی طرف پاؤں اٹھاتے ہوئے گھبراتے ہیں ۔

۱۱ یہاں سے اس دشوار راستے کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے جو انسان کے شایان شان ہے ۔ فرمایا کرنے کا کام تو یہ تھا کہ وہ کسی غلام کو آزاد کرنے کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ۔ کسی رشتہ دار یتیم کو قحط سالی کے دنوں میں کھانا کھلانے اور اس کی ضروریات مہیا کرتے یا ایسے مسکین کی طرف دست تعاون دراز کرتے جس کو فقر و تنگدستی نے خاک نشین بنا دیا ہے ۔ یہ ایسا امر ہے جس میں مال خرچ کرنے سے انسان کی شرف کا

www.KitaboSunnat.com

كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا

وہ ایمان والوں سے ہو ۱۱؎ جو ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں صبر کی اور ایک دوسرے کو نصیحت

دیکھا جائے۔ اسی طرح اگر یہاں کی دولت کی نمائش لوگوں کی آنکھیں خیرہ کر دیتی لیکن ضرورت مندوں کی امداد کر کے ایک انسان کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کر دیتے تو وہ ایسا کام کرتے جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر ہے۔

چند مشکل الفاظ: مَسْغَبَةٍ: مصدر میمی ہے سغب سے۔ ابو حیان لکھتے ہیں کہ عام بھوک کو سغبۃ کہتے ہیں۔ امام راغب نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے هو الجوع مع التعب۔ بھوک اور تھکن دونوں کے مجموعے کو سغب کہتے ہیں یعنی ایسے دنوں میں کھانا کھلانا جب ہر طرف قحط کا دور دورہ ہو، غلہ اور اجناس بازاروں میں کمیاب ہو جائیں اور ان کی قیمت گراں ہو جائے۔ ایسی حالت میں اپنے رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا بڑا نیک عمل ہے۔ ہر یتیم کی امداد کرنا اگرچہ کار ثواب ہے لیکن رشتہ دار یتیم کی اعانت سے دگنا ثواب ملتا ہے کیونکہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں یکجا ہو جاتی ہیں۔ مسکینًا ذا متربۃ: متربۃ بھی مصدر میمی ہے یعنی جب وہ اتنا محتاج ہو جائے کہ مٹی کے ساتھ مل جائے۔

یہاں تین چیزیں ذکر کی ہیں ① عام قحط سالی اور غلہ کی گرانی کے وقت کھانا کھلانا۔ ② اپنے قریبی رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا ③ اور ایسے مسکین کو کھانا کھلانا جو خاک نشین ہو۔ اس عمل کو قرآن نے عقبہ کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب غلہ اجناس کی ارزانی ہو اور ہر چیز سستی ہو اس وقت کسی کو کھانا کھلانا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ غلہ اجناس گراں اور نایاب ہوں اور انسان کو اپنی خود کشی کا خطرہ لاحق ہو۔ نیز قریبی رشتہ دار کو کھانا کھلایا جائے تو لوگوں کی نگاہوں میں یہ کوئی قابل قدر چیز نہیں ہوگی۔ ہر شخص یہی سمجھے گا کہ اپنے یتیم رشتہ دار کو کھانا کھلایا ہے کسی غیر کو تو نہیں کھلایا۔ اس لیے اس سے وہ شہرت حاصل نہیں ہوتی جو اہل دنیا کے پیش نظر ہوا کرتی ہے۔ نیز وہ لوگ جن کا پیشہ ہی گداگری ہے ان کو آپ کچھ دیں گے تو وہ جگہ جگہ آپ کی فیاضی اور سخاوت کا چرچا کریں گے لیکن وہ مسکین جس میں اس قدر خودداری ہے کہ اسے سوال کرنے کی عادت بھی نہیں، جس میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ وہ کسی کے سامنے حرف مطلب زبان پر لا سکے، ایسے شخص کی جب آپ امداد کریں گے تو وہ اس کو قبول کر لے گا، دل سے آپ کا شکرگزار بھی ہوگا لیکن اس میں یہ ہمت ہی نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے آپ کی سخاوت کے گن گاتا پھرے۔ اس لیے ایسے لوگوں پر ان کی ضرورت کے وقت اپنی دولت خرچ کرنا صرف ان لوگوں کا ہی کام ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی ہیں۔ دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے خواہش مند لوگ یہاں اپنا مال خرچ نہیں کر سکتے۔ وہ تو وہیں کریں گے جہاں ان کی سخاوت کے گن گائے جائیں گے۔

۱۱؎ یعنی ان تمام اعمال کے ساتھ شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو کیونکہ کوئی عمل ایمان کے بغیر مقبول نہیں۔ فان شرط قبول الطاعۃ الایمان باللہ۔

ثم کان من الذین آمنوا کا معنی علامہ قرطبی نے یہ کیا ہے ای فعل ھذہ الاشیاء وھو مؤمن۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں ثم بمعنی واو ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

کرتے ہیں رحمت کی ۱۷؎ یہی لوگ داہنی طرف والے ہیں ۱۸؎ اور جنہوں نے انکار کیا

بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

ہماری آیتوں کا وہ لوگ بائیں طرف والے ہیں ۔ ان پر آگ چھائی ہوئی ہوگی ۲۰؎

۱۷؎ اس آیت کے ان دو جملوں میں اسلامی معاشرے کی دو خصوصیتیں بیان کی گئیں کہ ان میں سے ہر فرد دوسرے کو صبر کی تلقین کرتا ہے۔ راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات اور مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ خود وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے لیکن وہ اس پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ امت کا ہر فرد صبر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وتواصوا بالمرحمۃ۔ وہ سنگ دل نہیں ہیں۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں سے بے نیاز نہیں ہیں بلکہ اگر مشرق کے بھائی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو مغرب میں بسنے والا کلمہ گو بیتاب ہو جاتا ہے۔ ان کا باہمی رشتہ رحمت و شفقت کا ہے۔ آپ خود سوچیے کہ جو قوم ان دو خصوصیتوں سے متصف ہوگی وہ حق کا بول بالا کرنے کے لیے کتنا زبردست کردار ادا کر سکتی ہے۔ انفرادی نیکی بھی نیکی ہے، انفرادی خوبیاں بھی خوبیاں ہیں لیکن جب تک ان میں اجتماعی اور عمومی رنگ پیدا نہ ہو وہ انسانیت کی تقدیر کو نہیں بدل سکتیں، وہ اس ظلمت کدۂ عالم کو ہدایت کے نور سے منور نہیں کر سکتیں۔ اس لیے اسلام نے مسلمانوں کو انفرادی طور پر نیک، صالح، متقی اور صابر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بھی تاکید کی ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اسی رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوشش کریں۔

۱۸؎ یعنی یہ لوگ جن کے سینوں میں ایمان کا چراغ جگمگا رہا ہے اور جو مذکورہ بالا صفات سے بھی متصف ہیں یہی وہ خوش نصیب ہیں کہ ان کے اعمال نامے قیامت کے روز دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔

۲۰؎ جو بدنصیب ان خوبیوں سے محروم ہیں ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ مؤصدۃ: ای مطبقۃ مغلقۃ۔ جب دروازے کو بالکل بند کر دیا جائے تو اہل عرب کہتے ہیں اوصدت الباب ای اغلقتہ۔ یعنی ان کو آگ میں پھینک دیا جائے گا اور دروازے بند کر دیئے جائیں گے، نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔ اعاذنا اللہ منہا۔

اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک وموتا فی بلد حبیبک

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الشمس

نام: اس کا پہلا کلمہ الشمس ہی اس کا نام ہے۔ اس میں ایک رکوع، پندرہ آیتیں، چھپن کلمات اور دو سو چھیالیس (۲۴۶) حروف ہیں۔

نزول: یہ باتفاق علماء مکہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: متعدد قسمیں اٹھانے کے بعد انسان کو اس حقیقت سے خبردار کیا کہ جس حکیم خالق نے اس کو پیدا فرمایا ہے اس کو گراں قدر صلاحیتیں عطا کی ہیں اور ان کو استعمال میں لانے کے لیے اعضاء سے نوازا ہے۔ اس نے اس کی فطرت میں نیک و بد میں تمیز و شعور امتیاز کی تخم ریزی کر دی ہے۔ جو شخص اس بیج کی مناسب نگہداشت کرتا ہے۔ اس کی نشوونما پر پوری توجہ دیتا ہے۔ وہ کامیاب و کامران ہے۔ لیکن جو شخص اپنے اس شعور سے ابھرنے والی آواز کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔ کسی برائی کے اقدام پر اس کے ضمیر میں جو خلش برپا ہوتی ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے اندھوں کی طرح بھاگتا چلا جاتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں خائب و خاسر ہوگا۔ سورج کے اجالے میں بھی وہ اندھوں کی طرح بھٹکتا پھرتا ہے۔ قوم ثمود کا تذکرہ آپ بار بار سن چکے ہیں۔ ان کے نبی نے ان کے مطالبہ کے مطابق معجزہ دکھایا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ چٹان پھٹی اور اس سے ایک جیتی جاگتی اونٹنی نمودار ہوگئی لیکن ان کے دل کی آنکھ اندھی کی اندھی رہی۔ انہیں پھر بھی ہدایت نصیب نہ ہوئی بلکہ ان کے ایک بدبخت انسان نے اس ناقہ کی کونچیں کاٹ کر اللہ کے غضب کو چیلنج کیا۔ خود بھی برباد ہوا اور اپنی ساری قوم کو بھی برباد کر ڈالا۔

محمد کرم شاہ بھیرہ

۹-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الشمس مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں پندرہ آیات ہیں

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳

قسم ہے آفتاب کی اور اس کی دھوپ کی چمک کی ۱ اور چاند کی جب وہ آفتاب کے پیچھے آئے ۲ اور دن کی جب وہ آفتاب کو روشن کر دے ۳

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶

اور رات کی جب وہ اسے چھپا لے ۴ اور قسم ہے آسمان کی اور اسے بنانے والے کی ۵ اور زمین کی اور اس کو پھیلانے والے کی ۶

۱ اس سورت کا آغاز متعدد قسموں سے کیا جا رہا ہے تاکہ قاری پوری توجہ اور انہماک سے اس کو سنے اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے اور یہ حقیقت کہ اتنی قسمیں کھا کر بیان کیا گیا ہے اس کی اہمیت کا پورا پورا احساس اس کے دل میں پیدا ہو۔ لغت عرب کے امام مبرد نے ضحی کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا اصل الضح ہے جس کا معنی ہے آفتاب کی روشنی۔ الضح کی دوسری حا کو الف سے بدل دیا گیا۔ قال المبرد اصل الضحی من الضح وهو نور الشمس والالف مقلوبة من الحاء الثانية۔ (قرطبی)

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی نقل کیا ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال جعل فيها الضوء وحرها۔ یعنی ضحی سے سورج کی روشنی اور حرارت دونوں مراد ہیں۔

۲ تیسری قسم چاند کی کھائی جا رہی ہے جب وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ قمری مہینے کا اجالا پندرہ دنوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ادھر سورج غروب ہوتا ہے ادھر چاند نمودار ہو جاتا ہے اور آخری نصف میں چاند پہلے طلوع ہوتا ہے سورج اس کے بعد نمودار ہوتا ہے۔

۳ چوتھی قسم دن کی کھائی جا رہی ہے جب وہ سورج کو روشن کر دیتا ہے۔ یعنی دن جیسے چڑھتا جاتا ہے سورج کی روشنی بھی زیادہ تیز ہوتی جاتی ہے۔ جلّٰىها کی ضمیر منصوب کا مرجع سورج بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر ہو چکا اور اس کا مرجع بغیر ذکر کے بھی ہو سکتے ہیں جیسے زمین، دنیا، ظلمت وغیرہ۔ اس وقت معنی ہوگا قسم ہے دن کی جب وہ ساری زمین کو روشن کر دیتا ہے۔

۴ یعنی جب رات آتی ہے تو سورج کو اپنے دامن میں لپیٹ لیتی ہے۔ زمین کا جو حصہ پہلے سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا وہاں رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے۔

۵ ان آیات میں ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اور ما بمعنی مَن بھی ہو سکتا ہے۔ امام حسن بصری، مجاہد اور طبری کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ ما بمعنی مَن ہے ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ یہاں یہ شبہ کہ ما کا استعمال بے جان مخلوق اور غیر ذوی العقول اشیاء کے لیے ہوتا ہے یہاں ما سے اللہ تعالیٰ کی ذات کیسے مراد لی جا سکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ما بکثرت مَن کے معنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ

قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے درست بنایا۔ پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کو۔ یقیناً فلاح

میں استعمال ہوا ہے جیسے ... ولا انتم عابدون ما اعبد۔

ے لفظ نفس اور روح دونوں ہم معنی ہیں یا ان میں باہم فرق ہے ... اس سے ہر طرف سے کنارہ کر دیا ہے اور ...

ے انسان کی ظاہری ساخت، اس کے ظاہری و باطنی حواس، اس میں غور و فکر اور فہم و استدلال کی صلاحیتیں جس انداز سے حکیم نے بڑی خوبصورتی اور سلیقے سے اس میں ودیعت فرمائی ہیں وہ اس کی خلاقیت کا کامل نمونہ ہے۔

ے علامہ ابن منظور الہام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ... ابتلعه مرة۔ یعنی کسی چیز کو نگل جانا، اسی سے الہام مشتق ہے۔ والالہام ما یلقی فی الروع ... الہمہ اللہ ... لسان العرب۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نفس میں ایسا خیال پیدا کرنا جس کے باعث وہ کسی کام کو کرے یا ترک کرے۔

علامہ راغب اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الالهام: القاء الشيء في الروع ويختص ذلك بما كان من جهة الله تعالى وجهة الملأ الاعلى۔ (المفردات) یعنی الہام کسی چیز کے دل میں ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور الہام اس خیال کے لیے مخصوص ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو یا ملاء اعلیٰ کی طرف سے ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو نیک و بد، حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا شعور عطا فرمایا ہے۔ وہ اچھائی اور برائی دونوں میں پوری طرح امتیاز کر سکتا ہے۔ اس کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ انسان میں نیکی کرنے اور برائی کرنے کی دونوں صلاحیتیں موجود ہیں۔ اب اس کی مرضی کہ وہ نیکی کو پسند کرتا ہے یا برائی کو اختیار کرتا ہے۔ اس سے پہلی سورت میں بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وھدینٰہ النجدین۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قرآن کریم نے تصریح کی ہے۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے قال تلا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قال اللھم آت نفسی تقوٰھا انت ولیھا ومولاھا انت خیر من زکاھا۔ (قرطبی) حضور نے اس آیت کو پڑھا اور اس کے بعد یہ دعا مانگی: الٰہی! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک فرما، تو بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور مددگار ہے۔

حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا۔

حضرت زید فرمایا کرتے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ دعا سکھایا کرتے تھے اور ہم تم کو یہ دعا سکھاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ

بامراد ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا ۹ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا ۱۰ جھٹلایا قوم ثمود نے (اپنے پیغمبر کو)

بِطَغْوَاهَا ﴿١١﴾ إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ

اپنی سرکشی کے باعث۔ جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں سے ایک بدبخت ۱۲ تو کہا انہیں اللہ کے رسول نے کہ خبردار رہنا

(مسند احمد، ابن کثیر)

ترجمہ: الٰہی! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجز ہونے سے، سستی سے، بڑھاپے سے، بزدلی سے، بخل سے اور عذاب قبر سے۔

الٰہی! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر، اس کو پاک کر، تو بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور مددگار ہے۔

الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے جو مقبول نہ ہو۔

۹ یہ ہے وہ حقیقت جس کو واضح کرنے کے لیے اتنی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ فرمایا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہو گیا اور جس نے اسے گناہوں کی خاک میں دبا دیا وہ خائب و خاسر رہا۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں التزکیۃ الانماء والاعلاء والتدسیۃ النقص والاخفاء۔

جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے، اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرتا ہے اس کی فطرت سلیمہ نشوونما پاتی ہے، اس کی قوت و توانائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اندر ایسا عزم اور ہمت محسوس کرتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل کام کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو وہ خاطر میں نہیں لاتا کیونکہ ہمت و ثبات اور تحمل سے اس کی اولوالعزمی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر عمل حسنات و حسن کا نمونہ ہوتا ہے۔ اس کی روحانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور آخر کار وہ اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے۔ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ۔ جب اس کی ظاہری زندگی ختم ہوتی اور برکتوں کا نزول شروع ہوتا ہے تو آخرت میں اس کی جو عزت افزائی ہوگی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

۱۰ اس کے برعکس جس نے اپنے نفس کی صلاحیتوں کا گلا گھونٹ دیا، جس نے گناہوں کے ڈھیر کے نیچے اسے دبا کر چھپا دیا اور اس کی قوتوں کو غلط استعمال کر کے ناشکری کی انتہا کر دی وہ شخص اپنی بدبختی اور محرومی کا جتنا بھی ماتم کرے کم ہے۔ قال اہل اللغۃ الاصل دسسہا من التدسیس وھو اخفاء الشیء فی الشیء فابدلت سینہ یاء کما یقال تقضیت الظفار اصلہ تقضضت الظفار۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ دسّٰھا اصل میں دسّسھا تھا۔ یہ تدسیس سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کو دوسری چیز میں چھپا دینا۔ اس کے آخری سین کو یاء سے بدل دیا گیا جس طرح تقضیت الظفار اصل میں تقضضت الظفار تھا۔ آخری ضاد کو یاء سے بدل دیا گیا۔

www.KitaboSunnat.com

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ

اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے (خبردار)۔ پھر بھی انہوں نے جھٹلایا رسول کو اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ پس ہلاک کر دیا انہیں ان کے

رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

رب نے ان کے گناہ کے باعث اور سب کو برباد کر دیا۔ اور (اللہ کو) کوئی اندیشہ نہیں ان کے انجام کا

بدل دیا۔

۱۱؎ انسانی تاریخ سے ایک مثال پیش کی گئی ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو گناہوں کی مٹی کے نیچے دبا دیا وہ خائب و خاسر ہوئے۔ قوم ثمود کے حالات سے اہل عرب بے خبر نہ تھے۔ قرآن کی کئی سورتوں میں ثمود کا ذکر بارہا آیا تھا اس کی تفصیلات سے بھی وہ بخوبی آگاہ تھے۔ تجارتی سفروں میں بارہا ان کا گزر ان ویران کھنڈروں سے ہوتا جہاں کبھی قوم ثمود بڑے کروفر سے آباد تھی۔ اہل مکہ کو ان کی غلط روش سے باز رکھنے کے لیے ان کو قوم ثمود کے عبرتناک انجام کی طرف متوجہ کرایا جا رہا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے نبی کو جھٹلایا تھا۔ وہ اونٹنی جو ان کی فرمائش کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام نے بطور معجزہ پیش کی تھی اور ان کو اچھی طرح متنبہ کیا تھا کہ خبردار! اس اونٹنی کو ہرگز اذیت نہ پہنچانا۔ ایک دن کنوئیں سے سارا پانی یہ پئے گی دوسرا دن اس اونٹنی کے لیے مخصوص کر دو۔ اس میں رد و بدل کی کوشش ہرگز نہ کرنا ورنہ خدا کا عذاب تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔ لیکن قوت و ثروت کی جو شراب انہوں نے پی رکھی تھی اس نے انہیں سرکش و نافرمان بنا دیا تھا۔ اسی سرکشی کے باعث انہوں نے اپنے نبی کی ہدایات کی پرواہ نہ کی بلکہ ان کو جھٹلانا شروع کر دیا اور اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں اور اسے ہلاک کر دیا۔ جس شخص نے یہ ظلم ڈھایا اس کا نام قدار بن سالف تھا جو سارے ثمودیوں میں سے سب سے بڑا شریر، مفسد، بدنہاد اور بدبخت الشقی تھا۔ لیکن اسے ساری قوم کی تائید حاصل تھی اس لیے ساری قوم کو سزا ملی۔ مستدرک سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا اتدری من اشقی الاولین اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون تھا؟ آپ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔ پھر دریافت فرمایا اتدری من اشقی الآخرین کہ بعد میں آنے والوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قاتلک۔ تیرا قاتل سب سے زیادہ بدبخت ہے۔

۱۲؎ ناقۃ اللہ منصوب ہے جیسے عرب کہتے ہیں الاسد الاسد۔ اس کا فعل محذوف ہے ای احذروا ناقۃ اللہ۔

۱۳؎ علامہ قرطبی دمدم کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں الدمدمۃ الھلاک باستئصال فدمدم علیھم ای اھلکھم فجعلھم تحت التراب۔ کسی کو جڑ سے اکھیڑ کر تباہ کر دینا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے یعنی ان کو نیست و نابود کر دیا گیا ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ قوم ثمود اپنے دور عروج میں بڑی نامور قوم تھی۔ دیگر قبائل و اقوام کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ یقیناً انہوں نے ان کی معاہدہ کر رکھا ہوگا کہ اگر کسی قوم پر کوئی آفت و مصیبت آئے تو سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ثمود جیسی قوم کو تباہ و برباد کر دینے کے نتائج کا مجھے کوئی خوف نہیں۔ ان کے کسی حلیف قبیلہ یا دوست قوم کی یہ مجال نہیں کہ ہم سے ان کی بربادی کا انتقام لے سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام خدشات سے ماوراء ہے۔ اس کی قوت کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں۔ وہ جس کو تباہ و برباد کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين
اللهم صل على حبيبك الكريم وعلى آله واصحابه ومن تبعه وبارك وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الّیل

نام: اس سورت کا نام "الّیل" ہے۔ جو اس سورت کا پہلا لفظ ہے۔ اس میں ایک رکوع، اکیس آیتیں، اکہتر کلمے اور تین سو دس حروف ہیں۔

نزول: یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورت میں دیگر اہم نکات کے علاوہ ایک نفسیاتی راز سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ جو انسان اپنے آپ کو نیک اعمال کا عادی بنا لیتا ہے۔ اس کے لیے اچھے کام خواہ کتنے کٹھن اور مشکل ہوں آسان ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کے لیے تو اطاعت و تقویٰ کا راستہ بڑا دشوار گزار اور خاردار ہوتا ہے لیکن وہ شخص اس پر یوں خراماں خراماں گزر جاتا ہے جیسے اس کے راستے میں اطلس و کمخواب کا فرش بچھا ہو۔ اس کے برعکس جو لوگ برائیوں کے خوگر ہو جاتے ہیں وہ ان گناہوں میں ایسی کشش اور لذت محسوس کرتے ہیں جو درحقیقت ان کی بربادی، بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ ایک شراب کے گھونٹ کے لیے بڑی دریا دلی سے اپنی دولت لٹاتے رہتے ہیں۔ جوئے کی ایک بازی پر وہ اپنی بیگمات کی عصمتوں کو داؤ پر لگانے سے بھی باز نہیں آتے۔ اپنے سگے بھائی کے قتل پر بھی نہ انہیں جھجک محسوس ہوتی ہے اور نہ خجالت۔

ارشاد الٰہی ہے کہ لوگوں کو دعوت حق دینا ہم نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے لیکن اس کو قبول کرنے پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے۔ جو چاہے اپنی خوشی سے راہ حق پر گامزن ہو جائے۔ اور جو چاہے ہلاکت کے گڑھے میں گر جائے۔ اس کو صلہ وہی ملے گا جیسا اس نے اپنی مرضی سے عمل کیے تھے۔ اللہ کے بندے اپنا مال ضرورت مندوں میں رات کی تاریکی میں چھپ چھپ کر بانٹ رہے ہوتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد کسی کے سابقہ احسان کا بدلہ چکانا نہیں ہوتا۔ وہ محض اپنے رب اعلیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اور انہیں مبارک ہو۔ یہ گوہر مقصود انہیں بخش دیا جائے گا۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۹-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُورَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ | بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ | إِحْدَىٰ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورہ لیل مکی ہے | اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے | اس کی اکیس آیتیں ہیں

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ

قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز کو) چھپا لے اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب چمک اٹھے اور اس کی قسم جس نے پیدا کیا نر

وَالْأُنثَىٰ ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ﴿٥﴾

اور مادہ کو[1] بے شک تمہاری کوششیں مختلف نوعیت کی ہیں[2] پس جس نے (راہ خدا میں) اپنا مال دیا اور (اپنے رب سے) ڈرتا رہا

۱۔ اس سورت کا آغاز بھی متعدد قسموں سے کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ ان قسموں کا جواب ہے۔

آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے پہلے ہر طرف کفر و شرک اور جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ سب اہل عرب ایک ہی ڈگر پر رواں دواں تھے۔ لیکن حضور کی بعثت نے عرب کے معاشرے کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مختلف گروہوں کے عقائد، نظریات، اخلاقی جذبات اور اعمال ایک دوسرے سے اتنے مختلف ہو گئے تھے جتنا دن رات سے مختلف ہوتا ہے اور اپنی اپنی منزل کی طرف گامزن تھے۔ اللہ تعالیٰ قسم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح رات اور دن اور نر و مادہ الگ الگ ہیں ہر ایک کی اپنی خصوصیات اور اپنے الگ نتائج ہیں اسی طرح ان دو گروہوں کے اعمال کی نوعیت بھی جدا جدا ہے۔ ان میں کسی قسم کی یکسانیت نہیں۔ ایک گروہ نے خالق و مالک کی بندگی کا شیوہ اختیار کیا ہے۔ جو اس کے احکام کی بجا آوری میں کوشاں ہے اور اسی کی رضا کا طلبگار ہے۔ اور دوسرا گروہ ہے جو مال و دولت پر مرمٹا ہے۔ اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل میں روز و شب مصروف ہے۔ عارضی لذتوں اور فانی جاہ و جلال کے حصول کے علاوہ اس کا کوئی مطمح نظر نہیں۔ اس عظیم تفاوت کے باوجود ان دو گروہوں کی جدوجہد یکساں نہیں ہو سکتی اور اس پر ایک جیسے نتائج مرتب نہیں ہو سکتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے الناس غادیان فمبتاع نفسہ فمعتقها او بائع نفسہ فموبقها۔ (قرطبی) لوگ جب صبح کرتے ہیں تو ان کی دو قسمیں ہوتی ہیں کچھ لوگ اپنے نفس کو خرید کر اس کو آزاد کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے نفس کو فروخت کر کے اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

شتّٰی، شتیت کی جمع ہے جس طرح مریض کی جمع مرضی ہے یعنی متفرق اور منتشر۔ چاہیے تو تھا کہ ان سے کم از کم شتیت ہی ہوتا کیونکہ سعی مفرد ہے۔ لیکن سعی مصدر ہے اس لیے ہر قسم کی جدوجہد کو شامل ہے۔ اس لیے اگرچہ یہ لفظ واحد ہے لیکن معنی جمع ہے۔ اس لیے اس معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی خبر شتّٰی جمع ذکر کی گئی۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ

اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی ۵ تو ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے آسان راستہ ۶ اور جس نے بخل کیا

۵ ان دو گروہوں کی جدوجہد کے چند اہم پہلو ذکر کر کے ان کے راہی بُعد اور تفاوت کو واضح کیا جا رہا ہے۔ پہلے اس سعادتمند گروہ کی جدوجہد اور سعی پیہم کے اہم پہلوؤں کو ذکر فرمایا۔ یہ گروہ ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو صمیم قلب سے قبول کیا۔ حضور کے دست حق پرست پر بیعت کی کہ اسلام کو بیعت کی اور ہر قیمت پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے پرچم کو سربلند کرنے اور سربلند رکھنے کا عزم کیا۔ فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق سے اس کی رضا، اس کے دین کی سربلندی اور اس کے عزت مند بندوں کی اعانت کے لیے اپنا مال بڑی مسرت سے خرچ کرتے ہیں۔ اس کو بوجھ نہیں سمجھتے۔ اس کو تاوان اور چٹی خیال نہیں کرتے بلکہ رب کریم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کے رب نے ان کو مال بھی بخشا اور اپنی خوشنودی کے لیے اسے خرچ کرنے کی توفیق بھی مرحمت فرمائی۔ ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ انہوں نے تقویٰ کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں بڑے سرگرم ہیں۔ منہیات اور محرمات کے قریب تک نہیں پھٹکتے۔ ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہے۔

ان کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے جن اچھی چیزوں کی انہیں تعلیم دی ہے ان کی وہ تصدیق کرتے ہیں اور دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ باتیں سراسر حق ہیں۔

۶ یہ جملہ ان کا جواب طلب ہے۔ فرمایا جس گروہ میں یہ تین صفات پائی جاتی ہیں ہم ان کے لیے وہ راہ آسان کر دیتے ہیں جو انہیں ابدی فلاح اور دائمی مسرتوں کی طرف لے جانے والی ہے۔ اس راہ پر چلنے کی لگن ہم ان کے دل میں پیدا کر دیتے ہیں۔ آخر نتیجہ یہ کہ ان کا عشق ہو جاتا ہے۔ جو کام پہلے دشواری سے کیا جاتا تھا وہ بلا تکلف کیا جانے لگتا ہے، جذبہ عشق کی برکت سے وہ دشوار نہیں رہتا۔ اس راہ کے کانٹے بھی پھولوں سے زیادہ پیارے لگتے ہیں۔ ہر مشکل کی ادائیگی اس کو لذت آشنا کرتی ہے۔ نماز اس کے لیے بوجھ نہیں رہتی بلکہ اس کی روح کی غذا بن جاتی ہے جس کے بغیر اسے قرار نہیں۔ عبادات کی ادائیگی میں اسے گرانباری محسوس نہیں ہوتی بلکہ اسے وہ مسرت حاصل ہوتی ہے جس کا اندازہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کا شوق تو بڑھتا ہی جاتا ہے اور جب اس کی رضا کے لیے سر کٹانے کا موقع آتا ہے تو اس وقت اس کا ذوق سرفروشی فرشتوں کو بھی محو حیرت کر دیتا ہے۔

اب نیسرہ کے الفاظ میں غور فرمائیے:

علامہ آلوسی فَسَنُيَسِّرُهٗ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اصل التیسیر من الیسر بمعنی السہولۃ۔ لکن اُرید التہیئۃ و الاعداد للامر۔ یعنی تیسیر، یُسر سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا اصل معنی آسانی اور سہولت ہے لیکن یہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کے لیے کسی کو مستعد اور تیار کر دینا۔ عرب جب گھوڑے پر زین ڈال کر اور اس کے منہ میں لگام دے کر سواری کے لیے بالکل تیار کر دیتے ہیں تو کہتے ہیں یَسَّرْتُ الفرس اور کہتے ہیں انا اُیَسِّرُھَا بالمیسر۔

علامہ ابن منظور نے بھی لسان العرب میں اس آیت کا یہی مفہوم بتایا ہے اور متعدد احادیث بطور استشہاد پیش کی ہیں۔ ان میں سے ایک

وَاسْتَغْنٰى ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾

اور بے پروا بنا رہا۔ اور اچھی بات کو جھٹلایا ف تو ہم آسان کردیں گے اس کے لیے مشکل راہ ف

آپ بھی سن لیجیے:

قال الحديث: اعملوا وسددوا وقاربوا فكل ميسر لما خلق له. او كما قال. یعنی حضور نے فرمایا کہ نیک اعمال کرو، راست روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو۔ ہر شخص جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا اس کی استعداد اس میں رکھ دی گئی ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اس جملہ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں: فسنهيئه للخصلة التي تؤدي الى يسر وراحة كدخول الجنة ومباديه۔ یعنی ہم اس میں اس خصلت کی استعداد پیدا کر دیتے ہیں جو اسے آسانی اور راحت کی طرف لے جاتی ہے جس طرح دخول جنت اور اس کے لوازمات وغیرہ۔ یسریٰ، صفت مؤنث ہے لیکن اس کا موصوف محذوف ہے۔ اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ، جملہ مبادی دخول جنت، سب اس کے موصوف ہو سکتے ہیں۔ ان امور کو آسان اور سہل فرمایا گیا ہے۔ اس لیے بھی کہ جب انسان ان کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کو ابدی راحت و آرام نصیب ہو جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ وہ اس کی فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہے۔ جو کام انسان کی فطرت سے ہم آہنگ ہو اس کا کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان بڑی سہولت سے اس کو انجام دے سکتا ہے۔ مشکل کام تو یہ ہے کہ جب کسی شخص کو اس کی فطرت کے تقاضوں کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اسے تو ہر بار اپنی فطرت سے جنگ کرنا پڑتی ہے۔ اپنے جذبات سے برسرپیکار ہونا پڑتا ہے۔ اسے اپنے مزاج کی مخالفت کرنا پڑتی ہے اور یہ کام واقعی بڑا کٹھن اور مشکل ہوتا ہے۔

علامہ جوہری نے اس کا معنی توفیق کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

اس میں انسانی نفسیات کا ایک عجیب و غریب مسئلہ بھی حل کر دیا گیا۔ بتایا گیا کہ جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اس میں مزید نیک اعمال کرنے کی رغبت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب وہ ذرا راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید آگے بڑھنے اور بلندترین منازل پر متمکن ہونے کا شوق مرحمت فرماتا ہے جس کے باعث نیک اعمال اس کے لیے بالکل آسان ہو جاتے ہیں۔

ف اہل سعادت کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد اب اہل شقاوت کی قبیح عادات اور ان پر مرتب ہونے والے برے نتائج و اثرات کا بیان ہو رہا ہے۔

ان کی ایک خصلت یہ ہے کہ راہ حق میں ایک دمڑی خرچ کرنا بھی ان کے لیے بڑی مصیبت ہے۔ ویسے اپنی نام و نمود کے لیے وہ بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اپنی بزم عیش و طرب سجانے کے لیے وہ پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لیے، دعوت اسلام کو کامیاب بنانے کے لیے اگر ان کی دولت کی ضرورت ہو تو ان کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ایک پائی خرچ کرنے کی توفیق بھی انہیں نصیب نہیں ہوتی۔

ان کی دوسری خصلت یہ ہے کہ ان کی ساری تگ و دو دنیوی شہرت، ناموری حاصل کرنے تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ انہوں نے اپنے انجام کو بالکل بھلا دیا ہے۔ اپنے رب کو راضی کرنے کا خیال تک بھی کبھی ان کے دل میں نہیں گزرتا۔ گویا وہ رب سے بے نیاز ہیں۔ انہیں

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾

اور اس کے کسی کام نہ آئے گا اس کا مال جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا ے بے شک ہمارے ذمہ کرم پر ہے رہنمائی کرنا ے

اپنے نفس کی خواہشات سے نہ اپنے نیک انجام کی کوئی آرزو ہے۔ مگر زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ لیں یا دنیا میں جاہ و اعلیٰ منصب انہیں مل جائے گویا انہوں نے اسی کو مقصود بنا لیا۔ ان کی تیسری خصلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول جن اعلیٰ اور عمدہ باتوں کی انہیں تعلیم دیتا ہے جن ابدی صداقتوں اور اللہ تعالیٰ کی سچائیوں سے انہیں آگاہ کرتا ہے وہ ان کی سچائی کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کو جھٹلاتے ہیں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں۔ جب ان کی یہ عادتیں یا خصلتیں ہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ان کی بیہودہ اور ان پاکبازوں کی عمدہ خصلتیں کیسے یکساں ہو سکتی ہیں۔ اور ان کے نتائج ایک جیسے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

ے آخر میں فرمایا کہ جن کی یہ عادات ہوں، جن کا یہ طریقہ کار ہو ان کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ ان کے دلوں میں ان کرتوتوں کی محبت پیدا کر دی جاتی ہے جو انہیں کشاں کشاں جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ انہیں نیکیوں سے نفرت ہو جاتی ہے گندگی کے کیڑوں کی طرح فسق و فجور کی غلاظتوں میں وہ بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ شراب نوشی اور بدکاری سے ان کا لگاؤ اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ اپنا مال اور اپنی جائیداد تک ان کی راہ میں ضائع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اپنی عزت اور خاندانی وقار کو بھی خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اپنی بیوی کے کانوں کی بالیاں اتار کر بھی وہ خبیث مشغلہ سے اپنا شوق پورا کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی یہ لت انہیں پڑ گئی ہے کہ کوئی چیز انہیں اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔ یہ عمل بظاہر ان کی تباہی کا باعث ہے اس پر وہ جان سے زیادہ فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں کوئی لاکھ سمجھائے وہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

عُسْریٰ صفت مؤنث ہے اس کا موصوف بھی محذوف ہے اعمال سیئہ، یا خلائق یا جہنم سب اس کے موصوف ہو سکتے ہیں۔ ان کو مشکل کہنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی تکلیفوں اور مصیبتوں کی انتہا ہو جاتی ہے اور اسی لیے بھی انہیں عسریٰ کہا گیا کہ ان کرتوتوں کے کرتے وقت اسے اپنی فطرت سے، اپنے مزاج سے جنگ لڑنی پڑتی ہے۔ قدم قدم پر اس کی فطرت سلیمہ صدائے احتجاج بلند کرتی ہے۔ اس کا ضمیر اس کو بڑی ملامت کرتا ہے۔ اس لیے بادی النظر میں گناہ کرنا بڑا کٹھن اور دشوار کام ہے۔

اس حقیقت کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مختلف اسالیب سے بیان فرمایا گیا۔ سورۂ انعام کی ایک آیت ملاحظہ فرمائیے: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۔ ترجمہ: اور جس خوش نصیب کے لیے اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ ہدایت دے کشادہ فرما دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے اور جس بدنصیب کے لیے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، بہت تنگ گویا وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف۔ (الانعام: ۱۲۵)

ے جس مال کی محبت میں آج وہ اتنا اندھا ہو رہا ہے، جائز و ناجائز، حرام و حلال کے درمیان امتیاز بھی نہیں کرتا، جب اسے کھینچ کر جہنم رسید کیا جائے گا تو یہ مال اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ اس وقت وہ بہت چاہے گا کہ اس کی ساری دولت فدیہ قبول کیا جائے اور اس کے بدلے

www.KitaboSunnat.com

وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾

یقیناً آخرت اور دنیا کے ہم ہی مالک ہیں۔ پس میں نے خبردار کر دیا ہے تمہیں بھڑکتی آگ سے۔

لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا

اس میں نہیں جلے گا مگر وہ انتہائی بدبخت جس نے (نبی کریم کو) جھٹلایا اور (آپ سے) روگردانی کی۔ اور دور رکھا جائے گا اس سے

الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ

وہ نہایت پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا مال (اپنے دل کو) پاک کرنے کے لیے اور اس پر کسی کا کوئی

مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾

احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی خوشنودی کا طالب ہے۔

زر و دولت کے لیے جائیداد اس کی تجوریوں میں کھنکتے ہوئے چاندی اور سونے کے سکے سب بے کار ہیں اور اس کی جان بخشی کرنی جائے گی لیکن اس روز اس کی کوئی بات نہ سنی جائے گی۔ اس کی سب فریادیں صدا بصحرا ثابت ہوں گی۔ اس کی ساری پیشکشوں کو ٹھکرا دیا جائے گا۔ اذا تردی ای سقط فی جہنم۔

۹ سیدھی راہ دکھانا ہمارا کام ہے اور اس راہ پر چلنا انسان کا کام ہے۔ حق و باطل کو الگ الگ کر دینا ہمارا کام ہے اور باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرنا اس کا کام ہے۔

۱۰ جب ہم نے بروقت تمہیں خبردار کر دیا ہے اس کے باوجود جو راہ حق اختیار نہیں کرتا اور غلط راستہ پر چل کر سیدھا جہنم میں جا گرتا ہے تو اس سے زیادہ بدبخت اور شقی کون ہو سکتا ہے۔ یہاں اشقیٰ سے مراد امیہ بن خلف اور اس کے ہم مشرب ہیں کہ جنہوں نے دانستہ دعوت حق کو جھٹلایا اور محض عناد اور تعصب کی بنا پر باطل پر اڑے رہے۔

۱۱ ایک طرف اشقیٰ ہے جس کا طریقہ کار نبی کی تکذیب اور اسلام سے روگردانی ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص ہے جو تقویٰ اور پارسائی میں اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہے جو دعوت حق کو قبول کرنے کے بعد صرف اپنا مال و متاع قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ دونوں کا انجام یکساں نہیں ہو سکتا ہے۔ ان کے انجام میں اتنا ہی تفاوت ہے جتنا ان کے فکر و عمل میں تفاوت ہے۔

۱۲ اس اتقیٰ کی پارسائی کی یہ شان ہے کہ اپنا مال جس بے دریغی سے وہ خرچ کر رہا ہے وہ کسی کا احسان اتارنے کے لیے نہیں کسی کی گزشتہ حسن سلوک کا صلہ دینے کے لیے نہیں اس کی نیت میں ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنی متاع جان و دل کو قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔ وہ مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَسَوۡفَ يَرۡضٰى ﴿۲۱﴾

اور وہ ضرور اس سے خوش ہو گا ۲۱؎

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلقہ عقیدت میں داخل ہونے والے سب خوش نصیب صفات سے متصف تھے اور ان کی اعلیٰ ترین مثال حضرت صدیق اکبر کی شخصیت ہے۔ ہجرت سے پہلے وہ اپنی دولت ان مسلم غلاموں اور کنیزوں کو ان کے کافر آقاؤں سے خرید کر آزاد کرنے میں صرف کرتے رہے۔ جب سفر ہجرت میں سید المرسلین کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تو گھر میں جتنا روپیہ تھا ساتھ لے لیا۔ ہجرت کے بعد جہاد کے لیے جب بھی مدد کرنے کی ضرورت ہوئی تو آپ ہی سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے گھر کا سارا اثاثہ اپنے محبوب کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ جب حضور نے دریافت کیا کہ اہل و عیال کے لیے گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو عرض کی آپ کا نام اور آپ کے پروردگار کا نام چھوڑ کر آیا ہوں۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں حضرت ابن عباس سے یہ قول مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے مالک امیہ بن خلف نے ان کو طرح طرح سے ستانا شروع کر دیا۔ ایک روز وہ آپ کو اذیت دے رہا تھا آپ پر غشی طاری تھی اس وقت بھی آپ کی زبان پر احد احد جاری تھا۔ اس اثنا میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا فرمایا احد ینجیک۔ یہی احد کا نام تجھے اس ظلم سے نجات دے گا۔ حضور نے صدیق اکبر سے بلال کی کیفیت بیان کی۔ وہ فوراً حضور کے فرمانے پر گھر گئے اسی وقت گھر گئے اور نصف سیر سونا لے کر امیہ بن خلف کے پاس پہنچے اور کہا کیا تم بلال کو بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے ان کو بیچ دیا۔ آپ نے اسی وقت خدا کے لیے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

آپ کے والد ابو قحافہ کو جب علم ہوا کہ ان کا بیٹا ابو بکر کمزور اور نحیف غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کر دیتا ہے تو انہوں نے کہا میرے بیٹے تم ضعیف اور کمزوروں کو آزاد کرتے ہو اگر تم طاقتور اور بہادر غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے تو کسی مشکل کے وقت تمہارے کام آتے۔ آپ نے فرمایا ابا جان انما ارید ما عند اللہ (ابن کثیر) ابا جان میرا اس سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

۲۱؎ یرضی کا فاعل اللہ تعالیٰ اور صدیق اکبر دونوں ہو سکتے ہیں۔ اگر فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر راضی ہو جائے گا جس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ اس کی رضا اس کو حاصل ہو جائے گی۔ اور اگر فاعل ابو بکر صدیق ہوں تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا وہ مینہ ابو بکر پر برسائے گا کہ ابو بکر اپنے رب کریم کے لطف و کرم اور جود و عطا کو دیکھ کر خوش ہو جائے گا۔

○

اللّٰھم لک رضانا نحن نطلب رضاک فارض عنا برحمتک یا رب کریم انک رؤف رحیم۔ وصلی اللہ وبارک علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف
سورۂ والضحیٰ

نام: اس سورۂ مبارکہ طیبہ کا نام والضحیٰ ہے جس سے اس سورت کا آغاز فرمایا جا رہا ہے۔ اس میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چالیس کلمے اور ایک سو بہتر حروف ہیں۔

شانِ نزول: کتب تفاسیر میں اس کی شانِ نزول کے بارے میں متعدد روایات درج ہیں میرے نزدیک روایت اور درایت کے نقطۂ نظر سے جو قول زیادہ مستند اور قرین قیاس ہے وہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر درِ منثور میں ذکر کیا ہے جو پیشِ خدمت ہے:

اخرج احمد وعبد بن حميد والبخاري ومسلم والترمذي والنسائي
وابن جرير والطبراني والبيهقي وابو نعيم معا في الدلائل عن جندب البجلي
قال اشتكى النبي صلى الله عليه وسلم فلم يقم ليلتين او ثلاثا فاتته
امرأة فقالت يا محمد ما ارى شيطانك الا قد تركك لم يقربك
ليلتين او ثلاثا فانزل الله والضحى والليل اذا سجى ا ه (در منثور)

ترجمہ: "جندب البجلی سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت مبارکہ درست نہ رہی۔ چنانچہ حضور دو یا تین راتیں شب خیزی نہ فرما سکے۔ ایک گستاخ عورت آئی اور حضور کا نام لے کر کہنے لگی کہ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ ہم نے دو تین رات سے اسے تمہارے قریب آتے نہیں دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی۔"

مضامین: اس کے مضامین کے بارے میں تو آپ آیات کی تشریح کے ضمن میں تفصیلات ملاحظہ فرمائیں گے یہاں مختصراً یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ ان آیات میں اُن عنایات بے پایاں اور احسانات عظیم کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے جو رحمٰن و رحیم رب العالمین نے اپنے محبوب ترین بندے اور رؤف و رحیم رسول پر فرمائیں۔ بعد ازاں اس رحمۃ للعالمین کو اپنی مخلوق پر ابرِ رحمت بن کر برسنے کے جو طریقے اور آداب سکھائے اُن کا ذکر ہو رہا ہے۔ دینے والے کی شانِ کریمی کی کوئی حد نہیں تو لینے والے کے ظرف اور دامن کی وسعت بھی تصورِ انسانی کی حدود سے ماوراء ہے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا
۹-۳-۷۷

كتاب و سنت كی روشنی میں لكھی جانے والی اردو اسلامی كتب كا سب سے بڑا مفت مركز

سورۃ الضحیٰ مکیۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ھی احدیٰ عشرۃ آیۃ

سورۃ الضحیٰ مکی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اس میں گیارہ آیات ہیں

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾ وَ

قسم ہے روز روشن کی ۱ اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے ۲ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ۳ اور

۱۔ ان آیات کی تشریح سے پہلے اس کی شان نزول کا پس منظر ذہن میں رہے تو مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ شیخین کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علالت طبع کے باعث دو تین روز رات کے وقت بیدار ہو کر معمولات عبادت نہ ہو سکے تو ابولہب کی بیوی ام جمیل جس کا مکان حضور کے مکان کے قریب ہی تھا، وہاں آئی اور کہنے لگی۔ یا محمد انی لارجو ان یکون شیطانک قد ترکک لم ارہ قربک منذ لیلتین او ثلاث۔ اے محمد میں امید کرتی ہوں کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ دو تین راتوں سے میں نے اس کو تمہارے نزدیک آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی کے جواب میں یہ سورۃ پاک نازل فرمائی۔

دوسری روایت جو مشہور ہے کہ ابتدائے بعثت میں کچھ عرصہ نزول وحی کا سلسلہ جاری رہا اور پھر کچھ عرصہ تک یہ انقطاع رہا۔ پندرہ یا پچیس یا چالیس دن تک باختلاف روایت یہ وقفہ رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ بہت گراں گزرا۔ وہ کان جو کلام الٰہی سننے کے عادی ہو چکے تھے وہ دل جو ارشادات ربانی کا خوگر ہو چکا تھا اس کے لیے یہ جدائی ناقابل برداشت تھی ——— نیز کفار نے بھی طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ اس لیے وحی کا نزول بند کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان خرافات کی تردید قسم اٹھا کر کی اور اپنے محبوب کریم کو یہ تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں بڑی حکمتیں ہیں اسی طرح نزول وحی اور اس کے انقطاع میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

۲۔ جب سورج پوری آب و تاب سے چاشت کے وقت چمکنے لگتا ہے اس وقت کو الضحیٰ کہتے ہیں۔ اس کی لغوی تحقیق سورۃ الشمس میں گزر چکی ہے۔ لیکن علامہ قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ الضحیٰ کو جب لیل کے مقابلہ میں ذکر کیا جائے تو اس وقت سے مراد سارا دن ہوتا ہے جیسے سورۃ اعراف میں ہے۔ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ . اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ.

ترجمہ: کیا بستی کے باشندے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آئے جب وہ سو رہے ہوں۔ کیا بستی کے باشندے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آئے جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔

یہاں ضحیٰ سے مراد چاشت کا وقت نہیں بلکہ سارا دن ہے۔

والضحیٰ کے بعد واللیل اذا سجیٰ ہے اس لیے یہاں بھی ... لسان العرب

۳۔ جب رات خوب تاریک ہو جائے اور ہر چیز پر اس کا پردہ پھیل جائے تو عرب کہتے ہیں سجی اللیل ای اذا اظلم ورکد

www.KitaboSunnat.com

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾

یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے ۴ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۵

طلوعہ کما یقال بحر ساج و لیل ساج۔ سمندر پرسکون ہے اور رات پرسکون ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور رات سے مراد شب معراج ہے۔ (قرطبی)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر عزیزی کی چند سطور اہل شوق و محبت کے مطالعہ کے لیے نقل کر رہا ہوں:

"بعضے از مفسرین چنیں گفتہ اند کہ مراد از ضحیٰ روز ولادت پیغمبر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مراد از لیل شب معراج است و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ نور حسن پیغمبر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و از لیل موئے سیاہ کہ در سیاہی چوں شب است۔ و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ علم است کہ آنجناب را بے واسطہ و بے تعلیم و تعلم پیدا شد یعنی عالم غیب بر آنجناب منکشف گشت و مراد از شب خلق عفو است کہ عیب امت را پوشید۔ و بعضے گویند کہ مراد از روز علانیہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است یعنی احوال ظاہرہ آنجناب است کہ خلق بر آں مطلع شدہ و مراد از شب سر آنجناب یعنی احوال باطنہ کہ غیر از علام الغیوب کسے بر آں مطلع نیست۔"

ترجمہ: بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ضحیٰ سے مراد حضور کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے شب معراج مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد حضور کا نور حسن ہے اور لیل سے زلف عنبریں۔ اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مراد وہ علم ہے جو آنجناب کو دیا گیا تھا جس کے سبب عالم غیب آپ پر بے تعلیم اور بے تعلم منکشف ہو گیا اور لیل سے مراد حضور کا عفو و درگزر کا خلق ہے جس نے امت کے عیبوں کو ڈھانپ دیا۔ بعض علما کا ارشاد ہے کہ دن سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے اور رات سے مراد حضور کے احوال باطنی ہیں جن کو علام الغیوب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

۳؎ روشن دن اور تاریک اور پرسکون رات کی قسم کھا کر کفار کے اعتراضات اور طعنوں کی تردید فرمائی اور تسلی دی اپنے حبیب کی دلداری کرتے ہوئے فرمایا اے حبیب! آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ بلکہ وحی کے نزول میں بھی اس کی حکمت تھی اور اس کے انقطاع میں بھی کئی حکمتیں مضمر ہیں۔

۴؎ فرمایا کہ آپ پر آپ کے رب کے لطف و کرم اور انعام و احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے، ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑی سے، ہر آنے والی حالت گزشتہ حالت سے اعلیٰ و اجمل، بہتر و برتر اور ارفع ہو گی۔ اس ایک جملہ سے کفار کے طعن و تشنیع اور الزام تراشیوں کا سدباب بھی ہو گیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں ایک جانفزا بشارت بھی سنا دی۔

دعوت اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجیے جس میں یہ سورت نازل ہوئی۔ گنتی کے چند افراد نے اس دین حق کو قبول کیا تھا باقی تمام اہل مکہ حضور کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے عزم صمیم کر لیا تھا کہ اسلام کے چراغ کو بجھا کر رہیں گے۔ توحید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ کا لگایا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں اس کا ایک ایک پہلو اجڑ جائے گا نیز یہ کچلے جائیں گے۔ اس وقت کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرہ عرب اس کے زیر نگیں آجائے گا۔ اس نبی کریم کو اللہ تعالیٰ وہ عزت و سروری اور شان محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل شانہ ابرو کے اشارہ پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں گے۔

قال ابن عباس اُرِیَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یفتح اللہ علی امتہ بعدہ فسُرّ بذالک فنزل جبرئیل بقولہ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ یعنی حضور کے بعد امت پر جو فتوحات کی جائیں گی وہ سب کی سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھائی گئیں جنہیں دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہوگی۔

شانِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی اشاعت و ترقی کے لیے ہر وقت فکرمند رہا کرتے تھے۔ دین حق کی سربلندی کے لیے حضور نے اپنا سب کچھ وقف فرما دیا تھا۔ آپ ہر وقت کوششیں فرماتے رہتے، ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہ تھے۔ اپنی امت کی بخشش و مغفرت کا خیال ہر وقت مضطرب رکھتا تھا۔ ان تمام تفکرات اور اضطرابات کو یہ فرما کر دور کر دیا کہ آپ کا رب اپنے لطف و کرم کا آپ پر وہ مینہ برسائے گا کہ آپ کا قلب مبارک خوش اور مسرور ہو جائے گا۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: وھو عدۃ کریمۃ شاملۃ لما اعطاہ اللہ تعالیٰ عزوجل فی الدنیا من کمال النفس وعلوم الاولین والآخرین وظہور الامر واعلاء الدین بالفتوح الواقعۃ فی عصرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفی ایام خلفائہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرھم من الملوک الاسلامیۃ وفشو الدعوۃ والاسلام فی مشارق الارض ومغاربہا ولما ادخر لہ عزوجل من الکرامات التی لا یعلمہا الا ھو جل جلالہ (روح المعانی)۔

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جو ان تمام عطیات کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو دنیا میں سرفراز فرمایا یعنی کمال نفس، اولین و آخرین کے علوم، اسلام کا غلبہ، دین کی سربلندی ان فتوحات کے باعث جو عہد رسالت میں ہوئیں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئیں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں نے حاصل کیں اور اسلام کا دنیا کے مشارق و مغارب میں پھیل جانا نیز یہ وعدہ ان عنایات اور عزت افزائیوں کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کے لیے آخرت کے لیے محفوظ کر رکھی ہیں جن کی حقیقت اور انتہا کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جان سکتا۔

علامہ آلوسی نے یہاں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔

حرب بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے پوچھا کہ جس شفاعت کا ذکر اہل عراق کیا کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا حق ہے۔ مجھے محمد بن حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد فاقول نعم یارب رضیت۔

حضرت سیدنا علی سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے ندا کرے گا اور پوچھے گا یا محمد کیا آپ راضی ہو گئے۔ میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَ

کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی۔ اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا ﷺ اور

اس کے بعد امام باقر نے اس شخص سے کہا کہ اے اہل عراق تم کہتے ہو کہ قرآن کریم کی سب سے امید افزا آیت یہ ہے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب الٰہی میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلا قول اللہ تعالیٰ فی ابراہیم علیہ السلام فمن تبعنی فانہ منی وقول اللہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ فرفع علیہ السلام یدیہ وقال اللہم امتی امتی وبکی۔ فقال اللہ تعالیٰ یا جبرئیل اذہب الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقل انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی فمن تبعنی فانہ منی (یعنی جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہے) پھر یہ آیت پڑھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ان تعذبہم فانہم عبادک (یعنی اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں) پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھایا اور عرض کی الٰہی میری امت میری امت۔ پھر حضور زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ اور ان سے جا کر یہ پیغام پہنچاؤ کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔

یہاں رب کی اضافت اس ضمیر کی طرف ہے جس کا مرجع حضور کی ذات ہے۔ اس میں جو لطف و محبت کا اظہار کیا گیا ہے وہ ارباب ذوق سے مخفی نہیں۔

حلم و لطف و کرم جس سے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم کو نوازنے والا ہے ان کے ذکر کے بعد اب ان انعامات و احسانات کو بیان فرمایا جا رہا ہے جن سے آپ کو اس سے پہلے سرفراز کیا جا چکا ہے تاکہ قلب مبارک کو تسکین و مسرت کا باعث ہو۔ اس لیے اس جملہ کو الگ مستقل ذکر کیا گیا۔

اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شکم مادر میں ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا۔ پیدا ہوئے تو یتیم تھے۔ لیکن والدہ ماجدہ نے انتہائی محبت و پیار سے پروان چڑھایا۔ عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ کی پرورش کی خدمت آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے سنبھالی۔ آٹھ سال کی عمر میں یہ محترم بزرگ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ یہ سعادت حضور کے شفیق اور مہربان چچا جناب ابوطالب کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے تادم واپسیں اس خدمت کو ایسی حسن و خوبی سے انجام دیا کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ [illegible] اپنے لخت جگر پر سو جان سے قربان ہوتی ہے پر دادا اپنے حقیقی فرزند کے [illegible] کو بڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے اور چچا کا پیار [illegible] اپنے فوت شدہ بھائی کے فرزند کے لیے [illegible] لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے [illegible] عداوت و رقابت [illegible] ظاہر ہو گئی [illegible] اس نقصان [illegible] دادا اور چچا کی محبت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

حضور کی معصومانہ ادائیں اور پاکیزہ اطوار اور نجابت و سعادت کے وہ آثار جو ہر صبح و مسا نمایاں ہوتے رہتے تھے انہوں نے حضور کی محبت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا اور آپ کی قدر و منزلت کو ان حضرات کی نگاہوں میں اتنا بلند فرما دیا تھا جو کسی بچے کو نصیب نہیں ہو سکتی اور یہ سارا لطف و مہربانی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تھی اس لیے مہربانی کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ ہم نے ان خاص مہربانی کے دلوں میں حضور کی محبت اور ادب و احترام اور قدر و منزلت پیدا فرما دی۔

علامہ قرطبی نے مجاہد سے ایک اور تفسیر نقل کی ہے قال مجاهد هو من قول العرب درة يتيمة۔ کہ یہاں یتیم سے مراد درِّ بے بہا ہے جو نایاب اور بے قدر و قیمت ہیں یہ مثال ہے علامہ آلوسی لکھتے ہیں والمعنی الم يجدك واحدا في قريش عديم النظير لم يوجد مثلك ... فآواك اليه وجعل لك ... یعنی اے حبیب کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوقات میں یکتا اور عدیم النظیر یا بصف امکان کہ آپ جیسا کوئی نہیں اے حبیب جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوشِ رحمت میں آپ کو پناہ دی۔ (روح المعانی)

ف اس آیت کے ترجمہ میں بعض مترجمین نے بڑی طرح ٹھوکر کھائی ہے اس لیے اس کی اچھی طرح سے تحقیق کرنی چاہیے۔ ضال ضلالت سے اسم فاعل ہے۔ عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم لیا جاتا ہے راہ راست سے بھٹک جانا گمراہ ہونا عقیدہ و عمل میں غلط راستہ اختیار کرنا۔ علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عقیدہ اور عمل کی ہر گمراہی سے معصوم تھے۔ حضور نے اس مشرکانہ ماحول میں پرورش پائی لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی فکری اور عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا حضور علیہ السلام ان سے ہمیشہ بالکل منزہ اور مبرا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ وقد لبثت فيكم عمرا من قبله افلا تعقلون۔ ہوا میں تم میں اپنی عمر اس سے پہلے تمہارے درمیان گزار چکا ہوں کیا تم اتنا نہیں سمجھتے۔ سورہ النجم کی اس آیت میں ما ضل صاحبكم وما غوى میں بھی حضور سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں قرآن کی ان واضح شہادت کے باوجود یہاں ضالا کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا بڑی ضلالت ہے۔ نعوذ باللہ۔

علمائے تفسیر نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے اقوال بیان کیے ہیں۔ ان میں سے چند آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

① ضلالت کا لفظ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لا يضل ربي ولا ينسى (طٰہٰ: ۵۲) یعنی لا يغفل۔ میرا رب کسی چیز سے غافل نہیں ہوتا اور کسی چیز کو فراموش نہیں کرتا۔ مذکورہ آیت میں ضالا کا معنی غافل ہے یعنی آپ قرآن اور احکام شرعیہ کو پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم بخشا اور احکام شرعیہ کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔ ای غافلا عما يراد بك من امر النبوة فهداك۔ ای غافلا عن معرفة القرآن والشرائع فهداك الله الى القرآن وشرائع الاسلام۔ ضحاک، شہر بن حوشب وغیرہ کا یہی قول منقول ہے۔ (قرطبی)

② جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی دودھ کی رنگت میں چھپ جائے تو عرب کہتے ہیں ضل الماء في اللبن کہ پانی دودھ میں غائب ہو گیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہو گا کنت مغمورا بين الكفار بمكة فقواك الله تعالى حتى اظهر دينه:

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھیں یا عتاب کریں کفار کے درمیان مجبور ہو رہے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے ان سب کو مغلوب کیا۔

(۳) ایسا درخت جو کسی ویران صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعہ اپنی منزل کا سراغ لگائیں اس کو بھی عربی میں الضال کہتے ہیں العرب تسمی الشجرة الفريدة في الفلاة ضالة اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرہ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو صرف آپ کی ذات بابرکات تھی جو اس صحرا میں ایک پھلدار درخت کی مانند تھی پس ہم نے آپ کے ذریعہ مخلوق کو ہدایت بخشی ای کنت شجرة فريدة في مفازة الجهل فوجدتك ضالا فهديت بك الخلق

(۴) کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصل مخاطب قوم ہوتی ہے یہاں بھی یہی معنی ہے ای وجد قومك ضالا فهداهم بك اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت بخشی علامہ ابو حیان اپنی تفسیر بحر میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک رات خواب میں میں اس آیت کی تفسیر پر غور کر رہا تھا تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے ووجد رهطك ضالا فهداه بك۔ پھر میں نے کہا کہ جس طرح واسئل القرية اصل میں واسئل اهل القرية ہے اور اہل جو مضاف ہے محذوف ہے اسی طرح یہاں بھی رہط مضاف محذوف ہے۔ (البحر المحیط)

(۵) حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ضالا کا معنی متحیرا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرما دی۔

(۶) امام رازی لکھتے ہیں کہ الضلال بمعنی المحبة کما فی قوله تعالیٰ انك لفي ضلالك القديم۔ یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ہے۔ تو اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت عطا فرمائی جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا قرب حاصل کر سکیں گے۔ علامہ اسماعیل حقی نے اس قول کو یوں بیان کیا ہے:

قال بعض الصوفية ووجدك محبا عاشقا مفرطا في الحب والعشق . . . فهداك . . . الى وصل محبوبك حتى كنت قاب قوسين او ادنى۔ یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد سرشار پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے۔

علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک بار حضور عہد طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر بارگاہ الٰہی میں فریاد کرنی شروع کر دی۔ حضور کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے۔ اسی اثنا میں ابوجہل جو اپنی اونٹنی پر سوار تھا ادھر آ نکلا۔ اس نے جب حضور کو دیکھا تو اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضور کو اٹھا کر اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن اونٹنی اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اس نے جنبش نہ کی تو ابوجہل حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی بخشی تو اس نے کہا یا احمق هو الامام وكيف يكون خلف المقتدي۔ اے بیوقوف! یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے پیچھے کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ اس نے پھر آپ کو اٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی ماں تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فرعون ابوجہل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دادا جان تک پہنچایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ۝۸ فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَأَمَّا

اور پایا آپ کو حاجت مند پس (آپ کو) غنی کر دیا ۸ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجیے ۹ اور جو

۸ عائل کے دو معنی کیے گئے ہیں۔ (۱) المفتقر تنگدست (۲) ذو عیال اہل و عیال والا۔ کثرت کا مضمون ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال دار پایا دیکھو کہ ساری امت حضور کی عیال ہے۔ تو غنی کر دیا۔ آپ کو تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔ ظاہری غنی کی صورت یہ تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی جان، اپنا سارا مال حاضر کر دیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے۔ چاہیں تو اسے تقسیم کر دیں چاہیں تو اپنے پاس رکھیں۔ ام المؤمنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے اپنا سارا مال و متاع حضور کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ لیکن حقیقی غنی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جو استغنا ارزانی فرما کر قلب مبارک کو غنی کر دیا اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دیں اور کائنات کی ہر چیز کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا۔ ایک دن حضور کاشانہ اقدس میں تشریف لائے مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ بے تاب ہو گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے شکم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ اپنے رب سے التجا کیوں نہیں کرتے کہ ان فاقوں کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یہ سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلنا شروع کر دیں۔ لو شئت لسارت معی جبال الذھب۔ حضور کے اس فقر اختیاری کو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے خوب لکھا ہے۔

گدائے فقر کہ ارزانی ملک کعبہ ابد

بمشت خاک ندارد ہوائے سلطانی

یعنی حضور نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو کعبہ ابد کی سرمدی بخشی گئی ہو وہ مشت خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔

۹ آپ یتیم تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی لطف و کرم سے آپ کے لیے کتنا کچھ کیا۔ اب دنیا بھر کے یتیموں کے لیے آپ کا یہ پاک دل شفقت و محبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے۔ کسی یتیم پر کبھی سختی نہ کیجیے۔ اس پر غصہ ہونا یا اس سے غضب ناک ہونا آپ کو ہرگز زیبا نہیں۔ اس آیت پر حضور نے بڑی توجہ سے عمل کر کے یتیم پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں اپنی سنگدلی کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا واشار بالسبابۃ والوسطی۔ کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں گے پھر انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ان الیتیم اذا بکی اھتز لبکائہ عرش الرحمن کہ جب یتیم روتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش لرزنے لگتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

اور کسی سائل کو مت جھڑکیے ۱۰ اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب ذکر فرمایا کیجیے ۱۱

۱۰؎ سائلوں سے جو ناروا سلوک برتا جاتا ہے اس کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ اپنے سرمایہ کے ختم ہو جانے یا کم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے اور ایسے خزانے بخشے ہیں جو کبھی ختم ہونے والے نہیں، تو آپ کسی سائل کو جھڑکیں یا سائلوں کی کثرت سے تنگ دل کیوں ہوں۔ آپ کو آپ کے رب نے بے شمار و بے حد و بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے رہیں تا کہ آپ کے در پر سے کوئی سائل خالی نہ جائے۔

سیرت کی کتب ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جود و کرم کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو سائل دربار اقدس پر حاضر ہوا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا گیا اور آج بھی حضور کی سخاوت کا یہی عالم ہے۔ کوئی آئے، جو چاہے مانگے، اسے خالی واپس نہیں کیا جاتا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کیا خوب لکھا ہے: "معلوم شد کہ ہمہ بدست ہمت و کرامت او است ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد" (اشعۃ اللمعات اول ص ۳۹۴)

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب معاملات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست ہمت و کرامت کے سپرد ہیں۔ جو چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے کبھی کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) نہیں فرمایا۔

ما قال لا قط الا فی تشہدہ ۔ لولا التشہد کانت لاءہ نعم

یعنی حضور نے لا کبھی نہیں کہا سوائے کلمہ شہادت کے۔ اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو حضور کی "لا" بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوریے پر ایک چٹائی پر ان کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد ان کو بانٹنا شروع کیا اور جب تک ایک درہم بھی باقی رہا، سب کے سب درہم بانٹ دیے گئے۔ تقسیم ختم ہوئی تو ایک سائل آگیا۔ حضور نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ لے میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف تو نہیں کیا۔ حضور کو یہ بات ناپسند ہوئی اور رخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری بھی اس وقت بارگاہ اقدس میں حاضر تھا اس نے عرض کیا انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ فرمایا کیجیے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجیے۔ یہ سن کر حضور خوشی سے ہنس پڑے، چہرہ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا، ارشاد فرمایا کہ مجھے اسی طرح کا امر فرمودہ الٰہی ہے۔ میرے رب نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے۔ (تفسیر مظہری)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل و کرم فرمائے اس کا ذکر اور اس کا اظہار بھی شکر ہے۔ والتحدث بنعمة الله و الاعتراف بها شكر. (قرطبی)

اس آیت میں نعمت سے مراد کونسی نعمت ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: والظاهر ان المراد بالنعمة ما افاضه الله تعالیٰ على نبيه صلى الله تعالیٰ عليه وآله وسلم من فنون النعم التي من جملتها ما تقدم (روح المعانی) یعنی اس نعمت سے مراد وہ گوناگوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ارزانی فرمائیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے۔

چنانچہ سرور کون و مکان، فخر زمین و زمان، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان انعامات کا ذکر و اظہار اکثر فرمایا کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ بے شمار احادیث میں سے صرف ایک حدیث نقل کی جاتی ہے تاکہ ایمان تازہ ہو جائے۔

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وآله وسلم انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وبيدي لواء الحمد ولا فخر. وما من نبي يومئذ آدم ومن سواه الا تحت لوائي وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر۔ (مشکوٰۃ شریف رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا، یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس روز حمد کا پرچم میرے دست مبارک میں ہوگا، یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس دن تمام انبیاء آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے ہیں سب کے سب میرے پرچم کے نیچے ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر نکلوں گا، یہ بات فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں:

ومن هذا القبيل مقال الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله عنه:

وكل ولي له قدم واني ... على قدم النبي بدر الكمال

وقول غيره: هذه قدمي على رقبة كل ولي الله۔

یعنی حضرت شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ولی کا ایک مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقش قدم پر چل رہا ہوں جو کمالات صوری اور معنوی کے بدر (چودھویں کا چاند) ہیں۔ نیز آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اسی طرح حضرت مجدد صاحب نے اپنے مدارج قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے یہ اقوال بھی اسی نوع سے تعلق رکھتے ہیں۔

فمن انكر على امثال هؤلاء الرجال بحمل هذه المقال فكانه انكر هذه الآية الكريمة من الله ذي الجلال۔

جو شخص ان اعاظم رجال کے ان ارشادات کا انکار کرتا ہے اور زبان طعن دراز کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا انکار کرتا ہے۔ (مظہری)

ہر نعمت کا شکر واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمت مال کا شکر یہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خلوص نیت کے ساتھ اسے خرچ کرو۔ صحت کی نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرو اور گناہوں سے مجتنب رہو۔ علم و عرفان کی نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھاؤ اور گمراہوں کو راہ راست پر گامزن کرو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورت کا ایک مجرب عمل ذکر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس سورت کو انسان سات بار پڑھے اور اپنے سر کے ارد گرد انگشت شہادت پھیرے اور جب سات بار پڑھ چکے تو کہے اصبحت فی امان اللہ وامسیت فی جوار اللہ۔ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ۔ غائب و گمشدہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیاید۔ (تفسیر عزیزی)

○

الحمد للہ علی حسن توفیقہ

والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد المبعوث رحمۃ للعالمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الانشراح

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام "الانشراح" ہے جو "الم نشرح" سے باب "انفعال" کا مصدر ہے۔ اس میں ایک رکوع آٹھ آیتیں، ستائیس کلمے اور ایک سو تین حروف ہیں۔

نزول: اس کا نزول بھی مکہ مکرمہ میں سورۂ "والضحیٰ" کے معاً بعد ہوا۔

مضامین: نبوت کا بارِ امانت کوئی معمولی بوجھ نہ تھا، یہ وہ گراں متاع ہے آسمانوں اور پہاڑوں نے بھی اٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو مکہ کی ساری فضا سلگنے لگ گئی۔ لوگوں کے تیور بدل گئے، ہر چہرہ پر کدورت، ہر آنکھ میں عناد کے شعلے ناچنے لگے۔ ان سراسر ناموافق حالات میں قلبِ نبوت کے لیے راحت و سکون کا اگر کوئی پیغام ہو سکتا تھا تو وہ اس کے کریم پروردگار کا ہی ارشاد ہو سکتا تھا۔ چنانچہ جبرائیل امین حاضر ہوئے اور یہ سورت اپنے ملکوتی اور لاہوتی ہونٹوں سے تلاوت کر کے سنائی۔ ہر آیت میں ایک عظیم احسان کا مژدہ، ہر آیت میں دلجوئی و بندہ نوازی اپنے جوبن پر ہے۔ جن سے اپنوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں، تعلق رشتے توڑ لیے تھے، جن کی شمعِ حیات کو بجھانے کے لیے تند آندھیاں امڈ رہی تھیں اس کریم کو یہ بشارت دی جا رہی ہے کہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اے حبیب پاک! ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔ عرب کے ریگزاروں میں ہی نہیں، دنیا کے شرق و غرب میں ہی نہیں بلکہ فرازِ عرش پر بھی تیرے ذکر پاک سے بہار کا سماں ہو گا۔ جہاں جہاں خالقِ کائنات کا ذکر ہو گا وہاں وہاں باعثِ تخلیقِ کائنات کے ذکر کے زمزمے بھی فضا میں گونجیں گے۔

بتا دیا کہ یہ کالی رات سحر آشنا ہونے ہی والی ہے۔ مصائب کی گھنگھور گھٹائیں عنقریب ہی چھٹنے والی ہیں۔ وہ دن عنقریب طلوع ہونے والا ہے جب اہلِ نظر تیری راہ میں آنکھیں بچھائیں گے۔ اہلِ دل سو جان سے تیری ناز و ادا پر تصدق ہوں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جوں ہی فریضۂ تبلیغ سے کچھ فراغت ملے تو یادِ الٰہی میں مشغول ہو جایا کریں۔ یہی زندگی کی منزلِ مراد ہے اور اسی منزلِ مراد سے زندگی کو رعنائیاں، دلفریبیاں نصیب ہوتی ہیں اور اسی کے فیض سے زندگی کا دامن سچی مسرتوں سے معمور ہو جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی جو نعت اور مدحت ان چند آیات میں فرمائی ہے، دنیا بھر کے نعت گو اس سے دریوزہ گری کرتے رہیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الانشراح مکیۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وھی ثمان آیات

سورۃ الانشراح مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس کی آٹھ آیتیں ہیں

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِي

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا ۱؎ اور ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا وہ بوجھ ۲؎ جس نے

۱؎ علامہ راغب اصفہانی الشرح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اصل الشرح بسط اللحم ونحوہ یقال شرحت اللحم وشرّحتہ ومنہ شرح الصدر ای بسطہ بنور الٰہی وسکینۃ من جہۃ اللہ وروح منہ۔ (المفردات) یعنی گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو الشرح کہتے ہیں۔ اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور الٰہی سے سینہ کا کشادہ ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین و طمانیت کا حاصل ہو جانا، اس کی طرف سے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہو جانا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الشرح اصل میں کھولنے اور وسعت دینے کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرح کے لفظ کا استعمال حصول مسرت اور قلبی خوشی کے لیے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: وقد یراد بہ تاہیل النفس بقوۃ قدسیۃ وانوار الٰہیۃ بحیث تکون میدانا لمواکب المعلومات وسماء لکواکب الملکات وعرشا لانواع التجلیات وفرشا لسوائم الواردات فلا یشغلہ شان عن شان ویستوی لدیہ ما یکون وما کان ... یعنی شرح صدر کا مفہوم یہ بھی لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الٰہیہ سے اس طرح مزین کیا جائے کہ وہ معلومات کے لشکروں کے لیے میدان بن جائے، ملکات کے ستاروں کے لیے آسمان بن جائے اور گوناگوں تجلیات کے لیے عرش بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کو ایک حالت دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل، حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: والانسب بمقام الامتنان ھو ارادۃ ھذا المعنی الاخیر۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے احسان کا ذکر فرما رہا ہے، اس لیے یہاں شرح صدر کا یہی آخری معنی زیادہ مناسب ہے۔

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

فالمعنی الم نفسح صدرک حتی حوی عالمی الغیب والشھادۃ وجمع بین ملکتی الاستفادۃ والافادۃ فما صدک الملابسۃ بالعلائق الجسمانیۃ عن اقتباس انوار الملکات الروحانیۃ وما عاقک التعلق بمصالح الخلق عن الاستغراق فی شئون الحق (روح المعانی)

یعنی آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا کہ غیب و شہادت کے دونوں جہان اس میں سما گئے ہیں، استفادہ اور افادہ کی دونوں صلاحیتیں اس میں جمع ہو گئیں۔ جسمانی علائق کے باوجود آپ کی روحانی ملکات سے انوار کے حصول میں رکاوٹ نہیں، خلق کی بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق معرفت الٰہی میں استغراق سے رکاوٹ نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علوم و معارف عطا فرمائے امام بوصیری نے قصیدہ بردہ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا ۔۔۔ وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ: یعنی دنیا اور آخرت دونوں آپ کی جود و کرم کے مظاہر ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

علامہ علی قاری حنفی آخری مصرعہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علومهما انما تكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه۔ کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دفتر کی ایک سطر ہے اور آپ کے علم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔ (شرح قصیدہ بردہ، ملا علی قاری قلمی کتب خانہ گولڑہ شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی اس آیت کی آئینہ دار ہے۔ حضور نے جس انشراح صدر اور اولوالعزمی سے فرائض نبوت کو ادا کیا جس صبر اور تحمل کے ساتھ اس راہ میں آنے والی مشکلات کو برداشت کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر کے بغیر ممکن ہی نہ تھا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری زندگی کے ہر لمحہ کو اپنے رب کی اطاعت میں گزارا اس کو بھی شرح صدر کی برکت کے بغیر ادا کیا جا سکتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں کئی مفسرین نے شق صدر کی روایات بھی ذکر کی ہیں لیکن علامہ آلوسی لکھتے ہیں: حمل الشرح في الآية على شق الصدر ضعيف عند المحققين کہ یہاں جو شرح صدر کا ذکر ہے اس سے شق صدر مراد لینا محققین کے نزدیک ضعیف ہے۔ البتہ شق صدر کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے۔

اس آیت میں غور کرنے سے کلیم اور حبیب کے درمیان فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ دونوں کو شرح صدر بخشا گیا لیکن کلیم کو مانگنے پر اور حبیب کو بن مانگے۔ پھر دونوں کے شرح صدر میں بھی زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔

سلسلہ بیان آگے بڑھانے سے پہلے مشکل الفاظ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے:

الوِزْر: الحمل الثقيل۔ بار گراں۔ أَنْقَضَ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: أنقض: أثقل ظهره۔ ایسا بوجھ جو کمر کو بوجھل کر دے۔

صاحب قاموس نے انقض کا ایک اور معنی تحریر کیا ہے یعنی کسی چیز کا آواز دینا۔ قال ابن عرفة: أي أثقله حتى جعله نقضا أي مهزولا وهو الذي أتعبه السفر والعمل فنقض لحمه (تاج العروس) یعنی اس بوجھ نے آپ کی پشت کو دبلا اور کمزور کر دیا کیونکہ جسم سے زیادہ بوجھ برداشت کرنے سے گوشت دبلا ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "آں بارگراں کہ شکست پشت ترا" یعنی وہ بوجھ جس نے آپ کی پشت کو بوجھل بنا دیا تھا۔ میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے جیسے لغت عرب میں جب اونٹ کی پشت پر زیادہ بوجھ لادا جائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

جو بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔ اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو ؎ پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ

تو اس کی پسلیوں سے ایک قسم کی کڑکڑ کی آواز نکلتی ہے اسے عربی میں انقض کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وہ بھاری بوجھ کیا تھا؟ جو حضور کریم پر گراں بار ہو رہا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے اٹھا لیا۔ علمائے تفسیر نے متعدد اقوال لکھے ہیں۔ ان میں سے دو قول بطور نمونہ پیش ہیں:

(١) اپنی قوم کو کفر و گمراہی میں دیکھ کر خاطر عاطر کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ان کا بے جان بتوں کو پوجنا، فسق و فجور میں غرق رہنا، قمار بازی اور شراب نوشی میں بے پناہ رغبت، دولت کی بے جا نمائش، غریبوں پر ظلم ڈھانا، ان کے حقوق غصب کرنا، باہمی جنگ و جدال اور قتل و غارت، ان کی اخلاقی پستی، ان کی معاشی بدحالی، ان کی سیاسی ابتری، ان تمام چیزوں کو دیکھ کر حضور کو بہت دکھ ہوتا اور اس صورت حال کو کیسے بدل ڈالا جائے، اس کے لیے دل ہر وقت مضطرب رہتا ——— اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا اور قرآن کریم جیسا صحیفہ رشد و ہدایت عطا فرمایا۔ دین اسلام جیسا جامع اور مکمل نظام حیات مرحمت فرمایا جس سے وہ بوجھ اتر گیا۔ منزل کا تعین بھی ہو گیا اور اس منزل کی طرف لے جانے والا راستہ بھی نور نبوت سے روشن ہو گیا۔

(٢) یا اس بوجھ سے بار نبوت و رسالت مراد ہے۔ ایسے لوگ جو صدہا سال سے معبودان باطل کی پوجا پاٹ میں مشغول تھے جن کی کئی نسلیں اخلاقی آوارگی کی نذر ہو چکی تھیں۔ ظلم و ستم، لوٹ مار جن کے نزدیک فخر و مباہات کا باعث تھی، ان کو ان پستیوں سے نکال کر توحید، اخلاق حسنہ، نظم و ضبط کی بلندیوں پر لے جانا کیا آسان کام تھا؟ اس راستہ میں مشکلات کے فلک بوس پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے اور ناکامیوں کی عمیق غاریں منہ کھولے ہوئے نگل جانے کے لیے بے تاب تھیں۔ اس فرض کی ادائیگی کا احساس دل کو ہر وقت بے چین رکھتا۔ ان کا تعصب و عناد، باطل سے چمٹے رہنے پر ان کا اصرار اس بے چینی میں مزید اضافہ کر دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کی دولت سے مالا مال فرما کر اس بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ طبیعت سے اس قلق و اضطراب کی جگہ صبر و عزیمت نے لے لی۔ جاہل قوم کی بے جا اشتعال انگیزیوں اور ان کی ایذا رسانیوں پر دل گرفتہ ہونے کے بجائے ہمت اور حوصلہ پیدا ہو گیا۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح اپنے مخصوص انداز میں فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے:

"آپ کی بہت عالی اور بلند استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی قلب مبارک کو جسمانی ترکیب، نفسانی کثافتوں کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا تو وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا۔"

؎ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اتانی جبرئیل علیہ السلام فقال ان ربک یقول اتدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ تعالیٰ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے جواب دیا اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: وای رفع مثل ان قرن اسمه علیه الصلوٰة والسلام باسمه عزوجل فی کلمتی الشهادة وجعل طاعته طاعته وصلی علیه فی ملائکته وامر المؤمنین بالصلاة علیه وخاطبه بالالقاب کیایها المدثر یایها المزمل ویایها النبی یایها الرسول وذکره سبحانه فی کتب الاولین واخذ علی الانبیاء علیهم السلام واممهم ان یؤمنوا به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام لیا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا اور مومنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا اور جب بھی خطاب کیا معزز القاب سے مخاطب فرمایا جیسے یایها المدثر، یایها المزمل۔ پہلے سارے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ آج دنیا کا کوئی آباد خطہ ایسا نہیں جہاں روز و شب پانچ بار حضور کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔

حضور کے سوانح پر انگلش اور جرمن زبانوں میں تحقیقی کتابیں لکھی ہیں جو دنیا کے کسی نبی، مصلح، فاتح اور سلطان کے بارے میں نہیں لکھی گئیں۔ بے شمار اہل دل لوگوں نے حضور کریم کے ذکر پاک کو بلند کرنے کے لیے ہر طرح اپنی زندگیاں اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتیں اپنا مال اور اپنے وسائل وقف کیے ہیں کسی دوسرے کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے اخلاق نے شرق و غرب میں انسانیت کو حیرت کا جواب عطا فرمایا ہے اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس فریب کے ساتھ دور حاضر میں آپ کے دین کی تبلیغ اور آپ کی سنت کے احیاء کی کوششیں بڑے خلوص سے کی جا رہی ہیں۔ آپ کا نام پاک لے کر آپ کا ذکر خیر کر کے اور آپ کے محاسن بیان کر کے کروڑوں دلوں کو جو سرور و فرحت اور سکون میسر آتا ہے اس کا جواب نہیں۔ اپنے تو اپنے ہیں، بیگانے اور متعصب مخالفین کو بھی بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اگر آپ نبی رحمت کو پیش نظر رکھیں جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس آیت کریمہ کو پڑھیں تو اس کے پڑھنے کا لطف دوچند ہو جائے گا۔ ساری دنیا مخالف ہے۔ مکہ کے سردار اور عوام چراغ مصطفوی کو بجھانے کے درپے ہیں، جس جگہ سے گزرتے ہیں وہاں غلاظت کے ڈھیر لگا دیے جاتے ہیں، راہ میں کانٹے بچھا دیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو مرے ہوئے اونٹ کی اوجھ اٹھا کر گردن مبارک پر لاد دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی، کون یہ تصور کر سکتا تھا کہ ان کا ذکر پاک دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہو گا، ان کے دین کی روشنی سے مشرق و مغرب منور ہو گا اور اکناف عالم کا ہر خطہ اور کروڑوں انسان ان کے نام پر جان دینے کو اپنے لیے باعث سعادت تصور کریں گے۔ لیکن حبیب کبریا کے رب کریم نے اپنے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول کے ساتھ کیا وعدہ پورا کر دیا اور قیامت تک ذکر بھی کا تا ابد خوش نصیب کرتا رہے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے　　نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿٧﴾ وَ

آسانی ہے۔ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب آپ (فرائض نبوت ادا کرنے سے) فارغ ہوں تو (عبادت میں) لگ جایا کیجئے

کہ تم تو مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ تم نادار اور مفلس ہو، تم کمزور اور ناتواں ہو، ہم تمہیں بیخ و بن سے اکھیڑ دیں گے، ہم تمہارا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔ جو شخص اسلام کو قبول کرتا اس کو ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا اور جب وہ فریاد کرتا تو اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوتا۔ یکہ و تنہا مسلمان اس کرب و ابتلا کو برداشت کرتے ہوئے اور خوشی کے گیت گاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! ان دشواریوں اور تکلیفوں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہمارا یہ قانون ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت ہوتی ہے، ہر دشواری کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ یہ تکالیف جن سے آپ کے ساتھیوں کا سامنا ہے یہ عسرت و تنگدستی جس کے باعث بیگانے زبانِ طعن دراز کیا کرتے ہیں ختم ہو جائے گی اور عزت و اقبال، خوشحالی اور فارغ البالی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔

۷ یعنی جب آپ ایک عبادت سے فارغ ہو جائیں تو اس عبادت کی توفیق پر شکر ادا کرنے کے لیے دوسری عبادت شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اپنے محبوب کریم پر ارزانی فرمائیں ان کا ذکر کیا اور جن نعمتوں سے مستقبل میں سرفراز کرنا تھا ان کا وعدہ کیا اور اس کے بعد حکم دیا کہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کی عبادت میں مشغول رہا کرو۔

علامہ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مفہوم نقل کیا ہے عن ابن عباس انہ قال اذا فرغت من الصلاۃ فانصب فی الدعاء۔ یعنی جب آپ نماز ادا کرنے سے فارغ ہو جائیں تو بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگنا شروع کر دیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ بندہ مومن کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس کے سارے اوقات یا تو عبادت الٰہی میں مستغرق رہیں یا دنیا کے ضروری کاموں میں صرف ہوں۔ جتنی فرصت ملے فوراً ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے۔ بندہ مومن کو بیکار بیٹھنا یا فضول مشاغل میں وقت ضائع کرنا زیب نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ میں اس شخص کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ آپ اسے خوبصورت لگ کر کسی جگہ آرام کرتے دیکھیں جہاں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا۔

اِنِّیْ لَاَکْرَہُ اَنْ اَرٰی اَحَدَکُمْ سَبَھْلَلًا لَا فِیْ عَمَلِ دُنْیَا وَلَا فِیْ عَمَلِ آخِرَۃٍ (روح المعانی)

یعنی میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو خالی بیٹھے ہوئے دیکھوں، نہ تو دنیا کا کوئی کام کر رہا ہے اور نہ اپنی آخرت کو سنوار رہا ہے۔

آپ نے فارغ کے ساتھ سبھللا کو ذکر فرمایا ہے اور صحیح لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس کی تشریح میں فرمایا ہے جو بیکار ہو نہ اسے دنیا کی فکر نہ عاقبت کا اندیشہ۔ افسوس! صد افسوس! جس امت کو وقت ضائع کرنے سے منع کیا جاتا ہے یہ وہی امت ہے جس نے اپنی محنت اور برکت سے صرف چند سالوں میں مشرق اور مغرب کی وسعتوں پر فتح و نصرت کے پرچم لہرا دیے تھے جس کی بیداری سے آج ہم اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں جس کی عظمت سے ہم اپنے اسلاف کی ان زریں تعلیمات کی آغوش میں پلے اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور انہیں دیکھ کر خون کے آنسو بہتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں شے

ہمارے نوجوان جن کے دلوں میں اپنی ملت کا درد ہے جو اپنی قوم کے مستقبل کو روشن دیکھنا چاہتے ہیں جو عروج پستی اور انحطاط پر شکوہ سنج نظر آتے ہیں کاش! وہ حضرت فاروق اعظم کے اس ارشاد کو کہ اپنے رب کریم کے اس فرمان واجب الاذعان کو اپنی زندگی کا شعار (MOTTO) بنا لیں۔ جب بھی ایک فرض کی ادائیگی سے فارغ ہوں دوسرا فرض ادا کرنے کے لیے کمر ہمت باندھ لیں۔

فانصب کا لفظ بھی توجہ طلب ہے۔ نصب ایسا کام کرنا جس کے کرنے سے تھکاوٹ ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ معمولی نوعیت کے کاموں سے تو تھکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ وہ بڑے اولو العزمی کے کام ہوتے ہیں جن میں بڑی محنت اور ریاضت سے سرگرمیاں دکھانی پڑتی ہیں وہ ذرا تصور کیجئے ان کاموں کی انجام دہی کے لیے دوپہر کی جگر پاشیوں اور شب بیداریوں کی ضرورت پڑتی ہے ایسے کاموں کے کرنے کی ہی تلقین کی جا رہی ہے۔ اگر ہم کسی کام کو مشکل پاکر چھوڑ دیں اور آسان کاموں میں لگے رہیں تو یہ ہماری شان نہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں کہ آسان کاموں کے کرنے میں وہ اپنی عمر صرف کریں۔ ایسے کاموں کے لیے فراست کی ضرورت نہیں یہ ان کے لیے تو کٹھن اور دشوار کام ہیں۔

جنگ بدر کے دن میں نبی اکرم تو چاہتے تھے کہ تجارتی قافلہ پر حملہ ہو جس کے پاس مزاحمت کے آلات نہ ہوں لیکن ہم لے جا کر تمہاری طاقتوں کو باطل کی ایک بڑی قوت سے ٹکرانا چاہتے ہیں تاکہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کو رسوائی اور ذلت نصیب ہو۔

ارشاد ربانی ہے: وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (الانفال: ۷)

شے اے حبیب! آپ اپنے رب کی طرف ہی راغب ہو جائیں۔ اسی کی وہ ذات ہے جو تیرا رب ہے جس نے اس منصب عالی اور مقام بلند پر فائز ہونے کے لیے آپ کی تربیت فرمائی ہے اگرچہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے لیکن اس کی شان ربوبیت کا خصوصی تعلق تیرے ساتھ ہے وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو تیرا کسی غیر کی یہاں کیا گنجائش۔

○

اللهم انت ربنا ورب حبيبنا المصطفى عليه اطيب التحية واجمل الثناء۔ ونسئلك ان تعطينا آثار النعم السابغة ونشكرك على ما انعمت علينا من نعمك ونفع خلقك ونبيك احسن الدعاء۔ انت المولى ونعم النصير اياك نعبد واياك نستعين۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورہ التین

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام التین ہے جو اس کا پہلا لفظ ہے۔ اس میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، چونتیس کلمے، ایک سو پانچ حروف ہیں۔

نزول: جمہور علماء کے نزدیک اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ مدنی ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ "هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ" یہ امن والا شہر سے بلا اختلاف مکہ مراد ہے۔ هٰذَا کا اشارہ اس کی طرف اسی وقت ہی درست ہو سکتا ہے جب کہ اس کا نزول یہاں ہوا ہو۔ مدنی صورت میں مکہ کا ذکر هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ سے کسی طرح مناسب نہیں۔

مضامین: بعض ان مقامات کی قسمیں کھا کر اس سورت کا آغاز کیا گیا ہے جن کا تعلق اولوالعزم رسولوں میں سے کسی کے ساتھ ہے۔ پھر بتایا کہ ہم نے انسان کی آفرینش اس انداز سے کی ہے کہ صوری اور معنوی اعتبار سے یہ احسن الخلق اور اکمل الخلق ہے۔ انسانی عظمت کا تصور جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے دنیا کا کوئی اعلیٰ فلسفی، نفسیات کا کوئی ماہر، عمرانیات کا کوئی استاد، حیاتیات کا کوئی محقق اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن نے عظمت انسان کا جو نظریہ پیش کیا ہے جب اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ سب مدعیان دانش نادان بچوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے نظر آتے ہیں۔

انسان کو احسن تقویم کے لقب سے سرفراز فرمانے کے بعد اس حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ نوع انسانی کے بعض افراد اپنے مقام رفیع کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور نفس کے سفلی جذبات کی تسکین کے درپے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو ایسی پستیوں میں گرا لیتے ہیں جن سے مزید کسی پستی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بجز وہ لوگ جو خود شناس ہیں، اپنی خداداد عظمتوں کے قدردان ہیں، ایمان اور عمل صالح سے اپنے دامن حیات کو معمور رکھتے ہیں ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی پایاں پذیر نہ ہوگا۔

اس حقیقت کے بیان کرنے کے بعد قیامت کی ضرورت اور اس کے برپا کیے جانے کی حکمت کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب وہ احکم الحاکمین ہے تو اس کے عدل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا آئے اور ضرور آئے جب ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے۔ اگر ساری عمر پھول کھلانے والا اور ہر سمت میں چراغ روشن کرنے والا اور ساری عمر کانٹے بونے والا اور اندھیرے پھیلانے والا ایک ہی انجام سے دوچار ہوں تو اس سے بڑی اندھیر گردی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیا کوئی ذی ہوش اس ذات سے جو احکم الحاکمین ہے اس اندھیر گردی کی توقع رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيٰتٍ

سورۃ التین مکی ہے | اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے | اس میں آٹھ آیات ہیں

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿۳﴾

قسم ہے انجیر اور زیتون کی ۱؎ اور قسم ہے طور سینا کی ۲؎ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی ۳؎

۱؎ اس سورت کا آغاز چار چیزوں کی قسم کھا کر کیا جا رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ سامعین ہمہ تن گوش ہو کر اس سورت کو سنیں کیونکہ اس میں نہایت اہم حقائق بیان کیے جانے والے ہیں۔

تین اور زیتون سے کیا مراد ہے؟ علمائے تفسیر کے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس، حسن، مجاہد وغیرہم کا قول یہ ہے کہ تین سے مراد انجیر ہے اور زیتون سے مراد زیتون کا مشہور و معروف درخت ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے۔ انجیر کا پھل اور زیتون کا درخت اور اس کا تیل بے شمار فوائد اور خوبیوں کے مالک ہیں۔ اس لیے ان کی قسم کھائی۔ حضرت ابن عباس سے ایک قول یہ مروی ہے کہ تین اس مسجد کا نام ہے جو نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر تعمیر کی تھی اور زیتون سے مراد بیت المقدس کی مسجد ہے۔ قتادہ کی رائے یہ ہے کہ تین اس پہاڑ کا نام ہے جس پر دمشق کا شہر آباد ہے اور زیتون اس پہاڑ کا نام ہے جس پر بیت المقدس کا شہر آباد ہے۔ اور قول یہی ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ ای منابت التین والزیتون یعنی وہ علاقے جو انجیر اور زیتون کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ علامہ قرطبی کی رائے یہ ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ بعض علما نے قتادہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ آلوسی کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اقسام ببقاع مبارکۃ شریفۃ علی ما ذهب الیہ کثیر (روح المعانی) کہ یہاں مبارک مقامات کی قسمیں اٹھائی گئی ہیں۔ اکثر علما کی یہی رائے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲؎ وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا اس کا نام طور سینین ہے۔ اسے طور سینا اور طور سینا بھی کہتے ہیں۔

۳؎ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ مکرمہ کا شرف محتاج بیان نہیں۔ اس کا سنگ بنیاد اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم اور ان کے فرزند جلیل حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ اس شہر کے لیے امن و سلامتی کی دعا بھی آپ نے ہی مانگی۔ رب اجعل هذا البلد آمنا۔ اس دعا کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ جس وقت سارا جزیرہ عرب غارت گری، خونریزی اور لوٹ مار کا میدان بنا ہوا تھا اس وقت بھی مکہ مکرمہ قتل و غارت کی آگ سے محفوظ تھا۔ کسی کے باپ کا قاتل بھی اگر حرم میں پناہ لیتا تو اس کو کچھ نہ کہا جاتا۔ اگر جنگل میں کوئی چیتا ہرن کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے تعاقب میں دوڑتا اور ہرن اس حد حرم میں داخل ہو جاتا تو چیتا اس کا پیچھا چھوڑ کر واپس چلا جاتا۔ یہاں کے درختوں اور گھاس کو کاٹنا بھی ممنوع تھا۔ بیت مقدس کی تعمیر سے اس شہر کو مزید شرف نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی خطہ پر یکم کو فرمایا کہ اپنے محبوب صلی اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے بہترین شکل کے اعتبار سے بہترین اعتدال پر گئے پھر ہم نے لوٹا دیا اسے پست ترین

تعالیٰ علیہ وسلم کی بلند ولادت بنایا اور حضور نے نبوت کا اعلان بھی یہیں سے کیا جس کے باعث مکہ کی عظمت کو چار چاند لگ گئے
طور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت کی وجہ سے عزت نصیب ہوئی۔ یہیں آپ کو تجلی الٰہی سے مشرف ہونے کا شرف بخشا گیا اور
ہوئے یہیں الواح تورات مرحمت ہوئیں۔ دمشق حضرت مسیح علیہ السلام کا مسکن و ماویٰ اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز رہا اور بیت المقدس
کو بے شمار انبیاء و رسل سے نسبت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح ان بابرکت مقامات کی قسمیں اٹھائی گئیں جہاں ایسے نفوس قدسیہ کی ولادت
باسعادت ہوئی یا انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہوئے جن سے ... کی اور تمام کو مقصود [illegible] کیا گیا
گئے یہ جواب قسم ہے یعنی ہم نے انسان کو شکل و صورت، قد و قامت، عقل و ذہن، قوت فکر، قلبی و روحانی بہترین صلاحیتوں سے
متصف کر کے پیدا فرمایا ہے۔ ابن عربی لکھتے ہیں۔ لیس للہ تعالیٰ خلق احسن من الانسان فان اللہ خلقہ حیا عالما قادرا مریدا متکلما
سمیعا بصیرا مدبرا حکیما (قرطبی) کہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے
ان عظیم صفات سے متصف فرمایا یعنی عالم، با اختیار، با ارادہ، متکلم، شنوا، بینا، مدبر اور حکیم۔
اگر انسان کو نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صوری اور معنوی حسن و کمال میں کوئی چیز بھی انسان
کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ کیا کوئی [illegible] حیوان، درندے، پرندے، ہوائی اور آبی مخلوقات سب کی سب انسان کے سامنے
سر افگندہ ہیں اور اس کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتیں۔ کوہ پیکر ہاتھی سے ایک ننھا سا بچہ جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ بے مہار
اونٹوں کی ایک قطار کو جدھر چاہتا ہے لے کر چلا جاتا ہے۔ شہ زور ... برق رفتار گھوڑے پر جب انسان سوار ہوتا ہے تو وہ اس کی مرضی
کے مطابق چلنے لگتا ہے۔ قوانین فطرت کو وہ اپنی علمی قوت سے مسخر کر کے ان سے ... عقل و فکر، نظر و قیاس اور استنباط کی جو ...
اس نے ... کائنات کی کوئی چیز اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ اس کے علم ... کی وسعت [illegible] یہاں تک کہ نوری فرشتے بھی اس کو سجدہ
کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کی [illegible] اور افعال [illegible] ہر جاندار اپنی خوراک [illegible] کرنے کے لیے [illegible]
پڑتا ہے لیکن انسان کو اس کے لیے [illegible] بلکہ اس کے [illegible] ڈال لیتے ہیں۔ اس کے جس پہلو کو دیکھیں [illegible] سے
دیکھا جائے بے ساختہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کا نعرہ بلند ہونے لگتا ہے۔ علامہ قرطبی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی کو
اپنی بیوی کے ساتھ شدید محبت تھی۔ ایک دن اس نے اس سے کہا انت طالق ثلاثا ان لم تکونی احسن من القمر۔ اگر تو چاند سے
خوبصورت نہ ہو تو تجھے تین طلاق۔ اس نے جب اپنے خاوند کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی اور پردہ کر لیا اور کہا کہ تو نے
مجھے طلاق دے دی ہے۔ اب ہمارا ازدواجی تعلق منقطع ہو گیا۔ عیسیٰ نے بڑی مشکل سے رات بسر کی۔ صبح سویرے خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اور
اس واقعہ کی اطلاع دی اور بڑی گھبراہٹ اور ندامت کا اظہار کیا۔ خلیفہ نے فقہا کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ تمام فقہاء
نے یہی کہا کہ طلاق واقع ہو گئی ہے لیکن امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے ایک شخص خاموش بیٹھا رہا۔ منصور نے پوچھا آپ کیوں چپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ

حالت کی طرف سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے نہ ختم ہونے

جب کبھی کوئی بات نہیں کرتے تو وہ شخص گویا ہوا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اے امیر المومنین! اس ارشاد الٰہی کے مطابق انسان سب چیزوں سے زیادہ حسین ہے اور کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہیں ہے۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کہا کہ اس شخص نے جو کہا ہے درست کہا ہے تم اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکتے ہو اور اس کی بیوی کو بھی کہلا بھیجا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اسے چاہیے کہ اپنے خاوند کے گھر آ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان باطن اور ظاہر یعنی صورت کے جمال اور بناوٹ کی درستی میں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے زیادہ حسین و جمیل ہے۔ فلاسفہ نے اسی وجہ سے انسان کو عالم اصغر کہا ہے۔

ف ۹ لیکن جب انسان اپنی قوتوں کی قدر نہیں کرتا، ان سے حیوانی اور شیطانی کاموں کا اتصال کرتا ہے، جو عقل و فہم کے سامنے چراغ گل کر دیتا ہے اور ہوائے نفس کی پیروی میں لگ جاتا ہے، اپنے خالق و رازق کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیتا ہے، اس کے رسول کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتا ہے تو اسے اس جرم کی سزا بڑی سخت دی جاتی ہے۔ وہ بے شعور اور بے عقل حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ احسن تقویم کی اس بلندی سے گر کر ایسی ذلیل حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جن کا کسی جنگلی آدمی سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے ہاتھوں سے گڑھا کھود کر اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتا ہے۔ وہ اپنے سگے بھائی کا گلا کاٹتا ہے۔ صرف اس لیے کہ محض اقتدار حاصل کرنے کے لیے وہ اپنی قوم اور ملک سے غداری کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپ خود سوچیے وہ شخص جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر چند کوڑیوں کے عوض اپنی قوم کو دشمن ملک کے ہاتھ نیلام کر دیتا ہے، جو ... کی شاہراہوں، بازاروں اور بستیوں کی تعمیر ... جو صنعت کو اجتماعی خوشحالی ... کرتا ہے، جو شہر کی گلیوں ... کی زینت ... کیا وہ ... اور ... جو شخص ... کی ... میں ... جو بنتے ہوئے گھروں سے کیا وہ کسی صورت میں بہتر ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص سے انسانیت کی خلعت فاخرہ واپس لے لی جاتی ہے۔ اس کے سر سے اشرف المخلوقات ہونے کا تاج اتار لیا جاتا ہے۔ معاشرے کی نگاہوں میں وہ حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ ایسے انسانوں کے لیے دوزخ کے طبقات میں سے وہ طبقہ مخصوص کیا جائے گا جو پست ترین ہو گا۔

دیکھیے قرآن حکیم انسانی حیثیت کو کس طرح نمایاں کرتا ہے، انسانی شرف کا واسطہ دے کر خود فراموش انسانوں کو خواب غفلت سے کس طرح جھنجھوڑتا ہے۔ انسان کے احساس عظمت کو گدگدا کر پستیوں کی دلدل سے نکل آنے کی جو دعوت دیتا ہے اس کا اسلوب کتنا اثر آفرین ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ﴿٧﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ

والا اجر ہے ۶ پس کون جھٹلا سکتا ہے آپ کو اس کے بعد جزا و سزا کے معاملہ میں ۷ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ

بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾ ع

سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ۸

۶ فرمایا جو لوگ اپنی انسانیت کی لاج رکھتے ہیں، اس بلند مقام شرف پر کوئی داغ نہیں لگنے دیتے، اپنے خالق کے ذکر کی شمع روشن رکھتے ہیں، اس کے احکام کی بجا آوری میں سرگرم رہتے ہیں، اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا شوق انہیں رات دن بے چین رکھتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو احسن تقویم کے کمالات سے موصوف ہیں۔ ان کو ہی اللہ تعالیٰ ایسا اجر عطا فرمائے گا جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ جب تک وہ اس دنیا میں زندہ رہیں گے ان پر ان کے رب کی رحمت نازل ہوتی رہے گی۔ جب یہاں سے رخت سفر باندھنے لگیں گے تو انہیں ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کی نوید جانفزا سنائی جائے گی۔ جب قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے تو لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کی شان ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہی ہوگی اور جب فردوس بریں میں قدم رکھیں گے تو سلام قولا من رب رحیم سے ان کا استقبال کیا جائے گا۔ انہوں نے تو چند روز اپنے رب کی بندگی میں گزارے لیکن ان کا رب محض اپنے فضل سے انہیں جو انعام فرمائے گا وہ بے پایاں اور ابدی ہوگا۔

۷ اس آیت کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں اور مجھے وہ مفہوم زیادہ پسند ہے جو علامہ قرطبی نے قتادہ اور فراء سے نقل کیا ہے۔ قال قتادۃ والفراء المعنی فمن یکذبک ایہا الرسول بعد ہذا البیان بالدین واختارہ الطبری۔ یعنی قیامت کے برپا ہونے اور اس روز نیک و بد کو جزا و سزا ملنے کے متعلق آپ نے جو خبر دی ہے کون عقلمند اس کی تکذیب کر سکتا ہے۔ یہ کہنے کی جرأت کس میں ہے کہ جس شخص نے ساری عمر احکام الٰہی کی بجا آوری میں گزار دی، جس نے اپنے آرام و آسائش کو بنی نوع انسان کے آرام و آسائش کے لیے وقف کر دیا، جس نے نور حق پھیلانے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں اس کو اس کی عمر بھر کی نیکیوں کا کوئی اجر نہ ملے اور جو اپنے کرتوتوں کے باعث اسفل السافلین تک جا پہنچا اس کو کوئی سزا نہ ملے!

۸ اگر کسی چھوٹے سے خطہ کا کوئی حاکم ہو تو ہم اس سے عدل و انصاف کی توقع رکھتے ہیں۔ اگر وہ ظلم و جبر پر اتر آئے تو ہم اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اگر عدالت اجازت دے تو اس کا تاج و تخت بھی چھین لیتے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے، کون ہے جس کی حکومت اس کی حکومت سے بڑی ہے، اس کی مملکت سے وسیع مملکت کہاں ہے، اس کے بارے میں ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ وہ ظالم کو کچھ نہیں کہے گا اور مظلوم کی دادرسی نہیں کرے گا۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اس سورت کی تلاوت ختم کرو تو کہا کرو بلیٰ وانا علی ذلک من الشاہدین۔ بندۂ ناچیز بھی اس کی تلاوت کے بعد عرض کرتا ہے بلیٰ وانا علی ذلک من الشاہدین

فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ والصلوۃ والسلام علی رحمۃ

للعالمین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ اقرأ

نام : اس کو سورۃ "العلق" اور سورۃ "اقرأ" دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ "العلق" دوسری آیت میں مذکور ہے۔ اور "اقرأ" سے اس کا آغاز کیا گیا ہے اس میں ایک رکوع ۱۹ انیس آیتیں ۷۲ بہتر کلمے اور ۲۸۰ دو سو اسی حروف ہیں۔

نزول : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد جن میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے اسماء سرفہرست ہیں اور بے شمار علماء تفسیر کا یہ قول ہے کہ نزول قرآن کا آغاز اسی سورت کی پہلی پانچ آیتوں سے ہوا۔ بقیہ آیات بعد میں نازل ہوئیں۔

مضامین : جس طرح اوپر بتایا گیا ہے یہ سورت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی پانچ آیتیں جبریل امین لے کر پہلی مرتبہ غار حرا میں تشریف لائے اور پہلی وحی آگئی تعلیم کی جس کی تفصیلات آپ آیات کی تشریح کے ضمن میں مطالعہ کریں گے۔

سورت کا دوسرا حصہ بعد میں اس وقت نازل ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم شریف میں نماز پڑھنی شروع کی حضور کا انداز عبادت اہل مکہ کے لیے بالکل انوکھا تھا۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوتے اور گزر جاتے لیکن ابوجہل جو جہالت اور بغض میں اپنی مثال آپ تھا وہ اس انداز عبادت کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ اس کی حماقت اور حرماں نصیبی پر ناراضگی کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۱۰-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِیَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العلق مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں انیس آیات ہیں

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا ؎ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے ؎

؎ مفسرین کا اتفاق اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے ابتدائے نبوت کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جس کی راویہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ جسے امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضرت ام المؤمنین کہتی ہیں کہ وحی کی ابتدا سچے خوابوں کی صورت میں ہوئی۔ جو خواب آپ رات کو دیکھتے دن کو اس کی تعبیر ہو بہو سامنے آجاتی۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر حضور کے دل میں خلوت گزینی کا شوق پیدا ہوا۔ مکہ سے چند میل کی مسافت پر ایک غار ہے جسے غار حرا کہتے ہیں جس کی لمبائی چار گز ہے۔ حضور اس غار میں تشریف لے جاتے۔ چند شب وہاں قیام فرماتے اور مشغول عبادت رہتے۔ پھر گھر لوٹ آتے اور کچھ وقت گزارنے کے بعد کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حرا کی تنہائیوں میں مصروف عبادت ہو جاتے۔ کافی مدت یہی معمول رہا۔ ایک رات آپ اسی غار میں مصروف ذکر و فکر تھے کہ جبرئیل امین آئے اور کہا اِقْرَاْ۔ آپ پڑھیے۔ حضور نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل نے آپ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا جس سے آپ کو کافی تکلیف پہنچی۔ پھر جبرئیل نے کہا اقرأ۔ آپ نے اب بھی وہی جواب دیا۔ جبرئیل نے دوسری بار سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا اقرأ۔ حضور نے پھر یہی جواب دیا۔ جبرئیل نے تیسری بار زور سے سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ... مَا لَمْ يَعْلَمْ تک۔ حضور نے یہ پانچ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ اس اچانک واقعہ سے حضور پر خوف طاری ہو گیا۔ گھر لوٹے۔ دہشت سے دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ کو فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ۔ مجھ پر کپڑا ڈال دو، مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ انہوں نے کپڑا ڈال دیا۔ جب دہشت دور ہو گئی تو آپ نے سارا واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ آپ کی وفا شعار رفیقہ حیات نے تسلی دیتے ہوئے عرض کیا کہ یہ اندیشہ آپ ہرگز نہ کریں۔ بخدا آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ صلہ رحمی آپ کا شیوہ ہے، لوگوں کا بوجھ آپ برداشت کرتے ہیں، ناداروں کی امداد کرتے ہیں، مہمان نوازی آپ کا شعار ہے، مصیبت کے وقت لوگوں کی امداد کرنا آپ کا طریقہ ہے۔ پھر حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کا چچا زاد بھائی تھا اور زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا۔ انجیل کو عبرانی زبان سے عربی زبان میں لکھا کرتا تھا۔ اب وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور بینائی جا چکی تھی۔ حضرت خدیجہ نے ورقہ سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا بتائیے آپ نے کیا دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ورقہ نے سن کر کہا کہ یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔ کاش! میں اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ

پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے ۳؎ جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے ۴؎ اس نے سکھایا انسان کو

وقت زندہ ہوتا جس وقت آپ کی قوم آپ کو جلاوطن کرے گی۔ حضور نے فرمایا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا بیشک جو بھی وہ چیز لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں تو اسے اذیت دی گئی۔ اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو آپ کی بھرپور امداد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد انتقال کر گئے۔

حکم ہو رہا ہے کہ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھنا شروع کیجئے۔ پہلی آیت میں ربوبیت کی اضافت اس ضمیر کی طرف کی جس کا مرجع آپ ہیں۔ اس میں جو لطف ہے وہ اہل ذوق پر مخفی نہیں نیز اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بعثت سے پہلے بھی حضور کو اپنے رب کا عرفان حاصل تھا۔ اسی لیے تو یہ کلمات استعمال ہوئے۔ اگر عرفان نصیب نہ ہوتا تو پہلے رب کی پہچان کرائی جاتی۔ اس کے بعد اس کا نام لے کر پڑھنے کا حکم دیا جاتا۔ جو کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہاں خلق کا مفعول کل شیء محذوف ہے۔

۲؎ انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا شاہکار ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ انسان کی آفرینش کی ابتدا جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے کی گئی۔ ایک حقیر لوتھڑے سے اس سراپا کمال و جمال انسان کا پیدا کرنا اس کی شانِ کبریائی اور عظمت کی روشن دلیل ہے نیز انسان کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تاکہ وہ گھمنڈ اور غرور کا شکار ہو کر اپنے خالق کا انکار اور اس کے احکام سے سرتابی نہ شروع کر دے۔

۳؎ حضور نے جبرئیل کو تین بار جواب دیا کہ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ۔ آخر میں جبرئیل نے عرض کیا کہ اقرا باسم ربک الذی خلق کہ آپ پڑھیے اور یہ فکر نہ کیجئے کہ میں نے پڑھنا نہیں سیکھا۔ اب آپ کو پڑھنے میں کوئی عذر نہیں۔ آپ خود اگرچہ نہیں پڑھ سکتے تو آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھتے ہیں اور اس کی شانِ کریمی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ جب وہ پڑھنے کا حکم دے اور آپ اس کا نام لے کر پڑھنا شروع کریں تو پھر آپ کو علوم و معارف سے سیراب کر دینا اس کا کام ہے۔ کریم کی بجائے اکرم فرمایا۔ یا رَبُّكَ کی خبر ہے یا اس کی صفت۔ کریم کی بجائے اکرم فرمایا تاکہ مزید مبالغہ ہو۔ ای الزائد فی الکرم علی کل کریم حیث ینعم بلا غرض [illegible] میں کریم سے بھی زیادہ مبالغہ ہے اور اکرم اس کو کہتے ہیں جو بلا غرض انعام کرے اور اتنا کرے جس کے کم و کیف کا اندازہ نہ ہو سکے۔

۴؎ اس کی شانِ کریمی کا ایک جلوہ یہ ہے کہ اس نے قلم کو تعلیم کا واسطہ بنا دیا۔ علم کی نشر و اشاعت میں قلم کا جو حصہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ قدیم زمانے کے علماء و فضلاء کے علوم کو اگر قلم کے ذریعے صفحۂ قرطاس پر تحریر نہ کر دیا جاتا تو صدہا سال بعد آج ہم ان سے کیونکر استفادہ کر سکتے۔ اگر قلم کا واسطہ نہ ہوتا تو آج زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والے فضلاء کی تحقیقات اور نگارشات سے دور بسنے والے کیونکر مستفید ہو سکتے۔ یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ علم کا کاروان آج ان منزلوں پر پہنچا ہے اور مزید بلندیوں کو سر کرنے کا عزم لیے ہوئے ہے اور جب تک قلم کا فیض جاری رہے گا علوم و فنون میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہے گا۔

وہ جس طرح قلم کے ذریعے سے علوم و معارف کی دولت سے اپنے بندوں کو مالا مال کرتا ہے وہ جب چاہتا ہے تو قلم

www.KitaboSunnat.com

مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧

جو وہ نہیں جانتا تھا ۵ ہاں ہاں! بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے ۶ اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے ۷

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝٩ عَبْدًا اِذَا

(اے غافل!) یقیناً تجھے اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے ۸ (اے حبیب!) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ۹ ایک بندہ کو جب

کے سوا ہیں جن کے سینے کو پہلے سے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ بنا دیا ہے اور بغیر کسی واسطہ کے اس کو علم کی روشنی سے منور فرما دیا ہے۔ فکما علم سبحانہ القارئ بواسطۃ الکتابۃ بالقلم یعلمک بدونہا۔

ف انسان کو جو کچھ سکھایا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے۔ سارے علوم و فنون، اسرار و معارف، انکشافات و ایجادات اسی کے سکھائے ہوئے ہیں۔ انسان کی سمجھ میں جتنا چاہتا ہے، جس کو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو علم الاسماء اسی نے تعلیم کیا۔ انبیائے کرام کے سینوں کو رشد و ہدایت کے انوار سے اسی نے منور کیا۔ سابقہ آیت میں عَلَّمَ فعل ذکر کیا، مفعول ذکر نہیں کیا۔ یہاں فعل اور مفعول دونوں ذکر کیے تاکہ اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کریں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والآیۃ تشعر بانہ تعالیٰ یعلمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من العلوم ما لا یحیط بہ العقول ما لا یخفی۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے علوم سکھائے گا جن کا احاطہ عقلیں نہیں کر سکتیں۔ (روح المعانی)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں ویحتمل ان یکون المراد بالانسان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ... فانہ سبحانہ علم نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بتلک الصفات الثلاث علوم الاولین والآخرین۔ (مظہری) یعنی ممکن ہے کہ اس آیت میں الانسان سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعہ سے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کے علوم سکھا دیے۔

ف یہ آیات پہلی پانچ آیات کے نزول کے کافی عرصہ بعد نازل ہوئیں۔ پہلے تو بتایا کہ کم ظرف انسان کا وتیرہ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو جاتی ہے اور ایک طاقتور جتھہ اس کا طرفدار بن جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے رب سے بھی مستغنی ہو گیا ہے گویا اس نے اپنے مقدر کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ اب اسے اس کی بالکل احتیاج نہیں اور کسی کی ضرورت نہیں اور جب اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو وہ سرکشی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پامال کرتا ہے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کے ارشادات کو پاؤں تلے روندنے لگتا ہے۔ اس کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تو دولت کی فراوانی سے سلطان بھی بن جائے اگر دنیا کی دولت میں تو یکتا ہو جائے پھر بھی تو ایک بے بس انسان ہے۔ جب تیری موت کا وقت آئے گا تو فرشتہ اجل تیری گردن دبوچ کر لے جائے گا اور آخر کار تجھے اپنے پروردگار کے دربار میں جواب دہی کے لیے پیش ہونا پڑے گا۔ اس وقت اس کو اپنی ناتوانی اور بے بسی کا احساس ہو گا۔

ف ان آیات میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ابو جہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صَلّٰی ﴿۱۰﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ﴿۱۲﴾

نماز پڑھتا ہے۔ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا شہ یا پرہیزگاری کا حکم دیتا (تو اس کے لیے کتنا بہتر ہوتا)

اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ﴿۱۴﴾

آپ نے دیکھا اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ (اسے) دیکھ رہا ہے۔

كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ

خبردار اگر وہ باز نہ آیا (اپنی روش سے) تو ہم ضرور گھسیٹیں گے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی اور

نے جب حضور کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا بخدا اگر میں نے حضور کو (پھر) دیکھا تو گردن کو روند دوں گا اور آپ کے منہ کو خاک آلود کر دوں گا۔ لیطأن علی رقبته ولیعفرن وجهه۔ ایک روز اس نے حضور کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھا تاکہ اپنی قسم پوری کرے۔ جب بالکل نزدیک پہنچا تو الٹے پاؤں پھرتے ہوئے نزدیک پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو اپنے سے ہٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پوچھا کیا ہوا، کیوں پیچھے ہٹ آئے؟ کہنے لگا جب میں نزدیک ہوا تو مجھے ان کے درمیان اور اپنے درمیان ایک خندق دکھائی دی جو آگ سے بھری ہوئی ہے اور اس سے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا اگر وہ میرے نزدیک آنے کی جرأت کرتا تو فرشتے اس کا انگ انگ جدا کر دیتے۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

شہ اگر ابوجہل ہدایت قبول کر لیتا اور لوگوں کو بھی تلقین کرتا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں تو اس کے لیے کتنا اچھا ہوتا۔ اب جب اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ میرے نبی کریم کی تکذیب کی اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی کر لی ہے تو کیا اب وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کے سب کے کرتوتوں کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور اس کا یہ طریقہ جب کہ اس کو اس کے ناہنجار جرموں کی وجہ سے شدید عذاب میں مبتلا کر دیگا ہے۔

ان آیات کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔

یہاں اَرَءَیْتَ کا کلمہ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ دوسرے اَرَءَیْتَ میں ضمیر خطاب کا مرجع ابوجہل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے ابوجہل! تو جس بندے کو نماز سے روکتا ہے اگر وہ ہدایت پر ہو اور لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہو تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا؟ وہ ہدایت یافتہ انسان جو تقویٰ کا درس پھیلانے میں کوشاں ہو، اس کو ایسے نیک کام سے منع کرنے والا کیا غضب الٰہی سے بچ سکتا ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا

خطاکار ہے۔ ف پس وہ بلالے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لیے)، ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہاں ہاں!

ف حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک روز مقام ابراہیم پر نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل کا وہاں سے گزر ہوا اور گستاخانہ لہجے میں کہنے لگا کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا۔ تم پھر وہی کام کر رہے ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑا کڑا جواب دیا۔ ابوجہل بولا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو مجھے کیونکر دھمکی دے سکتا ہے۔ اعوان و انصار کی اتنی جمعیت میرے پاس ہے جتنی کہ ساری وادی میں اور کسی رئیس کے پاس نہیں۔ ایک آواز دوں تو ساری وادی میری مدد کے لیے بھی جمع ہو جائے۔ اس وقت جبرئیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے جن میں بتایا گیا کہ اگر یہ باز نہ آیا تو ہم اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ اس کی پیشانی لوگوں کی نظروں میں تو کسی ایک رئیس کی پیشانی ہے، قریش کے ایک نامور سردار کی پیشانی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک ایسے شخص کی پیشانی ہے جو جھوٹا ہے، جو خطاکار ہے۔ ایسے شخص کی پیشانی اس قابل ہے کہ اسے مٹی میں خوب رگڑا جائے اور اسے خاک مذلت پر گھسیٹا جائے۔ اگر وہ اپنے ہم نشینوں، دوستوں اور مددگاروں کو بلائے گا تو ہم جہنم کے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس نابکار کی اور اس کے اعوان و انصار کی تکہ بوٹی کر دیں۔

زبانیۃ: ملائکۃ العذاب، وہو فی الاصل الشرط ای الاعوان الواحد زبنیۃ وسمی ملائکۃ العذاب بذلک لدفعہم۔ زبانیہ: عذاب کے فرشتوں کو کہتے ہیں۔ اس کا اصل معنی پولیس ہے جو افسروں کی اعانت پر مقرر ہوتی ہیں۔ ملائکہ عذاب کو زبانیہ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ مجرموں کو دھکے دے کر جہنم میں پھینکیں گے۔

ان آیات میں جو مشکل الفاظ ہیں ان کی تشریح پیش کی جاتی ہے:

لَنَسْفَعًا: اصل میں لَنَسْفَعَنْ ہے جو مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے اور نون تاکید خفیفہ ہے۔ لیکن قرآن کے رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے اسے لَنَسْفَعًا کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یہ سفع سے ماخوذ ہے۔ قال المبرد: السفع الجذب بشدۃ۔ کسی چیز کو زور کے ساتھ کھینچنا۔ وقیل السفع الضرب ای لنلطمنہ۔ وقیل ہو ماخوذ من سفعتہ النار والشمس اذا غیرت وجہہ الی سواد۔ آگ اور دھوپ کی وجہ سے جب کسی کے چہرے کی رنگت سیاہی مائل ہو جائے۔

ناصیۃ: شعر مقدم الراس۔ پیشانی پر جو بال ہوتے ہیں انہیں ناصیہ کہتے ہیں۔ یعنی ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اس کے منہ پر تھپیڑے رسید کریں گے اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے۔ ناصیہ کا معنی تو پیشانی کے بال ہے لیکن اس سے مراد پورا شخص بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں کاذبۃ خاطئۃ کا معنی یہ ہو گا کہ یہ نابکار سراسر جھوٹا اور خطاکار ہے۔

نادیہ: اہل مجلسہ وعشیرتہ۔ انسان کے ہم نشین اور اس کے قبیلہ والوں کو نادی کہتے ہیں۔

زبانیۃ: یہ جمع ہے اس کے واحد کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ کسائی کا قول ہے کہ اس کا واحد زبنی ہے۔ اخفش کی رائے ہے کہ اس کا واحد زابن ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں زبنیۃ ہے۔ بعض نے تو اس کا واحد بتایا ہے۔ بعض علمائے لغت کے نزدیک یہ اسم جمع ہے

www.KitaboSunnat.com

لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ۱۹

اس کی ایک نہ سنیے۔ بلکہ حبیب! سجدہ کیجیے اور (ہم سے) اور قریب ہو جائیے۔

لمبا بال اور عباسیہ۔ جن کی گردن بہت سخت ہو اہل عرب انہیں زبانیہ کہتے ہیں۔ قال الشاعر:

مطاعیم فی القصوی مطاعین فی الوغی ‖ زبانیة غلب عظام حلومها

ترجمہ: وہ لوگوں کو خوب کھانا کھلانے والے ہیں اور جنگ میں ان کی نیزہ بازی بہت سخت ہے ان کی گردنیں بہت شدید ہے ان کی گردنیں موٹی ہیں اور ان کی عقلیں بہت بڑی ہیں۔ آیت میں زبانیہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اپنی جسامت کے لحاظ سے بڑے گرانڈیل اور بدن کے اعتبار سے بڑے سخت اور درشت ہیں۔

سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس بد بخت بدکار کی بات مت مانیے۔ یہ اگر نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے تو اس کی پرواہ نہ کیجیے۔ آپ اپنے پروردگار کی جناب میں ہمیشہ سجدے کرتے رہیے اور کثرت سجود سے اس کا قرب حاصل کرتے رہیے۔

حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ مجھے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی۔ علیک بکثرة السجود فانک لا تسجد لله تعالیٰ سجدة الا رفعک الله بها درجة وحط عنک بها خطیئة۔

اے ثوبان! کثرت سے سجدہ کیا کرو کیونکہ جب تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے ساتھ تیرا ایک درجہ بلند کرے گا اور تیری ایک خطا معاف کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد کہ بندہ اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو سجدہ تلاوت ادا فرماتے۔

○

اللهم وفقنا ان نسجد لک ونقترب الیک یا ارحم الراحمین وصل وسلم وبارک علی حبیبک الکریم وعلی آله واصحابه ومن تبعه الی یوم الدین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ القدر

نام : اس کا نام القدر ہے۔ اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، تیس کلمے اور ایک سو بارہ حروف ہیں۔

نزول : علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین رقمطراز ہیں کہ سورت کے نزول کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر بحر محیط میں لکھتے ہیں کہ یہ سورت مدنی ہے۔ علامہ واحدی کا قول ہے، یہ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی لیکن اکثر علماء تفسیر کا یہی قول ہے کہ یہ مکی ہے۔ پہلے قول کی تائید میں جو روایات ذکر کی جاتی ہیں وہ سند کے اعتبار سے قابل اعتبار نہیں۔ نیز سورت کا مضمون بھی دوسرے قول کی تائید کرتا ہے۔ اس سے پہلی سورت میں نزول قرآن کا ذکر تھا اس سورت میں اس رات کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے جسے یہ اعزاز نصیب ہوا۔

مضمون : قدر کا معنی تقدیر اور قسمت بھی ہے اور عزت و منزلت بھی۔ یہاں دونوں معنے لیے جا سکتے ہیں۔ بتایا کہ یہ معمولی رات نہیں بلکہ وہ رات ہے جس میں اللہ کے اس کلام معجز نظام کے نزول کی ابتدا ہوئی جو قسمت اور تقدیر کو بدلنے والا ہے کسی ایک شخص یا قبیلے یا ملک کی نہیں بلکہ نوع انسانی کے ان تمام افراد کی جو اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں۔ پھر اس میں کسی زمانہ کی تخصیص بھی نہیں۔ جس طرح اس رسول کی رسالت ہر زمانے سے ورا ہے۔ اسی طرح اس کا لایا ہوا کلام بھی ان زمانی حدود سے ناآشنا ہے۔ یا اس سے اس رات کی قدر و منزلت بیان فرمائی جا رہی ہے جس رات کی تاریکیوں میں یہ صحیفۂ رشد و ہدایت نازل ہوا اور اس ذات اقدس و اطہر کو منصب نبوت پر فائز کیا گیا۔ بتا دیا کہ اس رات کی خیرات و برکات ہزار ماہ کی عبادت سے بڑھ کر ہیں۔ ساری رات فرشتوں کی آمد اور رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور سلامتی کی بشارتیں دی جاتی رہتی ہیں۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۱۰-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ القدر مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس کی پانچ آیتیں ہیں

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ

بیشک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں ف۱ اور آپ کچھ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے۔ شب

الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيْهَا

قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے ف۲ اترتے ہیں فرشتے اور روح (القدس) اس میں ف۳

ف۱ اگرچہ یہاں قرآن مجید کا صراحۃً ذکر نہیں لیکن انزلناہ کی ضمیر مفعول کا مرجع بالاتفاق قرآن مجید ہی ہے۔ نیز یا قرآن کی عظمت یا
کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ [illegible] کی تصنیف ہے۔ اس کو اتارنے والے ہم ہیں۔ یہ ہمارا کلام ہے۔ اس میں کسی غیر کے
اختراع کا کوئی دخل نہیں۔ اور ہم نے اس کو اس رات میں اتارا ہے جو قدر و منزلت کے اعتبار سے بے مثل رات ہے۔ [illegible]
تقدیر ساز شب ہے جس کی برکت سے [illegible] انسانیت کا بخت خفتہ بیدار ہو گیا۔
اس رات میں اپنی کتاب نازل ہوئی جس نے [illegible] اور اپنے تعلق کا عرفان عطا فرمایا۔
امام زہری فرماتے ہیں سمیت بہا العظمۃ والشرف . . . . ای ان العمل فیہا یکون ذا قدر عند اللہ (مظہری) علامہ قرطبی نے
اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے قیل سمیت بذلک لانہ انزل فیہا کتابا ذا قدر علی رسول ذی قدر علی امۃ ذات قدر یعنی
اسے شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک بڑی قدر و منزلت والی کتاب بڑی قدر و منزلت والے رسول پر بڑی قدر و منزلت
والی امت کے لیے نازل فرمائی۔ اس کی شان نزول یہ بیان کی گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی عمروں کو کم پایا تو خیال ہوا کہ وہ
مختصر عمر [illegible] پہلی امتوں [illegible] فاعطاہ اللہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر (مظہری) تو
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔
ف۲ جو تحفہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مرحمت فرمایا اب اس کی جلالت شان کا بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا اے رسول
کیا آپ جانتے ہیں [illegible] لیلۃ القدر کیا ہے [illegible] ایک رات ایک ہزار ماہ سے افضل ہے۔ یہ
افضلیت کس اعتبار سے ہے۔ اکثر مفسرین کا یہ قول ہے العمل فیہا خیر من العمل فی الف شہر لیس فیہا لیلۃ القدر کہ اس ایک رات میں جو
عمل کیا جاتا ہے وہ ایک ہزار ماہ کے عمل سے بہتر ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ علامہ قرطبی نے [illegible] بیان کیا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible] انسان کی [illegible] کے لیے جو کام [illegible] اس ایک رات میں [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور افضل ہے۔

یہی بات کہ یہ رات کس مہینہ کی ہے اور کس تاریخ کو آتی ہے؟ مہینہ کا فیصلہ تو خود قرآن کریم نے کر دیا کہ قرآن کا نزول رمضان میں ہوا۔ ثابت ہو گیا کہ یہ رات ماہ رمضان ہی کی کوئی رات ہے۔ بجز تاریخ کے تعین کے بارے میں علما کا بڑا اختلاف ہے۔ چالیس کے قریب اقوال مذکور ہیں۔ لیکن صحیح حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ کہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ رمضان شریف کی ستائیسویں رات لیلۃ القدر ہے۔ حضرت ابی بن کعب تو اس پر قسم بھی کھایا کرتے تھے۔

اس کو مخفی رکھنے میں بھی کئی حکمتیں ہیں تاکہ مسلمان اس رات کی تلاش میں زیادہ نہیں تو کم از کم پانچ طاق راتیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں گزاریں۔ اگر رات متعین کر دی جاتی تو اکثر لوگ صرف اسی رات کو ہی جاگتے اور عبادت کرتے۔ نیز اس رات کو اگر مقرر کر دیا جاتا تو اس میں ذکر و عبادت میں کوتاہی کرنے والے تو غضب کے مستحق قرار پاتے لیکن جو گناہوں میں مصروف رہنے والے ہیں سنگین سزا میں مبتلا کیے جاتے کیونکہ انہوں نے شب قدر کو پہچانتے ہوئے اسے خدا کی نافرمانی میں ضائع کیا۔ اس لیے رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ اسے مستور رکھا جائے تاکہ اگر کوئی بدنصیب بے خبری میں اس رات کو گناہوں کی نجاست میں بسر کرتا ہے تو اس کو ایک تمام رات کا ثواب اور جاگنے والے زیادہ راتیں جاگتے رہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو رات اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں بسر ہو جائے اہل عشق کے لیے وہی لیلۃ القدر ہے۔ عارف ربانی حضرت [illegible] قدس سرہ کا یہ شعر کتنا پیارا ہے:

وکل اللیالی لیلۃ القدر ان دنت ‏ ‏ ‏ ‏ کما کل ایام اللقاء یوم جمعۃ

ترجمہ: اگر محبوب کا قرب نصیب ہو جائے تو ساری راتیں لیلۃ القدر ہیں جس طرح اس کی ملاقات کا ہر دن جمعہ کا مبارک دن ہے۔

۳۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا کانت لیلۃ القدر نزل جبرئیل فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عز و جل۔ یعنی لیلۃ القدر کو جبرئیل فرشتوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور ملائکہ کا یہ گروہ ہر اس بندے کے لیے دعائے مغفرت اور التجائے رحمت کرتا ہے جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ عز و جل کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔

کتنا خوش نصیب اور بلند اقبال ہے وہ بندہ جو اس رات کو اپنے پروردگار کی یاد میں بسر کرتا ہے۔ جبرئیل اور فرشتے اس کے ساتھ مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لیے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں اور اس کی مغفرت و بخشش کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔

حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ کا بڑا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ کا ارشاد ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیا لیلہ وایقظ اھلہ۔ (متفق علیہ) یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب یہ آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ تہہ بند کس کر باندھ لیتے۔ راتوں کو ذکر الٰہی سے زندہ کرتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی عبادت

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝٤ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

اپنے رب کے حکم سے ۳ ہر امر (خیر) کے لیے ۴ یہ سراسر امن و سلامتی ہے۔ یہ رہتی ہے طلوع فجر تک ۵

کے لیے جاگتے۔

حضرت عائشہ ہی کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جتنا مجاہدہ اس آخری عشرہ میں فرماتے کسی دوسرے وقت میں ایسا مجاہدہ نہ کرتے۔

اس آخری عشرہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے اور یہ معمول آخر تک جاری رہا اور اپنے غلاموں کو بھی اعتکاف بیٹھنے کی ترغیب دلاتے۔ حضور کے وصال کے بعد امہات المومنین بھی اپنے آقا کی اس سنت پر پابندی سے عمل کیا کرتیں۔

۳ آیت میں الروح سے مراد جبرئیل امین ہے۔ ان کی جلالت شان کے پیش نظر خصوصیت سے ان کا ذکر کیا گیا۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ الروح فرشتوں کی ایک صنف ہے جو عام فرشتوں سے زیادہ لطیف ہے۔ جس طرح ہم فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے عام فرشتے اس صنف کو اس کی حد درجہ لطافت کے باعث نہیں دیکھ سکتے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ الروح کا معنی رحمت ہے۔ یعنی فرشتوں کا وہ گروہ جو جبرئیل کی قیادت میں اس رات زمین پر اترتا ہے اپنے ساتھ رحمت خداوندی کے بے اندازہ خزانے لے کر آتا ہے۔

۴ یعنی فرشتوں کا یہ نزول از خود نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور اس کے مشارق و مغارب کا چکر لگاؤ جہاں کہیں میرے محبوب کا کوئی امتی میری عبادت و ذکر میں مشغول دکھائی دے اس کے پاس پہنچو اور اس کو میری طرف سے نوید رحمت سناؤ، اس سے مصافحہ کرو اور اس کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگو۔ کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی اور اس کے طفیل کیا شان ہے اس کے غلاموں کی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اس مقام پر لکھتے ہیں: "یعنی فرود می آیند فرشتگان از آسمانہا و ارواح از مقام علیین دراں شب برائے ملاقات اہل کمال و اقتباس انوار اعمال بنی آدم و تلذذ بادراک کیفیت کہ در نفوس ایشاں نسبت بمحبوب و معبود حقیقی حاصل شدہ است۔"

ترجمہ: یعنی آسمانوں سے اس رات فرشتے اترتے ہیں اور علیین سے روحیں نازل ہوتی ہیں تاکہ اہل کمال انسانوں کے ساتھ ملاقات کریں اور ان کے اعمال کے انوار سے روشنی حاصل کریں اور اپنے محبوب اور معبود کی محبت کا جو جذبہ ان کے سینوں میں جوش مار رہا ہے اس کی لذت سے بہرہ ور ہوں۔

۵ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کل امر سے مراد تمام وہ امور ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک سال تک فیصلہ کر دیا ہے۔

۶ یعنی یہ رات امن و سلامتی کی رات ہے۔ نفس و شیطان کی وسوسہ اندازیاں عابدوں کو پریشان نہیں کرتیں بلکہ جمعیت خاطر کے ساتھ وہ اپنے رب سے لو لگائے رہتے ہیں اور اس کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں اور یہ ذوق پرور اور ایمان افروز کیفیت رات بھر صبح کے طلوع ہونے تک جاری رہتی ہے۔ بعض علماء نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ "ملائکہ و ارواح دراں شب بر مومناں سلام می گویند و با اہل کمال مصافحہ می نمایند پس ایں آیت بیان کیفیت ملاقات است بعد از بیان نزول ایشاں۔"

www.KitaboSunnat.com

یعنی فرشتوں کے زمین پر اترنے کے بیان کے بعد اب ان کی ملاقات کی کیفیت ذکر کی جا رہی ہے کہ وہ اس رات کو تمام اہلِ ایمان کو سلام پیش کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ (عزیزی)

اس رات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔

انسان کو چاہیے کہ بڑی سرگرمی سے اس رات کی تلاش کرے۔ غفلت اور کاہلی سے کام نہ لے۔ ذوق و شوق سے رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں کو بیدار رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے گزارے۔ جب دعا مانگے تو ایسی جامع دعا مانگے کہ پھر کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! لیلۃ القدر نصیب ہو تو کیا دعا مانگوں؟ حضور نے فرمایا یوں دعا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ تعالیٰ! تو بہت درگزر فرمانے والا ہے۔ تو درگزر کرنا پسند کرتا ہے۔ میرے گناہوں سے بھی درگزر فرما دے۔

اس رات کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشادِ گرامی بھی پیشِ نظر رہے۔

مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

یعنی جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کے لیے قیام کرتا ہے اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

○

واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين
اللهم صل وسلم وبارك على خاتم الانبياء وسيد المرسلين شفيع المذنبين
رحمة للعالمين وعلى آله واصحابه ومن تبعه باحسان الى يوم الدين

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورَۃُ البیّنۃ

نام : اس کا نام سورۃ "البینۃ" اور سورت "لم یکن" دونوں بتائے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رکوع ہے۔ آٹھ آیتیں، چرانوے کلمے اور تین سو ننانوے حروف ہیں۔

نزول : اس کے نزول کے بارے میں بھی علماء کے دو قول ہیں۔ علامہ ابو حیان اندلسی کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ مکی ہے۔ ان کے برعکس ابن الزبیر، عطاء بن یسار اور ابن عطیہ کی رائے ہے کہ یہ مدنی ہے۔ اسی کو بھی جمہور کا قول کہا گیا ہے۔ ایک صحیح روایت سے اس دوسرے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ امام احمد، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابی حبۃ البدری سے روایت کیا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو جبرائیل نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابی ابن کعب کو پڑھ کر سنائیں۔ حضور نے ابی کو جب یہ بات بتائی تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا اس بندے کو وہاں بھی یاد فرمایا جاتا ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں بے شک! ابی یہ عزت افزائی دیکھ کر رو پڑے۔ علامہ آلوسی یہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں "ھذا ھو الاصح" یعنی زیادہ صحیح یہ ہے۔ مشرکین کے ساتھ اہل کتاب کا ذکر بھی اسی قول کی تائید کرتا ہے۔

مضامین : سورۃ "العلق" میں نزول کتاب، "القدر" میں اس رات کی قدر و منزلت اور اس سورت میں رسالت کی ضرورت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ مشرک اور اہل کتاب اس وقت تک اپنے باطل عقائد سے دستبردار نہیں ہوں گے جب تک ایسا رسول تشریف نہ لے آئے جس کی ذات اور جس کا کردار اس کی دعوت کی صداقت کی روشن دلیل ہو۔ پھر بتایا کہ اہل کتاب کا راہ حق سے انحراف اس وجہ سے نہ تھا کہ ان کے پاس کوئی آسمانی صحیفہ نہیں آیا تھا یا ان کی طرف کوئی رسول مبعوث نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہ لوگ محض ذاتی اغراض اور شخصی مفاد کی وجہ سے حق کو چھوڑ گئے۔

پھر اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ سب نبی اور رسول ایک ہی دین کی دعوت دینے کے لیے مبعوث کیے جاتے رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پورے خلوص اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت، نماز کی اقامت اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم رہو۔ جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور اس پر عمل کرنے سے گریزاں رہے وہ بدترین خلائق ہیں لیکن جن خوش نصیبوں نے اس دعوت کریم کو صدق دل سے قبول کیا اور خلوص سے اس کی ہدایات پر عمل پیرا رہے وہ تمام مخلوق سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ جنت کی جاودانی نعمتیں انہیں بطور جزا عطا کی جائیں گی۔ سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنے رب سے ترساں لرزاں جس طرح اپنی زندگی گزاری اس کے عوض انہیں اس منصب پر فائز کیا جائیگا جہاں خداوند ذوالجلال ان سے اور وہ اپنے خداوند کریم سے راضی ہوں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

سورۃ البینہ مدنی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں آٹھ آیات ہیں

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ

جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا (وہ) اور مشرکین (کفر سے)

مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو

باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ نہ آتی ان کے پاس روشن دلیل ۱؎ یعنی ایک رسول اللہ کی طرف سے جو پڑھ کر سناتے

۱؎ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے باشندے دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو سرے سے کسی نبی پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور نہ ان کے پاس کوئی آسمانی صحیفہ تھا۔ ان میں سے کوئی بتوں کی پوجا میں مگن تھا، کوئی کواکب کی عبادت میں کھویا ہوا اور کوئی آگ کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھا۔ ان کے عقائد میں بظاہر اختلافات کے باوجود شرک قدر مشترک تھا۔

دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو کسی نبی کی امت ہونے کے دعویدار تھے۔ ان کے پاس کوئی نہ کوئی آسمانی کتاب بھی تھی لیکن مرور زمانہ سے وہ بھی کلی طور پر ان کی دستبرد سے نہیں بچ سکے تھے۔ ان کے آسمانی صحیفے تحریف کی نذر ہو چکے تھے۔ ان کے اعمال و عقائد میں واضح بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ انبیاء کی تعلیمات سے انہوں نے منہ موڑ لیا تھا اور خود ساختہ تشریحات کو اپنا دین بنا لیا تھا۔ ان کا بگاڑ اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ کوئی حضرت عزیر کو فرزند خدا کہتا، کوئی مسیح کو خدا کا بیٹا یقین کرتا تھا۔ اگرچہ شرک میں یہ لوگ بھی دوسرے مشرکین سے پیچھے نہ تھے لیکن قرآن کریم نے ان دو گروہوں کو ہمیشہ الگ الگ ناموں سے یاد کیا ہے۔ پہلے گروہ کو مشرکین کہا گیا اور دوسرے گروہ کو اہل کتاب۔ اس لیے کہ دوسرا گروہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ ایک ایسے دین کا پیروکار ہے جو بنیادی طور پر دین توحید ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے انہیں مشرکین کے لفظ سے یاد نہیں کیا۔ شرعی احکام میں بھی اس فرق کو ملحوظ رکھا گیا۔ مشرکین کا ذبیحہ بھی حرام اور ان کی عورتوں کے ساتھ شادی بھی قطعاً ممنوع۔ اس کے برعکس اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی بھی اجازت ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کریں اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ذبح کریں۔

یہاں اس آیت میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ان دونوں گروہوں میں کفر و شرک کا اتنا رسوخ ہو چکا ہے کہ اب دوسرے درجہ کی کوشش انہیں اس دلدل سے نہیں نکال سکتی۔ کوئی عالم، کوئی زاہد، کوئی مصلح اب ان کو راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ جن تاریکیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے کوئی معمولی روشنی ان میں شگاف نہیں ڈال سکتی۔ ان کی ہدایت کے لیے تو کسی ایسی قوی اور تابندہ دلیل کی ضرورت ہے جس کی کرنیں تاریکیوں کا سینہ چاک کر کے رکھ دیں، شکوک و شبہات کے غبار کو یکسر زائل کر دیں۔ طلوع آفتاب سے جس طرح ارض و سما کا گوشہ گوشہ چمک اٹھتا ہے ہدایت کا کوئی ایسا آفتاب طلوع ہو جو ان کے قلب و اذہان کے گوشے گوشے کو منور کر دے۔

منفکین: الفکاک سے ہے یعنی کسی چیز کا کسی چیز سے الگ ہو جانا، جدا ہو جانا۔ البینۃ: روشن دلیل جو حق کو واضح کر دے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا

پاک صحیفے ¹ جن میں بالکل سیدھی اور درست باتیں ہیں ² اور نہیں تفرقے میں پڑے اہل

الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

کتاب مگر اس کے بعد کہ آگئی ان کے پاس روشن دلیل ³ حالانکہ نہیں حکم دیا گیا تھا انہیں مگر

¹ اس دوسری آیت میں بتایا گیا کہ وہ البینۃ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے منصب پر فائز کر کے گمراہوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا جیسے قال الزجاج رسول رفع علی البدل من البینۃ (قرطبی) یہ رسول مرفوع ہے کیونکہ یہ البینۃ کا بدل ہے

یہ رسول روشنی اور ہدایت کا وہ مینار ہے جس کی تابندہ شعاعوں سے عالم انسانیت کے نشیب و فراز جگمگا رہے ہیں کیونکہ وہ ایسی کتاب کی تلاوت فرماتا ہے جو ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے۔ دوسری مذہبی کتابوں کی طرح اس میں خرافات و توہمات سے گری ہوئی کوئی بات نہیں، عقل سلیم کا منہ چڑانے والی کوئی حکایت نہیں۔ اخلاق عالیہ کی طرف بلانے والی کوئی دعوت نہیں ہے جو عیب سے وہ پاک ہے، ہر نقص سے وہ منزہ ہے

² اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں صحیح احکام و ہدایات ہیں جو سراسر حق اور درست ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ آیت میں کتب سے مراد احکام ہیں۔ ای الکتب ھھنا بمعنی الاحکام (قرطبی) وقیمۃ ای مستقیمۃ مستویۃ محکمۃ (قرطبی) یعنی راست درست اور مستحکم۔ حضور کی ذات اقدس جمال انسانی کی بالالتزام کی مظہر اتم تھی حضور کے اخلاق، سیرت اور اعمال ہر آلائش سے اس قدر پاک تھے کہ قریب آکر دیکھنے سے حضور کی صداقت کا یقین دل میں پیدا ہوتا تھا۔ نیز جو کتاب مقدس آپ پڑھ کر سناتے اس کا ہر جملہ سراپا الہام تھا۔ جو نظام حیات اس کتاب نے انسانیت کو بخشا وہ اپنی افادیت، اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا جب ہدایت کے یہ تمام سامان بہم ہو جائیں تو پھر ہدایت پذیری میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہنی چاہیے بجز اس کے کہ کسی انسان کی بدبختی اس کو اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے سے محروم کر دے

³ یہ وہ اصلاح طلب بے شمار فرقوں میں بٹ چکے تھے حضور کے تشریف لانے سے پہلے دین کا ٹھیکہ یہی لوگ سمجھتے تھے [illegible] اس کے نزدیک گمراہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے اور دوزخ کا ایندھن تھے۔ [illegible] باہمی جنگ و جدال کا سلسلہ جاری تھا جس کی وجہ سے دوسروں پر [illegible] کے نقشے [illegible] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تفرقہ بازیاں اور تشتت و افتراق جہالت اور بے علمی کا نتیجہ نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس وقت تفرقہ بازی کی آگ بھڑکائی جب حق کو کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا گیا تھا۔ [illegible] اپنے ذاتی مفادات اور جھوٹی انا کی قربان گاہ پر اپنے دل اور دین کا [illegible]

بعض علمائے تفسیر نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ یہاں بھی البینۃ سے مراد حضور کی ذات بابرکات ہے۔ حضور کی تشریف آوری سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ بالکل یکسو ہو کر اور قائم کریں نماز

وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

اور ادا کرتے رہیں زکوٰۃ ۵ اور یہی نہایت سچا دین ہے ۶ بے شک جنہوں نے کفر کیا

پہلے تو اہل کتاب حضور کے لیے چشم براہ تھے۔ بڑی بے چینی سے انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ جب کفار کے ساتھ برسرپیکار ہوتے تھے تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا وسیلہ پکڑ کر دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کی دعائیں مانگا کرتے۔ لیکن جب وہ ہادی برحق تشریف لے آیا ان کے تیور بدل گئے۔ حسد وعناد کے شعلے بھڑک اٹھے اور حضور پر ایمان لانے سے صاف جواب دے دیا۔ انکار کر دیا۔ اپنی آسمانی کتب میں آخرالزمان نبی کی بیان کردہ نشانیاں حضور میں مشاہدہ کر لینے کے باوجود حضور کو جھٹلانے پر کمربستہ ہو گئے۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ (البقرہ: ۸۹) یعنی (قرطبی وغیرہما) اہل کتاب حضور کے وسیلہ سے کفار پر فتح طلب کیا کرتے تھے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے پہچان کر حضور کے ساتھ کفر کرنا شروع کر دیا۔

۵ یہ دونوں گروہ آج کتنا ہی شرک میں مبتلا ہوں، یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسی قوم نہیں جس کو اس کے نبی یا رسول نے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کا حکم نہ دیا ہو اور غیر اللہ کی عبادت کو ضلالت وگمراہی نہ کہا ہو۔ ان انبیاء نے انہیں یہی تلقین کی کہ اپنے عقائد کو شرک و کفر کی ہر آلائش سے پاک صاف رکھیں۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقیدے پر پختگی سے جم جائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس عقیدہ توحید کی انہیں دعوت دی ہے یہ کوئی نئی دعوت نہیں۔ سب پہلے انبیاء و رسل نے بھی اپنی اپنی قوموں کو یہی درس دیا اور اسی پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی۔ ہر باطل سے منہ موڑ کر جو شخص صرف حق کی طرف متوجہ ہو جائے اسے حنیف کہتے ہیں۔ حنفاء اسی کی جمع ہے یعنی انہیں یہی بتایا گیا کہ ان کے گرد و پیش باطل اپنی مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ ہر باطل سے اپنا منہ موڑ کر وہ یکسوئی کے ساتھ حق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ عقیدہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انہیں عبادات نماز، زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی کا بھی بار بار حکم دیا گیا۔ وائے افسوس! بات بالکل صاف تھی، اگر یہ چاہتے تو حضور کی دعوت کو قبول کر لیتے اور اس ہادی برحق کے نقش پا کو اپنا خضر راہ بناتے۔

۶ یہی دین سچا اور صحیح دین ہو سکتا ہے جس میں اصلاح عقائد اور اصلاح اعمال کا جامع نظام موجود ہو۔ اسلام کے علاوہ کہیں بھی انہیں عقائد و اعمال کا یہ حسین امتزاج نظر نہیں آئے گا۔ القیمۃ کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ القیمۃ صفت ہے اس کا موصوف الملۃ مقدر ہے۔ عبارت یوں ہے ذلک دین الملۃ القیمۃ یعنی یہ ایک راست اور درست ملت کا دین ہے۔ دوسرا قول یہ ہے جو زیادہ واضح اور پسندیدہ ہے القیمۃ کے آخر میں تا تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کی ہے جیسے علامۃ۔ اور دین جو موصوف ہے اس کو صفت کی طرف مضاف کر دیا گیا۔ القیمۃ التی لا عوج فیہا۔ جس میں کوئی کجی نہ ہو یعنی ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دین ایسا دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں، کوئی خامی نہیں، کوئی کمی نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اہل کتاب سے (ہوں) اور مشرکین آتش جہنم میں ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

بدترین مخلوق ہیں ؎ (اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں ؎ ان کی جزا ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشگی کی جنتیں

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ

ہیں رواں ہوں گی جن کے نیچے نہریں وہ ان میں آباد رہیں گے ؎ اللہ تعالیٰ ان

؎ آفتاب ہدایت ضوفشاں ہے۔ صحیفہ رشد و ہدایت ان کے سامنے ایسا نظام حیات پیش کر رہا ہے جو ان کی جسمانی اور روحانی نشوونما اور ان کی دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے۔ جو لوگ اب بھی اس کا انکار کرتے ہیں، جو اب بھی اس نبی کریم کا دامن پکڑنے سے کتراتے ہیں یقیناً وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ وہ اسی لائق ہیں کہ انہیں دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے۔ وہ ہمیشہ اس میں جلتے رہیں۔ یہ لوگ کسی رعایت اور رحم کے مستحق نہیں۔

؎ ان کے برعکس جو لوگ راستے کی صعوبتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ آگے بڑھ کر اس رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لے آتے ہیں اور آپ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جاتے ہیں یہی انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی انسانیت کی آبرو ہیں۔ کوئی چیز ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ان کا دل پاک، نگاہیں پاک، نیت پاک، عزم بلند، شوق فراواں اور منزل اونچی۔ اتنی اونچی کہ نوری فرشتہ بھی وہاں پر نہیں مار سکتا۔

؎ بہشت کے سدابہار باغات، انہی کے لیے چشم براہ ہیں۔ وہاں بہنے والی ندیاں، انہی کے شوق دید میں گرم سیر ہیں۔ وہاں کا ہر پھول، ہر کلی ان کی محبت کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ وہ وہاں رہیں گے، تا ابد وہاں رہیں گے۔ جنت کی ساری رونقیں ان کے دم قدم سے ہیں۔ یہ وہاں نہ رہیں تو شگفتگیاں، افسردگیوں میں بدل جائیں۔ بہاریں بھی روٹھ جائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ (سعادت) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا۔

۱۱؎ جنت اور اس کی فرحت انگیز ابدی مسرتوں سے بھی ایک اعلیٰ ترین انعام انہیں بخشا جائے گا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو جائے گا۔ یہ رضا و خوشنودی یک طرفہ نہیں، دو طرفہ ہو گی۔ ان کا پروردگار ان کی محبت اور نیاز مندی کو دیکھ کر ان پر راضی ہو جائے گا اور وہ نیاز مند اپنے کریم رب کی بے پایاں عنایات سے بہرہ ور ہو کر اس سے راضی ہو جائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو پکاریں گے یا اہل الجنۃ۔ وہ جواب عرض کریں گے لبیک ربنا وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک۔ اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں، ساری سعادتیں اور بھلائیاں تیرے دست قدرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے کہ اب تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم تجھ پر راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے جو کسی مخلوق کو نصیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں اس سے بھی ایک اعلیٰ انعام تمہیں عطا نہ کروں؟ وہ کہیں گے الٰہی! اس سے افضل اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی سے اس طرح سرفراز کر دوں کہ اس کے بعد کبھی ناراضگی کا تمہیں کوئی اندیشہ نہ رہے۔ (متفق علیہ)

۱۲؎ یہ مقام بلند اور منصب رفیع ہر ایک کو نہیں بخشا جاتا۔ جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو اس پر فائز نہیں کیا جاتا۔ یہ شرف ان سعادت مندوں کا حصہ ہے جو زندگی بھر اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اس کی حکم عدولی کی انہیں جرأت نہیں ہوتی۔ اگر بھولے سے لغزش ہو جائے تو خوف اور ندامت کے باعث مدتوں آنسوؤں کے دریا بہاتے ہیں۔ ان لوگوں کو محبت کی خلعت فاخرہ پہنائی جاتی ہے۔

چنانکہ اشک سراپا نیاز می گردد   کشش سلسلہ جنبان ناز محمل ہا

○

اللھم اجعلنا منھم ومعھم وانت اکرم الاکرمین۔ فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

مسکین کرم عرضہ کند اے محبت عشاق آرزوش
گر من از ایشان نیستم در کار ایشان کن مرا

اللھم صل وسلم وبارک علی حبیبک الاکرم ومحبوبک الاکرم صاحب الوجہ الجمیل والقد الاسیل والطرف الکحیل وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلمائہ وعلی سائر محبیہ الی یوم الدین۔

شاعر سے معذرت کے ساتھ۔ اصل الفاظ یہ ہیں: مسکین حسن می گوید الخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الزلزال

نام: اسے سورۃ "اذا زلزلت" اور سورت "زلزال" بھی کہتے ہیں۔ اس میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، ۳۵ کلمے اور ایک سو انتالیس حروف ہیں۔

نزول: اس کے نزول کے بارے میں بھی علماء کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباس، مجاہد اور عطاء کے نزدیک یہ مکی ہے۔ قتادہ اور مقاتل نے اسے مدنی بتایا ہے لیکن سورت کے مضامین میں غور کیا جائے تو پہلے قول کی تائید ہوتی ہے۔

مضامین: خدا فراموش انسان بڑی بے باکی اور بے حیائی سے زمین کے گوشے گوشے کو اپنے گناہوں سے داغ دار کرتا رہتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ یہ درخت، یہ پتھر، یہ خاک کے ذرے گونگے بہرے ہیں۔ انہیں اس کے کرتوتوں کا احساس تک نہیں۔ لیکن یہ اس کی نادانی ہے۔ جب قیامت کے جھٹکوں سے کرۂ زمین پھٹ جائے گا تو اس میں چھپی ہوئی سب چیزیں آشکارا ہو جائیں گی۔ اس وقت زمین کے وہ درخت جن کی گھنی چھاؤں میں وہ داد عیش دیتا رہا اور وہ چٹانیں جن کی اوٹ میں وہ گناہوں کی ندیاں بہاتا رہا وہ چشم دید گواہوں کی طرح گویا ہو جائیں گے اور اس کے اعمال کا کچا چٹھا کھول کر سامنے رکھ دیں گے۔ اس وقت اس کی آنکھ کھلے گی لیکن بے سود!

اس وقت لوگ گروہ در گروہ پیش کیے جائیں گے ہر شخص کی ہر چھوٹی بڑی نیکی کا اجر اسے ملے گا۔ اسی طرح ہر شخص کی ہر چھوٹی بڑی برائی کا نتیجہ بھی اسے دیکھنا پڑے گا۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۱۰-۴-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

سورۃ الزلزال مدنی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس کی آٹھ آیتیں ہیں

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾

جب تھرتھرانے لگے گی زمین پوری شدت سے ۱ اور باہر پھینک دے گی زمین اپنے بوجھوں (یعنی دفینوں) کو ۲

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ

اور انسان (حیران ہو کر) کہے گا اسے کیا ہو گیا ہے ۳ اس روز وہ بیان کرے گی اپنے سارے حالات ۴ کیونکہ

۱ زور دار جھٹکے جو بار بار آئیں انہیں زلزال کہا جاتا ہے۔ علامہ راغب لکھتے ہیں الزلزلۃ: الاضطراب وتکریر حروف لفظہ تنبیہ علی تکریر معنی الزلل۔ زلزلت، یعنی زمین مضطرب ہو گئی، اس میں ان حروف کا تکرار جھٹکوں کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ زلزالہا تاکید اور شدت و قوت کے اظہار کے لیے ہے یعنی جب زمین زور دار جھٹکوں کے باعث پوری قوت کے ساتھ تھرتھرانے لگے گی۔

بعض علما کے نزدیک اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قرب قیامت کے وقت آئے گا۔ اس کے باعث پہاڑ، لمبے درخت اور بڑے بڑے محلات اور مضبوط قلعے ریزہ ریزہ ہو کر پیوند زمین ہو جائیں گے اور بعض کا خیال ہے کہ نفخہ ثانیہ کے وقت زمین جو لرزے گی یہاں اس لرزے کا ذکر ہو رہا ہے۔ بعد والی آیت اس کو ترجیح دیتی ہے۔

۲ نفخہ ثانیہ کے وقت جب زلزلہ آئے گا تو زمین کے پیٹ میں جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ اسے نکال کر باہر پھینک دے گی۔ سارے مردے جو اس میں دفن ہوتے ہیں وہ جس حالت میں ہوں گے، باہر نکل آئیں گے۔ اگر ان کے ذرے منتشر ہو کر زمین کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہوں گے تو ان کو بھی یکجا کر دیا جائے گا۔ جو معدنیات، بیش قیمت خزانے اور دفائن اس میں مستور ہوں گے، سب ظاہر ہو جائیں گے۔

۳ انسان سے مراد یہاں وہ انسان ہے جو قیامت کی شدت سے انکار کیا کرتا تھا۔ سو دلائل سن لینے کے باوجود اس کا دل اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ جب وہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے دیکھے گا تو حیران و ششدر رہ جائے گا اور فرط حیرت سے پوچھے گا یہ کیا ہو رہا ہے۔ سورۂ یٰسین میں ہے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا یعنی ہمیں ہماری خوابگاہ سے کس نے اٹھایا ہے۔ اہل ایمان جنہیں وقوع قیامت کا یقین تھا وہ جب دیکھیں گے کہ مردے زندہ ہو کر قبروں سے نکل رہے ہیں تو ان کا علم الیقین عین الیقین کے درجہ پر پہنچ جائے گا۔ وہ کہیں گے ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ یہ وہی کچھ پیش آ رہا ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے بالکل سچ فرمایا تھا۔

۴ اس وقت زمین اپنی سرگزشت کھول کر بیان کرے گی کہ گزشتہ دنیا میں جو حالات اور واقعات اس پر رونما ہوئے ہیں کہ کیسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کام اس پر کیے گئے ہوں گے ان کا اس پر انکشاف کیا گیا سب کے سب یہ زمین بیان کرے گی۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر صحابہ کرام سے پوچھا جانتے ہو وہ خبریں کیا ہوں گی۔ صحابہ نے جواب دیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ قال فان اخبارھا ان تشھد علی کل عبد او امۃ بما عمل علی ظھرھا۔ (ترمذی، نسائی) زمین ہر بندہ اور ہر بندی کے متعلق گواہی دے گی کہ اس نے میری پیٹھ پر کیا کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمایا کہ تحفظوا من الارض فانھا امکم وانہ لیس من احد عامل علیھا خیرا او شرا الا وھی مخبرۃ۔ کہ زمین سے اپنی حفاظت کیا کرو یہ تمہاری ماں ہے جو کام بھی اس پر کوئی شخص کرے گا یہ اس کی اطلاع دے گی۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ بیت المال کا سب روپیہ پیسہ حقداروں میں تقسیم کر دیتے جب وہ خالی ہو جاتا تو اس میں دو نفل ادا کرتے اور پھر فرماتے اے بیت المال تم قیامت کے دن گواہی دینا کہ میں نے تمہیں حق کے ساتھ بھرا اور حق کے ساتھ خالی کر دیا۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب یہ آیات تلاوت کی جاتیں تو کمزور ایمان والے لوگ ان کی صداقت کی بابت شبہات کرتے۔ اندھی بہری زمین کو کیا پتہ کہ اس پر کیا ہو رہا ہے۔ بے جان ہے بے شعور ہے کیا باور کیا جا سکتا ہے کہ ان کے اعمال میں کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ نیک و بد اعمال کی جو دنیا آباد ہے ان کا سراغ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے شکوک انہیں پریشان کیا کرتے تھے لیکن سائنس کی حیرت انگیز ایجادات نے ان سب سوالات کا تسلی بخش جواب بہم پہنچا دیا ہے۔ ریڈیو، ٹیلیویژن اور ٹیپ ریکارڈر کی ایجاد نے ان تمام شکوک کا ازالہ کر دیا۔ جب ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونے والی آواز آن واحد میں دنیا کے گوشے گوشے میں بلا تکلف سنی جا سکتی ہے۔ جب ٹیلیویژن اسٹیشن پر پیش کیا جانے والا پروگرام اپنی تفصیلات کے ساتھ دور دور تک دیکھا جا سکتا ہے۔ مکانوں کی دیواریں، شہروں کی فصیلیں اور اونچے پہاڑ ان کے جلوات ان تماشا کرنے والوں میں مانع نہیں ہو سکتے۔ جب ٹیپ ریکارڈ میں کسی کی آواز اس کے لب و لہجہ اور زیر و بم کے ساتھ محفوظ کیا جا سکتا ہے اور جب کوئی چاہے انہیں بار بار سن سکتا ہے۔ اگر ہاتھ کی انگلیوں کے نشانات سے جرائم کا سراغ لگایا جا سکتا ہے تو اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ زمین کا ذرہ ذرہ ایک خاموش تماشائی کی طرح ہماری کارستانیوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا ریکارڈ مرتب کر رہا ہے۔ قیامت کے روز ہماری زندگی کی پوری فلم تفصیل سے ہمیں دکھا دی جائے گی پھر کس میں یہ ہمت ہوگی کہ وہ ان چیزوں کا انکار کرے؟

قرآن کریم نے بڑی صراحت سے ان انتظامات کا ذکر کیا ہے جو قدرت کی طرف سے روز حساب کے فیصلوں کو عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق کرنے کے لیے کیے گئے ہیں۔ کراماً کاتبین ہر آدمی کے نیک و بد اعمال کا تحریری ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ ہمارے اعضاء قیامت کے دن بطور گواہ کی حیثیت سے پیش کیے جائیں گے۔ ارشاد ہے الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔ یعنی آج ہم ان کے لبوں پر مہر لگا دیں گے ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کریں گے اور ان کے پاؤں ان پر گواہی دیں گے۔ اگر پھر بھی کسی نے اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو اس کے سامنے اس کے ٹیپ ریکارڈ اور اس کی زندگی کی فلم پیش کر دی جائے گی۔

www.KitaboSunnat.com

رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا

آپ کے رب نے اسے (یہی) حکم دیا ہے۔ اس روز نکلیں گے لوگ گروہ در گروہ تاکہ انہیں دکھائے جائیں

اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ

ان کے اعمال۔ پس جس نے ذرہ برابر بھلائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے

يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔

۵ زمین کے شکم سے مُردوں کو زندہ ہو کر نکلنا یا زمین کا اپنی سرگزشت کو بیان کرنا از خود نہ ہوگا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کا حکم دے گا۔

۶ دو لفظ ہیں وارد اور صادر۔ وارد کہتے ہیں آنے والا اور صادر کہتے ہیں لوٹ کر آنے والا۔ آیت کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں کہ لوگ حساب دینے کے بعد جب لوٹیں گے تو وہ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوں گے۔ نیک نیکوں کے ساتھ، نمازی نمازیوں کے ساتھ، غازی غازیوں کے ساتھ، شہید شہیدوں کے ساتھ۔ اسی طرح چور چوروں کے ساتھ، گنہگار گنہگاروں کے ساتھ، قاتل قاتلوں کے ساتھ۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب قبروں سے نکل کر بارگاہ الٰہی میں حساب کتاب کے لیے جا رہے ہوں گے تو اس وقت وہ جدا جدا ہو کر جائیں گے۔

۷ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے۔ جو کچھ وہ یہاں کام کرتا ہے اس کے لیے جواب دہ ہے۔ فرمایا اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹایا نہیں جائے گا۔ دوسری جگہ ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا کہ تمہارے کان، آنکھیں اور تمہارا دل سب سے باز پرس کی جائے گی۔ اسی حقیقت کو یہاں بھی ایک نئے اسلوب میں بیان کیا جا رہا ہے کہ بڑے بڑے اعمال حسنہ یا افعال سیئہ کا تو کیا پوچھنا، اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ اصول طے پا چکا ہے کہ اگر ذرہ کے برابر کوئی نیکی کرے گا تو اسے بھی ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو خوب حفاظت سے رکھا جائے گا اور جس نے وہ نیکی کی تھی اس کو دکھایا جائے گا۔ اسی طرح چھوٹے سے معمولی گناہ کو بھی پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا جائے گا اور اسے بدکار کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

اگر عقل سلیم ہو اور انسان غور اور سنجیدگی سے ان آیات کو پڑھے تو اس کی ہدایت کے لیے مزید کسی وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں رہتی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وعظ فرمایئے۔ حضور نے یہی سورت پڑھ کر اسے سنادی۔ سن کر کہنے لگا والذی بعثک بالحق لا ازید علیہا ابدا کہ آپ کے رب کی قسم! مجھے اب اس سے زیادہ وعظ کی ضرورت نہیں۔ یہ اور رخصت لے کر واپس جانے لگا۔ حضور نے دوبار فرمایا یہ شخص کامیاب ہو کر جا رہا ہے۔

بسا اوقات انسان چھوٹی نیکی کو حقیر سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ بسا اوقات انسان صغیرہ گناہوں کی پروا نہیں کرتا انہیں معمولی خیال کر کے ان کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ دونوں کو تنبیہ کر دی کہ ذرہ کے برابر نیکی کرو گے تو اس کا بھی اجر ملے گا۔ ذرہ کے برابر برائی کرو گے تو اس کی بھی سزا ملے گی۔ اس لیے نہ کسی نیکی کو حقیر سمجھ کر اس کو ترک کرو اور نہ کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر اس کا ارتکاب کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ ارشادات خاص توجہ کے مستحق ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ تعالیٰ الا الطیب۔ فان اللہ یتقبلہا بیمینہ ثم یربیہا لصاحبہ کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل (متفق علیہ)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسب حلال سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول کر کے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ پھر اس کی نشوونما کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی طرح بڑا ہو جاتا ہے۔ حضور نے حضرت ابوہریرہ کو ارشاد فرمایا کہ کسی نیکی کو حقیر مت سمجھا کرو اور کچھ نہ ہو سکے تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملا کرو۔

یہاں ایک چیز وضاحت طلب ہے کہ جب یہ اصول تسلیم کر لیا گیا کہ ہر شخص کو اس کی ذرہ برابر نیکی کا اجر اور ذرہ برابر بدی کی سزا ملے گی تو کیا کفار نے جو نیک کام کیے ہیں ان کا بھی قیامت کے دن ان کو ثواب ملے گا؟ یا نیک لوگوں نے جو گناہ کیے ہیں انہیں ان کی سزا بھگتنی ہو گی؟ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ کفار کے نیک اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بے وضو نماز ادا کرے۔ ان کے اعمال صالحہ کی قبولیت کے لیے ایمان شرط لازم تھا۔ شرط کے مفقود ہونے کے باعث ان اعمال کی کوئی حقیقت نہیں ہو گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ کفار کو ان کے نیک اعمال کی جزا اسی دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ عزت، شہرت، اولاد، دولت کی کثرت ان صورتوں میں ان کا حساب چکا دیا جاتا ہے۔ قیامت پر ان کا ایمان نہ تھا نہ انہوں نے اس نیت سے نیکیاں کی تھیں کہ انہیں اس روز اس کا ثواب ملے گا۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جس کی موت کفر پر ہوگی خلود جہنم سے تو اس کو کوئی نیکی نہیں بچا سکے گی البتہ ان کے اعمال کا اثر عذاب کی شدت میں تخفیف کی صورت میں ظاہر ہو گا۔

وہ مومن جن سے خطائیں سرزد ہوئی ہوں گی تو ان کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے توبہ کر لی اس کی خطائیں بخش دی جائیں گی۔ نامۂ اعمال سے بھی انہیں محو کر دیا جائے گا۔ فرشتوں کو بھی یاد نہ رہے گا کہ انہوں نے کیا جرم کیے تھے یا ان کی لغزشوں کی سزا انہیں دنیا میں بیماری، غربت اور ناکامی کی شکل میں دے دی جائے گی۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر خدمت اقدس میں حاضر تھے اور کچھ کھا رہے تھے۔ یہ بات سن کر کھانا چھوڑ دیا۔ عرض کیا کہ کیا ہم اپنے تمام نیک و بد اعمال کو دیکھیں گے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ما رأيت مما تكره فهو مثاقيل ذر الشر ويدخر لكم مثاقيل ذر الخير حتى تعطوه يوم القيامة. (قرطبی) اس دنیا میں جو تمہیں تکلیف پہنچتی ہے یہ تمہاری خطاؤں کا نتیجہ ہے اور تمہاری نیکیاں محفوظ رکھی جائیں گی اور قیامت کے دن تمہارے حوالے کر دی جائیں گی

○

ولك الحمد وبك نسئلك ان تغفرلنا وترحمنا انك ارحم الراحمين بجاه حبيبك ونبيك وصفيك محمد وعلى اله وصحبه ومن تبعه واتبعه الى يوم الدين

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ العٰدیٰت

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام العٰدیٰت ہے جو اس کا پہلا لفظ ہے۔ یہ ایک رکوع، گیارہ آیتوں، چالیس کلمات اور ایک سو تریسٹھ حروف پر مشتمل ہے۔

نزول: اس کے بارے میں دو قول ہیں بعض علماء کے نزدیک یہ مکی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور بعض علماء اسے مدنی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی مروی ہے۔

مضامین: متعدد قسمیں کھا کر چند حقائق کی نقاب کشائی کی جا رہی ہے۔ پہلے تو یہ بتایا کہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ بستا رہتا اس کی زمین پر ہے سانس اس کی ہوا میں لیتا ہے۔ اس کے دسترخوان نعمت کا ریزہ چین ہے۔ اس کے باوجود نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے اور نہ اس کی عبادت و اطاعت کو اپنا وظیفہ حیات بناتا ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس پر اس کے اپنے اعمال و اطوار بطور گواہ پیش کیے جا سکتے ہیں۔ نہ کسی دوسرے گواہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی مزید ثبوت درکار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دولت کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ وہ اس کو حاصل کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی دھن میں دیوانوں کی طرح شب و روز سرگرداں رہتا ہے۔ اس کی عقل و فہم پر جتنا افسوس کیا جائے اتنا کم ہے۔ اسے اتنی بھی خبر نہیں کہ اس کا خالق اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اس کے سینے کے راز بھی اس پر عیاں ہیں۔ قیامت کے دن اسے اس رب کائنات کے سامنے پیش ہونا ہے جو اس کے جملہ حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۷۸-۴-۱۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَھِیَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ العادیات مکی ہے | اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ | اس میں گیارہ آیات ہیں

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾

قسم ہے تیز رفتار دوڑنے والے گھوڑوں کی جب وہ ہانپتے ہیں۔ پھر چقماق سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔ پھر اچانک حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

پھر اس سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں۔ ۱؎ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا

۱؎ ان آیات میں جو مشکل الفاظ ہیں پہلے ان کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس کے بعد ان کا مفہوم سمجھنے میں دقت نہ ہو گی۔

العادیات: الجاریات بسرعۃ۔ بڑی تیزی سے دوڑنے والے۔ الضبح: صوت جھیر عند العدو الشدید لیس بصھیل ولا رغاء ولا نباح۔ وہ آواز جو تیز دوڑتے وقت گھوڑے کے سینے سے نکلتی ہے یا لانا ہنہنانے وغیرہ سے بالکل جدا ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: والجمہور علی انہ قسم بخیل الغزاۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ التی تعدو [illegible] کہ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم کھائی جا رہی ہے جو تیزی سے دوڑتے ہیں۔

موریات: والایراء اخراج النار والقدح [illegible] چقماق سے آگ نکالنے کو ایراء کہتے ہیں۔ قدح: دو سخت چیزوں کا آپس میں ٹکرانا جس سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ یہاں مجاہدین کے گھوڑوں کی دوسری صفت بیان کی جا رہی ہے کہ ان کے سم جب سنگریزوں پر پڑتے ہیں تو ان سے چنگاریاں جھڑنے لگتی ہیں۔ ان چنگاریوں کو اہل عرب نار الحباحب کہتے ہیں۔ حباحب ایک بخیل آدمی کا نام تھا۔ وہ کھانا پکانے کے لیے اس وقت آگ جلاتا جب سب لوگ کھانا پکا کر سو جاتے اور کسی مسافر کے آنے کا کوئی اندیشہ نہ رہتا۔ اس وقت بھی وہ آگ کو زیادہ روشن نہ کرتا بلکہ بڑی مدھم رکھتا تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے [illegible] جس سے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جائے اس کو نار الحباحب کہتے ہیں۔ گھوڑوں کے سموں سے جو آگ نکلتی ہے اسی وجہ سے اس کو بھی اس لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

المغیرات: المغار علی العدو [illegible]۔ کسی پر اچانک حملہ کرنا۔ عرب عموماً صبح کے وقت دشمن پر حملہ کیا کرتے تھے تاکہ دشمن کو بے خبری میں جا لیں۔ دن کی روشنی اور دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کا بہترین موقع ہوتا ہے نیز [illegible] خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

النقع: غبار کو کہتے ہیں۔ اثرن: غبار اڑاتے ہیں۔ جمع: جماعت، لشکر۔ مجاہد جب حملہ کرتے ہیں تو دشمن کی صفوں میں داخل ہو کر ان پر [illegible] کر دیتے ہیں۔

مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کے بعد آیات کے مفہوم پر غور فرمائیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لَكَنُوْدٌ ۚ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝٨

بڑا ناشکرا ہے ۲ اور وہ اس پر خود گواہ ہے ۳ اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے ۴

اس سورت کا آغاز میں قسم کھا کر کیا جا رہا ہے اور قسم مجاہدین کے ان گھوڑوں کی کھائی جا رہی ہے جو ان خوبیوں سے متصف ہوتے ہیں۔ تیز رفتاری سے جب دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی ہے جو دشمن کو مرعوب کرنے میں بڑی مؤثر ہوتی ہے۔ وہ اپنے جاں باز سواروں کو لے کر جب پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں۔ وہ صبح سویرے دشمن پر یلغار کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے ساری فضا گرد و غبار سے اٹ جاتی ہے۔ وہ بے خطر دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور ان کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

حافظ ابو بکر ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں: اقسم سبحانہ بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقال یٰس والقرآن الحکیم واقسم بحیاتہ فقال لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون واقسم بخيله وصهيلها وغبارها وقدح حوافرها النار من الحجر۔ (احکام القرآن)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات کی بھی قسم اٹھائی جیسے یٰس والقرآن الحکیم میں ہے۔ حضور کی حیات طیبہ کی بھی قسم اٹھائی جس طرح لعمرك الآية۔ اور حضور کے گھوڑوں کی، ان کے ہنہنانے کی، ان کی اڑائی ہوئی غبار کی اور ان کے سموں سے جو آگ نکلتی ہے اس کی بھی قسم اٹھائی۔

ان آیات میں اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں فقط صفات بیان کی گئی ہیں۔ عادیات، موریات وغیرہ لیکن ان کا موصوف بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر زمانے کے قاریوں کے سامنے ہر وہ چیز آ جائے جس کی اللہ تعالیٰ قسم اٹھا رہا ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔ اس زمانے میں مجاہد گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کیا کرتے تھے اور ان گھوڑوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں۔ آج گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں نے لے لی ہے اور یہ تمام صفات بدرجۂ اتم ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ جب تیزی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان سے ایک خاص قسم کی گڑگڑاہٹ نکلتی ہے۔ وہ آگ بھی اگلتے ہیں۔ جہاں سے گزرتے ہیں گرد و غبار بھی اڑاتے ہیں۔ دشمنوں کے مورچوں میں بھی گھس جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان ٹینکوں کی بھی قسم ہے تو کچھ بعید نہ ہوگا اور مستقبل قریب میں کوئی اور اسلحہ تیار ہو جائے جو ٹینکوں کی جگہ لے لے اور اس میں یہ خوبیاں پائی جائیں تو ان کا اطلاق اس جدید اسلحہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۔ یہ جواب قسم ہے کہ انسان اپنے رب کے احسانات اور نوازشات پر سخت ناشکری کا اظہار کرنے والا ہے۔ اس کے لبوں پر ہمیشہ شکوہ رہتا ہے۔ ہزاروں نعمتوں کے باوجود اگر اس کی کوئی ایک تمنا پوری نہ ہو تو شکایات کا دفتر کھول دیتا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: لکنود: جحود لنعم اللہ تعالیٰ۔ کنود کا معنی کفور ہے یعنی ناشکرا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا۔ حسن بصری کہتے ہیں یہ کہ للمصائب ویسنی للنعم کہ مصیبتوں کا ذکر کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ الکنود: الذی ینفق نعم اللہ فی معاصی اللہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرے اسے کنود کہتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ﴿٩﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ﴿١٠﴾

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے ۔ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو سینوں میں (پوشیدہ) ہے ۔

لیے اس زمین کو بھی کنود کہتے ہیں جو بنجر اور کاشت کے قابل نہ ہو۔ ومنہ الارض الکنود التی لا تنبت شیئا۔

۸ اس چیز کو ثابت کرنے کے لیے کہ انسان ناشکر گزار ہے کسی خبر رسول خود دوسری گواہی کی ضرورت نہیں۔ انسان کے اپنے اطوار و اعمال اس بات کی شہادت دینے کے لیے کافی ہیں۔

۹ خیر سے مراد یہاں مال و دولت ہے اور یہاں بدولت ہے انسان کی محبت اظہر من الشمس ہے گناہوں کا یہ سیل بے پناہ، مظالم کی یہ آندھیاں، مزدور اور سرمایہ داروں کے درمیان یہ خونریز تصادم، سب کے پس پردہ دولت کی یہی بے پناہ محبت اور لالچ کار فرما ہے۔ دوست، دوست کو لوٹ رہا ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے، انسان، انسان کے درپے آزار ہے۔ یہ سب کچھ دولت کے لالچ کے باعث ہو رہا ہے۔ تمام تعلقات، تمام دوستیاں، تمام رشتہ داریاں، دولت کے طلسم ہوشربا کے سامنے بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ انسان کا عمل اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس کی حقیقی ہوس یہی زر و دولت ہے۔ اس کے دل میں جتنی چاہت دولت و ثروت کی ہے اتنی اور کسی چیز کی نہیں۔ اس کے حصول کے لیے جان توڑ محنتیں کرتا ہے۔ اپنے وطن کو چھوڑتا ہے، اپنی آسائش سے دست کش ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اپنی عزت و آبرو کو بھی خاک میں ملا دیتا ہے اور اپنی زندگی کو طرح طرح کے خطرات سے دوچار کر دیتا ہے اس کی اور کوئی مثال نہیں ملتی۔

۱۰ یہ شخص جو دولت کے جنون میں تمام اقدار کو بڑی بے دردی سے پامال کر رہا ہے۔ اپنے رب کو بھی بھولے ہوئے ہے اور اس کی مخلوق کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہا ہے کیا اس نادان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ایک دن آنے والا ہے جب اسے قبر سے نکال کر حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا اور اس سے اس کی دنیوی زندگی کے بارے میں سختی سے باز پرس کی جائے گی۔

۱۱ قال ابن عباس بحصل ای ابرز، یعنی اس کا معنی ظاہر کرنا ہے۔ قیامت کے دن صرف اس کے ظاہری اعمال کی ہی جانچ پڑتال نہیں ہو گی بلکہ اس کے اندرونی نیتیں، ارادے، اس کے قلبی جذبات اور باطنی کیفیات سب کی سب آشکارا کر دی جائیں گی اور ہر ایک کو پرکھا جائے گا کہ اس نے جو کچھ کیا اس کے پس منظر میں کون سے جذبات کارفرما تھے، کس نیت سے اس نے یہ سارے کام کیے اس کے وہ گندے مقاصد جن پر اس نے حسین بیان کے ریشمی غلاف چڑھا رکھے تھے سب ظاہر کر دیے جائیں گے۔ نہاں خانہ دل میں کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ اگرچہ دنیوی عدالتیں بھی مجرم کی نیت اور ارادے کو اہمیت دیتی ہیں لیکن ان کے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں جس کے ذریعے وہ اس نازک ذمہ داری کو پورے وثوق کے ساتھ انجام دے سکیں۔ یہ کام صرف عدالت الٰہیہ میں ہی بحسن و خوبی انجام پا سکتا ہے اس لیے اس عدالت کے فیصلے سراسر حق ہوں گے۔ عدل و انصاف کے ادنیٰ سے ادنیٰ اور نازک سے نازک تقاضوں کو بھی پورا کیا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّخَبِيۡرٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ / ۲۵

یقیناً ان کا رب ان سے اس روز خوب باخبر ہوگا ؎

؎ اگرچہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے ان کے حالات سے پوری طرح واقف ہے لیکن اس روز کی آگاہی اور باخبری کی کیفیت بالکل جداگانہ ہوگی۔ ای عالم لا یخفی علیہ منہم خافیۃ۔ وھو عالم لھم فی ذلک الیوم وفی غیرہ ولکن المعنی انہ یجازیھم فی ذلک الیوم۔

○

اللھم انا نشھد لنبیک نبینا محمد صادق مصدوق ونشھد انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنا یا غفور یا رؤف یا رحیم۔ اللھم صل وسلم وبارک علی شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ القارعۃ

نام : اس سورۃ کا نام القارعۃ ہے۔ اس میں ایک رکوع ، آٹھ آیتیں ، چھتیس کلمے اور ایک سو باون حروف ہیں۔
نزول : باتفاق علماء یہ مکی سورت ہے۔
مضامین : پہلے قیامت کے بارے میں استفسار کرکے لوگوں کو چوکنا کر دیا۔ اس کے بعد ان لرزہ خیز حالات کو بیان کیا جو روز قیامت رونما ہوں گے۔ لوگ پروانوں کی طرح مدہوش بکھرے پڑے ہوں گے۔ پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح فضا میں اڑ رہے ہوں گے۔
پھر ارشاد فرمایا : جس روز جس شخص کی نیکیوں کا پلڑا اس روز بھاری ہوگا فقط اسے ہی خوش و خرم زندگی نصیب ہوگی لیکن جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ "ہاویہ" میں پھینک دیا جائے گا۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا
۱۰۰۳-۰-۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سورۃ القارعۃ مکیۃ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — وھی احدی عشرۃ آیۃ

سورۃ القارعۃ مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں گیارہ آیات ہیں

الْقَارِعَةُ ﴿١﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٢﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٣﴾ يَوْمَ

دل دہلا دینے والی کڑک۔ یہ زبردست کڑک کیا ہے؟ اور آپ کو کیا معلوم کہ یہ کڑک کیا ہے [1] جس دن

يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ﴿٤﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ

لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے [2] اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی

الْمَنفُوشِ ﴿٥﴾ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ

مانند ہوں گے [3] پھر جس کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے [4] تو وہ دل پسند عیش و عشرت

---

[1] دو چیزوں کا آپس میں شدت سے اس طرح ٹکرانا کہ خوفناک آواز پیدا ہو۔ اسے عربی میں القرع کہتے ہیں۔ القرع: ھو الضرب بشدۃ بحیث یحصل منہ صوت شدید (روح المعانی)

علامہ قرطبی کہتے ہیں: واھل اللغۃ یقولون تقول العرب: قرعتہم القارعۃ وفقرتہم الفاقرۃ اذا وقع بہم امر فظیع۔ یعنی علمائے لغت کہتے ہیں کہ جب کوئی قوم کسی حادثہ یا مصیبت سے دوچار ہو یا کسی عظیم مصیبت میں مبتلا ہو تو عرب کہتے ہیں قرعتہم القارعۃ وفقرتہم الفاقرۃ۔ اس سے مراد وقوع قیامت کے وقت ہولناک دھماکے والی آوازیں پیدا ہوں گی جب اجرام فلکی آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے جب پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ اس وقت جو زبردست دھماکہ پیدا ہوگا اس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ بعض دفعہ آپ کو کڑک سنتے ہی کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ تو آپ اس وقت کا تصور کیجئے جب چاند اور زمین، زحل اور مریخ جیسے سیارات باہم ٹکرائیں گے تو کتنا خوفناک دھماکہ پیدا ہوگا۔ ما القارعۃ اور ما ادراک ما القارعۃ۔ اس کڑک کی زبردست ہولناکیوں کو بطور استفہام ذکر کیا جا رہا ہے۔

[2] وقوع قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس وقت کے ہولناک واقعات سے انسان ہوش و حواس کھو بیٹھیں گے اور ہر ایک اپنی جان بچانے کو بے قرار ہوگا۔ جس طرح بکھرے ہوئے پروانے سراسیمگی کی حالت میں ادھر ادھر گرتے پھرتے ہیں اسی طرح حضرت انسان کی بھی حالت ہوگی۔ کوئی ہوش باقی نہ رہے گا۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اور ہر انسان کا فرد فرد سب کچھ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوگا۔ الفراش المبثوث، المتفرق المنتشر یعنی بکھرا ہوا منتشر پروانہ۔

[3] رنگدار اون کو العہن کہتے ہیں۔ العہن: الصوف المصبوغ۔ منفوش: دھنکی ہوئی یعنی پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔

رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝

میں ہوگا۔ اور جس کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوں گے ف۳ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔

رنگدار دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔

ف۲ موازین جمع ہے۔ اس کے واحد کے بارے میں دو قول ہیں۔ یہ موزون کی جمع ہے یا میزان کی۔ پہلی صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جس کے نیک اعمال وزنی ہوں گے۔ دوسری صورت میں معنی ہوگا کہ جس کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ عیشۃ راضیۃ ای عیشۃ مرضیۃ یعنی پسندیدہ زندگی جس کو زندگی بسر کرنے والا پسند کرے۔ الفاعل ھنا بمعنی المفعول ای عیشۃ مرضیۃ۔

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے ان کو ایسی زندگی بخشی جائے گی جس میں آرام و آسائش کے سامان ہوں گے۔ جنت میں داخل ہو کر وہاں انعام و اکرام دیکھ کر زندگی گزارنے والا اس زندگی سے مطمئن اور مسرور ہوگا توقع سے بہت زیادہ پا کر شاداں و فرحاں ہوگا۔

ف۳ لیکن جن بدبختوں کی نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے کفر و نفاق کی وجہ سے ان کے وہ اعمال جو بظاہر نیک اور صالح تھے بیکار ہو جائیں گے ان کا کوئی وزن نہ ہوگا ان بدنصیبوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ لیأتی الرجل العظیم السمین یوم القیامۃ لا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ ثم قرأ فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا۔ قیامت کے دن ایک موٹا تازہ آدمی پیش کیا جائے گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر سے بھی ہلکا ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا کہ قیامت کے دن ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ الھاویۃ، دوزخ کے طبقات میں سے ایک طبقہ کا نام ہے جو اتنا گہرا ہوگا کہ اس کی گہرائی کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوگا۔ (مظہری)

لیکن یہ معاملہ سب کو پیش نہیں آئے گا۔ بعض وہ خوش نصیب ہوں گے جنہیں بلا حساب جنت میں داخلے کی اجازت مل جائے گی اور بعض ایسے مجرم ہوں گے جن کے چہروں سے ہی ان کے جرم کی نوعیت عیاں ہوگی۔ انہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔ یعرف المجرمون بسیماھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ترازو نصب کیے جائیں گے، پھر اہل صلوٰۃ کو لایا جائے گا اور ان کا ترازو میں پورا پورا اجر ان کو دے دیا جائے گا۔ اسی طرح حاجیوں کے ساتھ بھی برتاؤ کیا جائے گا۔ لیکن جب اہل بلاء کی باری آئے گی تو نہ ترازو نصب کیا جائے گا اور نہ ان کے اعمال نامے کھولے جائیں گے بلکہ ان پر اپنی رحمتوں کی بغیر حساب بارش کی جائے گی جس طرح قرآن کریم میں ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔

علامہ پانی پتی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں: لعل المراد باھل البلاء ھھنا ایضا اھل البلاء الشاق للمؤمنین سلط اللہ علیھم بالبلاء کرمھم بالعطاء۔ (مظہری)

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾

اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ ہاویہ کیا ہے؟ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

شاید اہل بلا سے مراد اللہ تعالیٰ کے عاشق اور محب ہیں جو اس کی نازل کی ہوئی مصیبتوں پر بھی اسی طرح راضی رہتے ہیں جس طرح اس کی نعمتوں پر وہ راضی ہوتے ہیں۔

وہ آگ جو حرارت اور تپش میں تمام حدود سے تجاوز کر گئی ہو۔ ذات حمی بلغت النهاية في الحرارة

ربنا قنا عذاب النار — انك انت الغفار

واحشرنا مع الابرار — انك انت الستار

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃُ التکاثر

نام : اس سورت کا نام التکاثر ہے یہ لفظ پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیتیں ہیں۔ اس کے کلمات کی تعداد اٹھائیس اور حروف کی تعداد ایک سو بیس ہے۔

زمانۂ نزول : اگرچہ بعض روایات میں یہ سورت مدنی ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہی ہوا۔ یہی قول قرینِ صحت ہے۔

اس کے شانِ نزول کے بارے میں تفسیر خزینی میں یہ روایت مذکور ہے کہ قریش کے دو قبیلوں بنی عبد مناف اور بنی سہم کے درمیان اس بحث کا آغاز ہوا کہ ان دونوں میں سے اعلیٰ و ارفع کون ہے۔ چنانچہ اپنے حریف پر اپنی فوقیت اور برتری ثابت کرنے کے لیے ہر قبیلہ نے اپنے اموال، اپنی جائیدادیں اور اپنے افراد کی کثرت تعداد کو پیش کیا یہاں تک کہ جو لوگ اس روز سے پہلے مرچکے تھے ان کی قبروں کا بھی شمار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر ان کی اس احمقانہ معرکہ آرائی کی حقیقت کو آشکارا کر دیا۔

مضامین : اس سورت میں بڑی وضاحت سے ان لوگوں کی نادانی اور کم ہمتی کا پردہ چاک کیا گیا ہے جو ایسی چیزوں پر فخر کرتے ہیں جو فانی ہیں۔ ان ہی کو اپنے لیے باعثِ عزوافتخار شمار کرتے ہیں جو مقامِ انسانیت سے فروتر ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم اپنے انجام سے آنکھیں بند کیے ہوئے دولت کے انبار سمیٹنے میں اتنے مصروف ہو کہ تمہیں اتنی فرصت بھی نہیں کہ اپنے مستقبل کے بارے میں غور و فکر کر سکو لیکن یاد رکھو جب تمہیں موت کا پیالہ پلایا جائے گا تو اس وقت تمہاری بند آنکھیں کھلیں گی اور مستور حقیقتیں عیاں ہو جائیں گی۔ تمہیں جہنم کی وادی پر کھڑا کر دیا جائے گا اس وقت تم پچھتاؤ گے، کفِ افسوس ملو گے لیکن یہ سب بے سود۔ اگر تم چاہتے ہو کہ مرنے کے بعد تمہیں شرمندگی اور ندامت نہ ہو تو اب آنکھیں کھولو، ہوش میں آؤ اور فانی لذتوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جستجو میں اپنی صلاحیتوں کو وقف کر دو۔ یہ مال و دولت یہ فرزند و زن یہ عہدہ و جاہ جن سے تمہیں نوازا گیا ہے اور نعیمِ حقیقی کی یاد کا چراغ بھی تم نے گل کر دیا ہے۔ یہ تمہیں اس لیے تو نہیں دی گئی تھیں کہ تم سرکش بن جاؤ اور اپنے پروردگار کے خلاف علم بغاوت بلند کرو۔ عقلمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم احسان شناس بنتے اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے رب کریم کا شکر بھی ادا کرتے۔ یاد رکھو قیامت کے دن جب تم داور محشر کے سامنے پیش کیے جاؤ گے تو تم سے ان تمام نعمتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی اور تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — وَهِيَ ثَمَانُ آيَاتٍ

سورۃ التکاثر مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں آٹھ آیات ہیں

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾

غافل رکھا تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے ۱؎ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے ۲؎ ہرگز نہیں تم جلد جان لو گے ۳؎

۱؎ علامہ راغب لکھتے ہیں اللھو ما یشغل الانسان عما یعنیه و یھمه (مفردات) یعنی ہر وہ چیز جو انسان کو مفید اور اہم کام سے غافل کر دے اسے لہو کہتے ہیں۔

التکاثر، اس کے دو معنی کئے گئے ہیں: مال جمع کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا اور مال و دولت کی کثرت پر فخر کرنا۔

جو لوگ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی دوڑ میں لگے ہوتے ہیں ان کو کوئی اہم اور ضروری چیز یاد رہتی ہے نہ یاد آتی ہے۔ دولت اکٹھی کرنے کی ہوس جنون کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس وقت انہیں نہ خدا یاد رہتا ہے نہ رسول یاد آتا ہے اور نہ قبر کا وہ تاریک گڑھا جس میں انہوں نے ایک دن جا کر دفن ہونا ہے۔ بس ایک ہی خیال ان پر مسلط ہو جاتا ہے کہ جیسے بھی بن پڑے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لی جائے خواہ ناجائز ہتھکنڈے کرنا پڑیں، قوم سے خیانت، اپنے ملک سے غداری، اپنے ضمیر کی آواز کا گلا گھونٹنا، بددیانتی کے جرائم سرزد ہوتے ہیں تو ہوتے رہا کریں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے بدنصیب لوگ خوف خدا اور آخرت کو ہی بھول نہیں جاتے بلکہ وہ پہلے درجے کے خود فراموش بن جاتے ہیں۔ انہیں دولت اپنی عزت اور اپنی شہرت سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں اور اکثر بازی ہار جاتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ (بخاری) اگر کسی شخص کے پاس سونے سے بھری ہوئی ایک وادی ہو تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کاش اس کے پاس ایک کے بجائے سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں۔ اس کے منہ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے۔ دوسری حدیث میں نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قناعت و بے نیازی کا بڑا حسین درس دیا ہے۔ مطرف عن ابیه قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم وھو یقرأ الھاکم التکاثر الآیة قال یقول ابن آدم مالی مالی، وھل لک یا ابن آدم من مالک الا ما اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت وما سوی ذلک فذاھب وتارکه للناس (مسلم) مطرف کہتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور اس وقت الھاکم التکاثر پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ اے فرزند آدم کیا تمہارا مال کچھ ہے سوائے اس کے جو تو نے کھایا اور فنا کر دیا یا پہنا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کیا اور اس مال کو اپنے لیے آگے بھیج دیا تاکہ قیامت کے دن کام آئے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔

بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہوگا: الھاکم ایھا الناس المباھاة بکثرة المال والعدد عن طاعة ربکم وعما ینجیکم من سخطه علیکم۔ یعنی اے لوگو! تم مال و دولت کی بنا پر فخر کرتے ہو، اس چیز نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کر دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿٥﴾

پھر ہاں! انھیں اپنی اس مشغولیت کا انجام جلد معلوم ہو جائے گا۔ ہاں ہاں! اگر تم اس انجام کو یقینی علم سے جانتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے ۵ ؎

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ

تم دیکھ کر رہو گے دوزخ کو ۔ پھر آخرت میں تم اس دوزخ کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے ؎ پھر ضرور پوچھا جائے گا تم سے

اس چیز سے بے پروا کر دیا ہے جو تمہیں اس کی یاد اور شکر سے بے پروا کر سکتی ہے تم اسی آرزو میں اتنے مصروف رہتے ہو کہ تمہیں اپنے خالق کی طرف توجہ کی بھی فرصت نہیں ملتی اور نہ تمہارے پاس ایسے کام کرنے کے لیے وقت ہے جن کے باعث اس کے غضب سے اپنے آپ کو بچا سکو۔

؎ تم اپنی دھن میں اس قدر مست رہتے ہو یہاں تک کہ حیات مستعار کا سورج غروب ہو جاتا ہے، موت کا فرشتہ آ کر تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور تم ہمیشہ کے لیے قبر کی آغوش میں سلا دیے جاتے ہو۔ جو شخص مر جائے اہل عرب کہتے ہیں قد زار قبرہ۔ گویا یہاں قبر کا لفظ قبر میں دفن ہونے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

؎ کلا زجر و توبیخ کے لیے ہے یعنی جو نادانی کا رویہ تم نے اختیار کیا ہوا ہے یہ ہرگز درست نہیں۔ اگر تم اس سے باز نہ آئے اور اسی بے ہودہ شغل سے دل بہلاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اسی غفلت کی حالت میں موت آ گئی تو اس وقت تمہیں معلوم ہو گا کہ تم کتنے غلط کاموں میں مصروف رہے لیکن اس وقت آنکھیں کھلیں بھی تو کیا فائدہ؟ جب فرصت کی گھڑیاں تم نے ضائع کر دیں۔

؎ وعید بعد وعید، دوبارہ دھمکی دی جا رہی ہے اور تکرار سے مراد تاکید اور تغلیظ ہے لیکن حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ پہلی وعید سے مراد عذاب قبر ہے اور دوسری وعید سے مراد عذاب آخرت ہے۔ دونوں حالتوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

؎ یہ بھی زجر و توبیخ کے لیے ہے یعنی اگر تم کو اس بات کا یقینی علم ہوتا کہ تم غفلت اور ناپائیدار لذتوں اور مال و دولت کے جمع کرنے میں اپنے اوقات کو ضائع کر رہے ہو تو اس کا نتیجہ تمہارے لیے بہت ہی برا ہو گا تو تم اس کی رضا جوئی اور اپنی نجات اور دائمی راحتوں کے حصول کے لیے مصروف رہتے۔ لو تعلمون کا جواب محذوف ہے لما الھاکم۔ علم الیقین کا معنی ہے ان تعلموا علما یقینا۔ یعنی ایسا علم جو ایک یقینی بات کا ہوتا ہے۔

؎ قیامت کے دن تم جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ مومن بھی اسے دیکھیں گے اور کفار بھی لیکن دونوں کے دیکھنے میں بڑا فرق ہو گا۔ مومن کے لیے یہ گھر ہو گا۔ وہ بس گزریں گے اور مومنوں کے لیے پل گزر گاہ۔ کوئی بجلی کی سرعت کے ساتھ گزر جائیں گے کوئی ہوا کی تیزی سے اور کوئی پرندوں کی طرح، اپنے اپنے درجات کے مطابق ان کے گزرنے کی رفتار ہو گی۔

يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨

اس دن جملہ نعمتوں کے بارے میں ۸

۸ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ روایت لکھی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اس آیت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ابوبکر و عمر سے ملاقات ہوئی۔ حضور نے فرمایا اس وقت تم دونوں اپنے گھروں سے باہر کیسے آئے ہو۔ دونوں نے عرض کی الجوع یا رسول اللہ۔ اے اللہ کے پیارے رسول! سخت بھوک لگی ہے۔ حضور نے فرمایا مجھے بھی اسی وجہ سے باہر نکالا ہے۔ حضور دونوں کو ہمراہ لے کر ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ دوسری روایت میں ان کا نام مالک بن التیہان درج ہے۔ لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی نے جب حضور کو دیکھا تو فرط مسرت سے خوش آمدید کہا۔ حضور نے پوچھا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد انصاری آ گئے۔ جب حضور کو اور حضور کے ساتھیوں کو دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہنے لگے الحمد للہ ما احد الیوم اکرم اضیافا منی۔ الحمد للہ آج روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے پاس میرے مہمانوں سے زیادہ عزت والے مہمان آئے ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے باغ کی طرف چلا گیا اور کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر لے آیا جس میں پکی ادھ پکی اور تر کھجوریں تھیں۔ خدمت اقدس میں رکھا اور تناول فرمانے کی التجا کی۔ پھر اس نے چھری پکڑی۔ حضور نے فرمایا ایاک والحلوب۔ شیر دار بکری کو ذبح نہ کرنا۔ پس اس نے ایک بکری ذبح کی اور ان معزز مہمانوں نے اس کا گوشت بھی تناول فرمایا اور کھجوریں بھی کھائیں اور ٹھنڈا میٹھا پانی بھی پیا۔ جب سیر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دونوں یاروں سے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ روز قیامت تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ فاقہ نے تم کو اپنے گھروں سے نکالا اور تم ان نعمتوں سے شاد کام ہو کر اب واپس جا رہے ہو۔

اس آیت میں تمام انسانوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر جو انعام فرماتا ہے وہ اس کا شکر ادا کرنے کی کوشش کریں اور اس بات کو کبھی فراموش نہ کریں کہ ان کے بارے میں ان سے بازپرس ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ہر نعمت کی ناشکری سے محفوظ فرمائے اور ہمیں ان کا حق ادا کرنے کی بھی توفیق مرحمت فرمائے تاکہ جب قیامت کے روز بازپرس ہو تو ہمیں ندامت نہ ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورَۃ وَالعَصر

نام: اس سورت کا نام العصر ہے جو پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک رکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد چودہ اور حروف کی تعداد اڑسٹھ ہے۔

زمانہ نزول: جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کا اسلوب بیان اسی قول کی تائید کرتا ہے۔

شان نزول: حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا شان نزول یہ بتایا ہے کہ کلدہ بن اسید جس کی کنیت ابوالاسدین تھی۔ عہد جاہلیت میں حضرت ابوبکرؓ سے اس کا بڑا یارانہ تھا۔ حضرت ابوبکر مشرف باسلام ہوئے تو یہ ناصح مشفق بن کر آپ کو سمجھانے آیا۔ کہنے لگا کہ اے ابوبکر! تمہاری قابلیت اور دانشمندی ہر شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ کاروبار میں بھی تمہارا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اپنی تاجرانہ مہارت کے باعث تمہارا ہر سودا نفع بخش ہوا کرتا تھا۔ بایں فہم و دانش تم نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ چھوڑ دیا۔ لات و ہبل کی عبادت ترک کر دی اور ان کی شفاعت سے اپنے آپ کو محروم کر لیا۔ تم سے ایسی نادانی کی توقع ہرگز نہ تھی۔ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے اس کو جواب دیا کہ جو شخص حق کو قبول کر لیتا ہے اور ثابت قدمی سے راہ راست پر گامزن رہتا ہے، وہ زیاں کار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی جس سے حضرت صدیقؓ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ (تفسیر عزیزی)

مضامین: یہ تین آیات ہیں یا اسرار و معارف کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ہیں جن کا کنارا ناپید ہے اور ان کی گہرائی بے اندازہ ہے۔ عبارت کے ایجاز کو دیکھ کر فصحاء عرب تصویر حیرت بن گئے اور معانی کے شان اعجاز کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عمرو بن عاص ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ ان کی ملاقات مسیلمہ کذاب سے ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں مسیلمہ نے پوچھا کہ بتاؤ اس عرصہ میں تمہارے صاحب پر کیا نازل ہوا ہے۔ عمرو نے کہا بڑی مختصر اور انتہائی بلیغ سورت نازل ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا کون سی؟ انہوں نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ چند لمحے اس نے توقف کیا پھر کہا اسی قسم کی سورت مجھ پر بھی نازل ہوئی ہے اور یوں پڑھنے لگا:

"یا وَبَرُ یا وَبَرُ وانما انت اذنان و صدر وسائرک حفر نقر"

پھر داد طلب نگاہوں سے عمرو بن عاص کی طرف دیکھنے لگا اور پوچھا بتاؤ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے مسیلمہ مجھے خوب علم ہے کہ میں تجھے پرلے درجہ کا جھوٹا جانتا ہوں۔ وَبَر بلی کا ہم شکل ایک جانور ہے جس کے دونوں کان اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سینہ بہت بڑے ہوتے ہیں اور اس کا بقیہ جسم بڑا بدصورت ہوتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے چاہا قرآن کریم کی اس نورانی سورت کا ایسے خرافات سے مقابلہ کرے۔ بھلا قرآن کی آیات کے مقابلہ میں اس ہذیان سرائی کی کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ اہل ایمان تو کجا ایک ایسا شخص جو ابھی کفر و شرک کی آلائشوں سے آلودہ ہے اس کا ذوق سلیم بھی اس مجموعہ خرافات کو مسترد کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام کو اس سورت کی معنویت اور جامعیت کا بڑا احساس تھا؛ چنانچہ طبرانی نے عبید اللہ بن حفص سے روایت کیا ہے کہ جب بھی دو صحابی ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو رخصت ہونے سے پہلے ایک صاحب یہ سورت پڑھ کر سناتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بجا کہا ہے:

لو تدبر الناس هذه السورة لوسعتهم ۔ یعنی اگر لوگ اس ایک سورت میں ہی غور و تدبر کریں تو ان کی فلاح دارین کے لیے یہ ایک سورت ہی کافی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ العصر مکی ہے ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ۔ اس کی تین آیات ہیں

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

قسم ہے زمانہ کی ؎۱ یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے ؎۲ بجز ان خوش نصیبوں کے جو ایمان لائے اور نیک

؎۱ اس سورت کا آغاز العصر کی قسم کھا کر کیا جا رہا ہے۔ عصر کا معنی زمانہ بھی ہے اور عصر دن کے اس حصہ کو بھی کہتے ہیں جو ظہر اور مغرب کی نمازوں کے درمیان نماز ادا کی جاتی ہے۔ اس سورت میں جو حقیقت بیان کی جا رہی ہے اس کی صداقت پر سب سے بڑا گواہ خود زمانہ ہے۔

آپ انسانی تاریخ کے کسی دور کا مطالعہ کریں آپ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جو اس مختصر سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ جو افراد اور قومیں ان مذکورہ چار صفات سے متصف نہیں ہوتیں وہ خائب و خاسر ہو کر رہتی ہیں۔ نمرود اور فرعون کو دیکھو، قوم نوح اور قوم ثمود کے حالات کا مطالعہ کرو ہر جگہ اس حقیقت کی سچائی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ نمرود اپنے وقت کا بہت بڑا بادشاہ تھا۔ ساری رعایا اس کی فرمانبردار تھی۔ ملک کی ساری دولت اس کے قبضہ میں تھی۔ اس کے شاہی خزانے سونے چاندی اور دیگر نوادرات سے بھرے ہوئے تھے۔ قوم بھی اپنے بادشاہ کے ساتھ وفا کے جذبہ سے سرشار تھی۔ یہی حال فرعون کا تھا۔ ان دونوں میں اگر کسی چیز کی کمی تھی تو صرف یہ کہ وہ دونوں ان صفات جلیلہ سے محروم تھے جو انسانی فوز و فلاح کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ ایک مطلق العنان بادشاہ و فرمانروا کو ایک حقیر مچھر نے ہلاک کر دیا۔ دوسرے کو سمندر کی موجیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں۔ ان کے عبرتناک انجام پر ایک آنکھ بھی اشکبار نہ ہوئی ایک دل بھی سوگوار نہ ہوا۔ بلکہ فما بکت علیہم السماء والارض۔ ان بدبختوں کی تباہی و بربادی پر چشم فلک سے کوئی آنسو ٹپکا اور نہ ہی زمین کی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ قوم نوح کو دیکھیے، طوفان کی بپھری ہوئی موجوں نے گھیر لیا اور وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔ ان ظالموں کی بربادی پر کائنات نے حمد باری تعالیٰ کے گیت گائے۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ والعصر سے مراد وہ عہد ہمایوں ہے جب جہاں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے منور ہوا۔ ویسے تو ہر زمانہ اس سورت میں بیان کردہ مضامین کی حقانیت کا گواہ ہے لیکن جس پیمانہ پر ناقابل تردید شہادت عہد مصطفوی نے دی ہے اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ جن لوگوں نے دعوت محمدی کو قبول نہ کیا وہ اپنی امارتوں، ریاستوں اور لشکروں اور دیگر خصوصیتوں کے باوجود نیست و نابود ہو گئے۔ انسانیت نے ان کو فراموش کر دیا اور جن کی کچھ یاد باقی ہے ان کا نام گالی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جن خوش نصیبوں نے اس ہادی برحق کی دعوت کو قبول کر لیا اس کی غلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے باعث ان بادیہ نشینوں سے اپنی زندگی کا دامن ہر پہلو سے انسانیت کی آبرو بن گئے جن کی [illegible] حق کی پاسبان اور فرزند ہو گئے۔ ان کا نام زبان پر آتا ہے تو [illegible] دنیا میں نور پھیل جاتا ہے۔ ان کے ذکر سے [illegible] طاقتوں [illegible] لاکھوں [illegible]

www.KitaboSunnat.com

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

عمل کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے

بنانے والے کاروان انسانیت کی قیادت کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں انہوں نے اپنی قابلیت اور تعمیری عمل سے انسان کے سر افتخار کو بلند کر دیا ہے۔

اس لیے اگر والعصر سے عصر رسالت مراد لیا جائے تو نہایت موزوں ہو گا۔

۲۔ زندگی کے اس کاروبار میں ہمارا سرمایہ وقت ہے جو ہمیں اس سے بیش قیمت اور عزیز القدر کوئی دوسرا سرمایہ نہیں جو لوگ اس گراں بہا متاع کو ضائع کر دیتے ہیں عیش و عشرت میں برباد کر دیتے ہیں یا ایسے معاملات کے بجائے زوال پذیر اور فانی چیزوں کے حصول میں صرف کرتے ہیں وہ کاروبار زیست سے نفع کیا خاک حاصل کریں گے انہوں نے تو اپنی پونجی ہی ڈبو دی ہے۔ اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ نفع کے بجائے نقصان اٹھایا اور نقد وقت بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے کہ دوبارہ زیست کا نیا دور شروع کرنے کا امکان بھی ختم ہو گیا۔ آپ نے دیکھا اس سفر کی مسافت طے ہو گئی ہے جو منزل کی طرف پہنچ کے ساتھ رہا وہ سورج ڈوبنے والا ہے رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل رہی ہے۔

۳۔ البتہ نوع انسانی کے وہ خوش قسمت افراد جن میں مندرجہ ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں حقیقی فلاح کا تاج انہی کے سر پر سجایا جاتا ہے۔

پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ وہ صدق دل سے اپنے رب کریم پر ایمان لے آئیں نیز ان کے پروردگار نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جس نبی کو مبعوث فرمایا ہے اس کی تصدیق کریں اور اس نبی نے انسان کے سامنے جو نظام حیات پیش کیا ہے اس کو تہ دل سے قبول کریں۔

دوسری صفت یہ ہے کہ اپنی زبان سے جس قلبی ایمان کا انہوں نے اظہار کیا ہے میدان عمل میں ان کے افعال و اعمال کا ہر قدم اس کی تصدیق کرے۔

۴۔ جہاں تک ان کی انفرادی کامیابی کا تعلق ہے وہ تو ان دو صفتوں کے پائے جانے سے حاصل ہو گئی لیکن اس سرسبز و شاداب گلشن کے جو اپنے ماحول کی تاریکیوں کو اجالا کر دے اور دنیا کے بے آب و گیاہ صحراؤں اور چٹیل میدانوں کو سیراب کر کے رشک فردوس بنا دیں اس لیے فرمایا تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں حق کی پذیرائی اور اس کی بالادستی قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں اور یہ کوشش اس وقت تک بار آور نہیں ہو سکتی جب تک یہ خود اور ان کی محنت سے حق کو قبول کرنے والے اس راہ کی صعوبتوں کو جوانمردی سے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا نہ کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ ایک دوسرے کو صبر و استقامت کا درس دیتے رہیں صحابہ کرام میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کر کے دوسروں کے لیے دلکش نمونہ پیش کرتے رہیں۔ یہ صبر کامیابی کی اہم اور چوتھی شرط ہے۔ اس سے مراد فقط یہی نہیں کہ جب کوئی تکلیف آئے تو آپ گھبرائیں نہیں بلکہ اس کے علاوہ نیکیاں کرنے پر صبر، گناہوں سے اجتناب پر صبر، احکام شرعیہ کی پابندی پر صبر، ماحول کے دباؤ کے مقابلہ میں صبر، جب کسی بات پر استقامت دکھانی ہو کہ آ جاتے ہیں ان مشکلات سے مشرف ہو گا تو ان کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پرچم ہمیشہ سربلند رہے گا۔ کوئی طوفان اس کو سرنگوں نہ کر سکے گا۔ کوئی آندھی اس کی روشن کی ہوئی شمع کو بجھا نہ سکے گی۔ آپ ہی ان خوش نصیب انسانوں کی سعادت مندی کا اندازہ لگائیے جن کی عرق ریزیوں، جگر کاویوں اور شب بیداریوں کے باعث حق کو قوت و غلبہ نصیب ہوا اور جن کی سرفروشی اور جذبہ ایثار و خلوص نے ایسی شمعیں روشن کر دی ہیں جن سے وہ راستہ جگمگا رہا ہے جو انسان کو اپنی حقیقی اور بلند منزل کی طرف لے جانے والا ہے۔

یہاں تواصوا کا استعمال اور اس کا تکرار بڑا غور طلب ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں اوصی الرجل ووصاہ: عہد الیہ (لسان العرب) یعنی کسی شخص کو کسی دوسرے کو کسی کام کی تاکید کرنا۔ علامہ راغب اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں الوصیۃ: التقدم الی الغیر بما یعمل بہ مقترنا بوعظ من قولہم ارض واصیۃ متصلۃ النبات (المفردات) کسی کو پند و موعظت سے کوئی کام کرنے پر آمادہ کرنا اسے تاکید کرنا۔ اس کے علاوہ اس میں تسلسل کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ وہ زمین جس میں مسلسل کاشت ہوتی رہے اور سلسلہ منقطع نہ ہو اسے ارض واصیۃ کہتے ہیں۔ جوہری نے صحاح میں اور زبیدی نے تاج العروس میں اس کی یہی تشریح کی ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں آیت کے اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ حق کو قبول کرنے والے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرتے وقت صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین و تاکید کی جا رہی ہے۔ ان کے باپ دادا نے ان کو ان امور کے بارے میں جو وصیت کی ہے وہ اپنی آنے والی نسلوں کو اس کی وصیت کرتے رہیں۔

کیونکہ حق کو قبول کرنا اور اس راہ میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا دونوں باتیں نہایت اہم تھیں اس لیے تواصوا کو مکرر ذکر کیا تاکہ ہر دو کی مستقل اہمیت کو پیش نظر رکھیں۔

○

تم بحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الھمزہ

نام : اس سورت کا نام الھمزہ ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک رکوع اور نو آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے تیس کلمات اور ایک سو تیس حروف ہیں۔

زمانۂ نزول : علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : کفار مکہ یوں تو سب کے سب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض و عناد رکھتے تھے لیکن ان میں چند ایسے بد باطن بھی تھے جو جھوٹے الزامات لگانے اور بہتان تراشی میں پیش پیش تھے۔ ان کی کیفیت بھی یکساں نہ تھی۔ کچھ ایسے تھے جو پس پشت ترغیب و عیب جوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے لیکن منہ پر کوئی نازیبا بات کہنے کی وہ جسارت نہ کرتے۔ بعض بدبخت اور بے حیا ایسے بھی تھے جو منہ پر بھی طعن و تشنیع سے باز نہ آتے۔ اخنس بن شریق ان کا سرغنہ تھا۔ انہی لوگوں کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی۔

بتایا جا رہا ہے کہ چاند کی چاندنی سے روشن تر، قطرہ ہائے شبنم سے پاکیزہ تر، گلاب کی پتی سے بھی زیادہ لطیف سیرت طیبہ پر جو لوگ نازیبا الزام لگاتے ہیں ان کا اپنا کردار کیا ہے۔ ان کے دلوں میں دولت کی محبت رچی بسی ہوئی ہے۔ مال جمع کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ درہم و دینار گننا اور بار بار گننا ان کی مرغوب تفریح ہے۔ خود تو گندگی کی طرح دنیا کی غلاظتوں پر بیٹھنا ہے اپنا اور بے ادبیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس محبوب کی ذات اطہر پر جس کی حیا پر پاکیزگیوں سے ایک عالم شرمندہ ہے۔

وہ صرف دولت کے پجاری اور پرلے درجے کے کنجوس ہی نہیں بلکہ عقل و فہم سے بھی بے بہرہ ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دولت کی فراوانی انہیں موت کے چنگل سے چھڑا لے گی۔ کوئی بیماری ان کے قریب نہیں آئے گی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو ان سے پہلے جو ان سے بھی کئی گنا زیادہ دولت مند لوگ تھے وہ خاک میں مل کر خاک نہ ہو چکے ہوتے۔ کیا یہ لوگ آج ان کا کوئی نام و نشان دکھا سکتے ہیں؟ ایسے نا عاقبت اندیش لوگوں کے انجام کے بارے میں بھی وضاحت فرما دی تاکہ کوئی شخص کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ جس شخص کی تمنا ہے کہ وہ ایسے المناک انجام سے دوچار نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ آج ہی سلامتی اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُورَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعُ اٰیٰتٍ

سورۃ الہمزہ مکی ہے اور اس کی نو آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢

ہلاکت ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو (روبرو) طعنے دینے والا (پس پشت) عیب جوئی کرنے والا ہے۔ ۱ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے ۲

۱ یہاں دو لفظ ھمزۃ، لمزۃ استعمال ہوئے ہیں۔ علمائے لغت نے ان کی تشریح کرتے ہوئے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ قال ابن عباس هم المشاؤون بالنميمة المفرقون بين الأحبة. الباغون للبراء العيب وعن ابن عباس ... یعنی یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں، چغل خوری کرنے والے، دوستوں میں جدائی اور تفرقہ ڈالنے والے۔ بے قصور اور بے عیب انسان میں نقص نکالنے والے کو ہمزہ اور لمزہ کہتے ہیں۔

مقاتل کا قول یہ ہے الھمزۃ الذی یعیبک فی الوجہ واللمزۃ الذی یعیبک فی الغیبۃ۔ یعنی جو روبرو طعنہ زنی کرے اسے ہمزہ اور جو پس پشت عیب جوئی کرے اسے لمزہ کہتے ہیں۔ ابو العالیہ اور حسن نے ان کا معنی برعکس کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال مذکور ہیں۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ الفاظ تقریباً ہم معنی ہیں کیونکہ اہل لغت کے لیے ان کا الگ الگ معنی متعین کرنا مشکل ہو گیا۔

کم ظرف یا کمزور لوگوں کا یہ عام وتیرہ ہے جہاں کسی غریب اور کمزور سے آمنا سامنا ہوا تو اس کے منہ پر اسے برا بھلا کہتے ہیں کیونکہ انہیں اس کی طرف سے کسی مزاحمت یا جوابی کارروائی کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا اور جہاں کوئی با اثر، طاقتور مد مقابل ہوا اس کے سامنے اس کی تعریف میں کسر اٹھا نہ رکھی، اس کی خوشامد میں چند جملے بھی بول لیے اور جب وہ چلا گیا تو اس کی غیبت کرنی شروع کر دی۔ یہ ایسا ہے، ویسا ہے، اس میں یہ عیب ہے، اس میں فلاں کمزوری ہے۔ بعض شائستہ لوگ اس اخلاقی کمزوری میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔

۲ دوسرے لوگوں پر زبان طعن دراز کرنے کی عادت ان میں اس لیے ہے کہ ان کے پاس مال و دولت ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتا ہے اور دوسرے لوگوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے۔ لیکن دولت مند ہونے کے باوجود بڑا کنجوس ہے۔ گن گن کر بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھتا ہے۔ ایک درہم بھی خرچ کرنے کی اسے ہمت نہیں ہوتی۔ بعض علماء نے عددہ کا معنی اعدہ کیا ہے، یعنی اس نے آنے والے حوادث کا مقابلہ کرنے کے لیے مال جمع کر رکھا ہے۔ وجعلہ عدۃ للنوائب۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ③ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ④ وَ

وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مال نے اسے لافانی بنا دیا ہے ۳؎ ہرگز نہیں وہ یقیناً حطمہ میں پھینک دیا جائے گا ۴؎ اور

مَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ⑥ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى

تم کیا جانو کہ حطمہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی ۵؎ جو دلوں تک جا

الْأَفْئِدَةِ ⑦ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ ⑧ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ⑨

پہنچے گی ۶؎ بے شک وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی ۷؎ اس حال میں کہ وہ لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہوں گے ۸؎

۳؎ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اگر اس کی دولت اس کے پاس رہی تو موت کا فرشتہ اس کے قریب نہیں پھٹکے گا۔ اس کی عمر دراز کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔ کبھی فنا نہ ہوگا کبھی ختم نہ ہوگا۔

۴؎ نبذ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں النبذ القاء الشیء وطرحہ لقلۃ الاعتداد بہ۔ کسی چیز کو حقیر سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ کہتے ہیں نبذت النعل الخلق میں نے پرانی جوتی اتار کر پھینک دی۔

ایسے بدبخت انسان کو دوزخ میں پھینکنے کا ذکر کرتے وقت ایسا لفظ استعمال فرمایا جو اس مفہوم کو ادا کرنے کے ساتھ اس کی تحقیر و تذلیل کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے۔

یعنی آج وہ اپنے آپ کو بڑا معزز اور سردار تصور کرتا ہے۔ معاشرے میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دولت کی کثرت کے باعث لوگوں کے دلوں پر اس کا رعب بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگا ہے۔ لیکن خداوند کریم کے نزدیک وہ پرانی جوتی سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

حطمہ، حطم سے ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے توڑ دینا، پیس ڈالنا، ریزہ ریزہ کر دینا۔ یہ دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے جس کی آگ اتنی تیز ہوگی کہ جو چیز اس میں پھینکی جائے گی اسے وہ پیس کر رکھ دے گی اس کے پرخچے اڑا دے گی۔

۵؎ اس حطمہ کی مزید تشریح کر دی۔ یہ وہ آگ ہے جسے اللہ نے جلایا ہے جو ہمیشہ بھڑکتی رہے گی کبھی نہیں بجھے گی۔

۶؎ جس کی آنچ دلوں تک پہنچ جائے گی۔ اس کی سوزش اور تپش سے دل جل کر کباب ہو جائیں گے۔

۷؎ جب کسی دروازے کے کواڑوں کو کھینچ کر بند کر دیا جائے اور کنڈی لگا دی جائے اور ان کے دوبارہ کھلنے کا بظاہر کوئی صورت نظر نہ آئے تو کہتے ہیں آصدت الباب۔ اسی سے مؤصدۃ اسم مفعول ہے۔ یعنی ان بدنصیبوں کو حطمہ میں ڈال دیا جائے گا اس کے دروازے بڑی مضبوطی سے مقفل کر دیے جائیں گے۔ وہ نہ خود کوئی کھول سکیں گے اور نہ اس عذاب الیم سے ان کے نکلنے کی کوئی صورت ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُشَبَّهٌ عَمَد: عمود کی جمع ہے یعنی ستون۔ مُمَدَّدَة: طویل لمبے۔ یعنی اس آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں بلند ہوں گے، وہ بجھیں گے اور نہ ان کے درد والم میں کوئی تخفیف ہوگی۔

○

يا حي يا قيوم برحمتك أستغيث لا تكلني إلى نفسي طرفة عين وأصلح لي شأني كله
وقنا ربنا عذاب النار وتوفنا مع الأبرار. وصل وسلم وبارك على النبي المختار وأتباعه
وأصحابه الأطهار.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الفیل

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام الفیل ہے۔ اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، بیس کلمات اور چھیانوے حروف ہیں۔

زمانۂ نزول: مکہ مکرمہ میں عہد نبوت کے آغاز میں نازل ہوئی۔

تاریخی پس منظر: اس سورت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس واقعہ کی تفصیلات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ صرف اسی طرح ہم اس سورت کے مقصدِ نزول سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

نقشہ پر نظر ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ بحر احمر کے دائیں طرف یمن کا ملک ہے اور اس کے بالمقابل دوسری طرف براعظم افریقہ کا ملک حبشہ ہے جسے ایتھوپیا یا ابی سینیا بھی کہا جاتا ہے۔ علم انساب کے ماہرین کا خیال ہے کہ حبش کے باشندے اصل یمن کی قوم سبا کے ہی افراد تھے جنہوں نے یمن کی خوشحالی کے دور میں یمن سے نقل مکانی کر کے ابی سینیا کے ساحل پر اپنی تجارتی منڈیاں اور مراکز قائم کر لیے تھے۔ زیادہ دیر تک وہ اپنی انفرادیت قائم نہ رکھ سکے۔ افریقہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ ان کے شادی بیاہ کا سلسلہ شروع ہو گیا یہاں تک کہ نہ وہ خالص سبائی رہے اور نہ خالص افریقی بلکہ ایک مخلوط قوم بن گئے۔ اسی لیے ان کو حبش کہا جاتا ہے جس کا معنی اختلاط و امتزاج ہے۔ گویا سبا کی قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ اپنے اصلی وطن یمن میں اقامت پذیر رہا، انہیں سبائے حمیر کہا جاتا ہے اور جو لوگ ترک وطن کر کے یہاں آ کر آباد ہو گئے انہیں سبائے حبش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یمن کے اصلی باشندے ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ مختلف ستاروں کے لیے انہوں نے بڑے بڑے معبد بنا رکھے تھے، لیکن اس زمانہ میں افریقہ قیصر روم کے قبضہ میں تھا۔ رومی عیسائی تھے۔ ان کے حکومتی اثر اور سرگرم تبلیغی کوششوں کے باعث عیسائیت کو یہاں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ حبشہ کے باشندے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی اکثریت نے عیسائی مذہب کو قبول کر لیا۔ یمن میں بھی عیسائی مبلغین کی کوششوں سے نجران کے علاقہ میں عیسائیت نے اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا۔ ذونواس حمیر کا آخری بادشاہ عیسائیت کے فروغ سے آتش زیر پا ہو گیا اور اس نے گڑھے کھدوائے۔ ان میں آگ جلائی اور ان عیسائیوں کو آگ میں پھینک کر جلا دیا۔ اس کا تفصیلی تذکرہ آپ ابھی ابھی سورۃ البروج میں پڑھ چکے ہوں گے۔ یکا ایک عیسائی امیر دوس بن ثعلبان جو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا، وہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس فریادی ہوا۔ نجاشی نے قیصر روم سے مشورہ کیا اور یمن پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ چند عیسائی جو بچ گئے تھے وہ قیصر کے پاس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قسطنطنیہ پہنچے اور وہاں جا کر اپنے بھائیوں کی داستانِ الم بیان کی۔ قیصر نے نجاشی کو یمن پر حملہ کرنے اور ان مقتولین کا انتقام لینے کی ہدایت کی۔ چنانچہ حبشی لشکر یمن پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ قیصر نے اپنا بحری بیڑہ فراہم کیا تاکہ یہ لشکر جرار اس کے ذریعہ بحر احمر کو عبور کرے۔ قیصر نے یہ رویہ کیوں اختیار کیا؟ اس فراخدلانہ اعانت کا محرک کیا صرف مذہبی جذبہ تھا؟ بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہ محض بہانہ تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ اس تجارتی شاہراہ پر اپنی گرفت مضبوط کی جائے جس کے ذریعے مشرقی ممالک کا قیمتی سامانِ تجارت مغربی ممالک تک پہنچتا ہے۔ اس سے پیشتر اس شاہراہ پر اہل عرب کی اجارہ داری تھی اور انہی کے انگنت اونٹوں پر مشتمل قافلے اس سامان کو بحر احمر کی بندرگاہ سے اٹھا کر بحیرہ روم کے ساحل تک پہنچایا کرتے تھے۔ کئی صدیوں سے رومی للچائی ہوئی نظروں سے اس شاہراہ کو دیکھتے تھے اور محض کسی بہانہ کی تلاش میں تھے۔ عرصہ سے رومیوں اور ایرانیوں میں جنگ شروع تھی اور عالمی جنگ میں اس راستہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ممکن ہے قیصر کے اس اقدام کے محرک یہ دونوں سبب ہوں۔

الغرض جب حبشی لشکر حملہ آور ہوا تو شاہ یمن ذونواس نے عدن اور حضرموت کے ساحل پر اس کا استقبال کیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ حبشی دشمن واپس آئے اور ازسرِ نو بڑے زور شور سے دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ اب ذونواس ان کے حملے کی تاب نہ لاسکا۔ اس کا جری لشکر بری طرح شکست سے دوچار ہوا۔ ذونواس نے راہ فرار اختیار کی اور اپنا گھوڑا ایک دریا میں ڈال دیا لیکن وہیں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کا نائب ذوجدن مقابلہ کے لیے بڑھا لیکن وہ بھی مارا گیا۔ ذویزن نے حبشی فوج کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوا۔ اس طرح ۵۲۵ عیسوی میں سارا یمن حبشیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ عرب مورخین کے نزدیک اس حبشی لشکر کے سالار کا نام ارباط تھا۔ شاہ نجاشی نے اسی کو وہاں کا والی مقرر کر دیا۔ لیکن یونانی مورخ اس سالار کا نام اسمیفیس بتاتے ہیں اور اس وقت کے نجاشی کا نام ایلیاسس لکھتے ہیں۔

عربی روایات کے مطابق ارباط نے تقریباً ۲۰ سال تک یمن پر حکومت کی۔ اس کے بعد حبشی فوج نے ایک فوجی افسر ابرہہ کی قیادت میں اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ ارباط مارا گیا اور ابرہہ یمن کا والی بن بیٹھا۔ سال کا تعین مشکل ہے البتہ ایک کتبہ جو ابرہہ کا نصب کردہ ہے اس پر ۶۵۷ یمنی سال مرقوم ہے جو ۵۴۳ء کے مطابق ہے۔

نجاشی نے ابرہہ کی بغاوت اور ارباط کے قتل کی خبر سنی تو بہت غضبناک ہوا۔ قسم اٹھائی کہ وہ خاکِ یمن کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالے گا اور ابرہہ کا خون بہائے گا۔ ابرہہ نے ایک شیشی میں اپنا خون بھرا اور یمن کی تھوڑی سی مٹی ایک خریطہ میں بند کی۔ دونوں کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور لکھا کہ میں آپ کا حلقہ بگوش غلام ہوں۔ آپ نے جو حلف اٹھایا ہے اس کو پورا کرنے کے لیے اپنا خون اور یمن کی مٹی بھیج رہا ہوں۔ آپ اس مٹی کو اپنے پاؤں سے روند ڈالیے اور میرا خون جو شیشی میں ہے اسکو زمین پر بہا دیجیے۔ ابرہہ کی اس پیشکش سے نجاشی بہت خوش ہوا اور اسے یمن کا والی برقرار رکھا۔

جب ابرہہ کو کچھ اطمینان ہوا تو اس نے یمن میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے تحریک شروع کر دی۔ بڑے بڑے شہروں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میں گرجے تعمیر کیے اور یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک بہت بڑا عظیم الشان گرجا تعمیر کیا جس کو عرب القُلیس یا القلیس کہتے ہیں یہ لفظ کلیسا کا معرب ہے۔ اس کی زیب و زینت و آرائش پر دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ ان تمام کوششوں اور اقدامات کے باوجود عیسائیت کی اشاعت میں اسے حسب منشا کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس کے سامنے ایک ایسی رکاوٹ تھی جس نے اس کی کوششوں کو تقریباً بے اثر بنا دیا۔ مکہ مکرمہ میں جو کعبہ حضرت خلیل اور اسماعیل علیہما السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا ہر عربی باشندے کو اس سے قلبی اور فطری عقیدت تھی، وہ کسی قیمت پر اس سے صرف نظر نہیں کر سکتا تھا۔ عیسائیت قبول کرنے کا فوری نتیجہ اس رشتہ کا انقطاع تھا جس کے لیے اہل عرب بالکل تیار نہ تھے۔

ابرہہ نے اس رکاوٹ کو اپنے راستے سے ہٹانے کا عزم کر لیا۔ اس نے عرب کے تمام علاقوں میں منادی کرا دی کہ ہم نے تمہارے لیے ایک بہت خوبصورت کعبہ بنایا ہے تم وادی غیر ذی زرع میں واقع ان گھڑے سیاہی مائل پتھروں کے بنے ہوئے کعبہ کے بجائے یہاں آکر اپنا حج کیا کرو جو صنعاء کی جنت نظیر وادی میں انسانی فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ لیکن اس کی یہ دعوت صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ لوگ اس کے ہر طرح کے پراپیگنڈے کے باوجود تپتے ہوئے صحرا بے آب و گیاہ ریگستانوں کو مستانہ وار عبور کرتے ہوئے مکہ مکرمہ حاضر ہوتے اور کعبہ مشرفہ کا طواف کر کے سکون دل حاصل کرتے۔ اس چیز نے ابرہہ کو اور مشتعل کر دیا۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ اس گھر کو گرا کر نیست و نابود کر دے گا۔ ان حالات میں ایک اور واقعہ رونما ہوا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ کہتے ہیں بنی کنانہ کے کسی شخص نے رات کو اس کلیسا میں جا کر قضائے حاجت کر دی۔ بعض کی رائے ہے کہ چند عرب نوجوانوں نے اس کلیسا کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی لیکن مقاتل بن سلیمان کی رائے یہ ہے کہ چند مسافر رات بسر کرنے کے لیے اس گرجا کے پڑوس میں اترے۔ انہوں نے کھانا پکانے کے لیے آگ جلائی۔ آندھی آگئی اور کوئی چنگاری اڑ کر اس گرجے میں جا پہنچی جس سے وہاں آگ بھڑک اٹھی۔ ابرہہ یہ سن کر برافروختہ ہو گیا اور اس نے مکہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چند روز میں ایک لشکر جرار کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کا سالار اعلیٰ خود ابرہہ تھا۔ جزیرۂ عرب میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ خود یمنی امراء و سرداروں نے کعبہ مقدسہ کو بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ یمن کے ایک رئیس ذونفر نے اپنی قوم اور دیگر قبائل عرب کو ابرہہ کا مقابلہ کرنے کے لیے للکارا۔ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے بیشمار لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن ذونفر کے لشکر نے شکست کھائی اور یہ خود گرفتار کر لیا گیا۔ ابرہہ اس کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس کا گزر بلاد خثعم سے ہوا تو بنی خثعم کے سردار نفیل بن حبیب خثعمی نے اس کا مقابلہ کیا۔ بنی خثعم کے دونوں قبیلے شہران اور ناہس اس کے ساتھ تھے لیکن انہیں بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ نفیل گرفتار کر لیا گیا۔ ابرہہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر اسے معاف کر دیا۔ اس نے اس کو بھی ساتھ لیا تاکہ بلاد حجاز میں وہ اس کا دلیل کارواں بن سکے۔

جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو اہل طائف کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہیں ابرہہ ان کے مندر کو منہدم نہ کر دے جس میں ان کے معبود لات کا بت نصب تھا۔ چنانچہ وہاں کے رؤسا ابرہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے بتایا کہ ہمارا یہ معبد وہ نہیں جس کو گرانے کا تم نے قصد کیا ہے بلکہ وہ آگے مکہ میں ہے۔ اور ہم اس سلسلہ میں آپ کی ہر خدمت بجا لانے کے لیے

www.KitaboSunnat.com

تیار ہیں۔ چنانچہ ابرہہ نے ان کو اطمینان دلایا۔ ان کی عزت و تکریم کی۔ انھوں نے ابورغال کو اس کے ہمراہ بھیجا تاکہ وہ راستہ بتائے اور کعبہ کی نشاندہی کرے۔ جب ابرہہ اپنے لشکر جرار کو ساتھ لیے مکہ کے نزدیک وادی مغمس میں خیمہ زن ہوا تو اس کے لشکریوں نے مار دھاڑ شروع کر دی۔ بھیڑ بکریاں اور اونٹ جو چیزیں ان کے ہاتھ چڑھیں ہانک کر وہ لے اپنے پڑاؤ میں لے آئے۔ اس لوٹ کے مال میں حضرت عبدالمطلب کے دو صد اونٹ بھی تھے۔

ابرہہ نے حمیر قبیلہ کے حناطہ نامی ایک شخص کو مکہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو یہ بتائے کہ ابرہہ ان سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہے۔ اگر اہل مکہ نے مزاحمت نہ کی تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن اگر انہوں نے مزاحمت کی کوشش کی تو پھر نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ حناطہ مکہ گیا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا تمہاری بستی کا سردار کون ہے؟ انھوں نے حضرت عبدالمطلب کا نام لیا۔ اس نے آپ سے ملاقات کی اور ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا کہ ابرہہ سے جنگ کرنے کا ہمارا ارادہ ہے اور نہ ہم میں اس کی ہمت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا حرم ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو وہ اس کی حفاظت کرے گا ورنہ جیسے اس کی مرضی۔ حناطہ نے آپ کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ آپ اس کے ہمراہ ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کی بارعب شخصیت اور نورانی چہرہ دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا۔ تخت سے نیچے اتر آیا اور آپ کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ ترجمان کے ذریعے اس نے پوچھا کوئی ارشاد؟ آپ نے کہا میری درخواست تو یہ ہے کہ تمہارے لشکری میرے دو صد اونٹ ہانک کر لے آئے ہیں وہ مجھے واپس کر دیے جائیں۔ ابرہہ اس غیر متوقع جواب سے بہت حیران ہوا۔ کہنے لگا جب میں نے آپ کو پہلی مرتبہ دیکھا میرے دل میں آپ کا از حد احترام پیدا ہو گیا لیکن آپ کی اس حقیر درخواست نے میرا احترام کا جذبہ ناپید ہو گیا۔ آپ کو اپنے اونٹوں کا تو اتنا خیال ہے اور کعبہ کا ذرا خیال نہیں جس کی وجہ سے تمہاری عزت کی جاتی ہے۔ آپ نے بڑا دلکش جواب دیا۔ اِنِّیْ اَنَا رَبُّ الْاِبِلِ وَ اِنَّ لِلْبَیْتِ رَبًّا سَیَمْنَعُہٗ۔ یعنی میں اونٹوں کا مالک ہوں ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے بڑے غرور سے کہا اب اس گھر کو میری دستبرد سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ حضرت عبدالمطلب واپس آ گئے اور قریش کو حکم دیا سب مکہ سے کوچ کر جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جائیں تاکہ یمنی لشکر ان کو تہس نہس کر کے نہ رکھ دے۔ آخر میں آپ اپنی قوم کے رئیسوں کو ساتھ لے کر کعبہ کے پاس آئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کریں کہ وہ انہیں اور کعبہ کو ابرہہ کی دست برد سے بچائے۔ کعبہ کے دروازے کے کنڈے کو پکڑ کر عبدالمطلب نے بڑے عجز و نیاز سے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ یَمْنَعُ ... رَحْلَهٗ فَامْنَعْ حِلَالَكَ

اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُھُمْ ... وَ مِحَالُھُمْ اَبَدًا مِحَالَكَ

کل ان کی صلیب اور ان کی قوت تیری قوت پر غالب نہ آ جائے۔

اِنْ كُنْتَ تَارِكَھُمْ وَقِبْ ... لَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَا لَكَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(اگر تو انہیں اور ہمارے قبلہ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تیری مرضی ہو ایسا کر۔)

ابن جریر نے عبدالمطلب کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں جو اس موقع پر دعا مانگتے ہوئے انہوں نے ارتجالاً کہے:

یَا رَبِّ لَا اَرْجُوْ لَهُمْ سِوَاكَا ۔ یَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَا

(اے میرے پروردگار! تیرے بغیر میں ان کے مقابلہ کی کسی سے توقع نہیں رکھتا۔ اے میرے پروردگار! ان کی دستبرد سے اپنے حرم کی حفاظت فرما)

اِنَّ عَدُوَّ الْبَيْتِ مَنْ عَادَاكَا ۔ اِمْنَعْهُمْ اَنْ يُخَرِّبُوْا قُرَاكَا

(اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے ان کو روک دے کہ وہ تیری بستی کو ویران نہ کریں۔)

دعا سے فارغ ہوئے تو سب کو ساتھ لے کر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ ابرہہ نے صبح سویرے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس کے لشکر میں تیرہ یا بارہ جنگی ہاتھیوں کا دستہ تھا۔ سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا جب اس ہاتھی کو مکہ کی طرف پیشقدمی کے لیے ہانکا گیا تو وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ فیلبانوں نے اس سے چلنے کے لیے کچوکے دیے اور تیر سے لہولہان کر دیا لیکن وہ اٹھنے کا نام نہ لیتا تھا اگر کسی اور سمت اسے چلنے کا اشارہ کیا جاتا تو بغیر کسی توقف کے وہ چلنے لگتا۔ نفیل بن حبیب بنی خثعم کا سردار جو جنگ ابرہہ کے ہمراہ تھا بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ انہی حالات میں فضا میں چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول در غول نمودار ہوئے ہر ایک نے ایک کنکری اپنی چونچ میں اور ایک ایک اپنے دونوں پنجوں میں پکڑا ہوا تھا۔ ان کنکریوں کی مقدار چنے یا مسور کے دانہ کے برابر تھی۔ ہر سوار پر ایک ایک پرندہ ایک کنکری مارتا تھا جو اس کے فولادی خود، آہنی زرہ اور اس کے جسم کو چیرتا ہوا زمین میں دھنس جاتا تھا۔ لشکر کا اکثر حصہ تو وہیں تباہ و برباد ہو گیا۔ ایک مختصر تعداد جن میں ابرہہ بھی تھا وہاں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن ان کے جسموں میں اتنی زبردست خارش پیدا ہو گئی کہ وہ ہر وقت کھجلاتے رہتے۔ کھجلانے سے زخم نمودار ہو گئے۔ زخموں سے پیپ اور لہو بہنے لگا۔ گوشت گل سڑ کر نیچے گرنے لگا۔ کئی راستے میں ہی ہلاک ہو گئے۔ ابرہہ صنعاء پہنچ گیا لیکن اس کی حالت یہ تھی کہ سارا جسم ناسور بنا ہوا تھا اور وہ بیل تن کا قد آور جوان چوزے کی مانند دبلا پتلا ہو گیا تھا۔ یہ تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس کا سینہ شق ہو گیا اور اس نے دم توڑ دیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی وہ دشمن جسے اپنی قوت اور لشکر کی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا اس کو چھوٹے چھوٹے پرندوں کی سنگباری سے فنا و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو بنی کنانہ کے سردار و نفر کے ہاتھوں اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اگر چاہتا تو بنی خثعم کے سردار نفیل کو اس کی بربادی کا باعث بنا دیتا لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ دشمن کو حرم خلیل تک پیشقدمی کرنے کی مہلت دے اور تمام لوگوں کے سامنے اپنی قوت قاہرہ کا مظاہرہ کرے تاکہ قیامت تک کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس سال کو اہل عرب عام الفیل کہتے ہیں۔

یہ واقعہ سنہ ۵۷۰ عیسوی میں رونما ہوا۔ محرم کا مہینہ تھا۔ اسی سال ربیع الاول کے مبارک مہینہ میں کعبہ مقدسہ کو بتوں کی نجاستوں سے پاک کرنے والے، اس کے درودیوار کو نور توحید سے منور کرنے والے اور اس کو ذکر الٰہی کے نغموں سے آباد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب لبیب، محبوب اکرم، مخلوق کے ہادی و مرشد محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

سورۃ الفیل مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں پانچ آیات ہیں

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿١﴾ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپ کے رب نے [1] ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا [2] کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو

[1] یہ عبرت انگیز واقعہ کس سال میں ظہور پذیر ہوا اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن صحیح قول وہ ہے جو ابن عباس اور دیگر محققین علماء سے منقول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً پچاس دن پہلے یہ واقعہ رونما ہوا۔ یعنی ماہ محرم کی سترہ تاریخ تھی اور بارہ ربیع الاول کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز عالم ہستی ہوئے۔ ارشاد نبوی ہے ولدت عام الفیل۔ کہ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ ابرہہ اور اس کی قوم نصاریٰ تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اور انجیل کو ماننے والے تھے۔ اہل مکہ اس وقت مذہب بت پرستی تھا۔ تین سو ساٹھ بت کعبہ شریف میں رکھے ہوئے تھے۔ چاہیے یہ تھا کہ ان مشرکوں اور بت پرستوں کے مقابلہ میں ابرہہ کی مدد کی جاتی اور کعبہ کو مسمار کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اب کعبہ کو آباد کرنے والے اس گھر سے دشمنی کرنے والوں کا وقت قریب تھا۔ وہ محبوب جو ساقی تھا، جس کی تعلیم نے عیسائیت میں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کی پرستش سے روکنا تھا اس لیے حبیب کی ولادت سے پہلے مشرکوں کی امداد ہوئی۔ اگرچہ کوئی فرق تھا تو محض ظاہری۔ تمام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت کے سال اہل مکہ پر اپنا فضل و کرم فرمایا جس کا شکریہ قیامت تک ادا نہیں کر سکتے۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں: کانت قصۃ الفیل توطیۃ لنبوتہ ومقدمۃ لظہورہ وبعثتہ۔ یعنی اس قصہ کا وقوع حضور کی آمد سے پہلے بطور تمہید کے تھا۔

آیت میں استفہام اظہار تعجب و حیرت کے لیے ہے۔ الم تر کا معنی جاننا، مطلع ہونا بھی کیا گیا ہے۔ مزید لطف یہ ہے کہ الم تر ما فعل ربک کے بجائے الم تر کیف فعل ربک فرمایا گیا ہے۔ یعنی آپ کے رب نے کیسا سلوک کیا۔ مقصد یہ ہے کہ اس واقعہ کا ظہور ایسی صورت میں ہوا کہ اس کا ہر پہلو انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیلات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، علم محیط اور کعبہ کی عظمت و شرف کی گواہی دے رہی ہیں۔

[2] ابرہہ کا لشکر ساٹھ ہزار جنگجو سپاہیوں پر مشتمل تھا لیکن اس میں ایک ہاتھیوں کا دستہ بھی تھا جس میں ۹ یا ۱۳ ہاتھی شریک تھے۔ یہ دستہ لشکر کے جلو میں جھومتا جھومتا چل رہا تھا۔ اہل مکہ بلکہ اہل عرب نے کبھی ایسی فوج نہیں دیکھی تھی اور اس سازوسامان اور اسلحہ کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ ہاتھی اہل عرب کے لیے بالکل ایک نئی چیز تھی اسی خصوصیت کے باعث اس سارے لشکر کو اصحاب الفیل کہا گیا۔ چند غیرت مند قبائل نے ابرہہ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اہل مکہ بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں کعبہ کو چھوڑ کر اردگرد پہاڑوں میں جا چھپے۔ کعبہ کی حفاظت کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو جس طرح بچایا اور دشمن کے

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِم

ناکام نہیں بنا دیا ۳ے اور (وہ یوں کہ) بھیج دیئے ان پر پرندوں کے غول کے غول۔ جو برساتے تھے

بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

ان پر کنکر کی پتھریاں ۵ے پس بنا ڈالا ان کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ ۶ے

رسول کی ولادت سے پہلے کعبہ کی عزت وحرمت کا تحفظ جس طرح لوگوں کے دلوں پر نقش ہوا عقل انسانی اس کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جس ذات کا یہ گھر ہے اس کی قدرت بے پناہ، اس کی حکمتیں بے پایاں اور اس کی تدبیریں لاجواب ہیں۔ جس بات کا وہ ارادہ فرماتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

۳ے ابن منظور نے الکید کے دوسرے معانی کے ساتھ ساتھ اس کا یہ معنی بھی ذکر کیا ہے الکید: التدبیر بباطل او بحق۔ (لسان العرب) یعنی کسی اچھے یا برے، غلط یا صحیح کام کے کرنے کے لیے تدبیر کرنا۔ یہاں اس کا یہی معنی مراد ہے۔ ابرہہ کی فکر کی ... سیدنا ابراہیم ... نبی ... اس کے مذموم ارادے بھی کوئی راز نہ تھے۔ اس نے مکہ کی چوٹی سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے آیا ہے۔ یہاں کید کا معنی خفیہ تدبیر یا مکر کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ تضلیل کہتے ہیں کسی تدبیر کو ناکام بنا دینا، کسی کی کاوش کو رائیگاں کر دینا، کسی جدوجہد کو اکارت کر دینا۔

ابرہہ نے کعبہ مقدسہ کو گرانے کا عزم کیا۔ اس عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے بڑی تدبیریں کیں۔ ایک لشکر جس کی تعداد چند ہزار سے زیادہ تھی، ان میں بڑے بڑے اور قوی ہیکل ہاتھی تھے۔ اس لشکر جرار کے ساتھ یہ عظیم لشکر سے مقابلہ تو درکنار اس بات کو بھی ناممکن بنا دیا کہ وہ ان کا راستہ روک سکیں۔ کر تہس نہس بنا دیا جاتا تھا۔ وہ شکست کے سامنے ہر رکاوٹ کو ختم کر دیا جاتا تھا پھر جنگی ہاتھیوں کا ایک دستہ ... ساری تدبیریں صاف بتا رہی تھیں کہ ... اس ارادے کو ... جنگل کا ... منصوبہ ... ایک ... فیصلہ ... درہم برہم کر دیا ... اپنے تمام ... کو تہس نہس کر دیں تو اس لشکر کا خوف ... ابرہہ نے جو تدبیر بھی کی کسر نہ چھوڑی تھی لیکن اے محبوب! آپ کے پروردگار کی حکمت نے اس کی ساری تدبیروں کو ناکام بنا دیا۔ اس کی ساری چالوں کو خاک میں ملا دیا۔ کسی کوشش و تدبیر کو ناکام بنانے کو عربی میں تضلیل کہتے ہیں۔

۴ے ان کے اس حملہ کو پسپا کرنے کے لیے رب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے کیا طریقہ اختیار کیا اس کا ذکر اس آیت میں ہو رہا ہے کہ اس لشکر جرار کو جو بحر قلزم کے ساحل سے لے کر ... تھا اس کے آگے ... ہاتھی ... اپنے ... وہاں پہاڑ کر رہے تھے۔ ایسے لشکر کو تباہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی غیر معمولی طاقت کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ اپنے لطف و کرم سے ان کثرت لشکروں پر سے اس نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے چند ڈاریں بھیج دیں جو اشارہ ملتے ہی ساحل سمندر کی طرف سے اڑتے ہوئے آئے اور چونچوں کی سنگباری سے اس لشکر کا بھرکس نکال دیا۔ علامہ قرطبی لفظ ابابیل کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ابابیل، قال العکبری لا واحد له وقیل واحده ابّول وقیل ابیل، وقیل مختلفة متفرقة تجیء من کل ناحیة من ههنا ومن ههنا. قال النحاس معناه انها جماعات عظام۔ (قرطبی)

یعنی عکبری کہتے ہیں کہ ابابیل کا واحد نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی مختلف ٹکڑیاں کہ یکے بعد دیگرے آئیں ہیں۔ بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ ہر طرف سے ادھر اور ادھر سے مختلف جھنڈ نمودار ہوگئے۔ نحاس کہتے ہیں کہ ان مختلف اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پرندوں کی بڑی بڑی جماعتیں یا ٹکڑیاں ہر طرف سے نمودار ہوگئیں۔

ان پرندوں کو نرالے اسلحہ سے مسلح کرکے بھیجا گیا تھا۔ ان کا اسلحہ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے عبارت تھا۔ وہ سنگریزے ایسے تھے جنہیں آتش جہنم میں پکایا گیا تھا۔ ان کی تھیلیوں میں جو بجری کے ٹکڑے تھے ان کی تباہ کاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو ہم ان پرندوں نے اٹھائے ہوئے تھے وہ تو جہنم کی بھٹیوں میں تیار ہوئے تھے۔ ان کا حجم چھوٹا مسور کے دانے کے برابر تھا، لیکن ان کی قوت کا اندازہ صرف اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر پرندے کو صرف ایک مخصوص شخص پر پھینکنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک پتھر اس شخص کو لگتا جس کا نام اس پر لکھا ہوتا اور وہ اپنے ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ اڑتے ہوئے آتے اور عین نشانہ پر پھینکتے اور سب کو ایک ایک سنگریزہ ایک ایک سوار پر پھینکا۔ سوچئے کہ ان کا وار ان کے فولادی خودوں کو چیرتا ہوا ان کے جسموں کو کاٹتا ہوا ان کی سواریوں کے جسموں کو چیرتا ہوا زمین میں دھنس جاتا۔ لشکر ابرہہ کے امکان کو تصور بھی کرنا مشکل ہے کہ ان کے جسم پر جہاں وہ پتھر لگے وہاں آبلے پڑ گئے۔ وہ پھنسیاں پھوٹ کر ان سے پیپ اور خون بہنے لگا اور جسم کی شدت نا قابل برداشت تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گوشت گل سڑ کر گرنے لگا۔ اس ناگہانی مصیبت نے ان کے اوسان خطا کر دیئے۔ فوجی نظم و ضبط کی پابندی کا کسی کو ہوش تک نہ رہا۔ جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگ نکلا۔ فوجی نظم و ضبط سے بے نیاز ہو کر ہر کوئی کسی طرف نکل رہا تھا۔ اب بدنظمی کا شکار تھی، ہر کوئی جو جدھر سے آیا تھا ادھر ہی بھاگ رہا تھا۔ لشکر کا بیشتر حصہ تو وہاں ہی تباہ و برباد ہوگیا۔ چند لوگ صنعاء پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی، جسم پھوڑوں سے بھرے ہوئے، ہر پھوڑے سے پیپ کا دریا رواں، ابرہہ کے اعضاء گرتا جا رہا تھا۔ ان کی بدبو وہاں سے شہر کی فضا وحشت ناک ہوگئی تھی۔ ان لوگوں میں ابرہہ بھی تھا۔ وہ مسرور قامت، تنومند، دبلا قوت و طاقت کا مجسمہ اب گل سڑ کر ایک پرندے کی مانند ہوگیا جس کا گوشت آہستہ آہستہ گرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا سینہ گل کر پھٹ گیا اور اس طرح کعبہ کے گرانے کا ارادہ کرنے والے اپنے کیفرکردار کو پہنچ گئے۔

ان لوگوں کو اپنے دارالسلطنت صنعاء میں زندہ پہنچانے میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ صنعاء والے ان کا یہ حشر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں کہ جو لوگ ایسی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں غضب الٰہی ان کو کس طرح تباہ و برباد کرتا ہے۔

ان کی خستہ حالی اور تباہی کی کتنی صحیح اور موثر تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے۔ عصف کہتے ہیں گندم، باجرہ، مکئی وغیرہ کے پتوں کی جو ماکول ہیں کہ جانور ان سے کھا لیا ہو۔ جب کوئی جانور چارہ کھاتا ہے تو پہلے وہ اسے اپنے دانتوں سے چبا کر ریزہ ریزہ کرتا ہے۔ وہ چبائے ہوئے پتے معدے میں جا کر ہضم کا عمل طے کرتے ہیں اور آخر کار بھوسا بن کر باہر نکلتے ہیں۔ خود سوچو ان پتوں کی حالت کتنی خستہ اور تباہ ہوتی ہے؟ یہی حالت ان کی بھی ہو گئی تھی۔

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محض اپنی سمجھ کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ واقعہ جیسے قرآن نے بیان کیا ہے قابل تسلیم نہیں

www.KitaboSunnat.com

اس لیے وہ اس کی تاویلیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ طیر سے مراد پرندے نہیں بلکہ وبال ہے اور حجارۃ سے مراد چیچک بلکہ حصبہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کہیں سے پرندوں کی ٹکڑیاں نمودار نہیں ہوئیں جن کی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے تھے اور جنہوں نے سنگباری کرکے اس لشکر کو تہس نہس کیا۔ بلکہ اس لشکر میں زہریلے چیچک کی وبا پھوٹ پڑی اور اس کی وجہ سے وہ لشکر تباہ ہوگیا۔

اگر ان کی اس بے بنیاد تاویل کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر وبا اس لشکر تک ہی کیوں محدود رہی؟ وہاں تک مکہ کی آبادی اس سے بچی کیوں محفوظ رہی؟ یہ ایسے سوال ہیں جن کا جواب یہ حضرات نہیں دے سکتے۔ کیا الٹی گنگا ہے کہ کوئی شخص اس وقت اس بات سے مرعوب ہو کر آیات قرآنی کی من مانی تاویلیں کرتا اغیار کی خوشنودی کے لیے ان میں رد و بدل کرنا چاہے یا ان کو وقت قبول کرنے سے انکار کرے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قدرت کاملہ سے لشکر کو تباہ و برباد کرکے اپنے گھر کو بچا لیا تو حضرت عبدالمطلب نے ان الفاظ سے اپنے رب کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا:

انت منعت الحبش والافیالا وقد رعوا بمکة الاجبالا

وقد خشینا منهم القتالا وکل امر لهم معضالا

شکرا وحمدا لک ذا الجلالا

ترجمہ: تو نے حبشی لشکر اور ہاتھیوں سے ہماری حفاظت کی۔ انہوں نے مکہ کے پہاڑوں میں اپنے جانوروں کو چرایا تھا۔ ہمیں یہ اندیشہ تھا کہ وہ ہم سے جنگ کریں گے اور ان کا ہر کام بڑا مشکل ہے۔ اے عظمت و جلال والے ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم تیری ثنا کرتے ہیں۔

جیسے آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ نفیل بن حبیب کو ابرہہ نے اپنے ساتھ لیا تھا تاکہ وہ راہنمائی کرے اور راستوں سے آگاہ کرے۔ جب ابرہہ کا لشکر کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تو وہ وہاں سے کھسک کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر روپوش تھا۔ اس نے جب پرندوں کو سنگباری کرتے ہوئے دیکھا اور ابرہہ کے لشکر کو تباہ و برباد ہوتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا:

ردینة لو رأیت ولا تریه لدی جنب المحصب ما رأینا

اے ردینہ! اگر تو بھی وہ منظر دیکھتی جو ہم نے وادی محصب کے قریب دیکھا تھا۔

اذا لعذرتنی وحمدت امری ولم تأسی علی ما فات بینا

تب تو میرے عذر کو قبول کرتی اور میرے کام کی تعریف کرتی اور جو چیز فوت ہو گئی ہے اس پر تو افسوس نہ کرتی۔

حمدت الله اذ ابصرت طیرا وخفت حجارة تلقی علینا

جب میں نے پرندوں کو دیکھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور جب پتھر برسنے لگے تو میں خوفزدہ ہو گیا۔

وکل القوم یسأل عن نفیل کأن علی للحبشان دینا

ابرہہ کی فوج کا ہر سپاہی پوچھتا تھا کہ نفیل کہاں ہے تاکہ وہ ہمیں یہاں سے بھاگ جانے کا راستہ دکھائے۔ وہ یوں بے تابی سے میرے بارے میں استفسار کر رہے تھے گویا ان حبشیوں کا کوئی قرض میرے ذمہ واجب الادا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ان واقعات سے ہمارے تجدد پسند مفسرین کے مفروضے کی تکذیب ہوتی ہے۔

اس واقعہ کا ایک خوش آئند اثر یہ ہوا کہ مشرکین عرب کا اعتقاد ان بتوں سے اٹھ گیا اور تمام اقوام رب العزت کی اور اسی کی پناہ میں اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے بتوں کی بجائے اللہ سے فریاد کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ قریش اس پر سات سال تک باقی رہا اور وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے رہے۔

اس سورت سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اے اہل مکہ! تم پر جب مصیبت آئی تو وحدت و توحید کو تسلیم کیا، بعد میں اس سے منکر ہو جاتے ہو اور ان بتوں کی الوہیت کے نظریہ سے دست بردار ہونے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہو۔ کیسے تم اصحاب الفیل کا واقعہ بھول گئے؟ آج روز تمہیں اس لشکر جرار سے کس نے نجات دی تھی؟ کس نے وہ غیبی پرندے ابابیل کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے تھے؟ کس کے حکم سے ان پرندوں نے سنگباری کر کے تمہارے دشمن کو تہس نہس کر دیا تھا؟ اس غیبی امداد اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اسی کو رب کی حفاظت قرانی جس سے تمہاری بقا اور عزتیں وابستہ ہیں۔

○

سبحان ذی الملك والملكوت

سبحان ذی العزة والهيبة والكبرياء والجبروت

لا غالب الا انت. انك انت العزيز الحكيم

اللهم زد هيبتك عزا وشرفا وصل وسلم على رسولك الذي ارسلته بالهدى

ودين الحق ليظهره على الدين كله

تعارف

سورۃ قریش

نام : اس سورہ پاک کا نام قریش ہے یہ کلمہ اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔
اس کے کلمات کی تعداد سترہ اور حروف کی تعداد تہتر ہے۔

زمانہ نزول : اگرچہ ضحاک اور کلبی کی رائے میں یہ سورت مدنی ہے لیکن جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا نزول مکہ مکرمہ میں سورۃ الفیل کے بعد جلد ہی ہوا۔ مضمون کی یکسانیت اور کلمات کا باہمی تعلق بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض حضرات نے انہیں دو علیحدہ علیحدہ سورتوں کے بجائے ایک سورت ہی شمار کیا ہے لیکن حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے جو نسخے کتابت کرائے تھے ان میں ان دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ مرقوم ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دو الگ الگ سورتیں ہیں۔

مضامین : اس میں قریش پر اپنے عظیم احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور ان احسانات کو یاد دلانے کے بعد انہیں اپنے رب کریم کی عبادت کی دعوت دی جا رہی ہے۔

قریش عرب کا ایک مشہور اور معزز ترین قبیلہ ہے۔ اس کا اطلاق نضر کی اولاد پر ہوتا ہے جس کا نسب نامہ یہ ہے نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ بعض علماء کے نزدیک نضر کے پوتے فہر بن مالک کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی اسی قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ ارشاد ہے: اِنَّا وُلْدُ نضر بن کنانہ لَا نَقْفُوْ اُمَّنَا وَلَا نَنْتَفِیْ مِنْ اَبِیْنَا (قرطبی)۔ یعنی ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں نہ ہم اپنی ماؤں کو تہمت لگاتے ہیں اور نہ اپنے باپوں سے اپنے نسب کی نفی کرتے ہیں۔ یعنی ہم اپنی ماؤں کی عفت پاکی! اپنے باپوں کی شرافت و بزرگی دونوں پر نازاں ہیں۔ دوسرا ارشاد ہے (واثلہ بن اسقع راوی ہیں) قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ہَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ۔

ترجمہ : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ کنانہ کے بیٹے نضر کی اولاد قریش کہلاتی۔

www.KitaboSunnat.com

کنانہ کے دوسرے بیٹوں کی اولاد کا شمار قریش میں نہیں ہوتا۔

وجہ تسمیہ: قبیلہ قریش کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں۔

۱۔ یہ تقرش سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی التجمع والالتئام کسی کا منتشر و متفرق ہو جانے کے بعد اکٹھا اور مجتمع ہو جانا۔ قریش کا قبیلہ پہلے سارے عرب میں منتشر تھا قصی بن کلاب نے انہیں مکہ مکرمہ میں یکجا کیا اور حرم کے پڑوس میں آباد کیا۔ شاعر کہتا ہے:

ابونا قصی کان یُدعیٰ مُجمّعا بہ جمع اللہ القبائل من فھر

ہمارا باپ قصی ہے جسے مجمع کہا جاتا ہے فہر کی اولاد کے قبائل کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ جمع کیا۔

۲۔ یہ تقرش سے ماخوذ ہے جس کا معنی تکسب ہے۔ کیونکہ قریش تجارت پیشہ تھے اور اس طرح اپنا رزق خود کمایا کرتے تھے، اس لیے انہیں قریش کہا گیا۔

۳۔ قرش کا ایک اور معنی تفتیش اور تلاش ہے۔ اس قبیلہ کا یہ شیوہ تھا کہ حاجیوں کی ضروریات و مشکلات کے بارے میں تجسس کیا کرتے تھے اور جب انہیں پتہ چلتا تو ان ضروریات کو پورا کرنے اور ان مشکلات کو دور کرنے کی حتی الامکان سعی بلیغ کرتے، اس لیے ان کو قریش کہا گیا۔

۴۔ یہ قول حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت ابن عباس سے قریش کی وجہ تسمیہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا: لدابۃ فی البحر من اقوی دوابہ یقال لھا القرش تاکل ولا تؤکل وتعلو ولا تعلیٰ:
سمندری جانوروں میں سے ایک بڑے طاقتور جانور کو قرش کہتے ہیں جو دوسرے جانوروں کو ہڑپ کر جاتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ مقابلہ میں وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی اپنی شہرہ آفاق تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں: عبد مناف کے چار فرزند تھے۔ ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل۔ چاروں بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ہر ایک نے اپنے پڑوسی بادشاہوں میں سے کسی نہ کسی سے دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے اور انہوں نے ان کو یہ مراعات دی تھیں کہ یہ لوگ ان کے ملکوں میں ہر طرح کی تجارت اور کاروبار کر سکتے ہیں اور جس شخص کے پاس ان کا دیا ہوا امان نامہ ہوگا اسے بھی یہ رعایت حاصل تھی۔ ہاشم کے تعلقات شام کے بادشاہ سے تھے، عبد شمس نے حبشہ، مطلب نے یمن، نوفل نے فارس کے بادشاہوں سے اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے مراعات حاصل کر لی تھیں۔

قریش نے تجارت کے پیشہ کو کن حالات میں اختیار کیا اس کے بارے میں بھی علامہ قرطبی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے: قصی نے قریش کو حرم کعبہ کے پڑوس میں لا کر آباد تو کر دیا لیکن یہاں کھیتی باڑی کا کوئی امکان نہ تھا۔ نہ پانی دستیاب تھا اور نہ زمین قابل کاشت تھی۔ ان کی معیشت کا سارا انحصار ان نذرانوں اور عطیات پر تھا جو ایام حج میں جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ سے آنے والے حاجی پیش کیا کرتے تھے۔ جب قریش کا کوئی خاندان مفلس اور کنگال ہو جاتا اور فاقہ کشی کی نوبت پہنچتی تو اس کے افراد ایک مقررہ جگہ پر چلے جاتے اور وہاں ایک خیمہ نصب کر لیتے اور اس کے اندر داخل ہو جاتے یہاں تک کہ موت انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبد مناف کا بلند اقبال فرزند جن کا نام عمرو تھا اور جو ہاشم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام اسد تھا۔ بنی مخزوم کے قبیلے کے ایک لڑکے سے اسد کا دوستانہ تھا۔ اس کے خاندان کو جب بھوک نے اپنے نرغہ میں لے لیا اور انہوں نے حسب دستور فیصلہ کیا کہ کل وہ مقررہ جگہ پر خیمہ نصب کر کے اس میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ موت ان کا قصہ تمام کر دے۔ اپنے دوست کی یہ بات سن کر اسد کو بہت صدمہ پہنچا۔ وہ روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ماں نے اسد کو اس کے مخزومی دوست کے خاندان کے لیے چربی اور آٹا کی وافر مقدار دی چنانچہ چند روز کے بعد جب وہ راشن ختم ہو گیا اور نوبت فاقہ کشی پر آ پہنچی۔ اس نے اپنے دوست اسد کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ اسد روتا ہوا اس دفعہ اپنے باپ عمرو (ہاشم) کے پاس آیا اور ساری داستان بیان کی۔ عمرو یہ سن کر از حد متاثر ہوا۔ انہوں نے اپنے قبیلے کا اجلاس عام طلب کیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تم نے ایک ایسا طریقہ اختیار کر لیا ہے جس سے تمہاری تعداد گھٹتی چلی جا رہی ہے اور دوسرے عرب قبائل کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم کمزور اور ذلیل ہو جاؤ گے اور دوسرے قبائل تم پر غلبہ پا لیں گے حالانکہ تم اللہ کے حرم کے باشندے ہو اور اولاد آدم میں سب سے زیادہ معزز و محترم ہو۔ باقی تمام لوگ تمہارے پیروکار ہیں۔ یہ صورت کے خیمہ میں داخل کی رسم تمہیں فنا کر کے رکھ دے گی۔ سامعین نے کہا آپ حکم دیں ہم آپ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہیں۔ ہاشم نے کہا پہلے اسد کے دوست کے والدین کو اس بلا سے چھڑا لیجئے۔ چنانچہ اسی وقت ان کے لیے خورد و نوش کا اہتمام کر دیا گیا۔ پھر ہاشم نے خود اونٹ بھیڑ بکریاں ذبح کیں۔ ان کے شوربہ میں روٹی کو تر کر کے ثرید بنائی اور لوگوں کو خوب کھانا کھلایا اسی وجہ سے عمرو کا لقب ہاشم مشہور ہوا چنانچہ شاعر کہتا ہے:

عمرو الذی ہشم الثرید لقومه ورجال مکة مسنتون عجاف

یعنی عمرو وہ ہے جس نے اپنی قوم کی ضیافت کے لیے شوربہ میں روٹی کو بھگویا، حالانکہ مکہ کے دوسرے لوگ بری طرح قحط کا شکار تھے اور مسلسل فاقوں سے لاغر و کمزور ہو گئے تھے۔

اس کے بعد ہاشم نے اپنے قبیلے کے ہر خاندان کو تجارت کرنے کی ترغیب دی۔ ہر خاندان سال میں دو تجارتی سفر اختیار کیا کرتا۔ سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے قافلے جایا کرتے۔ مشرقی بندرگاہوں سے مشرقی ممالک کا آیا ہوا مال اٹھاتے اور اسے شام اور مصر تک پہنچاتے تھے پھر اسی طرح شام سے مال اٹھاتے اور یمن کی بندرگاہوں پر پہنچاتے۔

اس کاروبار اور تجارت سے انہیں جتنا نفع حاصل ہوتا وہ امیر و غریب آپس میں برابر تقسیم کر لیتے۔ اس طرح تجارت کے نفع کی مساویانہ تقسیم سے چند سالوں میں سارے قریش کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ یہاں تک کہ دولت و ثروت میں عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کا ہمسر نہ تھا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

والخالطون فقیرهم بغنیهم حتی یصیر فقیرهم کالکافی

یعنی ہم (قریش)، وہ لوگ ہیں کہ غریب کو امیر کے ساتھ حصہ دار بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ فقیر بھی کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ اسی حالت میں تھے کہ اسلام کا آفتاب عالمتاب طلوع ہوا۔

مقصود مکہ کے معزز قبیلہ قریش کو اپنے احسانات کی یاد دلائی جارہی ہے۔ پھر انہیں یہ سمجھایا جارہا ہے کہ اس خانہ کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا تو اس کی حفاظت تمہارے ان بتوں نے نہیں کی بلکہ رب العالمین نے پرندوں کی ایک ٹکڑی بھیج کر ابرہہ کے لشکر جرار کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور اس گھر کی حفاظت فرمائی۔

تجارت کا راستہ کھول کر تمہارے لیے خوشحالی اور فارغ البالی کا سامان بھی اللہ تعالیٰ نے فراہم کیا۔ لوگوں کے دلوں میں تمہارا اس قدر احترام پیدا کر دیا جس کے باعث تم بڑے امن و سکون سے جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ تمہارے کاروانِ تجارت کی طرف کوئی میلی آنکھ سے بھی نظر نہیں اٹھا سکتا۔ جس نے تمہیں ان انعامات سے بہرہ ور فرمایا ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۃ القریش مکیہ ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس کی چار آیتیں ہیں

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ﴿۲﴾

اس لیے کہ الفت قریش کے دلوں میں الفت پیدا کر دی ہے ۱ الفت جو ان کو سفر کی جاڑے اور گرمی کے موسم میں ۲

۱ ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش پر گوناگوں بے شمار احسانات فرمائے ہیں انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کے شکر گزار بندے بنتے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے بلکہ بڑے ذوق و شوق سے اس کی عبادت و بندگی میں مصروف رہتے مگر وہ بے احسانات انہیں یاد نہ تھے اور ان کا شکر ادا کرنے کا احساس ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوا اور اس احسان کو قریش بھول گئے کہ اس وادی غیر ذی زرع میں جہاں اناج اور رزق کا حصول بھی دشوار تھا وہاں ان کے پیٹ بھرنے کا کوئی امکان نہیں بے سر و سامانی اور بے بسی زندگی کا یہ عالم تھا یہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی رسانی کا یہ انتظام فرمایا کہ ان کے دلوں میں تجارت کی الفت پیدا فرما دی جاڑے اور گرمی کے موسموں میں یہ لوگ الگ الگ علاقوں میں کاروبار کرنے کے لیے جاتے ہیں اور انہیں کوئی تعرض نہیں کرتا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ باوجود دنیا بھر کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں کہ کسی کے پاس دولت اکٹھی ہو رہی ہے اور بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بن رہے ہیں انہیں چاہیے تھا کہ اس گھر کے رب کی عبادت کا اپنا شعار بنا لیتے اور کسی غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے لیکن ایسا نہ کیا گیا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ لایلف پر جو لام ہے وہ فلیعبدوا سے متعلق ہے اور اس کا متعلق فلیعبدوا ہے۔ علامہ قرطبی نے بھی اسی ترجیح کو پسند کیا ہے۔ کہتے ہیں ای فلیعبدوا ربّ ھذا البیت لایلافھم رحلۃ الشتاء والصیف متعلق ہے قریش پر انہیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں کیونکہ اس نے ان کی معاش کے لیے ان کے دلوں میں موسم سرما اور گرما کے تجارتی سفروں کی الفت و محبت پیدا کی۔

۲ ۔ جس طرح تفصیل سے سورۃ کے تعارف میں بیان کیا جا چکا ہے قریش تجارت پیشہ تھے۔ وہ سردیوں کے موسم میں جزیرۃ العرب کے جنوبی حصے یمن کی بندرگاہوں تک پہنچتے جہاں سے ہندوستان اور مشرقی ایشیا کے دوسرے ممالک کی مصنوعات وغیرہ جو وہاں پہنچتی تھیں انہیں خریدتے اور اونٹوں پر لاد کر شمالی ممالک کے علاقے شام وغیرہ لے جا کر فروخت کرتے۔ اسی طرح گرمی کے موسم میں شام و فلسطین کے ٹھنڈے اور شاداب علاقوں میں جاتے۔ وہاں سے مغربی دنیا کی درآمدات و مصنوعات خرید کر یمن میں لے جا کر فروخت کرتے۔ یہ خرید و فروخت کی بات نہیں سمجھتے تھے وہ بادیہ روی میں کافی مہارت رکھتے تھے یمن اور شام کے درمیان ایک وسیع صحرا ہے۔ یہ لوگ اس کے نشیب و فراز سے واقف تھے۔ اس کے علاوہ کہ وسیع صحرا کی حالت اس زمانے میں عرب میں کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ افراتفری کا دور دورہ تھا۔ جنگجو قبائل کی قتل و غارت گری کا ہمیشہ خطرہ رہتا اور راہزنوں کا تسلط تھا۔ لیکن قریش کو ان تمام خطرات اور راہزنوں کی دست برد سے محفوظ تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ان کے قافلوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتا تھا اور ان کے مال و متاع کی کسی میں ہمت تھی۔ یہ سب کیا تھا اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان تھا اس کے گھر کی برکت سے جس نے عرب کے تمام قبائل کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے قریش کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ

پس انہیں چاہیے کہ وہ عبادت کیا کریں اس خانہ کعبہ کے رب کی ؎ جس نے انہیں رزق دیا ہے کر فاقہ سے نجات بخشی ؎

وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴ ع ۱ / ۲۱

اور امن عطا فرمایا انہیں (اندیشہ و) خوف سے ؎

؎ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی رزق رسانی کا ایسا اعزاز انتظام فرما دیا ہے تو انہیں چاہیے کہ اب اسی ذات کی عبادت کریں جو اس کعبہ کا مالک ہے۔ جس نے ابھی چند سال پہلے یمنی بادشاہ سے اس کی حفاظت کی اور حملہ آوروں کو ایسی عبرت ناک سزا دی کہ اب آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے گا۔

؎ یہاں نہ کھیتی باڑی ہے نہ کوئی صنعت ہے اس لیے ان کی مالی حالت ناگفتہ بہ رہی۔ بسا اوقات فاقہ کشی کی نوبت بھی آجاتی لیکن اس نے اپنی حکمت سے ان کے دلوں میں کاروبار کی رغبت پیدا کر کے ان کو خوشحال بنا دیا۔

؎ جزیرہ عرب میں ہر وقت بدامنی کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ قتل و غارت کی آگ لگی ہوئی تھی۔ عام شاہراہوں پر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہتا۔ کسی مسافر کا سلامتی سے اپنی منزل پر پہنچنا ایک معجزہ تصور کیا جاتا۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ خونریزی اور دہشت میں مبتلا تھا اور دیہات شہروں کی بربادی اور قافلوں کا لوٹا جانا معمول بن گیا تھا۔ لیکن قریش جہاں بھی جاتے خانہ کعبہ کی برکت سے وہاں بھی ان کی عزت کی جاتی۔ ان پر دست درازی کی کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ اس نے لوگوں کے دلوں میں ان کا احترام پیدا کر دیا تھا اور اس کی محض یہ وجہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے خادم ہیں۔

○

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

وصل وسلم وبارك على حبيبك الكريم محمد وآله واصحابه ومن تبعهم الى يوم الدين

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورَۃ الماعون

نام : اس سورت کی آخری آیت میں الماعون کا کلمہ مستعمل ہے۔ یہی اس سورت کا عنوان ہے۔ اس کی سات آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ پچیس کلمات اور ایک سو پچیس حروف پر مشتمل ہے۔

نزول : عطاء و جابر کے نزدیک یہ مدنی ہے۔ حضرت ابن عباس کا ایک قول بھی یہی ہے لیکن جمہور نے اسے مکی سورتوں میں شمار کیا ہے۔

مضامین : اس سورت میں ان لوگوں کے اخلاق و کردار کی تصویر کشی کی گئی ہے جو روزِ جزا پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس فانی زندگی کو ہی انسانی زندگی خیال کرتے ہیں اور اسی کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ اور پر لطف بنانے کی دھن میں مگن رہتے ہیں۔ خودسر ایسے جو معاشرہ میں پائے جانے والے خستہ حال یتیموں کو دھکے دے کر اپنے ہاں سے نکال دیتا ہے۔ جو غریب نانِ خشک کا نہ خود رحم کھاتا ہے اور نہ دوسرے لوگوں کو ان کی اعانت کی ترغیب دیتا ہے۔ از خود تو اس سے انسانی ہمدردی کے جذبہ کا اظہار نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی چار و ناچار اس سے بھلائی صادر ہو جاتی ہے تو ریاء و نمود سے اس کو غارت کر دیتا ہے۔ نیکی کی توفیق سے وہ اس قدر محروم ہے کہ کسی کے لیے کوئی بڑا ایثار تو رہا ایک طرف اس سے تو معمولی نیکی بھی سرزد نہیں ہوتی۔ وہ روزمرہ کے استعمال میں لائی جانے والی چیزیں بھی اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کو استعمال کے لیے نہیں دیتا۔ جس شخص کا کردار یہ ہو اس سے زیادہ بدبخت کون ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کا ہم پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ذلت و رسوائی اور نخوت کے اس گڑھے سے نکلنے اور بلندیوں پر آشیاں بنانے کا درس دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

سورۃ الماعون مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس کی سات آیات ہیں

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲

کیا آپ نے دیکھا ہے اس کو جو جھٹلاتا ہے روز جزا کو ۱ پس یہی وہ (بدبخت) ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو ۲

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴

اور نہیں برانگیختہ کرتا دوسروں کو مسکین کو کھانا کھلانے پر ۳ پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے

۱۔ استفہام اظہار تعجب کے لیے ہے۔ رؤیت سے آنکھوں سے دیکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور کسی کو جاننے اور پہچاننے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔

الدین کے دونوں معنی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ الدین سے مراد دین اسلام ہو۔ یعنی کیا تم اس انسان کے حالات کو جانتے ہو جو دین حق کی تکذیب کرتا ہے۔ اور اگر دین سے مراد روز جزا ہو تو پھر معنی یہ ہو گا کہ جو انسان روز جزا پر ایمان نہیں رکھتا کیا تم نے اس کی اخلاقی پستی کا اندازہ لگایا؟

۲۔ یہاں ف جزائیہ ہے جملہ شرطیہ محذوف ہے یہ جواب اس کی جزا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ هل عرفت الذی یکذب بالجزاء او بالاسلام ان لم تعرفه فذلك الذی۔ یعنی جو روز جزا یا دین اسلام کا منکر ہے۔ اگر تم اس کی حالت کو جانتے ہو تو خیر اور اگر نہیں جانتے تو اب جان لو کہ اس کی اخلاقی پستی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی یتیم اس کے پاس رحمت و شفقت کا خواستگار بن کر آتا ہے تو اس کو اس کی خستہ حالی پر ذرا ترس نہیں آتا۔ اس کی بے بسی اور بے کسی اس کا دل نہیں پگھلا سکتی بلکہ وہ بڑی حقارت آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا ہے اور دھکے دے کر اس کو اپنے پاس سے نکال دیتا ہے۔ دعّ یعنی الدفع بعنف دھکے دے کر نکالنا۔ اس کا دوسرا معنی کسی کو کسی کے حق سے محروم کر دینا ہے۔ ای یدفعه عن حقه (قاله) یتیماً ویظلمه۔ آخر یتیم کے ساتھ ان کے اس سنگدلانہ برتاؤ کی کیا وجہ ہے؟

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہیں اس سنگدلانہ برتاؤ کی وجہ سے کسی رد عمل کا کوئی اندیشہ نہیں۔ انہیں یقین ہے کہ یتیم بچوں سے ان کا حق چھین لینے کے خلاف کوئی صدائے احتجاج بلند نہ ہو گی اور یتیمی، کمزوری اور ناتوانی کے باعث ان کی ساکھ میں کمی واقع نہ ہو گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت پر انہیں یقین نہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس یتیم کے ساتھ کوئی احسان کیا تو یہ بے چارا بے سہارا کسی طرح بھی نہیں اس کا کیا معاوضہ دے گا۔ جہاں وہ کسی چیز پر خرچ کر کے منافع کی امید ہو وہاں اپنا مال خرچ کرنا پسند کرتے ہیں ورنہ اسے فضول خیال کرتے ہیں۔ اگر انہیں قیامت پر یقین ہوتا تو وہ اس امید پر اس بچے کے ساتھ احسان و مروت کا سلوک کرتے کہ اگرچہ یہاں تو بچہ اس کا کوئی معاوضہ نہیں دے سکے گا جب قیامت برپا ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس کو اس کا کئی گنا معاوضہ ملے گا۔

۳۔ قیامت پر ایمان نہ رکھنے والے انسانی ہمدردی کے جذبہ سے کس قدر بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ وہ خود تو ان یتیموں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾

جو اپنی نماز (کی ادائیگی) سے غافل ہیں ۵؎ وہ جو ریاکاری کرتے ہیں ۶؎

کچھ امداد کر سکنے کی گنجائش نہ تھی یا بخل نے ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن دوسرے لوگوں کو تو ان مسکین لوگوں کی ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ترغیب دے سکتے تھے۔ وہ یہ بھی نہیں۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی غریب ان کے نزدیک امداد و اعانت کا مستحق نہیں۔ انہوں نے ایک خود ساختہ ضابطہ بنا رکھا ہے کہتے ہیں ﴿أَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ﴾ یعنی اگر اس غریب کو فارغ البالی کی مناسب ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کس چیز کی کمی تھی۔ وہ خود اس کو ضروریات زندگی مہیا فرما دیتا۔ جب اسی نے اسے مفلس و کنگال بنا رکھا ہے تو ہم اپنی کمائی کیوں ضائع کریں کہ ایسے شخص کی امداد کر کے مشیت خداوندی کا مقابلہ کریں۔

ان آیات میں غور فرمائیے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب معاشرہ کے بے سہارا اور ضرورت مند افراد کی امداد اور ان کو ضروریات زندگی فراہم کرنے کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔ جو لوگ اسلامی تعلیمات کے اس پہلو کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے وہ کتنے گناہ گار ہیں اور ان کے دین میں کتنی شکل اور تنگی پائی جاتی ہے۔

۴؎ اس کا ترجمہ طعام المسکین کیا گیا ہے یعنی ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ لیکن دوسرے علماء نے طعام سے مراد غذا ہی لی ہے۔ اگرچہ وہ غذا اس محتاج کی ملکیت سے ہی ہو جسے اس کو کھلایا جائے اور جو اپنے ہاتھوں سے غریبوں کو دے رہا ہے۔ تاہم یہاں اس کی اضافت المسکین کی طرف کر کے یہ بتایا کہ یہ طعام اس مسکین کا حق ہے۔ گویا یہ طعام دینے والے کی ملکیت نہیں بلکہ فی الواقع اسی کا ہے۔ دینے والا دے کر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ اسی کی چیز اسی کو دے رہا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: بلفظ المسکین کانه مالک لما یعطی له ففیه اشارة الی النهی عن الامتنان (روح المعانی)

۵؎ کچھ لوگ تو آخرت کا انکار کرتے تھے ان کا حال تو آپ نے سن لیا۔ اب ذرا ان منافقین کا حال بھی سنیے جنہوں نے بظاہر تو اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرے میں شامل کر رکھا ہے لیکن ان کے دلوں میں قیامت پر ایمان نہیں۔ اسی لیے نماز کے بارے میں یوں غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ساھون، غافلون یعنی نماز کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ پڑھا یا نہ پڑھا۔ پڑھ لی تو بھی خیر، نہ پڑھی تو انہیں کوئی فکر نہیں۔ اگر نماز پڑھتے ہیں تو کسی لالچ کے لیے ورنہ نہیں پڑھتے اور اگر نہیں پڑھتے تو کسی عذاب کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اگر لوگوں میں گھر گئے تو نماز پڑھ لی اور تنہا ہوئے تو چھوڑ گئے یا نماز پڑھتے ہیں لیکن صحیح وقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یونہی بیٹھے گپیں ہانکتے رہتے ہیں اور جب وقت ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے تو جلدی سے اٹھتے ہیں اور چار ٹھونگیں مار کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ یا نماز میں جس خشوع و خضوع کی ضرورت ہے اس کی انہیں ہوا تک نہیں لگی۔ کھڑے ہو کر نماز میں ہوتے ہیں لیکن دل اکتا رہا ہوتا ہے۔ پڑھتے ہیں یہ عبادت وہ کیا الٰہی کی لذت سے کبھی سرشار نہیں ہوتے۔ غفلت کی یہ سب قسمیں ہیں۔ بہرحال مومن کو چاہیے کہ ان تمام سے بچے اور نماز پوری پوری ادا کرنے کی کوشش کرے۔ علامہ زمخشری نے کیا پیاری بات کہی ہے فرماتے ہیں: الحمد لله الذی قال عن صلاتهم ولم یقل فی صلاتهم، یعنی اللہ کا شکر ہے کہ عن صلاتهم فرمایا۔ فی صلاتهم نہیں فرمایا۔ ورنہ شاید ہی کوئی نمازی اس وعید سے محفوظ رہتا۔ ہر مسلمان کو اپنی نماز میں سہو و نسیان سے کبھی نہ کبھی سابقہ پڑ جاتا ہے۔ اس کی تلافی کے لیے سجدہ سہو کا حکم دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

اور (مانگی) نہیں دیتے روز مرہ استعمال کی چیز ۷؎

۶؎ نماز کے معاملہ میں غافل ہونے کے ساتھ ساتھ ریاکار بھی ہیں۔ کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں کرتے۔ خلوص نیت سے یکسر محروم ہیں۔ جو نیکی کرتے ہیں اس خیال سے کرتے ہیں کہ لوگ انہیں نیک کہیں گے۔ ان کی عبادتوں کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت پیدا ہو جائے گی۔ انہیں شہرت و ناموری حاصل ہو گی اور اس طرح وہ دنیوی منفعتیں اور مفادات آسانی سے حاصل کر سکیں گے۔

۷؎ ماعون کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت سیدنا علی، ابن عباس، محمد بن حنفیہ کی رائے میں ماعون سے مراد زکوٰۃ ہے لیکن علمائے تفسیر کی کثیر جماعت نے اس کا معنی روز مرہ استعمال کی چیزیں بتایا ہے جو ہر پڑوسی بوقت ضرورت اپنے پڑوسی سے مانگ لیتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کر کے اسے واپس کر دیتا ہے جیسے ہنڈیا، ڈول، کلہاڑا، چقماق وغیرہ وغیرہ۔

منکرین قیامت کی اخلاقی پستی، منافقین کی عبادات سے حقیقی بے اعتنائی اور ریاکاری اور اپنے ہمسایوں، عزیزوں، دوستوں، قریبی رشتہ داروں سے عام ضرورت کی چیزوں کو روکنے کی قبیح عادت کا ذکر کر کے مسلمانوں کو ان سے اجتناب کی تلقین کی۔ بتایا یہ خصلتیں ان لوگوں کی ہیں جو دین کو نہیں مانتے۔ جن کے دلوں میں نفاق کی غلاظت ہے۔ تم اگر قیامت پر ایمان رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے پر یقین رکھتے ہو تو تمہیں اپنے دامن کو ان آلائشوں سے ہرگز آلودہ نہ ہونے دینا چاہیے ورنہ تم بھی ان لوگوں میں سے قرار دیئے جاؤ گے اور تمہارا کوئی عمل قبول نہیں ہو پائے گا۔

○

لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين فاطر السموات والارض انت وليى فى الدنيا والآخرة توفنى مسلما والحقنى بالصالحين۔

يا رب صل وسلم على من خلقه عظيم واسوته حسنة وشمائله سنية وعلى آله واصحابه وحزبه الى يوم البعث۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الکوثر

نام : اس سورۂ طیبہ کا نام الکوثر ہے جو اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ یہ ایک رکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے دس کلمات اور بیالیس حروف ہیں۔

نزول : علامہ جلال الدین سیوطی نے اس سورت کے نزول کے بارے میں دو قول لکھے ہیں۔ ایک حضرت انس کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سورت کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا اور ان کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم حضور کی خدمت میں حاضر تھے اچانک نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضور کا سر مبارک جھک گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تبسم فرماتے ہوئے اپنے سر کو اٹھایا لوگوں نے تبسم کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابھی مجھ پر یہ سورت نازل فرمائی ہے۔ پھر الکوثر کی تلاوت کی لیکن ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، ام المومنین عائشہ صدیقہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ان اکابر صحابہ کے قول کو بہرحال حضرت انس کے قول پر ترجیح دی جائے گی۔ اور ان کی اس روایت کی توجیہ یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ کئی سورتیں ایسی ہیں جن کا نزول متعدد بار ہوا ہو سکتا ہے یہ سورت اس محفل میں کسی خاص حکمت کے پیش نظر دوسری بار نازل کی گئی ہو۔ اس کی تائید حضرت انس کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جسے امام مسلم اور ترمذی و دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک نہر دیکھی۔ اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے نصب تھے میں نے جب اس کے پانی میں ہاتھ مارا تو اس سے خالص کستوری کی مہک اٹھنے لگی۔ اس کے بارے میں جبرئیل سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ھذا الکوثر الذی اعطاکہ اللہ۔ یعنی یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ معراج تو مکہ میں ہوئی، اسی رات کو الکوثر کے عطا فرمائے جانے کا مژدہ ملا۔ اس لیے اس کی اطلاع بھی مکہ میں ہی دی گئی ہوگی۔ چنانچہ سیوطی لکھتے ہیں : المشھور بین اھل التفاسیر والمغازی انہ ھذہ السورۃ مکیۃ (درمنثور) یعنی علماء تفسیر اور مغازی کے نزدیک یہی بات زیادہ مشہور ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اس کا انداز بیان بھی مکی سورتوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

شان نزول : ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ ایک صاحبزادے کا نام نامی قاسم اور دوسرے کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ان کا لقب طیب اور طاہر بھی ہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے یہاں کے باشندے حضور کا بڑا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کی ذات سے بڑی حسین توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ آپ کی سیرت و کردار سے وہ اتنے متاثر تھے کہ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضور نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر جب قولوا لا الٰه الا الله تفلحوا کی دعوت دی تو اہلِ مکہ کے تیور بدل گئے۔ دلوں میں نفرت، حقارت اور عداوت کے جذبات اُمڈ آئے۔ انہیں حضور کی ہر بات سے چڑ ہو گئی۔ ہر وہ واقعہ جس سے نبی کریم کے خاطر عاطر کو رنج پہنچتا ان کے لیے وہ مسرت و شادمانی کا باعث بنتا۔ چنانچہ جب دونوں صاحبزادے یکے بعد دیگرے کمسنی میں وفات پا گئے تو ان جاہلوں پر ایک گونہ ابتہاج طاری ہوا بلکہ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور خوشی کے شادیانے بجائے۔ ان کے اعتقادات، ان کے رسم و رواج اور ان کے تمدن و معاشرہ کو اسلام سے جس سنگین قسم کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا اس کی شدت میں کمی آگئی۔ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو بہلانا شروع کر دیا کہ جب ان کی شمع زیست بجھے گی تو ان کا یہ لایا ہوا دین بھی دم توڑ دے گا۔ بیٹا تو کوئی ہے نہیں جو اس سلسلہ کو جاری رکھ سکے۔

ابتر: اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا کوئی فرزند نہ ہو۔ قریش کے گستاخ یہی لفظ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے حق میں استعمال کرتے تھے۔ ابولہب شقی پیش پیش تھا، لیکن بغض و عناد کی یہ حالت تھی کہ جب حضور کے دوسرے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو اس کی خوشی کی حد نہ رہی۔ دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو یہ مژدہ جانفزا سنایا بتر محمد اللیلة۔ یعنی آج رات محمد کی نسل منقطع ہو گئی ہے۔ عاص بن وائل بھی یہی کہا کرتا تھا: ان محمدا ابتر لا ابن له یقوم مقامه بعده فاذا مات انقطع ذکره واسترحتم منه۔ یعنی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتر ہیں۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں جو ان کی وفات کے بعد ان کا جانشین بنے جب یہ فوت ہو جائیں گے ان کا ذکر مٹ جائے گا اور اس وقت تمہیں راحت و آرام کا سانس لینا نصیب ہو گا۔

اس قسم کی دل آزاریاں جب تہذیب و شائستگی کی ساری حدود کو توڑنے لگیں۔ ان کے طعن و تشنیع کے تیروں سے صبر کا دامن تار تار ہونے لگا۔ اس وقت اللہ کریم نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول پر یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی جس میں انتہائی مختصر اور انتہائی مؤثر انداز میں ان بے حد و بے حساب خیرات و برکات کا مژدہ سنایا گیا جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مالک بنا دیا تھا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ بتا دیا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے محبوب کا ذکر مٹ جائے گا۔ ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ لیکن تمہارا یہ سراسر غلط ہے۔ میرے پیارے رسول کا چشمۂ فیض تا ابد جاری رہے گا۔ دنیا اس سے ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتی رہے گی۔ اہلِ دل اس کی بارگاہ و جلال میں اپنے عقیدت و محبت کے رنگین پھول پیش کرتے رہیں گے۔ اربابِ ذوق و شوق بزمِ عالم کو اس کے ذکرِ خیر سے آباد رکھیں گے۔ درود و سلام کی نوع بہ نوع صدائیں ہر لحظہ گلشنِ ہستی کے لیے فرحت و بہار آفرین رہیں گی جب تک میری کبریائی کا پرچم فرش و عرش پر لہرا رہا ہے اس وقت تک میرے پیارے رسول کا ذکر ہوتا رہے گا۔ یہ شمع جس کو میں نے خود روشن کیا ہے۔ تند و تیز طوفانوں کے باوجود ہمیشہ فروزاں رہے گی۔

ابتر تو وہ ہو گا، نام و نشان تو اس کا مٹے گا، جڑ تو اس کی کٹے گی جس کے دل میں میرے نبی کریم کی عداوت ہو گی۔ سلام

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی چودہ صد سالہ تاریخ اس ارشادِ خداوندی کی تصدیق و توثیق کر رہی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا بلکہ ان لوگوں نے خود دیکھا کہ چند سال بعد وہ دل و جان سے اس کے خادم اور پیروکار بن گئے تھے۔ وہ ذاتِ اقدس و اطہر جس نے ایک تاریک شب میں مکہ سے بڑی بے سرو سامانی کی حالت میں ہجرت کی تھی جس کا رفیقِ سفر صدیق اکبر کے بغیر اور کوئی نہ تھا، چند سال بعد وہ دس ہزار کا لشکرِ جرار لے کر مکہ کی سمت بڑھا تو مکہ نے اپنے بند دروازے اس کے استقبال کے لیے کھول دیے اور قریش کے سارے سردار گردنیں جھکائے ہوئے اس کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

ایک نکتہ اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ قرآن کریم میں جس جس موقع پر حضور رحمۃ للعالمین کی شانِ رفیع کا بیان ہوا ہے ان تمام آیات میں ایک بات قدرِ مشترک ہے وہ یہ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد اپنے حبیب کی شان بیان کی ہے۔ مثلاً سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اسی طرح یہاں بھی انا اعطینٰک الکوثر۔ اس کی حکمت کیا ہے؟ جہاں تک اس ناقص کی فہمِ نارسا کی رسائی ہے مجھے تو اس میں دو حکمتیں جلوہ کناں نظر آتی ہیں۔ ایک یہ کہ لوگ حضور کے بے اندازہ کمالات کو دیکھ کر حضور کو خدا سمجھنے لگیں۔ بتا دیا کہ یہ کمالات ان کے ذاتی نہیں، بلکہ میں جو رب السموات والارض ہوں میں نے انہیں ارزانی فرمائے ہیں۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ کوئی کم نظر حضور کے کمالات کا انکار نہ کر سکے کیونکہ یہ سب کمالات خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں جو علیم بھی ہے حکیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے جو کمالاتِ رسالت کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اس کی صفتِ جود و عطا کا انکار کرتا ہے۔

الحمد للہ الذی اعطی نبینا من المواھب السنیۃ ما لا تحصی والمحامد الجلیلۃ ما لا تعد۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ الکوثر مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں تین آیات ہیں

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ

بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر) بکثرت عطا فرمایا ۱؎ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لیے اور قربانی دیا کریں ۲؎

۱؎ حضور رحمت عالمیان شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و کمالات کے ذکر کا جو سلسلہ سورۃ والضحیٰ سے شروع ہوا ہے وہ ابھی جاری ہے۔ ان تمام درمیانی سورتوں میں مختلف انداز میں اللہ تعالیٰ نے ان انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے حبیب لبیب پر اور اس کے طفیل اس کی امت پر فرمائے ہیں۔ اس سورت میں ان تمام عنایات کو الکوثر کے ایک کلمہ میں سمو کر رکھ دیا گیا ہے۔ حق میں حسین لمحات کے ایک ایک جلوہ کو گنتی ہے اور سرشار ہوتی ہے۔ اس کی یکجا تجلی وہ جانفزا ہے کہ عقل و دانش کی بصیرتیں بھی کھو جاتی ہیں۔ دل اس حسن سرمدی کی دلنوازیوں پر قربان ہوتا ہے۔ اس کی ایک ایک ادا جانفزا اور روح پرور ہے۔ اس کا ایک ایک انداز روح افزا اور ایمان افروز ہے۔ جب اپنے حبیب کی شان بیان کی گئی ہے وہاں اسلوب بھی نرالا اختیار کیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا إِنَّا۔ ہم نے۔ جمع کی ضمیر استعمال ہوئی۔ جمع کا صیغہ کبھی کثرت اور کبھی تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور کبھی عظمت و شان کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ یہاں یہی مقصد ہے۔ یعنی ہم نے جو زمین و آسمان کے خالق و مالک ہیں، ہم جو وجود بخشنے والے اور کمال عطا فرمانے والے ہیں، ہم جن کے جود و کرم کا وسیع دستر خوان ہر وقت بچھا رہتا ہے اور ہر ایک کے لیے صلائے عام ہے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ جو چیز ہم عطا فرما دیں اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو چیز ہم عطا فرمائیں اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔

یہاں آتینا کے بجائے اعطینا ذکر ہوا ہے۔ ان دونوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے۔ اعطیٰ کے لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور رقمطراز ہیں:

الاعطاء والمعاطاة جميعاً: المناولة وقد عطاه الشيء وعطوت الشيء تناولته باليد۔ یعنی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز کسی کے حوالے کر دینا۔ (لسان العرب)

اس تحقیق کی رو سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے الکوثر آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ کو اس کا مالک بنا دیا۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کئی تاکیدیں ہیں۔ منها التصدير بإن ومنها الجمع للتعظيم ومنها لفظ الإعطاء دون الإيتاء وفي الإعطاء دليل التمليك دون الإيتاء ومنها صيغة الماضي الدالة على التحقيق۔ (تفسیر مظہری)

ترجمہ: اس آیت کی ابتداء إنّ سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ پھر ضمیر جمع ذکر کی گئی ہے جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔ نیز یہاں اعطاء کا لفظ استعمال ہوا ہے ایتاء کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت دینے کا جو مفہوم ہے ایتاء میں یہ معنی نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ ذکر کیا جو تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ کام ہو گیا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں وفی اسناد الاعطاء الیہ دون الایتاء اشارة الی ان ذلک ایتاء علی جهة التملیک۔ یہاں اعطاء کا اسناد ضمیر متکلم کی طرف کیا گیا ہے ایتاء کا نہیں۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے۔ کیا شان ہو گی عطا فرمانے والے کی اور کیا مقام رفعت و جلالت ہے لینے والے کا۔

اب ذرا الکوثر کو سمجھنے کی کوشش کیجیے تب آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں فضائل و مکارم کے کتنے سمندر سمو دیے گئے ہیں۔

۱۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں الکوثر: فوعل من الکثرة صیغة مبالغة الشیء الکثیر کثرة مفرطة۔ کوثر کثرت سے ماخوذ ہے اس کا وزن فوعل ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔

۲۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں والعرب تسمی کل شیء کثیر فی العدد والقدر والخطر کوثرا۔ یعنی جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں۔ یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں کا ذکر ہوتے ہیں لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء فرماتے ہیں اگر ایک چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کثیر تعداد بے حساب عطا کی ہوتی تو اس کو ذکر کر دیا جاتا۔ اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کے بیان کا تکلف کیا جاتا۔ یہاں تو بات یہ ہے کہ جو عطا فرمایا بے عد و بے حساب عطا فرمایا۔ کس کا ذکر کیا جاتا اور کس کا ذکر نہ کیا جاتا۔ اس لیے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو تلاش کرنے کے لیے ذہن کو چھوڑ دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں خواہ ان کا تعلق علم و حکم سے ہو، جود و کرم سے، عفو و درگزر سے، الغرض جن محاسن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سرفراز فرمایا وہ ایک سمندر ہے بے پایاں، بے کنار، جس کی حد کوئی نہیں پا سکتا۔

علمائے تفسیر نے الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ چند آپ بھی سماعت فرمائیے۔

۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمائی ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الکوثر نهر فی الجنة حافتاه من ذهب ومجراه علی الدر والیاقوت تربته اطیب من المسك وماؤه احلی من العسل وابیض من الثلج۔

ترجمہ: یعنی حضور نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔

۲۔ اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے جس کے کناروں پر پیالے اتنی کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تاکہ حبیب پاک کی امت کے کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ اس حوض کے بارے میں احادیث متواتر ذکر ہیں اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے۔ وان علی ارکانها الاربعة خلفاء الاربعة۔ اس کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

۳۔ النبوة۔ انبیاء تو حضور سے پہلے بھی تشریف لاتے رہے لیکن نبوت محمدیہ کے فیوض و برکات کی کثرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ نبوت کا دامن ساری نوع انسانیت کو محیط ہے بلکہ آپ ساری کائنات کے نبی ہیں۔ آپ کا ابر رسالت زمان و مکان کی حدود سے

www.KitaboSunnat.com

آشنا نہیں۔

۴۔ کوثر سے مراد قرآن کریم ہے۔ انبیاء سابقین کو بھی صحائف اور کتابیں دی گئیں لیکن جو جامعیت اور ابدیت اس کی تعلیمات میں ہے اس کی نظیر کہیں۔ علوم و معارف کے جو خزینے اس صحیفۂ رشد و ہدایت میں مستور ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ انسانی زندگی کے کسی گوشے پر جس طرح اس کتاب مبین کا نور ضیا پاشیاں کر رہا ہے وہ کسی بصیرت والے سے مخفی نہیں۔

۵۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

۶۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے۔ جتنے صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے کسی دوسرے نبی اور رسول کے اتنے صحابی نہیں ہوئے۔

۷۔ اس سے مراد رفعت ذکر ہے۔ ساری کائنات کی فضائیں اس نغمہ سے لبریز ہیں جس طرح اس نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کا ڈنکا بج رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

۸۔ قال جعفر الصادق علیہ وعلی آبائہ الکرام السلام۔ نور قلبہ دلہ علی اللہ تعالیٰ وقطعہ عما سواہ۔ یعنی امام جعفر صادق کے نزدیک کوثر سے مراد حضور کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کی اور ما سوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

۹۔ مقام محمود۔ روز محشر حبیب مشفع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

۱۰۔ حضرت ابن عباس نے الکوثر کی تفسیر یہ بیان کی ہے الخیر الکثیر۔ یعنی خیر کثیر۔

حضرت سعید بن جبیر نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے۔ ہو من الخیر الکثیر۔

علامہ آلوسی الکوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ والاظہر ان جمیع نعم اللہ تعالیٰ داخلۃ فی الکوثر ظاہرۃ وباطنۃ۔ فمن الظاہر خیرات الدنیا والآخرۃ ومن الباطنۃ العلوم اللدنیہ الحاصلۃ بالفیض الالٰہی بغیر اکتساب۔ یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہو گئے ہیں۔

علامہ قرطبی نے بھی اسی سے ملتی جلتی تشریح کی ہے۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں انہ الخیر الکثیر والنعم الدنیویۃ والاخرویۃ من الفضائل والفواضل ...... وتفسیرہ بالنہر ونحوہ من تفسیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاہ بالنہر من باب التمثیل والتخصیص لکنہ۔ یعنی کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور دنیوی و اخروی نعمتیں بھی فضیلتیں اور فضائل سب شامل ہیں۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ احادیث میں کوثر کا معنی نہر بتایا گیا ہے یہ بطور تمثیل ہے۔

۲؎ پہلی آیت میں بے پایاں عنایات سے اپنے حبیب کو سرفراز کرنے کا ذکر فرمایا اب ان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔ ارشاد ہے اے حبیب! اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کرو اور اسی کی خاطر قربانی دیا کرو۔ کم ظرف لوگ کھاتے تو اللہ تعالیٰ کے دسترخوان سے ہیں پلتے اس کی رحمت کے گہوارے میں ہیں یہ نشوونما اس کے فرش لطف و کرم پر پاتے ہیں لیکن جب سر جھکانے کا وقت آتا ہے تو یہ عبادت باطل معبودوں کی کرتے ہیں۔ قربانیاں بتوں کے نام پر دیتے ہیں۔ اے میرے محبوب! آپ ان کی روش کو اختیار نہ کرنا۔ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾

یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام و نشان ہوگا۔ ۳

سب سے بڑی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔

اس عبدِ منیب اور حبیبِ لبیب کی تعمیلِ ارشاد کی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے رہتے یہاں تک کہ پاؤں میں سوج آ جاتے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور تو معصوم ہیں پھر اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں۔ فرمایا افلا اکون عبدًا شکورًا کیا میں اپنے رب کی بے پایاں نعمتوں پر اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ساری عمر یونہی عبادت و ذکرِ الٰہی میں بسر ہوئی۔ روز و شب کا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزرتا تھا۔ جس نبیِ کریم، ہادیٔ معظم کی ساری زندگی یوں رکوع و سجود اور خشوع و خضوع میں گزری اس کی امت اگر اپنے رب کے ذکر سے محروم ہو جائے ان کی پیشانیوں پر اگر سجدوں کے نشان چمک نہ رہے ہوں انہیں اگر نماز کی سعادت نصیب نہ ہو تو اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳۔ شانئ: مبغض، جس کے دل میں بغض و عداوت ہو اس کو شانی کہتے ہیں۔ ابتر: بتر سے ہے جس کا معنی ہے القطع۔ کسی چیز کو کاٹ دینا۔ اہلِ لغت کے نزدیک وہ مرد جس کا فرزند نہ ہو اسے ابتر کہتے ہیں۔ وہ چوپایہ جس کی دم نہ ہو اسے بھی ابتر کہتے ہیں۔ ہر بے خیر و برکت کام جس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اس کو بھی ابتر کہتے ہیں۔ (قرطبی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم، پھر زینب، پھر عبداللہ، پھر امِ کلثوم، پھر فاطمہ، پھر رقیہ۔ صلی اللہ علی ابیہم وعلیہم اجمعین۔ پہلے قاسم کا انتقال ہوا پھر عبداللہ جن کا لقب طیب و طاہر ہے، دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوائے نبوت کے بعد تو سارے کے سارے دشمن ہی بن گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے دونوں فرزند فوت ہو گئے ہیں اب صرف صاحبزادیاں ہی ہیں تو انہوں نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں۔ عاص بن وائل کہنے لگا قد انقطع نسلہ یعنی ان کی نسل منقطع ہو گئی یہ ابتر ہیں۔

کفار جب اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھتے تو اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے کہ کوئی بات نہیں یہ چند روزہ کھیل ہے۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں جو ان کے بعد اس مشن کو جاری رکھ سکے۔ یہ چند سال کے مہمان ہیں۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو ان کا یہ دین بھی نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت سے ان کی گستاخیوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ ان کی تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ فرمایا جو میرے محبوب کا دشمن ہوگا، جو اس کے دین کا بدخواہ ہوگا، جو اس کے نظامِ شریعت سے برسرِ پیکار رہے گا وہ مٹ جائے گا۔ اس کی قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کر دے گی۔ اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا۔ اس کی اولاد بھی اس کا نام لینا چھوڑ دے گی۔ اس کی طرف ہر قسم کی نسبت ان کے لیے باعثِ ننگ و عار بن جائے گی اور میرے محبوب کی یہ شان ہے کہ اس کا ہر متبع خواہ وہ کسی قبیلہ کا فرد ہو، کسی ملک کا بسنے والا ہو، کوئی زبان بولنے والا ہو، میرے محبوب کریم کے ذکرِ پاک کی شمع ہر وقت روشن رکھے گا۔ دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چلتی ہے لیکن میرے پیارے حبیب کی نسل ان کی نورِ نظر لختِ جگر خاتونِ جنت سیدہ طاہرہ

www.KitaboSunnat.com

ذریت طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چلائے گا اور اس نسل میں اتنی برکت دوں گا کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔

یہ سورت اپنے اختصار و ایجاز کے باوصف فصاحت و بلاغت کا وہ مرقع جمیل ہے کہ فصحائے عرب، بلغائے حجاز کو بھی اسے پڑھ کر کہنا پڑا۔ ما ھذا کلام البشر۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

○

الحمد للہ والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا رسول اللہ الذی اعطاہ ربہ الکوثر۔ کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون۔ اللّٰھم ارزقنا حبہ واتباعہ واحشرنا فی زمرتہ تحت لوائہ واغفر لنا ولوالدینا وذریتنا بشفاعتہ یا رب العٰلمین یا اکرم الاکرمین۔

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعارف

سُورۃُ الکافرون

نام : اس سورت کا نام الکافرون ہے۔ اس کی آیتیں چھ اور ایک رکوع ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد چھبیس اور حروف کی تعداد چورانوے ہے۔

نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور حضور نے مجمع عام میں جا کر اس کی تلاوت کی۔

مقاصدِ نزول : باطل بڑا عیار ہے، حق سے نبرد آزما ہونے کے لیے وہ طرح طرح کے بھیس بدل کر آیا کرتا ہے۔ کسی قسم کا حربہ استعمال کرنے میں اسے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ بسا اوقات وہ اپنے موقف میں بھی بے حد لچک پیدا کر لیا کرتا ہے۔ اس کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ حق، حق نہ رہے۔ باطل تو بہرحال میں باطل ہے، کسی چیز کی ملاوٹ اس کے بطلان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی بلکہ جو پاک چیز اس میں ملے گی وہ بھی پلید ہو جائے گی۔ وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ حق صرف اس وقت تک حق ہے جب تک یہ ہر قسم کی ملاوٹ اور آمیزش سے پاک ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو ابتدا میں کفار نے اس کو درخورِ اعتنا ہی نہ سمجھا، لیکن سعادت مند روحیں اس کی طرف جب کھچ کھچ کر جانے لگیں انہیں اپنے ماحول میں تبدیلی کے کچھ آثار دکھائی دینے لگے تو انہوں نے اس دعوت کی طرف توجہ دینی شروع کی۔ انہوں نے سوچا کہ ہمارے پاس بے پناہ وسائل ہیں۔ اس داعیٔ حق کو خریدنے کے لیے ہم بڑی سے بڑی قیمت ادا کر سکتے ہیں؛ چنانچہ حضرت ابو طالب کی معرفت سودا بازی کا آغاز ہوا۔ کفار کے ایک وفد نے جناب ابو طالب سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کرتا ہے وہ ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ آپ قوم کے سردار ہیں، ہمارے دلوں میں آپ کا از حد احترام ہے۔ اسی وجہ سے ہم آپ کے بھتیجے کی باتیں سن کر اب تک خاموش رہے ہیں، لیکن اب پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ آپ اپنے بھتیجے کو کہیں کہ اگر اس کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم سونے چاندی کا ڈھیر اس کے قدموں میں لگانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر اس کو حاکم بننے کا شوق ہے تو ہم متفقہ طور پر اس کو اپنا رئیسِ اعلیٰ تسلیم کرنے پر رضامند ہیں اور اگر کوئی رشتہ مطلوب ہے تو وہ صرف اشارہ کر دیں ہم فخر و مسرت کے ساتھ وہ رشتہ پیش کر دیں گے۔

طالع آزما لوگ جو مذہب و دین کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے بطور زینہ استعمال کرتے ہیں، انہی چیزوں میں سے کوئی چیز ان کا مقصود ہوا کرتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ان کی یہ پیشکش سنی تو فرمایا کہ وہ نادان مجھے پہچان نہیں سکے۔

میرے دائیں ہاتھ پر اگر وہ سورج لاکر رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند لاکر رکھ دیں تو بھی میں اپنے رب کی توحید کی تبلیغ میں رائی برابر بھی سستی نہیں کروں گا۔

جب اس سودابازی میں ناکام ہوئے تو انہوں نے ایک اور چال چلی۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب اور امیہ بن خلف وغیرہ سارے اکٹھے ہو کر ایک روز حضور کے پاس آئے۔ کہنے لگے آپ کی تبلیغ اور دعوت سے قوم میں انتشار و افتراق پھیل رہا ہے یہ کسی اچھے مستقبل کا پیش خیمہ نہیں۔ اگر ہمارے اور آپ کے درمیان انتشار کی یہ خلیج یونہی وسیع ہوتی چلی گئی تو ایک دن ایسا آئے گا جب ہماری قوت کا جنازہ نکل جائے گا۔ اور دشمن قبائل ہم پر حملہ بول کر ہمیں ختم کر کے رکھ دیں گے۔ اس صورت حال سے ہم بہت پریشان ہیں۔ آؤ ایک ایسی تجویز پر متفق ہو جائیں کہ آپ کی بات بھی رہ جائے اور قوم کی یکجہتی اور اتحاد بھی برقرار رہے۔ اس کے لیے انہوں نے یہ تجویز پیش کی۔ ایک سال ہم سب مل کر آپ کے خدا کی عبادت کیا کریں اور دوسرے سال آپ ہمارے ساتھ مل کر ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں۔ یہ تجویز سن کر نبی کریم نے فرمایا: معاذ اللہ ان اشرک باللہ غیرہ۔ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤں۔ اس وقت یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی جس نے ان کی ساری امیدوں کو خاک میں ملا دیا اور انہیں ہمیشہ کے لیے مایوس کر دیا کہ وہ اپنی حیلہ سازیوں سے حق کو اپنے دام فریب میں پھانس سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حرم میں تشریف لے گئے کفر و شرک کے سارے سرغنے وہاں جمع تھے مجمع عام میں بڑی جرأت کے ساتھ حضور نے یہ سورت پڑھ کر انہیں سنائی تاکہ ان کے دل میں پھر اس قسم کے فاسد خیال پیدا ہونے کا امکان ہی نہ رہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۃ الکافرون مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس کی چھ آیات ہیں

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ

آپ فرما دیجیے اے کافرو! ۱ میں عبادت نہیں کیا کرتا ان (بتوں) کی جن کی تم پرستش کرتے ہو ۲ اور نہ ہی تم عبادت

۱ وہ لوگ اگرچہ کفر و شرک میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے لیکن اپنے آپ کو کافر کہتے اور نہ یہ پسند کرتے کہ ان کو کافر کہا جائے۔ حضور کریم کو یہاں انہیں یایھا الکافرون سے خطاب کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ گویا اعلان کر دیا کہ مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں۔ میرے دل میں تمہارے لیے کوئی عزت و احترام نہیں اور نہ ہی میں کسی مداہنت کے پیش نظر تمہارے لیے کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا روا رکھتا ہوں جس سے اس قسم کا شبہ تک بھی پیدا ہو۔ میرے نزدیک تم کافر ہو اور میں اسی لفظ سے تمہیں مخاطب کر رہا ہوں نیز کافرون کہہ کر اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ میری تمہاری کوئی ذاتی مخاصمت نہیں۔ میری اور تمہاری عداوت کی وجہ یہی ہے کہ میرے اور تمہارے بنیادی معتقدات میں تصادم ہے۔ میں نے تو فقط اس لیے تم سے قطع تعلق کر لیا ہے کہ تم نے کفر کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اگر تم کفر و شرک کو چھوڑ دو اور ایمان قبول کر لو تو میری اور تمہاری دشمنی اجنبیت و الفت میں بدل جائے گی میں تمہیں اپنے سینے سے لگا لوں گا اور ہم سب توحید کے پرچم کے نیچے متحد و متفق ہو جائیں گے۔

۲ ان آیات کا ترجمہ تو واضح ہے۔ بظاہر ان میں تکرار نظر آتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں۔ پہلی دو آیتیں مستقبل سے متعلق ہیں اور پچھلی دو آیتیں ماضی سے تعلق رکھتی ہیں۔ دو ٹوک الفاظ میں فرما دیا کہ نہ میں نے زمانہ ماضی میں کبھی تمہارے معبودان باطل کی پرستش کی اور نہ آئندہ کبھی تم مجھ سے اس کی توقع کر سکتے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایک سال تمہارے معبودوں کی پرستش کروں اور ایک سال تم میرے خداوند حقیقی کی عبادت کرو۔ کان کھول کر سن لو ایک سال تو بڑا لمبا عرصہ ہے میں تو ایک لمحہ کے لیے بھی تمہارے ان جھوٹے خداؤں کی عبادت نہیں کروں گا۔ میرا سر جھکے گا تو صرف اپنے پروردگار کے سامنے جو وحدہ لا شریک ہے۔ میری جبین نیاز سجدہ ریز ہو گی تو صرف اپنے اس خداوند قدوس کی بارگاہ اقدس میں جو کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے اور مجھے بھی پیدا اسی نے کیا ہے، مجھے نبوت و رسالت کا رتبہ بھی اسی نے عطا فرمایا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ اس کے علاوہ کسی غیر کو اپنا معبود و مسجود بناؤں۔ چنانچہ علامہ زمخشری لکھتے ہیں لا اعبد ارید به العبادة فیما یستقبل لان لا لا تدخل الا علی مضارع فی معنی الاستقبال۔ یعنی مضارع پر لا داخل ہے اور لا صرف مستقبل کی نفی کرتا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں مندرجہ بالا توجیہ کے علاوہ متعدد اقوال بھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ چوتھی آیت دوسری آیت کی تاکید کر رہی ہے، کیونکہ دوسری آیت جملہ فعلیہ ہے جو تجدد و حدوث پر دلالت کرتا ہے اور چوتھی جملہ اسمیہ ہے جو ثبات اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ چوتھی آیت سے دوسری آیت کو مؤکد کر دیا۔ تیسری آیت کی تاکید پانچویں آیت کر رہی ہے کیونکہ الفاظ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ

کرنے والے ہو اس (خدا) کی جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو۔ اور نہ تم اس

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔

بالکل یکساں ہیں۔ کلام عرب میں اس قسم کی تاکید تکرار دونوں میں کثیر الاستعمال ہے، چنانچہ ایک شعر ہے ؎

قرب الفراق بین لیلیٰ فضحۃ   کم اکم وکم بعد الفراق لیلیٰ یشق

کہ جدائی کا کیا ہے وقت لیلیٰ کی جدائی کی تجربہ کے لیے بولا وہ کب تک کب تک لیلیٰ کے فراق پر چلایا جاسکتا ہے گا۔

اس تکرار کا مدعا یہ ہے کہ کفار کو ہمیشہ کے لیے مایوس ہو جائے کہ مسلمان ان کے کفر کو ایک لمحے کے لیے بھی قبول نہیں کریں گے، نیز ان کے بارے میں بتا دیا کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوں گے۔ وفائدۃ ھذا التوکید قطع اطماع الکفار وتحقیق الاخبار بموافاتھم علی الکفر وانھم لا یسلمون ابدا (بحر)

سلہ الکافرون سے کچھ گروہ کفار کی مخصوص جماعت مراد ہیں جن کی قسمت میں ایمان لانے کی سعادت نہ تھی اس لیے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جس طرح آج میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کرتا ہوں تم بھی اس کی عبادت نہ کرو گے کیونکہ تم اس قدر متعصب ہو کہ تم نے غور و فکر کے سارے دروازے بند کر لیے ہیں، عقل و فہم کی قوتوں کو تم نے اپاہج بنا دیا ہے۔

سکہ زمخشری کہتے ہیں کہ اس کا تعلق زمانہ ماضی سے ہے کہ میں نے آج تک کسی معبود باطل کی عبادت نہیں کی جس کے سامنے تم اپنی پیشانیوں کو جھکاتے رہتے ہو اور اپنی ناک رگڑتے رہتے ہو یعنی لم تعہد منی عبادۃ صنم فی الجاھلیۃ فکیف ترجی منی فی الاسلام (کشاف) نبوت کے اعلان سے پہلے جب میرا دامن کفر و شرک کی ہر آلائش سے پاک رہا ہے تو اب جبکہ میں نے اپنی نبوت کا اعلان بھی کر دیا ہے اور میرے خدا نے میرے سینے کو نور نبوت سے روشن اور منور کر دیا ہے تو شرک کا شائبہ تک بھی پاس نہیں آ سکتا۔ اس وقت اگر تم مجھ سے شرک کی توقع کرو تو تم سے بڑا بیوقوف دنیا میں اور کوئی نہیں۔

شہ اسی طرح تم نے گزشتہ زمانے میں کبھی اس معبود برحق کی عبادت نہیں کی جس کی عبادت کا شرف مجھے حاصل رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ما کا لفظ عام طور پر غیر ذوی العقول اور بے جان چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے ما اعبد کی جگہ من اعبد ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ اس کے کئی جواب دیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ پہلی دو آیتوں میں ما الذی کے معنی میں مستعمل ہے اور دوسری دو آیتوں میں ما مصدریہ ہے۔ ای لا اعبد عبادتکم ولا تعبدون عبادتی یعنی جس طرح تم عبادت کرتے ہو میں عبادت نہیں کرتا اور جس طرح میں عبادت کرتا ہوں اس طرح تم عبادت نہیں کرتے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ما یہاں ذات پر دلالت کرنے کے لیے نہیں بلکہ صفت پر دلالت کر رہا ہے۔ کانہ قال لا اعبد الباطل ولا اقبل من الحق۔

۶؎ حق و باطل میں آمیزش کا میں قائل نہیں۔ مجھے ایسے اتحاد کی بھی ضرورت نہیں جو باطل کے ساتھ مصالحت پر موقوف ہو۔ بے شک تم اپنے کفر پر ڈٹے رہو، میری خاطر تم اس کفر میں توحید کا پیوند نہ لگاؤ۔ ان دونوں میں کوئی جوڑ نہیں۔ ان میں کوئی مناسبت نہیں۔ اس طرح میں تمہارے فریب میں آ کر توحید کو کفر ہرگز نہیں کروں گا کیونکہ اس صورت میں توحید، توحید نہ رہے گی۔ حق کا نور پھیلانے کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اگر میں تمہاری بات مان لوں تو حق، باطل بن جائے گا۔

تم اپنے حال میں مست رہو، میں اپنے حق پر ثابت قدم رہتا ہوں۔ حق و باطل کا یہ معرکہ اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچ کر رہے گا۔ تم دیکھو گے کہ چند بدنصیبوں کے سوا سارا جزیرۂ عرب اسلام قبول کر لے گا۔

واللہ اعلم سبحانک انی کنت من الظالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وصفیہ محمد وعلی

آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃُ النصر

نام: اس سورہ مبارکہ کے کئی نام ہیں۔ اسے سورۃ التودیع یعنی الوداعی سورت بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں اس امر کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرائض نبوت کو بحسن وخوبی انجام دینے کے بعد اپنے رب کے حضور میں مراجعت فرما ہونے سے پہلے اپنے جاں نثار فداکاروں کو الوداع کہہ رہا ہے۔

اسے سورت فتح بھی کہتے ہیں لیکن اس کا مشہور ترین نام النصر ہے جو پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

یہ ایک رکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد اُنیس ہے اور حروف کی اناسی۔

زمانۂ نزول: ہجرت کے بعد جو سورتیں نازل ہوئیں انہیں مدنی کہا جاتا ہے خواہ ان کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا ہو یا اثنائے سفر مدینہ سے باہر کسی دوسرے مقام پر۔ ہجرت کے بعد جو سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اسے بھی مدنی سورتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی لیکن ہجرت کے بعد نازل ہوئی اس لیے اسے مدنی ہی کہا جاتا ہے۔

علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آخری مکمل سورت ہے جو سرور عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔

اس سورت کے نزول کے وقت کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ فتح مکہ کے وقت نازل ہوئی۔ یہ وہ ساعت سعید ہے کہ چند سال پہلے جو ہستی یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئی تھی اور اس کے ساتھ صرف ایک جاں نثار ابوبکر تھا، آج وہ دس ہزار کے لشکر جرار کو ہمراہ لیے مکہ میں داخل ہو رہی ہے۔ اہل مکہ نے اتنا بڑا لشکر آج تک نہیں دیکھا تھا۔ ہر قبیلہ کا اپنا اپنا رسالہ ہے۔ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہیں۔ جسموں پر آہنی زرہیں اور سروں پر فولادی خود چمک رہے ہیں۔ جوش و خروش کا عجیب عالم ہے۔ جب یہ فوج ظفر موج وادی بطحا سے گزرتی ہے تو زمین ان کے قدموں کے نیچے لرز جاتی ہے۔ ایک عجیب نوع کا منظر ہے۔ کفر کے سارے دفاعی مورچے پیوند خاک ہو چکے ہیں۔ مخالفت کے طوفان تھم کر رہ گئے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے انجام کی فکر نے حواس باختہ کر دیا ہے لیکن اس لشکر کے سپہ سالار نے یہ ہدایات جاری کر دی ہیں کہ خون خرابہ سے قطعاً اجتناب کیا جائے۔ کسی پر دست درازی نہ کی جائے۔ تلواریں میانوں میں، تیر ترکشوں میں، کمانیں کندھوں سے آویزاں رہیں۔ اس وقت تک کوئی تلوار بے نیام نہ ہو جب تک دشمنوں کی طرف سے پہل نہ ہو۔ اعلان عام کر دیا گیا ہے کہ جو حرم میں پناہ لے گا، جو گھر کے کواڑ بند کر دے گا، بلکہ جو ابوسفیان کی حویلی میں داخل ہو جائے گا سب کو امان ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکہ کا فاتح اگر کوئی بادشاہ ہوتا، کوئی ڈکٹیٹر ہوتا، کوئی فوجی جرنیل ہوتا تو آج مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی، قتل عام کا حکم دے دیا جاتا۔ پل بھر میں کشتوں کے پشتے لگ جاتے، خون کے دریا بہنے لگتے، ہر سو آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوتے۔ لیکن ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی تو آج نہیں ہو رہی۔ کیونکہ آج کا فاتح محمد رسول اللہ ہے۔ آج کا فاتح رحمۃ للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنے جلوہ فرما ہے۔ آج کا فاتح قیامت تک فاتح بن کر داخل ہونے والوں کے لیے اپنا اسوہ حسنہ پیش کر رہا ہے۔ حضور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں۔ سر غرور سے تنا ہوا نہیں، گردن غرور سے اکڑی ہوئی نہیں، بلکہ سر جھکا ہوا ہے اتنا جھکا ہوا کہ پالان کے سامنے والی لکڑی کو چھو رہا ہے۔ چشم مبارک سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے۔ ہونٹوں پر اپنے خالق کریم کی عظمت و کبریائی کے کلمات ہیں۔ دل اپنے رؤف و رحیم پروردگار کے الطاف بے پایاں پر شکر گزار ہے۔ ہر ادا دلنواز ہے، ہر نگاہ دلربا ہے۔ ہر قدم ناز پہ صد دل اور آرزو قربان۔ کئی بھولے یاد آ رہے ہیں۔ اس وقت جبریل امین یہ مبارک سورت لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں اور فتح و کامرانی کی تقریب منانے کا الٰہی منشور پیش کر رہے ہیں۔

دیگر روایات کے مطابق یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ منیٰ کا میدان قدسی صفات بندوں کے پرنور چہروں اور ضیا بار پیشانیوں کے باعث بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ تہلیل و تسبیح کی دلنواز صدائیں ہر گوشہ سے بلند ہو رہی ہیں۔ جزیرہ عرب بت پرستی کے وطن میں آج توحید کا بابرکت پرچم نصب کیا جا رہا ہے۔ سارا جزیرۂ عرب اسلام قبول کر چکا ہے۔ عناد و فساد کی آخری چنگاری بھی بجھ گئی ہے۔ انسانیت کا ہادی برحق اور مرشد کامل اپنے خالق کا محبوب بندہ اور برگزیدہ رسول اپنی ناقہ پر سوار ہو کر اپنا تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرما رہا ہے، جس میں بین الاقوامی تعاون، بین الاقوامی اخلاقی ضابطوں اور فلاح دارین کے اصول بیان کر رہا ہے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوتی ہے جس میں فتح و کامرانی کی حالت میں جن آداب کی پابندی ضروری ہے ان کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

ہر میدان میں اسلام کی عظمت کے پرچم لہرانے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے! اور ہر حالت میں ہمیں ان آداب کی پابندی کی ہمت بخشے جو اس نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ واجمل التحیۃ کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورہ النصر مدنی ہے اور اس کی تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ

جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح نصیب ہو جائے اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج

ع ۳۵ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۗ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

در فوج ۔ تو اس وقت اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجیے [۱] اور اس سے مغفرت طلب کیجیے بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

۱ ۔ پہلی آیت میں ہی بتا دیا کہ اگر تکمیلِ فرض کی سعادت حاصل ہو، کسی مہم میں کامیابی نصیب ہو تو اے بندگانِ خدا بھولے سے بھی یہ خیال نہ کرنا کہ اس کامیابی میں تمہاری قابلیت، تمہاری بہادری، تمہاری ہوشیاری کا کوئی دخل ہے بلکہ یہ یقین رکھو کہ یہ سب بندہ نواز خدا کی نصرت اور تائید کی برکت ہے۔ تمہاری یہ کامیابی اس کی امداد کی مرہونِ منت ہے۔ اگر تم اسے اپنی قابلیت کا نتیجہ خیال کرو گے تو تمہارے دلوں میں غرور پیدا ہو جائے گا اور مغرور انسان سے ایسی ایسی نازیبا حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ ان کی کامیابی شکست سے بھی زیادہ ان کے لیے رسوا کن ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول اور پیارے نبی محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو فرماتا ہے کہ جب میری مدد آپ کی پشت پناہی کے لیے پہنچ جائے اور میری مہربانی سے فتح نصیب ہو جائے اور وہ لوگ جو اب تک دینِ اسلام کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے وہ اس پر پروانوں کی طرح نثار ہونے لگیں اور فوج در فوج اس دین کو قبول کرنے لگیں تو آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں۔

فتح مکہ کے بعد نو اور دس ہجری میں جزیرہ عرب میں یہ نظارہ روز دیکھنے میں آتا تھا۔ قبائل آتے وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے اور حضور کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کثرت سے لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کثرت سے فرمایا کرتے۔

خود سوچیے جس قوم کو دشمن پر مکمل فتح بھی مدہوش اور بدمست نہ کر سکے وہ کتنی عالی ظرف قوم ہے۔ اس کا وجود انسانیت کے لیے منبعِ خیر و سعادت ہے۔ جب تک ملت اسلامیہ کا آفتابِ اقبال چمکتا رہے گا ظلم و استبداد کی تاریکیاں انسانیت کے نزدیک آنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی جرأت نہ کریں گی۔

۲؎ اس جملے سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسول کو استغفار کا حکم دے رہا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے غلاموں کے لیے استغفار ان کے نبی کی سنت بن جائے اور کوئی شخص طلب مغفرت میں تذبذب محسوس نہ کرے۔ علمائے تفسیر نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اپنی امت کے گناہوں کے لیے اپنے رب سے بخشش کی التجا کیجیے۔ آپ کے ہاتھ استغفار کے لیے جب اٹھیں گے تو وہ خالی واپس نہیں کیے جائیں گے۔ چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں: والمعنی استغفر لأمتك۔ (تفسیر مظہری) یعنی اے حبیب! آپ اپنی امت کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔ یہی الفاظ علامہ قرطبی نے بھی تحریر کیے ہیں۔ وقیل استغفر لأمتك۔ (قرطبی)

اس مفہوم کو حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں یوں لکھا ہے:

"چوں عارف بمرتبہ تکمیل رسید و از ہر گروہ مردم تابع او شدند و استعدادات آنہا در نقصان و کمال تفاوت فاحش دارند لاجرم او را می باید کہ برائے تکمیل ناقصان طلب آمرزش نماید تا آں ہمہ نقصانات بعلو استعداد او باشیاع او در روز محشر بکمال استکمال او گردد۔"

ترجمہ: جب عارف ایسے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جہاں وہ دوسروں کو باکمال بنا سکتا ہے تو اس کے مریدوں میں ہر قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں جن کی صلاحیتوں اور استعدادوں میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ کوئی بالکل ناقص اور کوئی کامل۔ اس وقت عارف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تاکہ اس کے ناقص مرید بھی مرتبہ کمال پر فائز ہو جائیں اور عارف کی اس دعائے مغفرت کے باعث جبلی استعداد میں جو خامی تھی وہ دور ہو جائے۔

۳؎ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جب کوئی نادم اور شرمسار بندہ اس کے در کرم پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی رحمت اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا معنی شاہ صاحب موصوف نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"ہر چند او تعالیٰ بحسب رجوع می کند و رفع نقصان و تکمیل رحمت می فرماید پس از وے بعید نیست کہ اتباع ترا بطفیل تو کامل سازد۔" یعنی اللہ تعالیٰ اپنی بخشش سے ناقصوں کی طرف توجہ فرماتا ہے اور ان کے نقص کو کمال سے بدل دیتا ہے۔ اے اللہ کے رسول! اس کی رحمت سے ذرا بعید نہیں کہ وہ آپ کے طفیل آپ کے ناقص امتیوں کو مرتبۂ کمال پر فائز فرمائے۔

○

اللّٰھم تب علینا انک انت التواب الرحیم بجاہ حبیبک محمد الرؤف الرحیم علیہ و علی آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واجمل التسلیم

○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ اللھب

نام : اس سورت کا نام اللھب ہے۔ اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، بیس کلمات اور ستّر حروف ہیں۔

نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کی شانِ نزول کے بارے میں اس سورت کا حاشیہ ۱ ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ قرآن کریم میں نام لے کر ابولہب کا ذکر کیوں کیا گیا، حالانکہ مکہ، مدینہ اور دیگر قبائل عرب میں حضور کے دشمنوں اور دین کے بدخواہوں کی کمی نہ تھی۔ ان کی اذیت رسانیاں، دل آزاریاں اور اسلام کو بحیثیت دین ناکام کرنے کی کوششیں ابولہب کی سازشوں سے کسی طرح کم نہ تھیں۔ پھر اس کی کیا خصوصیت ہے جس کے باعث اس کا نام لے کر اس کی گوشمالی کی گئی۔

جہاں محبت کی توقع ہو وہاں سے اگر نفرت و عداوت کا لاوا پھوٹ نکلے، جہاں سے تائید و اعانت کی امید ہو وہاں سے مخاصمت کا طوفان اٹھنے لگے تو یقیناً یہ چیز بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ابولہب حضور کا حقیقی چچا تھا۔ حضرت عبداللہ اور ابولہب دونوں حقیقی بھائی تھے۔ اس سے بجا طور پر یہ امید کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے سگے بھائی کے یتیم بیٹے کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہوگا اور اس کی تائید و نصرت میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرے گا۔ نیز وہ بنی ہاشم کا رئیس تھا۔ عرب کا وہ معاشرہ جس میں ہادیٔ برحق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اس میں ہر قسم کی مرکزیت قبیلہ کو حاصل تھی۔ قبیلہ کے ہر فرد کی امداد کرنا اس قبیلہ کے سردار کی اخلاقی اور سیاسی ذمہ داری تھی۔ اگر وہ فرد ظالم بھی ہوتا تو مظلوم کی مدد کے بجائے قبیلہ کے سارے افراد اپنے ظالم بھائی کی مدد کرنا ضروری سمجھتے۔ ابولہب بنی ہاشم کا رئیس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہاشمی تھے۔ اس کا یہ فرضِ اولین تھا کہ وہ اپنے خاندان کے ایک باکمال فرد کی دعوت کو قبول کرتا اور دعوت کو کامیاب بنانے کے لیے اپنے سارے وسائل داؤ پر لگا دیتا۔

نسبی اور خاندانی قریبی تعلقات کے علاوہ وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا۔ دونوں مکانوں میں صرف ایک دیوار حائل تھی۔ پڑوسی کا حق دنیا کے ہر معاشرہ میں مسلم ہے۔ نیز ہمسائیگی کے باعث وہ حضور کے ذاتی اور عائلی ایسے حالات کو بھی جانتا تھا جن سے عموماً دوسرے لوگ واقف نہیں ہوتے۔ ایسی پاکیزہ زندگی، ایسی دلربا سیرت، ایسے بے داغ کردار کا مشاہدہ وہ شب و روز کرتا اور پھر بھی اس بے دریغ زبان درازی اور حضور پر کیچڑ اچھالنے سے باز نہ آتا تھا۔ پھر جس شدت اور خبث سے وہ اپنی عداوت کا مظاہرہ کیا کرتا، اس کی بھی نظیر مشکل سے ہی ملے گی۔ حضور اپنے گھر میں جب مصروفِ عبادت ہوتے تو وہ ذبح شدہ جانوروں کے بدبودار اوجھ گلی سڑی آنتیں اٹھا کر لاتا اور حضور پر پھینک دیتا۔ گھر کے آنگن میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کوڑا کرکٹ ڈالنا اور جہاں بیٹھا ایک ہی ہوتی وہاں غلاظت پھینکنا اس کا روزمرہ کا معمول تھا۔ صرف اسی پر بس نہیں، اس کی بدبخت بیوی امارت و وجاہت کے باوصف خود جنگل میں جاتی اور خاردار ٹہنیاں چنتی، ان کا گٹھا اپنے سر پر اٹھا کر لاتی اور رات کے وقت حضور کی راہ میں ڈال دیتی تاکہ آخر شب جب حضور حرم کی طرف تشریف لے جائیں تو آپ کے نرم و نازک پاؤں میں کوئی کانٹا ہی چبھ جائے۔

اعلان نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو صاحبزادیاں اس کے دو بیٹوں، عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ جب سرور عالم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور بلا اختلاف الفاظ یہ کہا کہ اگر تم ان کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دو گے تو تمہارے میرے ساتھ میل جول لین دین، آنا جانا قطعاً بند ہو جائے گا۔ تم میرا منہ بھی نہ دیکھ سکو گے۔ چنانچہ دونوں نے حضور کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی اور عتیبہ نے اپنے خبث باطن کا کچھ زیادہ ہی مظاہرہ کیا۔ کہنے لگا میں والنجم اذا هوى کے رب کے ساتھ کفر کرتا ہوں۔ اس ناپاک نے روئے انور پر تھوکنے کی جسارت کی تو اس کی اس قبیح حرکت پر بے اختیار حضور کی زبان سے نکلا الٰہی اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس نابکار پر مقرر فرما دے۔ چنانچہ ایک سفر میں ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ ڈالا لیکن نہ اس کا ناپاک خون پیا اور نہ اس کے پلید گوشت کو کھایا۔ اس واقعہ کی تفصیل آپ سورۃ النجم کے حواشی میں پڑھ چکے ہوں گے۔

ابولہب کی بدباطنی کا ایک اور واقعہ سنیے: نبوت کے ساتویں سال کفار مکہ نے حضور کے ساتھ اور حضور کے حامی خاندان بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کا اعلان کیا تو بنی ہاشم اور بنی مطلب کے وہ افراد بھی جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا محض قبائلی عصبیت کے باعث شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے لیکن ابولہب نے ہاشمی ہوتے ہوئے حضور کی مخالفت کی اور اس بائیکاٹ میں کفار مکہ کا ساتھ دیا۔

دین اسلام اور رسول اسلام سے اس کا بغض و عناد اتنا شدید تھا کہ وہ ہر وقت حضور کے پیچھے لگا رہتا اور حضور کی تکذیب کرتا۔ حضور کا یہ معمول تھا کہ جہاں کہیں تجارتی بازار لگتے یا لوگوں کا اجتماع ہوتا وہاں تشریف لے جاتے اور حاضرین کو توحید کی دعوت دیتے۔ یہ کمبخت ہر ایسے موقع پر پہنچ جاتا اور چلا چلا کر لوگوں کو کہتا، اے لوگو! یہ میرا بھتیجا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، اس کے قریب مت جانا، اس کی بات ہرگز نہ سننا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ الغرض اس سے اسلام کی تائید و نصرت کی جتنی توقع وابستہ کی جا سکتی تھی وہ ان کے برعکس اتنی شدت سے ہی اسلام کی مخالفت میں سرگرم رہا کرتا۔ عداوت و مخالفت میں اس کا بڑا نمایاں کردار تھا جو ایک انفرادی حیثیت کا مالک تھا۔ اس لیے قرآن کریم میں اس کا نام لے کر لعنت کی بوچھاڑ کی گئی۔ ابولہب اس کی کنیت تھی اور اسی سے وہ زیادہ مشہور تھا۔ عبدالعزیٰ اس کا نام تھا۔ یہ ناپاک نام اس قابل نہ تھا کہ اس کو قرآن میں ذکر کیا جاتا۔ اس لیے اس کے نام کے بجائے اس کی کنیت ابولہب ذکر کی گئی تاکہ لوگوں کو اس کے دوزخی ہونے کا بھی پتہ چل جائے۔

اس سورت کے مطالعہ سے اس امر کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں معمولی سی گستاخی سے جبین قدرت پر کس طرح شکن پڑ جاتے ہیں، غضب خداوندی کے شعلے کس طرح بھڑکنے لگتے ہیں۔ اس بدنصیب نے تو ایک انگلی اٹھا کر

www.KitaboSunnat.com

اشارہ کیا اور نازیبا الفاظ کہے۔ اس کے جواب میں رحمت عالم نے کرامی حلم اور عفو و درگزر کا ثبوت دیا جو آپ کی شایانِ شان تھا لیکن غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی اور تبت یدا ابی لھب فرما کر بے ادب اور گستاخ کو صاف صاف بتا دیا کہ اگر تم سے کوئی ایسا لفظ یا فعل صادر ہوا جس سے میرے حبیب کی شان میں بے ادبی کا کوئی پہلو نکلے تو یاد رکھو غضبِ الٰہی کی بجلی کوند سے گی اور تمہیں جلا کر خاکستر کر دے گی۔ حضرت بخاری نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

◎

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسُ اٰیٰتٍ

سورہ اللہب مکی ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢

ٹوٹ جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا[1] کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا[2]

۱ تب کا لفظ خسارے، گمراہی اور بربادی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے تَبَّتْ خَسِرَتْ وَقِيْلَ خَابَتْ وَقِيْلَ هَلَكَتْ۔ (قرطبی)

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔ اس ارشاد الٰہی کی تعمیل کے لیے حضور صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوئے اور "یا صباحاہ" بلند آواز سے کہا۔ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی ناگہانی آفت آجاتی اور لوگوں کی امداد کے لیے بلانا مقصود ہوتا تو "یا صباحاہ" کے الفاظ سے پکارتے۔ لوگوں نے جب یہ ندا سنی تو بھاگتے ہوئے صفا کی پہاڑی کے دامن میں آپہنچے اور جو خود حاضر ہونے سے معذور تھے انہوں نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لیے اپنے نمائندے بھیجے۔ جب سارے قریش قبیلے جمع ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کا لشکر سوار ہو کر تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا بے شک ہم آپ کی تصدیق کریں گے کیونکہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے سچی بات ہی سنی ہے۔ حضور نے فرمایا: میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو شدید عذاب تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔ ابولہب، جو حضور کا چچا تھا، اس نے ہاتھ سے انگلی کا اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہوئے بولا "تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا"۔ اللہ تعالیٰ کو اس گستاخ کی گستاخی اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سخت ناگوار گزری اور اپنی شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں یعنی ہاتھوں کی ایک انگلی بے ادبی کے لیے اٹھی ہے وہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو یہی مدعا ہے۔ "وتب" فرمایا کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ واقعی قسمت کر دیا گیا اس کا جسم بے دم کر دیا گیا اور جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا اسے پورا ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ بزدلی کے باعث بدر کی جنگ میں یہ شریک نہ ہوا لیکن بدر کی عبرت ناک شکست پر ابھی صرف ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ اس کے جسم پر ایک زہریلا چھالا والعدسہ نمودار ہوا جو چند دنوں میں اس کے سارے جسم پر پھیل گیا۔ ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی۔ گوشت گل گل کر گرنے لگا۔ اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ ایک متعدی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے اس کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔ اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ سب لوگ اس کی لاش کو ٹھکانے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤

عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں [۳] اور اس کی جورو بھی [۴] بدبخت ایندھن اٹھانے والی [۵]

اٹھانے کے لیے کوئی عزیز اس کے قریب نہ گیا۔ تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی جب اس کے تعفن اور بدبو سے لوگ تنگ آ گئے اور اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت شروع کی تب انہوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ ملت بت پرست قوم کے سردار اور مکہ کے چوٹی کے رئیسوں میں سے ایک رئیس کا یہ حشر اللہ تعالیٰ کے غضب ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اولاد اپنے باپ کو یوں کسمپرسی کے عالم میں بے بس چھوڑ کر نہیں جایا کرتی مرنے کے بعد اس کی لاش کو یوں گلتے سڑتے نہیں دیکھ سکتی لیکن جب اللہ تعالیٰ کا غضب آتا ہے تو اولاد کے دل میں محبت یا ظاہرداری کے جذبات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو اس گستاخ بارگاہ نبوت کا ہوا۔ سارے اہل مکہ نے دیکھ لیا کہ مصطفیٰ کریم نے اپنے رب کی طرف سے جو پیشگوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ نعوذ باللہ من غضبہ ومن غضب رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

بعض علما کا خیال ہے کہ تَبَّتْ پہلا جملہ خبریہ ہے اور تَبَّ بھی جملہ خبریہ اور اس سے مراد تاکید ہے۔ لیکن علامہ قرطبی نے فراء کا قول نقل کیا ہے کہ تَبَّتْ یَدَا یہ بددعا ہے اور تَبَّ جملہ خبریہ ہے پہلے فرمایا ایسا ہو جائے پھر بتا دیا ایسا ہو گیا۔ قال الفراء التب الاول دعاء والثانی خبر (قرطبی) علامہ پانی پتی بھی فرماتے ہیں الجملۃ الاولی دعائیۃ والثانی اخباریۃ۔ (مظہری)

ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا اپنے حسن و جمال اور چمکتے ہوئے چہرے کی وجہ سے اس نے اپنی کنیت ابولہب رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کنیت ذکر کی اور اس کا نام ذکر نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنے نام سے زیادہ اپنی کنیت سے مشہور تھا اور دوسری وجہ یہ کہ عبد العزیٰ (عزیٰ کا بندہ) یہ نام اس قابل نہ تھا کہ اسے قرآن کریم میں ذکر کیا جاتا۔

[۲] یہ مکہ کے چند دولت مند لوگوں میں سے ایک تھا اس کے پاس ڈھیروں سے زیادہ سونے کی ڈلیاں تھیں، دیگر تجارتی سامان اس کے علاوہ تھا اور صاحب اولاد بھی تھا۔ اس کے کئی لڑکے تھے جو اس کی موجودگی میں پل کر جوان ہوئے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑا اور ایک زہریلا آبلہ اس کے جسم پر نمودار ہوا تو سارے لوگ حتیٰ کہ اس کے اپنے فرزند بھی اس کو تڑپتا چھوڑ کر چلے گئے۔ اس دنیا میں اس نے دیکھ لیا کہ جس دولت کی کثرت پر وہ فخر کیا کرتا تھا اور جن بیٹوں پر اس کو بڑا ناز تھا مصیبت کے وقت وہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے اور اس کے مال کا کام نہ آنا۔ ما کسب کا معنی بعض علما نے اولاد کیا ہے۔

[۳] آج یہ میرے محبوب کی جناب میں گستاخی کرتا ہے، بے ادبی سے انگلی کا اشارہ کرتا ہے اور بڑی ڈینگیں مارتا ہے جہنم میں جانے کے بعد پتہ چلے گا اس گستاخی کا مزہ چکھائیں گے اور اسے ایسی آگ میں جھونکیں گے جس میں شعلے اٹھ رہے ہوں گے۔

[۴] اس کی بیوی کا نام اروی تھا اور کنیت ام جمیل تھی یہ ابو سفیان کی بہن تھی اور بھینگی تھی اور اس کے دل میں حضور کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلام دشمنی میں یہ اپنے بدبخت خاوند سے کسی طرح پیچھے نہ تھی۔ اس کا مشغلہ تھا کہ دن کے وقت جنگل میں نکل جاتی خاردار جھاڑیاں چن چن کر اکٹھی کرتی اور گٹھا باندھ کر اٹھا لاتی اور رات کے وقت آپ کے راستے میں ان کانٹوں کو بچھا دیتی جس سے گزر کر اللہ کا حبیب اپنے گھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾

اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی ؎

کی جناب میں سجدہ ریز ہونے کے لیے حرم کی طرف تشریف لے جاتا۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو یہ سن کر آگ بگولا ہوگئی اور اپنی مٹھیوں میں سنگریزے بھر کر حضور کی تلاش میں نکلی کہ جہاں ملیں گے ان پتھروں سے خبر لوں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس بیٹھے تھے حضرت ابوبکر صدیق حاضر خدمت تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب اس کو آتے ہوئے دیکھا تو عرض کی۔ یا رسول اللہ ام جمیل آرہی ہے اور یہ ضرور کوئی شرارت کرے گی۔ حضور نے ارشاد فرمایا وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ قریب آکر حضور کو نہ دیکھ سکی اور بڑبڑاتے ہوئے واپس چلی گئی۔ ارشاد فرمایا جس آگ میں اس کو گستاخانہ حرکت پر جلایا جائے گا اسی آگ میں وہ بھی جھونکی جائے گی۔

؎ حطب ایندھن کو کہتے ہیں۔ جلانے کی لکڑی۔ حمالۃ: اٹھانے والی۔ ان الفاظ سے اس کے اس عمل کو بیان کیا گیا ہے جس پر وہ عمل پیرا رہی۔

حمالۃ الحطب کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے جو شخص لوگوں کے درمیان چغل خوری کرے اس کے بارے میں کہتے ہیں فلان یحطب علی فلان اذا ورّش علیه۔ جب کوئی شخص لوگوں کے درمیان چغلیاں کھائے اور مخالفت کی آگ کو بھڑکائے تو اس کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ایسے شخص کی حدیث پاک میں بڑی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: لا یدخل الجنة نمّام کوئی چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

کعب احبار سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ہمراہ تین دن تک بارش کی دعا کرتے رہے۔ لیکن ایک بوند بھی نہ گری تو آپ نے عرض کی۔ الٰہی عبادك ۔ الٰہی یہ تیرے بندے ہیں۔ اگر تو رحم نہیں فرمائے گا تو کون رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں تمہاری دعا قبول کیوں کروں گا درآں حالیکہ تمہارے ساتھیوں میں ایک ایسا آدمی ہے جو چغلخور ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارب العالمین! وہ کون ہے تاکہ ہم اسے اپنی صفوں سے نکال دیں۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! میں تمہیں چغل خوری سے روکتا ہوں میں خود اس شخص کی چغلی کیسے کھا سکتا ہوں۔ اچانک سب نے مل کر توبہ کی پھر اللہ تعالیٰ نے بارش کے لیے دعا مانگی جو قبول ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چغل خوری کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے: ثلاث تهدّ العمل الصالح ويفطرن الصائم وينقضن الوضوء الغيبة والنميمة والكذب۔ یعنی تین باتیں ایسی ہیں جو نیک اعمال کو غارت کر دیتی ہیں روزہ توڑ دیتی ہیں اور وضو ٹوٹ جاتا ہے: غیبت، چغلی اور جھوٹ۔

اس کی ترکیب کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کی نصب مذمت کی وجہ سے ہے۔ حمالة الحطب بالنصب على الذم كأنها اشتهرت بذلك فجاءت الصفة للذم لا للتخصيص۔ یعنی اپنی اس صفت کی وجہ سے وہ مشہور و معروف تھی اس لیے یہ صفت اس کی تخصیص کے لیے نہیں بلکہ اس کی مذمت کے لیے ہے۔

؎ جید گردن۔ حبل رسی۔ مسد: مونج۔ ام جمیل کے بارے میں خصوصی طور پر یہ الفاظ استعمال کرنے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ راز ہے کہ وہ مکہ کے رئیس اعظم کی بیوی تھی۔ اس کے گلے میں جواہرات کا گراں بہا ہار تھا اور وہ کہتی تھی واللات والعزٰی لانفقنّہا فی عداوۃ محمد۔ کہ لات و عزیٰ کی قسم میں موتیوں کے اس بیش قیمت ہار کو فروخت کر کے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں خرچ کروں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی ہار کی بجائے گردن میں جس میں آج یہ قیمتی ہار ہے، مونج کی رسی ڈال کر اسے جہنم میں گھسیٹیں گے جو سخت گرانباری ہوگی۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ حسب معمول خاردار لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ہوئے آرہی تھی وہ گٹھا مونج کی رسی میں بندھا ہوا تھا۔ وہ ایک پتھر پر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئی۔ وہ گٹھا پیچھے ہٹ گیا اور رسی اس کے گلے میں حائل ہوگئی جس سے اس کا دم گھٹ گیا اور وہ مر گئی۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اللھم انا نعوذ بک من سوء الادب فی حضرۃ المصطفیٰ
و نعوذ بک بجلالہ عندک من سخطک وسخط نبیک و
حبیبک واجعلنا من خدامہ المتادبین فی جنابہ
المتمسکین بحبلہ المتقلدین بآثارہ المنیرۃ علیہ و
علی آلہ من الصلوات اطیبہا ومن التسلیمات ازکاھا

۷ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سُورۃ الاخلاص

نام : اس سورۂ مبارکہ کے بہت سے نام ہیں جو اس کی عظمت شان اور مقام رفیع پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے چند آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سُورۃ توحید : کیونکہ اس میں عقیدۂ توحید کو بڑی جامعیت اور دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

سُورۃ نجات : اس کے ذریعہ انسان کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ نیز عذاب جہنم سے بھی رستگاری کا ذریعہ ہے۔

سُورۃ مقشقشہ : تقشقش کہتے ہیں بیماری سے شفایاب ہو جانا۔ اس سُورت کے ذریعے کیونکہ کفر و شرک کے مرض سے شفا نصیب ہوتی ہے اسی لیے اسے مقشقشہ کہا گیا۔

سُورۃ الاساس : کیونکہ ایمان و عمل کا قصر رفیع توحید کی بنیادوں پر تعمیر ہوتا ہے۔ اس کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عمل بھی بے معنی اور بے سُود ہے۔

سُورۃ المانعہ : یہ اپنے قاری کو عذاب دوزخ سے بچا لیتی ہے۔

سُورۃ النور : اس کی ضیاء پاشیوں سے مومن کے دونوں جہاں روشن ہو جاتے ہیں۔ اس کے ذہن اور اس کے دل دونوں میں اُجالا ہو جاتا ہے۔

سورۃ الامان : اس سُورت پر ایمان رکھنے والے کو خداوند ذوالجلال کے غضب سے امان مل جاتی ہے۔

سورۃ الاخلاص : اس سورت کے متعدد ناموں میں سے یہ اس کا مشہور ترین نام ہے کیونکہ توحید خالص کا مضمون پوری فصاحت سے اس میں مذکور ہے گویا یہ نام اس سورت کے لیے بطور علامت مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کے مضامین و مطالب کا ایک جامع عنوان ہے۔

اس کی آیات کی تعداد چار اور بروایت پانچ۔ یہ پندرہ کلمات اور ۴۷ حروف پر مشتمل ہے۔

زمانۂ نزول : اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ سُورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور بعض کے نزدیک مدینہ طیبہ میں۔ کتب حدیث میں دونوں قسم کی روایات موجود ہیں۔ بعض سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ سورت نازل ہوئی۔ پہلے ہم وہ احادیث آپ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سامنے پیش کرتے ہیں جن سے اس کے مکی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب ان المشرکین قالوا للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا محمد انسب لنا ربک فانزل اللہ تعالیٰ قل ھو اللہ احد الآیۃ ربہ واحد۔

ترجمہ: ابوالعالیہ ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین کا ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جس رب پر ایمان لانے کی آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں اس کا نسب نامہ تو ہمیں بتائیے تاکہ ہمیں اس کی پہچان ہو جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انکے جواب میں یہ سورت نازل فرمائی۔

۲۔ عن الشعبی عن جابر ان اعرابیا جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال انسب لنا ربک فانزل اللہ قل ھو اللہ احد۔ الآیۃ۔

ترجمہ: شعبی حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا اپنے رب کا نسب نامہ ہمیں سنائیے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

۳۔ عن ابی وائل عن ابن مسعود قالت قریش لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسب لنا ربک فنزلت ھذہ السورۃ

ترجمہ: ابی وائل حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے ایک وفد اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائش کی کہ اپنے رب کا نسب نامہ تو ہمیں بتائیے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

ان تینوں روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ مکہ کے مشرکوں اور قریش نے یہ سوال پوچھا اور انہیں یہ جواب دیا گیا۔

لیکن مندرجہ ذیل روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا۔

۱۔ عن ابن عباس ان الیھود جاءوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعھم کعب بن الاشرف فقالوا یا محمد ھذا اللہ خلق الخلق فمن خلق اللہ فغضب نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فنزل جبرئیل فسکنہ وقال اخفض جناحک یا محمد فنزل قل ھو اللہ احد الآیۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان کے ساتھ کعب بن اشرف یہودی بھی تھا۔ انہوں نے کہا یہ اللہ ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازحد غضبناک ہو گئے۔ جبرئیل حاضر ہوئے تو حضور کو تسلی دی اور عرض کیا اپنے پروں کو نیچا کیجئے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

۲۔ روی عطاء عن ابن عباس قال قدم وفد نجران فقالوا صف لنا ربک امن زبرجد او یاقوت او ذھب او فضۃ۔ وقال ان ربی لیس من شئی لانہ خالق الاشیاء فنزلت قل ھو اللہ احد۔

ترجمہ: عطاء حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب نجران کے نصاریٰ کا وفد آیا تو انہوں نے حضور سے کہا کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے رب کی حقیقت ہمیں بتائیے وہ زبرجد کا بنا ہوا ہے یا یاقوت کا بنا ہوا ہے یا سونے چاندی کا بنا ہوا ہے حضور نے فرمایا کہ میرا رب ان چیزوں میں سے نہیں، میرا رب ان تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔
یہودیوں کا وفد بھی مدینہ طیبہ میں حاضر خدمت ہوا تھا اور نجران کے عیسائی بھی اسی مقام پر حاضری سے شرف یاب ہوئے تھے۔ ان دو حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

اہل تحقیق نے روایات کے اس تعارض کو یہ کہہ کر ختم کیا کہ اس سورت کا نزول دوبار ہوا۔ ایک بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔ اس کی توجیہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ یہ سورت نازل تو مکہ مکرمہ میں ہوئی لیکن جب اسی قسم کے سوالات یثرب کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں نے پوچھے تو ان کے جواب کے لیے اس سورت کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ اسی کو نزول مکرر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مضامین: اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ کے بارے میں جس قسم کی غلط فہمیاں نوع انسانی کے کسی طبقہ میں پائی جاتی تھیں، ان تمام کا ازالہ اس سورت نازل کر کے کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ عالم قدیم ہے۔ اس کا کوئی خالق اور مبدأ نہیں۔ اپنی محیر العقول وسعتوں اور بے مثل باہمی نظم و ضبط کے ساتھ یہ خود بخود معرض وجود میں آگیا ہے۔ یہ کہنے والے یونان کے قدیم فلسفی ہوں یا عصر حاضر کے ملحد دانشور ہوں، متمدن اور ترقی یافتہ تمدنوں کے بانی ہوں یا وحشی قبائل، سب غلط کہتے ہیں۔ بلا شبہ اس کائنات کا خالق ہے اور وہ بھی وحدہٗ لاشریک۔ قل ہو اللہ احد۔

بعض قومیں ذات خداوندی کو تسلیم کرتی تھیں لیکن اس کی صفات کاملہ کا عرفان انہیں نصیب نہیں ہوا تھا، اس لیے اوہام و ظنون کی وادیوں میں صدیوں سے بھٹک رہی تھیں۔ ان آیات سے ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر معرفت الٰہی کی روشنی میں پہنچا دیا۔

یہی مسئلہ توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ تمام انبیاء و رسل یہی سبق لوگوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے تشریف لائے۔ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد وحید بھی یہی تھا۔

اس سورت کی چند مختصر آیات نے قدیم و جدید ہر قسم کی فکری گمراہیوں کا استیصال کر دیا۔

فضیلت و اہمیت: اس سورۂ پاک کی فضیلت و اہمیت اس کے مضمون سے عیاں ہے لیکن بطور تبرک زبان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اس کی عظمت شان کا تذکرہ سنیے۔

۱۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعث رجلا علی سریۃ فکان یقرأ لاصحابہ فی صلوتہ فیختم بقل ھو اللہ احد۔ فلما رجعوا ذکروا ذلک للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال سلوہ لای شیء یصنع ذلک فسألوہ فقال لانہا صفۃ الرحمن وانا احب ان اقرأ بہا فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبروہ ان اللہ تعالیٰ یحبہ (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر کسی مہم پر روانہ کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کا یہ معمول تھا کہ جب وہ جماعت کراتے ہر رکعت کی قرات کے اختتام پر سورۂ اخلاص تلاوت کرتے۔ واپسی پر لوگوں نے اس بات کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا۔ حضور نے فرمایا تم اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کیا کرتا ہے۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا: اس سورت میں خداوند رحمٰن کی صفت ہے اس لیے میں اس کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہوں۔ نبی کریم نے فرمایا اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے۔

۲۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رجل من الانصار یؤمھم فی مسجد قباء فکان کلما افتتح سورة یقرأ بھا لھم فی الصلوٰة مما یقرأ بہ افتتح بقل ھو اللہ احد حتی یفرغ منھا ثم کان یقرأ سورة اخری معھا۔ ... وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فلان ما یمنعك ان تفعل ما یامرك بہ اصحابك وما حملك علی لزوم ھذہ السورة فی کل رکعة قال انی احبھا قال حبك ایاھا ادخلك الجنة (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا میں انصار کی امامت کیا کرتے تھے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ وہ سورت پڑھنے سے پہلے سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے۔ ان کے مقتدیوں نے انھیں کہا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں یا سورہ اخلاص پڑھا کیجیے یا کوئی دوسری سورت۔ انھوں نے کہا میں تو ایسا ہی کروں گا۔ اب آپ کی مرضی ہو تو جماعت کرا لیا کرو اور اگر آپ کی مرضی نہ ہو تو کسی دوسرے کو اپنا امام مقرر کر لیجیے۔ ان کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے لوگ کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا پسند نہ کرتے تھے چنانچہ اس کا تذکرہ حضور کی خدمت اقدس میں کیا گیا۔ حضور نے فرمایا تمہارے مقتدی جس طرح کہتے ہیں تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس سورت سے بڑا پیار ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے۔

اگرچہ یہ سورت صرف چار آیات پر مشتمل ہے لیکن اپنی عظمت شان کے باعث اس کو ایک بار پڑھنے سے دس پاروں کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

۱۔ عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احشدوا فانی ساقرأ علیکم ثلث القرآن فحشد من حشد ثم خرج فقرأ قل ھو اللہ احد الخ ثم دخل ... فقال انی قلت ساقرأ علیکم ثلث القرآن الا وانھا تعدل ثلث القرآن۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے ایک روز صحابہ کو حکم دیا کہ اکٹھے ہو جاؤ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا چنانچہ لوگ جمع ہو گئے۔ حضور تشریف لائے۔ سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائی اور حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ لوگ کہنے لگے حضور نے تو فرمایا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا اور آپ صرف ایک سورت سنا کر تشریف لے گئے ہیں۔ حضور نے واپس آ کر فرمایا کہ میں نے تمہیں یہی کہا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا۔ کان کھول کر سن لو یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۲۔ عن ابی سعید قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاصحابہ ایعجز احدکم ان یقرأ ثلث القرآن فی لیلة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فشق ذلک علیہم قال ایّنا یطیق ذلک یا رسول اللہ فقال اللہ الواحد الصمد ثلث القرآن ۔

ترجمہ : ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو فرمایا کیا تم ایک تہائی قرآن ہر رات تلاوت نہیں کر سکتے ۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے ۔ فرمایا قل ھو اللہ احد الخ قرآن کی ایک تہائی ہے ۔

اس سورت کو قرآن کریم کی ایک تہائی کہنے کی کئی وجوہات علماء نے ذکر کی ہیں جن میں بہتر یہ ہے کہ قرآن میں تین چیزوں پر پوری توجہ صرف کی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان ، رسالت پر ایمان اور روز قیامت پر ایمان ۔ اس سورت میں توحید کا ذکر کیا گیا ہے جو ان تین چیزوں میں سے ایک ہے اس لئے اسے قرآن کی ایک تہائی فرمایا گیا ۔

اس بابرکت سورت کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جب دامن طلب پھیلایا جاتا ہے تو وہ کریم اسے خالی واپس نہیں کرتا ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المسجد فاذا رجل یصلی یدعو یقول اللّٰھم انی اسألک بانی اشھد ان لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد ۔ قال والذی نفسی بیدہ لقد سألہ باسمہ الاعظم الذی اذا سُئل بہ اعطی واذا دُعی بہ اجاب ۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں حضور کریم کی معیت میں مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک شخص نماز پڑھ کر دعا مانگ رہا تھا اور عرض کر رہا تھا : اللّٰھم انی اسألک بانی اشھد ان لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد یہ سن کر حضور نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے اپنے رب سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے جب بھی اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے وہ عطا فرماتا ہے اور جب بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول کرتا ہے ۔

روی انہ دخل المسجد فسمع رجلا یدعو ویقول اسألک یا اللہ یا احد یا صمد یا من لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد فقال غُفِرَ لک غُفِرَ لک غُفِرَ لک ثلاث مرات (تفسیر کبیر)

ترجمہ : ایک دفعہ حضور مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ۔ وہ عرض کر رہا تھا اسألک یا اللہ یا احد یا صمد یا من لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد ۔ یہ سن کر حضور نے تین مرتبہ فرمایا اے شخص تجھے بخش دیا گیا اے شخص تجھے بخش دیا گیا ۔ اے شخص تجھے بخش دیا گیا ۔

روی انہ کان جبریل علیہ السلام مع الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اذ اقبل ابو ذر الغفاری ۔ قال جبریل ھذا ابو ذر قد اقبل وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام او تعرفونہ قال ھو اشھر عندنا منہ عندکم ۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام بماذا نال ھذہ الفضیلۃ قال لصغرہ فی نفسہ وکثرۃ قرأتہ قل ھو اللہ احد ۔ (تفسیر کبیر)

ترجمہ : ایک دفعہ حضرت جبریل بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ابوذر غفاری آگئے ۔ جبریل نے عرض کی یہ ابوذر ہیں جو آ رہے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کیا تم فرشتے ابوذر کو پہچانتے ہو ؟ انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے زیادہ ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہاں مشہور یہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کس وجہ سے انہیں یہ فضیلت ملی ہے۔ انہوں نے عرض کی،
ایک تو یہ اپنے آپ کو اپنے دل میں چھوٹا سمجھتے ہیں، دوسرا قل ھو اللہ احد کی کثرت سے قرأت کرتے ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ الانصاری القرطبی اپنی تفسیر میں اس مقام پر ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ بھی سنیے اور اس پر عمل کیجیے۔ وعن سھل بن سعد الساعدی قال شکا رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفقر وضیق المعیشۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخلت البیت فسلم ان کان فیہ احد وان لم یکن فیہ احد فسلم علیّ واقرأ قل ھو اللہ احد مرۃ واحدۃ ففعل الرجل فادرّ اللہ علیہ الرزق حتی افاض علی جیرانہ۔

(القرطبی)

ترجمہ: سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں اپنے فقر اور تنگدستی کی شکایت کی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو اگر وہاں کوئی موجود ہو تو اس کو سلام کہو اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام بھیجو اور پھر ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو۔ اس آدمی نے حسبِ ہدایت عمل کیا اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا وافر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھی مستفید کرنے لگا۔

قاضی عیاض شفا شریف میں ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ والسلام بھیجنا مستحب ہے رقمطراز ہیں:

وقال عمرو بن دینار فی قولہ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم قال ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ترجمہ: عمرو بن دینار جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ضمن میں فاذا دخلتم (الآیۃ) لکھتے ہیں جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے آپ پر سلام بھیجو۔ ابن دینار کہتے ہیں اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

علامہ علی قاری شرح شفا میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ای لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس لیے حضور پر سلام عرض کرنا چاہیے۔ (شرح شفا۔ قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ

سورۃ الاخلاص مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس کی چار آیات ہیں

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾

(اے حبیب!) فرمادیجیے وہ اللہ ہے یکتا ۱؎ اللہ صمد ہے ۲؎ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا ۳؎

۱؎ اگر آپ اقوامِ عالم کے مذہبی عقائد کا مطالعہ کریں تو آپ ششدر ہو کر رہ جائیں گے۔ خالق کائنات کے بارے میں بھانت بھانت کی بولیاں سن کر آپ کا دماغ چکرانے لگے گا اور دل ڈوبنے لگے گا۔ بعض نے تو کسی خدا کو ماننے ہی سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ جہانِ رنگ و بو، اتفاقاً محض بطورِ حادثہ پیدا ہو گیا ہے۔ کسی کی حکمت، کسی کے علم، کسی کی قدرت کا اس میں ذرا دخل نہیں۔ یہ چرخِ نیلوفری، یہ کرۂ زمین، اس میں فلک بوس پہاڑ، ان میں ابلتے ہوئے چشمے، رواں دواں ندیاں، ان کے دامن میں رنگین مہکتے پھول اور چبھتے ہوئے کانٹے، شبنم کے قطرے، اور سمندروں کی بیکرانیاں خود بخود ظہور پذیر ہو گئیں۔ نیلگوں فضا میں ان گنت ستاروں کے چراغ خود ہی روشن ہو گئے، آفتاب و ماہتاب کی تابانیاں کسی خالق کی ندرتِ تخلیق کا کرشمہ نہیں۔

بعض اقوام ایک خدا کی قائل تھیں، مگر ایسا خالق جو علم و حکمت اور قوتِ تدبیر سے یکسر عاری ہے۔ بعض نے دو اور بعض نے ان گنت خدا بنا ڈالے، ان خداؤں کے معاشقوں کی داستانیں بڑی اخلاق سوز ہیں۔ ان میں رقابت کی آگ بھی بھڑکی، انہوں نے ایک دوسرے کی بیویوں کو اغوا تک کیا، ان سے بدمعاشی سے بھی باز نہ آئے۔ ان کے درمیان خونریز جنگیں بھی ہوئیں۔ ان کی اولاد بھی پیدا ہوئی۔ غرضیکہ اس سلسلے میں بدتمیزی کا وہ طوفان برپا ہے کہ الامان والحفیظ۔

لطف یہ ہے کہ ان خرافات کو ماننے والے، ان پر ایمان رکھنے والے، بڑے جوش و خروش سے ان کا پرچار کرنے والے، معمولی قسم کے آدمی نہ تھے۔ ان میں فلاسفر بھی تھے، منطقی بھی، ان میں چوٹی کے سائنس دان بھی تھے اور ریاضی دان بھی، کشورِ فصاحت کے تاجدار بھی تھے اور نغز گو شاعر بھی، دانش وروں، عقل و فہم کے مجسموں، مذہبی رہنماؤں اور سیاسی قائدوں اور بے نظیر فاتحوں کا ایک جم غفیر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہند، چین، روم، یونان اور مصر جہاں تہذیب و تمدن کے چراغ روشن تھے، یہ کیفیت وہاں کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا حبیب، توحید کا علمبردار، دعوتِ حق کا مبلغ اعظم، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس ملک میں تشریف لائے، وہاں تو سونے، تانبے، فولاد، پتھر اور لکڑی کے بے شمار خداؤں کی خدائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ جب اس ہادی برحق نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر قولوا لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کیا تو لوگوں کے ذہنوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سوالات و استفسارات کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ فرمائشوں پر فرمائشیں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا انسب لنا ربک۔ ذرا اپنے رب کا نسب نامہ تو بیان فرمائیے۔ کوئی کہنے لگا: آپ کا رب کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ لوہے کا، مٹی کا، پتھر کا، تانبے کا، سونے کا؟ دنیا کی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مادہ ہے، آخر آپ کے رب کا کیا مادہ ہے؟ کوئی بے تابی سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کے رب کی خوراک کیا ہے؟ جس نے تنہا اپنے کاندھوں پر کائنات کی تخلیق اور تدبیر کا بارِ گراں

www.KitaboSunnat.com

اٹھایا ہوا ہے، وہ کھاتا گیا ہے۔ جو ان کے ذہنوں کی تنگ دامانی اور ان کے افکار کی عجیب و غریب سوالات کی شکل میں ظاہر ہو رہی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ سورۂ مبارکہ نازل کی اور اس کی چند آیتوں میں گمراہی کی انگنت صورتوں کا قلع قمع کر دیا۔ ارشاد ہے۔ قُلْ اے حبیب کامل! سب سے بڑی سچائی کا اعلان اپنی زبان سے فرما تاکہ کسی کو مجال انکار نہ رہے۔

بسا اوقات کمال بھی حجاب بن جایا کرتا ہے۔ کمالات بھی بے شمار ہیں اور ان سے پیدا ہونے والے حجابات بھی انگنت ہیں۔ کہیں حسن، کہیں قوت، کہیں علم، کہیں دولت، کہیں اقتدار و حکومت اور کہیں جنگی فتوحات کے نقاب حق کے رُخِ زیبا کو مستور کر دیتے ہیں۔ ان حجابات کو وہی اٹھا سکتا ہے جو ان نقابوں کو بے نقاب کر سکتا ہے جو خود جملہ کمالات سے یوں متصف ہو کہ اس کی نظیر پیش نہ کی جا سکے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو تمام کمالات کا پیکر رعنا بنا کر بھیجا ہے۔ اٹھیے اور اپنی صدائے دلنواز سے نخوت و پندار کے ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیجیے۔ فرعون نے کب مصر کی حکمرانی سے اپنی انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کیا تھا؟ آپ نے وہ سلطانی عطا فرمائی ہے کہ تیری انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ اس بے مثال سلطانی کے باوجود اگر آپ کہیں گے کہ لا الٰہ الا اللہ تو کسی حکمران کی یہ مجال نہیں ہو گی کہ وہ اپنی خدائی کا اعلان کر سکے۔ ہم نے تجھے وہ شان دلربا عطا فرمائی ہے کہ سب نبی سب رسول اس کی جلالت شان کو دیکھ کر ششدر ہیں۔ جب آپ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ کہ میں بھی ہمہ کمال خدا نہیں، بلکہ بندہ ہوں تو کسی کو یہ حق نہ پہنچے گا کہ وہ کسی نبی یا رسول کو خدا یقین کرے۔ تیرے علم کا یہ عالم ہے کہ … کون و مکان کو محیط ہے۔ تیری نظر رسا اسرار و معارف کی گہرائیوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس علم بے پایاں کے باوجود اگر تو کہے گا کہ میں خدا نہیں بلکہ اس کا بندہ ہوں۔ حبیب تیری زبان سے لا الٰہ الا اللہ کا اعلان ہو گا تو کسی علامہ، مبر، فلسفی اور اہل کو یہ جرات نہ ہو گی کہ اپنی ہمہ دانی کا دم بھر سکے۔

آپ کے جد امجد سیدنا خلیل نے لڑکپن کی عمر میں اپنی قوم کے صنم کدے میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اے فرزند خلیل! اٹھیے اور قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کی کاری ضرب سے افکار و نظریات کے بتکدوں کو پاش پاش کر دیجیے تاکہ اس کے بعد کوئی سلیم الفطرت انسان یہ کہنے کی جرات نہ کر سکے کہ تیرے خدا کے بغیر بھی کوئی اور خدا ہے۔ تیرے رب کے بغیر بھی اس جہان کا کوئی رب ہے۔ تیرے عزتوں والے، شانوں والے، قدرتوں والے، حکمت والے، … پروردگار کے سوا کوئی اور بھی خدا ہے۔ تیرے لبوں سے حق کی صدا نکلے گی تو زمین کی وسعتیں، فضا کی پہنائیاں، آسمان کی رفعتیں، عرش کی بلندیاں، اس صدائے حق سے گونج اٹھیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے جو چاہا، وہ پورا ہو کر رہا۔ بطحا کی سنسان وادی سے اٹھنے والی یہ ہلکی سی آواز سارے جہان کی فضاؤں پر غالب آ گئی۔ دین اسلام کا آفتاب یوں طلوع ہوا کہ مذاہب باطلہ کے چراغ بے نور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آدم کی اولاد کو اپنے خالق و مالک کا صحیح عرفان نصیب ہو گیا۔ حکم ہوا قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ یعنی آپ ان پوچھنے والوں کو بتا دیجیے کہ جس معبود کی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں، جس کی عبادت کی … تمہیں لے جانا چاہتا ہوں، وہ تمہارے خود ساختہ بتوں کی طرح پتھر، … نہیں ہے وہ اللہ ہے جو احد ہے، جو یکتا ہے۔ احد، اس ایک کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نہ ہو نہ ذات میں نہ صفات میں نہ کمالات میں۔ اس اعلان کے ہوتے ہی سونے، چاندی، لوہے، تانبے، پتھر، لکڑی کے بنے ہوئے جو معبود صدیوں سے خدائی کی مسند پر بیٹھے … تھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿٤﴾

اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے

بَل زمین پر اوندھے گر پڑے۔

۲؎ الصمد کی تشریح علمائے اپنے اپنے ذوق اور اندازِ فکر کے مطابق کی ہے۔ اس لیے کتب تفسیر میں انگنت اقوال مرقوم ہیں۔ تعبیریں اگرچہ مختلف ہیں، لیکن مفہوم سب کا ایک ہے۔ علامہ پانی پتی ان سب اقوال کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وعندی معناہ الحقیقی المقصود قال فی القاموس، الصمد: القصد . . . . لان المقصود علی الاطلاق من یحتاج کل ماعداہ الیہ ولا یحتاج ھو الیٰ غیرہ فی شیئ من الاشیاء (مظہری) یعنی میرے نزدیک الصمد کا حقیقی معنی المقصود ہے۔ قاموس میں ہے صمد: قصد کرنا اور جو مقصود علی الاطلاق ہوا کرتا ہے، ہر چیز اس کی محتاج ہوا کرتی ہے اور کسی بات میں وہ کسی کا محتاج نہیں ہوا کرتا اسی لیے صوفیائے کرام نے لا الٰہ الا اللہ کا معنی لا مقصود الا اللہ بتایا ہے۔ سعد بن جبیر فرماتے ہیں۔ الصمد: السیّد ھو المقصود الیہ فی الرغائب، المستغاث بہ عند المصائب۔ صمد، سب کا آقا، سب کا سردار، انعامات حاصل کرنے کے لیے جس کے دربار کا قصد کیا جائے اور طوفانِ مصائب میں جس کی جناب میں فریاد کی جائے۔

۳؎ صرف جاہل اور غیر متمدن اقوام ہی اللہ تعالیٰ کی اولاد تسلیم نہیں کرتی تھیں، بلکہ اس گمراہی میں وہ قومیں بھی بُری طرح مبتلا تھیں جو انبیاء و رسل پر ایمان لے آئی تھیں اور جن کے پاس آسمانی کتب موجود تھیں۔ اگر عرب کے جاہل مشرک، فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے، تو یہودی موسیٰ علیہ السلام کی امت اور تورات کے حامل حضرت عُزیر علیہ السلام کو خدا کا فرزند کہتے اور عیسائی یسوع مسیح پسرِ مریم کو بڑے طمطراق سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے۔ اس آیت نے ان کے اِن باطل تصورات کو مٹا کر رکھ دیا۔ فرمایا نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ یہ تو فانی اور حادث اشیاء کی خصوصیتیں ہیں۔ میرا پروردگار لم یزل، لا یزال ہے، فنا و حدوث سے منزّہ اور پاک ہے، انسانوں کی طرح وہ بیٹوں کا محتاج نہیں، ساری مخلوق چھوٹی اور بڑی، عزیز اور حقیر، جس کے سامنے بندگی کا پٹہ گلے میں ڈالے، سر جھکائے کھڑی ہو اس کو کیا ضرورت ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

۴؎ کفو کہتے ہیں ہمسر کو، جو قدرت، علم، حکمت اور دیگر صفات میں ہم پلہ اور ہم پایہ ہو۔ اس جہان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی پہلو، کسی جہت اور کسی انداز سے اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ سب اس کے بندے ہیں، اس کی مخلوق ہیں، اس کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اس کے ہر حکم کے سامنے طوعاً یا کرہاً سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعضے از علماء گفتہ اند کہ شرکت گاہے در عدد می باشد آں را بلفظِ احد نفی فرمود، و گاہے در مرتبہ و منصب می باشد و آں را بلفظِ صمد نفی فرمود و گاہے در نسب می باشد و آں را بلفظِ لم یلد و لم یولد نفی فرمود و گاہے در کار و تاثیر می باشد و آں را و لم یکن لہ کفوًا احد نفی فرمود و ہمیں جہت ایں سورت را سورتِ اخلاص می گویند۔ (تفسیر عزیزی)

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: علماء لکھتے ہیں کہ شرک کبھی عدد میں ہوتا ہے "احد" کہہ کر اس کی نفی فرما دی۔ کبھی مرتبہ و منصب میں ہوتا ہے "صمد" کہہ کر اس کا بطلان کر دیا۔ کبھی نسب میں ہوتا ہے "لم یلد ولم یولد" سے اس کا ابطال کر دیا اور کبھی کسی کام کرنے اور اثر انداز ہونے میں ہوتا ہے اس کی تردید "لم یکن لہ کفوا احد" سے کر دی۔ توحید کے اسی جامع مضمون کے باعث اس سورت کو سورۂ اخلاص کہا جاتا ہے

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، واشهد هو الله احد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد، واشهد ان سيدنا ومولانا وحبيبنا وحبيب ربنا محمدا رسول الله۔ اللهم صل من الصلوات اطيبها وسلم من التسليمات ازكاها وبارك من البركات اسناها على حبيبي وشفيعي وقرة عيني وسرور قلبي عبدك ونبيك محمد وعلى آله الطيبين الطاهرين وعلى ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين وعلى سائر الصحابة والتابعين وعلى اولياء امته الكاملين وعلى علماء شريعته الربانيين وعلينا معهم اجمعين۔ فاطر السموات والارض انت وليي في الدنيا والآخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين آمين بجاه طه ويس صلى الله عليه وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف

سورۃ الفلق والنّاس

نام : پہلی سورت کا نام "الفلق" اور دوسری کا "الناس" ہے۔ دونوں سورتوں کا نزول بھی یک وقت ہوا۔ مفہوم معنی اور مقصد کے اعتبار سے بھی ان میں اس قدر اتصال ہے کہ انہیں الگ الگ کرنا بہت دشوار ہے۔ اس لیے انہیں معوذتین کے ایک نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان کے الگ الگ تعارف لکھنے کے بجائے ایک ہی تعارف پر اکتفا کروں گا۔

پہلی سورۃ "الفلق" ایک رکوع، پانچ آیتوں، تئیس کلموں اور چوہتر حروف پر مشتمل ہے اور دوسری سورت "الناس" میں ایک رکوع، چھ آیات، بیس کلمے اور اناسی حروف ہیں۔

نزول : اس بات پر تو سب متفق ہیں کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں لیکن کہاں نازل ہوئیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ حضرت حسن بصری، عطاء، عکرمہ اور جابر رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے کہ ان کا نزول مکہ میں ہوا۔ حضرت ابن عباس کے ایک قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن قتادہ، ابو العالیہ اور ابن عباس کے علاوہ علماء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے لیکن احادیث مرفوعہ دوسرے قول کی تائید کرتی ہیں۔ اس لیے مرفوع حدیث کے مقابلہ میں کسی کے قول کو ترجیح دینا بہت مشکل ہے۔ ایک مرفوع حدیث جسے مسلم، ترمذی، نسائی، احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ نے حضرت عقبہ بن عامر سے یوں روایت کیا ہے۔ عقبہ کہتے ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: الم تر آیات انزلت اللیلۃ لم یر مثلھن اعوذ برب الفلق، اعوذ برب الناس یعنی تمہیں خبر ہے اللہ تعالیٰ نے آج رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل فرمائی ہیں جن کی پہلے مثال نظر نہیں آتی۔ وہ اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس ہیں۔

عقبہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان کو حضور کا یہ ارشاد کہ "آج رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثال پہلے نظر نہیں آتی۔" یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ان سورتوں کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا۔ دوسری حدیث جو اس قول کی تائید کرتی ہے وہ ہے جس میں ان کے شان نزول کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اس حدیث کو بخاری، بغوی، نسفی، بیہقی، ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ شراح حدیث میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی نے اپنے اسفار جلیلہ میں لکھا ہے کہ سات ہجری میں جب ایک یہودی لبید بن اعصم نے جادو کیا۔ جس کی تفصیل آگے بیان ہو رہی ہے۔ اس وقت اس جادو کے اثرات کو کالعدم کرنے کے لیے یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔ ان ائمہ حدیث کی تحقیق کے بعد اور حضرت عقبہ کی مرفوع روایت کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لیے ان سورتوں کے مکی ہونے پر اصرار کرنا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان صریح روایات کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ ان مواقع پر ان سورتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی جو پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں بہرحال میرے لیے ناقابلِ فہم ہے۔ جہاں تک میری فہم اور تحقیق کا تعلق ہے میں تو اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں۔

چند مباحث: یہاں چند ایسے اُلجھے ہوئے مباحث ہیں۔ جن سے دامن بچا کر آگے نکل جانا کسی طرح درست نہیں۔ ان سورتوں کے تعارف کے ضمن میں ان مباحث کا تذکرہ اور ان سے جو شبہات جنم لیتے ہیں اُن کا ازالہ از بس ضروری ہے اس لیے قارئین کرام سے ان مباحث کے تذکرہ کی اجازت طلب کرتا ہوں۔

بحث اوّلین: کیا یہ دونوں سورتیں قرآن کریم کا جزو ہیں اور قرآن کریم کی دوسری سورتوں کی طرح ان کا جزوِ قرآن ہونا قطعی الثبوت ہے؟

یہ سوال اس لیے پیدا ہوا کہ بعض ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہیں قرآن کی سورتیں شمار نہیں کیا کرتے تھے اور جو مصحف انہوں نے مرتب کیا تھا اُس میں بھی یہ سورتیں موجود نہ تھیں۔ علامہ سیوطی نے صراحۃً لکھا ہے۔

اخرج احمد والبزار والطبرانی وابن مردویہ من طرق صحیحۃ عن ابن مسعود انہ کان یحک المعوذتین من المصحف ویقول لا تخلطوا القرآن بما لیس منہ انہما لیستا من کتاب اللہ انما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتعوذ بہما وکان ابن مسعود لا یقرء بہما (الدر المنثور)

ترجمہ: امام احمد، بزار، طبرانی و ابن مردویہ نے صحیح طریقوں سے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ معوذتین کو مصحف سے محو کر دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے قرآن کے ساتھ ایسی چیزیں خلط ملط نہ کرو جو اس میں سے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ان دو سورتوں کے ساتھ فقط پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا نیز حضرت ابن مسعود ان سورتوں کی تلاوت نماز میں نہیں کیا کرتے۔ (الدر المنثور)

اس میں تو کلام نہیں یہ سب اخبار آحاد ہیں۔ علماء اصولِ حدیث نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اخبارِ آحاد کی صحت کے لیے صرف راویوں کی عدالت اور ثقاہت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخبار آحاد کا درایت کے معیار پر پورا اترنا بھی لازمی ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ روایت بداہتِ عقل کے خلاف نہ ہو۔ اگر اس قاعدہ کو پیش نظر رکھا جائے تو ان روایات کو بنیاد بنا کر انکار کی عمارت استوار کرنا قرین دانشمندی نہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے نہ تھے جنہیں ساری عمر میں ایک آدھ بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہو یا دنیاوی مصروفیتوں کے باعث بارگاہ نبوت میں کبھی کبھی حاضری کی سعادت مل جاتی ہو اور کبھی نہ ملتی ہو بلکہ آپ ان خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو ہمیشہ خدمت عالیہ میں حاضر باش رہا کرتے تھے۔ آپ کا شمار اصحاب صُفّہ میں تھا جن کا شغل ہر وقت مسجد نبوی میں پڑے رہنا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت، خدمت میں حاضری، ارشادِ رسالت کو سننا، اُن کو یاد رکھنا۔ قرآن کریم کی جو آیتیں نازل ہوتیں ان کو حفظ کرنا۔ ان کی زندگی کی ساری سرگرمیاں انہی چند باتوں میں سمٹ کر رہ گئی تھیں۔ جو قریباً ہر نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کیا کرتے تھے۔ عقبہ بن عامر جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں آیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لاتے تھے انہیں قرآن کی سورتوں کے بارے میں علم ہو کہ یہ قرآن کا حصہ ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو ہجرت سے پہلے ہی دولت ایمان سے مشرف ہو چکے تھے اور شاذ و نادر ہی کبھی غیر حاضر ہوتے ہوں. حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان سورتوں کو نماز میں تلاوت فرمایا. صدہا صحابہ نے اپنے کانوں سے اسے سنا. یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے ہمہ وقت حاضر باش ہر نماز حضور کی اقتدا میں پڑھنے والے کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ قرآن کی سورتیں ہیں یا نہیں؟ بڑی تعجب خیز بات ہے۔

اس لیے یہ روایات جو سب کی سب احاد ہیں، ان کی بناء پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خیال اور خیال بھی ایسا جس سے فقط ابن مسعود پر ہی اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے کفار و ملحدین کو کھلا قرآن کریم کے بارے میں زبان طعن دراز کرنے کی سند مل جاتی ہے کم از کم ہمارے فہم سے یہ بات بالاتر ہے۔

یہ روایت جو ابن قتیبہ نے نقل کی ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اپنے مصحف میں معوذتین کو نہ لکھا کرتے تھے کیونکہ یہ سنا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دو سورتیں پڑھ کر سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کو دم فرماتے ہیں اور یہ دوسرے دموں کی طرح ایک دم ہی ہے. یہ بات بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں کیونکہ قرآن کریم سراپا اعجاز ہے. جس کی مثال لانا کسی ایک فرد کسی انسانی جماعت بلکہ فصحاء و بلغاء کے کسی مجمع علمی سے بھی ممکن نہیں. اس میں اور دوسرے دموں میں کیونکر التباس پیدا ہو سکتا ہے خصوصاً ابن مسعود جیسی شخصیت کو جو فصیح اللسان اور لغت عربی کے ماہر اسالیب کلام اور انداز گفتگو کے عارف تھے۔ مزید برآں جسے افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان صحبت نے کندن بنا دیا تھا ان کا اس اشتباہ میں مبتلا ہونا ناممکن ہے. خود علامہ سیوطی نے طبرانی سے ایک حدیث بیان کی ہے:

اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علی آیات لم ینزل علی مثلهن المعوذتین۔ (الدر المنثور)

ترجمہ: طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے حضرت ابن مسعود سے یہ ارشاد رسالت نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثل مجھ پر نازل نہیں ہوئی اور وہ معوذتین ہیں۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابن مسعود کو ان آیات کے نزول کے بارے میں آگاہ فرمایا. ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ کا یہی خیال ہو کہ یہ محض جھاڑ پھونک کے لیے چند جملے نازل ہوئے ہیں اور قرآن کا جزو نہیں ہیں لیکن حضور کا یہ ارشاد سننے کے بعد اگر ان کے بارے میں انہیں کوئی شک تھا بھی تو وہ دور ہو گیا اور آپ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔

یہ الگ بات ہے کہ کسی کے دل میں صحابہ کو غلط کار ثابت کرنے کا اتنا زیادہ شوق ہو کہ وہ ان تمام واضح حقائق کو بھی آسانی سے نظر انداز کرنے کے لیے تیار ہو جس طرح صاحب تفہیم القرآن نے اس مقام پر اظہار خیال کیا ہے. اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابن مسعود کے مصحف میں یہ سورتیں مرقوم نہ تھیں، اس لیے وہ ان کو قرآن کا جزو نہیں سمجھتے تھے. تو عرض ہے کہ ان کے مصحف میں تو سورۃ فاتحہ بھی مرقوم نہ تھی. کیا اس کا آپ یہ مطلب لیں گے کہ وہ اسے بھی قرآن کی سورت شمار نہ کرتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جس کو وہ ہر نماز کی ہر رکعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرأت فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے۔ ان سورتوں کے نہ لکھنے کی معقول وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ بکثرت تلاوت کی جاتی تھیں اس لیے انہیں ازبر زبان تھیں انہیں قطعاً یہ وہم تک بھی نہ تھا کہ وہ انہیں فراموش ہو جائیں گی۔ یہ مصحف آپ نے اپنی سہولت کے لیے مرتب کیا تھا۔ ان سورتوں کے لکھنے کی انہوں نے ضرورت محسوس نہ کی اس لیے نہ لکھیں۔

مختلف کتب میں اسی قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ہر قاری کے پاس نہ ذاتی استعداد ہوتی ہے اور نہ اتنی فرصت کہ وہ ان روایات کی تحقیق کر سکے۔ اس لیے وہ لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ان تمام اعتراضات اور شبہات کو دور کرنے کے لیے اس ایک اصول کو آپ خوب ذہن نشین کر لیں کہ قرآن کریم کس کو کہتے ہیں؟ قرآن کریم وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا اور پھر بذریعہ تواتر نقل کیا یعنی ان سے تابعین نے اسی تواتر سے سنا یوں ہی سلسلہ وار وہ ہم تک منقول ہوتا چلا آیا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام کے بالاتفاق حضرت زید ابن ثابت کے مدون کردہ نسخہ کے مطابق ایک نسخہ تیار کیا اور اس کی متعدد نقول اپنی نگرانی میں تیار کر کے مملکت اسلامیہ کے مختلف امراء کی طرف روانہ کیں تاکہ عرب و عجم میں اسی کے مطابق تلاوت کی جائے اور عمل کیا جائے۔ اس لیے قرآن کریم صرف اسی مصحف مبارک کا نام ہے۔ اس کے خلاف آپ کو جو روایت نظر آئے یا وہ سند کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہو گی یا وہ خبر واحد ہو گی یا کسی کا اپنا ذاتی قول ہو گا۔ الغرض کلام اللہ وہی ہے جو اس مصحف عثمانی کے مطابق ہے جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور اس وقت سے لیکر آج تک اس میں نہ کسی کی کمی بیشی ہوئی نہ کسی آیت میں تقدیم و تاخیر ہوئی اور نہ کلمات کی ترتیب میں کوئی تغیر پذیر ہوا۔

بحث ششم : نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا جادو کیا گیا؟ اور ذات اقدس و اطہر پر اس کا کوئی اثر ظاہر ہوا؟

اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرنے سے پہلے میں قارئین کرام کے سامنے ان تمام روایات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جو مختلف کتب میں باختلاف الفاظ منقول ہیں۔ اس کے بعد ان اعتراضات کا ذکر کروں گا جو قدیم اور جدید معتزلیوں نے وارد کیے ہیں۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اہل سنت کے موقف کو بیان کروں گا۔

"یثرب کے یہودیوں کو روز اول سے ہی جو بلاوجہ عداوت اور حسد حضور کی ذات اقدس کے ساتھ تھا اس کی تفصیلات کئی مقامات پر آپ پڑھ چکے ہیں۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی شان کو بلند کرتا، فتوحات کے دروازے کھلتے جاتے ایسے ایسے ہی ان کی عداوت کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ ۷ ھ میں جب حدیبیہ سے حضور پرنور واپس تشریف لائے تو خیبر کے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ کے ایک مشہور جادوگر لبید بن اعصم کے پاس آیا۔ بعض مورخین نے اسے یہودی کہا ہے لیکن یہ درحقیقت انصار کے ایک قبیلہ بنی زریق کا ایک فرد تھا۔ ممکن ہے اس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہو۔ اس لیے اسے یہودی کہا گیا ہو۔ خیبر کے وفد نے آکر اس کے سامنے اپنی بپتا بیان کی اور کہا کہ مکہ کے اس قریشی نے یہاں آکر ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ ہم نے سیاسی طور پر ان کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سازشیں کیں، آشوب بپا کیے، مشرک قبائل کو ان کے خلاف بھڑکایا لیکن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناکام رہے۔ اس کے علاوہ ہمارے ہاں یثرب کے ماہر جادوگر تھے انہوں نے بھی بڑے جتن کیے بڑی زور آزمائی کی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ ہمارے اس علاقہ میں تمہارے سحر کی دھوم مچی ہوئی ہے ہر طرف سے مایوس ہو کر ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ اگر تو ہماری امداد کرے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ انہوں نے اس کی خدمت میں بھاری نذرانہ بھی پیش کیا۔ چنانچہ اس نے حامی بھر لی۔

ایک یہودی لڑکا حضور کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ کسی طرح ورغلا کر اس سے حضور کی کنگھی کا ایک ٹکڑا اور چند موئے مبارک حاصل کر لیے۔ اس نے اور اس کی بیٹیوں نے جو اس فن میں اپنے باپ سے بھی دو قدم آگے تھیں جادو کیا اور ان چیزوں کو نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر بنی زریق کے ایک کنویں کی تہ میں ایک بھاری پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس کنویں کا نام "ذروان یا ذی اروان" بتایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کا نام "بئر اریس" بھی لکھا ہے۔

چھ ماہ گزرنے کے بعد معمولی معمولی اثر ظاہر ہونے لگا۔ آخری چالیس دن زیادہ تکلیف کے تھے۔ ان میں سے بھی آخری تین دن تکلیف اپنی نہایت کو پہنچ گئی۔ اس جادو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قسم کی تکلیف محسوس ہوتی تھی، اس کے بارے میں بھی تصریحات موجود ہیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذوب ولا یدری ما وجعہ۔ یعنی حضور کی طبیعت گھٹنے لگی۔ نقاہت بڑھنے لگی لیکن بظاہر اس کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوتی۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: حتی یخیل الیہ انہ فعل الشیء ولم یکن فعلہ (روح المعانی)
یعنی ایسا کام جو نہ کیا ہوتا اس کے بارے میں حضور کو خیال ہوتا کر لیا گیا ہے۔

کتب حدیث میں اس جادو کے اثرات کے بارے میں جتنی روایات ملتی ہیں۔ ان کا یہی نچوڑ ہے کہ جسمانی طور پر نقاہت کمزوری محسوس ہوئی لیکن ایسی کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی موجود نہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں کبھی بال برابر فرق آیا ہو۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نماز کے ارکان میں تقدیم و تاخیر سرزد ہوئی ہو یا تلاوت قرآن کے وقت نسیان طاری ہو گیا ہو یا ملت اسلامیہ کی توضیح اور استحکام یا اسلام کی تبلیغ میں کوئی معمولی سا رخنہ بھی پیدا ہوا ہو۔

جب تکلیف زیادہ بڑھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اسی رات حضور کو خواب میں حقیقت حال سے آگاہ فرما دیا گیا۔ چنانچہ حضور نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کو بتایا کہ اے عائشہ! میں نے اپنے رب سے جس بات کے بارے میں دریافت کیا تھا میرے خدا نے مجھے اس کے متعلق بتا دیا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا رات کو خواب میں دو آدمی میرے پاس آئے۔ ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے نزدیک۔ (بعض روایات میں ہے کہ وہ جبرائیل اور میکائیل تھے) ایک نے دوسرے سے پوچھا "انہیں کیا تکلیف ہے"۔ دوسرے نے جواب دیا "انہیں جادو کیا گیا ہے"۔ پوچھا "کس نے کیا ہے؟" جواب ملا "لبید ابن اعصم نے"۔ پوچھا "کن چیزوں پر"۔ بتایا "کنگھی کے ایک ٹکڑے پر اور چند بالوں کو نر کھجور کے خوشہ کے پردے میں رکھ کر"۔ پوچھا "کہاں رکھا ہے؟" بتایا "ذی اروان کے کنویں کی تہ میں ایک پتھر کے نیچے"۔ پوچھا "اب کیا کرنا چاہیے"۔ بتایا "اس کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے پھر اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھر کے نیچے سے ان چیزوں کو نکالا جائے "۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً حضرت سیدنا علی، عمار ابن یاسر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو اس مقصد کے لیے اس کنویں کی طرف بھیجا انہوں نے پانی نکال کر اس کنویں کو خشک کر دیا۔ اتنے میں حضور خود بھی وہاں تشریف لے گئے پتھر کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے وہ غلاف نکلا، اسے کھولا تو اس کے اندر کنگھی کا ایک ٹکڑا، چند بال جو تانت کے ایک ٹکڑے میں بندھے ہوئے تھے اور اس تانت میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور یہ دو سورتیں پڑھ کر سنائیں اور عرض کیا کہ آپ ان سورتوں کی ایک ایک آیت پڑھتے جائیں اور ایک ایک گرہ کھولتے جائیں اور ایک ایک سوئی نکالتے جائیں۔ چنانچہ دونوں سورتوں کی گیارہ آیتیں پڑھی گئیں۔ ان کی تلاوت سے گیارہ گرہیں کھلیں اور ساری سوئیاں نکل گئیں۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ہشاش بشاش ہو گئی اور جادو کا سارا اثر زائل ہو گیا۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اجازت ہو تو اس خبیث کا سر قلم کر دیا جائے۔ حضرت سید عالم نے ارشاد فرمایا:

اما انا فقد شفانی اللہ واکرہ ان اثیر علی الناس شرا۔

ترجمہ: "مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی ہے۔ میں اپنے لیے لوگوں میں فتنہ کی آگ بھڑکانا نہیں چاہتا"۔

سبحان اللہ! رحمت للعالمین کی کیا شان ہے۔ اپنی ذات کے لیے اپنی جان کے دشمنوں سے بھی کبھی انتقام نہیں لیا۔

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیک یا مقیل العثرات۔ صلی اللہ علیک یا صفوح عن الزلات وبارک وسلم۔

اس واقعہ کا خلاصہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ اب ذرا قدیم معتزلہ اور جدید عقلیت پسندوں کے اعتراضات کا مطالعہ فرمائیے۔ وہ ان تمام روایات کو ساقط الاعتبار، ناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے بیک قلم ان پر خط تنسیخ کھینچ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے منصب نبوت کی توہین ہوتی ہے بلکہ ہر قسم کی وحی اور شریعت کے جملہ احکام پر سے وثوق اٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ان روایات کے مطابق مان لیا جائے کہ حضور پر جادو کا اثر ہو گیا تھا تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اثر سے کوئی آیت ذہن سے اتر گئی ہو قرآنی آیت کے بجائے کسی خود ساختہ جملہ کو آیت قرآنی فرض کر لیا گیا ہو شریعت کا یہ قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو بلکہ سحر کی فسوں کاری کا کرشمہ ہو نیز یہ روایات اس آیت کے بھی منافی ہیں "واللہ یعصمک من الناس" کہ لوگوں کی شرانگیزیوں سے اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ہے: جب عصمت نبوت کی ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے لی ہے تو پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ یہودیوں کے سحر کا حضور پر اثر ہو گیا ہو۔ عقل کے جدید اور قدیم پرستاروں کا نظریہ آپ نے پڑھ لیا۔ بات کا جس طرح انہوں نے بتنگڑ بنایا ہے اس کو بھی آپ نے دیکھ لیا۔

ان اعتراضات اور شکوک کے بارے میں اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک حیثیت نبوت اور دوسری حیثیت بشریت۔ عوارض بشری کا ورود ذات اقدس پر ہوتا رہتا تھا۔ بخار، درد، چوٹ لگنا، دندان مبارک کا شہید ہونا۔ طائف میں پنڈلیوں کا لہولہان ہونا اور احد میں جبین سعادت کا زخمی ہونا۔ یہ سب واقعات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تاریخ کے صفحات کی زینت ہیں۔ یہ لوگ بھی ان سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتے اور ان عوارض سے حضور کی شان رسالت اور حیثیت نبوت پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح یہاں بھی جادو کا اثر حضور کی جسمانی صحت تک محدود تھا رسالت کا کوئی پہلو قطعاً اس سے متاثر نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا کہ اس جادو سے حضور کوئی آیت بھول جاتے یا الفاظ میں تقدیم و تاخیر کر دیتے یا قرآن میں اپنی طرف سے کوئی جملہ بڑھا دیتے یا نماز کے ارکان میں رد و بدل ہو جاتا تو اسلام کے بدخواہ اتنا شور و غل مچاتے کہ الامان والحفیظ۔ ابطال رسالت کے لیے انہیں ایک ایسا مسکت ہتھیار دستیاب ہو جاتا کہ اس کے بعد انہیں دعوت اسلامی کو ناکام کرنے کے لیے مزید کسی ہتھیار کی ضرورت نہ رہتی لیکن اس قسم کا کوئی واقعہ کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب میں موجود نہیں۔ دشمنان اسلام نے آج تک جتنی کتابیں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھی ہیں ان میں بھی اس قسم کا کوئی واقعہ درج نہیں۔ معلوم ہوا کہ لبید یہودی کے جادو کا اثر فقط اس حد تک محدود تھا کہ صحت گرامی متاثر ہوئی جس طرح علامہ سید قطب اور علامہ آلوسی کے حوالے نقل کیے جا چکے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جادو کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں؟ جادو سے کسی چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے یا فقط نظر بندی کے طور پر چیز بدلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اس سے لوگوں کا متاثر ہونا ایک یقینی چیز ہے۔ ساحران فرعون کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمایا گیا ہے۔ نص قرآنی سے یہ چیز ثابت ہے کہ لوگ ان رسیوں کو سانپ خیال کرنے لگے۔ سانپوں کی طرح انہیں لہراتے ہوئے دیکھ کر وقتی طور پر موسیٰ علیہ السلام بھی خائف و ہراساں ہو گئے۔ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۔ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ.

ترجمہ: پس ان کی رسیاں اور سوٹیاں آپ کو یوں معلوم ہوتا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ ان کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ ہم نے کہا اے موسیٰ! مت ڈرو۔ تم ہی سربلند ہو۔

انہیں کے بارے میں سورۂ اعراف میں ہے: سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ: یعنی ان جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا تھا۔

بحث سوم: جھاڑ پھونک کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

ایک بات پہلے ہی ذہن نشین کرلینا ضروری ہے۔ جھاڑ پھونک کا رواج ہر انسانی معاشرہ میں قدیم الزمنہ سے موجود ہے۔ اس مقصد کے لیے جو منتر، طلسم یا نقوش ان کے ہاں رائج ہو چکے تھے۔ ان کی دیویاں، دیوتاؤں کے نام، شیطانی قوتوں سے استمداد، آسمانی کواکب و سیارات سے استغاثہ وغیرہ عام تھا۔ نیز وہ ان چیزوں کو موثر حقیقی اور فاعل مستقل یقین کرتے تھے۔ اسلام نے شرک کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔ ان کے اس عقیدہ کے بطلان کو طشت ازبام کر دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی دیوی، دیوتا، کوئی چاند تارا، سورج موثر حقیقی ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ گمان ہی نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کسی ایسے منتر یا جھاڑ پھونک کی اجازت دے جس میں شرک یا شرکیہ عقائد کا شائبہ تک بھی پایا جاتا ہو۔ اس لیے ایسے تمام منتر، طلسم، نقوش

www.KitaboSunnat.com

تعویذات وغیرہ اسلام میں قطعاً حرام اور ممنوع ہیں جن احادیث میں دم کرنے جھاڑ پھونک کرنے وغیرہ کی ممانعت کی گئی ہے ان مجمل احادیث سے اسی قسم کے شرکیہ اعمال مراد ہیں لیکن ایسا دم یا تعویذ جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی اسم مبارک، کوئی آیت قرآنی یا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ ہو یا جس نقش میں یا دم میں شرکیہ بات نہ ہو اس کا کرنا جائز ہے حضور خود بھی اپنے آپ کو دم فرمایا کرتے اور صحابہ کرام پر بھی دم کرتے اور حسنین کریمین کو تو خصوصی دم فرمایا کرتے عہد رسالت میں اور اس کے بعد صحابہ کا بھی یہی معمول تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک پاکان امت کا بھی یہ دستور رہا ہے۔ آپ چند شواہد ملاحظہ فرمائیے!

سب سے پہلی دلیل قرآن دو سورتوں کا نزول ہے اور ان کے پڑھنے کی برکت سے جادو کی تاثیر کا ختم ہو جانا ہے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ ہر شب آرام کرنے سے پہلے آخری تینوں قل پڑھتے اپنے مبارک ہاتھوں پر دم فرماتے پھر اپنے سارے جسم پر انہیں پھیر لیتے۔ یہ معمول حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔ جو خود بھی شاہد ہیں۔ جن محدثین نے اس روایت کو اسناد صحیحہ سے نقل کیا ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، ابن ماجہ، ابو داؤد علیہم الرحمۃ جیسے اکابر ہیں۔

نیز امام بخاری، امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے:

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی نے ایک روز عرض کیا یا رسول اللہ! جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے شدید درد ہوتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میری جان لیوا ثابت ہوگا۔ حضور نے فرمایا: درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو، پھر تین بار بسم اللہ اور سات مرتبہ یہ پڑھتے ہوئے درد کی جگہ پر ہاتھ رکھو۔ أَعُوذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ۔

مسند امام احمد اور طحاوی میں طلق بن علی کی روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ کی موجودگی میں بچھو نے ڈنک مارا حضور نے مجھے دم فرمایا اور دست مبارک پھیرا۔

صحیح مسلم میں ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے تو عیادت کے لیے جبریل امین حاضر ہوئے پوچھا: جان عالم! کیا آپ بیمار ہو گئے؟ فرمایا ہاں۔ جبریل نے یہ پڑھ کر دم کیا:

بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيكَ - بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ - (ترجمہ) میں اللہ کا نام لے کر آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت دے اور ہر نفس اور حاسد کی نظر سے۔ اللہ آپ کو شفا دے۔ میں اللہ کا نام لے کر آپ کو دم کرتا ہوں۔

مسند امام احمد میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں رونق افروز ہوئے میرے پاس شفاء نامی ایک خاتون بیٹھی تھی جو نملہ (ذباب) کا دم کیا کرتی تھی۔ حضور نے فرمایا شفاء یہ دم حفصہ کو بھی سکھا دو۔ خود شفاء بنت عبد اللہ کہتی ہیں کہ مجھے حضور نے فرمایا کہ تم نے حفصہ کو جس طرح لکھنا پڑھنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سکھایا ہے نملہ کا دم بھی سکھا دو۔ (مسند امام احمد، ابوداؤد، نسائی)

صحیح مسلم میں عوف ابن مالک اشجعی کی یہ روایت مذکور ہے کہ ہم نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ اب اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: جو پڑھ کر تم دم کیا کرتے تھے وہ مجھے سناؤ۔ جھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جب تک اس میں شرک نہ ہو۔"

حضرت جابر ابن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرما دیا۔ پھر حضرت عمرو ابن حزم کے خاندان کے لوگ آئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک عمل تھا جس سے ہم بچھو سانپ کے کاٹے کو دم کیا کرتے تھے مگر حضورؐ نے ان کاموں سے منع فرما دیا ہے۔ پھر انہوں نے وہ دم پڑھ کر سنایا حضورؐ نے فرمایا: اس میں تو میں کوئی مضائقہ نہیں پاتا تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔

(مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ)

میں نے کثیر التعداد احادیث میں سے صرف چند احادیث پیش کی ہیں۔ طالب حق کے لیے اس میں کفایت ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز اسی وقت نفع پہنچاتی جب اذن الٰہی ہو۔ اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی۔ اگر جڑی بوٹیاں، گولیاں، شربت، معجون اور ٹیکے اذن الٰہی سے صحت و عافیت کا سبب بن جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ آیات قرآنی اور فرمودات رسالت اذن الٰہی سے کیوں مؤثر نہیں ہو سکتے۔ آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کیا دم یا تعویذ پر نذرانہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے لیے حضرت ابو سعید خدری کی اس روایت سے استدلال کافی ہے جو امام بخاری، امام مسلم، ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں منقول ہے۔ اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہم پر اپنے چند صحابہ کو بھیجا جن میں حضرت ابو سعید خدری بھی تھے۔ ان کا گزر ایک بستی سے ہوا جہاں ایک عرب قبیلہ سکونت پذیر تھا۔ انہوں نے اس قبیلہ سے اپنے لیے کھانے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے انہیں کوئی چیز دینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے بغیر کچھ کھائے رات بسر کی۔ اسی اثنا میں قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلے بچھو نے ڈنگ مار دیا۔ جب اس کی تکلیف حد سے زیادہ بڑھی تو وہ لوگ مسلمانوں کے پاس آئے اور آ کر کہا کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا ہے۔ وہ درد سے تلملا رہا ہے۔ اگر تم لوگوں کے پاس کوئی دوا ہو یا کوئی دم کر سکتا ہو تو وہ آ کر اسے دم کرے۔ حضرت ابو سعید نے کہا کہ ہمارے پاس اس کا علاج تو ہے لیکن تم نے بڑی بے مروتی کا سلوک کیا ہے ہمیں کھانا تک نہیں دیا اس لیے جب تک تم ہمیں کچھ معاوضہ دینا طے نہ کرو اس وقت تک ہم اس کا علاج نہیں کریں گے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ہمارے سردار کو آرام آ گیا تو ہم تمہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دیں گے۔ حضرت ابو سعید گئے اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد اپنا لعاب دہن اس پر ملا۔ درد زائل ہو گیا اور ان کا سردار بالکل تندرست ہو گیا۔ قبیلہ والوں نے وعدہ کے مطابق ریوڑ جس میں تیس بکریاں تھیں مسلمانوں کو دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت ابو سعید وہ ریوڑ لے کر مسلمانوں کے پاس واپس آئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک حضور نبی کریم سے مسئلہ دریافت نہ کر لیں اس وقت تک ہمیں یہ بکریاں استعمال میں نہیں لانی چاہئیں۔ جب سفر سے فارغ ہو کے یہ حضرات مدینہ طیبہ واپس پہنچے تو سارا قصہ عرض خدمت کیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر تبسم فرمایا۔ تمہیں یہ کس طرح پتہ چلا کہ یہ سورت پڑھ کر دم کیا جاتا ہے۔ بکریاں لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔

اس روایت کے بعد اس مسئلہ پر مزید بحث کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

موضوع ان سورتوں کی تشریح کے ضمن میں تمام چیزیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ یہاں آپ اتنا ہی خیال رکھیں کہ بندہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اگر وہ حق کے لیے سر بکف باطل کے سامنے میدان جہاد میں قدم رکھتا ہے تو ایک ذات ایسی ہے جس کے دامن میں اسے پناہ مل سکتی ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ کبھی ہراساں اور مایوس نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور ان کلمات طیبات سے اس کی بارگاہ میں پناہ کے لیے عرض کرتا رہے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۱۵ اپریل ۱۹۷۷ء

کل مجھے اور میرے پانچ ساتھیوں کو رحیم بخش ریاض مجسٹریٹ درجہ اول بھلوال نے چار ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی۔ الحمد للہ۔

اللہم اغفر لکاتبہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورہ الفلق مدنی ہے اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ

آپ عرض کیجیے میں پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی ۱؎ ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا ہے ۲؎ اور (خصوصاً) رات کی

۱؎ علامہ راغب عوذ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: العوذ: الالتجاء الی الغیر والتعلق بہ۔ کسی کی پناہ لینا اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: عاذ بہ یعوذ عوذا: لاذ بہ ولجأ الیہ واعتصم (لسان العرب) کسی کی پناہ لینا، کسی کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا۔

الفلق کا اصل معنی تو چیرنا اور پھاڑنا ہے۔ اس آیت میں اس سے مراد صبح ہے جو رات کا سینہ چاک کر کے باہر نکلتی ہے۔ قرآن کریم کی یہ دو آخری سورتیں ہیں۔ انہیں معوذتین کہتے ہیں۔ اس کتاب مقدس میں انسان کا منشور حیات پیش کر دیا گیا۔ اس کی منزل متعین کر دی گئی جس کے بغیر اور کوئی منزل اس قابل نہیں کہ نوع انسانی کے کسی فرد یا کسی جماعت کی منزل بن سکے۔ یہ وہ بلند منزل ہے جس پر خیمہ زن ہونے کے لیے سرگشتہ ہونا اس مسافر کو زیب دیتا ہے۔ لیکن اس منزل کی راہ مشکلات سے اٹی ہوئی ہے۔ قدم قدم پر رکاوٹوں کے پہاڑ راستہ روکے کھڑے ہیں۔ کمین گاہوں میں اس کے دشمن اس کی تاک میں بیٹھے ہیں تاکہ جب موقع ملے وہ اس پر جھپٹ پڑیں۔ اس کی دشمن قوتیں ایسی بھی ہیں جو اس کی جسمانی صلاحیتوں کو فنا کرنے کے لیے تُلی ہوئی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو اس کی متاع ایمان کو غارت کر دینا چاہتی ہیں۔ یہ مشت خاک بیک وقت ان تمام دشمنوں سے کیسے برسرپیکار ہو سکتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا کیسے مقابلہ کر سکتا ہے؟ اس لیے اس راہرو منزل شوق کو قرآن کریم ایک ایسی ہستی کی پناہ لینے کا درس دے رہا ہے جو سب سے اعلیٰ، سب سے بالا، سب سے قوی اور سب پر غالب ہے۔ وہ تیرے ظاہری اور باطنی دشمنوں کو جانتا ہے، وہ تیرے جسمانی اور روحانی امراض کو پہچانتا ہے، تیرے خلاف ان کے کھلے منصوبوں اور خفیہ سازشوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور ان منصوبوں کو خاک میں ملانے اور ان کی سازشوں کو ناکام کرنے کی پوری قوت رکھتا ہے۔ آؤ اس کی پناہ لے لو، اس کے دامن کرم کو مضبوطی سے پکڑ لو پھر بے خوف و خطر اپنی منزل کی طرف بڑھتے چلو۔ تم بس ایک دفعہ اپنا آشیانہ بنانے کے لیے آمادہ ہو جاؤ، یہ تمہارے عزم اور ہمت پر منحصر ہے۔ قدم قدم پر راستوں سے اب کہیں بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔

اس سورت میں ان امور کا ذکر کیا گیا جو انسان کی جسمانی نشوونما، صحت و عافیت کے لیے خطرناک ہیں اور دوسری سورت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَ

تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے ۳ اور ان کے شر سے جو پھونکے مارتی ہیں گرہوں میں ۴ اور

ان خطرات کا ذکر کیا گیا جو اس کے ایمان و ایقان کو اس سے چھین لینا چاہتے ہیں۔

اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا اور حضور کے واسطے سے ہر غلام بارگاہ رسالت کو حکم دیا کہ کہو میں پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی جس نے رات کی تاریکی کو صبح کے اجالے سے بدل دیا، رات کے سناٹے اور ویرانے کو دن کی رونقوں سے نواز دیا۔ جس نے رات کی وحشتوں کو دن کی دلچسپیوں میں تبدیل کر دیا۔ جو نامساعد حالات کو یوں تبدیل کر دینے پر قادر ہے، وہ تیری بگڑی بھی بنا سکتا ہے۔ تیری امیدوں کی دنیا میں جو گھپ اندھیرا ہے اس کے لطف و کرم سے وہ بھی کافور ہو سکتا ہے۔ اس کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر فریاد تو کرو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

۲ ـ میں ہر چیز کی اذیت رسانی اور فتنہ انگیزی سے پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ ہم نہ تمام چیزوں کو شمار کر سکتے ہیں اور نہ ہر چیز کی مضرتوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اپنے ناقص علم کے باعث ہم ایک چیز کو اپنے لیے بڑا کارآمد خیال کرتے ہیں درحقیقت وہی چیز ہمارے لیے ضرر اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے تفصیلات کو چھوڑ دو اور یہ عرض کرو کہ جس چیز کا تو خالق ہے اس میں مضرت اور تکلیف کا جو پہلو ہے جسے تو خوب جانتا ہے اور جس کے دور کرنے پر تو قادر ہے، میں تجھ سے ہی اس کی پناہ مانگتا ہوں۔

۳ ـ الغاسق: اللیل المظلم، تاریک رات۔ قرطبی، مجمع۔ وَقَبَ: کسی چیز کا کسی چیز میں داخل ہو جانا۔ اس کے رگ و ریشے میں سما جانا۔

رات کی تاریکی کی شدت کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب اس کی ظلمت کائنات کی ہر چیز کو اپنے دامن میں لپیٹ لے، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیل جائے، یہ منظر بذات خود بڑا وحشت ناک اور رعب انگیز ہوتا ہے۔ نیز رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چور چوری کرتا ہے، قاتل خونریزی کرتا ہے، آبروئیں اور عصمتیں اسی کی اوٹ میں لوٹی جاتی ہیں، شریر اور فتنہ انگیز ہر قسم کی جرأت سے بے خوف ہو کر شرانگیزی کی حد کر دیتے ہیں اور جس کو لوٹا جاتا ہے وہ خود خواب غفلت میں بے سدھ پڑا ہوتا ہے۔ دشمن بے خبری میں اس کو اپنے نرغے میں لے لیتا ہے، اسے اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ وہ مدد کے لیے اپنے کسی دوست کو پکار سکے۔ اس لیے رات کی تاریکی کے شر سے بالخصوص پناہ مانگنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

۴ ـ النفثات: نفاثۃ کی جمع ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ نَفَثَ کا معنی ہے قذف الریق القلیل (تھوڑا سا تھوک پھینکنا)۔ لیکن علامہ ابن منظور کہتے ہیں کہ تھوڑی سی تھوک پھینکنے کو التفل کہا جاتا ہے۔ نفث اس سے بھی نیچے کا درجہ ہے جو پھونک مارنے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ النفث اقل من التفل لان التفل لا یکون الا معہ شیء من الریق والنفث شبیہ بالنفخ۔ (لسان العرب)

www.KitaboSunnat.com

مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۵

(اور میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ۵

عقد: عقدہ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گرہ۔ جادوگر جب جادو کرتے ہیں تو وہ منتر اور طلسم پڑھ کر ایک دھاگے میں گرہ ڈالتے ہیں اور اس پر پھونک مارتے ہیں۔ جس طرح پاک کلام کے پاکیزہ اثرات ہوتے ہیں اسی طرح ابلیسی منتروں اور شیطانی طلسموں کے تکلیف دہ نتائج ہوتے ہیں۔ سحر سے کسی چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے یا نہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے انسان نفسیاتی طور پر ضرور متاثر ہوتا ہے۔ ہاروت و ماروت کے واقعہ میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ شیاطین لوگوں کو ایسا جادو سکھایا کرتے تھے ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ کہ اچھا بھلا بستا گھر اختلافات کی نذر ہو جاتا۔ میاں بیوی کی باہمی محبت و پیار، نفرت و عداوت سے بدل جاتی۔ ساحران فرعون کے متعلق بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے اپنے منتر پڑھ کر رسیوں پر پھونک ماری تو ہزارہا لوگ جو وہاں میدان میں موجود تھے ان سب کو یہی نظر آیا کہ وہ رسیاں سانپ بن گئی ہیں اور سانپ کی طرح لہرا رہی ہیں۔

کسی کو کیا خبر کہ کوئی خبیث الفطرت انسان اس کے پیچھے کیا کیا جادو کر رہا ہے۔ چند ٹکوں کے عوض کس طرح اس کے درپئے آزار ہے۔ اس لیے اس چیز کو بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا کہ الٰہی جو کوشش بھی دکھ پہنچانے میرے گھر کا سکون برباد کرنے میری صحت کو بگاڑنے کے لیے ایسی ذلیل حرکتوں میں لگے ہوتے ہیں میں خود ان کے شر سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اے میرے مولا! اے میرے نگہبان! مجھے اپنی پناہ میں لے لے اور ان کے شر سے مجھے بچا لے۔

جادوگری کا پیشہ اکثر و بیشتر عورتیں کیا کرتی تھیں اس لیے نفاثات مونث کا صیغہ استعمال کیا۔

۵ حسد کی تشریح کرتے ہوئے ابن منظور لکھتے ہیں: اذا تمنی ان تتحول الیہ نعمتہ وفضیلتہ او یسلبھما ھو۔ (لسان العرب) یعنی کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ دولت اس کے بجائے مجھے ملتی اس عزت و فضیلت سے اس کے بجائے میں بہرہ ور ہوتا ـــــ اور اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں نہیں تو کم از کم اس سے چھین لی جائیں اس کو بھی ان سے محروم کر دیا جائے۔

یہ جذبہ انسان کی کمینگی اور خبث طبع پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن یہ بات یہاں تک محدود نہیں رہتی۔ بسا اوقات یہ بڑے بڑے ظلم و ستم کا سبب بن جاتی ہے۔ جو انسان حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا ہے ایسی سازشیں کرتا ہے۔ اس قسم کے گٹھ جوڑ کرتا ہے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو کو پورا کر سکے۔ اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو شرف انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ ابوجہل اور دیگر اکابر قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور سچے نبی ہیں محض حسد کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے۔

جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی کرم ہوتا ہے اس کے بدخواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کی عزت کرتا ہے۔ ان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والی کرتا ہے، جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتا اس کے باوجود حاسدوں کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ وہ بلا وجہ جلتے رہتے ہیں۔ انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبوں سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کریم کے دامن عاطفت میں پناہ لے لو۔ بے شک ان حاسدوں کی شر انگیزیوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے اس کی پناہ حاصل ہو جائے۔

الٰہی! تیرا یہ زار و ناتواں، حقیر و بے نوا بندہ تیرے دامن لطف و کرم میں پناہ طلب کرتا ہے۔ تیری پناہ کے بغیر اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولنا محمد

الحامد المحمود وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہم

الی یوم الدین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ اٰيٰتٍ

سورہ الناس مدنی ہے اور اس میں چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾ إِلٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾

اے حبیب! آپ عرض کیجئے میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی۔ سب انسانوں کے بادشاہ کی۔ سب انسانوں کے معبود کی۔ ؎۱

؎۱ اس سے پہلی سورت میں ان مضرتوں اور شر انگیزیوں سے پناہ طلب کی گئی تھی جو انسان کے ظاہری حالات اور جسمانی ضروریات کو متاثر کرتی ہیں، اس لیے جس کی پناہ لینے کی تلقین کی گئی اس کا تعارف صرف رب الفلق (یعنی صبح کو رونما کرنے والے) پر اکتفا کیا گیا۔ اب ایمان اور ایقان کو جو خطرات درپیش ہیں ان کی روحانی دنیا پر جن لٹیروں اور رہزنوں کا اندیشہ ہے ان سے پناہ لینے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ متاع دین و ایمان یقیناً جسم اور جسمانی نعمتوں سے کہیں اہم اور بیش قیمت ہے، اس لیے جس ذات پاک کے دامن عاطفت میں پناہ لینے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کا تفصیلی تعارف کرا دیا گیا تاکہ ہر شخص اپنی ہمت اور ذہنی بالیدگی کے مطابق اس کی عظمت کا اعتراف کرے اور حسب حیثیت اسی جذب و شوق سے اس کی پناہ لے۔

عام آدمی کی نگاہ فقط ان نعمتوں تک محدود رہتی ہے جو اس کی ظاہری نشوونما میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ اگر اسے کھانا اچھا مل جائے، رہنے کے لیے آرام دہ مکان میسر آ جائے، اس کی روزمرہ کی ضروریات آسانی بلکہ فراوانی سے پوری ہوتی رہیں تو وہ مطمئن اور مسرور ہو جاتا ہے۔ معاشی حوائج کی سرحد سے آگے جھانکنے کی اس کو کبھی خواہش ہوتی ہے اور نہ اس میں ایسی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے رب الناس (لوگوں کا پروردگار) کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا کہ تمہیں اسی ذات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو تمہاری جملہ ضروریات کا کفیل ہے، جس کی مہربانی سے تمہاری زندگی محرومیوں اور مایوسیوں سے پاک ہو جائے گی تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔

لیکن تمام انسانوں کے حوصلے یہاں تک محدود نہیں ہوتے۔ بعض چاہتے ہیں کہ عدل و انصاف کی بالادستی ہو، کسی پر ظلم نہ کیا جائے، کسی کو اس کے جائز حقوق سے محروم نہ کیا جائے، اگر کوئی ظالم بننے کی کوشش کرے یا کسی کا حق غصب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی تمام وجاہتوں اور شوکتوں کو بالائے طاق رکھ کر انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ یہ کام ایک بااختیار سلطان اور طاقتور حاکم ہی انجام دے سکتا ہے، اس لیے ان لوگوں کو بتایا کہ جس کی پناہ لینے کا تمہیں درس دیا جا رہا ہے وہ صرف تمہاری معاشی ضروریات کا کفیل ہی نہیں بلکہ وہ بادشاہ اور فرمانروا بھی ہے۔ اس کا حکم ہر وقت، ہر جگہ، ہر چیز پر نافذ ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ

بار بار وسوسہ ڈالنے والے، بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے۔ جو وسوسہ ڈالتا رہتا ہے

کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ وہ علول اور ضعف ہے۔ کسی پر جبر و تشدد اس کا شیوہ ہی نہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو ایسے عظیم سلطان کا تعارف مَلِكِ النَّاسِ کے کلمات سے کرایا گیا تاکہ ان کا اضطراب دور ہو جائے

تیسرے اور اعلیٰ قسم کے وہ لوگ ہیں جو محض اس لیے اس سے محبت کا دم بھرتے ہیں، محض اس لیے اس کے دامن عاطفت کے سایہ کے طلب گار ہیں کہ وہ ان کا معبود ہے۔ وہ بھوک برداشت کر سکتے ہیں، وہ فقر و مسکین پر راضی ہو جاتے ہیں، وہ طرح طرح کی تکلیفوں کے ہر تیر ستم کے بدلے خوشی سے اپنا سینہ تان سکتے ہیں، ان کے ہونٹ حرف شکایت سے بھی آشنا نہیں ہوتے، وہ فقط اس لیے اس سے پیار کرتے ہیں کہ وہ معبود برحق ہے، وہ ان کا خداوند کریم ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے اِلٰهِ النَّاسِ کے مبارک کلمے ذکر کیے گئے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کی ان تینوں صفات کمالیہ سے پہچان لیتا ہے تو وہ اسی کی جناب میں فریاد کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار! اے ملکوت السموات والارض کے حقیقی فرمانروا! اے ہر جگر سوختہ اور دل خستہ کے عشق و مستی کے مرکز! مجھے ہر قسم کے شیاطین کی چیرہ دستیوں سے بچا۔ ان کی وسوسہ اندازیوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا فرما اور اس نحیف و نزار کی دستگیری کر اور اسے اس کی منزل تک پہنچا۔ جب یہ سعادت اسے حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی اولوالعزمی کی شان قابل دید ہوا کرتی ہے۔ حضرت ہاجرہ سے شیطان آ کر کہتا ہے: جانتی ہے ابراہیم تیرے لخت جگر کو آج ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے؟ ہاجرہ نے کہا: پاگل تو نہیں ہو گئے، کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے؟ پھر وہ باپ جس کو یہ لال بڑی دعاؤں سے بڑھاپے میں نصیب ہوا ہو۔ اس نے کہا اس کے خدا نے اسے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے۔ یہ سن کر ہاجرہ نے بڑی بے نیازی سے کہا اگر میرے رب کا حکم ہے تو ایک اسماعیل کیا، لاکھوں اسماعیل اس کی رضا کے لیے قربان کیے جا سکتے ہیں۔ یہاں لوگوں کی حالت ہوتی ہے جنہیں رب کریم اپنی پناہ میں لے لیا کرتا ہے۔

۱۔ وسوسہ، حدیث نفس کو کہتے ہیں۔ وسواس دل میں طرح طرح کے خیالات ڈالنے والا۔ خناس: پیچھے کھسک جانے والا، دبک جانے والا۔

جب کوئی شخص کسی کو اس کی افتاد طبع کے خلاف کسی کام پر اکساتا ہے تو اس کا پہلا رد عمل بڑا شدید ہوتا ہے۔ وہ بڑی حقارت سے اس خیال کو جھٹک دیتا ہے۔ مروسہ انداز اصرار نہیں کرتا بلکہ پیچھے کھسک جاتا ہے۔ بظاہر پسپائی اختیار کر لیتا ہے پھر موقع ملنے پر وہی بات اس کے کانوں میں ڈالتا ہے۔ اگر وہ پھر بھی برہمی کا اظہار کرے تو وہ دبک جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے آہستہ آہستہ اس کا رد عمل کمزور ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ وہ دن آ جاتا ہے کہ یہ شخص جس بات پر پہلی بار برافروختہ ہو گیا تھا وہ خود لپک کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔ شیطان کا یہی طریقہ ہے۔ وہ انسان کو گمراہ کرنے کی کوششوں سے تھکتا نہیں بلکہ لگاتار اپنی کوشش

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

لوگوں کے دلوں میں۔ خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں سے

جاری رکھتا ہے۔ کبھی حملہ کرتا ہے، کبھی وقتی پسپائی اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بڑے سے بڑے زیرک انسان کو اگر اسے اپنے رب کی پناہ حاصل نہ ہو تو چاروں شانے چت گرا دیتا ہے۔ اس کی ان دونوں چالوں کو وسواس اور خناس کے الفاظ استعمال کرکے بیان کر دیا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب شیطان انسان کو ذکر الٰہی سے غافل پاتا ہے تو اس کے حملے شروع ہو جاتے ہیں اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور کسی کونے میں چھپ جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے کوئی چور نقب لگا رہا ہو اور کہیں سے روشنی نمودار ہو جائے تو وہ نقب لگانا بند کر دیتا ہے اور ایک بے جان پتھر کا روپ دھار لیتا ہے اور جب روشنی بجھ جاتی ہے تو پھر اپنا شغل شروع کر دیتا ہے۔

۳۔ اس کی وسوسہ اندازی بڑے ماہرانہ اور عیارانہ انداز سے ہوتی ہے۔ چپکے سے وہ دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ وہاں کی پرسکون فضا میں تلاطم برپا کر دیتا ہے۔ وسوسہ اندازی کا یہ دھندا جنوں اور انسانوں میں سے شریر نفوس دونوں کرتے ہیں۔ ایسے افراد کو قرآن کی اصطلاح میں شیاطین کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ۔ بے شک بندے کو جب تک اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ ملے اس کی متاع جان و ایمان کا محفوظ رہنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

الٰہی! تیرا یہ عاجز بندہ جس کا علم بھی ناقص، فہم بھی نارسا، ہمت بھی پست اور قوت مدافعت بھی نہ ہونے کے برابر ہے اسے اپنی پناہ میں لے لے۔

میرا ایمان، میرا یقین، میرا ذوق، میرا شوق، تیرے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی ایک ٹمٹماتی ہوئی شمع، سب تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ اپنی توفیق سے اپنی اس کتاب مقدس کی خدمت کی جو سعادت تو نے اس ذرہ ناچیز بندہ بے کس کو ارزانی فرمائی ہے اسے قبول فرما!

تیرے محبوب بندے حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے یہ دو شعر یہ رو سیاہ بھی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہے۔

أیدرکنی ضیم وأنت ظهیری | أأظلم فی الدنیا وأنت نصیری
فعار علی حامی الحمی وهو قادر | إذا ضاع فی البیدا عقال بعیری

الٰہی! اس ناچیز بندے پر رحم فرما۔ اسے نگاہ لطف و کرم سے ہمیشہ نواز! اس کی خطاؤں کو بخش دے۔ اس کے ماں باپ کو بخش دے! ان کے درجات کو بلند فرما! اس کے اہل و عیال کو بخش دے! اس کے احباب گرامی کو بخش دے۔ دارالعلوم محمدیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

غوثیہ کے اساتذہ، طلبہ اور اس کے معاونین کو بخشش دے۔ ضیاء القرآن کو شرف قبول عطا فرما! اس کو اپنے بندوں کی ہدایت کا سبب بنا! اور مجھ خطاکار و روسیاہ کی بخشش کا سامان بنا!

الحمد لله رب العلمين الرحمٰن الرحيم مالك يوم الدين إياك نعبد و إياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔ آمين۔

اللهم صل على حبيبك الأكرم في تهنيتك المعظم ورسولك المحتشم حبيبي وقرة عيني وسرور قلبي ملجائي وملاذي في الدارين سيدي وسيد الخلائق محمد منبع الجود والكرم من الصلوات أطيبها ومن التسليمات أزكاها ومن البركات أسناها ومن التحيات أجملها وعلى آله الكرام وأصحابه العظام و من أحبه واتبعه إلى يوم الدين۔ اللهم اجعلنا من أحبابه ومن خدام دينه وأنصار شريعته وارزقنا محبته واحشرنا في زمرته تحت لواء الحمد يا أرحم الراحمين۔

رب أوزعني أن أشكر نعمتك التي أنعمت علي وعلى والدي وأن أعمل صالحا ترضاه وأصلح لي في ذريتي إني تبت إليك وإني من المسلمين۔

فاطر السموات والأرض أنت ولي في الدنيا والآخرة توفني مسلما وألحقني بالصالحين۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن سيدي وحبيبي محمدا عبده ورسوله۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔

لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔

اپنے کریم و رحیم اور عزیز و حکیم پروردگار پر توکل کرتے ہوئے یہ نحیف و ضعیف مسافر جس منزل کی طرف یکم رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ بروز دوشنبہ ۱۳ فروری ۱۹۶۱ء روانہ ہوا تھا اپنے کریم و رحیم اور عزیز و حکیم پروردگار کی توفیق سے آج بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بمطابق جمعرات ۲۳ اگست ۱۹۷۹ء اس منزل پر اس ساعت سعید میں پہنچا جب مؤذن مسجد کی اذان میں

اشهد ان محمدا رسول الله

کا اعلان پر وقار اور جہاں افروز اعلان کر رہا ہے، میں بھی اعلان کرتا ہوں:

www.KitaboSunnat.com

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اشہد ان محمدا رسول اللہ

اللھم صل وسلم وبارک علی مظہر التجلیات الاحسانیۃ ومھبط الانوار الرحمانیۃ

عبدک وحبیبک محمد

وعلی آلہ واصحابہ ومن احبہ واتبعہ الی یوم الدین

عبدک المسکین

محمد کرم شاہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحقیقاتِ لغویہ

	سورۃ	حاشیہ نمبر
ا		
أشِر	۵۴	۲۱
آنام	۵۵	۱۰
الآء	۵۵	۱۳
المومن	۵۹	۳۵
آنٍ	۵۵	۳۳
اُجاج	۵۶	۲۷
یأنِ	۵۷	۲۱
الامیین	۶۲	۲
یؤفکون	۶۳	۸
انّٰی	۶۳	۸
مؤتفکٰت	۶۹	۸
ارائک	۷۶	۱۶
استبرق	۷۶	۲۰
اسرھو	۷۶	۲۷
اَبًّا	۸۰	۱۶
الاخدود	۸۵	۴
آنیۃ	۸۸	۳
ابابیل	۱۰۵	۴
احد	۱۱۲	۱
مؤتفکۃ	۵۳	۴۹
ازفت الآزفۃ	۵۳	۵۳

	سورۃ	حاشیہ نمبر
استبرق	۵۵	۳۸
ب		
تبوّؤا	۵۹	۱۷
بارئ	۵۹	۳۷
بطائن	۵۵	۳۸
بُسّت	۵۶	۵
منبثًّا	۵۶	۵
تبارک	۶۷	۱
تبتّل	۷۳	۸
بشر	۷۴	۱۸
بَرِق	۷۵	۷
بصیروا	۷۵	۱۱
باسرۃ	۷۵	۱۶
ابرار	۷۶	۸
بعثرت	۸۱	۱
بیّنۃ	۹۸	۱
ابتر	۱۰۸	۳
ت		
مترفین	۵۶	۱۶
ترائب	۸۶	۴
متربہ	۹۰	۱۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	حاشیہ نمبر
ث —		
یثقفوکم	۶۰	۵
ثیّبات	۶۶	۸
لایستثنون	۶۸	۱۱
ثجاجا	۷۸	۱۲
ثبورا	۸۴	۹
ج —		
الجآن	۵۵	۱۵
الجوار	۵۵	۲۰
جنا	۵۵	۳۹
الجلاء	۵۹	۶
الجبّار	۵۹	۳۵
بمجنون	۶۸	۲
جزوع	۷۰	۱۲
جن	۷۲	۳
الجوارِ	۸۱	۱۱
جمّا	۸۹	۱۵
جیدھا	۱۱۱	۶
ح —		
المحتضر	۵۴	۲۱
یحادون	۵۸	۱۰
الحشر	۵۹	۲
حاجۃ	۵۹	۱۹
حور	۵۵	۳۶
یحموم	۵۶	۱۵

	سورۃ	حاشیہ نمبر
استحوذ	۵۸	۲۷
حواریون	۶۱	۱۳
حمّلوا	۶۲	۶
تحلّۃ	۶۶	۳
حسیر	۶۷	۶
حاصب	۶۷	۲۱
حلّاف	۶۸	۸
حرد	۶۸	۱۳
الحاقّۃ	۶۹	۱
حسوما	۶۹	۶
تحرّوا	۷۲	۱۴
لن تحصوہ	۷۳	۱۹
احقابا	۷۸	۲۰
حدائق	۷۸	۲۳
الحافرۃ	۷۹	۹
احوی	۸۷	۶
الحجر	۸۹	۳
حامیۃ	۱۰۱	۶
الحطمۃ	۱۰۴	۳
حاسد	۱۱۳	۵
خ —		
خشّعا	۵۴	۶
خالق	۵۹	۲۷
مخضود	۵۶	۱۲
مستخلفین	۵۷	۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورة	حاشیہ نمبر
مختال	٥٧	٢٩
خشب مسندة	٦٣	٥
خاسئا	٦٧	٦
خلق	٦٨	٣
د		
دنی فتدلی	٥٣	٩
دسر	٥٤	١٤
الدهان	٥٥	٣١
مدهامتان	٥٥	٣٣
مدهنون	٥٦	٣٥
مدينين	٥٦	٣٩
الدنيا	٦٧	٧
تدهن	٦٨	٧
يدعون الى السجود	٦٨	٢١
دكت	٦٩	١١
دانية	٦٩	١٤
أدري	٧٢	٢٣
مدثر	٧٤	١
الدهر	٧٦	١
دهاقا	٧٨	٢٣
دحاها	٧٩	٢١
دسّاها	٩١	١٠
دمدم	٩١	١٣
يدعّ	١٠٧	٢

	سورة	حاشیہ نمبر
ذ		
ذلول	٦٧	١٩
ذرأ	٦٧	٣١
ذا غصة	٧٣	١٢
ذللت	٧٦	١٤
ر		
راودوه	٥٤	٢٢
الرحمن	٥٥	١
ريحان	٥٥	١٢
رفرف	٥٥	٤٧
رجت	٥٦	٤
تربصتم	٥٧	١٩
رهبانية	٥٧	٣٣
ركاب	٥٩	١٠
رجوما	٦٧	٨
رابية	٦٩	٩
ترجون	٧١	١١
رهقا	٧٢	٧
رتل	٧٣	٣
الرجز	٧٤	٥
سأرهقه	٧٤	١٣
رهينة	٧٤	٢٨
التراقي	٧٥	١٧
مرصاد	٧٨	٢٨
رادفة	٧٩	٧

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	حاشیہ نمبر
رین	۸۳	۳
رحیق	۸۳	۷
الروح	۹۷	۳
ز		
زاغ	۵۳	۱۸
مزدجر	۵۴	۶
ازدجر	۵۴	۱۲
زنیم	۶۸	۸
زعیم	۶۸	۱۷
المزمل	۷۳	۱
زمهریر	۷۶	۱۶
زرابی	۸۸	۶
زبانیة	۹۶	۹
زلزلت	۹۹	۱
زرتم	۱۰۲	۲
س		
سامدون	۵۳	۵۷
سُعُر	۵۴	۲۱
سلطان	۵۵	۲۷
مسکوب	۵۶	۱۲
سموم	۵۶	۱۵
مسبوقین	۵۶	۲۱
سبح	۵۷	۱
السلام	۵۹	۳۵
اسفار	۶۲	۶

	سورۃ	حاشیہ نمبر
سائحات	۶۶	۸
أسلفتم	۶۹	۱۷
يستمع	۷۲	۲
يسلكه	۷۲	۱۶
سبحًا	۷۳	۶
سُدى	۷۵	۲۲
سُندُس	۷۶	۲۰
سباتًا	۷۸	۷
سرابًا	۷۸	۱۷
سُيّرت	۷۸	۱۷
السابقات	۷۹	۳
الساهرة	۷۹	۱۲
سمكها	۷۹	۱۹
سفرة	۸۰	۸
سجين	۸۳	۳
مسغبة	۹۰	۱۰
سجى	۹۳	۲
لنسفعًا	۹۶	۹
ش		
الشعرى	۵۳	۴۷
شِرب	۵۴	۲۱
اشیاعکم	۵۴	۲۵
شواظ	۵۵	۲۸
مشئمة	۵۶	۶
الشح	۵۹	۲۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	حاشیہ نمبر
شکور	۴۲	۲۶
شہیقا	۶۷	۱۰
شرکاء	۶۸	۱۷
الشوٰی	۷۰	۱۲
شططا	۷۲	۵
شامخات	۷۷	۱۲
شتّٰی	۹۲	۲
الم نشرح	۹۴	۱
شانئک	۱۰۸	۳
ص ــــــ		
صاحب	۵۳	۲
المصور	۵۹	۳۷
صلصال	۵۵	۱۳
یصدّعون	۵۶	۹
صدّوا	۶۳	۳
صغت	۶۶	۵
صٰفّٰت	۶۷	۲۳
الصریم	۶۸	۱۱
صرصر	۶۹	۶
صبّا	۸۰	۱۹
الصاخّۃ	۸۰	۱۷
المصیطر	۸۸	۹
ض ــــــ		
ضلّ	۵۳	۲
ضیزٰی	۵۳	۲۱

	سورۃ	حاشیہ نمبر
الضنین	۸۱	۱۷
ضریع	۸۸	۵
ضحٰی	۹۱	۱
ضحٰی	۹۳	۱
تضلیل	۱۰۵	۳
ط ــــــ		
طغٰی	۵۳	۱۸
طمسنا	۵۴	۲۲
طلح	۵۶	۱۲
طباقا	۶۷	۵
طائف	۶۸	۱۱
طاغیۃ	۶۹	۵
اطوارا	۷۱	۱۲
طرائق	۷۲	۱۰
طمست	۷۷	۳
مستطیرا	۷۶	۱۱
الطامّۃ	۷۹	۲۳
طارق	۸۶	۱
طغٰی	۹۱	۶
ظ ــــــ		
یظاہرون	۵۸	۱
ظہیر	۶۶	۷
ع ــــــ		
عسر	۵۴	۱۱
تعاطٰی	۵۴	۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	حاشیہ نمبر
عقر	۵۴	۲۱
المصحف	۵۵	۱۲
اعلام	۵۵	۲۰
عبقری	۵۵	۳۱
عربا	۵۶	۱۳
العزیز	۵۷	۲
العزیز	۵۹	۳۵
یعلم	۵۷	۳۲
عدوی	۶۰	۱
عصم الکوافر	۶۰	۲۲
فعاقبتم	۶۰	۲۳
تعاسرتم	۶۵	۱۸
عتو	۶۷	۲۷
عظیم	۶۸	۳
معتد	۶۸	۸
عتل	۶۸	۸
عاتیة	۶۹	۶
مُعارج	۷۰	۲
العھن	۷۰	۴
"	۱۰۱	۳
عزین	۷۰	۲۵
عجباً	۷۲	۳
معاذیر	۷۵	۱۱
عبوساً	۷۶	۱۳
عتم	۷۸	۲

	سُورۃ	حاشیہ نمبر
المعصرات	۷۸	۱۴
العشار	۸۱	۳
عَسعَس	۸۱	۱۷
عاملة	۸۸	۲
عماد	۸۹	۵
العقبه	۹۰	۹
العدیات	۱۰۰	۱
عیشة	۱۰۱	۳
والعصر	۱۰۳	۱
عصف	۱۰۵	۵
اعطینا	۱۰۸	۱
غ		
غوی	۵۳	۲
غُرور	۵۷	۱۹
تغابن	۶۴	۱۱
غسلین	۶۹	۲۱
غدقاً	۷۲	۱۵
غسّاقٌ	۷۸	۲۱
غُلباً	۸۰	۱۶
غثاءً	۸۷	۶
غاشیة	۸۸	۱
مغیرات	۱۰۰	۱
غاسق	۱۱۳	۳
ف		
فخّار	۵۵	۱۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورَة	حاشیہ نمبر
سنفرغ	۵۵	۲۶
افنان	۵۵	۳۰
تفكهون	۵۶	۲۵
فظلتم	۵۶	۱۹
تفسحوا	۵۸	۲۰
أفاء	۵۹	۱۰
فخور	۵۷	۲۹
فتنة	۶۰	۱۱
تفاوت	۶۷	۶
فطور	۶۷	۶
تفور	۶۷	۱۰
مفتون	۶۸	۵
فجاجًا	۷۱	۱۵
فاقرة	۷۵	۱۶
فرجت	۷۷	۳
فراتا	۷۷	۱۲
مفازًا	۷۸	۲۲
منفكين	۹۸	۱
الفلق	۱۱۳	۱
ق		
قاب قوسين	۵۳	۱۰
اقنى	۵۳	۳۶
القدوس	۵۹	۳۵
قفينا	۵۷	۳۳
تقسطوا	۶۰	۱۵

	سُورَة	حاشیہ نمبر
القارعة	۶۹	۴
قطوفها	۶۹	۱۶
تقول	۶۹	۴۴
الأقاويل	۶۹	۴۴
قددا	۷۲	۱۰
القاسطون	۷۲	۱۴
أقوم قيلا	۷۳	۵
قسورة	۷۴	۳۰
قمطريرا	۷۶	۱۴
قواريرا	۷۶	۱۶
قضبًا	۸۰	۱۶
اقتحم	۹۰	۹
قدر	۹۷	۱
قيمة	۹۸	۳
قيمة	۹۸	۶
قدحًا	۱۰۰	۱
القارعه	۱۰۱	۱
ک		
كاشفه	۵۳	۵۴
اكمام	۵۵	۱۱
كبتوا	۵۸	۱۱
المتكبر	۵۹	۴۵
اكواب	۵۶	۹
كأس	۵۶	۹
كنّس	۸۱	۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	حاشیہ نمبر		سورۃ	حاشیہ نمبر
كفوتا بكم	۹۰	۷	لبوا	۶۷	۲۷
يكفي	۹۶	۱۲	ملتحدا	۷۲	۲۰
كرتين	۶۷	۴	لواحة	۷۴	۱۸
كبّار	۷۱	۱۷	لوامة	۷۵	۲
كثيب	۷۳	۱۳	لقّى	۷۶	۱۵
الكبر	۷۴	۲۵	لمّا	۸۹	۱۴
كفاتا	۷۷	۱۲	لبدا	۹۰	۵
كلا	۷۸	۳	ألهمها	۹۱	۸
كذّابا	۷۸	۲۲	لمزة	۱۰۴	۱
كواعب	۷۸	۲۳	م		
كوّرت	۸۱	۱	مرّة	۵۳	۶
انكدرت	۸۱	۲	تمارونه	۵۳	۱۳
كشطت	۸۱	۹	تتمارى	۵۳	۵۱
الكنّس	۸۱	۱۱	مستمر	۵۴	۳
كادح	۸۴	۶	تماروا	۵۴	۲۲
الكبد	۹۰	۳	المثلت	۵۹	۲۵
اكرم	۹۶	۳	مارج	۵۵	۱۵
كنود	۱۰۰	۲	مرج	۵۵	۱۸
التكاثر	۱۰۲	۱	مقتا	۶۱	۳
كيد	۱۰۵	۳	تميّز	۶۷	۱۰
الكوثر	۱۰۸	۱	تمور	۶۷	۲۱
كفوًا	۱۱۲	۴	ممنون	۶۸	۳
ل			مهين	۶۸	۸
لمم	۵۳	۳۳	مشّاء بنميم	۶۸	۸
الواح	۵۴	۱۶	المهل	۷۰	۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورة	حاشیہ نمبر
منوع	۷۰	۱۴
یمطی	۷۵	۲۰
امشاج	۷۶	۲
ممددة	۱۰۴	۷
الماعون	۱۰۷	۷
مسد	۱۱۱	۶
ن		
نذر	۵۳	۷
نکر	۵۴	۸
نجم	۵۵	۵
نجوی	۵۸	۱۴
المنشئات	۵۵	۲۰
نحاس	۵۵	۲۸
نضاختان	۵۵	۳۴
منضود	۵۶	۱۲
انشاء	۵۶	۱۴
المنفقون	۶۳	۱
مناکب	۶۷	۱۹
نفور	۶۷	۲۷
ن	۶۸	۱
نفر	۷۲	۲
ناشئة	۷۳	۵
انکالا	۷۳	۱۲
ناقور	۷۴	۸
نذیرا	۷۴	۲۶
نطفه	۷۵	۲۳
نطفة	۷۶	۲
نسفت	۷۷	۳
المنذر	۷۶	۱۰
النازعات	۷۹	۱
الناشطات	۷۹	۲
نخرة	۷۹	۱۰
فلیتنافس	۸۳	۸
ناصبة	۸۸	۲
نمارق	۸۸	۶
النجدین	۹۰	۱۸
انقض	۹۴	۲
فانصب	۹۴	۵
نادیة	۹۶	۹
نقعًا	۱۰۰	۱
لینبذن	۱۰۴	۳
النفثت	۱۱۳	۳
و		
وضعها	۵۵	۱۰
موضونة	۵۶	۹
ولدان مخلدون	۵۶	۹
توعظون	۵۸	۵
اوجفتم	۵۹	۱۰
ودّوا	۶۸	۷
وتین	۶۹	۲۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	حاشیہ نمبر
وقارا	۷۱	۱۱
وطأ	۷۳	۵
وبیلا	۷۳	۱۵
وزر	۷۵	۹
"	۹۴	۲
اولیٰ لک فاولیٰ	۷۵	۲۲
ویل	۷۷	۲
وھاجا	۷۸	۱۱
واجفۃ	۷۹	۸
الاوتاد	۸۹	۸
مؤصدۃ	۹۰	۱۴
مؤصدۃ	۱۰۴	۸
موریات	۱۰۰	۱
موازین	۱۰۱	۴
تواصوا	۱۰۳	۳
وقب	۱۱۳	۳

	سورۃ	حاشیہ نمبر
وسواس	۱۱۴	۶
ہ ———		
ھوی	۵۳	۱
ھوی	۵۳	۲۹
مھطعین	۵۴	۱۰
منھمر	۵۴	۱۳
مھیمن	۵۹	۳۵
الھیم	۵۶	۱۹
ھماز	۶۸	۸
ھلوع	۷۰	۱۳
مھیلا	۷۳	۱۴
ھل	۷۶	۱
ھمزۃ	۱۰۴	۱
ی ———		
میمنۃ	۵۶	۹

بمنہ تعالیٰ وفضلہ تم الشروح العظیم الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

محمد کرم شاہ
دربار شریف بھیرہ

۱۵ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۰ھ
۴ جنوری سنہ ۱۹۸۰ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحقیقاتِ نحویہ

	سُورۃ	حاشیہ نمبر
حکمۃ بالغۃ فما تغن النذر	۵۴	۶
خشعا ابصارھم	۵۴	۹
ما اصحاب المیمنۃ	۵۶	۶
ما اصحاب المشئمۃ	۵۶	۶
والسابقون السابقون	۵۶	۶
الا قیلا سلاما سلاما	۵۶	۱۱
لئلا یعلم اھل الکتاب	۵۷	۳۷
تلقون الیھم بالمودۃ	۶۰	۲
ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی	۶۰	۳
تسرون الیھم بالمودۃ	۶۰	۳
آخرین منھم لما یلحقوا بھم	۶۲	۳
خیرا لانفسکم	۶۴	۲۳
قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا	۶۵	۲۵
صالح المؤمنین	۶۶	۶
الذی خلق الموت والحیاۃ	۶۷	۳
الذی خلق سبع سموٰت	۶۷	۵
فسحقا لاصحاب السعیر	۶۷	۱۴
ھاؤم اقرؤا کتابیہ	۶۹	۱۵
اقو اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ	۷۳	۲
تبتل الیہ تبتیلا	۷۳	۸
ھو خیرا واعظم اجرا	۷۳	۲۵

	سُورۃ	حاشیہ نمبر
ومن خلقت وحیدا	۷۴	۹
لا اقسم بیوم القیامۃ	۷۵	۱
من نطفۃ امشاج	۷۶	۲
کانت قواریرا قواریرا من فضۃ	۷۶	۱۶
کلا سیعلمون	۷۸	۳
جزاء وفاقا	۷۸	۲۲
جزاء من ربک عطاء حسابا	۷۸	۲۵
رب السموٰت والارض	۷۸	۲۶
ما ادراک ما علیون	۸۳	۶
قتل اصحاب الاخدود النار	۸۵	۵
لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد	۹۰	۱
ناقۃ اللہ وسقیھا	۹۱	۱۲
ان سعیکم لشتی	۹۲	۲
البینۃ رسول من اللہ	۹۸	۲
دین القیمۃ	۹۸	۶
لایلف قریش ایلفھم	۱۰۶	۱
فذلک الذی یدع الیتیم	۱۰۷	۲
ولا انتم عابدون ما اعبد	۱۰۹	۵
تبت یدا ابی لھب وتب	۱۱۱	۱
حمالۃ الحطب	۱۱۱	۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مطالب

اللہ جل مجدہ

توحید

	سورۃ	آیت
اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں	۵۹	۲۲
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۵۹	۲۳
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۶۴	۱۳
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۷۳	۹
وہی ایک خدا ہے (قل ھو اللہ احد)	۱۱۲	۱ تا آخر سورت
زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی تسبیح کرتی ہے	۵۷	۱
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۵۹	۲۴
زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی پاکی بیان کرتی ہے۔	۶۱	۱
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۶۲	۱
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۶۴	۱
اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ	۵۹	۲۲، ۲۳، ۲۴
اس کی ذات بڑی برکتوں والی ہے	۶۷	۱
اللہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ ذوالجلال والاکرام ہے۔	۵۵	۲۷
اس کے سوا ہر چیز فانی ہے	۵۵	۲۶

دلائل توحید

	سورۃ	آیت
شمس و قمر حساب کے مطابق گردش میں ہیں	۵۵	۵
سورج کو روشنی اور گرمی کا منبع بنایا	۷۸	۱۳
ستارے اور درخت اسی کو سجدہ کرتے ہیں	۵۵	۶
اسی نے آسمان کو بلند کیا اور میزان عدل قائم کیا۔	۵۵	۷
اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔	۶۴	۳
وہی ساتوں آسمانوں اور زمین کا خالق ہے ہر چیز کو اپنے علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے	۶۵	۱۲
آسمانوں کی ایسی تخلیق فرمائی کہ تلاش بسیار کے باوجود ان میں تمہیں کوئی عیب نظر نہیں آئے گا۔	۶۷	۳، ۴
آسمانوں کو ستاروں سے آراستہ کیا	۶۷	۵
ستاروں کو رجوم شیاطین بنایا	۶۷	۵
زمین کو اسی نے نرم بنایا۔ تم اس کی سطح پر چلتے ہو اس کے خوان کرم سے اپنا رزق کھاتے ہو۔	۶۷	۱۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
کیا زمین سے پہلے آسمان کی تخلیق ہوئی	۷۹	۳۰ حاشیہ
آسمان، پہاڑ، زمین سب اس کی قدرت کی جلوہ گاہیں ہیں	۸۸	۱۸، ۱۹، ۲۰
اسی نے زمین کو بچھونا بنایا اور پہاڑوں کو میخیں۔	۷۸	۶ - ۷
اسی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔	۷۸	۱۲
قطرۂ آب سے انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا۔	۵۶	۵۶-۵۸ ۵۹
اسی نے انسان کو حسین صورت سے نوازا	۶۴	۳
اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے سمع بصر اور قلب کی نعمتیں بخشیں۔	۶۷	۲۳
اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے	۶۷	۲۴
اسی نے انسان کو حقیر قطرۂ آب سے پیدا کیا۔	۷۷	۲۰ تا ۲۳
انسانی تخلیق میں قدرت الٰہی کی حکمتیں	۸۰	۱۸ تا ۲۲
انسان کی بقا اور نشوونما کے لیے دسترخوان نعمت بچھا دیا	۸۰	۲۴ تا ۳۲
انسان کے مویشیوں کے لیے چارے کا انتظام فرمایا۔	۸۰	۳۲

	سورۃ	آیت
زمین، پھل، اناج، بھوسہ، پھول اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں	۵۵	۱۰-۱۱-۱۲
کھیتوں کو وہی اگاتا ہے	۵۶	۶۳ تا ۶۷
میٹھا پانی وہی برساتا ہے	۵۶	۶۸ تا ۷۰
آگ اسی نے پیدا فرمائی ہے	۶۶	۷۱-۷۲
رب کی توحید کے متعدد تکوینی دلائل	۷۸	۶ تا ۱۶
. . . .	۷۹	۲۷ تا ۳۳
دو دریاؤں کا پانی پہلو ساتھ ساتھ بہتا چلا جاتا ہے لیکن برزخ کے باعث مل نہیں سکتا	۵۵	۱۹-۲۰
ان سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں	۵۵	۲۲ مع حاشیہ
بڑے بڑے سمندری جہاز سطح آب پر تیرتے چلے جاتے ہیں۔	۵۵	۲۴
ہر چیز اس کے در کرم پر سوالی ہے ہر روز وہ نئی شان سے تجلی فرماتا ہے	۵۵	۲۹ مع حاشیہ
فضا میں پرندوں کی پرواز اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں	۶۷	۱۹
اونٹ کی طرف دیکھو اسے کیسا بنایا	۸۸	۱۷
اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔	۶۱	۹
اسی نے امیوں میں ایک جلیل القدر رسول مبعوث فرمایا۔	۶۲	۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صفاتِ الٰہی

	سُورۃ	آیت
علم الٰہی		
اِن کے سارے اعمال صحیفوں میں مرقوم ہیں	۵۴	۵۲
ہر چھوٹی بڑی چیز ان میں لکھی ہے	۵۴	۵۳
اللہ تعالیٰ مرنے والے سے زیادہ قریب ہوتا ہے	۵۶	۸۵
وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ)	۵۷	۳
. . . .	۵۸	۷
. . . .	۶۴	۱۱
. . . .	۶۵	۱۲
زمین میں جو داخل ہوتا ہے اور جو نکلتا ہے آسمان سے جو نازل ہوتا ہے اور جو عروج کرتا ہے اُسے وُہ جانتا ہے۔	۵۷	۴
وُہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہوتا ہے	۵۷	۴
جو تم کرتے ہو اُسے دیکھ رہا ہے	۵۷	۴
وُہ سینے کے رازوں کو جاننے والا ہے	۵۷	۶
جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے (بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ)	۵۷	۱۰
. . . .	۶۳	۱۱
. . . .	۵۸	۱۱
. . . .	۵۸	۱۳
جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے (بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ)	۵۹	۱۸
. . . .	۶۳	۸
اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے	۵۸	۱
اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے رسُولوں کی امداد کرتا ہے	۵۷	۲۵
تمام اعمال کو گن رکھا ہے	۵۸	۶
وُہ ہر چیز پر گواہ ہے	۵۸	۶
زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے	۵۸	۷
. . . .	۶۴	۴
وُہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے	۶۴	۴
. . . .	۸۷	۷
وُہ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے	۶۴	۴
اگر وُہ تین ہوں تو چوتھا وُہ ہوتا ہے اگر وُہ پانچ ہوں تو چھٹا وُہ ہوتا ہے الخ	۵۸	۷
وُہ غیب و شہادت کا جاننے والا ہے	۵۹	۲۲
. . . .	۶۴	۱۸
جو تم کرتے ہو وُہ دیکھ رہا ہے	۶۰	۳
. . . .	۶۴	۲
. . . .	۶۷	۱۹
وُہ علیم و حکیم ہے	۶۰	۱۰
. . . .	۶۶	۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
وُہ علیم و حکیم ہے	۷۶	۳۰
تم آہستہ بات کرو یا بلند آواز سے، وُہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے	۶۷	۱۳
وُہ اپنی مخلوق کو جانتا ہے اور لطیف و خبیر ہے	۶۷	۱۴
جو گمراہ ہیں وُہ اُن کو بھی جانتا ہے اور جو ہدایت یافتہ ہیں وُہ اُن سے بھی واقف ہے	۵۳	۳۰
" " " " " " " " " "	۶۸	۷
وُہ ظالموں کو خوب جانتا ہے	۶۲	۷
جب تم شکم مادر میں تھے اللہ اس وقت بھی تمھیں جانتا تھا	۵۳	۳۲
وُہ متقیوں کو بھی جانتا ہے	۵۳	۳۲
ان کا رب اُس دن اُن سے خُوب باخبر ہوگا	۱۰۰	۱۱

رحمت و مغفرتِ الٰہی

	سورۃ	آیت
وُہ رحمٰن ہے۔ اُسی نے قرآن سکھایا	۵۵	۱-۲
اُس کی شانِ رحمانیت	۵۵	۱ کا حاشیہ
اُس کی نعمتوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا	۵۵	۱۳
زمین و آسمان کی ہر چیز اُس کے درِ کرم پر سوالی ہے	۵۵	۲۹
ہر روز وُہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے	۵۵	۲۹
اس کا نام بڑی برکت والا، وُہ عظمت والا احسان فرمانے والا ہے	۵۵	۷۸
اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ رؤف رحیم ہے	۵۷	۹
یہ اللہ کا فضل ہے وُہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے	۵۷	۲۱
اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے	۵۷	۲۱
اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے	۵۷	۲۸
" " " " "	۵۸	۱۲
" " " " "	۶۰	۷
" " " " "	۶۰	۱۲
فضل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے	۵۷	۲۹
وُہ صاحبِ فضلِ عظیم ہے	۵۷	۲۹
" " " "	۶۲	۴
اللہ تعالیٰ عفوّ غفور ہے	۵۸	۲
وُہ رحمٰن رحیم	۵۹	۲۲
اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے	۶۰	۶
اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے۔ اسی پر ہم نے توکل کیا ہے	۶۷	۲۹
انسان کی کمزوری کے پیشِ نظر شب بیداری میں تخفیف کر دی	۷۳	۲۰ مع حاشیہ
وُہ اہل التقویٰ اور اہل المغفرۃ ہے	۷۴	۵۶
آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے	۵۳	۳۲
وُہ غفور، ودود اور عرشِ مجید کا مالک ہے	۸۵	۱۴-۱۵
راہنمائی کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے	۹۲	۱۲

وُہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے

	سورۃ	آیت
ہر چیز کو اندازے سے پیدا فرمایا	۵۴	۴۹
" " " " " " "	۶۵	۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
وہ بادشاہ ہے۔ قادرِ مطلق ہے	۵۴	۵۵
انسان کو اسی نے پیدا فرمایا	۵۵	۳
قطرۂ آب سے انسان کی تخلیق اسی کا شاہکار ہے	۵۶	۵۷ تا ۵۹
انسان کو پیدا کیا اور اسے حسن و جمال کا مرقع بنا دیا۔	۶۴	۳
اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے سب کو پیدا فرمایا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے تخلیق کیا	۹۶	۱
جس نے قلم کو ذریعہ علم بنایا	۹۶	۴
انسان کو اس کا علم دیا جس کو وہ نہیں جانتا	۹۶	۵
اسی نے موت کو تمہارے لیے مقرر فرمایا	۵۶	۶۰
موت و حیات کا وہی خالق ہے	۶۷	۲
آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے	۵۷	۲-۵
آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا	۵۷	۴
وہ الملک القدوس ہے	۵۹	۲۳
〃 〃 〃 〃	۶۲	۱
وہی خالق، باری اور مصور ہے	۵۹	۲۴
زمین و آسمان کے خزانے اسی کے ہیں	۶۳	۷
ملک اور حمد اسی کے لیے ہے	۶۴	۱
آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔	۶۴	۳
ساتوں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا	۶۵	۱۲
اس کے احکام کا ان میں ہر وقت نزول ہوتا رہتا ہے	۶۵	۱۲

	سورۃ	آیت
سب بادشاہی اسی کے دستِ قدرت میں ہے	۶۷	۱
سات آسمانوں کو اوپر نیچے پیدا کیا۔	۶۷	۳
وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اسے اپنا کارساز بنائیے۔	۷۳	۹
وہی پیدا کرنے والا وہی لوٹانے والا ہے	۸۵	۱۳
جو چاہتا ہے کرتا ہے (فعال لما یرید)	۸۵	۱۶
ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا پھر اسے درست کیا۔ اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اسے راہِ راست دکھائی۔	۸۷	۲-۳
جانوروں کے لیے چارہ پیدا کیا	۸۷	۴-۵
اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے	۹۵	۸
دنیا و آخرت سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے	۵۳	۲۵
زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ہے	۵۳	۳۱
اسی نے نر اور مادہ کو منی سے پیدا کیا	۵۳	۴۵-۴۶
ہر چیز پر قادر ہے		
وہی ہنساتا وہی رلاتا ہے	۵۳	۴۳
وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے	۵۳	۴۴
وہی دوسری بار پیدا فرمائے گا	۵۳	۴۷
وہی غنی کرتا ہے وہی مفلس بناتا ہے	۵۳	۴۸
وہی شعریٰ ستارے کا رب ہے	۵۳	۴۹ مع حاشیہ
اسی نے عاد، ثمود اور قوم نوح کو برباد کیا	۵۳	۵۰، ۵۱، ۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
اُس کا ہر حکم چشم زدن میں پورا ہو جاتا ہے	۵۴	۵۰
وُہ ملیک مقتدر ہے	۵۴	۵۵
وہ عزیز و حکیم ہے	۵۷	۱
" " " " "	۵۹	۲۴
" " " " "	۶۱	۱
" " " " "	۶۲	۱
" " " " "	۶۲	۳
" " " " "	۶۴	۱۸
وُہی زندہ کرتا ہے وُہی مارتا ہے	۵۷	۲
ہر چیز پر قادر ہے	۵۷	۲
" " " " "	۶۴	۱
" " " " "	۶۶	۸
" " " " "	۶۷	۱
دن کو رات میں ، رات کو دن میں داخل کرتا ہے	۵۷	۶
اللہ تعالیٰ مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے	۵۷	۱۷
وُہ قوی عزیز ہے	۵۷	۲۵
" " " "	۵۸	۲۱
وُہ چاہے تو تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا کر دے	۶۰	۷
کفار کی کوششوں کے باوجود اللہ اس دین کو روشن رکھے گا (واللہ متم نورہ)	۶۱	۸
اس نے اپنے رسول کو دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ سب دینوں پر اس دین حق کو غالب کر دے	۶۱	۹

	سورۃ	آیت
ہم چاہیں تو ان سے بہتر قوم لا سکتے ہیں	۷۰	۴۱
آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے		
اللہ تعالیٰ کن سے محبت کرتا ہے		
اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے	۶۰	۸
ان مجاہدوں سے محبت کرتا ہے جو صف باندھ کر باطل سے جنگ کرتے ہیں	۶۱	۴
وُہ کن سے محبت نہیں کرتا		
مغرور اور شیخی باز سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا	۵۷	۲۳
جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اُن سے بھی محبت نہیں کرتا	۵۷	۲۴
وُہ کسے ہدایت نہیں دیتا		
جو حق سے رُوگردانی کرے اللہ اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے	۵۷	۲۴
وُہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا	۶۱	۵
" " " " " "	۶۳	۶
وُہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا	۶۱	۷
" " " "	۶۲	۵
متفرق		
وُہی اوّل ، وُہی آخر ، وُہی ظاہر ، وُہی باطن ہے	۵۷	۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
وہ غنی حمید ہے	۵۷	۲۴
. . . .	۶۲	۶
وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے	۶۲	۱۱
جب وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھیل نہیں دیتا	۶۳	۱۱

	سُورۃ	آیت
اللہ تعالیٰ شکور و حلیم ہے	۶۴	۱۷
قیامت کے روز دیدارِ الٰہی	۷۵	۲۳ مع حاشیہ
ذکرِ الٰہی سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے	۷۳	۱۹ مع حاشیہ
سب نے لوٹ کر ہماری طرف آنا ہے	۸۸	۲۵
سب کا حساب ہم خود لیں گے	۸۸	۲۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبوت و رسالت

	سورۃ	آیت
اللہ تعالیٰ معجزات اور کتاب دے کر رسول مبعوث کرتا ہے تاکہ وہ عدل قائم کریں	۵۷	۲۵
اس مقصد کی تکمیل کے لیے انھیں لوہے کا ڈنڈا (قوت بازو) بھی عطا فرماتا ہے	۵۷	۲۵ مع حاشیہ
آخرکار اللہ اور اس کے رسولوں کو ہی غلبہ حاصل ہوتا ہے	۵۸	۲۱
دین حق غالب ہونے کے لیے آیا ہے	۶۱	۹
نبی کریم کی بعثت کے مقاصد، تلاوت آیات، تزکیہ قلوب، تعلیم کتاب و حکمت	۶۲	۲
نبی اللہ زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں	۶۲	۹ کا حاشیہ
اگر نبی خود کلام گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے تو اس کی رگ جان کاٹ دی جاتے	۶۹	۴۶
ابتدائی احکام۔ اٹھیے لوگوں کو ڈرائیے اور اللہ کی بڑائی بیان کیجیے	۷۴	۲ تا ۷
آپ لوگوں کو نصیحت کیا کریں۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ سمجھ جائے گا۔ بدبخت دور رہ جائے گا	۸۸	۲۱ - ۲۲
ما ضل صاحبکم وما غوی	۵۳	۲
آپ اپنی مرضی سے بات ہی نہیں کرتے	۵۳	۳ - ۴

رحمت و خلق عظیم

	سورۃ	آیت
حضرت اوس بن صامت پر ظہار کا کفارہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رأفت و شفقت	۵۸	۱ مع حاشیہ
مسلمان عورتوں کے لیے استغفار کا حکم (واستغفر لھن)	۶۰	۱۲
حضرت حاطب سے لغزش اور حضور کا درگزر	۶۰	۱
فیضان نبوت فضل الٰہی ہے جس کو چاہتا ہے اُسے اس سے سرفراز فرماتا ہے	۶۲	۴
حضور اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتے ہیں	۶۵	۱۱
رحمت فراواں کے باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین پر سختی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے (واغلظ علیھم)	۶۶	۹
حضور خلق عظیم کے مالک ہیں۔ خلق کی تعریف اور دیگر مباحث اس آیت کے حاشیے میں ملاحظہ فرمائیں۔	۶۸	۴
کفار نے نزول عذاب کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تک میرا حبیب تم میں ہے میں عذاب نازل نہیں کروں گا	۷۰	۱ کا حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
آپ صبرِ جمیل فرمائیے	۷۰	۵
اے حبیب! آپ کفار کی دل آزاریوں پر صبر فرمائیں	۷۳	۱۰-۱۱
حضور کی شفاعت گنہگاروں کے لیے حق ہے، اس کا منکر اس سے محروم ہو گا	۷۴	۴۸ کا حاشیہ
قرآن سے حضور کی محبت	۸۰	۱ تا ۱۰
اپنی اُمّت کی مغفرت کے لیے مانگیں	۹۳	۵ مع حاشیہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے پچاس دن پہلے ابرہہ کی لشکر کشی اور اُس کی تباہی کا واقعہ پیش آیا	۱۰۵	۱ تا ۵
قریش پر احسان کہ ان کے دلوں میں تجارت کی اُلفت پیدا کر دی اور انھیں فاقہ کشی سے خوشحالی بخشی اور قتل و فساد سے امان دی	۱۰۶	۱ تا ۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی اُمّت کے لیے استغفار کا حکم	۱۱۰	۳

شانِ مصطفوی

	سورۃ	آیت
معجزہ شق القمر اس کا نقلی و عقلی ثبوت	۵۴	۱ مع حاشیہ
حضور جن و انس کے نبی ہیں	۵۵	۳۱ کا حاشیہ
حضور کا معراج پر تشریف لے جانا	۵۵	۲۲ کا حاشیہ
اپنے عظیم پروردگار کی آپ تسبیح بیان کیا کیجیے	۵۶	۹۶ حاشیہ
حضور سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیا کرو	۵۸	۱۲

	سورۃ	آیت
حضرت عیسیٰ نے حضور کا نام (احمد) بتا کر آمد کی بشارت دی	۶۱	۶
نامِ نامی احمد کا مفہوم تفصیلی حاشیہ	۶۱	۶ مع حاشیہ
کفار چراغِ مصطفوی کو بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ اسے روشن رکھے گا	۶۱	۸
اللہ نے اپنے رسول کو نورِ ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو سب دینوں پر غلبہ حاصل ہو	۶۱	۹
فیضانِ نبوت: تلاوتِ آیات، تزکیۂ قلوب، تعلیمِ کتاب و حکمت	۶۲	۲
قیامت تک آنے والے اُمّتی فیضانِ نبوت سے فیض یاب ہوتے رہیں گے (وآخرین منهم لما یلحقوا بهم)	۶۲	۳ مع حاشیہ
جمعہ کے روز کثرتِ درود شریف پڑھنے کا حکم اور عقیدہ حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام	۶۲	۹ کا حاشیہ
عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے ہے	۶۳	۸
فی کل ارض آدم کآدم ونوح کنوح ونبی کنبیکم یہ حدیث موضوع ہے اس کا راوی کذاب ہے	۶۵	۱۲ کا حاشیہ
پیار بھی ہے اور عتاب بھی دونوں کی مٹھاس ناقابلِ بیان ہے (لِمَ تحرم ما احل اللہ لک)	۶۶	۱ مع حاشیہ
اس آیت کا شانِ نزول	۶۶	۱ حاشیہ
اللہ آپ کا مددگار ہے	۶۶	۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
جبریل، میکائیل اور فرشتے آپ کے خدمت گار ہیں	۶۶	۴
اللہ چاہے تو اپنے حبیب کو بہ صفت موصوف دوسری بیویاں عطا فرماوے	۶۶	۵
قلم کی قسم آپ مجنون نہیں ہیں	۶۸	۲
آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے	۶۸	۳
گستاخ رسالت کو کن بُرے القاب سے یاد کیا گیا ہے	۶۸	۱۰ تا ۱۶
کفار کی نظر بد سے حضورؐ کی حفاظت	۶۸	۵۱
حضورؐ کا وجود سارے جہانوں کے لیے وجہ عزت و شرف ہے	۶۸	۵۲
رافع بن عمیر کا اسلام - ایک جن نے ان کی راہنمائی کی	۷۲	۶ کا حاشیہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عبد اللہ ہیں	۷۲	۱۹
یا ایہا المزمل سے خطاب	۷۳	۱
سحر خیزی کی تلقین	۷۳	۲ تا ۴
آپ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے	۷۳	۱۵
یا ایہا المدثر کا خطاب دلنواز اور اس کے معانی	۷۴	۱ حاشیہ
حدیث لولاک لما خلقت الافلاک	۷۸	۲۶ حاشیہ
حدیث شفاعت	۷۸	۳۸ حاشیہ
بڑی شان والا فرشتہ آپ کے پاس قرآن لے کر آیا ہے	۸۱	۱۹ - ۲۰ ۲۱
آپ مجنون نہیں ہیں	۸۱	۲۲
آپ نے اس فرشتہ کو دیکھا ہے	۸۱	۲۳

	سورۃ	آیت
مکہ کی قسم کہ آپ اس میں رہتے ہیں	۹۰	۱ - ۲
رخ انور کی قسم، گیسوئے عنبریں کی قسم	۹۳	۱ - ۲
نہ آپ کو چھوڑا نہ ناراض ہوا	۹۳	۳
ہر آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہے	۹۳	۴
آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے	۹۳	۵ مع حواشی
آپ کو یتیم پایا تو آپ کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دی	۹۳	۶ مع حاشیہ
وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ، ضالا کی تشریح	۹۳	۷ مع حاشیہ
آپ کو عیالدار پایا اور غنی کر دیا اس کی تشریح	۹۳	۸
آپ کا فقر اختیاری تھا	۹۳	۸ حاشیہ
یتیم پر سختی نہ کیجیے	۹۳	۹
سائل کو نہ جھڑکیے	۹۳	۱۰
کار بجو بدست جنت و کرامت او	۹۳	۱۰
انفق - حضورؐ کی شان جود و سخا	۹۳	۱۰ حاشیہ
حدیث انفق - ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔		
تحدیث نعمت	۹۳	۱۱
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (حضورؐ کے علوم و معارف کا بیان)	۹۴	۱ مع حاشیہ
ہم نے آپ کا بوجھ اٹھا لیا	۹۴	۲ - ۳
ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا	۹۴	۴ مع حاشیہ
اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے سب کو پیدا کیا	۹۶	۱ - ۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ علم بنایا جس نے انسان کو علم سکھایا	۹۶	۳۔۴۔۵
حضور کی ولادت کے سال ابرہہ کو شکست دی اور کعبہ کی حفاظت فرمائی	۱۰۵	۱ تا ۵
ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا	۱۰۸	۱
کوثر کی تشریح اور اس کے مطالب	۱۰۸	۱ کا حاشیہ
فصل لربک سے حضور کی امتیازی شان کا بیان	۱۰۸	۲ کا حاشیہ
آپ کا دشمن ابتر ہے	۱۰۸	۳
حضور کے طفیل ناقص میتوں کی تکمیل	۱۱۰	۳
بارگاہ رسالت کے گستاخ ابولہب اور اس کی بیوی کا دردناک انجام گستاخوں پر غضب الٰہی	۱۱۱	۱ تا ۵

معراج شریف

	سورۃ	آیت
تابندہ ستارے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قسم	۵۳	۱
وہ وحی کے بغیر بولتے ہی نہیں	۵۳	۳۔۴
آپ کو تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے	۵۳	۵۔۶
دنی فتدلی کا مفہوم	۵۳	۸ کا حاشیہ
قاب قوسین او ادنیٰ کی تشریح	۵۳	۹
وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی (ابہام و عموم کا بیان)	۵۳	۱۰ مع حاشیہ
آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق فرمائی	۵۳	۱۱
اس پر تمہارا جھگڑنا بےسود ہے	۵۳	۱۲
سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوبارہ دیکھا	۵۳	۱۳۔۱۴۔۱۰
- - - - - -		۱۵۔۱۶
آنکھ نہ درماندہ ہوئی نہ حد سے بڑھی	۵۳	۱۷
کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج کو دیدار الٰہی کیا۔ مفصل بحث	۵۳	۱۷ کا حاشیہ
حضور نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں	۵۳	۱۸

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا علم

	سورۃ	آیت
اللہ تعالیٰ ہی نے حضور کو قرآن اور اس کا بیان سکھایا	۵۵	۲۔۴
تعلیم الٰہی سے علوم کے سمندر موجزن ہو گئے	۵۵	۴ مع حاشیہ
بیان سے مراد علم ماکان وما یکون ہے	۵۵	۴ مع حاشیہ
حضرت عکاشہ ان ستر ہزار میں سے ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے (ارشاد نبوی)	۵۵	۳۹ کا حاشیہ
حضور روز حشر اپنی امت کو پہچان لیں گے	۵۷	۱۲ کا حاشیہ
علم نبوت تعلیم الٰہی	۶۲	۲ حاشیہ
ماکان وما یکون کا علم عطا ہوا	۶۸	۲ حاشیہ
قل ان ادری اقریب الآیۃ میں درایت کی نفی ہے۔ درایت کی تحقیق	۷۲	۲۵ حاشیہ
عالم الغیب فلا یظہر۔ الآیۃ	۷۲	۲۶
غیب کی تحقیق۔ حضور کا علم غیب باعلام اللہ تعالیٰ ہے	۷۲	۲۶ حاشیہ
آپ غیب بتانے میں بخیل نہیں	۸۱	۲۴ مع حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

	سُورۃ	آیت
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اپنے حبیب کو خود پڑھایا ہے	٨٧	٦-٧
حضور کو قرآن کی تعلیم دینے والا اللہ ہے	٥٣	٥-٦
فرمایا: آپ کا علم اگلوں پچھلوں میں سب سے زیادہ وہابیت آپ کا قائل ہے	٩١	١٢ حاشیہ
حضور کا علم (الم نشرح لک صدرک)	٩٤	١
علم اللوح والقلم سطور من سطور علمہ ونفوس من بحور علمہ (ملا علی قاری)	٩٤	١ تا ٤ حاشیہ
ما اوحیٰ سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ایسے علوم سکھائے گا جن کا احاطہ عقل نہیں کر سکتی	٩٦	٥ حاشیہ
حضور کو علوم الاولین والآخرین عطا فرمائے	٩٦	٥
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر	١٠٨	١
کیا حضور اجتہاد کیا کرتے تھے	٥٣	٤ حاشیہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت		
سنتِ نبوی بیانِ قرآن ہے۔ اور وہ بھی تعلیمِ الٰہی ہے	٥٥	٤

	سُورۃ	آیت
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو	٥٨	١٣
اطاعتِ رسول کا حکم	٦٤	١٢
کتابتِ حدیث کا حکم اکتب ماخرج منی الا الحق	٥٣	٤ حاشیہ
جو اللہ کا رسول تمہیں دے اسے پکڑ لو جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ	٥٩	٧
جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا ذلیل ہوگا	٥٨	٢٠
منکرینِ سنت کا اعتراض اور اس کا جواب قرآن کا بیان بھی منزل من اللہ ہے	٧٥	١٦ تا ١٩
اظہارِ عبودیت		
اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کرو کسی گنہگار ناشکر گزار کی پیروی مت کرو	٧٦	٢٤
عَبَسَ وَتَوَلّٰی عتاب کی حکمت	٨٠	١ تا ١٠ حواشی
فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ	١٠٨	٢
جب فتح و نصرت نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے	١١٠	٣

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام

	سورۃ	آیت		سورۃ	آیت
اسلام					
صحابہ کرام کس طرح اور کن امور پر بیعت اسلام کیا کرتے تھے	۵۷	۸ کا حاشیہ	نیکی کے کاموں اور تقویٰ کے لیے مشورے کیا کرو	۵۸	۹
دلوں میں خشوع پیدا کرنے کی ضرورت	۵۷	۱۶ کا حاشیہ	مسلمانوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے	۵۸	۱۰
اسلام میں رہبانیت کا مقام	۵۷	۲۷ کا حاشیہ	مجلس میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل کر بیٹھ جایا کرو	۵۸	۱۱
اسلام میں رہبانیت نہیں ہے	۷۳	۸	جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو	۵۸	۱۱
کفار اللہ کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں لیکن یہ روشن رہے گا	۶۱	۸	جس کو بخل (شح) سے بچایا گیا اُس نے فلاح پائی	۵۹	۹
توبۂ نصوح کرنے کا حکم اور اس کے اثرات	۶۶	۸	" " " " " " " " "	۶۴	۱۶
اسلام کا نظام عبادات انسان کی فطری کمزوریوں کی اصلاح کر کے اس کی کایا پلٹ دیتا ہے	۷۰	۱۹ تا ۳۵	وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں	۶۱	۱
کسی پر کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا	۵۳	۳۸	یہ چیز اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے	۶۱	۳
لیس للانسان الا ما سعٰی۔ اس کا صحیح مفہوم، اس کی غلط تاویلیں اور ان کی تردید	۵۳	۳۹	اللہ پر توکل اہل ایمان کا شیوہ ہے	۶۴	۱۳
ایصال ثواب کی تفصیلی بحث	۵۳	۳۹ کا حاشیہ	خوشی میں شکر، مصیبت میں صبر مومن کا طرۂ امتیاز ہے	۶۴	۱۱ حاشیہ
اسلامی اخلاق و آداب			عفو و درگزر سے اللہ کی رحمت ملتی ہے	۶۴	۱۴
اپنی خود ستائی مت کرو	۵۳	۳۲	جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اُس کے لیے کافی ہے	۶۵	۳ مع حاشیہ
ہر شخص کو اپنی جدوجہد کی پوری جزا ملتی ہے	۵۳	۴۰-۴۱	اولاد کی حُسن تربیت کا حکم	۶۶	۶ حاشیہ
			سحر خیزی کی ترغیب	۷۳	۶ کا حاشیہ
			مسلمان تاجر ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کریں	۷۳	۲۰ حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
زیادہ بدلے کے لیے احسان مت کرو لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ	۷۴	۶
صبر و ترحم کی وصیت کرنا	۹۰	۱۷
جو شخص سخاوت، تقویٰ اور تصدیق حق کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ راہِ فطرت اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے	۹۲	۵-۶-۷
جو بخل کرتا ہے اور بے پروا بنتا ہے وہ خلافِ فطرت طریقے کا دلدادہ بن جاتا ہے	۹۲	۸-۹-۱۰
تمہاری کوششیں متنوع قسم کی ہیں	۹۲	۱ تا ۴
جب ایک کام سے فارغ ہو تو دوسرا	۹۴	۷

	سورۃ	آیت
کام شروع کر دو۔ بے کار مت رہو	۹۴	۷
حضرت فاروق اعظمؓ کا ارشاد۔ مومن مشکل پسند ہوا کرتا ہے	۹۴	۷ حاشیہ
ہلاکت ہے اس کے لیے:۔ جو روبرو طعنے دیتا ہے پس پشت عیب جوئی کرتا ہے مال جمع کرتا ہے اور گن گن کر رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ مال اسے لافانی بنا دے گا	۱۰۴	۱-۲-۳

انبیاء علیہم السلام

	سورۃ	آیت
ابراہیم علیہ السلام		
ہم نے ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور اس کی نسل کو بھی نبوت و کتاب سے سرفراز فرمایا	۵۷	۲۶
دشمنانِ اسلام سے قطع تعلق میں حضرت ابراہیم کے اسوہ پر عمل کرو	۶۰	۴
صالح علیہ السلام		
قوم ثمود نے آپ کو جھٹلایا	۵۴	۲۳
ہم اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کریں گے	۵۴	۲۴

	سورۃ	آیت
دیگر اعتراضات	۵۴	۲۵
اونٹنی	۵۴	۲۶
ان کا دردناک انجام	۵۴	۲۷ تا ۳۱
ثمود نے قیامت کو جھٹلایا۔ ان کا انجام	۶۹	۴-۵
ثمود جنہوں نے چٹانوں کو تراشا اپنی بدکاریوں کے باعث تباہ ہو گئے	۸۹	۹-۱۱-۱۲-۱۳
قوم ثمود نے سرکشی کی۔ اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ تباہ کر دیے گئے	۹۱	۱۱ تا ۱۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
عیسیٰ علیہ السلام		
آپ کو انجیل بخشی۔ آپ کے ماننے والوں کے دلوں میں رأفت و رحمت کے جذبات ودیعت کیے۔	۵۷	۲۷
آپ کی امت میں رہبانیت کا آغاز		
اس کے اچھے برے نتائج	۵۷	۲۷ مع حواشی
اسلام میں رہبانیت کا حکم		
تحریک رہبانیت کی تاریخ پر ایک نظر		
آپ نے حضورؐ کی آمد کا مژدہ دیا۔ اور نام بھی احمد بتایا	۶۱	۶
انجیل برنباس کے بارے میں تحقیق اور اس کے حوالہ جات	۶۱	۶ حاشیہ
آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے	۶۱	۶ حاشیہ
آپ کی دعوت من انصاری الی اللہ	۶۱	۱۴
حواریوں کا جواب نحن انصار اللہ		
حضرت مریم بنت عمران، آپ کی عصمت		
حضرت عیسیٰ کی ولادت، کلمات الٰہی پر آپ کا ایمان، آپ فرمانبرداروں میں سے تھیں	۶۶	۱۳
ابرہہ عیسائی تھا جس نے کعبہ شریف پر لشکر کشی کی اور تباہ ہوا	۱۰۵	۱ تا ۵ مع حواشی
لوط علیہ السلام		
آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا	۵۴	۳۳

	سُورۃ	آیت
ان کا دردناک انجام	۵۴	۳۴
آلِ لوط پر اللہ تعالیٰ کا احسان	۵۴	۳۵-۳۴
آپ کے مہمانوں پر دست درازی کا قصد اور انجام	۵۴	۳۸-۳۷، ۳۹
لوط علیہ السلام کی بیوی۔ اس کی خیانت اور انجام	۶۶	۱۰
موسیٰ و ہارون علیہما السلام		
فرعون کا جھٹلانا اور غرق ہونا	۵۴	۴۲-۴۱
آپ نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے فرمایا تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو	۶۱	۵
حضرت آسیہ زوجہ فرعون کی استقامت اور دعا	۶۶	۱۱ مع حاشیہ
وادیٔ طویٰ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ندا دی اور فرعون کی ہدایت کے لیے بھیجا اور اس کو تبلیغ کرنے کا طریقہ سکھایا	۷۹	۱۵ تا ۲۰
فرعون کا انکار۔ انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ اور اس کا انجام	۷۹	۲۱ تا ۲۶
فرعون کو ذی الاوتاد کہنے کی وجہ	۸۹	۱۰ مع حاشیہ
اس کی تباہی کی وجہ	۸۹	۱۳-۱۲-۱۱
نوح علیہ السلام		
قوم نے جھٹلایا، جھڑکا، مجنون تک کہا	۵۴	۹
آپ کی بددعا	۵۴	۱۰
موسلا دھار بارش اور طوفان کی آمد	۵۴	۱۲-۱۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
آپ کا کشتی میں سوار ہونا اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں روانہ ہونا	۵۴	۱۴-۱۳
ہم نے نوح کو رسول بنا کر بھیجا اور نبوت وکتاب سے اس کی نسل کو بھی سرفراز کیا	۵۷	۲۶
حضرت نوح کی بیوی۔ اس کی خیانت اور انجام	۶۶	۱۰
حضرت نوح کو ان کی قوم کی طرف ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہے	۷۱	۱
آپ کا نسب نامہ۔ آپ کے آبا سب مومن تھے	۷۱	۱ حاشیہ
آپ کا وعظ	۷۱	۴-۳-۲
بارگاہِ الٰہی میں آپ کی فریاد	۷۱	۷-۶-۵
	۷۱	۲۱
آپ کا وعظ۔ اس میں عقلی اور تکوینی دلائل	۷۱	۸ تا ۲۰
کفار کے لیے بددعا کر ان کا نام و نشان مٹا دے	۷۱	۲۶
ان پانچ بتوں کی تحقیق جن کی عبادت قوم نوح کیا کرتی تھی	۷۱	۲۳ مع حاشیہ
آپ کی اپنے لیے، اپنے والدین اور اہل ایمان کے لیے دعا	۷۱	۲۸

ہُود علیہ السّلام

	سُورۃ	آیت
قوم عاد نے آپ کو جھٹلایا	۵۴	۱۸
قوم کا دردناک انجام	۵۴	۲۰-۱۹
عاد نے قیامت کو جھٹلایا	۶۹	۴
ان پر سات رات آٹھ دن آندھی چلتی رہی جس نے ان کو تباہ کر دیا	۶۹	۸-۷-۶
قوم عاد ارم ذات العماد۔ ان کا جو انجام ہوا کیا تم اسے جانتے ہو	۸۹	۸-۷-۶

یُونس علیہ السّلام

	سُورۃ	آیت
یونس علیہ السّلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم نے ان کی چارہ سازی کی۔ انہیں چن لیا اور نیکوں میں شامل کر لیا۔	۶۸	۴۸ تا ۵۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انسان

	سورۃ	آیت
اس کی عظمت کا قرآنی تصور		
انسان کو الرحمٰن نے پیدا فرمایا	۵۵	۳
اسے قرآن اور اس کا بیان سکھایا	۵۵	۲-۴
انسان کو مٹی اور جان کو آگ سے پیدا کیا	۵۵	۱۴-۱۵
تخلیقِ آدم کے تدریجی مراحل	۵۵	۱۴ حاشیہ
جنات کے وجود اور ان کے مکلف ہونے کا ثبوت	۵۵	۱۵ حاشیہ
اے جن و انس تم زمین و آسمان کی سرحدوں سے سلطان کے بغیر نہیں نکل سکتے	۵۵	۳۳
سلطان کی تشریح	۵۵	۳۳ کا حاشیہ
آیات نازل فرمائیں تاکہ تم سمجھو	۵۷	۱۷
اہلِ علم و ایمان کے درجات کو بلند فرماتا ہے	۵۸	۱۱
انسان کو چاہیے کل کی فکر کرے	۵۹	۱۸
جو خدا فراموش ہوتا ہے وہ خود فراموش ہوتا ہے	۵۹	۱۹
انسان کو حسن و جمال کا مرقع بنایا	۶۴	۳
مفلس کون ہے	۶۴	۹ حاشیہ
بعض بیویاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو	۶۴	۱۴
مال و اولاد فتنہ ہے	۶۴	۱۵

	سورۃ	آیت
حتی المقدور تقویٰ اختیار کرو	۶۴	۱۶
جسے بخل سے بچا لیا گیا وہ فلاح پا گیا	۶۴	۱۶
موت و حیات سے تمہاری آزمائش مقصود ہے	۶۷	۲
انسان کی تربیت میں خوفِ الٰہی کا بڑا حصہ ہے	۶۷	۱۲ کا حاشیہ
انسان کو سمع، بصر اور قلب کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا	۶۷	۲۳
قلم اور ما یسطرون کی قسم کھا کر علم کی عزت افزائی فرمائی	۶۸	۱
انسان کی فطری کمزوریاں اور ان کی اصلاح کا اسلامی طریقہ	۷۰	۱۹ تا ۳۵
انسان کو مہمل نہیں چھوڑ دیا جائے گا	۷۵	۳۶
انسان اپنے اعمال میں گروی ہے	۷۴	۳۸
ہر انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا	۷۶	۱
انسان کو عقل و فہم کی جو نعمتیں بخشی گئی ہیں اس سے مقصد اس کی آزمائش ہے	۷۶	۲-۳
تخلیقِ انسان اور اس پر گوناگوں نوازشات	۸۰	۱۸ تا ۲۲
ما غرک بربک الکریم جس نے تجھ پر بے حساب انعامات کیے	۸۲	۶ تا ۸
قیامت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے	۸۲	۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
فلیطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں	۸۲	۹
ہر شخص اپنے نیک یا بد اعمال کی انجام دہی میں کوشاں رہتا ہے موت کے بعد اس کا پورا اجر یا سزا اسے ملتی ہے	۸۴	۶
ہر انسان کے لیے محافظ مقرر کر دیئے گئے ہیں	۸۶	۱ تا ۴
انسان کی تخلیق اس پانی سے ہوتی ہے جو صلب اور ترائب کے درمیان میں سے نکلتا ہے	۸۶	۵۔۶۔۷
یخرج من بین الصلب والترائب کی تشریح	۸۶	۷ کا حاشیہ
انسان کو کبھی انعامات سے آزمایا جاتا ہے اور کبھی آلام و مصائب سے	۸۹	۱۵۔۱۶
دولت کی کثرت اللہ کی رضا اور قلت اس کی ناراضگی کا معیار نہیں ہے	۸۹	۱۶ کا حاشیہ
انسان کو محنت و مشقت کی زندگی گزارنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے	۹۰	۴
انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات :- دو آنکھیں، زبان، دو ہونٹ نیز نیکی کی دشوار گھاٹی میں اوپر چڑھنے کی ہدایت بخشی	۹۰	۸ تا ۱۱
انسان کے شایانِ شان افعال :- غلام کو آزاد کرنا یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا کئی قسمیں کھا کر فرمایا :-	۹	۱۲ تا ۱۶

	سُورۃ	آیت
جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا۔ جس نے اس کو آلودہ کیا نامراد ہو گیا۔	۹۱	۱ تا ۱۰
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ احسن تقویم کی تفصیلی بحث	۹۵	۱ تا ۵
انسان دولت کی محبت میں بہت سخت ہے وہ بڑا ناشکرا ہے	۱۰۰	۷ - ۸
ان دو باتوں کا وہ خود گواہ ہے		
سب انسان خسارے میں ہیں بجز ان کے جن میں یہ چار صفات ہوں۔ ایمان، عمل صالح، حق اور صبر کی وصیت	۱۰۳	۱۔۲۔۳
اَوامر		
وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو	۵۵	۹
ہر معاملہ میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو	۵۵	۹ حاشیہ
اپنے عظیم پروردگار کی پاکی بیان کرو	۵۶	۷۴
	۵۶	۹۶
اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور ان مالوں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے	۵۷	۷
مغفرت اور جنت کی طرف تیزی سے آگے بڑھو	۵۷	۲۱
تقویٰ اختیار کرنے کا حکم، دوگنا رحمت اور نور کی نوید	۵۷	۲۸
نیکی اور تقویٰ کے لیے مشورے کیا کرو	۵۸	۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
اللہ سے ڈرتے رہا کرو	۵۸	۹
[illegible]	۵۹	۱۸
اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ	۶۱	۱۴
اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ	۶۲	۱۰
موت سے پہلے اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرلو ورنہ پچھتاؤ گے	۶۳	۱۰
جتنا تمہاری طاقت ہے اتنا اللہ سے ڈرو	۶۴	۱۶
اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو آتش دوزخ سے بچاؤ	۶۶	۶
اپنے رب کے نام کا ذکر کرو تبتل الیہ تبتیلا	۷۳	۸
اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم	۸۷	۱
اے قریش! اس گھر کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں رزق اور امن دیا	۱۰۶	۳-۴
اے حبیب! جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اس سے رُخِ انور پھیر لیجئے	۵۳	۲۹

بنی اسرائیل

	سورۃ	آیت
قبیلہ بنی نضیر کی غداری اور جلاوطنی	۵۹	۲
ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ ان کے قلعے ان کی حفاظت کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں	۵۹	۲
وہ خدا سے زیادہ تم سے ڈرتے ہیں	۵۹	۱۳
یہ بزدل ہیں۔ کھلے میدان میں تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے	۵۹	۱۴
وہ بظاہر متحد نظر آتے ہیں درحقیقت متفرق ہیں	۵۹	۱۴
موسیٰ علیہ السلام کو اذیت رسانی	۶۱	۵
حضرت عیسیٰ کے بتانے کے باوجود انہوں نے حضور کو ماننے سے انکار کر دیا اور جھوٹ سحر مبین کہا	۶۱	۶
جنہیں تورات دی گئی لیکن انہوں نے اس پر عمل نہ کیا ان کی مثال گدھے کی ہے جس پر کتابوں کا انبار لدا ہو	۶۲	۵
اگر تمہارا یہ دعویٰ درست ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے	۶۲	۶
وہ اپنے کرتوتوں کے پیش نظر یہ تمنا ہرگز نہ کریں گے	۶۲	۷
اہل کتاب دلائل کے باوجود فرقوں میں بٹ گئے ہیں	۹۸	۴
حالانکہ انہیں حکم ملا تھا کہ وہ خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہی سچا دین ہے	۹۸	۵
یہ جہنمی ہیں۔ یہ شر البریۃ ہیں	۹۸	۶

جبر و قدر

	سورۃ	آیت
جو مصیبت پہنچتی ہے وہ پہلے لکھی جا چکی ہے	۵۷	۲۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
جو نہ ملے اس پر رنجیدہ نہ ہو۔ جو ملے اس پر اتراو مت	۵۷	۲۳
جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا	۶۱	۵
کرتوتوں کے باعث دلوں پر مہر لگ جاتی ہے	۶۳	۳
انسان اور اس کی صلاحیتوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ان کو استعمال کرنا انسان کا کام ہے	۶۴	۲
انہوں نے منہ پھیرا، اللہ ان سے بے نیاز ہو گیا	۶۴	۶
اللہ کے علم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں پہنچتی	۶۴	۱۱
مصائب میں تسلیم و رضا کی کیفیت ایمان سے پیدا ہوتی ہے	۶۴	۱۱
جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے	۷۴	۳۱ مع حاشیہ
جس کو اللہ چاہتا ہے وہ نصیحت قبول کرتا ہے	۷۴	۵۶
وما تشاءون الا ان یشاء اللہ	۷۶	۳۰
اعمال بد سے آئینہ دل زنگ آلود ہو جاتا ہے	۸۳	۱۴
جہاد		
غزوہ تبوک کے وقت مالی قربانی کی ترغیب	۵۷	۷ مع حاشیہ

	سورۃ	آیت
انبیاء کو معجزات و کتب کے علاوہ لوہے کا ڈنڈا بھی بخشا تاکہ معاشرہ کے سرکش افراد کی سرکوبی کر کے عدل قائم کریں	۵۷	۲۵ مع حاشیہ
قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی		
اس کے اسباب		
سامان حرب اور مضبوط قلعوں کے باوجود ان کی سراسیمگی		
مدینہ طیبہ سے ان کا خروج		
تفصیلات آیت بالا کے حواشی میں دیکھیں	۵۹	۲
ان کا یہ انجام اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کے باعث ہوا	۵۹	۴
جو درخت جنگ میں حارج ہوں انہیں بے شک کاٹ دو	۵۹	۵
دیگر آداب جنگ	۵۹	۵ حاشیہ
اموال فیء کون کون سے ہیں۔ ان کا حکم	۵۹	۶ مع حاشیہ
اموال فیء کے مصارف	۵۹	۷
کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء (دولت اغنیاء ہی میں نہ گھومتی رہے) متعلقہ مسائل کی تفصیل ان آیات کے حواشی میں ملاحظہ فرمائیں۔	۵۹	۷
یہودی بڑے بزدل ہیں۔ کھلے میدان میں تم سے جنگ نہیں کریں گے	۵۹	۱۴
بظاہر متحد ہیں درحقیقت منتشر ہیں	۵۹	۱۴
اسلامی جہاد کی خصوصیت کہ وہ صرف راہ خدا میں ہوتا ہے	۶۱	۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
جہاد کا طریقہ یہ ہے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر لڑو	۶۱	۴
وہ تجارت جو عذاب الیم سے نجات دیتی ہے۔ ایمان، جانی اور مالی جہاد فی سبیل اللہ	۶۱	۱۰-۱۱
اس کی برکت سے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جنت ملے گی	۶۱	۱۲
مزید برآں فتح و کامرانی ارزانی ہوگی	۶۱	۱۳
کفار و منافقین کے ساتھ جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو	۶۶	۹
مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم	۱۰۰	۱ تا ۵
جن		
جن کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے	۵۵	۱۵
جنات کے وجود اور ان کے مکلف ہونے کا ثبوت	۵۵	۱۵ مع حاشیہ
اے جن و انس تم زمین و آسمان کی سرحدوں سے سلطان کے بغیر نہیں نکل سکتے	۵۵	۳۳
انسانوں کی طرح جنات بھی دعوت اسلام کے مخاطب ہیں		
جنوں کا قرآن سننا، مسلمان ہونا واپس جا کر اپنی قوم کو ہدایت کی دعوت دینا ان کا وعظ	۷۲	۱ تا ۱۹
شہاب ثاقب سے جنات کی سرکوبی	۷۲	۸-۹
جنات میں سے بعض نیک ہیں اور بعض بُرے	۷۲	۱۱

	سورۃ	آیت
جنات میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض کافر	۷۲	۱۴-۱۵
دعائیں		
وہ دعا جو قبول ہوتی ہے	۵۳	۵۵ حاشیہ
قرض اور افلاس سے نجات کی دعا	۵۷	۳ حاشیہ
پچھلوں کو پہلوں کے لیے دعا مانگنا چاہیے اس سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے	۵۹	۱۰ مع حاشیہ
ابراہیمی دعا	۶۰	۴-۵
مشکلات کے لیے وظیفہ	۶۵	۳ حاشیہ
صحابہ کی دعا اتمم لنا نورنا واغفرلنا	۶۶	۸
نظر بد کا تعویذ اور دم	۶۸	۵۱ حاشیہ
دعا مانگنے کا طریقہ:- پہلے اللہ کی تعریف کرو پھر اس کے حبیب پر درود شریف پڑھو پھر دعا مانگو (احادیث نبوی)	۸۷	۱۴ حاشیہ
ایک دعا جو حضور صحابہ کو یاد کرایا کرتے تھے	۹۰	۸ حاشیہ
گم شدہ چیز کی بازیابی کی دعا	۹۳	۱۱ حاشیہ
مقبول دعا	۱۱۲	تمہید سورہ اخلاص
ہر چیز کے شر سے پناہ کی دعا، رات کی تاریکی کے شر سے پناہ کی دعا، جادو منتر کرنے والیوں کے شر سے پناہ کی دعا، شر حاسد سے پناہ کی دعا	۱۱۳	۱ تا ۵ مع حواشی
شیاطین جن و انس کے شر سے پناہ کی دعا	۱۱۴	۱ تا ۶ مع حواشی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیاسیات

	سُورۃ	آیت
اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست مت بناؤ	۶۰	۱
دشمن کی جاسوسی کرنے والے کا حکم	۶۰	حاشیہ آیت بالا
اگر کافر تم پر قابو پالیں تو تمہیں ہر طرح کی اذیت پہنچائیں	۶۰	۲
جو کفار تم سے برسرِ پیکار نہیں ان پر بے شک احسان کرو	۶۰	۸
البتہ جو کفار تم سے برسرِ پیکار ہیں تمہیں گھروں سے نکالا ہے ان کو دوست نہ بناؤ ورنہ ظالم بن جاؤ گے	۶۰	۹
جب دشمن پر مکمل فتح حاصل ہو جائے تو مغرور و متکبر نہ ہو بلکہ اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرو	۱۱۰	۲
شریعت اسلامیہ میں قانون سازی کا حق	۵۸	۵
سلاطین کو خلافِ شرع قانون بنانے کی اجازت نہیں	۵۸	۵ حاشیہ
حکومت کو قانون سازی کا کہاں کہاں حق ہے	۵۸	۵
کسی پر کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں لادا جائے گا	۵۳	۳۸

شرک اور اس کا بطلان

	سُورۃ	آیت
اللہ تعالیٰ پاک ہے ان سے جنہیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں	۵۹	۲۳
مساجد میں اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو	۷۲	۱۸
میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا	۷۲	۲۰
اللہ کے اذن کے بغیر میں نہ ضرر پہنچا سکتا ہوں نہ فائدہ	۷۲	۲۱
مجھے اللہ سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا	۷۲	۲۲
لات، عزیٰ اور منات بتوں کے تفصیلی حالات	۵۳	۱۹-۲۰ مع حواشی
اپنے لیے بیٹے اور خدا کے لیے بری بیٹیاں، کتنی بھونڈی تقسیم ہے	۵۳	۲۱-۲۲
یہ محض فرضی نام ہیں کوئی حقیقت نہیں	۵۳	۲۳
شرک کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ کبیرہ گناہوں کی تفصیل	۵۳	۳۲ مع حاشیہ
وضعی اور تمام وہ فعل جو توحید کے ثبوت کے لیے قرآن کریم میں مذکور ہیں ان سے شرک کا بطلان ہی ہوتا ہے۔		

شریعت اسلامیہ

	سُورۃ	آیت
شریعت اسلامیہ کی خصوصیات		
جو قانون سازی کا حق اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں انہیں رسوا کر دیا جاتا ہے	۵۸	۵ مع حاشیہ
سلاطین کو خلافِ شرع قانون بنانے کی اجازت نہیں	۵۸	۵ حاشیہ
حکومت کو قانون سازی کا کہاں کہاں حق ہے	۵۸	۵ حاشیہ
مالکِ حکم اور منفذِ حکم میں فرق	۵۸	۱۲ حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
جو اللہ کی حدوں کو توڑتا ہے وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے	۶۵	۱
اسلامی نظامِ عبادات کی برکت سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے	۷۰	۱۹ تا ۳۵
کسی پر کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں لادا جائے گا	۵۳	۳۸
ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ سعی کرتا ہے	۵۳	۳۹
۲۔ نماز		
نماز ادا کرنے کا حکم	۵۸	۱۳
نمازِ جمعہ کی فرضیت	۶۲	۹
دیگر متعلقہ مسائل	۶۲	حاشیہ آیت ۹
نماز پر دوام	۷۰	۲۳
صبح و شام ذکرِ الٰہی میں مشغول رہو	۷۶	۲۵-۲۶
۳۔ زکوٰۃ (صدقات)		
راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب	۵۷	۷ مع حاشیہ
جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے رہا ہے جس کے بدلے اُسے کئی گنا ملے گا	۵۷	۱۱
صدقہ دینے والے مرد و زن۔ ان کو کئی گنا ملے گا	۵۷	۱۸
ان کے لیے اجرِ کبیر ہے	۵۷	۱۸
زکوٰۃ دینے کا حکم	۵۸	۱۳
ان کے اموال میں سائل و محروم کا حق ہے	۷۰	۲۴-۲۵
۴۔ جرائم و عقوبات		
دشمن کی جاسوسی کرنا	۶۰	۱ کا حاشیہ

	سورۃ	آیت
۵۔ ظہار		
اسلام میں ظہار کا پہلا واقعہ۔ اس کا حکم	۵۸	۱ تا ۴ حاشیہ
بیوی کو اپنی ماں کہنا بُری بات ہے اور جھوٹ ہے	۵۸	۲
اس طرح وہ تمہاری ماں نہیں بن جاتی	۵۸	۲
ظہار کی تعریف		
ظہار کا کفارہ	۵۸	۳ تا ۴ حواشی
تفصیلات		
۶۔ مہاجر عورت		
جب کوئی عورت ہجرت کر کے آئے تو اس کا امتحان لو اگر وہ دل سے ایمان لا چکی ہے تو اسے واپس نہ کرو	۶۰	۱۰
وہ اب کفار کے لیے حلال نہیں	۶۰	۱۰
مہاجر عورت کے امتحان کا طریقہ	۶۰	حاشیہ آیت مذکورہ
مومن اور کافر کے درمیان ازدواج کی ممانعت	۶۰	۱۰
مہاجر عورت کی عدت کا حکم	۶۰	آیت ۱۰ حاشیہ ۱۲
ان کے ساتھ نکاح کا حکم	۶۰	۱۰
کافر عورتوں کو مسلمان بھی آزاد کریں	۶۰	۱۰
ان عورتوں کے مہر کا مسئلہ	۶۰	۱۰
۷۔ طلاق		
طلاق مباح ہے لیکن از حد ناپسندیدہ اسے ابغض الحلال کہا گیا ہے	۶۵	۱ کا حاشیہ
اس سے عرش کانپ جاتا ہے		

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

	سورۃ	آیت
طلاق دینے کا اسلامی طریقہ اور اس کی حکمت		
حضرت ابن عمر کا حالت حیض میں طلاق دینا اور حضور کی ناراضگی	۶۵	۱ حاشیہ
طلاق کی قسمیں	۶۵	۲
سنی اور بدعی اور ان کی تشریح		
۸۔ عدت		
عدت کے احکام، مدت عدت کا نفقہ اور سکنی مرد کے ذمہ ہے		
اثنائے عدت میں زوجین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو وراثت کا حکم	۶۵	ابتدائی حاشیہ
اثنائے عدت میں نکاح باطل ہے		
عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہے		
عدت گزرنے سے پہلے طے کر لو کہ اس سے رجوع کرنا ہے یا انہیں بصورت ثانی انہیں عمدگی سے رخصت کر دو۔	۶۵	ابتدائی حاشیہ
دونوں صورتوں میں گواہ بنانا افضل ہے		
نصیحت ان کے لیے ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں	۶۵	ابتدائی حاشیہ
جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو، ان کی عدت کا حکم	۶۵	۴ مع حاشیہ
حاملہ عورت کی عدت کا حکم	۶۵	۴ مع حاشیہ
عدت گزارنے والی عورتوں کے متعلق اصول اور ان کا حکم	۶۵	۶ مع حاشیہ
انہیں تنگ کرنے کے لیے ضرر نہ دو	۶۵	۶
۹۔ نفقہ و سکنی	۶۵	۶
بیوہ جو حاملہ ہو اس کے نفقہ اور سکنی کا حکم	۶۵	۶ حاشیہ
مطلقہ اپنے بچے کو دودھ پلائے تو وہ اجرت لینے کی حقدار ہے	۶۵	۶ حاشیہ
دیگر متعلقہ مسائل		
وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے	۶۵	۷
شیطان		
شیطان پہلے بڑے مکر و فریب سے انسان کو کفر اور گناہ کے گڑھے میں گراتا ہے۔ پھر اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور اس کا تماشا دیکھتا ہے	۵۹	۱۶

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام اہل بیت عظام اُمّت مسلمہ

	سورۃ	آیت
صحابہ کرام السابقون السابقون ہیں	۵۶	۱۰
یہی حضرات مقرب ہیں اور جنت نعیم میں ہیں	۵۶	۱۱-۱۲
ابتداء میں ان کی تعداد زیادہ بعد میں کم	۵۶	۱۳-۱۴
ان کی عزت افزائیاں	۵۶	۱۵ تا ۲۶
حضرت عکاشہ ان مقربین میں سے ہیں جن سے حساب نہیں لیا جائے گا	۵۶	۳۹ کا حاشیہ
صحابہ کی تین گروہوں اور درجات کی تقسیم	۵۶	۷۵ حاشیہ
جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور جہاد کیا بعد میں آنے والے ان کے ہمسر نہیں ہو سکتے	۵۷	۱۰
ان کا درجہ بہت بڑا ہے (اولٰئک اعظم درجة)	۵۷	۱۰
فتح کے بعد خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو بھی ان کا اجر ملے گا	۵۷	۱۰
حضرت صدیقؓ کا عباء کو کانٹوں سے گانٹھنا، رضائے الٰہی کی نوید	۵۷	۱۱ کا حاشیہ
حاملین عرش کا یہی لباس زیب تن کرنا		
حضرت ابو دحداحؓ کی شان ایثار، یہ آیت سن کر باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا	۵۷	۱۱ کا حاشیہ
حضرت فاروق اعظمؓ ابو عبیدہؓ کی باتیں دیر تک کھڑے سنتے رہے	۵۸	۱ حاشیہ

	سورۃ	آیت
سیدنا علی المرتضیٰؓ کے سوالات حضورؐ کے جوابات	۵۸	۲۲ کا حاشیہ
اہل ایمان دشمنانِ اسلام سے محبت نہیں کرتے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا قریبی رشتہ دار	۵۸	۲۲
جنگ کے میدان میں صحابہ کا اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کرنا	۵۸	حاشیہ آیت ۲۲
ان کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا ہے۔ روح منہ سے ان کی تائید، جنت کا مژدہ، اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی	۵۸	۲۲
یہی اللہ کا لشکر ہیں اور یہی غالب ہیں	۵۸	۲۲
حضرت صدیقؓ نے پہلے ہی جامِ شہادت نوش کرنے کی اجازت طلب کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انت منی بمنزلة سمعی وبصری۔ تو میرے کانوں اور آنکھوں کی جا بجا ہے	۵۸	حاشیہ آیت ۲۲
مہاجرین اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں	۵۹	۸
اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ اولٰئک هم الصادقون۔ یہی سچے ہیں	۵۹	۸
انصار کا اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے ایثار	۵۹	۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضمون	سُورۃ	آیت
انصار کے ایثار کی چند مثالیں	۵۹	۹ حاشیہ
اولٰئک ھم المفلحون میں دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں	۵۹	۹
گزشتہ مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت رافضی یہود و نصاریٰ سے ایک قدم آگے ہیں۔ حاشیہ نمبر ۲۲	۵۹	۱۰
رافضیوں کا صحابہ پر اعتراض اور اس کا رد	۶۲	۱۱
شیخین کی خلافت کی بشارت	۶۶	۳ حاشیہ
تفسیر مجمع البیان کا حوالہ	۶۶	۳ حاشیہ
حضرت صدیقہؓ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو توبہ کا حکم (صغت سے زائغ نہیں)	۶۶	۴
جو لوگ حضورؐ کے ساتھ ایمان لائے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ روز حشر رسوا نہیں کرے گا۔	۶۶	۸
ان کا نور روز حشر ان کے آگے پیچھے پھیل رہا ہوگا	۶۶	۸
ان کی دعا	۶۶	۸
حضرت آسیہ زوجہ فرعون کی استقامت اور دعا	۶۶	۱۱ مع حاشیہ
حضرت مریمؑ	۶۶	۱۲
سیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی۔ یہ آیات صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئیں	۹۲	۱۷ تا ۲۱
عورت		
زمانہ جاہلیت کے ایک رواج (ظہار) کے بارے میں قرآن کا فیصلہ اسلام میں ظہار کا پہلا واقعہ	۵۸	۱ مع حاشیہ
بیوی کو اپنی ماں کہنا بری بات ہے اور جھوٹ	۵۸	۲
اس طرح وہ تمہاری ماں نہیں بن جاتی	۵۸	۲
ظہار کی تعریف ظہار کا کفارہ تفصیلی احکام تفصیلی بحث	۵۸	۳
مندرجہ ذیل عناوین شریعت اسلامیہ کے عنوان کے ضمن میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔ ۶،۷ دارالحرب سے ہجرت کر کے آنے والی مسلمان خواتین ۸۔ طلاق ۸۔ عدت ۹۔ نفقہ و سکنیٰ ملاحظہ فرمائیں		
عورتوں کی بیعت کی اجازت ان کی بیعت کے مقاصد ان کی بیعت کا طریقہ	۶۰	۱۲ مع حاشیہ
بچیوں کے ساتھ محبت اور ان کی عزت کرنے کی ترغیب (احادیث)	۸۱	۸ کا حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم

	سورۃ	آیت
نصیحت قبول کرنے والے کے لیے	۵۴	۱۷، ۲۲، ۳۲
قرآن آسان بنا دیا گیا ہے		۴۰
قرآن کریم رحمٰن نے سکھایا ہے	۵۵	۲
مواقع النجوم کی قسم کھا کر فرمایا یہ قرآن کریم ہے	۵۶	۷۷
اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں	۵۶	۷۹
اسے رب العالمین نے اتارا ہے	۵۶	۸۰
قرآنی آیات اپنے بندے پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں تاکہ وہ اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو نور کی طرف لے آئے	۵۷	۹
اگر قرآن کریم پہاڑ پر اترتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا	۵۹	۲۱
ایمان لاؤ قرآن پر جو نور ہے	۶۴	۸
قرآن کریم سب کے لیے وجہ عزت و شرف ہے	۶۸	۵۲
قرآن نہ کسی شاعر کا قول ہے نہ کسی کاہن کا	۶۹	۴۱-۴۲
بلکہ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے	۶۹	۴۳
اگر آپ خود کوئی قول گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے تو رگِ دل کاٹ دی جاتی	۶۹	۴۴-۴۵-۴۶
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن یاد کرانا پھر اس کا مفہوم سمجھانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے	۷۵	۱۶ تا ۱۹
قرآن نصیحت ہے جس کا جی چاہے نصیحت قبول کرے	۷۴	۵۴-۵۵

	سورۃ	آیت
قرآن کریم نصیحت ہے	۷۴	۴۹
قرآن کریم نصیحت ہے جس کا جی چاہے نصیحت قبول کرے	۸۰	۱۱-۱۲
قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا	۷۶	۲۳
شانِ قرآن	۸۰	۱۳ تا ۱۶
قرآن کریم کو ایک جلیل القدر فرشتہ لے کر آیا ہے	۸۱	۱۹-۲۰-۲۱
یہ ذکر للعالمین ہے	۸۱	۲۷
یہ قرآن مجید ہے لوحِ محفوظ میں	۸۵	۲۱-۲۲
قرآن کریم قولِ فیصل ہے کچھ بھی مذاق نہیں	۸۶	۱۱ تا ۱۴
قرآن کریم ہم نے لیلۃ القدر میں نازل کیا	۹۷	۱
لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے	۹۷	۲-۳
وجہ تسمیہ یہ کس مہینہ کی کونسی رات ہے	۹۷	مع حواشی
اس میں فرشتے نازل ہوتے ہیں	۹۷	۴-۵

دیگر آسمانی کتب

	سورۃ	آیت
حضرت عیسیٰؑ نے تورات کی تصدیق کی	۶۱	۶
موجودہ انجیل کی تدوین و ترتیب تفصیلات حواشی میں ملاحظہ فرمائیں	۶۱	۶ حاشیہ
برنباس کی شخصیت اور اس کی انجیل کی علمی اور تاریخی حیثیت پر تفصیلی بحث	۶۱	۶ حاشیہ
انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی متعدد بشارتیں	۶۱	۶ حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز .

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
منتخب ابراہیم و موسیٰ میں بھی وہی ہدایات ہیں جو اس قرآن کریم میں ہیں کہ آخرت اس دنیا سے بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے	۸۷	۱۸-۱۹

قیامت

	سورۃ	آیت
قیامت بالکل قریب آ لگی ہے	۵۳	ابتدائی حاشیہ
اس کی دلیل	۵۴	۱
روز قیامت آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا رنگ سرخ ہو جائے گا	۵۵	۳۷
اس کے گناہ کے بارے میں کسی جن و انس سے نہ پوچھا جائے گا۔ وہ خود ہی جواب دہ ہوگا	۵۵	۳۹
مجرموں کا حال	۵۵	۴۱ تا ۴۴
قیامت ضرور واقع ہوگی کوئی جھٹلا نہ سکے گا	۵۶	۱-۲
قیامت کسی کو ذلیل اور کسی کو سرفراز کرے گی	۵۶	۳
وقوع قیامت کا ہوشربا منظر	۵۶	۴-۵-۶
قیامت کے روز اول و آخر سب جمع کیے جائیں گے	۵۶	۴۹-۵۰
قیامت کے روز تمہیں پیدا کرنا مشکل نہیں	۵۶	۶۱-۶۲-۶۳
روز قیامت رشتہ دار اور اولاد کام نہ دے گی	۶۰	۳
کفار کا انکار قیامت اور اس کی پرزور تردید	۶۴	۷
قیامت کو یوم تغابن کہنے کی وجہ	۶۴	۹
کفار پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی؟ آپ فرما دیجئے اس کا علم اللہ کے پاس ہے	۶۷	۲۵-۲۶
قرب قیامت کے وقت کفار کی حالت	۶۷	۲۷
قیامت آکر رہے گی۔ (الحاقۃ)	۶۹	۱-۲-۳
قیامت پر ایمان اصلاح کا ضامن ہے	۶۹	حاشیہ آیت بالا
جب صور پھونکا جائے گا تو زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا۔	۶۹	۱۳ تا ۱۶
فرشتے اطراف میں کھڑے کر دیئے جائیں گے	۶۹	۱۷
آٹھ فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے کھڑے ہوں گے	۶۹	۱۷
قیامت کے روز آسمان اور پہاڑوں کی حالت	۷۰	۸-۹
کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہیں پوچھے گا	۷۰	۱۰
وہ چاہے گا کہ اپنے بچوں، بیوی بلکہ سب کو بطور فدیہ دے دے اور خود چھوٹ جائے لیکن ناممکن	۷۰	۱۱ تا ۱۸
قسمیں کھا کر بتایا کہ قیامت ضرور آئے گی	۷۵	۱-۲
انسان کا یہ خیال باطل ہے کہ وقوع قیامت ناممکن ہے	۷۵	۳-۴
قیامت کے انکار کی وجہ	۷۵	۵
وقوع قیامت کے وقت کا منظر	۷۵	۶ تا ۹
اس روز کفار کے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی	۷۵	۱۰-۱۱-۱۲
انسان کو اس کے اعمال سے آگاہ کیا جائے گا	۷۵	۱۳
انسان ہزار بہانے بنائے اسے حقیقت حال کا علم ہے	۷۵	۱۴-۱۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
اہلِ ایمان کے چہرے تروتازہ ہوں گے	۷۵	۲۲-۲۳
بدکاروں کے چہروں پر نحوست برس رہی ہوگی	۷۵	۲۴-۲۵
جس نے انسان کو قطرۂ آب سے بنایا اُس کو دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے	۷۵	۳۷ تا ۴۰
جب صُور پھونکا جائے گا تو کفار کے لیے وُہ بڑا سخت دن ہوگا	۷۴	۸-۹-۱۰
دوزخ بہت بڑی آفت ہے	۷۴	۳۲ تا ۳۶
پانچ قسمیں کھا کر بتایا کہ قیامت ضرور آئے گی	۷۷	۱ تا ۷
قیامت کا ہولناک منظر	۷۷	۸ تا ۱۴
اُس روز جھٹلانے والوں کی تباہی ہوگی	۷۷	۱۵
جہنم کا ہولناک منظر	۷۷	۲۹ تا ۳۳
روزِ قیامت یوم الفصل ہے مجرموں سے قوتِ گویائی سلب کر لی جائے گی	۷۷	۳۵ تا ۳۶
قیامت کے بارے میں ان کے شکوک اور اُن کا رد	۷۸	۱ تا ۵
وقوعِ قیامت پر تکوینی دلائل	۷۸	۶ تا ۱۶
وقوعِ قیامت کے لیے ایک وقت مقرر ہے	۷۸	۱۷
منظرِ قیامت	۷۸	۱۸ تا ۲۰
عذابِ قیامت	۷۸	۲۱ تا ۳۶
قیامت ضرور آئے گی	۷۹	۱ تا ۵
وقوعِ قیامت پر کفار کا اظہارِ حیرت	۷۹	۱۰ تا ۱۲
جب قیامت برپا ہوگی انسان کو اپنے	۷۹	۳۵

	سُورۃ	آیت
سارے اعمال یاد آجائیں گے	۷۹	۳۵
روزِ حشر انسان اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سب سے بھاگے گا	۸۰	۳۴ تا ۳۶
کتنے چہرے خوش و خرم مسکراتے ہوں گے	۸۰	۳۸-۳۹
کئی چہرے غبار آلود اور سیاہ ہوں گے	۸۰	۴۰-۴۱
وقوعِ قیامت کا منظر	۸۰	۴۲
سورج اور ستارے بے نور، پہاڑ متحرک، سمندر کے شعلے (اس کی وجہ)	۸۱	۱ تا ۶
زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ اُسے کیوں زندہ درگور کیا گیا تھا	۸۱	۸
جو کچھ اُس نے کیا روزِ قیامت عیاں ہو جائے گا	۸۲	۱ تا ۵
کئی قسمیں کھا کر فرمایا قیامت ضرور آئے گی	۸۹	۱ تا ۵
جب قیامت برپا ہوگی اُس وقت انسان کی آنکھ کھلے گی لیکن بے سود	۸۹	۲۱ تا ۲۴
وقوعِ قیامت کا منظر	۹۹	۱ تا ۵
روزِ قیامت لوگ گروہ در گروہ نکلیں گے۔ جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی اُسے اُس کا اجر ملے گا جس نے ذرہ برابر گناہ کیا ہوگا اُسے اُس کی سزا ملے گی	۹۹	۶-۷-۸
سخت کھڑک، لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ اُون کی مانند ہوں گے	۱۰۱	۱ تا ۹
اُس روز جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وُہ خوش و خرم ہوگا	۱۰۱	۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورة	آیت
جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے	۱۰۱	۸ - ۹
قیامت کے منکر یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ سنگدلانہ سلوک کرتے ہیں۔ نماز میں سستی اور ریاکاری ان کا شعار ہے	۱۰۷	۱ تا ۷
کفار و مشرکین		
ان کے عقائد		
ان کے اطوار		
عبرتناک انجام		
کفار معجزات دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے	۵۴	۲
وحی کی تکذیب، ہوائے نفس کی پیروی ان کا شیوہ ہے	۵۴	۳
روزِ قیامت ان کی حالتِ زار	۵۴	۷ - ۸
کفار کس غلط فہمی میں مبتلا ہیں	۵۴	۴۳-۴۴
انہیں یقیناً شکست ہوگی	۵۴	۴۵
روزِ قیامت ان کا حالِ زار	۵۴	۴۷-۴۸
اصحاب المشئمۃ	۵۶	۹
ان کی حالتِ زار	۵۶	۴۱ تا ۴۴
اس کی وجہ	۵۶	۴۵، ۴۶
وہ منکرین قیامت تھے	۵۶	۴۷
ان کی سزا	۵۶	۵۱ تا ۵۶
ان کی بدبختی ملاحظہ ہو کہ ان کے حصہ میں تکذیب قرآن کے سوا کچھ نہیں	۵۶	۸۱-۸۲

	سورة	آیت
مکذبین کا انجام	۵۶	۹۲، ۹۳، ۹۴
اے کفار! تمہارے ایمان نہ لانے کی وجہ کیا ہے؟	۵۷	۸
کفار کے لیے دردناک عذاب ہے	۵۸	۴
جو اللہ اور رسول کی حدوں کو توڑتے ہیں انہیں ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے	۵۸	۵
کفار کے لیے رسواکن عذاب ہے	۵۸	۵
اگر کفار تم پر غلبہ پالیں تو تمہاری تذلیل کردیں	۶۰	۲
بڑا ظالم ہے جو اللہ پر افترا باندھتا ہے	۶۱	۷
یہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں لیکن کامیاب نہ ہوں گے	۶۱	۸
کفار کو اپنے کفر کی سزا ملی	۶۴	۵
انہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا انہوں نے منہ پھیرا اللہ بھی ان سے بے نیاز ہوگیا	۶۴	۶
اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانوں کو سخت سزا دی جائے گی	۶۵	۸
کفار کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا	۶۶	۷
کفار کے لیے جہنم	۶۷	۶
کفار کا دوزخ میں پھینکا جانا اور دیگر ہولناک مناظر	۶۷	۷-۸-۹
کفار کا اعتراف کہ ہم خطاکار تھے	۶۷	۱۰-۱۱
کفار اللہ کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے	۶۷	۱۶-۱۷
گزشتہ برباد شدہ قوموں سے عبرت حاصل کرو	۶۷	۱۸
کیا ان کے پاس ایسا لشکر ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکے؟	۶۷	۲۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
اگر وہ رزق بند کرے تو وہ کیا کریں گے؟	۶۷	۲۱
کفار منہ اوندھا کیے بھٹکتے چلے جارہے ہیں	۶۷	۲۲
کفار کو تنبیہ کہ انہیں عذاب سے کون بچائے گا	۶۷	۲۸
کفار تمنا کرتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تاکہ وہ بھی شدت ترک کردیں	۶۸	۹
ایسے کافر کے پیچھے چلنے سے ممانعت جس میں یہ عیوب ہوں	۶۸	۱۰ تا ۱۶
باغ والے کفار کی تباہی کا تذکرہ	۶۸	۱۷ تا ۳۳
کیا کفار کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہے کہ سارے کام ان کی منشاء کے مطابق ہوں گے	۶۸	۳۶ تا ۴۱
کفار کو روز قیامت سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا لیکن وہ سجدہ نہ کر سکیں گے	۶۸	۴۲
کفار کو بصورت استدراج بھی سزا دی جاتی ہے	۶۸	۴۴ حاشیہ
جن اقوام نے رسولوں کی مخالفت کی انہیں سختی سے پکڑ لیا گیا	۶۸	۹-۱۰
کفار کے بائیں ہاتھ میں ان کا نامۂ عمل دیا جائے گا	۶۹	۲۵
ان کا واویلا	۶۹	۲۵ تا ۲۹
حکم ہوگا اسے پکڑو اور زنجیروں میں جکڑ کر جہنم رسید کردو	۶۹	۳۰ تا ۳۲
کیونکہ نہ وہ اللہ پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین	۶۹	۳۳-۳۴

	سورۃ	آیت
کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیا کرتا تھا	۶۹	۳۳-۳۴
اس کا آج کوئی دوست نہیں۔ اس کا کھانا غسلین ہے	۶۹	۳۵-۳۶، ۳۷
کفار جس عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ بالکل ثابت ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا	۷۰	۱-۲
روز قیامت پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا	۷۰	۴
ان کو کھیل کود میں مشغول رہنے دیں	۷۰	۴۲ تا ۴۴
قوم نوح کے رئیس لوگوں کو کہتے اپنے بتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا خصوصاً ود، سواع، یغوث اور نسر کو	۷۱	۲۳
بت پرستی کا آغاز اور رواج	۷۱	۲۳ حاشیہ
ان پانچ بتوں کی مزید تحقیق	۷۱	۔ ۔
عذاب قبر کا ثبوت قرآن و سنت سے	۷۱	۲۵
ان کی اولاد کے بارے میں آپ کا علم کہ سب گمراہ پیدا ہوں گے	۷۱	۲۷
اپنی موت کے وقت کفار کی حالت	۷۵	۲۶ تا ۳۰
نہ قرآن کی تصدیق کی، نہ نماز ادا کی بلکہ جھٹلایا اور منہ موڑ لیا	۷۵	۳۱ تا ۳۲
اس کی تباہی قریب آگئی	۷۵	۳۴-۳۵
اگر تم کفر کرتے رہے تو روز حشر کیسے بچو گے	۷۳	۱۷-۱۸
ولید بن مغیرہ کے بارے میں قہر و غضب کا اظہار	۷۴	۱۱ تا ۲۴
وہ واقعہ جو قہر الٰہی کا باعث بنا	۷۴	۱۸ کا حاشیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

	سُورۃ	آیت
وُہ کہتا ہے کہ قرآن جادو ہے یہ جادوگری ہے	۷۴	۲۴-۲۵
اس کو دوزخ میں پھینکا جائے گا	۷۴	۲۶ تا ۲۹
کفار کے لیے شفاعت نہیں	۷۴	۴۸
کفار ان گدھوں کی طرح ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگے جا رہے ہیں	۷۴	۴۹-۵۰، ۵۱
کفار ایمان لانے کے لیے شرطیں پیش کرتے ہیں	۷۴	۵۲
کفار کے لیے بھڑکتی آگ، طوق و سلاسل	۷۶	۴
یہ لوگ آج کی نعمتوں کو پسند کرتے ہیں اور آخرت کی نعمتوں کو نظر انداز کرتے ہیں	۷۶	۲۷
سرکشوں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا	۷۹	۳۷-۳۸، ۳۹
ناشکرا انسان ہلاک ہوگا	۸۰	۱۷
وُہ اپنی تخلیق پر غور کیوں نہیں کرتے	۸۰	۱۸ تا ۲۲
صرف سرکش اور بدکار ہی قیامت اور قرآن کا انکار کرتے ہیں	۸۳	۱۱، ۱۲، ۱۳
انہیں دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیا جائے گا	۸۳	۱۵
پھر انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا	۸۳	۱۶-۱۷
جس کتاب میں کفار کے اعمال ہوں گے اُسے سجین کہا جاتا ہے	۸۳	۷-۸
اہلِ ایمان کا مذاق اُڑانا ان کا دستور ہے	۸۳	۲۹ تا ۳۲
ان کا نامۂ عمل انہیں پس پشت دیا جائے گا	۸۴	۱۰
اس پر اس کا شور و غوغا	۸۴	۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴
اصحاب الاخدود تباہ ہو گئے، ان کے لیے ابدی عذاب	۸۵	۱ تا ۷

	سُورۃ	آیت
مسلمانوں پر ان کی ناراضگی کی صرف یہ وجہ تھی کہ وُہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے تھے	۸۵	۸-۹
کفار مکر و فریب کر رہے ہیں میں انہیں ناکام بنا دوں گا	۸۶	۱۵
روزِ قیامت کفار کی حالتِ زار	۸۸	۱ تا ۷
بدبخت آگ میں جلیں گے	۹۲	۱۴، ۱۵، ۱۶
انسان جب اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے	۹۶	۷-۸
ابوجہل کی گستاخانہ ستم اور اس کا نتیجہ	۹۶	۹-۱۰
اگر وُہ ہدایت قبول کرتا تو کتنا اچھا ہوتا	۹۶	۱۱-۱۲
اگر وُہ ان گستاخیوں سے باز نہ آیا تو ہم اُس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے	۹۶	۱۵ تا ۱۹
کفار و مشرکین کفر کو نہیں چھوڑیں گے۔		
کیا وُہ نہیں جانتے کہ قیامت کے روز قبروں کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ اور سینے کے راز افشا ہوں گے	۱۰۰	۹-۱۰
مال زیادہ کرنے کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا ہے	۱۰۱	۱ تا ۵
ہلاکت ہے طعنے دینے والوں کے لیے پس پشت عیب جوئی کرنے والوں کے لیے	۱۰۳	۱
جو مال جمع کرتا ہے اور اسے گن گن کر رکھتا ہے	۱۰۳	۲

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اُسے لافانی بنا دے گا	۱۰۴	۳
اس کے لیے حطمۃ ہے حطمہ کی توضیح	۱۰۴	۴ تا ۹
کعبہ پر ابرہہ کی لشکر کشی اور ابابیل سے اس کی بیخ کنی (تفصیلات)	۱۰۵	۱ تا ۵
کفار کو بتا دیا کہ نہ پہلے میں نے تمہارے بتوں کی پوجا کی نہ آئندہ کروں گا اسی طرح تم کو بھی میرے معبودِ برحق کی عبادات کی توفیق نصیب نہ ہوئی ہے نہ ہو گی	۱۰۹	۱ تا ۶
مشرکوں نے بتوں کے فرضی نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی کوئی سند نہیں	۵۳	۲۳
یہ محض ظن اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں	۵۳	۲۳
کفار کے لیے شفاعت نہیں	۵۳	۲۶ مع حاشیہ
مشرکین فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں	۵۳	۲۷
یہ محض ظن کے پیروکار ہیں	۵۳	۲۸
اور ظن کوئی فائدہ نہیں دیتا	۵۳	۲۸
کفار کے اخلاق و اطوار	۵۳	۳۲،۳۳،۳۴
معاشیات		
تولنے میں زیادتی اور کمی کی ممانعت	۵۵	۸-۹ مع حواشی
والارض وضعها للانام سے اشتراکیت کا نظریہ ثابت کرنا غلط ہے	۵۵	۱۰ مع حاشیہ

	سُورۃ	آیت
دولت کی فراوانی کبھی سرکشی و طغیان کا باعث بھی بن جاتی ہے	۵۶	۴۵
جو اموال تمہارے پاس ہیں ان میں تم اللہ کے نائب ہو	۵۷	۷
جو لوگ راہِ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجرِ کبیر ہے	۵۷	۷
جو لوگ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں وہ اللہ کو قرضِ حسن دیتے ہیں	۵۷	۱۱
جو لوگ راہِ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجرِ کبیر ہے	۵۷	۱۸
دُنیوی زندگی لہو و لعب ہے۔ زینت، مال اور اولاد کی کثرت پر تفاخر ہے	۵۷	۲۰
اس کی مثال	۵۷	۲۰
وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور	۵۷	۲۰
مالِ فئی کی تعریف اس کے مصارف مالِ غنیمت	۵۸	۶-۷ مع حواشی
اسلامی اقتصادیات کا زریں اصول کہ دولت اغنیا ہی میں گھومتی نہ رہے	۵۸	۷
اسلامی بیت المال اس کے ذرائع آمدن اور مصارف تفصیلی بحث	۵۹	۷ مع حاشیہ
نمازِ جمعہ کے بعد کسبِ معاش کے لیے زمین میں پھیل جاؤ	۶۲	۱۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
کسبِ معاش کو اللہ کا فضل فرمایا	۶۲	۱۰
اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا تمہارے لیے بہتر ہے	۶۴	۱۶
بخل سے بچنے کی ترغیب	۶۴	۱۶
راہِ خدا میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ گویا اُسے قرض دے رہے ہو جو کئی گنا کر کے واپس کیا جائے گا	۶۴	۱۷
جو مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا اُسے ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ کر دوزخ رسید کیا جائے گا	۶۹	۳۳،۳۴
کسبِ رزقِ حلال کو جہاد کے برابر درجہ دیا گیا	۷۳	۲۰ مع حاشیہ
احتکار و ذخیرہ اندوزی سے نفرت	۷۳	۲۰
راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب	۷۳	۲۰
دوزخی کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے	۷۴	۴۲،۴۳،۴۴
کم تولنے اور کم ناپنے سے سخت ممانعت اور ایسے لوگوں کے لیے تباہی کی پیشین گوئی	۸۳	۱،۲،۳
انہیں قیامت کے خوفناک دن سے ڈرنا چاہیے	۸۳	۴،۵،۶
یتیموں کی تکریم نہ کرنا، غریب کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا، مال سے بے پناہ محبت انسان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل کر دیتی ہے	۸۹	۱۷ تا ۲۰
اعمالِ فتی :-		
غلام کو آزاد کرنا		
یتیم و غریب کو کھانا کھلانا	۹۰	۱۲ تا ۱۶
سیدنا علیؓ بیت المال کے در و دیوار سے کہتے، گواہ رہنا میں نے تمہیں حق کے ساتھ بھرا اور حق کے ساتھ خالی کیا	۹۹	۴ حاشیہ
قریش کے دلوں میں تجارت کی اُلفت پیدا کر دی۔ یوں اُنہیں خوشحال بنا دیا	۱۰۶	۱ تا ۴
یتیموں کو دھکے دے کر نکالنا، مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا، استعمال کی چیزوں کو روکے رکھنا۔ یہ قیامت پر ایمان نہ ہونے کی نشانی ہے	۱۰۷	۱ تا ۷
لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اس آیت سے اشتراکیوں کا غلط استدلال	۵۳	۳۹ کا حاشیہ
مومنین اور متقین		
باغات اور نہریں	۵۴	۵۴
اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں شرفِ باریابی اور دیگر اعزازات	۵۴	۵۵ مع حاشیہ
اولیاء اللہ کو جب فرشتے جنت کی طرف چلنے کی دعوت دیں گے تو کہیں گے کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے	۵۴	۵۵ حاشیہ
جو اللہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اُسے دو جنتیں ملیں گی	۵۵	۴۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سُورۃ	آیت
ان دو جنتوں کے تفصیلی حالات	۵۵	۴۸ تا ۵۹
ان کے علاوہ انہیں دو اور باغ ملیں گے ان کی تفصیل	۵۵	۶۲ تا ۷۶
فاصحاب المیمنۃ (دائیں بازو والے)	۵۶	۸
اصحاب الیمین کی عزت افزائیاں	۵۶	۲۷ تا ۳۸
مقربین کی عزت افزائی	۵۶	۸۸-۸۹
اصحاب یمین پر مہربانیاں	۵۶	۹۰، ۹۱
اہل ایمان جب قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کا نور ایمان آگے اور دائیں جانب ضوفشاں ہوگا	۵۷	۱۲
کیا ابھی وُہ گھڑی نہیں آئی کہ اہل ایمان کے دل ذکرِ الٰہی کے لیے خشوع کریں	۵۷	۱۶ تا خاتمہ
اہل کتاب کی طرح نہ ہو جاؤ کہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کے دل سخت ہو جائیں	۵۷	۱۶
جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے وُہ صدیق و شہید ہے	۵۷	۱۹
نیکی اور تقویٰ کے بارے میں مشورہ کیا کرو	۵۸	۹
گناہ، ظلم اور نافرمانی کے بارے میں مشورہ کی ممانعت	۵۸	۹
اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند فرمائے گا	۵۸	۱۱
اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت نہیں کرتے خواہ وُہ ان کے قریبی رشتہ دار ہوں	۵۸	۲۲

	سُورۃ	آیت
ایسے لوگوں پر انعامات الٰہی	۵۸	۲۲
اے مومنین! اللہ سے ڈرو، کل کی فکر کرو	۵۹	۱۸
خدا فراموش نہ بنو ورنہ خود فراموش بن جاؤ گے	۵۹	۱۹
اہل جنت اور دوزخی برابر نہیں ہو سکتے	۵۹	۲۰
اللہ کے دشمنوں کو اپنا دوست مت بناؤ	۶۰	۱
ان کی میٹھی باتوں پر مت جاؤ وُہ سنگدل ظالم ہیں	۶۰	۲
تمہارے رشتہ دار اور اولادیں نفع نہ پہنچا سکے گی	۶۰	۳
اہل ایمان و عمل کی جزا، تکفیر سیئات اور دخول جنت	۶۴	۹
ایمان سے تسلیم و رضا کی کیفیت نصیب ہوتی ہے	۶۴	۱۱
مومن اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں	۶۴	۱۳
اے اہل ایمان! کئی بیویاں اور کئی بچے تمہارے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو	۶۴	۱۴
مال و اولاد بڑی آزمائش ہیں	۶۴	۱۵
جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نجات کی راہ بنا دیتا ہے اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں ہوتا	۶۵	۲، ۳
جو اللہ پر توکل کرتا ہے وُہ اُسے کافی ہے	۶۵	۳
جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کام کو آسان بنا دے گا۔	۶۵	۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
جو تقویٰ اختیار کرے گا اس کی برائیوں کو محو کر دیا جائے گا اور اُسے بڑا اجر ملے گا۔	۶۵	۵
اہلِ ایمان ہی اہلِ خرد ہیں	۶۵	۱۰
جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور اجرِ کبیر ہے	۶۷	۱۲
متقین کے لیے جنتِ نعیم ہے	۶۸	۳۴
مسلمان اور کافر یکساں نہیں	۶۸	۳۵-۳۶
اہلِ ایمان کو ان کے نامہ ہائے عمل دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ ان کی خوشی	۶۹	۱۹ تا ۲۴
جذبِ الٰہی اور شیخِ کامل کی توجہ کے بغیر فنائے قلب کے مقامِ احسان تک رسائی ممکن نہیں	۷۰	۴ حاشیہ
شیخِ کامل کی توجہ سے وہ مقام ملتا ہے جو ہزار سالہ عبادت و ریاضت سے نہیں ملتا	۷۳	۸ کا حاشیہ
ابرار کے لیے جنت کی نعمتیں	۷۶	۵-۶
ابرار کی صفاتِ حمیدہ۔ وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں۔	۷۶	۷
اللہ کی محبت کے لیے وہ مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں	۷۶	۸-۹-۱۰
اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے شر سے بچا لے گا	۷۶	۱۱
دیگر انعامات	۷۶	۱۲ تا ۲۲

	سورۃ	آیت
متقین پر عنایات	۷۸	۳۱ تا ۳۴
مدبراتِ امر میں وہ شامل ہیں	۷۸	۵
ان کی قبور کی زیارت کی وجہ سے زائرین کی مشکلیں حل ہوتی ہیں	۷۸	۵ کا حاشیہ
اللہ کے مقبولوں کو روزِ قیامت کوئی حزن نہ ہوگا	۷۹	۹ حاشیہ
جو اللہ کی جناب میں حاضر ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو سرکشی سے روکتا رہا اس کا مقام جنت ہے	۷۹	۴۰-۴۱
ہوائے نفس سے بچنے کا طریقہ۔ شیخِ کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑے۔	۷۹	۴۰ کا حاشیہ
جس کتاب میں ابرار کے اعمال محفوظ ہیں اس کا نام علیین ہے	۸۳	۱۸-۱۹-۲۰
علیین کی مزید تحقیق	۸۳	حاشیہ آیت بالا
ابرار پر مزید عنایات	۸۳	۲۲ تا ۲۸
ان کو نامۂ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ خوشی خوشی واپس لوٹیں گے	۸۴	۷-۸-۹
اہلِ ایمان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے	۸۴	۲۵
جو تزکیۂ نفس کرتا ہے۔ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے۔ نماز ادا کرتا ہے۔ وہ کامیاب ہوگا	۸۷	۱۴-۱۵
اہلِ ایمان کے شگفتہ چہرے اور دیگر بے شمار انعامات	۸۸	۸ تا ۱۶
نفسِ مطمئنہ کو بشارتیں (ارجعی الی ربک)	۸۹	۲۷-۲۸-۲۹-۳۰
متقی اور سخی آگ سے بچ جائیں گے	۹۲	۱۷ تا ۲۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
حضرت غوث اعظم کا ارشاد و قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ	۹۳	۱۱ حاشیہ
ایمان والوں کے لیے اجر غیر ممنون ہے	۹۵	۶ مع حاشیہ
اہل ایمان خیر البریۃ ہیں انہیں جنت ملے گی	۹۸	۷-۸
اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی	۹۸	۸
یہ سعادت اسے ملتی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے	۹۸	۸
مرشد کامل کی توجہ سے مریدوں کے فطری نقائص اور خامیاں بھی دور ہو جاتی ہیں	۱۱۰	۳ کا حاشیہ
منافقین		
روز قیامت منافق کہیں گے۔ اے اہل ایمان ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ تاکہ تمہارے نور ایمان میں ہم بھی یہ فاصلہ طے کریں۔ ان کا جواب	۵۷	۱۳
منافق پکاریں گے کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے مسلمانوں کا جواب	۵۷	۱۴
آج ان سے اور کفار سے کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا	۵۷	۱۵
منافقین گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کے لیے سرگوشیاں کرتے ہیں حالانکہ انہیں روکا گیا ہے	۵۸	۷
منافقین کی دلی ہمدردیاں کفار کے ساتھ ہیں	۵۸	۱۴ حاشیہ
وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں	۵۸	۱۴
ان کے لیے شدید عذاب تیار ہے	۵۸	۱۵
انہوں نے قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے		
اس طرح وہ لوگوں کو اسلام سے روکتے ہیں	۵۸	۱۶
ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں عذاب الٰہی سے بچا نہ سکے گی	۵۸	۱۷
یہ قیامت کے دن بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے	۵۸	۱۷
شیطان نے ان پر تسلط جما رکھا ہے اور یاد خدا سے انہیں غافل کر دیا ہے	۵۸	۱۹
یہی لوگ حزب الشیطان ہیں	۵۸	۱۹
منافقین نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ وہ ہرگز مدینہ نہ چھوڑیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہارے ساتھ لڑیں گے اکٹھے یہاں سے نکلیں گے	۵۹	۱۱
وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ وہ پرلے درجے کے جھوٹے اور بزدل ہیں	۵۹	۱۲
منافقین اور یہود کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان اور انسان	۵۹	۱۶-۱۷
منافق زبانی حضور کی رسالت کی گواہی دیتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب فرماتا ہے	۶۳	۱
اپنی قسموں کو انہوں نے ڈھال بنا رکھا ہے	۶۳	۲
ان کے کرتوتوں کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی	۶۳	۳
ان کے ظاہر خوشنما، باتیں بڑی دلنشیں۔ لیکن خود بے کار	۶۳	۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سورۃ	آیت
پہلے درجے کے بزدل	۶۳	۴
یہ دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہیے	۶۳	۴
طلبِ مغفرت کے لیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے سے انکار	۶۳	۵
جو تیری بارگاہ میں حاضر نہ ہوگا اس کو بخشا نہیں جائے گا	۶۳	۶
عبداللہ بن ابی کا کہنا کہ مسلمانوں کی روٹی اور چندہ بند کر دو۔ یہ خود ہی تتر بتر ہو جائیں گے	۶۳	۷ حاشیہ
منافقین بے سمجھ ہیں	۶۳	۷
منافق کہتے ہیں مدینہ جا کر عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ اس کا رد	۶۳	۸

نواہی

	سورۃ	آیت
اپنی خودستائی مت کرو	۵۳	۳۲
تولنے میں زیادتی مت کرو	۵۵	۸
کم مت تولو	۵۵	۹
گناہ و ظلم اور رسول کی نافرمانی کے بارے میں خفیہ مشوروں کی ممانعت	۵۸	۹
اللہ کے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ	۶۰	۱
اے ایمان والو! جن پر اللہ کا غضب ہے انہیں دوست نہ بناؤ	۶۰	۱۳
تمہیں اموال و اولاد ذکرِ الٰہی سے غافل نہ کر دیں۔	۶۳	۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً نہایت غور اور احتیاط نظر سے پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی اور کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

ابوالفیض محمد عبدالکریم
خطیب جامع مسجد خانقاہ ڈوگراں
ضلع شیخوپورہ

[illegible]
ابوالفیض محمد عبدالکریم
ابدالوی چشتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز